تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد سوم

اس جلد کے تین حصے ہیں جنکے نام یہ ہیں:

(۱) بابرنامہ اس میں خاندان تیموریہ کے انساب وتیمور کا بالاجمال حال اور ہندوستان کی فتح کرنیکا ذکر بالتفصیل، اور ظہیرالدین محمد بابرشاہ غازی فردوس مکانی کا بیان ہے۔

(۲) شگوفنامہ ہمایوں اس میں نصیرالدین محمد ہمایوں جنت آشیانی کا حال جلوس سے ایران کے جانے تک ہے

(۳) رزم نامہ شیرشاہی اس میں شیرشاہ کا حال ازابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنیکا بیان ہے

مصنفہ

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڈھ میں طبع ہوئی ۱۹۱۶ء

قیمت فی جلد عہ

بارسوم ایکہزار جلد

فہرست کتب موجودہ بک ڈپو

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب شمس العلما مرحوم دہلوی) یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں (جن میں سے جلد سوم کتاب ہذا ہے) بتفصیل ذیل :-

اوّل (صفحہ ۴۱۲) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) ... ایک سو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنوی قیمت ...

... صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ ... سادات اور لودھیوں کی تاریخ قیمت ...

چہارم اس کے دو حصے ہیں حصہ اوّل میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور حصہ دوم (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین قطب شاہیہ گولکنڈہ (۴) تاریخ سلاطین عماد شاہیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۶) ضمیمہ تاریخ دکن و پرتگیزوں کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کا ریویو قیمت ...

جلد پنجم اقبال نامۂ اکبری جس میں شہنشاہ اکبر کا حال تمام و کمال لکھا ہے قیمت ...

جلد ششم تارنامہ جہانگیری جس میں شہنشاہ جہانگیر کا کل حال لکھا ہے قیمت ...

جلد ہفتم ظفرنامہ شاہجہاں جس میں شہنشاہ شاہجہاں کا حال از اوّل تا آخر مندرج ہے قیمت ...

جلد ہشتم بادشاہ نامۂ عالمگیر یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اوّل سے آخر تک درج ہے قیمت ...

جلد نہم و دہم زوال سلطنت تیموریہ عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک اور خارجیہ مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل انکا کیا حال ہے۔ ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان دہلی میں پایہ تخت کا بدلنا اور اسکی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہر دو جلد یعنی نہم و دہم ... کل تاریخ کی قیمت (...) ہوئی، اگر ہر حصہ بجائے خود تاریخ سے کچھ اور حصوں ...

پتہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (ج)

جلد سوم

جلد سوم کے تین حصے ہیں اوّل حصہ میں بابرنامہ۔ حصہ دوم میں شگرف نامہ ہمایوں حصہ سوم میں زمانہ شیرشاہی ہی۔ حصہ اوّل میں خاندان تیموریہ کے انساب اور سارا حال اوّل سے آخر تک ظہیر الدین بابرشاہ غازی کا لکھا ہی۔ حصہ دوم میں ہمایوں کا حال روزِ ولادت سے ہندوستان سے ایران کے جانے تک [illegible] مرقوم ہی۔ حصہ سوم میں شیرشاہ کا حال از اوّل تا آخر اور خاندان سور کے بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان کیا ہی۔ حصہ اوّل زیادہ تر توزک بابری سے جس کو طبقات بابری بھی کہتے ہیں تالیف کیا گیا ہی اس کا مصنف خود حضرت فردوس مکانی (بابر) ہی۔ حصہ دوم اکبرنامہ ابوالفضل و تذکرۃ الواقعات جوہر جس کو تاریخ ہمایونی بھی کہتے ہیں تحریر کیا ہی۔ حصہ سوم تاریخ شیرشاہی سے جس کو تحفۂ اکبرشاہی بھی کہتے ہیں اس کا مصنف عباس خاں سروانی ہی زیادہ تر تالیف ہوا باقی ہر حصہ میں کتب مفصلۂ ذیل سے اضافہ مضامین کیا گیا ہی (۱) اکبرنامہ ابوالفضل (۲) حبیب السیر (۳) روضۃ الصفا (۴) لب التواریخ خافی خاں (۵) تاریخ فرشتہ (۶) تاریخ رشیدی حیدر مرزا دوغلات (۷) منتخبات التواریخ بدایونی (۸) طبقات اکبری (۹) تاریخ داؤدی عبداللہ (۱۰) ہمایوں نامہ خوندمیر (۱۱) ظفرنامہ ملا یزدی (۱۲) تاریخ سلاطین افغانیہ مصنفہ احمد یادگار (۱۳) مخزن افغانی اور تاریخ خان جہاں لودی مصنفہ نعمت اللہ (۱۴) متعدد انگریزی تواریخ ہند

فہرست مضامین شگرف نامۂ ہمایوں

باب سوم ۱۲۷ سے ۲۳۶ تک

فہرست مضامین رزم نامہ شیر شاہی

سلطنت خاندان سور شیر شاہ ۹۴۷ء سے ۹۶۲ تک

حسن خاں کی اولاد اور فرید خاں سے اُس کی ناراضی اور فرید کی تعلیم۔ فرید کا انتظام باپ کی جاگیر پر۔ سوتیلی ماں کی شکایت سے باپ کا فرید سے ناراض ہونا۔ فرید خاں کا باپ کے بزرگوں کا چھوڑنا۔ فرید کا آگرہ جانا۔ اور دولت خاں کا نوکر ہونا۔ سلیمان خاں حاکم چونڈ پاس جانا۔ فرید خاں کا بہار خاں پاس جانا۔ شیر خاں کا جنید برلاس پاس جانا۔ اور اپنے پرگنوں پر قبضہ پانا۔ شیر خاں کا شہنشاہ بابر پاس جانا۔ شیر خاں کا دوبارہ سلطان محمد پاس جانا اور بہار کا بالکل مالک ہونا۔ شیر خاں کا لشکر بنگال پر فتح پانا۔ لوحانیوں اور شیر خاں کے درمیان عداوت۔ شیر خاں کا ملک بہار پر قبضہ پانا۔ شیر خاں کا بنگال کی سپاہ سے لڑنا اور فتح پانا۔ قلعہ چنار پر شیر خاں کا قبضہ۔ سلطان محمود کا بہار میں آنا اور شیر خاں کا دغا دینا۔ چنار کا قلعہ اور شیر خاں۔ شیر خاں کا خطاب حضرت اعلیٰ رکھنا۔ شیر خاں کو لی بی فتح ملکہ کا خزانہ ہاتھ آنا۔ شیر خاں کا حملہ بنگال پر۔ قلعہ رہتاس پر قبضہ۔ ہمایوں اور شیر شاہ کے پیغام سلام اور لشکر کی تیاریاں۔ سلطان محمود کا آنا اور مرنا۔ بادشاہ کے لشکر کا آگے بڑھنا اور شیر شاہ کا دیکھنا۔ شیر شاہ اور سیف خاں کی باتیں اور سیف خاں کا ہمایوں کے ہراول سے لڑنا۔ شیر شاہ کا خزانہ اور جلال خاں کا بلانا۔ بنارس اور قنوج و سنبھل تک افغانوں کے قبضہ میں ملک کا آنا۔ شیر شاہ کا لشکر جمع کرنا۔ مغلوں کے ساتھ لڑنے کے لئے شیر شاہ کا اپنی قوم کے امرا سے صلاح و مشورہ۔ شیر خاں کی فتح اور ہمایوں کی شکست۔ شیر شاہ کا خطاب۔ شیر خاں کا بنگالہ پر قبضہ اور ملک مالوہ کے معاملات۔ خانخاناں یوسف خیل کا قتل۔ قطب خاں کا لڑائی میں مارا جانا۔ ہمایوں اور شیر شاہ کی لڑائی اور شیر شاہ کی فتح۔ ہمایوں کا آگرہ سے بھاگنا۔ اور شیر شاہ کا اس طرف کے ملک پر قبضہ کرنا۔ بیرام خاں کا حال۔ شیر شاہ کا ہمایوں کو ہندوستان سے نکالنا۔ شیر شاہ کی رعایت اپنی قوم کے ساتھ۔ قلعہ رہتاس کی تعمیر۔ شیر خاں کا بنگال جانا۔ مالوہ کی فتح سنہ ۹۴۹ھ۔ ملو خاں کا بھاگنا۔ شجاعت خاں کو منڈو کا دوبارہ شیر شاہ کا دینا۔ رائے سین کا قلعہ۔ فتح خاں کا گرفتار ہونا اور ملتان آباد ہونا۔ رائے سین کا محاصرہ۔ مارواڑ کے راجہ مالدیو سے لڑائی۔ قلعہ کالنجر اور شیر شاہ کی وفات۔ شیر شاہ کے ملکی انتظاموں اور عادتوں کا بیان اور اوقات۔ مذہب۔ تقسیم اوقات۔ شیر شاہ کا انصاف جس کے سبب سے سلطان عادل اُس کا لقب ہے۔ قانون داغ۔ متفرق کام تحصیل زر کے قوانین۔ لشکر۔ عہدہ دار۔ سوداگروں و مسافروں کی حفاظت۔ باورچی خانہ۔ افغانوں کے ساتھ سلوک۔

سلطنت سلیم شاہ بن شیر شاہ سور ۹۵۲ سے ۹۶۱ تک

سلیم شاہ کا تخت پر بیٹھنا۔ امرا سے بادشاہ کی کدورت۔ بھائیوں کی خط کتابت و ملاقات۔ بھائی کے پکڑنے کی تدبیر میں ناکام رہنا۔ سلیم شاہ کا چنار میں خزانہ کے لئے جانا اور اپنے امیروں کا قتل کرنا۔ سلیم شاہ

کی سلطنت کی وسعت اور اُس کا حاکم مالوہ اور حاکم ملتان سے حسد۔ پنجاب کی سرکشی۔ آگرہ اور دہلی میں نئی عمارات کا بننا۔ سپاہ کا پنجاب روانہ ہونا اور سرکشوں کا شکست پانا۔ سور کے خاندان میں امراء افغان نیز اختیارات۔ شجاعت خاں کا بھاگنا اور بحال ہونا۔ پنجاب میں اعظم ہمایوں کی چند روزہ فتحیابی اور آخر کو خرابی ۹۵۵-۹۵۲ھ۔ بادشاہ کا رہتاس جانا اور گکھڑوں سے لڑنا۔ بادشاہ کا قتل ہونے سے بچنا۔ نیازیوں کی سرکشی کا خاتمہ۔ مرزا کامران کا اسلام شاہ پاس آنا۔ ہمایوں کی آمد کی خبر۔ بادشاہ کی ناراضی امراء سے۔ فرقہ مہدویہ۔ فرقہ مہدیہ شیخ علائی۔ بادشاہ کی وفات۔ خصائل اسلام شاہ و انتظام سلطنت۔

ذکر فیروز شاہ بن سلیم شاہ ۹۶۰

فیروز شاہ کی تخت نشینی۔

ذکر سلطنت محمد شاہ سور مشہور بہ عدلی ۹۶۰ سے ۹۶۳ تک

محمد شاہ کی تخت نشینی۔ تاج خاں کی بغاوت و شکست۔ ہیموں کا حال۔ ابراہیم خاں کی بغاوت۔ سلطنت کی پریشان حالت۔ فوج میں لشکر کا جمع ہونا اور لڑائی کا ہونا اور ابراہیم کا شکست پانا۔ قحط اور آتش زدگی۔ ہیمو اور ابراہیم کی لڑائی اور ابراہیم کا خاتمہ۔ محمد خاں گوریہ اور عدلی کی لڑائی۔ ہمایوں کا دہلی میں ہونا۔ ہیمو کا اکبر کے مقابلہ کے لئے جانا اور دہلی اور آگرہ دوبارہ لینا۔ خصائل عدلی۔ شیر شاہ بن عدلی۔ ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت کا خلاصہ۔

ہمایوں ایران میں ۹۵۰ سے ۹۵۱ تک

ہمایوں کا ایران میں مجبوری جانا۔ امیر سیستان۔ شاہ ایران کے حکم کے موافق ہمایوں کی مدارات راہ میں۔ فرمان شاہ طہماسپ بنام محمد خاں شرف الدین اوغلی حاکم خراسان۔ ہرات میں ٹھہرنا۔ مشہد مقدس کی زیارت۔ بیرام خاں کا پیلے شاہ ایران پاس بھیجنا اور اس کی مدارات۔ ہمایوں قزوین میں۔ بادشاہوں کی ملاقات۔ سازشیں ہمایوں کے خلاف۔ بادشاہوں کا ملنا۔ ہمایوں کی تیاری قندھار کے لئے۔ طہماسپ و ہمایوں کے معاملات پر ریویو۔

ہمایوں افغانستان میں ۹۵۱ سے ۹۶۲ تک

شاہ ایران کی فوج کی موجودات۔ ہمایوں کے بھائیوں کا ذکر۔ گرمسیر کی فتح۔ قلعہ بست کی فتح۔ مرزا عسکری کی ہاری اور شاہزادہ اکبر کا قندھار سے کابل آنا۔ قندھار کے قریب لڑائیاں۔ قندھار کا محاصرہ

بیرم خاں کا کابل پہنچنا۔ قندھار کا ایرانیوں کو حوالہ کرنا۔ مرزا کامراں کا تنہا رہجانا۔ مرزا عسکری کا بھاگنا
اور پھر آجانا اور ولایت قندھار کا تقسیم ہونا۔ مرزا کامراں کا قاصد بھیجنا اور غزنین کو بھاگنا اور ہمایوں کا کابل
پر قبضہ کرنا   شاہزادہ اکبر کا ختنہ۔ ایلچیوں اور امرا کا آنا۔ مرزا کامراں کا سندھ بھاگنا۔ یادگار ناصر
مرزا کا قید ہونا۔ ہمایوں کا بدخشاں جانا اور یادگار ناصر مرزا کا مارا جانا۔ ہمایوں کا شراب سے توبہ کرنا
بدخشاں کی قوم کا شکست پانا۔ ہمایوں کی علالت۔ خواجہ سلطان محمد رشیدی۔ مرزا کامراں کا کابل پر قبضہ
اور ہمایوں کا قلعہ ظفر سے چلنا۔ کامراں کا سندھ میں جانا وہاں سے بادشاہ کی علالت سن کر چلنا غزنین
اور کابل کا لینا اور اس کے ظلم اور ہمایوں کا آگے بڑھنا اور امرا کا اس کے لشکر سے بھاگنا۔ کابل پر حملہ
کرکے ہمایوں کا شہر بند کا لینا۔ محاصرہ کا بڑھنا۔ کامراں کا ایک قافلہ کا لوٹنا اور اس کے لشکر کا جدا ہونا
مرزا کامراں کی وحشیانہ حرکات۔ کامراں کا تنگ ہو کر صلح کا پیغام بھیجنا۔ ہمایوں کا کابل پر قبضہ پانا
کامراں کا بدخشاں بھاگنا اور یہاں سے قوم اوزبک پاس جانا۔ ہمایوں کا کابل میں داخل ہونا اور شہر کا
لٹوانا اور کامراں کے تعاقب میں لشکر بھیجنا اور کامراں کا بلخ سے فوج لے کر آنا۔ بدخشاں پر مرزا کامراں کا
حملہ۔ ہمایوں کا کامراں سے لڑنے کے لئے جانا۔ ہمایوں کی سپاہ میں سرکشی اور امرا میں سازشیں۔ ہمایوں
کا لشکر جمع کرنا اور حاکم بدخشاں کا بادشاہ کا طرفدار ہونا۔ مرزا کامراں کی ملاقات۔ جاگیروں کا مقرر کرنا۔
کابل میں مراجعت۔ کشمیر سے مرزا حیدر کی عرضداشت کا آنا۔ مرزا الغ بیگ کا شہید ہونا سنہ ۹ کے اور
واقعات۔ بلخ کی مہم۔ ایبک کا محاصرہ اور اس کا فتح ہونا۔ ہمایوں کا توقف۔ اوزبکوں کا ناگہاں بادشاہی
لشکر پر حملہ۔ مرزا کامراں۔ ہمایوں کا ارادہ مراجعت کا۔ بادشاہ کا جاڑے میں رہنا اور مرزا کامراں کا
بدخشاں و قندوز پر حملہ کرنا۔ اور اس کے حالات و معاملات۔ کابل سے بادشاہ کا کامراں سے لڑنے
کے لئے جانا اور کابل میں سازشیں۔ بادشاہ کا کوچ اور لشکر کا تقسیم کرنا۔ بادشاہ پر کامراں کا حملہ۔ بادشاہ
کے لشکر کا مستعد نہ ہونا۔ مرزا کامراں کا کابل پر قبضہ اور اور حالات۔ ہمایوں کی لڑائی کامراں سے۔ کامراں
کا شکست پانا اور بھاگنا۔ مرزا کامراں کی آوارگی اور اس کی کوششیں سلطنت کے لئے۔ بیرم خاں اور
حاجی محمد خاں کی ملاقات۔ مرزا کامراں کا تعاقب۔ افغانستان کا امن و امان۔ کامراں پر ہمایوں کی
لشکرکشی۔ مرزا ہندال کا کشتہ ہونا۔ مرزا کامراں کی جستجو۔ کامراں و ہمایوں کے لشکر کی لڑائی۔ ہمایوں
کا بنگش جانا۔ گکھڑ کا پیغام کامراں کے حوالہ کرنے کا۔ گکھڑوں کا حال۔ کامراں کا سلیم شاہ پاس آنا
مرزا کامراں کی گرفتاری۔ مرزا کامراں کے سزا دینے کا مباحثہ۔ مرزا کامراں کے اندھے ہونے کا
بیان۔ باقی حالات مرزا کامراں کے۔ مرزا کامراں کا مکہ معظمہ جانا۔ بادشاہ کا ... ارادہ اور

سپاہ کا بھاگنا۔ قلعۂ پشاور۔ ہمایوں کی حالت کا بدلنا۔

ہمایوں کا دوبارہ ہندوستان کا فتح کرنا اور موت ۹۶۲ سے ۹۶۳ تک

بیرام خاں کا بادشاہ پر بدگمان ہونا۔ بیرام خاں کا ہندوستان کی مہم میں شریک ہونا۔ ہندوستان کی فتح کا شگون۔ بیرام خاں کا بادشاہ پاس آنا اور مہم ہندوستان پر روانہ ہونا۔ ہندوستان کی حالت۔ ہمایوں کا سندھ سے پار اُترنا اور رہتاس اور پنجاب پر قبضہ کرنا۔ ہمایوں کا لاہور پر قبضہ۔ فتحیابی کے ساتھ ہمایوں کا آگے بڑھنا۔ ہندوستان میں فساد۔ بیرام خاں کا ستلج سے پار اُترنا اور جنگ ماچھیواڑہ۔ سکندر شاہ کا سپاہ لے کر ہمایوں سے لڑنا۔ شاہزادہ اکبر کے نام فتحنامہ لکھا جانا۔ خواجہ معظم۔ ہمایوں کا تخت سلطنت پر دوبارہ بیٹھنا۔ جاگیروں کی تقسیم۔ جلدی سے اضلاع کا مطیع ہونا۔ قنبر دیوانہ۔ بیانہ کا حوالہ ہونا۔ مرزا سلیمان کی ناسپاسی۔ پنجاب میں ابوالمعالی کی بداعمالی۔ وفات حضرت ہمایوں۔ ہمایوں کی موت کا اخفا۔ شورش عظیم کا برپا ہونا۔ ہمایوں کی خصائل و عادات و لیاقت و انتظام و مخترعات۔ مذہب۔ ریویو۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابر نامہ

تمہید

ہندوستان میں خاندان تیموریہ کی سلطنت جس کو سلطنت مغلیہ کہتے ہیں [illegible] خاندان تیموریہ کی سلطنت کا بانی بابر تھا [illegible] چھ بادشاہوں کی فرمانروائی [illegible] کے حملے سے اورنگ زیب کی [illegible] سلطنت [illegible] بادشاہ [illegible] اکبر، جہانگیر، شاہجہان، اورنگ زیب نے ہندوستان [illegible] سلطنت کی اس کی نظیر ایشیا کی تاریخ [illegible] صدیوں کے اندر واقع ہوئے [illegible] اہل یورپ نے جو اپنی [illegible] انہوں نے ایک نئی دنیا (امریکہ) کو [illegible] اپنے لیے ہندوستان کی راہ نکال لی جس سے انکی [illegible] کو بڑی ترقی ہوگئی۔ ترکوں نے قسطنطنیہ کو فتح کر لیا جس سے یونانی۔ عربی عالموں کا [illegible] پھیل گیا۔ اور قدیمی علوم میں ایک جان تازہ پڑگئی۔ چھاپہ کی ایجاد اور ترقی نے ادنیٰ [illegible] علم پھیلا دیا۔ یورپ میں مذاق علمی پیدا کر دیا۔ یورپ نے اپنے مذہب کی اصلاح کی۔ باہم سلطنتوں [illegible] کی موازنت کا اصول قائم کیا جس سے [illegible] کے ناحق ستانے کا اختیار [illegible] کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ترکوں کی فتوحات کو جو قدم بڑھاتی چلی جاتی تھیں روک دیا۔ ان صدیوں میں یورپ نے تو معاش و معاد کے لیے اپنی ترقی کا یہ سامان عظیم پہنچایا۔ مگر اس کے

بالعکس ایشیا نے اپنے تنزل کا سامان جمع کیا اور انہیں صدیوں میں یہ ہوا کہ چنگیز خاں اور امیر تیمور نے جو عظیم الشان اور وسیع سلطنتیں قائم کی تھیں وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں اور ایک دوسرے کی جانی دشمن ہوگئیں اور باہم غالب و مغلوب اور فاتح و مفتوح ہونے لگیں۔ یورپ ایشیا میں عثمانی ترکوں کی سلطنت کی کسادبازاری شروع ہوگئی مگر خاندان صفویہ ایران نے عراق آذربائیجان۔ فارس خراسان وغیرہ پر فتوح حاصل کیں اور ازبک قوموں نے تیمور کی اولاد کو سلطنت سے محروم کیا اور ماوراء النہر میں اپنی سلطنت کی قائم کی جو اب تک چلی جاتی تھی۔ بابر اپنی آبائی سلطنت سے محروم ہوا۔ اور کابل قندہار کو فتح کرکے اُسنے ہندوستان میں اپنے خاندان کی سلطنت کا سلسلہ ایسا جمایا کہ اس کے خاندان کی شہنشاہی کا قائم مقام برائے نام بے تاج و تخت و ملک ۱۸۵۸ء تک قائم رہا۔ آخر صدی میں اس کے خاندان کی سلطنت پر زوال آنا شروع ہوا۔ اور انگریزی سلطنت کا عروج ہوا

ترتیب انساب خاندان تیمور

جب صاحبقران امیر تیمور کے خاندان عالی کی سلطنت کا ذکر ہو تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حسب نسب کا بھی بیان کچھ ہو۔ اس کو ہم ان اعلیٰ درجہ کی تاریخوں سے منتخب کرکے لکھتے ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں ظفرنامہ مولانا شرف الدین یزدی۔ انساب الترک ابوالغازی خاں۔ الانساب مغل روضۃ الصفا حبیب السیر۔ اکبرنامہ منتخب اللباب۔ خافی خاں۔ تاریخوں میں نقل پرستی کا مذہب تو ان سے چلا آتا ہے۔ مورخ خود محقق کمتر ہوتے ہیں مگر ناقل اکثر ہوتے ہیں۔ ان اوپر کی تاریخوں میں مضمون واحد مگر عبارتیں مختلف ہیں۔ ہم اس نقل کے بعد انساب الترک کا بیان کسی ضمیمہ میں لکھیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ زمانہ حال کے محقق اُن کے باب میں کیا لکھتے ہیں۔

بالاتفاق تواریخ مذکورۂ بالا یہ لکھتی ہیں کہ حضرت یافث جو حضرت نوح کے فرزند رشید ہیں اُنسے تیمور کے خاندان کا سلسلہ ملتا ہے۔ بلاد شرق اور ترکستان کے تمام خاندان انہیں سے منسوب ہوتے ہیں اُن کو ابوالترک کہتے ہیں اور بعض مورخ ان کو ابوبجہ خاں لکھتے ہیں جس وقت حضرت نوح کی کشتی جودی پر سلامت لگی تو سوق الثمانین سے حضرت یافث مع اہل و عیال بلاد شرق و شمال کو رخصت ہوئے یہی ملک اُن کے نام پر نامزد ہوا۔ اُسنے باپ سے التماس کی کہ کوئی دعا اس کو ایسی سکھا دیں کہ جب وہ چاہے تو مینہ برسنے لگے۔ حضرت نوح نے ایک سنگ اُس کو دیا جس کی خاصیت مینہ برسانی تھی

اسم اعظم کا لطیفہ اس پر اضافہ کیا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ اسم اس پر کندہ تھا۔ کوئی کہتا ہے [illegible] اس پر دم کردیا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ فقط سادہ لوحوں کو یہ کہکر دم دے دیا تھا۔ ایسے پتھر ترکوں میں بہت ہیں اس کو وہ جدہ تاش کہتے ہیں اہل فارس اس کو سنگ یدہ اور اہل عرب اس کو حجر المطر کہتے ہیں۔

حضرت یافث نے ان حدود میں جاکر صحرا نشینی اختیار کی۔ اس سنگ کے ذریعہ سے مینہ کو جب چاہتے تھے برسا لیتے تھے جب زمانہ گزرا تو ان کے فرزند پیدا ہوئے اور انھوں نے ایسے شایستہ آئین جاری کئے کہ کوتہ اندیشوں کو بھی ان سے تسلی ہو اور والا فطرت بلند ہمتوں کو بھی مسرت افزائی ہو ان کے گیارہ بیٹے تھے (۱) ترک (۲) چین (۳) سقلاب (۴) منسج جس کو منسک بھی کہتے ہیں (۵) کماری جس کو کیمال بھی کہتے ہیں (۶) خلج (۷) خزر (۸) روس (۹) سدسان (۱۰) غز (۱۱) یارج بعض کتابوں میں صرف آٹھ بیٹے لکھے ہیں سدسان۔ غز یارج کو خارج کردیا ہے۔

حضرت یافث کے بیٹوں میں سب سے بڑا بیٹا ترک تھا ترک لوگ اس کو یافث اوغلان کہتے ہیں (ترکی زبان میں اوغلن کے معنی بیٹے کے ہیں) وہ سب اپنے بھائیوں میں زیادہ ہوشیار و کارگزار و رعیت پرور تھا باپ کے بعد وہی اس کا جانشین ہوا۔ اس نے مردمی و مردانگی و مظلوم پرسی کی داد دی۔ سارے ملک میں سیر کرکے اپنی اقامت کے لیے ایک جگہ مقرر کی جس کو سیلول یا سیلکا ترک کہتے ہیں یہاں کی سردی خوشگوار اور گرمی عافیت بخش و مرغزار دلکش اور آب روان کے چشمے جاری تھے۔ اس کے یہ اختراعات تھے۔ چوب و گیاہ سے گھر کا بنانا اور خیمہ و خرگاہ کا تیار کرنا بہائم اور سباع کے پوست سے پہننے کا لباس سلوانا۔ اسی کے زمانہ میں کھانے میں نمک ڈالنے کی رسم یوں جاری ہوئی کہ ایک دن اس کا بیٹا تودک طعام کھاتا تھا کہ لقمہ اس کے ہاتھ سے گر پڑا زمین شور تھی لقمہ نمکین ہوگیا اس نے اٹھا کر جو اسے کھایا تو اس کو زیادہ مزہ دار معلوم ہوا اسطرح طعام میں نمک ڈالنے کی رسم جاری ہوئی۔ یہ آئین اس نے جاری کیا کہ بیٹے کو باپ کے مال میں سے سوا شمشیر کے میراث میں کچھ وہ نہ ملے اور باقی تمام مال بیٹی کو دیا جائے۔

ترک کے بہترین فرزندان میں النجہ خاں تھا جب ترک کا بیمار [illegible] [illegible] کرکے اس کو تخت سلطنت پر بٹھایا النجہ نے خود دین کو اپنا پیشوا بنایا اور اپنا زمانہ عدالت گستری میں گزارا۔ جب بوڑھا ہوا تو عزلت اختیار کی۔

باپ ... لت کے بعد دیپ باتوئی باپ کے اشارہ سے فرماں روا ہوا۔ دیپ کے معنی تخت وجاہ کے اور توئی کے معنی بزرگ کے ہیں۔

اس کا فرزند رشید گیوک خاں تھا۔ باپ نے مرتے وقت سریر خانی اسی کو عنایت کیا وہ سلطنت کی قدر جانتا تھا اس کے حق ادا کرنے میں اہتمام خوب کیا۔

النجہ خاں اس کا بیٹا تھا آخر عمر میں اس کو ولیعہد کیا اس نے داد و دہش بے اندازہ کی اور اس کے زمانہ میں ترک صاحب نعمت و ثروت ہو گئے اور دنیا میں ایسے مست ہوئے کہ عقل کی راہ سے غافل ہوئے جب اس طرح ایک مدت گزری تو اس کے دو بیٹے توام پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام مغل اور دوسرے کا نام تاتار رکھا مغل اصل میں مونگ اول تھا جس کے معنی فرمانده و سادہ دل کے ہیں جب یہ دونوں کار دان اور سمجھدار ہوئے تو اس نے اپنے ملک کے دو حصے کیے ایک نصف مغل خاں کو اور دوسرا نصف تاتار خاں کو ملا جب پدر بزرگوار انکا اس دنیا سے رخصت ہوا تو یہ دونوں بھائی آپس میں موافقت کر کے اپنے اپنے ملک میں سلطنت کرنے لگے تا ندان ہمو کو کچھ تعلق تاتار اور اُسکے آٹھ شعبوں سے نہیں ہے اس لیے اُس کا حال ہم کچھ نہیں لکھتے اور مغل اور اس کے فرزندوں کے احوال کی شرح لکھتے ہیں امرا مغول ہمیشہ باپ دادا کے سلسلہ نسب کو محفوظ رکھتے تھے اور اپنی اولاد کو اُسے سکھاتے تھے اور دفاتر اور اوراق میں اُسے کتابت میں لاتے تھے اسی سبب ہم دیکھتے ہیں کہ انکے انساب کی کتابیں بہت سی ہیں اور اُن کے بچے بچے کا خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی نام لکھا ہے مغل خاں دانا فرمانروا تھا۔ اس نے اپنے ملک میں رعیت کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ رعایا کے دل اس کی بندگی و رضا جوئی کے طالب ہو گئے اور اس کی اچھی خدمتیں کرنے لگے مغل کے شعبے نو فرقے جنہوں نے سلطنت کی اول اُن میں مغل خاں اور آخر ایل خاں تھا۔ یہ نو شعبے ایسے ٹھہرائے تھے کہ مغل نو کے عدد کو کل اشیا، کی تعداد کے لیے مبارک اور فرخندہ سمجھتے تھے مغل خاں کے چار بیٹے تھے قرا خاں آذر خاں۔ کر خاں۔ اوز خاں۔

سب بھائیوں میں قرا خاں عمر میں بڑا تھا اور جہانداری کے شغل میں ممتاز تھا باپ کے مرنے کے بعد وہی اورنگ فرمانروائی پر بیٹھا اور قراقورم میں جو دو پہاڑوں ارتاق و کرتاق کے درمیان واقع تھا اس نے رہنے کے واسطے ییلاق اور قشلاق مقرر کیا قشلاق اُن گرم مکانوں کو کہتے ہیں

کہ جن میں سردی میں رہیں اور ییلاق ان سرد مکانوں کو کہتے ہیں جن میں کہ گرمی میں رہیں۔

قراخاں کا فرزند گرامی آغوز خاں تھا وہ قراخاں کی فرمانروائی کے زمانہ میں خاتون بزرگ سے پیدا ہوا تھا۔ تاریخوں میں افسانہ گزاروں نے جو اس کے نام رکھے اور خداپرستی کی راہ چلنے کے افسانے لکھے ہیں اُن کی نسبت ابوالفضل لکھتا ہے کہ خرد انصاف گزیں ان کے قبول کرنے میں اقبال نہیں کرتی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ خرد دوست خداپرست معدلت گستر تھا۔ اس نے ایسے نیک اور شائستہ قوانین مقرر کیے کہ جن سے اختلافات خلائق کا انتظام والتیام ہوا اس کو ملوک ترک میں ایسا سمجھنا چاہیئے جیسا کہ ملوک عجم میں جمشید کو وہ اپنی فرہنگ درست وہمت بلند وبخت ارجمند وشجاعت ذاتی سے ملک ایران توران روم ومصر وشام وافرنج کو اپنے حیطۂ تصرف میں لایا اور اکثر خلقت اُس کے سایۂ عاطفت میں آئی اور اس نے ترکوں کے لقب کسی نہ کسی مناسبت کے سبب سے رکھے ہیں کہ وہ ایک زبان زد خلائق ہیں مثل الیغور۔ قانقلی یا قانعلی قبچاق۔ فارلیغ۔ خلج وغیرہ الیغور کے معنی پیوستن و بایک دگر عہد بستن کے ہیں۔ مذہبی فسادوں میں جو ترک اس کے ساتھ رہے ان کا یہ نام رکھا قانقلی یا قانعلی گردوں (چھکڑے) کو کہتے ہیں لڑائی میں جن ترکوں نے لوٹ کے مال لیجانے کے لیے اپنی عقل سے گردوں (چھکڑا) ایجاد کیا تھا اُنکا نام قانعلی رکھا۔ ایک شکست میں زن حاملہ جس کا خاوند مارا گیا تھا کھوکھلے درخت میں جاکر چھپی اس کے بیٹے سے جو اولاد ہوئی اس کا لقب قبچاق رکھا قبق کے معنی کھوکھلے درخت کے ہیں۔ ایک لڑائی میں کچھ ترک برف کے سبب سے آغوز خاں سے پیچھے رہ گئے تھے اُن کا نام فارلیق رکھا جس کے معنی صاحب برف کے ہیں۔ ایک لشکر کشی میں ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا مگر کھانا نہ ملنے سے ماں کے دودھ نہ تھا صحرا میں ایک شغال نے تدرو کو پکڑا اس کو چھینا کر کباب اس کے عورت کو کھلائے تو اس کی چھاتیوں میں دودھ اُترا۔ جب آغوز خاں کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ یہ عورت ہمارے ساتھ رہے۔ اس کی اولاد کا نام خلج رکھا جس کے معنی ہیں اے زن بماں خلج کو قلج بھی لکھتے ہیں۔

آغوز خاں کے چھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ کن خاں۔ آئی خاں۔ یولدوز خاں۔ کوک خاں۔ طاق خاں۔ تنگز خاں۔ آغوز خاں کی اولاد اور اعقاد کی توالد وتناسل سے

مغلوں کے جو بیں شعبے ہو گئے بعض اُن میں ولایت ماوراء النہر و خراسان میں متوطن ہوئے وہاں کی آب و ہوا کے اقتضا سے اور مشیت ایزدی سے اُن کی اولاد کے چہرہ اور بشرہ کی ترکیب بدل گئی ان کو لوگ ترک مان یعنی ترکوں کی مانند کہنے لگے۔ یہہ بھی منقول ہے کہ ترکمان ایک علٰحدہ قوم ہے کہ وہ ترکوں سے نسبت قرابت نہیں رکھتی اور ظفرنامہ کے مقدمہ کا سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ترکمان وہ قوم ہے جو منسک ابن یافث کی نسل سے پیدا ہوئی ہے اس نے ترک بن یافث اور غز بن منسک ... محاربہ کے قضیہ کے آخر میں لکھا ہے کہ اس روز سے کہ بیغو بن غز اُس لڑائی میں قتل ہوا ترکمانوں اور ترکوں میں کینہ باقی چلا آتا ہے۔ والعلم عند اللہ۔

یہہ بھی ایک نقل ہے کہ جب اغوز خاں نے ممالک ایران و توران سے فراغت پائی اور اپنی یورت اصلی میں پھر آیا تو اس نے ایک بزم خسروانہ اور جشن بادشاہانہ ترتیب دیا اور ایک خرگاہ زرین بہت بڑا نصب کیا اور اس جشن میں تمام بزرگوں اور اشراف و اعیان و امرا و سرداروں کو بلایا اور اُن برتنوں میں جو اس نے ایجاد کیئے تھے کھانا کھلایا۔ اسی محفل میں سپاہ کا دست راست جس کو ترکی میں برالغار اور عربی میں میمنہ کہتے ہیں اپنے تین بڑے بیٹونکو اور دست چپ جس کو ترکی میں جوانغار اور عربی میں میسرہ کہتے ہیں چھوٹے بیٹونکو عنایت کیا اُسنے تین بڑے بیٹونکو بوزوق کا اور تین چھوٹے بیٹونکو اوچوق کا لقب دیا و لیعہدی اور بادشاہی بڑے بیٹونکے لیے اور اُنکی اولاد کے واسطے مقرر کی اور وکالت سلطنت چھوٹے بیٹونکے لیے اور وجہ اُن لقبوں کی یہہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آغوز خاں کے بیٹے شکار کھیلنے گئے تھے ایک کمان اور تین تیر زریں اُن کو ہاتھ لگے وہ اُن کو باپ کے روبرو لائے باپ نے تین بڑے بیٹوں کو کمان دی اور انہوں نے اُس کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور آپس میں اُن کو بانٹ لیا۔ اس لیے اُن کا لقب بوزوق (کمان) ہوا اور تیر تین چھوٹے بیٹوں کو دئے اس لیے اُن کا لقب اوچوق (تیر) ہوا۔ اور ترکوں کے نزدیک بوزوق (کمان) کا درجہ اوچوق (تیر) سے زیادہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہہ ہے کہ کمان بادشاہ کا حکم رکھتی ہے اور تیر ایلچی کا۔

چو تیر ایلچی آمد کمان بادشاہ ۔۔۔ بود ایلچی از شاہ کمتر بہ راہ

آغوز خاں نے اپنے فرزندان ارجمند اور امرا اخلاص اندیش اور کل ملازموں پر نوازشہا شاہانہ کیں اور وہ نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں جو ثبات دولت کی طرف ... آئین ...

کیے کہ ان پر اس کی اولاد پشتہا در پشت چلے بہتر برس سلطنت کر کے اُس نے دنیا کو وداع کیا۔

وصیت کے موافق باپ کا جانشین کن خاں ہوا۔ ازغوخان وزیر اور قبل خواجہ کی تدابیر صائب کے موافق فرمانروائی کی کام روائی شروع کی۔ ان چھ بھائیوں میں سے ہر ایک کے چار بیٹے تھے اس لیے کن خاں کے چوبیس بھتیجے تھے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایسا نیک اُس نے سلوک کیا کہ وہ گیرو دار سلطنت میں ایک دوسرے کے مددگار رہتے۔ ستر برس سلطنت کی۔ آئی خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کر کے وہ چل بسا (کن ترکی زبان میں آفتاب کو اور آئی ماہتاب کو کہتے ہیں) یہ باپ بیٹے اپنے خاندان کے آفتاب ماہتاب تھے۔

آئی خاں اپنے پدر بزرگوار کے آئین پر چلا اور خوش خوئی کے ساتھ عدالت کی اور دانش کے ساتھ کردار نیک کیے۔

آئی خاں کے مرنے کے بعد یلدوز خاں اُس کا جانشین ہوا جہانداری اور دادگستری میں پایہ بلند رکھتا تھا اُسکے عہد میں مغلوستان کی خلائق مرفہ الحال ہو گئی (یلدوز ترکی زبان میں ستارہ کو کہتے ہیں) منگلی خاں باپ کا دوست دار بیٹا تھا اس کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اپنے باپ دادا کے طریقوں کو اپنی حکومت میں برتا اور سر مو اس میں تجاوز روا نہ رکھا اور عنایت یزداں سے اور ایزد شناسوں کی ستائش سے وہ ممتاز ہوا۔

باپ کی وفات کے بعد تنگیز خاں امور سلطنت کا منتظم ہوا اور مغولستان میں دس سال تک سر پر تاج رکھا اس کا بڑا بیٹا ایلخاں تھا۔ باپ نے اپنی پیری اور ناتوانی کے زمانہ میں سلطنت کی عنان اسی کے ہاتھ میں دی تھی اور خود ایام کثرت کی عذر خواہی کے لیے گوشۂ وحدت میں بیٹھا۔ (تنگیز سیل و کشتی کو کہتے ہیں)

ایل خاں جب سریر آرا ہوا تو اس نے وہ آئین اختیار کیے کہ جس سے عالم صوری کا انتظام ہوا اور ملک معنوی کی مراعات ہوا اور پراگندہ دل فراہم ہوں مگر اس پر یہ بلائے عظیم نازل ہوئی کہ ایتا اور ماوراء النہر پر تورین فریدوں نے استیلا پایا اور سونج خاں ملک تاتار اور الیغور کے ساتھ اتفاق کر کے ایل خاں سے لڑا ایلخان مغلوں کے ساتھ حسن معاشرت رکھتا تھا اس لیے وہ دل و جان سے اس کی طرف سے لڑے اور بہت سے ترکوں اور الیغوروں اور تاتاریوں کو انہوں نے قتل کیا۔

اثنا رجنگ میں تور و وتاتار سامنے سے ہٹ گئے ۔ مکر وحیلہ سے روباہ بازی کرکے بھاگ نکلے اور کچھ تھوڑی دور جاکر ایک نشیب میں اُتر گئے اور آخر شب میں ناگہاں لشکر ایل خاں پر شبخون مارا اور ایسی کوشش سے ایل خاں کے آدمیوں کی کشتش کی کہ سوا ان چار آدمیوں کے کوئی اُس کے لشکر میں زندہ باقی نہ رہا ۔ ایک اس کا فرزند دلنشیں قیان دوسرا اس کا پسر خال تکوز اور دو اُن کی حرمین باقی رہیں ۔ مشکل تھا کہ کوئی آدمی زندہ سلامت رہتا مگر ان چار آدمیوں نے اپنے تئیں مردوں میں ملاکر پنہاں کردیا تھا اس لیے زندہ رہے ۔ جب رات ہوئی تو یہ چاروں آدمی پہاڑ پر گئے اور اس کی گھاٹیوں اور تنگ راہوں سے بڑی محنت و مشقت اُٹھا کر ایک مرغزار میں پہنچے جس میں خوشگوار چشمے اور مزہ دار میوے نظر آئے ۔ اس مقام کو غنیمت سمجھکر یہیں اقامت کی ترک اس جگہ کو ارکنہ قون یعنی (کمربند) کہتے ہیں ۔ یہ ہولناک واقعہ آغوز خاں کے مرنے سے ہزار سال بعد وقوع میں آیا ۔ اس سرزمین میں قیان اپنے ہمراہیوں سمیت بسر کرتا تھا ۔ اولاد کی کثرت ہوئی اور قبایل پیدا ہوئے ۔ قیان کی اولاد کا نام قیات تھا ۔ قیان کے معنی مغلوں کی زبان میں سیل قوی کے ہیں کہ پہاڑ پر سے نیچے رواں ہوتی ہے قیان کو یہ نام بہ سبب کمال شجاعت کے ملا تھا ۔ قیات جمع قیان ہے اور تکور کی اولاد کو درلگیں کہتے تھے یہ قیان کی اولاد دو ہزار برس تک ارکنہ قوموں میں پڑی رہی ۔ اس زمانہ کا حال کچھ نہیں معلوم ہوا ۔ اس زمانہ میں نوشت و خواند کی رسم نہ تھی کہ کوئی تاریخ ہوتی تخمیناً دو ہزار سال گزرنے کے بعد نوشیرواں کے آخر عہد میں قیات اور درلگیں جب باہر آئے کہ ارکنہ قون میں اس کے آبا درہنے کی گنجائش نہ رہی جب اُنہوں نے یہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اُن کی راہ کو ایک پہاڑ نے جس میں معدن آہن تھی روک رکھا تھا ۔ عاقلوں نے سوچ کر پارہ سنگے کی کھالوں کی دھوکنیاں بنائیں اور کوئلوں اور لکڑیوں سے آگ روشن کی ہوا سے آگ کو بھڑکایا اور آگ نے کوہ آہنی کو پانی کی طرح بہایا اور اس سے گذرنے کی راہ نکل آئی پھر اس نے ملک تاتار وغیرہ کو بزور شمشیر لے لیا ۔ اور پھر بیرکا مرانی وجہانبانی پر متمکن ہوئے ۔ اس زمانہ کے تخمین کیش درست اندیش چار ہزار سال کا تخمینہ کرتے ہیں کہ جس میں اٹھائیس نسلیں اُن کی ہوئیں دو ہزار سال پیچھے اور گذرے کہ جس میں اُن کی پچیس نسلیں ہوئیں ۔ زمانہ حال کے تخمینہ سازاں درست اندیش کے نزدیک

یہ دونوں تخمینہ بالکل غلط ہیں۔ یورپ کے مورخ اوپر کے بیانات کو ایک فسانہ جانتے ہیں تاریخ کے پایہ سے اُسے ساقط سمجھتے ہیں۔

مغلوں کی سرزمین مشرق میں ہے اور آبادی سے بہت دور ہے اُس کا دور اتنا بڑا ہے کہ سات آٹھ مہینے میں اُس کے گرد سفر ہوتا ہے۔ اُس کی حدود یہ ہیں، سرحد مشرقی اس کی سرحد خطا تک ہے۔ غربی سرحد زمین ایغور تک۔ شمالی سرحد اس کی قرغز وسیگاری سے ملی ہوئی ہے اور جنوبی سرحد اس کی تبت سے متصل ہے۔ مغلوں کی خورش گوشت شکار۔ پوشش اُن کی پوست بہائم وسباع۔

قیان کی نسل سے تیمور تاش ہے وہ سروری فرماندہی میں سربلند ہوا اور اس کا بڑا بیٹا منگلی خواجہ تاج دولت سے سرافراز ہوا اور مسند ریاست و عدالت پر بیٹھا۔ اس کا بڑا بیٹا یلدوز خاں ہے کہ وہ قیات اور درلگیں کے نکل آنے کے بعد امارت وسرداری سے سرافراز ہوا قیان کے بعد اُن کے فرزند بطناً بعد بطن ارکنہ قون میں سروری قیایل رکھتے تھے۔ یلدوز خاں کے رفتہ رفتہ نصیبے نے ایسی یاری کی کہ اولوس مغل کو آباد کیا اور والا شکوہ فرمانروا ہوا اور مغلوں کے نزدیک وہ شخص درست نسب و رحانی کے لیے شائستہ ہے کہ وہ اپنے نسب کو یلدوز خاں تک پہنچائے۔ یلدوز خاں کا پسر رشید جوئینہ بہادر ہے وہ باپ کے مرنیکے بعد تخت سلطنت پر کامیاب ہوا۔ مغلوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اس موسم میں سب جمع ہوتے ہیں جس میں کوہ ارکنہ قون کو آگ لگا کر قیات و درلگیں نکلے تھے تمام آلات آہن گروں کے اور دھونکنیاں و آگ کوئلے جمع کرتے ہیں اور آہن سرد کو گرم کرتے ہیں اور پھر گرم کو سرد کرکے کوٹتے ہیں اور رات کو عیش و طرب وخرمی میں مشغول ہوتے ہیں اور اس موسم کو اپنے لیے ارم جانتے ہیں۔

النقوا کا قصہ دنیا کے عجیب قصوں میں سے ہے اور دنیا میں ابتک اس کے یقین کرنے والے بہت جیتے ہیں۔ النقوا جوبکتہ بہادر کی دختر قدسی اختر تھی قوم اس کی قیات نسل برلاس تھی خردی سے بزرگی تک اس کے حسن صورت و سیرت میں افزائش رہی وہ فطرت عالی وہمت والا میں یگانہ روزگار رہوئی۔ دوست دشمن خویش وبیگانے اس کو بزرگ منش خردپرور نظرپرست سمجھتے تھے۔ انوار خداشناسی اس کے چہرہ سے نمودار تھے۔ جب وہ بالغ ہوئی تو اپنے چچا کے بیٹے سے جو مغلستان کا فرمانروا تھا بیاہی گئی اور اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک ملکدی دوسرا ایک جدی۔ جب خاوند مر گیا تو وہ بیٹوں کی پرورش اور اولوس کی سروری وسربراآرائی میں متوجہ ہوئی۔

ایک رات یہ نور پروردِ الٰہی خوابِ راحت میں تھی کہ ناگاہ اس کے تاریک خرگاہ گھر میں ایک نور روشن ہوا اور یہ نور اس کے دہن و کام کی راہ سے اندر گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب وضع حمل ہوا تو رشتہ داروں اور عیانِ سلطنت نے لعن طعن اس پر شروع کی۔ النقوا نے تمام اکابرِ مغل کو جمع کر کے کہا کہ عالم الغیب میرے حال سے آگاہ ہے اور میری عصمت و عفت پر گواہ ہے۔ پھر اپنے حال سے مطلع کیا اور کہا جس کو شک ہو وہ چند روز میرے خرگاہ میں رہے تاکہ اس واقعہ کا حال اس پر روشن ہو جائے چند اشراف اس کے خرگاہ میں گئے انہوں نے دیکھا کہ خرگاہ کے روزن میں سے نور اندر آتا ہے اور باہر جاتا ہے۔ بعد ازاں النقوا کا سچ کہنا سب پر روشن ہو گیا اور کسی کو اس کی عصمت و طہارت میں شک باقی نہیں رہا جب حمل کے دن پورے ہوئے تو تین بیٹے پیدا ہوئے ایک بوقون قتقی یا یاقون قفنی تمام قوم قتقین اس سے پیدا ہوئی دوسرا یوسف شانجی تھا جسے قبیلہ سالجیوت منشعب ہوا سو بوزنجیر قاآن جس کی اولاد کو نیرون کہتے ہیں۔ یعنی از نور پدید آمدہ ان کو اقوام مغل میں بزرگ سمجھتے ہیں۔

بوزنجیر قاآن

بوزنجیر قاآن جد نہم چنگیز خان و قراچار نویاں کا اور جد چاردہم حضرت صاحبقران امیر تیمور کا جب سن تمیز کو پہنچا تو توران زمین کی سریر سلطنت کو زینت دی ترک و تاتار وغیرہ جو بطریق ملوک الطوائف زندگی بسر کرتے تھے دل و جان سے اس کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوئے۔ اس نے اپنی تدابیر کی برکت سے پریشانی روزگار کو دور کیا عدالت و احسان کی داد دی اور خلقت کو ایک زمانہ دراز تک اپنی مردانگی اور فرزانگی سے آرائش و آسائش پہنچائی۔ جب تن سے جان جدا ہوئی تو اس کے دو بیٹے بوقا تو قیا باقی تھے۔

بوقا خان

اس کا بڑا بیٹا بوقا خان تھا وصیت کے موافق باپ کا جانشین ہوا۔ اور مسند بادشاہی کو عدل و داد سے آراستہ کیا جہانداری اور گیتی ستانی کے قواعد اختراع کر کے دستور العمل شاہی بنایا نیز اس کے ساتھ اس طرح زیست بسر کی کہ خواص و عام اس سے خوشوقت ہوئے۔

دوتمین خان

اس کا پسر رشید دوتمین خان تھا۔ اس کو اپنی زندگی میں ولیعہد کر دیا تھا۔ بعد باپ کے مرنے کے وہ بادشاہ ہوا۔ لوازم دارائی اور ملک آرائی میں کوشش کی۔ اس کے نو بیٹے تھے وہ بیٹے مر گیا اس کی بیوی کا نام منولون تھا اور عقل تدبیر میں یکتا تھی۔ وہ اپنے لڑکوں کو ایک گوشہ میں ایسا کر اس کی

میں مشغول ہوئی۔ درلگیں کی قوم میں سے فرقہ جلائر نے منولون اور اس کے آٹھ بیٹوں کو قتل کر ڈالا نواں بیٹا قائدو خاں تھا وہ اپنے چچا کی بیٹی سے بیاہ کرنے کے لیئے ماچین گیا ہوا تھا۔ اس لیے وہ بچ گیا اہل ماچین نے اس کی ایسی مدد کی کہ جلائر اپنی نادانی کے معترف ہوے اور بہتر آدمیوں کو جو منولون اور اس کے بیٹوں کے قتل میں شریک تھے اُن کو اور اُن کے اہل و عیال کو باندھ کر انہوں نے قائدو خاں پاس بھیجدیا۔ قائدو خاں نے اُن کی پیشانیوں پر داغ بندگی لگا کر چھوڑ دیا اور ایک زمانہ دراز تک اُن کی اولاد کو بندگی میں رکھا۔

ماچین کی مدد سے کچھہ مدت کے بعد قائدو خاں سریر سلطنت پر بیٹھا۔ خلقت کی آبادانی میں سعی کی قصبے بسائے اور بہت کچھہ خیل و حشم جمع کیا گو اس کی لڑائیاں جلائر سے ہوتی رہیں مگر اس کی سلطنت مستقل ہوگئی جب مر گیا تو تین بیٹے چھوڑ گیا۔ بڑا بیٹا بایسنغر خاں تھا۔ وہ کاروانی اور رعیت کی سربراہی میں اور سپاہی پنے میں یگانہ تھا۔ باپ کی وصیت کے موافق فرماں دہ ہوا۔ تومنہ خاں اس کا بڑا بیٹا تھا باپ کے مرنے کے وقت ملک اور دولت اسی کے سپرد کر گیا تھا۔ سلطنت کو فروغ اس سے ہوا مردانگی خردمندی بزرگ منشی بردباری اس کے زمانہ کو رونق دیتی تھیں اُسنے اپنے ملک موروثی پر مملکت مغلستان و ترکستان کو اپنی تدبیر و شمشیر کے زور سے زیادہ کیا۔ ترکستان میں کوئی اس کی برابر ہیبت و عظمت نہیں رکھتا تھا۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک سے سات لڑکے پیدا ہوے۔ اور دوسری سے دو توام جن میں سے ایک کا نام قبل اور دوسرے کا نام قاچولی تھا

قاچولی بہادر حضرت صاحبقراں کا جد ہشتم تھا اس کے خواب اور اُن کی تعبیریں بھی زمانہ گذشتہ کے عجیب اعتقادات دکھاتی ہیں۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا قبل خان کی جیب (گریبان) سے ایک ستارہ درخشاں نکلا اور آسمان پر جا کر تاریک ہو گیا۔ اور یہی حال تین دفعہ بار بار ہوا۔ چوتھی دفعہ ستارہ نہایت روشن اس کے گریبان سے نکلا کہ اس سے تمام آفاق نورانی ہو گیا اور اس نے اپنے پرتو سے چند ستاروں کو روشن کر دیا جن میں سے ہر ایک نے ایک ناحیہ کو منور کیا اور جب وہ کوکب نورانی ناپدید ہو گیا تو بھی اطراف جہاں پہلے سے روشن رہے جب اس خواب سے بیدار ہوا تو اس غیبی خواب کی تعبیر میں اپنے طائر اندیشہ کو پرواز دے رہا تھا کہ پھر سو گیا اور خواب میں یہ دیکھا کہ اس کے گریبان سے سات دفعہ ایک ستارہ روشن نکلا اور غروب ہو گیا۔ اور آٹھویں دفعہ ایک

بڑا ستارہ طلوع ہوا اُس کی روشنی سارے جہان میں پھیل گئی اور پھر اس سے اور ستارے نکلے جن میں سے ہر ایک نے ایک گوشۂ عالم کو روشن کیا جب یہ ستارہ غروب ہو گیا تو عالم میں وہی روشنی تھی اور ستارے بھی ویسے ہی روشن تھے۔ صبح کو اس واقعہ کی صورت کو قاچولی بہادر نے اپنے پدر بزرگوار تومنہ خاں کے روبرو بیان کیا۔ باپ نے ان خوابوں کی یہ تعبیر دی کہ قبلخان سے تین شاہزادے تخت خانی پر بیٹھیں گے اور مملکت میں حاکم ہوں گے۔ چوتھی دفعہ ایسا ہوگا کہ اُنکے بعد ایک بادشاہ کا ظہور ہوگا کہ وہ عالم کے اکثر حصہ کو اپنے تحت و تصرف میں لائے گا اور اس کے فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک ایک ناحیہ میں حکومت کریگا اور قاچولی کے سات فرزند دولتمند پیدا ہوں گے کہ افسر پیشوائی و تاج فرمانروائی اُن کے سر پر ہوگا اور آٹھویں دفعہ ایک فرزند پیدا ہوگا کہ جہانگیری کریگا اور اہل عالم پر سری و سروری کریگا اور اس کے فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک ایک جانب میں حاکم اور ایک مملکت کا والی ہوگا۔ جب تومنہ خاں خواب کی تعبیر سے فارغ ہوا تو اس کے فرمانے کے موافق آپس میں یہ عہد و پیمان ہوا کہ قبل خاں کو سریر خانی مسلم ہوا اور قاچولی سپہ سالار و صف آرا و تیغ زن مدار کل ہوا اور یہ بات بھی قرار پا گئی کہ بطناً بعد بطنٍ اُن کے فرزند اس طریقہ پر سلوک رہیں اور اس کو منظور رکھیں اور خط ایغوری میں ایک عہد نامہ اس باب میں قلمی ہوا اور دونوں بھائیوں نے اس پر مہریں کردیں اور تومنہ خاں کے آل تمغا کو وہ پہنچا دیا۔

جب تومنہ خاں کا ستارہ حیات مغرب وفات میں غروب ہوا تو قبل خاں تخت فرمانروائی پر متمکن ہوا اور قاچولی بہادر عہد نامہ کے موافق مہام سلطنت کے انتظام کا متصدی ہوا جب قبل خاں نے دار الفتن ہستی سے دار الامان نیستی میں خرام کی تو اس کے چھ بیٹوں میں سے قوبلہ خاں جو تاج و تخت کے لائق تھا خان ہوا اور قاچولی بہادر سپہ سالاری منصب الا سپہ سالاری میں مشغول رہا۔ اسکو اپنے پیمان کا پاس تھا اور وہ فرزانگی اور مردانگی کی مدد سے کارگاہ ملک و دولت کا سرانجام کرتا تھا اور اس مہربان کی پشت گرمی سے جو عقل خدا دانی اور منبع کشورستانی رکھتا تھا اپنے بھائی کا انتقام التان خاں حاکم خطا سے لیا اور جنگہا بزرگ لڑکر لشکر خطا کو شکست عظیم دی اس سرگذشت کا مجمل بیان یہ ہے کہ خطا کے فرمانروا ہمیشہ اس طبقہ والا شکوہ سے دغدغہ میں رہتے تھے اور ہمیشہ سلسلہ دوستی کے محرک ہو کر

اپنا زمانہ گذارتے تھے۔ جب خطا کی فرمانروائی التان خاں کو ملی تو وہ قبلخان کی شجاعت و تدبیر سے ہراساں
رہتا تھا اس نے اپنے ایلچی کارواں بھیجکر اس سے موافقت کو ایسا مستحکم کر لیا تھا کہ قبلخاں سے خطا میں
آنے کی استدعا کی قبل خاں کو ملک کی داروگیر کو قاچولی بہادر کو سپرد کر کے اپنی خلقی راستی و درستی
کے سبب سے خطا میں گیا اور یہاں دلپذیر صحبتیں رہیں اور بعد عیش و عشرت کے اپنے یورت کی جانب متوجہ
ہوا بعض تنگ حوصلہ اور فرومایہ اعیان دولت نے ناشایستہ باتیں کہکر التان خاں کا مزاج متغیر کر دیا
کہ وہ قبل خاں کے وداع کرنے سے پشیمان ہوا۔ اور آدمی بھیجکر اس کو طلب کیا۔ التا خاں کی ناراستی
کو قبلخان سمجھ گیا اس کو جواب بھیجا کہ میں نے مبارک ساعت میں سفر شروع کیا ہے اس لیے میں پھرنے
کو مناسب نہیں جانتا۔ خان خطا اس جواب پر ایسا جوش میں آیا کہ اس نے ایک لشکر روانہ کیا کہ
جس طرح بن پڑے قبل خاں کو الٹا لے آئے قبل خاں نے اپنے ایک دوست کے گھر میں جس کا نام
ساجوتی تھا لشکر خطا کے سردار کو اُتارا اور کہا کہ میں اولٹا چلتا ہوں۔ ساجوتی نے چپکے سے اُس سے
کہدیا کہ معاودت میں مصلحت نہیں ہے میرے پاس ایک گھوڑا تیز گرد اور دور رو ہے جس کی گرد کو کوئی نہیں پہنچ
سکتا صلاح وقت یہ ہے کہ آپ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس مخاطرہ سے باہر نکل جائیں قبل خاں نے
اس رائے پر عمل کیا اور اس گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر پہنچا۔ جب اہل خطا کو اس کی خبر ہوئی اُسکے پیچھے
چابک دست تیز پا آدمی دوڑائے مگر کہیں ان کو خان نہ ملا تو وہ اس کے گھر پہنچے خان نے ان
بداندیشوں کو گرفتار کر کے قتل کرایا اسی اثنا میں اس کا بڑا بیٹا اوقین برقاق کہ حسن و صورت میں یکتا تھا
جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کہ ناگاہ قوم تاتار سے دوچار ہوا۔ انہوں نے اس کو پکڑ لیا اور التا خاں کے
روبرو لائے۔ خان نے اپنے آدمیوں کے انتظام میں اس غزال شہزاد کو خرچوبیں پر باندھ کر ہلاک کیا۔
جب قبل خاں کا دوسرا بیٹا قوبلہ خاں تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے
لشکروں کو جمع کیا اور التا خاں کی طرف متوجہ ہوا اور دونوں میں ایک جنگ عظیم ہوئی خطائیوں کو شکست
فاش ہوئی تمام مال اسباب اُن کا تاراج ہوا۔ التا خاں بھاگ گیا۔ جب قوبلہ خاں اسی راہ میں واں
ہوا جس میں اس کے باپ دادا جا کر واپس نہ آئے تھے تو برتان بہادر اُس کے بڑے بھائی کو اعیان
مملکت نے سریر خانی پر بٹھایا۔ اس نے اپنے باپ بھائی کی رسم و آئین کو تازہ کیا اسکے عہد میں کسی کو
یہ قوت نہ تھی کہ اسے دعویٰ مبارزت و سپہ کشی کرے اس لیے افواہ خلائق میں لفظ بہادری کے ساتھ

اس کا لقب خانی زبان زد ہوا۔ اور یہی نام اس کا مسکوک ہوا اور اسی زمانہ میں قاچولی بہادر کہ اس کا برادر جاں سپار اور بہادر سپہ سالار تھا عالم بقا کو رخصت ہوا۔

ایردمچی بہادر

قاچولی بہادر کا پسر رشید ایردمچی برلاس تھا وہ مسالک فرہنگ میں اور معارک جنگ میں بلند ہوش تھا۔ باپ کے بعد طغرائے سپہ سالاری اُسی کے نام سے سربلند ہوا۔ اس کے پدر بزرگوار نے جن آئین کو رونق دی تھی اُسی کے موافق مہام ممالک و تدابیر امور اعظم میں کوشش کرتا تھا اوّل یہی شخص تھا جس نے برلاس کے لقب سے اختصاص پایا برلاس کے معنی مغلی زبان میں شجاع یا نجیب کے ہیں اور تمام الوس برلاس کا نسب اسی تک پہنچتا ہے۔ جب برتان بہادر کی زندگی ختم ہوئی تو اس کے چار بیٹوں میں سے تیسرے بیٹے ییسوکائی بہادر نے کہ چنگیز خاں کا باپ ہے اور فرزانگی و مردانگی رکھتا تھا تاج خانی سر پر رکھا ییسوکائی بہادر کا نام ظفرنامہ میں یسوکی لکھا ہے؎

پس از شاہ برتاں یزداں پرست ✤ یسوکی بہادر بشاہی نشست

سوغوچیچن

انہیں دنوں میں ایردمچی برلاس نے شہرستان بقا میں اقامت کی اس کے تین بیٹے تھے۔ ایردمچی برلاس کے فرزندان گرامی میں سوغوچیچن دلاور تھا اور عمر میں بھی سب سے بڑا تھا پدر عالی قدر کا جانشین ہوا وہ گو ظاہر میں سپہ سالار تھا لیکن حقیقت میں شہریار تھا ییسوکائی بہادر نے اس کی رائے کے موافق تاتار پر چڑھائی کی اور اس کے خانماں کو تاخت و تاراج کیا اور تاتار پر غالب ہو کر وہ دیلون یلاق میں پہنچا جہاں اسکے ہاں چنگیز خاں پیدا ہوا سوغوچیچن کا نام مختلف طور سے مورخوں نے لکھا ہے مگر ظفرنامہ کے اس شعر پر اعتماد کرنا چاہئے؎

ز سوغوچیچن بود پورے نکو ✤ جہانگیر و فرمان دہ و نیک خو

قراچار نویان

سوغوچیچن کے معنی عاقل کے ہیں۔ سوغوچیچن کا فرزند گرامی قراچار نویان تھا وہ بادشاہ فش اور شہریار نشاں تھا ٥٦٢ھ میں ییسوکائی بہادر کا انتقال ہوا اُس کا بیٹا تموچین (چنگیز خاں) تیرہ برس کا تھا اس کا حال جلد اوّل کے صفحات ،،،، وغیرہ میں پڑھو۔ سوغوچیچن بھی اسی سال میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کا بیٹا قراچار نویاں خرد سال تھا۔ ان دونوں خرد سالوں نے جو کام کیے اُن کی تاریخ لکھنا اس ملک کی تاریخ سے تعلق نہیں رکھتا۔ فقط یہ بیان کرنا کافی ہے کہ چنگیز خاں نے قراچار نویاں کے استصواب سے مہمات ملکی و مالی کو سرانجام دیا؎

قراچار و چنگیز ابن عم اند ✤ بکشور کشائی قرین ہم اند

چنگیز خاں نے اوکدائی خاں کو خانی حوالہ کی اور قاچولی اور قبلخان کے درمیان جو عہدنامہ ہوا تھا اور آل تمغا تومنہ خاں پاس تھا اس کو خزانہ سے طلب کر کے مجمع عالی کے حاضرین کے سامنے پڑھا اور فرمایا کہ قراچار نویاں کے ساتھ اس وثیقت نامہ کے موافق عہد و پیمان کیا تھا تم بھی عہد کرو اور ایک دوسرا وثیقت لکھکر اوکدائی اور اس کے فرزندوں کے حوالہ کیا اور دیار ماوراءالنہر ترکستان بعض حدود خوارزم و بلاد ایلغور۔ وکاشغر۔ بدخشاں۔ بلخ۔ غزنین آب سندھ تک یہ سب ملک اپنے بیٹے چغتائی خاں کے حوالے کیے اور پیمان نامہ قبل خاں و قاچولی بہادر کا چغتائی کے حوالہ کیا اور کہہ دیا کہ قراچار نویاں کے استصواب سے تجاوز نکرنا اور ملک و مال میں اپنا شریک کہنا اور اُن میں پدر و فرزندی کا عقدہ باندہ دیا اسی سبب سے سلسلہ خاندان تیموریہ کو چغتائی کہتے ہیں ورنہ کچھہ نسبت قرابت ان میں نہیں ہے۔ ان خان زادوں اور نو بیٹوں نے وصیت پر عمل کیا۔ چنگیز خاں نے یہ نقض عہد کیا کہ وہ پیمان نامہ کہ آل تمغائے تومنہ خاں سے مزین ہوا تھا۔ وہ اوگدائی قاآن کو دینا تھا کیونکہ سریر خانی اس کو ملا تھا اور اس کی معاونت قراچار نویاں کو سپرد کرتی تھی تاکہ اس عہدنامہ کے موافق عمل ہوتا۔ یا اس وثیقت کو حاضر نہیں کرتا تھا کہ وہ نسیان پر کہ ہمزاد انسان کا محمول ہوتا تو یہ بدنامی نہ ہوتی۔

چغتائی نے بیش بالیغ کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور سپاہ و رعیت کی مہمات کو امیر قراچار نویاں کے سپرد کیا۔ جب سنہ ۶۳۸ھ میں چغتائی کی حیات بے ثبات آخر ہوئی تو کارگاہ سلطنت کے انتظام کے لیے امیر قراچار نویاں کو اپنا وصی بنایا اور اپنے فرزند اس کے سپرد کیے اور اس وصیت کے موافق وہ امور مملکت کا ضبط و نسق کرتا رہا اور کچھہ دنوں بعد چغتائی خاں کے پوتے ہلاکو خاں کو دادا کا جانشین کیا۔ اسی بادشاہ کی سلطنت میں وہ سنہ ۶۵۶ھ میں اسّی سال کی عمر میں کام بخش و کامران زندگی بسر کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔

قراچار نویان کے دس بیٹوں میں سے ایگل خاں دانش و خداشناسی کے ساتھ مخصوص تھا وہ قرا ہلاکو خاں کی خانی کے عہد میں اپنی دانائی اور توانائی کے سبب سے اپنے باپ کا قائم مقام رہا جب چغتائی خاں کے فرزندوں میں اختلاف و نزاع بہت رہنے لگا تو اس نے اُن کے ارتباط و اختلاط سے کنارہ کیا۔ اور شہر کش میں کہ اس کی موروثی جگہ تھی اقامت اختیار کی۔ پھر ایک مدت کے بعد

وہ ہلاکو خاں کا مصاحب ہوا۔ اور خان مذکور نے اس کو تبریز عنایت کیا۔

ایجل خاں کی اولاد میں امیر ایلنگر خاں سب سے زیادہ لائق تھا وہ اپنے باپ کا قائم مقام ہوا اور امیر الامرا کا خطاب پایا اور اسلام سے مشرف ہوا۔ جب وہ اس جہاں سے رخصت ہوا تو اس کا اکلوتا بیٹا امیر برکل اس کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے نفس کے معالجہ میں ایسا مصروف ہوا کہ کسی اور کام کی فرصت اس کو نہ ملی۔ اس نے اپنے باپ داداکے کاموں کو اپنے چچا کی اولاد کے حوالہ کیا اور خود فارغ البال ہوکر حدود کش میں رہنے لگا وہ رضا ایزدی میں تگاپو اور مکارم اخلاق کی تحصیل میں جستجو کرتا تھا اس نواح میں بعض محال و مواضع جو اس کی ملک قدیم تھی اس کی آمدنی سے اپنی اوقات بسر کرتا تھا۔ اس طرح زندگی بسر کرکے وہ ملک بقا کو چلا گیا۔

امیر برکل کا فرزند گرامی امیر طراغائی تھا وہ شیخ شمس الدین کلال کا بڑا معتقد تھا۔ سہ شنبہ کے دن ۲۵ شعبان ۷۳۶ھ کو شہر سبز میں کہ ایران یا ماوراء النہر کے توابع میں سے ہے تگینہ خاتون کے بطن سے اس کے ہاں امیر تیمور صاحبقراں پیدا ہوا۔ پس ہم نے امیر تیمور صاحبقراں کے ترتیب نسب کو بیان کر دیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امیر تیمور بن طراغائی بن برکل بن ایلنگر بن ایجل بن قراچار نویان بن سوغوچیجن بن یردچی بن قاچولی بن تومنہ بن بایسنقر بن قائدو بن بوقا بن بوذنجیر بن النقوا ہے۔ النقوا مغل خاں یا موغل خاں کی نسل میں تھے اور موغل ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ موغلستان کی آبادی کی بنا اسی نے ڈالی تھی۔ پہلے یہ لفظ مخصوص نہیں ترکوں کے طائفہ کے ساتھ تھا۔ جو مغل خاں کے سلسلہ میں تھے۔ اس لیے امیر تیمور کے خاندان کو خاندان مغلیہ کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں اس کی سلطنت کا نام سلطنت مغلیہ ہوا لیکن اکبر بادشاہ کے عہد سے مغل کا اطلاق ترک و تاجیک عجم پر یہاں تک کہ ایران توران کے بیدوں پر زبان زد خاص و عام ہو گیا ہے اس لیے بھی اس خاندان تیمور کی سلطنت ہند کو سلطنت مغلیہ کہتے ہیں۔ مغل خاں ترک کی نسل تھا۔ اس لیے اس سلطنت کا نام سلطنت ترکیہ رکھنا غلط نہیں ہے۔ خاندان تیموریہ کو چغتائیہ اس لیے کہتے ہیں کہ چنگیز خاں نے وہ عہد نامہ کہ قبل خاں اور قاچولی بہادر کے درمیان ہوا تھا کہ ایک بھائی کی اولاد میں خانی اور دوسرے بھائی کی اولاد میں سپہ سالاری رہے منسوخ کر کے قراچار نویان کو اپنے بیٹے چغتائی خاں کا سپہ سالار بنایا اور اوکدی خاں کا سپہ سالار جس کو سریر خانی حوالہ

امیر ایلنگر خاں و امیر برکل

امیر طراغائی

کیا تھا۔ اس لیے اس خاندان کا لقب چغتائیہ ہوا گو نسبت قرابت اس خاندان کو چغتائی خاں سے نہ تھی۔ غرض ہم نے امیر تیمور کے مغل۔ ترک چغتائی ہونے کی وجوہ بیان کر دیں۔ مغل و تاتار بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے اُن کی اولاد کے جو فرقے اور قبائل پیدا ہوئے ان میں مشرقی زبان کی تاریخوں میں تمیز نہیں کی جاتی۔ امیر تیمور کی اولاد کو کبھی ترک کبھی تاتار کبھی مغل کبھی ترکمان لکھتے ہیں۔ معز الدین کے قباد شاہ دہلی کی سپاہ جب مغلوں کو شکست دیکر واپس آئی اور تلپت اور افغان پور کی حدود میں اس بادشاہ کے روبرو تحفہ غنائم و تاتاری گھوڑے اور مغل قیدی پیش ہوئے تو اُس وقت کی حالت کو قران السعدین میں حضرت امیر خسرو نے بیان کیا ہے جس کو ہم نیچے نقل کرتے ہیں وہ ایک دفعہ مغلوں کے ہات میں گرفتار بھی ہو چکے تھے۔ یہ نظم ایسا ایک آئینہ ہے کہ جس میں مغلوں کی صورت۔ شکل شمائل۔ خصائل صاف نظر آتے ہیں ترکوں اور خاندان تیمور کی صورت شکل مختلف ملکوں کی آب و ہوا کی تاثیر سے اور غیر قوموں سے رشتہ مندی پیدا کرنے سے ایسی بدل گئی کہ ان میں اصلی قومی شکل کا نشان باقی نہیں رہا۔

انتخاب قران السعدین مع ترجمہ

طبل زناں باربک و لشکرش — وانکہ بد از لشکر شہ یاورش
راستی آمد بمقام نعال — کردہ بسجدہ قد خود را ہلال
ہر کس ازاں سجدہ کہ حالی نمود — صورت آن صورت قالی نمود
زاہل سپہ تا بخداوند کوس — یافت ہمہ کس شرف دست بوس
از پس آں خدمتی آمد بہ پیش — ہدیۂ شاہانہ ز اندازہ بیش
جام زر و جامہ زریں علم — با تحف اسپ و طرائف بہم
عرض در آمد باسیران رزم — کز پئے شاں لشکر شہ کرد عزم
کافر تاتار بروں از ہزار — گرد دگرگونہ بر اشتر سوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش — بر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش
روئے چو آتش کلہ از پشم میش — آتش سوزاں شدہ با پشم خویش
سر بتراشیدہ ز بہر قلم — زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم
رخنہ شدہ طشت مس از چشم تنگ — دیدہ در انداختہ [illegible] سنگ

زشت تر از زنگ شده بوئے شاں
پست تر از پشت شده روئے شاں

چہرہ شاں دیدہ نم یافتہ
جائے بجا۔ کنجلک و خم یافتہ

از زنخ تا رخ شدہ بینی پہن
وز کلہ تا کلہ لباب دہن

بینی چو رخنہ چو گور خراب
یا چو تنورے کہ ز طوفاں پر آب

موئے ز بینی شدہ بر لب فراز
سبلت شاں گشتہ بغایت دراز

ریش نہ پیرامن چاہ زنخ
سبزہ کجا روید از روئے یخ

کردہ زنخ شاں ز محاسن کنار
اہل زنخ را بہ محاسن چہ کار

از سرشتشاں سینہ سپید و سیاہ
کاشتہ کنجد بزمین تباہ

روغن اگر خلق ز کنجد چشید
کنجد شاں روغن از ایشاں کشید

بر تن شاں از شپش بے شمار
پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار

گشت چو کیمخت سزائے درفش
چرم قفا گاہ سزاوار کفش

نیم تن از موئے برہ در خراش
نیم سر از نیم شپش در تراش

خوردہ سگ و خوک بہ دنداں بد
ہر ہمہ دنداں خر و بخورد

قصہ شنیدم ہم از ایشاں دگر
ایں بکند تے بخورد آں دگر

خوردن تے را چو پے اندر پے اند
عیب نگیرید کہ ترک تے اند

مائدہ شاں ز خورش زشت تے
ہر کہ بہ بیند قلش آمد بہ تے

اصل ز سنگ لیک بزرگ استخواں
گر بہ بختی شدہ بر شئے خواں

شبہ العجب زاں ہمہ روہائے زشت
کہ ایزد شاں ز آتش دوزخ سرشت

دیو سپید آمدہ ہر یک بہ روے
خلق بلا حول ز ہر چار سوے

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ بار بک یعنی امیر لشکر مع لشکر جو اُس کا معاون تھا۔ طبل زناں سید با مقام نعال میں آیا اور سب نے اپنا قد سجدہ میں جھکا کر ہلال بنایا۔ جس نے سجدہ کیا اُس نے اپنی صورت کو صورت قالی بنایا۔ سپاہی سے لیکر صاحب کوس تک نے دست بوس کا شرف پایا۔ پھر ہر ایک کو اپنی خدمت کا صلہ شاہانہ اندازے سے زیادہ ملا۔ ایک خدمتی جامہ و اسبا

منقش زریں اور گھوڑے اور اور طرفہ چیزیں آگے لایا۔ وہ قیدی رزم کے جن کا عزم بادشاہ کے لشکر نے کیا تھا پیش ہوئے۔ یہ کافر تاتار ہزار سے زیادہ تھے وہ اور اور قوموں کے پہلوان اونٹوں پر سوار رہتے تھے۔ اُن کا رُخ منہ مثل آتش تھا اور سر پر اُن کے بھیڑ کی پشم کی ٹوپیاں تھیں جن سے کہ آتش سوزاں اور پشم باہم ملی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ سر کو منڈا کر قلمیں نکالی تھیں اور اس قلم سے خذلان رقم ہوئے تھے۔ اُن کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں چہرہ پر اور اُن کے اندر ڈیلے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ تانبے کے طشت میں چھید کر کے پتھر رکھ دیے جائیں۔ اُن کے رنگ سے زیادہ قابل نفرت ان کی بو تھی۔ گردن کے چھوٹے ہونے کے سبب سے اُن کے چہرے پشت میں دھنسے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے رخسارے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے تیل کی چمڑے کی نرم تھیلیوں میں جھریاں اور شکن پڑی ہوئی ہوں۔ اُن کی ناک چوڑی رخ سے رخ تک تھا دہن فراخ کلہ سے کلہ تک تھا۔ اُن کے نتھنے مثل سڑے ہوئے گور کے یا پانی سے بھرے تنور کے تھے ناک کے بال ہونٹوں تک بڑھے ہوئے اور مونچھیں اُن کی بڑی لمبی۔ روئے یخ پر جیسے سبزہ نہیں ہوتا ایسے ہی اُن ٹھوڑی کے گرد ڈاڑھی نہیں ہوتی۔ ان کی زنخ (ٹھوڑی) محاسن (ریش) سے ایسی کنارہ کش تھی جیسے کہ اہل زنخ (بیہودہ آدمی) سے محاسن (نیکیاں) در کنار ہوتی ہیں۔ اُن کا سینہ جوؤں سے سیاہ سفید ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ کسی بُری زمین پر تل بوئے ہوئے ہوں۔ خلق تلوں سے تیل نکالتی ہے مگر تلوں نے (جوؤں) نے اُن کا تیل نکالا تھا۔ اُن کے بدن پر بے شمار جوئیں تھیں جن کے سبب سے اُن کی پیٹھ کیمخت ہو رہی تھی۔ پیٹھ اُن کی کیمخت کی طرح سبز اور درفش تھی۔ اور گدی کا چمڑہ جوتیاں بنانے کے لائق تھا۔ آدھے جسم پر بھیڑ کے بچہ کی کھالوں کے پوستین پہنے ہوئے تھے۔ اور جوؤں کے خوف سے آدھا سر منڈائے ہوئے تھے۔ وہ کتے اور سور کو اپنے دانتوں سے کھاتے تھے۔ اور اُن کے دانت چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ میں نے سُنا ہے کہ اُن میں سے ایک شخص قے کرتا ہے اور دوسرا اُس کو کھاتا ہے۔ قے کھانے کے درپے رہتے ہیں۔ اُنکی بُرائی نہیں ہے کہ وہ قے کے (مقام) کے ترک ہیں۔ وہ اپنے دسترخوان پر قے کو کھانے کی جگہ رکھتے ہیں جس کے دیکھنے سے قے آتی ہے۔ اصل اُن کی سگ (مغلوں کی ایک ذات) ہے مگر اُن کے استخوان بزرگ ہیں اور وہ خون پر بلی کی یخنی رکھتے ہیں۔ ان تمام زشت رویوں کو دیکھکر بادشاہ کو تعجب ہوا۔ کہ اُن کو خدا نے آتش دوزخ سے

پیدا کیا ہی۔ ہر ایک شکل میں دیو پیید تھا جس پر خلق چاروں طرف سے لاحول پڑھتی تھی۔
حضرت امیر خسرو نے بعض اشعار میں ترکوں و مغلوں کو ملایا ہی اور کہیں اُن کو ایک دوسرے سے علحدہ کر دیا ہی

امیر تیمور صاحبقراں گیتی ستاں

امیر تیمور کی فتح و ظفر کے حالات جو ہندوستان سے متعلق تھے وہ ہم نے اول سلطان محمود کے حال میں بیان کر دیے ہیں۔ اس لیے ہم کو اپنی تاریخ ہند میں اُس کے زیادہ حالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہی۔ مگر امیر تیمور دنیا کے ان چند اولوالعزم شہنشاہوں میں سے ہی کہ جنہوں نے ساری دنیا کی فتح کا ارادہ کیا تھا۔ اور فقط یہ ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ اُس کو کر کے دکھا دیا۔ اُس کے نام کے ساتھ جو گیتی ستاں لکھا جاتا ہی وہ صاحب قراں کی قافیہ بندی کے لیے نہیں لکھا جاتا بلکہ وہ حقیقت میں اس خطاب کا مستحق تھا۔ اگر اُس کی عمر چند سال اور وفا کرتی تو کوئی دنیا کا ملک اُس کے ہات سے نہیں بچتا اس لیے ہم اُس کا حال بالاجمال کچھ لکھتے ہیں۔ امیر تیمور ایک عجیب پیکر بشر مظہر قدرت آفریدگار و مصدر غرائب آثار و بدیع اطوار تھا۔ اس میں رنگ برنگ کے نیرنگ عجب عجب نظر آتے ہیں۔ شجاعت دلاوری اس درجہ کمال پر کہ ابتدا عمر سے آخر عمر تک کسی ورطہ و مہلکہ میں وہشت و خوف اس کی خاطر میں نہیں آئے اصابت رائے اس مرتبہ پر کہ مدۃ العمر میں جو تدبیر اُس کے فکر و اندیشہ میں آئی وہ تقدیر کے موافق تھی۔ قہر و سیاست وہ کہ خدا تعالیٰ کے اوصاف جلالی کا آئینہ۔ رقت قلب وہ کہ جس وقت پروردگار کا سپاس گزار ہو تو آنکھوں سے آنسوؤں کا پانی رواں ہو جس میں دل اُس کا شکر کی طرح گداز ہو۔ اولوالعزم ایسا کہ اُس نے یہ ارادہ کیا کہ مصر و افریقہ کو فتح کر کے دریائے نیل سے گزرے اور بحر اطلانٹک میں جائے اور آبنائے جبل طارق کی راہ سے یوروپ میں آئے اور تمام یوروپ کی سلطنتوں کو مطیع کر کے صحرا اور روس اور تاتار کو طے کر کے پھر اپنے گھر میں آئے۔ سمرنا میں بیٹھ کر چین کی تسخیر کے منصوبے باندھنا اُس کی ہمت بلند کو بتاتا ہی کہ اُس کی حد و نہایت نہ تھی۔ چین سے چنگیز خاں کی اولاد کی سلطنت کے جاتے رہنے کو وہ اپنی قوم کی ننگ جانتا تھا اُس کا انتقام لینا اپنے اوپر فرض سمجھتا تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ میں نے اور میرے لشکر نے جو ہزاروں مسلمانوں کے قتل کرنے کا گناہ کبیرہ کیا ہی اُس کا کفارہ چین کے کافروں کے قتل کرنے سے اور بت خانوں کو ڈھا کر اُن کی جگہ مسجدیں بنانے سے ہو جائیگا بحکم ان الحسنات یذہبن السیات میرے اور میرے

لشکر کے گناہوں کی آمرزش کا سبب ہوگا۔ اُسکی ہیبت ایسی تھی کہ یوروپ کے تمام عیسائی سلطنتیں اُسکے نام سے کانپتی تھیں
وہ ان سبکو محکوم اور مسلمان بنانا چاہتا تھا۔ بری قوت اُسکی انتہا زمین پر پھیلی ہوئی مگر بحری قوت اتنی بھی نہ تھی
کہ یوروپ اور ایشیا کے درمیان جو ایک سمندر چھوٹا سا ہی اُسپر تسلط ہو۔ بری سپاہ کا شمار نہیں بحری فوج کا نام نہیں لاکھ لیا
سوا پاس تھے مگر ایک بیڑا جہازونکا جو جنگی سامان رکھتا ہو پاس نہ تھا۔ اُسنے دریا ریجوں سے اپنی پرانی اور نئی رعیت کی
فوج بری بھیجکر قلعوں اور مواقع کو مطیع کیا اور جنگل میں شہر اور چراخور آباد کیے۔ اُن ملکوں کے نقشے جو ابتک معلوم تھے
آرتش سے لیکر دیوار چین تک اُس نے نہایت درست اور صحیح بنوائے۔ اپنی ایام سلطنت چھتیس ۳۶ سال میں ولایت
ماوراء النہر۔ خوارزم۔ ترکستان۔ خراسان۔ عراقین۔ آذربیجان۔ فارس۔ مازندران۔ کرمان۔ دیار بکر۔
خوزستان۔ مصر۔ شام۔ روم وغیرہ کو اس کشورکشا نے فتح کیا۔ سنہ ۷۸۹ھ میں اصفہان کے
آدمیوں نے فتنہ فساد برپا کیا اس لیے اس شہر کو قتل عام کیا۔ وہاں سے دار الملک فارس میں آیا
آل مظفر اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دشت قپچاق کا فرمانروا اسی کا تربیت یافتہ توقتمش خاں تھا
اُس نے مخالفت کی دو دفعہ لشکرکشی اس پر ہوئی اور فتح ہوئی۔ دشت قپچاق کا طول ہزار فرسنگ اور
عرض چھ سو فرسنگ تھا اس کی سیر خود بنفس نفیس کی اور فتنہ و فساد کے خس و خاشاک سے اُس کو پاک
صاف کیا۔ سنہ ۷۹۵ھ میں ایران میں دوبارہ جاکر شاہ منصور کو جو سرکش ہوگیا تھا شیراز میں قتل کیا۔
آل مظفر کو پامال کیا۔ پھر بغداد کو فتح کیا۔ کئی دفعہ گرجستان میں آیا سنہ ۸۰۰ھ میں دریاے سندھ پر
پل بناکر عبور کیا اور ہندوستان کو فتح کیا۔ پھر یہاں سے دمشق پر فوج کشی کی اور امراء شام جو قید میں
تھے اُن کو قتل کیا۔ دوسرے سال روم کا ارادہ کیا سنہ ۸۰۴ھ میں انگوزیہ میں معارکہ مصاف آراستہ ہوا اور
ایلدرم بایزید سلطان روم گرفتار ہوکر امیر تیمور کے سامنے آیا تو نہایت اُس کا اعزاز کیا وہاں سے آذربیجان
میں آیا۔ ڈیڑھ سال رہکر یہاں کا انتظام کیا۔ سلطان مصر نے روپئے اشرفیوں پر امیر تیمور کے نام کا سکہ
لگاکر اُس کی خدمت میں بھیجے اور اس حدود کے سب فرمانرواؤں نے اطاعت اختیار کی۔ حرمین
شریفین اور اماکن شریفہ کے منابر پر اُس کی فرمانروائی کا خطبہ پڑھا گیا سنہ ۸۰۶ھ میں فیروزہ کوہ میں
وہ آیا اور یہاں فتح حاصل کرکے خراسان میں گیا اور سنہ ۸۰۷ھ میں نیشاپور کی راہ سے ماوراء النہر
میں آیا۔ اور وطن مالوف میں امیرزادہ الغ بیگ۔ امیرزادہ ابراہیم سلطان۔ امیرزادہ ایجل۔
عمر شیخ۔ امیرزادہ احمد۔ بالاتزکی شادیوں کا جشن عظیم فرمایا جس کو اس زمانہ کے شکاگو کی دنیا کی نمایش

سکا وہ کہنا چاہیے کہ جس میں ہر ملک کے آدمی اور چیزیں موجود تھیں۔ اس جشن عظیم کا مقام کان گل مقرر ہوا جس کی بلندی و پستی و صحرا و دشت کی زمین میں سبزی اور سبزی میں گلکاری اگائی اور خس و خاشاک کے بجائے لالہ و گل لگائے جس نے کان گل کو حقیقت میں کان گل بنا دیا۔ پھر اس زمین میں آسمانی خیموں کا شہر بسایا گیا۔ بادشاہ کے واسطے چار سراپردے اور شاہزادوں اور امرا کے واسطے دو سو خیمے و خرگاہ لگائے گئے جن کے سایہ میں دس ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ ہر شاہزادہ و امیر کے واسطے الگ الگ بارگاہ و خیمہ و خرگاہ تھا۔ یہ خیمے ریشمی طنابوں سے تانے گئے۔ سراپردہ خاص زر دوزی تھا اور اُس میں موتی و جواہر لگے ہوئے تھے۔ بارہ پائے اُس کے امرا اور شاہزادوں کے لیے بنائے گئے تھے کہ اپنے اپنے رتبے کے بموجب اُن پر بیٹھیں مخمل اور سقرلاط سے منڈھے گئے تھے اور خیموں کے ستون ایسے منقش تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک باغ کو بغل میں دبائے ہوئے ہیں بعض خیمے سونے چاندی کے استادوں پر ایستادہ تھے۔ بعض کے ستون سیم خام کے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے اندر فرش وہ طرح طرح کے گلدار بچھے ہوئے تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ فصل بہار کی چاندنی بچھی ہوئی ہے۔ بادشاہ نے سب شاہزادوں کو سوا مرزا شاہ رخ کے اس جشن میں شریک ہونے کے لیے بلایا۔ خاص و عام کو اس میں شریک ہونے کی صلائے عام دیدی۔ چاروں طرف خبر بھیجدی کہ اس جشن میں جملہ حکام و سرداران و اعیان و کل اشراف شریک ہوں۔ دنیا کا کوئی ملک و شہر باقی نہ رہا ہوگا جہاں کا آدمی یہاں نہ آیا ہوگا۔ چین۔ سقلاب۔ ہند و روم۔ ایران و توران۔ زابلستان و مازندران خراسان فارس۔ بغداد۔ شام سے آدمی آئے تھے۔ شاہزادہ مصر کا سفیر موجود تھا۔ اور نقد و جواہر و اقمشہ کے سوا، زرافہ اور شتر مرغ کہ صنعت آفریدگار کے عجیب نمونے ہیں نذر کے لیے وہ لایا تھا۔ ترکستان کا امیر یہاں موجود تھا۔ امرا نامدار و سرداران ذی مقدار۔ بزرگان و پہلوانان لشکر و امیران سپاہ اور سپاہی و شہری خورد و بزرگ سب ہی آسودہ حال بے اندوہ و ملال شادان و خرم چاروں طرف سے آ آکر جمع ہوئے اور اہل حرفہ نے اپنا اپنا جدا بازار لگایا اور اپنی صنایع و بدایع سے ایک کامل نمایش گاہ کو دکھایا۔ عمدہ صنعتیں اور انوکھی دستکاریاں اور طرح طرح کے اختراع سے جادو کا کام دکھایا اور اچنبھے کا تماشا جمایا۔ ہر اہل پیشہ نے اپنے اندیشہ کے موافق اپنی دُکان کو بطرز لطیف زیب دی۔ جوہریوں نے جوہری بازار لگایا جس کو یاقوت رمانی۔ لعل نایاب سفتہ و ناسفتہ و خوشنما ایسا سجایا کہ وہاں طور

دمرجان ونشیب پر کوئی نظر نہیں ڈالتا تھا۔ زرگروں نے اپنی دُکانوں کو زیوروں سے نئی دلہن بنایا ہزاروں نے دیبا واستبرق پر خیال وحریر سے گلزار بنایا۔ نداقوں نے مرغ با بال و پر بنائے دُھنکی ہوئی روئی اور نے سے ایسے مینار بنائے جیسے کہ خشت وگل سے بنتے ہیں سر سے پاؤں تک اُن پر نقش و نگار بنائے اور اُن کے اوپر لگ لگ بٹھائے۔ چرم گروں نے اپنے دست ہنر سے یہ ذوفنونی دکھائی کہ ایک شتر پر دو ہودج بنائے۔ اور ہر ایک میں ایک پتلی اور پتلی کے ہات میں ایک پوست جس سے وہ پوست بازی اور پاسے کوبی کرتی تھی۔ بوریا بافوں نے یہ عجب تماشا دکھایا کہ بوریوں کی بناوٹ میں خطوط کوفی ومعقل کی عبارتیں گوندھیں کہ خوشنویسوں کے قطعات کو مات کیا۔ بازیگروں نے اپنی ریسمان تانکر آسمان پر پہنچائیں اور اُن پر چڑھ کر ماہ ومہر کا تماشا دکھایا۔ قصابوں نے یہ طلسم دکھایا کہ گوسفند کو آدمی کی صورت بناکے لاتے اور اُس کا پوست اُتار لیتے۔ بکریوں کے سینگوں پر سونیکی سنگوٹیاں چڑھاتے اور برابر آگے پیچھے نچاتے ہوئے لاتے۔ پوستین دوزوں نے پوستینوں کو وہ آرائش دی تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ سارے جنگل کے جانور۔ لومڑی۔ بھیڑ۔ بھیڑیا و پلنگ وشتر زندہ کھڑے ہیں صورت میں دو نظر آتے مگر معنی میں پری تھے۔ چوب شنے ورسیمان وپلاس کے اونٹ بنائے۔ میوہ فروشوں نے فواکہ کو عجیب دلفریب پیسے چنا کہ ایک باغ لگا ہوا معلوم ہوتا تھا اور اُن کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتا۔ ارباب طرب اہل نشاط نے تو ہر خیمہ گاہ کو اندر کا اکھاڑا بنایا پیر یہ کمال اپنا دکھاتے کہ ناچتے ناچتے اپنے رنگ ایسے بدلتے کبھی ہاتھی کبھی گوسفند بنجاتے۔ پکانے میں جنگلوں کی لکڑیاں تمام ہوگئیں گوشتوں کے مینار لگے۔ طرح طرح کے طعام جان پرور لذیذ لطیف معطر پکتے۔ شرابیں قوس قزح کے سب رنگ دکھاتیں۔ صاحب قراں نے فرمان صادر کیا تھا کہ ان ایام سور وشادی وعشرت وسرور میں کسی پر تندی وقہر وطیش نہ کیا جائے۔ کسی تیرہ روز سے یا نیک بخت سے سخت زبانی نہ کیجائے کسی کامگار و بے نوا سے چون وچرا نہ ہو۔ کوئی کچھ ہی نیک وبد کام کرے کوئی اُس پر طعن نہ کرے کسی کام پر گوشمالی نہ کی جاتے۔ اس شادی کی چہل پہل وعشرت کی ریل پیل میں قانون تعزیرات معطل تھا۔

اس وقت بادشاہ کے دسترخوان پر تمام سلطنتوں اور فوجوں کے امرا کھانا کھاتے تھے۔ یورپ کی سلطنتوں کے سفیر بھی اس دعوت میں داخل ہوتے تھے (اس زمانہ میں یورپ کو مسلمان اپنے غرور کے

سبب سے اس نظرِ حقارت سے دیکھتے تھے کہ انھوں نے یہ لکھا ہے جیسے سمندر میں جھینگا مچھلیاں بھی داخل ہوئی ہیں اسی طرح یہ سفیر اس دعوت عظیم میں شریک ہوتے)

اول بادشاہ نے اختر شناسوں سے مبارک ساعت و شبہ گُن نکاح کے لیے دریافت کی پھر بعد مقدمات عقد کے تصحیح کے شمس الدین محمد فیروزی نے خطبہ پڑھا اور ملت حنفی کے موافق نکاح ہوا۔ بیشمار زر و گوہر نثار ہوئے حضرت صاحبقران نے جشن گاہ میں تخت پر جلوس کیا۔ اور شان و شکوہ میں جاہ و جلال کا جلوہ دکھلایا شاہزادے و امیر و سادات و امام و ایلچی جو چاروں طرف سے آئے تھے انمیں سے ہر ایک اپنے مرتبہ کے موافق سراپردہ کے بارہ پایوں پر بیٹھے۔ نذریں گذریں خلعت دیے گئے۔ پھر رقص و سرود کی مجلسیں منعقد ہوئیں۔ خوب جشن اُڑے۔ رسم معہود کے موافق نوشہ لباس بدلتے تھے اور ہر دفعہ لباس بدلنے پر سیم و زر و لعل و یاقوت و گوہر نثار ہوتے تھے۔ جشن گاہ میں دو مہینے شاہ و سپاہ نے خوب عیش اُڑائے۔ سلطنت کے حاصل کرنے میں جو پچاس سال امیر تیمور کے گذرے تھے۔ انہیں صرف یہی دو مہینے عیش و نشاط میں بسر ہوئے جب اس جشن شادی سے فراغت ہوئی تو پھر تیمور مصالح ملک و ملت و نظم امور جمہور میں مصروف ہوا اور حکم عام صادر ہوا کہ امر معروف اور نہی منکر میں سعی بلیغ کی جائے اور پھر کوئی شراب نہ پیئے۔

جشن سے فراغت پاکر چین و خطا کی طرف لواء عزم بلند کیا۔ امرا نے عرض کیا کہ کل ممالک کی دو لاکھ پیادہ و سوار تیار ہیں۔ جو اعدائے دولت پر بلائے خدا ہیں۔ آپکے پیدل اور بنگاہ اور سامان جنگ پانچسو بڑے چھکڑوں اور گھوڑوں اور اونٹوں اور جانوروں پر رواں ہوتے ہیں سمرقند سے پیکین تک چھ مہینے میں کارواں جاتا ہے۔ اس لشکر عظیم کو اور زیادہ عرصہ اس سفر میں لگے گا۔ موسم ایسا تھا کہ سردی کی شدت اور برف و باراں کی کثرت تھی دریائے سیحوں جم گیا تھا اسمیں ڈیڑھ دو گز یخ کھودنے سے پانی نکلتا تھا۔ اُسپر گاڑی چھکڑے سوار پیادے بے تکلف چلتے تھے۔ امیر صاحبقران نے اپنی ستر برس کی عمر پر موسم کی سختی پر کچھ خیال نہ کیا گھوڑے پر سوار ہو کر ۷۶ فرسنگ (۳۰۰ میل) اپنی دار السلطنت سے سفر کرکے اترار کے قریب خیمہ ڈالا جہاں حضرت عزرائیل اُسکے منتظر بیٹھے تھے۔ اس سفر کی تکان نے اور برف کے ٹھنڈے پانی نے بخار کی حرارت کو زیادہ کردیا۔ ملک و سپہ و مال و گنج نے مرض کے رنج کو دفع نہ کیا۔ جب بیماری سے مزاج زبون ہوا تو تخت و تاج کچھ کام نہ آیا۔ اس حال میں بھی اول سے آخر تک قوائے دماغی اُسکے سلامت رہے۔ جب اپنی رائے صائب سے سمجھا کہ مرض قابل علاج

نہیں ہے تو خواتین اور امرا کو بلا کر فرمایا کہ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تم سب کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں۔ میرے لیے نوحہ وزاری اصلا نہ کرنا میری آمرزش کی دعا خدا سے کرنا۔ گو میرے گناہ بے شمار ہیں مگر خدا سے امید بخشائش ہے۔ اب پیر محمد جہانگیر کو ولی عہد وقائم مقام اپنا کرتا ہوں۔ سمرقند کے تخت پر وہ فرمانروا ہوگا۔ سب امرا سے قسم لی کہ اس سے مخالفت نہ کرینگے۔ اس میں مرض کی اور شدت ہوئی۔ سرہانے قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ کلمہ توحید زبان پہ تھا کہ روح نے پرواز کی۔ یہ واقعہ جاں سوز ۱۷ شعبان روز چہارشنبہ کو بوقت شب ۸۰۷ھ میں واقع ہوا۔ وفات کی مختلف تاریخیں کہی گئیں اُن میں سے ایک یہ ہے رباعی۔

سلطان تمور آنکہ چرخ را دل خوں کرد | وز خون عدو روئے زمیں گلگوں کرد
در ہفتدہ شعبان سوئے علییں تاخت | فی الحال ز رضواں سروپا بروں کرد

وداع شہریاری بھی تاریخ ہے اکہتر برس کی عمر تھی جس کے عدد اَلَم کہ صدر اعظم قرآن شریف ہے مطابق تھے۔ سمرقند کو اس کی نعش روانہ ہوئی۔ ۲۲ شعبان کو اپنے قبہ مرقد میں دفن ہوئی۔ مدت سلطنت چھتیس سال تھی یہ عدد ان تین حرفوں ال مہ کے موافق ہیں جنسے کہ کلمہ لاالہ الا اللہ مرتب ہوتا ہے اور ۳۶ ہی آدمی اُس کی اولاد میں وفات کے وقت موجود تھے۔ اس کے ساتھ ہی چین کی فتح کا ارادہ بھی کیا۔ لشکر پراگندہ ہوگیا چین بچ گیا۔ اُس کے مرنے سے پندرہ برس بعد اُس کی اولاد نے ایک خط دوستانہ پیکین کو خاقان چین کے پاس بھیجا۔

امیر تیمور کی شہرت تمام مغرب و مشرق میں پھیلی۔ اُس کی اولاد میں سلطنت عظیم مدتوں تک رہی اُس کی رعایا نے اُسکی تعظیم و تکریم ایسی کی جیسی کہ کسی معبود کی ہوتی ہے اُس کو بعض نے الوہیت کے درجہ پر پہنچایا اور عدالت کو ضرب المثل بنایا۔ اُس کے سخت سے سخت دشمن بھی جنہوں نے اُس کو راس الفساق کا خطاب دیا اور یہ کہا کہ امیر تیمور جیسے شریر اور بدتر و بدترین بشر دنیا میں کمتر پیدا ہوئے ہیں وہ بھی اُس کی مدح و ثنا کرنے پر مجبور تھے۔ اگرچہ پاؤں میں لنگ تھا مگر صورت میں وجاہت تھی اور دبدبہ شاہانہ بشرہ سے برستا تھا۔ قد و قامت موزوں تھے۔ اور اعضا میں تناسب تھا جسم شہ زور تھا ورزش کی عادت تھی۔ غذا میں اعتدال رکھتا تھا۔ معمولی گفتگو میں شیریں کلام تھا۔ گو عربی زبان نہ جانتا تھا مگر ترکی اور فارسی زبان نہایت فصاحت و بلاغت سے بولتا تھا۔ علما سے گفتگو کا شوق تھا۔ زیادہ تر

علوم اور تاریخ کی باتیں اُن سے کیا کرتا تھا۔ فرصت کے گھنٹوں میں شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ اور اُس میں نئی نئی
باتیں اختراع کرتا تھا جسنے معلوم نہیں کہ شطرنج کی ترقی ہوتی تھی یا تنزل ہوتا تھا۔ متشرع مسلمان تھا اور
حرارت مذہبی شدت سے رکھتا تھا۔ توہمات۔ شگونوں۔ فالوں۔ خواب کی تعبیروں۔ ولیوں نجومیوں
پیشین گوئیوں کا قائل تھا۔ اور اُن پر اعتقاد رکھتا تھا۔ ایسا دانشمند ایسی باتوں کا کب معتقد ہو سکتا ہے
یہ فقط اُس کی عاقلانہ پولیٹی عوام الناس کے گرویدہ رکھنے کے لیے تھی۔ وہ اپنی اس وسیع
سلطنت میں مطلق العنان تھا نہ کسی دشمن کا مقدور تھا کہ اُس کے حکم سے سرتابی کر سکے نہ کسی دوست
کی یہ طاقت تھی کہ جس کو وہ عزیز رکھتا ہو اسے برگشتہ کرا دے۔ نہ کسی وزیر کا حوصلہ تھا کہ اُس کی رائے
کو کسی امر سے پھیر دے۔ یہ اُس کا ایک مستقل مقولہ تھا کہ بادشاہ کے حکم پر خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہی ہو چون وچرا
نہیں ہونی چاہیے اور وہ منسوخ نہیں ہونا چاہیے مگر اُس کے دشمن کہتے ہیں کہ اس مقولہ پر تعزیری احکام
پر عمل مقصود ہوتا تھا۔ مگر رحم اور شفقت و مرحمت کے احکام پر عمل نہیں ہوتا تھا۔ اُس کی اولاد اور اولاد کی
اولاد نہایت مطیع و منقاد اُس کی تھی۔ جب ان میں سے کوئی اپنے فرض سے انحراف کرتا تھا تو اُس کو
سزا عملی تورہ چنگیز خانی کے موافق دیتا تھا یعنی پاؤں میں لکڑیاں لگاتا اور پھر بدستور اپنے عہدہ پر
بحال کر دیتا۔ وہ ملنسار اور یار باش تھا دوستوں پر نوازش کرتا دشمنوں کے قصور معاف کرتا تمام
قواعد اخلاق عوام کے اغراض پر مبنی ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی دانائی جب تعریف کے لائق ہوتی ہے
کہ وہ فیاض و سخی ایسا ہو کہ خود مفلس نہ ہو جائے اور منصف ایسا ہو کہ انصاف سے وہ خود قوی اور متمول
ہو۔ فرمانروائی اور فرمانبری میں ایک اندازہ موزوں قائم کرے۔ مغرور سرکش کو سرزنش کرے
ضعیف کی حمایت کرے۔ مستحق کو انعام دے۔ اپنی مملکت سے سختی و بدی کو بدر کرے مسافر و غربا
و تجار کے لیے امن و عافیت پیدا کرے۔ سپاہ کو غارتگری سے روکے۔ محنت پر مزارعین کی ہمت
بلند ہو۔ اور اُن پر متساوی و معتدل جمع مقرر کرے۔ ٹیکسوں کے بڑھانے کے بغیر مالک کی آمدنی کی
افزائش کرے۔ یہ سب باتیں بادشاہ کے فرائض میں داخل ہیں۔ ان فرائض کے ادا کرنے کا معاوضہ
اُس کو ملتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ان فرائض سے امیر تیمور نے کونسے فرائض ادا کیے۔

جب صاحب قراں کی سلطنت کا آغاز ہوا ہے تو ایشیا میں سالہا سال سے یہ حال تھا یلوک طوائف
و حکام مختلف کا استیلا و تسلط تھا۔ والیان اور فرمانروایان ملک کی مخالفت اور منازعت سے ملک

شہر تباہ حال ہو رہے تھے ایک دوسرے کو کھائے جاتا تھا۔ راہوں میں کہیں امن امان نہ تھا۔ راہزن راہوں کو لوٹتے تھے۔ بدکردار شہروں پر دست درازیاں کرتے تھے۔ غرض مزاج عالم اعتدال سے باہر تھا۔ ظاہر ہے کہ ہیکل انسانی کے دارالخلافہ میں کہ تمام عالم کا نسخہ ہے جب مواد فاسد غالب ہو اور صحت وسلامت کی راہ مستقیم سے مزاج منحرف ہوا تو بغیر قوی مسہل کے کہ مادہ مرض کو دفع کرے علاج پذیر نہیں ہوتا۔ اور جب یہ مواد فاسد دفعتہً دفع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ضرور مادہ صالح بھی تحلیل ہوتا ہے پس حکیم قادر کا جب یہ ارادہ ہوا کہ مزاج عالم صاحب قران کے قہر ولطف کے تلخ وشیریں سے اصلاح پائے اور اعتدال پر آئے۔ تو تھوڑی مدت میں ممالک گیہان کو اس نے تسخیر کیا۔ اور گردن کشوں اور جابروں سے سلطنتوں کو چھین لیا اور اپنے عدل واحسان سے پھر امن امان قائم کیا کہ اگر کوئی شخص یا لڑکا ایک طشت چاندی سے یا سونے سے بھرا ہوا مشرق سے مغرب کو لے جائے تو کوئی چور وشریر اس کو آسیب نہیں پہنچا سکتا ؎

کس نیارد تیز در خورشید دید از عدل او — گرچہ از مشرق بمغرب طشت زر تنہا برد

اس حالت میں بہت سے ہولناک امر بھی صادر ہوئے قتل۔ غارت۔ قید۔ تاراج۔ یہ باتیں جہانگیری کے لیے ناگزیر ہیں۔ گیتی ستان بننے کے لیے جو تیمور نے ہولناک کام لیے ان کا عذر معقول ملکوں کی حالتیں کر رہی ہیں۔ ان چار باتوں پر جو نیچے بیان کی جاتی ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ تیمور انسان پر احسان کرنے والا ایسا نہ تھا جیسا کہ اس کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ایک کوڑا تھا یعنی انسان کے لیے محسن نہ تھا بلکہ تازیانہ تھا۔

اول بعض خاص بدنظمیوں اور مقامی نظموں کا علاج امیر تیمور کی تلوار نے کیا مگر یہ علاج مرض سے زیادہ موذی نکلا۔ مثلاً ایران میں چھوٹے چھوٹے حاکم ظالم جابر قاہر ہوتے تھے اور غارتگری اور بدنظمی سے رعایا کو ستاتے تھے مگر اس سے اُن کے کل قومیں تو برباد اور پامال نہ ہوتی تھیں مگر ان حضرت مصلح ملکی کے ہاتھ سے تو وہ بالکل ستیاناس ہو گئیں۔ وہ سرسبز و شاداب زمینیں جن میں شہر آباد تھے اب اُن میں فتوحات تیموری کی یادگار کے لیے اہل شہر کی سروں کے ستون اور مینار قائم ہوئے۔ تیمور کی آنکھوں کے سامنے اُس کی سپاہ نے۔ استرآباد۔ خوارزم۔ دہلی۔ اصفہان۔ بغداد حلب۔ دمشق۔ بصرہ۔ سمرتا۔ اور ہزاروں شہروں کو تاخت وتاراج کیا یا خط دیا یا پیچ دنیا

سے اُکھیڑ کر پھینک دیا۔ اگر کوئی ناصح یا حکیم جرأت کرکے امیر تیمور کو ان آدمیوں کی تعداد بتلاتا جو امن اور انتظام کے قائم کرنے میں قتل ہوئے ہیں تو ضرور اُس کا دل لرز جاتا۔

دوم جن جنگہائے عظیم میں اُس نے ملکوں کو فتح کیا اُن پر قبضہ رکھنے کا اور سلطنت و حکومت کرنیکا بہت تھوڑا خیال کیا۔ ترکستان۔ قپچاق۔ روس۔ ہندوستان۔ شام۔ انٹولیا۔ (ارض روم) آرمینیا۔ جارجیہ پر حملے کیے اور اُن کو فتح کیا۔ مگر ان دور دراز ملکوں پر قبضہ کرنے اور حکومت کرنے کی تمنا نہ کی۔ ان ملکوں سے غنائم کو لیکر کوچ کیا اور نہ اپنے پیچھے ان میں سپاہ چھوڑی کہ وہ متمرد رعایا کی تنبیہ اور گوشمالی کرتی اور نہ کوئی منتظم اور ضابطہ مجسٹریٹ چھوڑا کہ وہ مطیع رعایا کی حمایت کرتا۔ پہلے انتظام کو خاک میں ملا دیا۔ اور اُس کے اپنے حملہ سے پہلے برائیاں بڑھ گئیں یا نئی پیدا ہوگئیں اُن کا کچھ علاج نہ کیا۔ یعنی بُرائیوں کا معاوضہ بھلائیوں سے نہیں کیا۔

سوم ماوراءالنہر اور ایران کے مہذب و شائستہ بنانے اور نظم و نسق کرنے میں غرض سب طرح سے اُس کے آراستہ پیراستہ کرنے میں امیر تیمور نے دل و جان سے کوشش کی اور اور ساری ہمت صرف کی۔ مگر اُس کے حسن انتظام میں یوں خلل پڑ جاتا تھا کہ وہ کہیں دور دو نگا اور گنگا کے کنارہ پر لڑنے جاتا۔ اُس کے ملازم اپنے آقا کو اور اُس بیٹے بھی باپ کو اور اپنے فرائض کو بھول جاتے۔ گو وہ حسن انتظام کے قائم کرنے کے لیے تحقیقات کرتا اور مفسدوں کو سزا دیتا مگر جو مضرتیں بدانتظامی سے ہوجاتی تھیں اُن کی مکافات ان سزاؤں اور تحقیقاتوں سے نہ ہوتی تھیں مگر اُس سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہی کہ امیر تیمور کے دماغ عالی میں گورنمنٹ کے کمال کا وسیع خیال موجود تھا اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ کامل گورنمنٹ کے معنی کیا ہیں۔

چہارم امیر تیمور کی سلطنت و گورنمنٹ میں جو خوبیاں اور برکتیں تھیں وہ اُس کی ذات ہی کے ساتھ بخار بن کر اُڑ گئیں۔ اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد آپس میں عناد رکھتی تھی اور خلق میں فساد اُٹھاتی تھی۔ اُن کی بلند ہمتی کا اقتضا یہی تھا کہ وہ اپنے نام پر سلطنت رکھنی چاہتے تھے۔ مگر خود حکومت کرنے کا شوق نہیں رکھتے تھے۔ امیر تیمور کے چھوٹے بیٹے مرزا شاہرخ نے سلطنت کے ایک ٹکڑے کو ماوراءالنہر میں کچھ دنوں با فر و شکوہ رکھا۔ مگر اُس کے مرنے کے بعد اس سلطنت پر تاریکی چھا گئی اور خونریزی نے اپنا رنگ دکھایا۔ ابھی ایک صدی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ ماوراءالنہر

اور ایران کو اوزبک اور ترکمان سفید و سیاہ میشی نے پامال کیا اور تیمور کی اولاد کی سلطنت کا نام باقی نہیں رہا نسل تیموری کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مگر اُس کی چھٹی نسل میں ایک ہیرو بابر اوزبک سے بھاگ کر ہندوستان کو فتح کرنے کو چلا آیا۔ اُسی کے قائم مقاموں نے جو سلاطین مغلیہ کہلاتے ہیں اپنی حکومت اور تسلط کو راس کماری سے لیکر کاشمیر تک اور قندہار سے خلیج بنگال تک پھیلایا۔ اورنگ زیب کی سلطنت سے اس سلطنت میں بھی تنزل شروع ہوا۔ ایک ایرانی دہلی کے خزانوں کو لوٹ کر لے گیا۔ اُس کے بعد انگلستان کے تاجروں کی کمپنی نے آنکر تو اُس کا بالکل نام ونشاں مٹا دیا۔ امیر تیمور نے ایک کتاب بہت صاف صاف ترکی زبان میں لکھی ہے جس سے اُسکی کمال درجہ کی لیاقت فرمانروائی اور سلطنت کرنے کی معلوم ہوتی ہے جن کو یہ شبہہ پڑا ہے کہ یہ کتاب کسی اور نے لکھی ہے یا اُس نے اپنے حکم سے لکھوائی ہے غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ جو حال تیمور نے اس میں لکھے ہیں اُن کا کسی اور کے قلم سے نکلنا مشکل تھا۔ اُس نے بعض باتیں اپنی سادہ لوحی کی ایسی لکھی ہیں کہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا۔ بعض انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ اس میں ایسی باتیں بنا بنا کے لکھی ہیں کہ چیونٹی کے پاؤں تلے آنے سے کلیجہ دُکھ جاتا ہے۔ بھلا جس ترک خونخوار نے شہر کے شہر ملک کے ملک بے چراغ کیے ہوں وہ اگر بدھ کا اوتار بھی بنکر دنیا میں آئے تو بھی اُس کا کلیجہ چیونٹی کے پاؤں تلے آنے سے نہ ہل جائے۔ غرض تیمور کی کوئی مدح کر کے الوہیت کے درجہ پر پہنچائے یا ہجو کر کے راس الفساق ٹھیرائے وہ دنیا کے چند نامور شہنشاہوں اور سپہ سالاروں میں سے ایک تھا۔ اس قسم کے ناموروں کے اعمال اور اخلاق کی میزان میں ایک پلڑے میں حسنات اور دوسرے میں سیات چڑھائے جاتے ہیں کوئی ایک پلڑے کو جھکاتا ہے کوئی دوسرے کو کوئی دونوں کو برابر رکھتا ہے اصل حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ترازو کا کونسا پلڑا نیچا ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ بڑے آدمیوں کی لیاقت کو بڑے ہی آدمی سمجھتے ہیں۔ ولی را ولی مے شناسد۔ نپولین بوناپارٹ جو زمانہ حال کا سکندر اعظم تھا وہ یہ کہتا تھا کہ اب بھی مسلمانوں میں ایسی طاقت باقی ہے کہ ایک امیر تیمور ان میں پیدا ہو جائے تو پھر وہ سارے یورپ کو ہرا سکتے ہیں۔ اس مقولہ پر امیر تیمور کے حال کو ختم کرتے ہیں۔

صاحب قراں کے چار پسر والا قدر تھے۔ اول غیاث الدین جہانگیر مرزا جس نے اپنے پدر بزرگوار کی اوائل سلطنت میں ۷۷۷ھ میں سمرقند میں رحلت فرمائی اُسکے دو بیٹے تھے اول محمد سلطان جسکو امیر صاحبقراں نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ روم کی فتح کے بعد ۸۰۵ھ میں حصار روم میں کوس رحلت بجایا۔ دوم پیر محمد

جسکے نام پر بڑے بھائی کے مرنے پر طغرائے ولیعہدی سربلند ہوا حضرت صاحب قراں نے آخر عمر میں اُسکی اطاعت اور سلطنت کے لیے وصیت کی تھی۔ اس وقت وہ غزنہ اور حدود ہند کا حاکم تھا ۸۰۹ھ میں اُس نے پیر علی پارس کے ہات سے شہادت پائی۔ یہ اُس کے امرا میں سے تھا۔ اس نمک حرام کی پیشانی پر داغ لعنت ابد تک لگا۔ حضرت صاحبقران کا فرزند دوم مرزا شیخ عمر تھا جو فارس میں حکومت کرتا تھا۔ وہ ۷۹۶ھ میں باپ کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوا۔ فرزند سوم جلال الدین میراں شاہ میرزا تھا جس کا مجملاً حال نیچے لکھا جائیگا۔ فرزند چہارم میرزا شاہرخ تھا کہ خراسان کا فرمانروا تھا اور باپ کے ساتھ اکثر یورشوں میں شریک ہوا تھا۔ صاحبقراں کے بعد تھوڑے دنوں فرمانروائے مستقل ہو گیا اور ایران اور توران پر اور ملک جو باپ کے قبضہ میں تھا اُس پر قبضہ کیا ۴۳ برس کامرانی کے ساتھ سلطنت کی۔ ولادت ۷۷۹ھ اور وفات ۸۵۰ھ میں ہوئی۔

جلال الدین میراں شاہ کی ولادت ۷۶۹ھ میں ہوئی اور حضرت صاحبقراں جس وقت ہند پر متوجہ ہوئے تو عراق و عرب و عجم و آذربائیجان و دیاربکر و شام کی حکومت بالکل اُسی کے سپرد کی گئی تھی۔ شکار کھیلتا تھا کہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ زین سے زمین پر وہ گرا۔ سر اور پیشانی پر آسیب عظیم پہونچا۔ گو نصیحت ہو گئی۔ مگر اعتدال طبعی نہ ہوا۔ صاحبقراں کے انتقال کے بعد ابابکر میرزا پسر کلاں میراں شاہ نے باپ کے خطبہ و سکہ کو جاری کیا۔ میراں شاہ تو اکثر تبریز میں رہتا۔ تمام مہمات سلطنت کا اہتمام میرزا ابابکر کرتا تھا۔ ۸۱۰ھ میں محاربہ قرا یوسف ترکمان حوالی تبریز میں واقع ہوا۔ اسمیں میراں شاہ شہید ہوا۔ اور اس کے آٹھ بیٹے تھے۔ ابابکر میرزا۔ النکر میرزا۔ عثمان چلپی میرزا عمر خلیل سلطان محمد میرزا۔ ایجل میرزا سیورغتمش۔

سلطان محمد میرزا۔ میراں شاہ کا بیٹا ہے اور مہر نوش جو قوم فولاد قیا سے تھی اُس کی ماں ہے یہ میرزا اپنے بھائی میرزا خلیل کے ساتھ سمرقند میں رہتا تھا۔ اور اُس کے دو بیٹے سلطان ابوسعید میرزا اور منوچہر میرزا تھے۔ سلطان ابوسعید میرزا ۸۳۰ھ میں پیدا ہوا اور پچیس برس کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اور اٹھارہ سال فرماں روائی اور کشور کشائی میں استقلال کے ساتھ اشتغال رکھا۔ ترکستان۔ ماوراءالنہر۔ بدخشاں۔ کابل۔ غزنین۔ قندہار۔ اور حدود ہندوستان پر تصرف کیا۔ اور آخر کو عراق بھی تسخیر کر لیا۔ باوجود اس دولت بزرگ و مملکت عظیم کے دوست نہیں ہوا پیشبار

جلدہم

دل اور بیدار مغز رہا اور درویشوں اور گوشہ نشینوں سے ہمت کا طالب رہا۔ ۸۷۲ھ میں آذون حسین آق قویلو کے دفع کرنے کے لیے میرزا جہاں شاہ بن قرا یوسف حاکم آذربائیجان گیا تھا مگر اُس نے بے پروائی اور بے تدبیری ایسی کی کہ وہ کشتہ ہو گیا۔ سلطان نے اُس پر لشکر کشی کی۔ آذون حسین نے ہر چند صلح چاہی مگر نہ ہوئی۔ ناگزیر اُس نے غلہ کی آمد و شد کی راہوں کو ایسا بند کیا کہ لشکر میں وہ قحط عظیم پیدا کہ چودہ روز تک خاصہ کے گھوڑوں کو بھی نہیں ملے۔ اس قحط سے لشکر پراگندہ ہوا اور میدان جنگ میں آذون حسین غالب آیا اور ۲۲۔ رجب ۸۷۳ھ کو سلطان کو آذون کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور یادگار محمد میرزا ابن سلطان محمد میرزا ابن بایسنقر میرزا ابن شاہرخ میرزا کو حوالہ کیا۔ اُس نے یہ بہانہ بنا کے شہید کیا کہ اُس نے گوہر شاد بیگم کہ بانوے شاہرخ میرزا کو قتل کیا ہے۔ مقتل سلطان ابوسعید اُس کی مرنے کی تاریخ ہوئی۔

سلطان ابوسعید کا چوتھا بیٹا عمر شیخ میرزا ہے وہ سمرقند میں ۸۶۰ھ میں پیدا ہوا۔ سلطان ابوسعید میرزا نے اول اُس کو کابل میں حاکم مقرر کیا تھا اور میرزا دادہ بابا کابلی کو اس کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ اس نے میرزاؤں کی طوی کے سبب سے درہ گز سے سمرقند میں اُس کو واپس بلا لیا۔ جشن شادی کے بعد اُس نے ولایت اندجان و تخت اور جند اُس کو حوالہ کیے اور امرا اور نواب مقرر کیے۔ تیمور تاش کو اتالیق مقرر کیا۔ ملک موروثی کی نگاہ داشت کے سبب یہ ناحیہ اُس کو عنایت کیا گیا تھا۔ حضرت صاحبقراں نے بھی اپنے بیٹے شیخ میرزا کو یہی ولایت دی تھی۔ ہم نامی کی مناسبت کے سبب سلطان میرزا نے بھی اپنے بیٹے کو یہی ولایت عطا کی۔ حضرت صاحب قراں بار بار فرماتے تھے کہ ہم نے تسخیر عالم عمر شیخ مرزا کی قوت شمشیر کی ہے اور اندجان میں اس لیے اُس کو مقرر کیا ہے کہ ہماری ولایت اور دشت قپچاق کے درمیان وہ سد شدید ہو۔ ملک کی حفاظت میں وہ اہتمام ایسا کرتا تھا کہ اہل قپچاق کا مقدور نہ تھا کہ سر اُٹھا سکیں اور فتنہ و فساد برپا کر سکیں۔ اس لیے ہم بفراغت کشور کشائی کرتے تھے۔ اس والا خرد نے بھی اپنی ولایت کی حدود مغلستان میں بھی ایسا انتظام کیا کہ لشکر بیگانہ کی مجال نہ تھی کہ اس حدود سے عبور کر سکے اور اُسکی جمعیت میں کوئی خدشہ اسباب و تفرقہ آشوب پہنچا سکے۔ یہ میرزا حسن اخلاق سخن گستر تھا۔ ارباب نظم کے ساتھ توجہ رکھتا تھا۔ اور خود بھی نظم کہتا تھا۔ طبیعت اُس کی شعر سے مناسبت رکھتی تھی لیکن اُس کو شعر کہنے کی پروا نہ تھی۔ اور اکثر اوقات کتب نظم اور تواریخ پر توجہ فرماتا تھا۔ اُسکے ساتھ اکثر شاہنامہ پڑھا جاتا تھا۔

وہ نہایت خوش صحبت و شگفتہ پیشانی و نیک محاورہ تھا۔ شعرا پیشیں کے کلام میں سے شعر مناسب محل پر پڑھتا تھا۔ اخلاق اور اطوار اُسکے حنفی مذہب کے موافق تھے۔ پاکیزہ اعتقاد تھا۔ پانچ وقت کی نماز ترک نہ کرتا اور قضائے عمر تمام پڑہیں۔ اکثر تلاوت قرآن کیا کرتا تھا۔ خواجہ عبداللہ احرار سے ارادت رکھتا تھا اور اُنکی صحبت سے مشرف ہوتا تھا۔ اور حضرت بھی اس کو بیٹا کہتے تھے۔ سخاوت کو شجاعت کے ساتھ ہم زانو اور ہمت کو قدرت کے ساتھ ہم نشیں کیا تھا۔ عدالت اُس مرتبہ پہنچی کہ ایک دفعہ اندجان کے کوہستان شرقی میں کارواں ختا آیا۔ وہاں برف ایسی پڑی کہ سارا کارواں اُسکے نیچے دبکر ہلاک ہوا صرف دو آدمی زندہ بچے۔ جب اُس کو خبر ہوئی تو محصلوں کو متعین کیا۔ کاروانیوں کا سارا مال جمع کیا ہرچند کوئی وارث حاضر نہ تھا اور اپنے تئیں احتیاج تھی مگر اُس مال کو اچھی طرح امانت رکھا۔ اور بعد ایک دو سال کے اہل کارواں کے وارثوں کو انکے وطن سے بلا کر پورا مال بغیر کسی نقصان کے حوالہ کیا ملک گیری میں بہت دفعہ آشتی کو جنگ سے اور دوستی کو دشمنی سے مبدل کیا۔ اوائل میں شراب بہت پیتا تھا اور آخر کو ہفتہ میں ایک دو مرتبہ پیتا تھا۔ معجون بہت کھاتا تھا جس سے کلے خشک ہوگئے تھے۔ نرد بہت کھیلتا تھا۔ کبھی قمار بھی کھیلتا۔ تین مرتبہ جنگ آرا ہوا۔ دل یونس خاں سے اندجان کے شمال کی طرف دریائے سیحون کے کنارہ پر اس میں مغلوب اور گرفتار ہوا۔ اس دفعہ یونس خاں نے اُس پر نیکی کرکے اپنی ولایت کو رخصت کیا۔ دوسری جنگ ترکستان لڑا۔ کنار دریا آرس پر نواحی سمرقند پر اوزبک تاخت و تاراج کرتے تھے۔ اُس نے دریا آرس سے عبور کرکے اُن کو خوب زیر کیا۔ مال و اونٹ جو وہ لوٹ لیکر چلے سب واپس لیکر مالکوں کو دیدیئے۔ خود کچھ طمع نہیں کی تیسری لڑائی سلطان احمد مرزا سے شاہرخیہ کے درمیان لڑا اُسمیں شکست پائی۔ باپ کے مرنیکے بعد اندجان میں کہ ولایت فرغانہ کا پایہ تخت تھا سریر سلطنت پر بیٹھا تاشکند و شاہرخیہ و بیرم اُسکے تصرف میں تھے۔ کئی دفعہ سمرقند پر لشکرکشی کی سلطان احمد مرزا برادر عمر شیخ میرزا والی سمرقند اور محمود خاں پسر کلاں یونس خاں جو الوس مغل کا خاں تھا دونوں نے ہم سخن ہو کر عمر شیخ میرزا پر لشکرکشی کی۔ آب خجند کے جنوب کی جانب سے سلطان احمد میرزا آیا اور شمال کی طرف سے سلطان محمود خاں کہ اس عرصہ میں عمر شیخ میرزا کو قضیہ ناگزیر تقدیر سے پیش آیا۔ ولایت فرغانہ کے سات بلاد میں سے ایک اخسکت تھا جو اخسی مشہور ہے۔ عمر شیخ مرزا نے اُس کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ یہ قسمت کی بات ہے کہ ۴۔ رمضان ۸۹۹ھ کو ایک بلند عمارت پر وہ بیٹھا ہوا کبوتروں کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ مکان

میں ایسی شکستگی آئی کہ وہ حضیض سفلی پر گر کر اوج علوی میں پہنچا۔ عمر اُس کی ۳۹ سال تھی ۸۶۰ھ میں وہ پیدا ہوا تھا۔

فرغانہ اقلیم پنجم میں سے ہی اور معمورہ عالم کے کنارہ پر واقع ہی شرق میں اُسکے کاشغر و غرب میں سمرقند جنوب میں کوہستان سرحد بدخشاں۔ شمال میں اُسکے پہلے شہر المالیغ و الماتو اور یانگی کہ معروف بہ اترار تھے مگر اُن کا کوئی نشان نہیں باقی رہا۔ اُسکے غرب میں سمرقند اور خجند ہیں کوئی پہاڑ نہیں۔ صرف اسی جانب سے کوئی بیگانہ اُس میں آسکتا ہی۔

دریائے سیحوں کہ آب خجند مشہور ہی وہ شمال سے آنکر غرب میں بہتا ہی اور خجند کی جانب شمال سے اور فنا کت (شاہرخیہ) کی جنوب سے گزرتا ہی۔ اور پھر شمال کے بائیں طرف ہو کر ترکستان کی جانب جاتا ہی۔ اور کسی دریا کے ساتھ ہمراہ نہیں ہوتا اور ترکستان کے آخر میں ریگستان میں داخل ہو کر غائب ہو جاتا ہی۔ اس ولایت میں سات قصبے ہیں۔ پانچ دریائے سیحوں کے جنوب میں اور دو اُسکے شمال میں قصبات جنوب اندجان۔ اوش۔ مرغیناں۔ آسفرہ۔ خجند ہیں۔ اور قصبات شمال کے۔ اخسی کاشان۔

عمر شیخ میرزا کی اولاد میں تین بیٹے و پانچ دختر تھے۔ سب میں بڑا ظہیر الدین محمد بابر تھا اور اُس سے دو سال چھوٹا جہانگیر مرزا۔ اس سے دو برس چھوٹا ناصر مرزا۔

بابرنامہ

حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی

۶۔ محرم ۸۸۸ھ کو قتلغ نگار خانم کے بطن سے بابر پیدا ہوا قتلغ نگار خانم یونس خاں کی دوسری بیٹی اور سلطان محمود خاں کی بڑی بہن تھی۔ اُس کا نسب اس طرح ہی کہ قتلغ نگار خانم بنت یونس خاں بن ویس خاں بن شیر علی اوغلان بن محمد خاں بن خضر خواجہ خاں بن تغلق تیمور خاں بن ایسنبوغا خاں بن دوا خاں بن براق خاں بن بیسوق توابن موالکان بن چغتائی خاں بن چنگیز خاں۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ بابر کا نسب ماں کی طرف سے چنگیز خاں اور باپ کی طرف سے چوتھی پشت میں امیر تیمور تک پہنچتا ہی اُس کی ددھیال ترک و ننھیال مغل تھی۔ مگر وہ مغلوں کو باوجود اس رشتہ مندی کے اپنی سرگزشتوں میں حقارت کے ساتھ یاد کرتا ہی۔ تاریخ ولادت مولانا جامی نے یہ لکھی ہی۔

چوں در شش محرم بزاد آں شہ مکرم   تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم

یہ تاریخ اتفاقیہ ہی۔ اس تاریخ میں شش حرف ہیں اور چھ کا عدد اہل حساب کے نزدیک عدد خیر یعنی اچھا سمجھا جاتا ہی اور لفظ ششش حرف اور نقش عدد خیر میں بھی دو تاریخیں نکلتی ہیں۔ پھر سنہ ولادت میں احاد و عشرات و مآت مساوی ہیں جو سلوک اطوار کی تسویہ پر اشارت کرتے ہیں۔ حضرت ناصر الدین خواجہ احرار نے اس کا نام ظہیر الدین محمد رکھا۔ اس نام کے الفاظ ترکوں کی زبان سے اچھی طرح نہیں ادا ہو سکتے تھے اسلیے اُنھوں نے بابر اس کا نام رکھا۔ اُنہی میں چار باغ اندجان میں بابر عیش اُڑا رہا تھا باپ کے واقعہ ناگزیر کی خبر دوسرے روز پہنچی تو وہ مع حاضر ملازمین کے قلعہ کی طرف چلا۔ جب دروازہ کے قریب پہنچا تو امیر شیرم طغائی اُس کی باگ موڑ کر نمازگاہ کی طرف اس اندیشہ سے لیگیا کہ سلطان احمد میرزا بڑی شان و شوکت کا بادشاہ ہی اور بہت سے لشکر کے ساتھ اندجان پر چلا آتا ہی کہیں ایسا نہ ہو کہ امرا غدر بچا کے بابر کو اور اُسکی ولایت کو اُسے حوالہ کریں۔ اسلیے اُس کو آورکند میں دامن کوہ میں لے گیا۔ اگر امرا کی حرام نمکی سے ملک ہات سے جائے تو بلا سے مگر بابر اس تہلکہ سے نجات پائے۔ جب امرا کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُنھوں نے خواجہ محمد درزی کو جو عمر شیخ مرزا کا بڑا قدیم نوکر تھا بابر پاس بھیجا کہ اُسکی خاطر میں جو دغدغہ ہی اُسے نکال دے۔ بابر نمازگاہ میں پہنچا تھا کہ خواجہ محمد رکاب بوس ہوا اور اپنی معقول باتوں سے بابر کا اطمینان ایسا کر دیا کہ وہ اُلٹا چلا آیا۔ جب وہ قلعہ اندجان میں آیا تو سب امرا اور ارکان دولت ملازمت میں حاضر ہوئے اور صلاح و مشورہ کر کے قلعہ کے برج و بارہ کے ضبط و ربط میں مشغول ہوئے۔ ایک دو روز میں بعضے وہ امرا بھی آگئے جو باہر گئے ہوئے تھے۔ پھر سب یکدل و یکجہت ہو کر قلعہ داری میں مشغول ہوئے۔

سلطان احمد مرزا نے اُتیپہ و خجند و مرغینان کو تسخیر کر لیا اور اندجان کے قریب جا کر وہ پرقبا میں فروکش ہوا۔ بابر نے خواجہ اوذون حسین و خواجہ حسین کو ایلچی بنا یا اور اُنکی معرفت سلطان احمد مرزا سے یہ عرض کیا کہ اس ولایت میں اگر آپ اندجان کو فتح کیجیے گا تو خود یہاں نہیں رہیے گا سمرقند کو تشریف لیجایئے گا۔ یہاں کسی اپنے ملازم کو مقرر کر کے چھوڑ جایئے گا۔ بابر بھی آپ کا ملازم ہی اور فرزند بھی ہی۔ اگر اسکو یہاں کی خدمت کے عہدہ پر مقرر فرمائیں تو بہتر اور آسان تر فیصلہ ہو جائیگا۔

سلطان احمد مرزا کم سخن تھا فقیرانہ طبیعت رکھتا تھا۔ کوئی کام اور امر بغیر امرا کے قرار نہ پاتا تھا۔ امرا اس عرض پر ملتفت نہوئے سخت جواب دیئے اور آگے کوچ کیا۔ مگر اُسکے لشکر پر یہ آفتیں آئیں۔ کہ اول دریا قبا کا پانی سیاہ تھا۔ سوا پل کے کہیں اور سے اُسپر گذر نہیں ہو سکتا تھا۔ پل پر اتنے آدمیوں کا ہجوم ہوا کہ ایک دوسرے پر آدمی

چچا اور ماموں سے معاملات

گرنے لگے اور گھوڑے اور شتر سپاہ آب میں ڈوب کر مرنے لگے۔ لشکر پر تین سال پہلے بھی دریا کے اترنے میں یہ آفت آئی تھی۔ اسلیے وہی وہم پھر لشکر پر غالب ہوا۔ دوم گھوڑوں میں وبا ایسی پھیلی کہ طویلے کے طویلے خالی ہوگئے۔ سوم بابر کی رعیت و سپاہ کو ایسا یکدل و یکجہت پایا کہ جب تک اُنکی تن میں جان میں طاقت و توان باقی ہی جانبازی کرینگے اور پہلوتہی نہ کرینگے۔ ان وجوہ کے سبب سے وہ اپنے آگے بڑھنے سے پریشان و پشیمان ہوا۔ جب اندجان سے ایک کروہ (چار میل) پر پہنچے تو اُنھوں نے درویش محمد خان کو صلح کے لیے بھیجا قلعہ کے اندر سے حسن یعقوب بھیجا گیا دونوں نے نمازگاہ میں صلح کی شرائط ٹھرائیں اور واپس آئے۔ غرض سلطان احمد مرزا نے مصلحت سمجھکر صلح کرلی اور سمرقند کو روانہ ہوا۔ مگر راہ ہی میں تھا کہ موت نے آلیا اپنے بڑے بھائی عمر شیخ مرزا کے مرنے کے بعد چالیس روز وہ زندہ رہا۔ اب چچا سے بھتیجے کا یوں پیچھا چھٹا تھا کہ ماموں سے سامنا آن پڑا۔ دریا خجند کی جانب شمال سے سلطان محمود خاں نے آن کر اخسنی کا محاصرہ کیا۔ اخسنی میں بابر کا چھوٹا بھائی جہانگیر میرزا اور ایک گروہ کثیر امرا کا تھا۔ ویس لاغری اور میر غیاث طغائی بھی وہاں تھے اُن کو اور امرا سے ایسا وہم پیدا ہوا کہ وہ کاشان میں کہ ویس لاغری کی ولایت تھی چلے آئے۔ بابر کے سب سے چھوٹے بھائی ناصر میرزا کا ویس لاغری اتالیغ تھا اور ناصر میرزا یہاں کاشان میں نہیں تھا۔ جب کاشان کے نواح میں محمود آیا تو ان امرا نے خان کی خدمت جاکر کاشان کو اُس کے حوالہ کردیا۔ اور ناصر میرزا کو ویس لاغری گرفتار کرکے سلطان احمد میرزا پاس لے گیا۔ اُس نے مزید ترخاں کے سپرد کردیا۔ اب محمود خاں اخسنی کے پاس گیا اور چند مرتبہ لڑا اور ناکام رہا۔ اخسنی کے امرا اور جوانوں نے خوب جانبازی کی۔ اس اثنا میں سلطان محمود خاں بیمار ہوگیا اور لڑائی سے بھی تنگ ہوگیا تھا۔ اُس کو معلوم ہوا کہ سلطان احمد میرزا نے صلح کرلی اور قلعے کے فتح ہونے کی بھی اُمید نہیں ہے تو وہ لڑائی کو ختم کرکے اپنی ولایت کو چلا گیا۔ مگر خان دوسری جانب میں زیادہ کامیاب ہوا۔ ناحیہ ارتیپہ یا اسروشنہ جو فرغانہ کے قرب میں تھا اور کچھ برسوں سے شیخ عمر میرزا کے قبضہ میں تھا اُس کے مرنے سے پہلے سلطان محمود خان کی سپاہ نے اُس پر قبضہ کرلیا تھا اور خان نے اپنے گوکل تاش (دلی دوست) محمد حسین میرزا دوغلات کو وہاں کی حکومت دی تھی۔ یہ بڑا بیٹا حیدر میرزا امیر کاشغر کا تھا اور اُس نے خان کی ایک بہن سے شادی کی تھی۔

بابر کے سر پر جیسا کہ بارہ برس کی عمر میں باپ کے مرنے سے تخت و تاج کا بار پڑا تھا ایسا ہی ماں باپ

کے بھائیوں یعنی چچا و ماموں کی تلوار کے ہاتھ سے بچنا دشوار ہوگیا تھا۔ اُن کے حملوں سے ابھی نجات ہوئی تھی کہ ابوبکر میرزا دوغلات حاکم کاشغر اوزکند یارکند تک تخت و تاراج کرتا ہوا فرغانہ کے مشرق میں آموجود ہوا مگر اس حملہ کا ایک کاؤ آسانی سے ہوگیا جب اس سے بابر کی سپاہ لڑنے کو گئی تو اُس نے صلح کر لی اور کاشغر کے پہاڑوں کے پار چلا گیا۔

حسن یعقوب کا منحرف ہونا

دشمنوں سے فرصت ملی تھی کہ گھر میں ایک فساد کھڑا ہوا حسن یعقوب جس کو اندجان کی حکومت اور اختیار اندرخانہ بابر نے دیا تھا وہ منحرف ہوگیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ بابر کو معزول کرکے اُسکے بھائی جہانگیر میرزا کو بادشاہ بنائے۔ مگر سپاہ اور امراسے اُس کا اختلاط خوب نہ تھا اسلیے اُس کا بھانڈا پھوٹ گیا اور اُس کا ارادہ معلوم ہوگیا بابر کی نانی ایسن دولت بیگم رائے و تدبیر میں ایسی لائق تھی کہ ایسی عورتیں کمتر ہوتی ہیں اس کی صلاح و مشورہ سے یہ قرار پایا کہ حسن یعقوب معزول کیا جائے۔ یہ خبر اُس کو بھی معلوم ہوگئی تو وہ سمرقند کی طرف کندبادام تک گیا تھا کہ چند روز بعد اُس نے اندیشہ فاسد حصنی کے فتح کرنیکا کیا جب وہ اس نواح میں آیا تو لشکر اُس کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا جس میں وہ ایک تیر کے لگنے سے ہلاک ہوا ؎

چو بد کردی مباش ایمن ز آفات	که واجب شد طبیعت را مکافات

بابر کا ... فتح ہونا

عمر شیخ میرزا کی خدمت میں لڑکپن سے ابراہیم سارو رہتا تھا اور اسی خدمت گاری سے امیر ہوگیا تھا مگر وہ میرزا سے منحرف ہوگیا تھا اُس نے قلعہ اسفرہ میں آنکر بایسنغر خاں کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور مخالفت شروع کی بابر اُس کے دفع کرنے کے لیے لشکر لیکر گیا۔ چالیس روز تک قلعہ کا محاصرہ رہا۔ دو تین جگہ سرکوب بنائے اور نقب لگائے ابراہیم سارو ایسا عاجز ہوا کہ ترکش اور شمشیر گلے میں ڈال کر بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ سپرد کیا۔ پہلے لکھ چکے ہیں کہ خجند بھی عمر شیخ میرزا کے عہد میں سلطان محمد میرزا نے لے لیا تھا۔ جب بابر یہاں آیا تو بے مضائقہ یہاں کے قلعہ دار نے اُس کو قلعہ سپرد کر دیا۔

سلطان محمود خاں سے ملاقات

سلطان محمود خاں اُس وقت شاہرخیہ میں آیا ہوا تھا۔ بابر نے یہ سمجھکر کہ مجھ میں اور سلطان میں کچھ فاصلہ نہیں ہے اُس کو باپ اور بڑے بھائی کی جگہ سمجھکر اُس سے ملنے کا قصد کیا تاکہ پہلی کدورتیں رفع ہوجائیں وہ شاہرخیہ میں ماموں پاس گیا جس نے اُس کو اپنے پہلو میں بٹھا کر شفقت و مہربانی کی بعد ایک دو روز کے بابر اخسی کی طرف آیا۔ فرغانہ اور کاشغر کے درمیان ایک قوم جگرک رہتی تھی پانچ چھ ہزار خانوار رکھتی تھی۔ گھوڑے اور گوسفند و گائے بہت اُس پاس تھے۔ بابر نے قاسم بیگ

اور لشکر کو بھیجکر بیس ہزار گوسفند اور پانچ سو گھوڑے اُس سے لیے اور لشکر کو تقسیم کر دیا۔

محمود مرزا کے مرنے سے اور بایسنغر خاں کے جانشین ہونے سے سمرقند میں بڑے بڑے شور و فساد پیچ رہے تھے۔ بابر ان سب کو بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اب اُس کا بھی ارادہ ہوا کہ اپنے باپ دادا کے ملک کا داعیہ کیجیے۔ اس وقت اس بدنصیب دولتمند شہر پر ایک ہی وقت میں تین شخص حملہ آور ہوئے اندجان سے بابر اُس پر چڑھا مسعود مرزا حصار سے آیا۔ سلطان علی مرزا بخارا سے۔ سلطان علی نے بابر سے کہا کہ آؤ ہم تم آپسمیں صلح کر لیں اور متفق ہو کر کام کریں۔ بابر نے اس صلح کو منظور کر لیا۔ یہ مصالحت اس سبب سے نہ تھی کہ ان دونوں میں آپسمیں اعتبار تھا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ دونوں ایک شخص کے دشمن تھے غرض دونوں گھوڑوں پر سوار آپسمیں ملے۔ چار پانچ آدمی ہر ایک کے ساتھ تھے۔ موسم زمستاں قریب تھا سمرقند کے گرد سپاہیوں کا ہجوم اس قدر ہوا تھا کہ اب شہر سے لشکروں کے مایحتاج کا بھی انصرام نہیں ہو سکتا تھا اسیلیے حملہ آور شاہزادے مجبور اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔

جب بابر اور سلطان علی میرزا میں ملاقات ہوئی تھی تو یہ امر مقرر ہوا تھا کہ تابستان میں وہ بخارا سے اور بابر اندجان سے سمرقند کا محاصرہ کرنے آئیں۔ اسیلیے ماہ رمضان ۹۰۲ھ میں بابر اندجان سے روانہ ہوا اور لشکر کو بایسنغر میرزا کے ملک میں لے گیا۔ یام میں کہ سمرقند سے کچھ دور نہ تھا خیمہ زن ہوا۔ ماوراءالنہر میں یہ ایک عجب تہذیب کی بات تھی کہ جو سپاہی کہ شہر کو محصور کیے ہوئے تھے اُن میں شہری و بازاری اس قدر آئے تھے کہ اردو شہر معلوم ہوتا تھا۔ جو چیز شہر سے طلب کرتے وہ لشکر میں موجود ہوتی بابر نے لکھا ہے کہ لشکر ہمارا یام میں تھا کہ شہر کے بازاری اور غیر بازاری بہت سے لشکر کے بازار میں آگئے تھے اور سودا بیچکر سود حاصل کرتے تھے کہ ایک بار ظہر کی نماز کے بعد ایک غوغائے عام ایسا اُٹھا کہ ان مسلمانوں کا تمام مال تاراج ہو گیا۔ لشکر کا انتظام اور حفظ ایسا تھا کہ بادشاہ کا حکم ہوا کہ کسی شخص کا مال اسباب کوئی اپنے پاس لشکر کا آدمی نہ رکھے اور سب مال جمع کر کے واپس دیا جائے پھر دن نہ چڑھا تھا کہ مالکوں پاس سارا اسباب پہونچ گیا۔ اور لشکر نے اُن کا کوئی سوئی تاگا تک اپنے پاس نہیں رکھا۔ یام سے یورت خاں کی طرف بابر گیا اور چالیس پچاس روز یہاں قیام رہا۔ اس قیام میں کئی دفعہ اندر اور باہر کے جوانمردوں میں لڑائیاں ہوئیں۔ ایک دفعہ اہل قلعہ نے یہ فریب کیا کہ آدمی بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ ہمارے عاشقان کی طرف سے تم آؤ تو ہم تم کو قلعہ دیدینگے اس خیال سے رات کو

بابر سوار ہوکر پل پر آیا اور چار ہو دیر جوانمرد پیادوں کی ایک جماعت روزانہ کی کہ شہر کے اندر کے آدمی چار پنجیاں روفن کرکے لائے تھے تو سپاہ کو اُن کی دغا کا حال معلوم ہوا۔ جو جوانمرد جلد باز تھے وہ قتل ہوگئے۔

اب مقام یورت خاں سے بابر نے جو اپنے لشکر کے چند مقام شہر کے گرد بدلے تو شہر والوں نے جانا کہ وہ اُلٹا جاتا ہے تو سپاہی اور شہری لڑنے کے لیے باہر نکل پڑے۔ مگر بابر کے لشکر نے اُن کو شکست دی اور اُن کے بڑے بڑے جوانمردوں کا خون کیا اور غار عاشقاں میں جو بابر کے سپاہی مارے گئے تھے اُن کا انتقام لیا۔ اہل سمرقند کو پوری شکست ہوئی اور پھر وہ قلعہ سے باہر نکل سکے اور نوبت یہانتک پہونچی کہ بابر کا لشکر خندق کے قریب ایسا ہوگیا کہ اندر جاکر آب و غلہ لے آتا۔

اب آفتاب برج میزان میں داخل ہوا۔ بابر نے مجلس مشورہ کو جمع کیا۔ سب نے کہا کہ اہل شہر ایسے عاجز ہورہے ہیں کہ ایک دو روز میں بعنایت الٰہی ہم شہر کو لے لیتے ہیں نہیں تو سردی کی تکلیف اُٹھانی پڑیگی اس لیے بہتر ہوگا کہ شہر کے پاس سے چلکر کہیں ایک قلعہ میں قشلاق موسم سرما کے رہنے کا مکان بنائیں کہ اگر وہاں سے چلے جانے کی ٹھیرے تو بے تردد چلے جائیں اس قشلاق کے واسطے خواجہ دیدار کا قلعہ تجویز ہوا۔ وہاں سے کوچ کرکے اس اولانگ (سبزہ زار) میں کہ قلعہ خواجہ دیدار کے آگے تھا فروکش ہوئے اور جب قلعہ میں مکانات تیار ہوگئے تو اُس کے اندر چلے گئے۔ اس عرصہ میں شیبانی خاں پاس بایسنغر نے متواتر آدمی بھیجے۔ وہ بطور ایلغار کے ترکستان سے چلکر بابر کے لشکر کے سر پر آیا۔ باوجودیکہ لشکر جمع نہ تھا بہت سے آدمی اُس کے مصلحت قشلاق کے لیے رباط خواجہ عمر میں بعض شیراز میں دور چلے گئے تھے۔ مگر لشکر درست کرکے شیبانی خاں سے لڑنے کو بابر مستعد ہوا۔ مقابلہ شیبانی خاں نہ کرسکا سمرقند کو چلا گیا۔ بایسنغر خاں کے حسب مراد شیبانی خاں سے کام نہ ہوسکا اسلیے وہ مایوس ہوکر اور کچھ کام نہ کرکے ترکستان کو واپس آیا۔ بایسنغر خاں سات مہینے تک زحمت اُٹھاتا رہا شیبانی خاں سے توقع تھی وہ بھی منقطع ہوئی۔ اسلیے دو تین سو بھوکے ننگے آدمیوں کو لیکر کندز کو سمرقند سے بھاگ گیا۔ بابر بمجرد بایسنغر خاں کے فرار ہونیکی خبر سنکر خواجہ دیدار سے سوار ہوکر سمرقند پر متوجہ ہوا راہ میں اکابر و امرا و خوانین استقبال کو آئے۔ ربیع الاول ۹۰۲ھ کو شہر اور ولایت سمرقند مسخر ہوگئے بابر کی عمر اس وقت پندرہ برس کی تھی۔

سمرقند کا حال یہ نوجوان بادشاہ اس طرح لکھتا ہی کہ اُس کو ملک ما ورا النہر کا دار السلطنت امیر تیمور نے مقرر کیا تھا۔ ربع مسکون میں اُس کی برابر کمتر لطیف شہر ہیں۔ ابتک کسی باغی (نافرمان) نے قہر و غلبہ سے اُس پر قبضہ نہیں پایا تھا اسیلیے اُس کو بلاد محفوظہ کہتے ہیں۔ مغول و الوس ترک اُس کو سمرکنت کہتے ہیں حضرت عثمان کی خلافت میں یہ شہر مسلمان ہوا۔ اب سارے باشندے اسکے سنی پاک مذہب و تشرع و پاک دین ہیں۔ ماورا النہر میں جیسے ائمہ اسلام پیدا ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ کسی اور ولایت میں بھی پیدا ہوسے ہوں شیخ ابو منصور بایزیدی ائمہ کلام میں سے ہی۔ بایزید سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہی دوسرے صاحب بخاری خواجہ اسمعیل احرار بھی ماورا النہری ہی۔ صاحب ہدایہ مرغینان کا ہی جو ولایت فرغانہ کا ایک حصہ ہی۔ مذہب حنفیہ میں ہدایہ سے زیادہ معتبر کتاب فقہ میں کم ہی اس کے باغات۔ مساجد۔ مدارس۔ عمارات کی بہت تعریف لکھی ہی۔ ایک مسجد کو لکھا ہی کہ اس صنعت سے بنایا ہی کہ اگر اُس کے صحن پر لات ماریئے تو بق بق کی آواز نکلتی ہی۔ ایک مسجد جمعہ پتھر کی ہندوستان کے سنگ تراشوں نے بنائی ہی اُس کے پیش طاق کے کتابہ میں قران کی آیات ایسی جلی لکھی ہیں کہ ایک کروہ کے فاصلہ سے آدمی آسانی سے پڑھ سکتا ہی۔ ایک کوشک کلاں میں امیر تیمور کی جنگ ہندوستان کی تصویر بنی ہوئی ہی۔ مرزا الغ بیگ نے بہت سی عمارات بنائی ہیں منجملہ اُن کے ایک دامنہ پشتہ کوہک میں ایک عمارت عالیشان رصد ہی کہ زیچ بنانے کے آلات وہاں موجود ہیں الغ بیگ مرزا نے اس رصد سے زیچ گورکانی لکھی ہی جس پر اب عمل ہوتا ہی پہلی زیچیں سب اس کے آگے معطل ہیں۔ اس سے پہلے زیچ ایل خانی پر عمل ہوتا تھا جس کو خواجہ خضر نے ہلاکو خاں کے زمانہ میں لکھا تھا۔ غالباً دنیا میں آٹھ سات رصدوں سے زیادہ نہیں بنائی گیئں۔ خلیفہ ہارون رشید نے ایک رصد بنائی تھی کہ جس سے زیچ مامونی بنائی گئی۔ اب بطلیموسی رصد بنائی گئی تھی۔ ہندوستان میں راجہ بکرماجیت کے عہد میں اجین میں کہ مالوہ میں ہی رصد (جنتر منتر) بنائی گئی تھی جسپر ہندوؤں نے عمل کرکے زیچ بنائی ہی اسپر ۵۸۴ برس گذر چکے ہیں بہ نسبت اور زیچوں کے ناقص ہوگئی ہی ایک تخت ایک پتھر کا ہی جس کا طول تخمیناً چودہ پندرہ گز کا اور عرض سات آٹھ کا وار تفاع ایک گز کا۔ ایسے سنگ کلاں کو دور سے لائے ہیں اس میں درز پڑ گئی ہی۔ بعض مکان چینی کے بنے ہوئے ہیں سمرقند کے شہر میں ایک خصوصیت ہی جو اور شہروں میں نہیں ہی کہ ہر ایک حرفہ کا بازار جدا جدا ہی کوئی مخلوط نہیں مخلل

قرمزی وکاغذ یہاں کا مشہور ہی۔ امیر تیمور نے جو کہا تھا کہ میرے پاس ایک باغ ہی کہ جس کا طول تیس
و سنگ (۱۲۰ میل) ہی وہ باغ سعد میں تھا۔ جو ماورا النہر کا ایک بڑا شہر ہی۔ وہ سمرقند کے میوؤں
کی بہت تعریف کرتا ہی۔ اہل شہر کی زبان فارسی ہی۔ اہل قصبات و دہات کی زبان ترکی ہی وہ لکھتا
ہی کہ امیر تیمور نے سمرقند کی حکومت جہانگیر مرزا کو دی تھی۔ جہانگیر مرزا کے مرنے کے بعد اُس کے
بڑے بیٹے محمد سلطان جہانگیر کو وہ ملی اور شاہرخ مرزا نے تمام ماورا النہر کو فتح کرکے مرزا الغ بیگ
کو یہاں کی فرمانروائی دی۔ الغ بیگ کو اُس کے بیٹے عبداللطیف عباس نے مارڈالا تاریخ وفات یہ ہی

الغ بیگ بحر علوم و خرد | کہ دنیا و دیں را ازو بود پشت
زعباس شہد شہادت چشید | شدش حرف تاریخ عباس کشت

باپ کو مار کر وہ بھی پانچ مہینے سلطنت نہ کرسکا اُس کی نسبت یہ بیت مشہور ہی ؎

پدرکش بادشاہی را نشاید | اگر شاید بجز شش مہ نپاید

عبداللطیف کو باباحسین نے مارا۔ باباحسین کشت اسکے مرنے کی تاریخ ہی۔ عبداللطیف کے بعد الغ بیگ
کا داماد عبداللہ مرزا تخت پر بیٹھا۔ ڈیڑھ دو سال سلطنت کی ہوگی کہ سلطان ابوسعید فرماں روا ہوا
اور اُس نے اپنی زندگی میں سلطان احمد مرزا کو یہاں کی حکومت دی۔ بعد سلطان ابوسعید مرزا کے
سلطان احمد مرزا بادشاہ ہوا اور بعد اُس کی وفات کے سلطان محمود مرزا اور سلطان مرزا کے بعد
بایسنغر مرزا تخت سمرقند پر بیٹھا۔ ترخانیوں کے غوغا میں بایسنغر مرزا مقید ہوا۔ اور ایک دو روز
کے لیے اُس کے چھوٹے بھائی سلطان علی مرزا کو تخت پر بٹھادیا۔ پھر بایسنغر مرزا نے تخت لے لیا
اور اُس سے بابر نے سلطنت لے لی۔ بابر نے تخت پر بیٹھکر امرا سمرقند پر عنایت کی اور جو امرا
اُس کے ہمراہ تھے اُن پر بھی شفقت کی۔ سلطان احمد تنبل کی رعایت زیادہ کی گئی۔ سمرقند سات
مہینے کے محاصرہ میں بہت سی تشویش کے بعد حاصل ہوا تھا۔ بابر نے سمرقند کو حملہ کرکے تو فتح نہیں
کیا تھا بلکہ اہل سمرقند نے خود اپنے تئیں اسکو حوالہ کیا تھا۔ اس لیے وہ لشکر کو حکم اس شہر کے لوٹنے
کا نہیں دے سکتا تھا جس کو وہ اپنا دارالسلطنت بنانا چاہتا۔ سوا اس کے اس وقت سمرقند کا
حال ایسا خراب تھا کہ وہ مدد تخم و تقاوی کا محتاج تھا۔ اس سے بھلا کیا کوئی چیز لے سکتا تھا۔ اس
سبب سے اُس کے لشکر کے آدمی ناراض ہوئے کہ غنیمت کچھ ہاتھ نہ لگی نہ بادشاہ تو وہاں کو کچھ

دے سکا اسلیے اُن کو اپنا گھر یاد آیا۔ ایک ایک دو دو کر کے بھاگنے شروع ہوئے اور مغل سب بھاگ گئے اور فرغانہ میں جاکر باقی فوج کو بہکانے لگے۔ احمد تنبل جو اندجاں میں بابر کی طرف سے حاکم تھا وہ بھی اور امیروں کے ساتھ ملکر باغی ہوگیا۔

اب بابر نے اس فتنے کے دور کرنے کے لیے خواجہ قاضی کو بھیجا کہ وہ اپنے دوست اوزون حسن کے ساتھ ملکر اُن لوگوں کو جو بھاگ گئے ہیں خود سزا دے یا پکڑ کر بھیجدیے۔ مگر معلوم ہوا کہ اوزون حسن نمک حرام خود بھاگنے والوں کا سردار بن کر فتنے برپا کرتا تھا۔ اوزون حسن اور احمد تنبل نے فتنہ پردازوں کا گروہ کھڑا کر کے جہانگیر مرزا کو اندجان کا فرمانروا بنانا چاہا۔ اور بابر پاس پیغام بھیجا کہ اب آپ کو سمرقند ہات لگ گیا ہی وہاں آپ فرماں روائی کیجیے اور یہاں اندرجاں اور اخشی میں آپ کا چھوٹا بھائی جہانگیر مرزا حکم رانی کریگا۔ بابر کا ماموں بھی جو تاشقند کا مغل بادشاہ تھا ان ملکوں کو مانگتا تھا۔ بابر نے جو بھائی اور ماموں کے ان دعووں کا بیان لکھا ہے وہ صاف صاف نہیں ہے۔ مگر دونوں کا دعویٰ خالی از انصاف نہیں تھا۔ مغلوں کے ہاں اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد ہر بیٹے کو جدا جدا التمغا ملا کرتی تھی جس کے سبب بھائیوں میں آپس میں عناد فساد رہتا تھا۔ بابر اور جہانگیر دونوں کی مائیں مغلانیاں مختلف فرقہ کی تھیں۔ باپ کے مرنے کے بعد اخشی کی التمغا جہانگیر کے پاس تھی۔ اس کے مغل بہت طرفدار تھے اور اُس کو آزاد بنانا چاہتے تھے۔ ابتدا میں جو بابر پر آفتیں زیادہ آئیں اُس کا سبب یہی تھا کہ یہی بھائی جو اُس کا معاون اور یار و یاور ہوتا مخالف ہوگیا۔ اور اس سبب سے فرغانہ کی قوت جو ان دونوں بھائیوں کے اتحاد سے پیدا ہوتی ضعیف ہوگئی۔ بابر کو چاہیے تھا کہ جب ملک سمرقند اُس کو ہات لگا تھا تو فرغانہ جہانگیر کو دیدیتا وہ اس کا مستحق تھا۔ محمود خاں کے دعوی کی نسبت بابر لکھتا ہی کہ اگر محمود خاں کے ساتھ کوئی وعدہ ان ولایتوں کے دینے کا نہیں ہوا اور اُس نے معتمد کمک بھی نہیں کی مگر وہ اُس کو طلب کرتا ہی۔ اگر یہ ملک جہانگیر مرزا کو دیدیئے جائیں تو ماموں سے القطع ہو جائیگی۔ سوائے اس کے جو لوگ بھاگ گئے ہیں وہ بطریق تحکم دعوی کرتے ہیں اگر اس معاملہ میں کوئی پہلے بات مقرر ہوئی ہوتی تو اُس کے مانگنے کی وجہ معقول ہوتی۔ یہ تحکم بابر سے اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ بابر نے خواجہ التون کو بھیجا کہ وہ نصیحت کر کے لوگوں کے دلوں سے وہم کو دور کرے۔ مگر

نمک حراموں نے لوگوں کو ایسا بہکار کھا تھا کہ وعدہ وعید و نصیحت و تہدید کچھ اثر اُن پر نہیں کرتا تھا۔ احمد تنبل اور اوزون حسن نے ایک جماعت کو بھیکر التون کو قتل کر ڈالا۔ اور ان دونوں سے جہانگیر مرزا

اندجان کا محاصرہ

کو ساتھ لیکر اندجان کا محاصرہ کیا۔ اندجان سے جب بابر آیا تھا تو اُس نے علی دوست طغائی کو اور احسنی میں اوزون حسن کو چھوڑ آیا تھا۔ پھر خواجہ قاضی کو سمرقند سے بھیجا تھا۔ اس نے قلعہ داری میں بابر کی نیک خواہی کے لیے بڑا اہتمام کیا اور اٹھارہ ہزار گوسفند اپنے پاس سے قلعہ کے اندر جو جوان تھے اون کو تقسیم کر دیئے۔ مدت محاصرہ میں بابر کی ماؤں اور نانی اور خواجہ قاضی نے متصل خط بھیجے کہ ہم اس طرح محاصرہ میں گھرے ہوئے ہیں اگر ہماری فریاد نہ سنوگے تو تمام کام خراب ہو جائیگا۔ سمجھ لو کہ اندجان کی قوت سے سمرقند کو تسخیر کیا تھا اگر اندجان ہات میں رہیگا تو خدا تعالیٰ پھر سمرقند دلا دیگا۔

بابر کا علیل ہونا

بابر پاس اس مضمون کے خط برابر چلے آتے تھے وہ اس وقت سخت بیمار ہو کر تندرست ہوا تھا۔ نقاہت سے فراغت نہوئی تھی کہ اس تشویش سے عود مرض ہوا اور ایسا بیمار ہوا کہ چار روز تک روئی کے پھوئوں سے منہ میں پانی چوایا جاتا تھا۔ سب امرا کو اُس کی زندگی سے مایوسی ہوئی وہ اپنے اپنے کام کی فکر میں ہوئے۔ ان دونوں میں اوزون حسن کا نوکر ایلچی گری کے لیے آیا تھا۔ امرا نے بابر کو دکھا کر اُس کو رخصت کر دیا۔ چار پانچ روز بعد بابر کا حال کچھ اچھا ہوا مگر زبان میں کلالت باقی تھی۔ چند روز بعد پھر ماں اور نانی کے اور مولانا قاضی کے جو اُس کا اُستاد اور پیر تھا تقاضے کے خط آئے تو ماہ رجب ۹۰۳ھ ۱۴۹۸ کو وہ سمرقند سے اندجان کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی خجند میں پہنچا تھا کہ ایک آدمی خبر لایا کہ علی دوست طغائی نے جب بادشاہ کی علالت کا ایسا حال سُنا کہ زندگی کی اُمید

اندجان کا حوالہ کردینا

نہیں رہی۔ اس بات کو بہانہ بنا کے اُس نے قول قرار کر کے اندجان کو مخالفوں کے حوالہ کیا اور جب خجند میں بابر کے پہونچنے کی خبر سنی تو مولانا قاضی کو بھی شہید کیا اور سب کو لوٹ لیا۔ بابر کی ماں اور نانی کو خجند میں اُس پاس بھیجدیا۔ اندجان کے لیے سمرقند کو چھوڑا تھا سو وہ بھی ہات سے گیا وہی مثل ہوئی

بابر کے مصائب

از انجا رانده وز اینجا مانده۔ یہ وقت اُس پر بہت شاق و دشوار گزرا۔ جب سے بادشاہ ہوا تھا اس طور کے رنج و مشقت نہیں اُٹھائی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ فرغانہ اور سمرقند دونوں سے محروم ہوا تو اُسے اپنے ماموں سلطان محمود خاں پاس قاسم بیگ کو تاشکند بھیجا کہ وہ ماموں سے اندجان آنے کی

درخواست کرے۔

بابر کی اس درخواست پر محمود خاں سوار ہوکر اخسی میں آیا۔ اگرچہ اس کے اخلاق اور اطوار خوب تھے مگر وہ سپاہ گری اور سرداری سے بہت بے بہرہ تھا۔ مخالف بھی لشکر لیکر اخسی میں آموجود ہوئے اُنھوں نے اپنی خلاصی کے لیے ایلچی بھیجا اور ایسی جھوٹی باتیں دل فریب خاں کے ساتھ بنائیں اور بیچ کے آدمیوں کو رشوت دی کہ خان الٹا چلا گیا۔ اور ان بھانجوں کے جھگڑے میں نہ بولا۔ بابر کے پاس جو آدمی اور جو ان تھے اُنکے بال بچے اندجان میں تھے جب اُن کو اندجان کی تسخیر سے مایوسی ہوئی تو سات آٹھ سو آدمی جن میں امیر غریب سب طرح کے آدمی تھے بابر کو چھوڑ کر چلے گئے اس پاس تخمیناً دو سو آدمیوں سے زیادہ اور تین سو سے کم باقی رہے۔ اسوقت وہ ایسی دشواری میں پڑا کہ بہت رویا اور خجند میں آیا جہاں ماں اور نانی اور رفیقوں سے ملا۔ اور ماہ رمضان یہیں بسر کیا۔ پھر اس کا ارادہ ہوا کہ سمرقند کو لیجیے اس مطلب کے لیے محمود خاں سے کمک طلب کی اُس نے اپنے بیٹے سلطان محمد خاں کو پانچ چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ سمرقند کی طرف روانہ کیا۔ جب مجھے خاں نے سنا کہ شیبان اُزبک تاخت وتاراج کرتا ہوا چلا آتا ہے تو وہ اُلٹا پھر گیا۔ بابر بھی خجند کو واپس آیا۔ دغدغہ سلطنت وداعیہ ملک گیری میں ایک دو مرتبہ کام کے نہ بننے سے خالی نہیں بیٹھا جاتا ہے۔ اس لیے بابر تاشکند میں ماموں پاس گیا۔ اور وہاں اپنے عزیزوں سے ملکر بہت خوش ہوا۔ ماموں نے آٹھ سات سو آدمیوں سے کمک کی۔ اس کمک کو لیکر قلعہ پشوخ کو جو خجند سے چالیس میل تھا اُس نے فتح کیا۔ یہاں خربوزہ بہت عمدہ ہوتا ہے۔ امراسے مغول نے عرض کیا کہ اس قلعہ کے لینے سے ہمارا کیا کام چلے گا۔ بابر کے نزدیک بھی یہی مصلحت ہوئی کہ وہ قلعہ کو چھوڑ کر پھر خجند میں آگیا۔ یہ چھوٹی سی جگہ تھی۔ وہاں دو سو آدمیوں کا گزارہ تشویش کے ساتھ ہوتا تھا۔ جو صاحب داعیہ سلطنت ہو اُس سے کیا نچلا بیٹھا جاتا ہے اس لیے اُس نے اپنے ماموں محمد حسین گورکان دوغلات سے بار بیلاق وساغرج کے دیہات مستعار جاڑا بسر کرنے کے لیے مانگ لیے۔ بابر یہاں چلا آیا۔ اور بار بیلاق کے قلعے خواہ بسخن خواہ بزور لے لیے جاڑے بھر یہی ہوتا رہا کہ بعض قلعے عیاری ورندی ودزدی سے لے لیے کچھ جنگ کے زور سے لیے۔ جب نوجوان بادشاہ بابر سمرقند میں سو دن سلطنت کر کے چلا آیا تو اُس کے بعد سمرقند میں اُس کے چچیرے بھائی سلطان علی مرزا کا کم نجارا کا تسلط

ہو گیا تھا۔ یار بیلاق سمرقند سے تعلق رکھتا تھا اس لیے سلطان علی ان غاصبوں کو نکال لینے کے لیے بہت سی سپاہ لیکر آیا۔ بابر پاس تین سو آدمی تھے وہ کب اس سے لڑ سکتا تھا۔ ناچار جو کچھ تھوڑا سا ملک فتح کیا تھا اسے چھوڑنا پڑا۔ اب یہ دل بھی اس کا نہ چاہتا تھا کہ خجند میں جائے جس کے باشندوں نے دو ڈیڑھ برس تک اپنے مقدور سے زیادہ اُس کی خدمت کی تھی۔ اور یہ بھی سوچا کہ خجند میں جا کر کام کیا کرونگا۔ اس تردد و پریشانی میں وہ بیلاق میں اور اتپہ کے جنوب میں کچھ دنوں اس نواح میں پریشان سرگردان رہا۔ حیران تھا کہ کہاں جائیے کہاں رہیئے کہ خواجہ ابو المکارم ایک بزرگ جو اسی کی طرح جلاوطنی میں سرگردان پھر رہے تھے آئے اور حال پوچھکر بہت روئے۔ بابر کو بھی رقت ہوئی کہ صبح کو علی دوست طغائی کا ایک نوکر خط لیکر آیا جس میں لکھا تھا کہ اگرچہ مجھ سے بڑے بڑے گناہ صادر ہوئے ہیں لیکن امیدوار ہوں کہ اب اُن کو معاف کر کے مرغینان میں یلغار کر کے آئیے کہ میں وہ حضور کو سپرد کر کے غلامی اور خدمت گاری کر دوں کہ گناہ سے میں پاک ہو جاؤں اور میرا حجاب رفع ہو۔ اسی خرابی اور سرگردانی میں یہ پیغام جب آیا تو بے سوچے سمجھے بابر مرغینان میں کہ چھبیس فرسنگ تھا گھوڑے پر سوار ہو کر تین شبانہ روز میں مرغینان سے ایک فرسنگ پر پہونچا تو بعض رفیقوں نے سمجھایا کہ علی دوست وہ شخص ہے کہ جس نے کس کس طرح کی بُرائیاں کیں ہیں اس سے کچھ عہد و پیمان نہیں ہوا کس اعتماد پر آپ اُس پاس جاتے ہیں یہ بات تردد سے خالی نہ تھی اسلیے صلاح و مشورہ ہوا آخر کو یہ بات ٹھہری کہ اب یہاں سے کہیں جانے کو جگہ نہیں۔ علی دوست پاس چلنا چاہیے جو خدا کو منظور ہے وہ ہوگا۔ وہ خدا پر توکل کر کے قلعہ مرغینان پر پہونچا۔ علی دوست دروازہ بند کیے کھڑا تھا عہد و پیماں ہوا۔ بابر قلعہ کے اندر گیا اور ایک عمدہ حویلی میں اُترا۔ علی دوست ملازمت کے لیے کھڑا ہوا۔

یہاں اُس کے ساتھ دو سو چالیس آدمی ہمراہ تھے۔ فرغانہ میں مرغینان پر قبضہ ہونا سب طرح سے بابر کے حق میں بہتر تھا اوزون حسن و احمد تنبل نے اس ولایت پر ایسا ظلم کیا تھا کہ یہاں جہانگیر مرزا کی حکومت سے سب رعیت بابر کا فرمانروا اپنا بنانا دل سے چاہتے تھے۔ قاسم بیگ کو سو آدمیوں کے ساتھ اندجان کے جنوب میں اور ابراہیم سارو کو اسی قدر آدمیوں کے ساتھ شمالی اضلاع میں اخسی میں بھیجا کہ وہاں کے آدمیوں کو جس طرح ہو سکے بابر کی طرف مائل کریں۔

بعد چند روز کے اوزون حسن و احمد تنبل جہانگیر مرزا کو اور سپاہ اور مغلوں کو ساتھ لیکر مرغینان میں

بابر کا بیلاق میں جانا اور مرغینان سے بلایا جانا

اوزون حسن کی روباہ بازی

بابر کے محاصرہ کے لیے آئے۔ اُن سے بڑی جوانمردی سے بابر لڑا اور سارا ملک اُس کا طرفدار ہوگیا غرض دو برس کے بعد پھر نو عمر سلطان سولہ برس کی عمر میں اپنی قدیمی دار السلطنت میں بادشاہ ہوا اور رفتہ رفتہ میں اُس کی حکومت کی صورت ایسی باشان وشوکت ہوگئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اوزون حسین اور احمد تنبل کے آدمیوں کو لوگوں نے لکڑیوں اور پتھروں سے مار مار کر نکال دیا۔ اوزون حسین نے اپنے تئیں اس شرط پر حوالہ کر دیا تھا کہ اُسکی جان اور مال کو نقصان نہ پہونچایا جائے اس لیے اُس کو چند امرا مغل کو رخصت دی گئی جو لوگ تاراج شدہ بابر کے پاس تھے اور خواجہ قاضی کے متعلقین میں سے تھے اُنھوں نے بعض امرا سے اتفاق کرکے کہا کہ تمام ان لڑائیونکی وجہ اور ہمارے مسلمانوں مومنوں کی ویرانیوں کا سبب یہی جماعت مغلوں کی تھی اُنھوں نے اپنے صاحبوں کے ساتھ کیا وفا کی جو ہمارے ساتھ کرینگے۔ اگر یہ گرفتار ہوں اور لوٹ لیے جائیں تو اس میں کوئی عیب کی بات نہیں ہے خصوصاً یہ لوگ ہمارے سامنے ہمارے ہی گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں ہمارے ہی کپڑے پہنتے ہیں۔ ہماری گوسفندیں مار کر کھاتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ یہ ترحم وتحمل کیا جائے کہ نہ وہ گرفتار کیے جائیں اور نہ لوٹے جائیں تو اتنا ضرور چاہیے کہ بادشاہ حکم دے کہ جس جماعت نے ہمارے ساتھ لڑائی میں محنت ومشقت کی ہے وہ مخالفوں میں جاکر اپنا مال پہچان کر لے لیں۔ یہ امر بابر کو معقول معلوم ہوا فرمان اُس نے جاری کیا کہ جو لوگ ہمارے ہمراہ تھے وہ دشمنوں کے پاس جو مال اپنا پہچانیں وہ لے لیں اگرچہ یہ فرمان موجہ اور معقول تھا مگر اسمیں جلدی ہوئی۔ جب بادشاہ کا موذی دشمن مثل جہانگیر میرزا کے موجود ہو تو اس طرح مال لے لینے کے کچھ معنی نہ تھے۔ ملک گیری اور ملکداری میں اگرچہ بعض کام ظاہر میں معقول اور موجہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ہر کام کے ضمن میں چند ہزار باتیں ملاحظہ کرنی واجب لازم ہوتی ہیں۔ اس بے سوچے سمجھے حکم دینے سے کس قدر فتنے برخاست ہوئے کہ دوبارہ جو وہ اندجان سے نکالا گیا اس کا سبب یہی حکم تھا۔ اس حکم سے مغلوں کو توہم ہوا۔ وہ پانچ چار ہزار جنگی سپاہی تھے وہ بھلا کس طرح یوں اپنا لٹنا پسند کرتے تھے۔ اُنھوں نے احمد تنبل اور جہانگیر مرزا کو اپنا سردار بنایا اور اپنی قوم کے سپاہیوں کو چاروں طرف سے سمیٹا۔ بابر کے اور احمد تنبل اور جہانگیر مرزا کے لشکروں میں سخت لڑائیاں ہوتی رہیں کبھی ادہر کبھی اُدہر فتح ہوتی رہی خوب کشت وخون ہوا۔ آخر کو بابر اور جہانگیر مرزا کی صلح ان شرائط پر ہوگئی کہ دریائے خجند دونوں کی حد فاصل ہوا اخشی اور کاشان اور تمام ولائتیں دریا کے شمال میں جہانگیر مرزا کے حوالہ کی جائیں۔ اور دریا کے جنوب کی طرف کی ولائتیں

مغلوں کی سرکشی اور جہانگیر مرزا سے لڑائی

اندجان اور آدرکند کے سپرد ہوں اور جب دونوں بھائی اپنے اپنے ملکوں کا انتظام قرار واقعی کریں تو تو دونوں ملکر سمرقند پر حملہ کریں اور سمرقند کو تسخیر کریں تو اندجان جہانگیر مرزا کو ملے ۔ جہانگیر مرزا اور احمد تنبل دونوں بابر کے پاس آئے اور جو شرائط مقرر ہوئی تھیں اُن کے موافق جہانگیر مرزا اخسی کی طرف اور بابر اندجان کو روانہ ہوئے اور قیدی طرفین کے قید سے رہا ہوئے ۔

بابر کی نازک حالت

جب بعد اس صلح کے بابر اندجان میں آیا تو اُس نے میر علی دوست کے اطوار اور ہی طور کے دیکھے اس نے بابر کے ہمراہیوں کے ساتھ بدسلوکیاں شروع کیں اُسکے بیٹے محمد دوست نے بھی سلاطین کے دستور اختیار کیے ۔ دونوں پدر و پسر کو احمد تنبل پر بڑا بھروسہ تھا ۔ بابر کو یہ اختیار اور اقتدار نہ رہا تھا کہ اس طور کی نامعقول حرکتوں کو منع کرسکتا ۔ تنبل جیسا دشمن بغل میں موجود تھا ۔ جو کچھ اُن کے دل میں آتا وہ کرتے بابر کی عجب نازک حالت تھی کہ نہ وہ کچھ کہہ سکتا تھا نہ کرسکتا تھا ۔ ان پدر و پسر کے ہات سے مدتوں اس نے خواری اُٹھائی ۔

سمرقند کا دوبارہ بابر کے قبضہ میں آنا اور راستہ سے پھر جانا

سمرقند میں محمد علی مرزا والی سمرقند اور محمد تبر یزخاں وزیر سلطنت میں مخالفت ہوئی اور آپس میں لشکرکشیاں ہوئی کہ محمد مزید ترخاں نے بابر کو بلایا ۔ یہاں بابر کا کہنا اپنے دربار میں چلتا نہ تھا اُس نے صلح اُس سے مصلحت سے کی تھی کہ اُس کا عزم سمرقند کا تھا فوراً سمرقند کو روانہ ہوا اور اخسی میں مرزا جہانگیر پاس آدمی بھیجا کہ وہ اُدھر سے سمرقند پر روانہ ہوا ابھی بابر سمرقند نہیں پہنچا تھا کہ اُس کو یہ خبر لگی کہ شیبان خاں بخارا فتح کرکے سمرقند کے فتح کے ارادہ سے چلا آتا ہے ۔ سلطان علی مرزا برائے نام سمرقند میں بادشاہ تھا ۔ اُس کے امرا ترخاں نے بابر کو بلایا تھا ۔ اُس کی ماں زہرہ بیگی آغا اوزبک تھی اُس نے اپنی نادانی اور بے عقلی سے پوشیدہ پیغام بھیجا کہ شیبان خاں اس سے نکاح کرلے تو اُس کا بیٹا سمرقند اُس کو دیدے اور اُس کے باپ کی سلطنت پر جب شیبان خاں قابض ہو تو وہ سلطان علی مرزا کے سپرد کردے ۔ شیبان خاں نے اس عورت کی شرط کو قبول کرلیا ۔ اور سلطان علی مرزا نے کچھ خبر اپنے امرا اور سرداروں اور نوکروں کو نہ کی اور وہ شیبان خاں پاس چلا آیا ۔ شیبان خاں نے اُسکی کچھ عزت نہ کی اور اپنے سے نیچے بٹھایا ۔ اس احمق عورت نے شوہر کی خواہش میں پسر کی جان و مال کو برباد کردیا ۔ سلطان علی مرزا اپنے آنے سے حیران اور پشیمان ہوا اور چند روز میں وہ قتل ہوا ۔ اُس کی ماں کی بھی کچھ عزت نہ ہوئی وہ بھی حرموں کی طرح شیبان خاں

کے گھر میں پڑی رہی۔

بابر جانتا تھا کہ میں اپنے تھوڑے لشکر سے شیبان خاں سے نہیں لڑ سکتا اس لیے وہ کیش میں چلا آیا جہاں پہلے سے اُس کے امرا نے اپنے اہل و عیال کو بھیجدیا تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ شیبان خاں کو سمرقند حوالہ ہوگیا تو وہ سمجھا کہ شیبان خاں ضرور اُس کے پیچھے پڑیگا تو وہ مشرق کی طرف حصار شادماں کے ملک میں چلا گیا۔ یہاں اُس کو راہوں کے طے کرنے میں پھر بڑی مصائب اُٹھانی پڑیں۔ لوگوں کی بدسلوکی سے اُسے بہت سے رنج اُٹھانے پڑے۔ اب اُس پاس دو سو چالیس[۲۴۰] سب نیک و بد آدمی تھے اُس نے یہ مشورہ کیا کہ سمرقند شیبان خاں کے ہات ابھی آیا ہی۔ شہر کے آدمی بھی اُس سے مانوس نہ ہوئے ہونگے اس لیے دزدی سے سمرقند کو لے لیجیے جس وقت اہل شہر ہم کو دیکھیں گے تو ناگزیر ہماری مدد کرینگے غرض یہ صاحب ہمت نوعمر بادشاہ سمرقند پر چڑھ گیا۔ اسّی یا ستّر آدمیوں نے زینے لگائے اور فصیل پر چڑھکر شہر کے اندر داخل ہوئے۔ دروازہ کے پہرہ داروں کو مار کر اُس کا قفل پتھر سے توڑا اور اس دروازہ سے رات کو دو سو چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر بابر شہر میں داخل ہوا جس نے نیند سے آنکھ کھولکر اُس کو دیکھا اُس کے قدموں پر گرا اور دعائیں دینے لگا۔ چند روز میں ساری خلقت اُس کا دم بھرنے لگی اور اوروں کو ڈہونڈ ڈہونڈ کر اینٹ اور پتھروں اور لکڑیوں سے مارنے لگی۔ اس وقت شیبان خاں خود کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ اُس کی طرف سے خان وفا مرزا حکومت کر رہا تھا وہ یہ حال دیکھکر بھاگا اور اپنے بادشاہ پاس پہونچا۔ اور سب حال کہا صبح کو شیبانی خاں پانچسو آدمیوں کو ہمراہ لیکر دروازہ آہنی پر آیا۔ اُس وقت اگر بابر پاس بہت آدمی ہوتے تو وہ اُس کے قابو میں آجاتا۔ شیبان خاں نے دیکھا کہ یہاں وہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ یہاں سے بخارا کو روانہ ہوا۔

بابر کو لوگ مبارکباد دیتے تھے کہ ایک سو چالیس سال سے آپ کے خاندان میں یہاں کی سلطنت چلی آتی ہی یہ باغی کہاں سے گھس آیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے پھر یہ ملک ہات سے گیا ہوا دلوایا ہی۔ اس انیس[۱۹] سال کے نوجوان بادشاہ نے بھی یہ غضب کا کام کیا ہی کہ باوجودیکہ بہت تجربہ کار نہ تھا مگر اُس نے شیبان خاں جیسے تجربہ کار اور کلاں سال سے ملک لے لیا۔ جہاں وہ خود موجود تھا اس فتح کی تاریخیں کہی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہی ؎

باز گفتا خرد کہ تاریخش ــــــ فتح بابر محمد است بدال

جب سمرقند فتح ہوگیا تو بابر نے خوانین و سلاطین و امرا و سرحد و اطراف و جوانب پاس استمداد اور استعانت کے لیے متواتر و متعاقب ایلچی بھیجے کہ ہم سب کو چاہیے کہ ملک ازبکوں کو ماوراالنہر سے نکالدیں ان کے ہات سے تکلیفیں اٹھائی ہیں اور اور اٹھائیں گے۔ مگر باوجود اس تجربہ کے بعض نے سہل انگاری کی بعض نے توہمات کے سبب سے تغافل کیا۔ بعض نے کمک بھیجی وہ معتد بہ نہ تھی۔ کچھ دنوں بابر کا زمانہ ترقی پر اور شیبان خاں کا تنزل پر آیا۔ بابر پاس دوسو چالیس [۲۴۰] آدمی کا لشکر جمع ہوگیا۔ بہت سا ملک بھی ہاتھ لگ گیا۔ ۵۔ شوال ۹۰۶ھ میں شیبان خاں نے سمرقند کی فتح کا ارادہ کیا۔ بابر بھی سمرقند سے لشکر لیکر اُس سے لڑنے گیا۔ میدان جنگ میں دونوں بادشاہوں نے اپنے اپنے کمالات خوب خوب لڑائیاں کرکے دکھائے۔ لشکر مغول جو بابر کی کمک کو آیا تھا اصل میں اس میں لڑنے کی طاقت نہ تھی وہ اُلٹا بابر ہی کے لشکر کو لوٹنے لگا۔ مثل مشہور ہے نامرد ہاتھی اپنے لشکر کو مارتا ہی۔ غرض ان مغلوں کے ہات سے اور کمک کے نہ پہونچنے سے بابر کو شکست ہوئی اور بڑے بڑے سردار اُس کے مارے گئے۔ شیبان خاں سمرقند کی چاردیواری پاس آن پہونچا محاصرہ کرلیا پھر بھی بابر اپنی جوانمردی اور بلند ہمتی سے چار مہینے تک اُس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اب ایک اور آفت آئی کہ کوئی شخص باہر سے غلہ نہ لایا اور محاصرہ کا امتداد ہوا۔ آدمیوں کی نوبت یہ پہنچی کہ فقیر مسکین گدھے اور کتے کا گوشت کھانے لگے۔ گھوڑوں کا دانہ جب کم ہوا تو درخت کے پتے کھلانے شروع کیے یہاں یہ تجربہ ہوا کہ برگ توت گھوڑے کو سازوار زیادہ ہوتا ہی۔ بعض خشک لکڑیوں کے ریزے کرکے ریشے اُن کے پانی میں تر کرکے گھوڑوں کو کھلاتے۔ گو سب طرف کمک کے لیے لکھا مگر کہیں سے اُمید اُس کے ملنے کی نہ ہوئی پہلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ قلعہ کے مضبوط کرنے کے لیے سر اور دو ہات اور دو پاؤں چاہئیں۔ سر سردار اور دو دست کمک جو دو طرف سے آئے دو پاؤں آب و ذخیرہ و غلہ اب یہاں سوا سر کے کچھ اور نہ تھا۔ بغیر ہات پاؤں کے سر کیا کرسکتا تھا۔ محاصرہ کی مدت دراز ہوئی کسی طرف سے نہ ذخیرہ آذوقہ آیا نہ کمک پہونچی تو سپاہ اور رعیت دونوں مایوس ہوئے ایک ایک دو دو کرکے قلعہ کی فصیل سے گر کر بھاگنے شروع ہوئے۔ غلہ جو کچھ باقی تھا وہ بھی خرچ ہوگیا۔ شیبان خاں نے صلح چاہی تو مجبوراً اس صلح کو منظور کرنا پڑا جس کی شرط یہ تھی کہ بابر اپنی بہن خانزادہ بیگم کا

نکاح شیبان خاں سے کرے اور خود اپنی جان بچا کر لیجائے۔ یہ نکاح ہوا اور بابر مع اپنے زنانہ کے آدھی رات کو سمرقند سے نکل کر روانہ ہوا۔ پانچ مہینے سمرقند کا محاصرہ رہا اور ۹۰۶ھ ۱۵۰۱ء میں شیبان خاں نے اُس کو بالکل فتح کرلیا

بابر نے جو اپنے سفر کا حال سمرقند سے دوبارہ نکالے جانے کے بعد لکھا ہی نہایت دلچسپ ہی وہ ہم نقل کرتے ہیں سمرقند سے نکلنے کے بعد اندھیری رات میں وہ سغد کی جوئے کلاں میں پھنس گیا اور رستہ بھول گیا۔ اور صبح کو نہایت دشواری سے خواجہ دیدار سے گزرنا ہوا۔ رات کو فارلوغ میں آیا پھر ایلان ادنی کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ راہ میں قنبر علی اور قاسم بیگ سے ملے۔ اُن کے ساتھ گھوڑے دوڑائے۔ بابر کا گھوڑا آگے نکل گیا۔ مڑکر جو اُس نے دیکھا کہ اُن کے گھوڑے کتنی دور رہ گئے ہیں تو تنگ گھوڑے کا ڈھیلا ہوگیا تھا۔ زین بھی اُس کے ساتھ پھرا اور وہ سر کے تلے زمین پر گرا اگرچہ اُسی وقت وہ گھوڑے پر سوار ہوگیا مگر رات تک اس کے ہوش و حواس درست و بجا نہ ہوئے یہ عالم و وقایع گزشتہ مثل خواب خیال کے اُس کی آنکھوں اور دل میں آجاتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد ایلان ادنی میں ہمراہیوں سمیت وہ آیا۔ یہاں گھوڑوں سے وہ اُترے۔ ایک گھوڑے کو ذبح کیا اور اُس کے گوشت کے پارچوں کے کباب بنا کے کھائے۔ تھوڑی دیر گھوڑوں کو آرام دیکر پھر سوار ہوئے۔ صبح سے پہلے موضع خلیلہ میں آئے اور خلیلہ سے دیزخ میں آئے۔ ان دنوں میں یہاں طاہر دولدائی اور پسر حافظ دولدائی موجود تھے یہاں فربہ گوشت اور نان سپید ہ ارزاں بکتے تھے خربوزے اور انگور کثرت سے تھے۔ وہاں وہ گرانی یہاں یہ ارزانی تھی۔ وہاں بلا تھی یہاں آمانی تھی۔ دل سے مرنے کا دغدغہ دور ہوا۔ پیاس کی شدت رفع ہوئی۔ بابر لکھتا ہی کہ اپنی عمر میں مجھے کبھی یہ فراغت نصیب نہیں ہوئی اور مدت العمر میں آمانی اور ارزانی کی قدر اس قدر میں نے نہیں کی۔ عشرت بعد عسرت کے و فراغت بعد مشقت کے زیادہ لذیذ و خوب معلوم ہوتی ہی میری عمر میں چار پانچ دفعہ اسی طور کا اتفاق ہوچکا ہی کہ شدت سے راحت میں اور مشقت سے فراغت میں میری حالت منتقل ہوئی ہی اول دفعہ یہ ہی۔ بلائے دشمن اور ابتلا رگرسنگی سے امانی میں راحت وارزانی میں فراغت پائی۔ دیزخ میں دو تین روز آرام کرکے اوراتیہ کا قصد کیا اور سا غرج میں گیا یہاں پہلے رہ چکا تھا۔ پھر وہ تاشکند میں ماموں سے ملنے گیا۔ اور وہاں اپنے عزیزوں سے مدت

بھیجا۔ ماموں اُس کو اوراتیہ دینا چاہتا تھا مگر اُس کے بیٹے نے نہ دینے دیا۔ ناچار وہ دہکت میں آیا۔ یہاں تاجیک رہتے تھے وہ ترکوں کی طرح گلہ دار اور رمہ دار تھے۔ چالیس ہزار گوسفند اُن کے پاس تھیں۔ اس موضع میں رعایا کے گھروں میں وہ اور اُس کے ہمراہی اُترے۔ جو گاؤں میں سب سے بڑا آدمی تھا اُس کے ہاں بابر اُترا۔ وہ ایک مرد پیر ستّر اسّی برس کا تھا۔ اور اُس کی ماں جیتی تھی۔ اُس کی عمر ایک سو گیارہ برس کی تھی۔ جب ہندوستان میں تیمور آیا تو اُس کے عزیزوں میں سے کوئی ایک آدمی لشکر تیمور میں تھا اُس کی زبانی سُنی سُنائی وہ ہندوستان کی حکایتیں بڑی دلچسپ بیان کرتی تھی۔ اُس کے پوتے پڑپوتے نواسے کنواسے چھیانوے زندہ تھے اور اگر اُن کی بہوؤں کو بھی شمار کرو تو دو سو تھے اُس کا پوتا پچیس چھبیس برس کا سیاہ ریش موجود تھا۔ جب دہکت میں بابر رہا تو پیادہ پا ننگے پاؤں چلنے کی ایسی عادت ہوگئی کہ اُس کے پاؤں کو کوہ و سنگ معلوم نہ ہوتا تھا۔ ایک دن یہ اتفاق ہوا کہ کسی تنگ راہ میں جاتا تھا کہ ایک شخص گائے لیے جاتا تھا۔ بابر نے اُس سے پوچھا کہ یہ راہ کہاں جاتی ہے اُس نے کہا کہ اس گائے کو دیکھتے رہو تو تم کو راہ معلوم ہو جائے گی۔ خواجہ اسد اللہ نے ظرافت سے کہا کہ اگر گائے گم ہو جائے تو ہم کیا کریں اس آوارہ گردی میں بابر کے نوکروں نے اندجان جانے کے لیے رخصت طلب کی تو قاسم بیگ نے مبالغہ کیا کہ جہانگیر مرزا اور احمد تنبل کو کچھ بھیجنا چاہیے بابر نے اُس کے کہنے سے جہانگیر مرزا کو اپنا طاقی اور احمد تنبل کو ایک تلوار بھیجی یہی تلوار تھی جو تنبل نے بابر کے سر پر چلائی جس کا ذکر آگے آئیگا۔

دہکت میں بابر تھا کہ موسم بہار میں شیبانی خاں اوراتیہ پر آیا۔ اس لیئے بابر یہاں سے کوہستان سیخا میں چلا گیا سیخا کے نیچے آب بروں ایک گاؤں تھا اور آب بروں کے نیچے ایک چشمہ بہتا اور اُس پر ایک قبر تھی۔ اس چشمہ کے کنارہ پر ایک پتھر پر بابر نے یہ اشعار کندہ کرائے۔ **مثنوی**۔

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت ۔۔۔ بسر چشمہ شد بسنگے نوشت
بریں چشمہ چوں ما بسے دم زدند ۔۔۔ برفتند تا چشم بر ہم زدند
گرفتیم عالم بمردی و زور ۔۔۔ ولیکن نبردیم با خود بگور

اس کوہستان کی یہ رسم ہے کہ پتھروں پر ابیات یا کچھ اور لکھتے ہیں۔ شیبان خاں یہاں بھی آگیا تو بابر تاشکند میں ماموں پاس چلا گیا۔ یہاں اپنا وقت شاعری میں بسر کرنے لگا۔

سب سے اول غزل اسی حال میں اُس نے کہی ہی

وہ لکھتا ہی کہ جتنی مدت میں تاشکند میں رہا نہایت مفلسی اور خواری کی حالت میں رہا نہ میرے پاس کوئی ولایت تھی نہ اُس کے حاصل ہونے کی اُمید تھی نوکر میرے سب پریشان ہوگئے تھے معدودے چند باقی تھے۔ وہ میری مفلسی کے سبب سے میرے ساتھ نہیں رہ سکتے تھے۔ جب میں خان دادا کے گھر جاتا تو ایک دو نوکر میرے ساتھ ہوتے تھے۔ مگر یہ خیر تھی کہ اس خواری کی حالت میں میں بیگانوں میں نہ تھا بلکہ اپنے ہی عزیزوں میں تھا۔ میں سر برہنہ پا برہنہ اپنے گھر کی طرح شاہ بیگم پاس آتا جاتا تھا۔ آخر کو اس سرگردانی اور بے خانمانی سے تنگ ہوگیا اور جان سے عاجز ہوگیا۔ میں نے سوچا کہ اس دشواری کے ساتھ زندہ رہنے سے یہ بہتر ہوگا کہ کسی طرف جاکر گم ہوجاؤں کہ لوگوں کو میری خواری اور زاری کی خبر نہ ہو۔ اور بہتر ہو کہ میں اتنی دور چلا جاؤں جتنی دور میرے پاؤں سے چلا جائے۔ خطا جانے کا عزم مصمم کیا۔ مجھے خطا کی سیر کرنے کی ہوس اپنی خردی سے تھی۔ مگر بسبب سلطنت اور عزیزوں کے علائق کے یہ سیر میسر نہ ہوئی۔ اب سلطنت میرے پاس نہیں رہی۔ میری ماں اپنے بھائی بندوں میں رہتی تھی جو موانع سیر تھے وہ رفع ہوئے۔ کل دغدغے دفع ہوئے۔ خواجہ ابوالمکارم کے توسط سے میں نے چاہا کہ اس بات کا ذکر خان سے اس پیرایہ میں کیا جائے کہ شیبان خاں جیسا غنیم پیدا ہوا ہی دونوں ترکوں و مغلوں کو اس سے ضرر برابر پہونچے گا۔ ابھی سے اس کا علاج کرنا چاہیے۔ ابھی اُس نے زیادہ زور نہیں پکڑا ہی۔ خان اپنے چھوٹے بھائی کیچک خاں سے جو بیس پچیس برس ہوئے کہ ملا نہیں ہی اور میں نے تو اُسے دیکھا بھی نہیں ہی۔ بہتر ہوگا کہ میں اُس پاس جاؤں اور اُس کو دیکھوں اور دونوں بھائیوں کی ملاقات کا واسطہ ہوں۔ غرض میں نے یہ بہانا بنایا کہ مغلوستان اور طرفاں کی سیر کرنے جاؤں اور وہاں جاکر مجھے اختیار رہوگا کہ جہاں چاہوں چلا جاؤں۔ میں نے اس خیال کو اس نظر سے چھپایا تھا کہ ماں مجھے منع کرے گی۔ دوسرے جو کچھ چھوٹے بڑے آدمی میرے ساتھ ہیں اور امیدیں مجھ سے رکھتے ہیں جس کے سبب سے وہ میرے ساتھ مارے مارے پھرتے ہیں اُن سے یہ کہنا بے لطفی سے خالی نہیں ہو یہ باتیں خواجہ ابوالمکارم نے شاہ بیگم اور خان دادا سے کہیں۔ اُن کی مرضی معلوم ہوتی تھی کہ ایک آدمی میرے چھوٹے خان دادا پاس سے آیا کہ خود وہ قریب آگیا ہی۔ اس طرح خطا کا جانا میرا موقوف رہا۔
پھر اُس نے چھوٹے خان دادا سے اپنے ملنے کا حال اور اُس کے خلعت دینے کا ذکر لکھا ہے۔ یہ خلعت

مغلی جب بابر نے پہنا تو اُس کے دوستوں نے بھی اسے نہیں پہچانا اور اُس سے پوچھا کہ یہ کون مغل بادشاہ ہو خانان نے مشورہ کیا اور یہ رائے اُن کی قرار پائی کہ میرے ساتھ ایک جماعت لشکر ہمراہ کریں کہ وہ دریائے خجند سے عبور کرکے اُوش اور آورکند کی طرف جائے۔ یہ لشکر بابر کے ساتھ ہوا اس لیے اُس نے قبا کو زیر کیا۔ اُوش کے قلعہ کو اہل قلعہ کی بے خبری میں لے لیا۔ آورکند جو پہلے فرغانہ کا دار السلطنت تھا مطیع ہوگیا۔ اب خجند سے جو اندجان کی طرف قلعے تھے سوائے اندجان کے سب بابر کے ہات آئے باوجودیکہ اتنے قلعے اُس کے ہات آئے لیکن ملک میں شور وفتنہ برپا تھا۔ اخسی و کرسان کے درمیان تنبل او خانان میں لڑائیاں ہورہی تھیں۔ کوئی غالب و مغلوب نہیں معلوم ہوتا تھا آخر کار شیبان خاں نے ان دونوں خانوں کو شکست دی اور ان کو گرفتار کرلیا۔ ان تمام جنگوں کا نتیجہ یہ تھا کہ ماوراءالنہر میں خاندان تیمور کی سلطنت کا خاتمہ اوزبکوں کے ہات سے ہوگیا۔ بابر پر بھی مصیبتیں پڑیں وہ احمد تنبل کے تیر سے زخمی ہوا اور اُس کے سر پر وہی تلوار تنبل نے ماری جو اُس نے اُس پاس تحفۃً بھیجی تھی۔ جس وقت وہ میدان جنگ سے گھوڑے پر سوار بھاگا تو اُس کے پیچھے احمد تنبل کے دو سوار پڑے۔ مگر یہ شہسوار گھوڑے کو پہاڑوں کی طرف بڑھائے جاتا تھا اور ان سواروں کی باتوں کا جواب دیتا جاتا تھا یہ سوار اُسے صلاح دینے لگے کہ اُسلٹے چلو اور احمد تنبل کی اطاعت کرلو۔ مگر یہ بات بابر نے نہ مانی۔ آخران دو مکار سواروں نے ایسی باتیں بنائیں اور قسمیں کھائیں کہ بابر کو یقین ہوگیا کہ وہ اُس کے درد کے شریک ہوگئے۔ مگر اُنھوں نے اُس کو راہ بھلاکر ایسی جگہ پہنچا دیا کہ دشمنوں کے ہات سے بچنا دشوار تھا۔ مگر خدا نے وہاں سے چھٹکارا دیا اُس کو ماموں محمود خاں کا بڑا اسہارا تھا۔ اب اُس کی فوج مغلیہ نے بھی اوزبکوں کے ہات سے شکست کھائی اور وہ خود اپنے بھائی سمیت گرفتار ہوا۔ اوزبکوں نے اپنے حقوق سابقہ کا خیال کرکے اس کو رہا کردیا۔ مگر محمود خاں اس گرفتاری کی غیرت سے امراض مختلفہ میں گرفتار ہوا اور اس قید ہستی سے رہا۔

اب بابر کو یہ آس بھی نہ رہی اس لیے وہ ترمذ میں پہنچا وہاں کا حاکم تقوا ضع پیش آیا۔ اُس کے سامنے بابر نے یہ دکھڑا رویا کہ آج کل میرا حال گیند کا سا ہے کہ مصیبت کا چوگان کبھی اِدھر پھینکتا ہے کبھی اُدھر اور زمانہ کے ہات سے شطرنج کا بادشاہ بن رہا ہوں کبھی اس خانہ میں کبھی اُس خانہ میں ہوا کی طرح سولسو تگاپو کرتا پھرتا ہوں۔ سرگردانی اور حیرانی کے سوائے کچھ

حاصل نہیں ہوا۔ اب جو دوستانہ صلاح ہو وہ تم بتلاؤ۔ وہی میں کروں۔ اس پر اس امیر صاحب تدبیر نے عرض کیا کہ شیبانی خاں ماوراء النہر پر قابض ہے اور بلخ کا مالک ہے اور آپ کی سپاہ سب پریشان ہے بہتر یہ ہے کہ کابل کی طرف جا کر ازبکوں کی حکومت سے دور ہو جائیے۔

طریق مدارا گزیں بے درنگ ۔۔۔ مداری اگر با عدو زور جنگ
کہ یک چند فارغ شوی از قتال ۔۔۔ زملکش بجائے نما انتقال

اب بابر کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی کہ وطن رہنا عزت اور غیرت کا مقتضا نہیں ہے اس لیے باپ دادا کے ملک کو سلام کیا۔ اور خدا حافظ کہ چند رفیقوں کو ساتھ لے سنہ ۹۱۰ھ میں بلخ اور کابل کو روانہ ہوا۔

اب بلخ کی یہ کیفیت تھی کہ وہاں بادشاہ خسرو شاہ بادشاہ بن گیا تھا۔ وہ بھی بابر کے چچا کا بڑا رفیق تھا۔ اور اس کے چچیرے بھائی بایسنغر مرزا کا وزیر تھا پہلے تم پڑھ آئے ہو کہ بابر نے بایسنغر مرزا کو سمرقند سے خارج کیا تھا۔ اس نمک حرام وزیر نے اپنے آقا کو مار ڈالا تھا ان بدافعالیوں کے سبب سے وہ اپنے تئیں محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ بابر کی بہت خوشامد کرتا تھا کہ اس کا رفیق بن جائے۔ جب بابر بلخ میں پہنچا تو اس کے آنے کی ایک دھوم مچی۔ اور مغل سپاہیوں نے خود بخود یا بابر کی کسی مخفی ترغیب و حکمت سے خسرو شاہ کی نوکری کو سلام کیا۔ اور جب بابر سے خسرو شاہ کا سگا بھائی باقی خاں جا ملا۔ تو یہ سب مغل سپاہی ہی آٹھ ہزار کے قریب اس کے پاس چلے آئے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ کہاں یہ بے ساتی کا سامان تھا کہ دو ڈھائی سو کے قریب سپاہی تھے اور وہ بھی مفلوک ایسے کہ کسی پاس تلوار کی جگہ لاٹھی اور کسی پاس نیزہ کی جگہ پونگا۔ کل دو خیمے جن میں سے ایک بڑے خیمے میں بابر کی والدہ اترتی تھی۔ اور دوسرے میں خود اترتا تھا یا اب یا ان کا وہ سامان ہوا کہ لشکر جرار آٹھ ہزار مغلوں کا قواعد داں اور مرتب موجود ہو گیا ایک آناً فاناً میں خسرو شاہ کا دربار ٹوٹ گیا اور اب اس کو جان کے لالے پڑے۔ بابر کی خدمت میں پیشکش لیکر حاضر ہوا۔ بابر اپنی مروت اور جوانمردی کے سبب سے انتقام کے درپے نہ ہوا اور اس کو حکم دیدیا کہ جس قدر مال اسباب چاہو ساتھ لیکر خراسان چلے جاؤ۔ اس نے سونے چاندی کا اسباب اپنے پانچ چھ خچر و شتر پر لادا اور خراسان کا رستہ لیا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ خسرو شاہ نے اپنی جان کو سب سے زیادہ عزیز جان کر اور مال اسباب کو کسی جگہ رکھ کر دو تین آدمیوں کے ساتھ

بدیع الزماں مرزا کے پاس رستہ لیا۔ اور جو اُس کے خانہ زاد مغل سپاہی ہیں چار ہزار تھے وہ بھی بابر پاس چلے آئے غرض جب سب اسباب جمع ہوگئے تو بابر نے بلخ کا انتظام کیا۔ اور وہاں سے منزل بمنزل کابل کو روانہ ہوا۔ اب یہاں کابل کا یہ حال تھا کہ ابو سعید مرزا نے کابل کی حکومت اپنے بیٹے الغ مرزا کو سپرد کی تھی۔ جب ۹۰۷ھ میں وہ مرگیا تو اُس کا بیٹا عبدالرزاق مرزا باپ کا جانشین ہوا اُسکی تخت نشینی پر کابل میں بڑی پریشانی اور بدنظمی ہوگئی۔ محمد مقیم چھوٹا بیٹا امیر ذوالنون حاکم گرم سیر نے کابل پر لشکر کشی کی۔ اور عبدالرزاق مرزا اُس سے نہ لڑ سکا۔ اور لمغان کو بھاگ گیا۔ محمد مقیم کابل کا الگ بادشاہ ہوگیا اور مرزا الغ بیگ کی بیٹی سے شادی کرلی۔ جب محمد بابر شاہ اس لشکر قیمتی یعنی خسرو شاہ کے لشکر کے ساتھ پہنچے۔ تو محمد مقیم نے اُس کا بڑا مقابلہ نہ کیا۔ اور بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ حوالہ کیا۔ بابر نے یہ سلوک کیا کہ اُس کو اجازت دیدی کہ مال اسباب سمیت اپنے بھائی شاہ بیگ پاس چلا جائے۔ غرض کابل پر بابر کا قبضہ ہوگیا۔ اسی سال میں قتلغ نگار خانم والدہ بابر نے بھی انتقال کیا۔ ایک مہینہ اس سال کا گزرا تھا کہ ایک بڑا زلزلہ کابل میں آیا کہ قلعہ کی فصیل و بالاے کوہ شہر اور مواضع میں اکثر مکان ہموار ہوگئے اور تہ خانوں اور کوٹھوں پر آدمی دبے کے دبے رہ گئے۔ زمین ٹکڑے ہوکر کہیں سے کہیں جا پڑی اور اُس سے چشمے جاری ہوگئے۔ کہیں ہاتھی کی برابر زمین پست ہوگئی کہیں اتنی ہی اونچی ہوگئی۔ زلزلہ کے وقت پہاڑوں پر خاک اُڑتی تھی۔ ایک ہفتہ میں تینتیس دفعہ زمین ہلی اور ایک مہینے تک ہر شب ایک دو دفعہ زلزلہ آتا رہا۔ بابر نے ہیچ بارہ قلعہ کی شکست و ریخت کی مرمت کرنے کا سپاہیوں کو حکم دیا۔ ایک مہینہ دس روز میں وہ تیار ہوگیا۔ بابر نے پھر لشکر لیجا کر قلعہ قلات کو کہ قندہار کے توابع میں تھا بڑے قہر اور جبر سے فتح کیا۔ اب آگے یہاں جو تکالیف بابر کو رونما ہوئیں اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو اس تاتاری خانہ خراب کو افغانستان میں گھر مل گیا۔ مگر چین یہاں بھی اُس کو نصیب نہ ہوا۔ گھر میں برادر دشمن تکلیف دینے والے تھے۔ یہاں اور جاں ستاں اعدا پیدا ہوئے۔ فقط اس سارے انقلاب میں نقل مکان ہوا۔ ورنہ جیسے وہاں قوی دشمن ترک اور مغل تھے یہاں افغان ویسے ہی دشمن جاں تھے۔ وہ ان دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں ابتک کامیاب نہ ہوا تھا۔ خاص مُلک ایسی قوی پنجہ اور خود مختار قوموں کے ہاتھ تلے دبا ہوا تھا اب اُس کے نکلنے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی اس کے ساتھ

کوئی جمعیت بھی ایسی نہ تھی کہ جس پر بھروسہ ہو سکے۔ جو فوج تھی وہ ایسی تھی کہ پہلے اپنے آقاؤں کے ساتھ دغا کر چکی تھی اُن کو اچھی طرح وہ خود جانتا بھی نہ تھا۔ کوئی وزیر باتدبیر اُس پاس نہ تھا۔ بھائی جو قوت باز و کہلاتا ہی وہ وہ تھا کہ برسوں غنیم کے ساتھ رہ کر اُس کے مُنہ پر تلوار چلا چکا تھا۔

بابر کا چچا سلطان بائقرا خاں مرزا خراسان کا بادشاہ تھا۔ وہ شیبانی خاں ازبک سے قوی ہونے سے ہراساں ہوا۔ اور اُس وقت کو بحسرت یاد کرتا تھا کہ بابر نے اُس کو لکھا تھا کہ آؤ ہم تم سب ملکر ان ازبکوں کا کام تمام کریں اُس نے جابجا اپنے عزیز و اقارب کو مراسلے بھیجے اور بابر کو خط بھیجا اور لکھا کہ تم سب آؤ اور ازبکوں کے ہات سے مجھے بچاؤ۔ بابر اس کا منتظر ہی بیٹھا تھا۔ ازبکوں کے ساتھ لڑنے پر عاشق تھا۔ جہانگیر مرزا اپنے بھائی کو ساتھ لے خراسان روانہ ہوا۔ جب دونوں بھائی نیمروز میں پہونچے تو یہ خبر سُنی کہ چچا مر گیا اور اُس کے بارہ بیٹے وہاں جمع ہیں مگر باوجود اس خبر سننے کے وہ اپنے خاندان کے ننگ و ناموس رکھنے کے واسطے خراسان روانہ ہوا اگرچہ اس میں کئی اور مطلب بھی اُس کے مدنظر تھے۔ اسی اثنا میں ان چچیرے بھائیوں کے ایلچی پر ایلچی آنے شروع ہوئے اور آنے کے واسطے تقاضے پر تقاضا ہونے لگا۔ وہ مرغاب میں جہاں لشکر جمع ہو رہے تھے پہنچا۔ اُس نے چچا کا پُرسا دیا۔ بھائی بھی بڑی محبت سے پیش آئے۔ ایک ایک نے جدا جدا ضیافت کی۔ یہ سب بھائی ازبکوں کی لڑائی سے غافل ہوئے۔ اور اپنے عیش و عشرت میں مصروف ہوئے بابر کو ہرات کے جانے کا شوق بہت تھا۔ اوّل اُس نے یہ سُنا تھا کہ چچا نے اُس کو خوب آراستہ کیا ہی دوم یہ بھی مدنظر تھا کہ وہاں جا کر سب اپنے خاندان کے شاہزادوں سے مشورہ کرے کہ ازبکوں سے کیونکر لڑنے غرض وہ ہرات کو روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا جاڑے کا موسم آگیا تھا زمین آسمان برف ہو رہا تھا بابر کو جو گھر کا خیال آیا کابل کو روانہ ہوا۔ اس برف اور جاڑے کے ہات سے وہ مصیبتیں اُٹھائیں کہ کبھی میدان جنگ میں دشمنوں کی آگ سے وہ آفتیں نہ اُٹھائی ہونگی۔ بہ ہزار خرابی ہزارہ میں پہنچا۔ وہاں یہ خبر آئی کہ کابل میں ایک رشتہ کا بھائی بادشاہ ہو گیا۔ اور مشہور کر دیا کہ بابر کو ہرات میں بھائیوں نے قید کر لیا ہی۔ اگرچہ شہر کابل پر بھائی کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مگر قلعۂ بالا حصار میں کچھ بابر کے دوست اڑے پڑے ہوئے تھے۔ بابر نے اُن پاس جاسوس کے ہات اپنی خیر و عافیت کے ساتھ پہونچنے کی خبر بھیجی۔ دوستوں کو اس خبر

سے تقویت ہوئی۔ اور قلعہ سے باہر آنکر بابر سے ملے۔ اور شہر پر لڑکر فتحیاب ہوئے۔ دونوں بھائی مرزا جان اور محمد حسین گورکان قید ہوئے۔ مگر بابر نے مروت سے اُن کو چھوڑ دیا۔ مرزا جہان امیر ذوالنون پاس اور محمد حسین گورکان فرہ اور سیستان کی طرف چلے گئے۔ بلخ میں بابر کا چھوٹا بھائی ناصر مرزا حاکم تھا وہ امرا رشیبانی سے شکست پاکر کابل میں آیا۔ جہانگیر مرزا کا ایک بھائی ابھی مر چکا تھا اسکی جگہ ناصر مرزا کو مقرر کیا۔

اوزبکوں کے غلبے سے امرا ارغون نے بابر کی اطاعت کا اظہار کیا اور لکھا کہ اگر اس طرف آئیے تو قندہار آپ کے حوالہ کریں۔ اس پیغام پر اُس طرف بابر روانہ ہوا۔ جب قلات سے آگے بڑھا تو خان مرزا اُسے آن ملا اور ساتھ ہو لیا جب شاہرخ بیگ اور محمد مقیم ارغون کو بابر نے پیغام بھیجا کہ تمہاری درخواست کے مطابق میں یہاں تک آیا ہوں اب تم یہاں میرے پاس آؤ۔ اس خبر کو سنکر دونوں بھائی اُس کے بلانے سے پشیمان ہوئے اور قلعہ سے باہر نکلکر جنگ پر لڑائی لڑے مگر شکست کھائی اور قلعہ میں بھی اُلٹے جانے کی فرصت نہ پائی۔ شاہرخ بیگ سیاول کو اور محمد مقیم داور کو بھاگ گیا بابر کے قبضہ میں قلعہ قندہار آیا اور وہاں بہت کچھ مال اسباب بھی ہات لگا۔ اس سب مال اسباب کو امیروں اور رفیقوں میں برابر تقسیم کر دیا اور قندہار اور داور کو ناصر مرزا کے سپرد کیا۔ اور خود کابل میں چلا آیا۔ اب محمد مقیم کے بہکانے سے اوزبکوں نے قندہار پر حملہ کیا۔ ناصر مرزا قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ اور بابر کو سارا حال لکھا۔ اُس کا جواب یہ آیا حتے الامکان لڑائی لڑو۔ اور اگر کام چلتا نہ دیکھو تو صلح کر لو۔ ہمارے پاس چلے آؤ۔ قاسم بیگ بابر کا وزیر بڑا تجربہ کار تھا۔ قندہار سے وہی بابر کو لے آیا تھا ؎

ہرچہ در آئینہ جواں بیند　　　پیر در خشت پختہ ہماں بیند

اسے بابر نے طلب کر کے مشورہ کیا کہ اولاد تیمور کا سارا ملک شیبانی خاں دشمن کہن سال نے لے لیا ترک و چغتائی کا ہر گوشہ و کنارہ بعض کی خود رغبت سے بعض کی کراہت سے اوزبکوں کے ہات آگیا۔ کابل میں صرف آپ باقی ہیں۔ دشمن قوی۔ آپ ضعیف جو قوت قدرت ہے اس سے نہ مصالحت ہونے کا احتمال نہ مقاومت کی مجال۔ بہتر ہے کہ کہیں اور چلکر مامن تلاش کیجیے بلخ میں جاکر لڑیے یا ہندوستان کو لے لیجیے۔ اس پر مشورہ ہوا کسی نے کہا کہ بلخ پر قبضہ کیجیے کسی نے کہا کہ ہندوستان کو تسخیر کیجیے۔ آخر کو یہ صلاح ٹھہری کہ ہندوستان ہی پہ حملہ کیجیے غرض

اس ارادہ سے کابل سے کوچ ہوا۔ مگر تومان سنگما تک آکر بسبب بے سامانی کے مراجعت کی اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ارادہ فسخ کیا۔ اور پھر کابل میں آیا۔ اسی اثنار میں ناصر مرزا بھی قندہار سے آگیا۔ شہر قندہار کو شیبانی خاں نے لے لیا۔ اور قلعہ کو اوروں کے سپرد کر کے خراسان میں بعض ضرورت کے سبب سے چلا آیا۔

سنہ ۱۴۱۹ میں سلطان بابر مہیند کے افغانوں کی سرکوبی کے واسطے گیا تھا کہ فیروز شاہ کے مغلوں نے فرصت پاکر عبدالرزاق مرزا ابن مرزا الغ بیگ کو کابل کا بادشاہ بنا لیا۔ تین چار ہزار آدمی اُس پاس جمع ہو گئے۔ اور ایک فتنۂ عظیم برپا ہو گیا۔ پانچسو آدمیوں سے زیادہ آدمی بابر کے ہمراہ نہ تھے۔ اور باقی سب کابل کو بھاگ گئے۔ مگر اس ہمت والے بادشاہ نے باوجود ان قلیل آدمیوں کے کابل پر حملہ کیا۔ اور لڑائی میں پانچ بڑے بڑے سرداروں کو اپنے ہات سے مارا۔ اور کابل کو فتح اور مرزا عبدالرزاق کو گرفتار کر لیا۔ اول دفعہ اس کا قصور معاف کر کے اُس نے رہا کر دیا۔ مگر دوسری دفعہ جو اُس نے فتنہ برپا کیا تو اُس کا فیصلہ کیا۔

خسرو شاہ کا ملک جب اوزبکوں نے لے لیا تو ایرانیوں کی سلطنت کے ساتھ اُن کی حکومت کا ڈانڈا مینڈا مل گیا۔ اور اب اوزبک قزلباشوں کے ساتھ بھی متعرض ہونے لگے۔ شاہ اسمٰعیل صفوی نے شیبانی خاں پاس ایلچی بھیجا اور یہ لکھا کہ عراق سے کچھ تعرض نہ کرو اور یہ بیت بھی اُس میں لکھی **بیت**

نہال دوستی بنشاں کہ کامِ دل ببار آرد درخت دشمنی برکن کہ رنج بے شمار آرد

شیبانی خاں نے جواب لکھا کہ بادشاہی اُسی شخص کو سزاوار ہے کہ جس کے باپ دادا نے بادشاہی کی ہو۔ اور تو اُس وقت تک بادشاہی نہیں کر سکتا ہے کہ مجھ جیسا بادشاہ نہ ہو **مصرع**

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش + اور ایک عصا اور کشکول بھیجا یا کہ یہی باپ کی میراث ہے **بیت**

نصیحت گوش کن جانا کہ از جاں دوست تر دارند جوانانِ سعادتمند پند پیر دانا را

اگر اپنی حد سے باہر قدم رکھے گا تو سر کو دوش پر نہ دیکھے گا **بیت**

عروس ملک کسے در کنار گیرد چست کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

شاہ اسمٰعیل نے جواب لکھا کہ اگر سلطنت کسی کی میراث ہوتی تو تیرے ہات کیوں لگتی۔ اور یہ

نے تو لکھا ہی کہ عروس ملک الخ اس کا جواب میں یہ لکھتا ہوں کہ ع جانان سخن از زبان من میگوئی
ب اور باتیں ہماری تمھاری میدانِ جنگ میں ہونگی نہیں یہ چرخہ اور تکلا بھیجتا ہوں اُس سے شغل کرو
ور لڑائی کا نام نہ لو۔ **فرد**

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات — با آلِ نبی ہرکہ درافتاد برافتاد

یہ نامہ بھیجکر اسمٰعیل صفوی روانہ ہوا۔ اور خراسان سے لیکر مرو تک بالکل اوزبکوں کو نکال دیا۔ شیبانی خاں نے لڑائی میں مصلحت نہ دیکھی اور قلعہ مرو میں متحصن ہوا۔ مگر جب لوگوں نے لعنت ملامت کی تو لڑائی کے میدان میں آیا اور شکست کھاکر بھاگا۔ پانچسو امیر اور سردار بھی اُس کے ہمراہ تھے اُن سب کو قزلباشوں نے قتل کیا۔ یہ سب خبر جان مرزا نے بابر کو لکھی اور خود قندہار میں چلا گیا۔ اور بابر کو تاکید کی کہ اس وقت ہاتھ پیر ہلاؤ مملکت موروثی کے لینے کا موقع خوب ہی۔ بابر ۹۱۶ھ میں حصار کی طرف گیا اور مرزا جان کے ہمراہ دریا امو یہ سے اُترا مگر یہاں اوزبک موجود تھے اُن کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ اس لیے بابر قندہار میں چلا آیا۔ اُس کی بہن خانزادہ بیگم اس لڑائی میں شاہ ایران کے ہاتھ آئی تھی۔ نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ وہ بابر کے پاس بھیجدی گئی۔ بابر کو اتنی بات شاہ ایران کے ساتھ راہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی۔ اس عوض بہت سے تحفے اور نفائس مرزا جان کے ہاتھ بھیجکر شاہ ایران اسمٰعیل صفوی سے امداد چاہی یہ درخواست منظور ہوئی۔ اور ایران سے بہت سے سردار سپاہ لیکر اُس کے ہمراہ ہوئے اور ساٹھ ہزار لشکر کی بھیڑ بھاڑ بابر پاس جمع ہوگئی۔ اور اسی سال میں پھر سمرقند کو فتح کر لیا اور ناصر مرزا کو کابل کی حکومت پر مقرر کیا اور لشکر ایرانی کو نہایت اعزاز کے ساتھ واپس کیا اور خود اپنے آبائی تخت پر اجلاس کیا۔ اور آٹھ مہینے تک یہاں سلطنت کی مگر اوزبکوں نے پھر جمع ہوکر بابر کو سمرقند سے نکال دیا۔ اور اس دفعہ ایرانیوں کی امداد سے بھی کام نہ چلا۔ اور شکست ہوئی۔ اور ننگے پاؤں ننگے سر وہاں سے بھاگا۔ کابل میں آیا۔ ناصر مرزا کو یہاں کی حکومت سے غزنین کی حکومت پر منتقل کیا خود بجور میں آیا یہ ملک قوم یوسف زئی نے دبا لیا تھا۔ ان افغانوں نے اُسکی اطاعت نہ کی۔ اور تلوار سے پیش آئے بابر نے تین ہزار افغانوں کا سر اُڑا دیا۔ اور ان کے بال بچوں کو اسیر کیا۔ خواجہ کلاں کو یہاں کی حکومت سپرد کی اور خود ہندوستان کی عزیمت کی

۱۴- صفر ۹۲۵ھ / ۱۵- فروری ۱۵۱۹ء کو جب بابر نے بجور کو چھوڑا تو اس کا ارادہ ہوا کہ کابل واپس جانے سے پہلے بھرہ پر حملہ کرے۔ بابر کو ہندوستان کی فتح کا ہمیشہ خیال رہتا تھا مگر بعض موانع ایسے پیش آتے تھے کہ وہ خیال پورا نہیں ہوتا تھا۔ بجور میں چار مہینے تک لشکر کشی رہی مگر غنیمت میں کوئی قیمتی چیز ہات نہ آئی۔ بھرہ ہندوستان کی سرحد پر اس سے قریب تھا۔ اس لیے ارادہ ہوا کہ وہاں جریدہ یعنی بغیر بہیر کے جائے کہ وہاں سپاہ کے ہات کچھ آئے۔ اس خیال سے وہ افغانوں کو لوٹتا ہوا چلا جب وہ مقام کے اندر آیا تو بعض دولتخواہوں نے سمجھایا کہ اگر آپ ہندوستان پر جاتے ہیں تو ٹھاٹھ کے ساتھ جایئے۔ اگرچہ اُن کا یہ سمجھانا معقول تھا مگر بابر نے عزیمت کر لی تھی۔ اس لیے اس سمجھانے پر کچھ نظر نہ کی۔ صبح شام کوچ کرتا ہوا وہ گزر سندھ کی طرف چلا۔ پیر محمد جالہ بان کو اُس کے بھائیوں اور چند جوانوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ اب سندھ کے کناروں کو پایان آب اور بالائے آب اور لشکر کو دریا کی طرف روانہ کیا اور خود سوالی کی طرف جس کو گرگ خانہ کہتے ہیں گینڈے کا شکار کرنے کے لیے آیا کئی گینڈے دکھائی دیے مگر جنگل ایسا گھنا تھا کہ اُن کو باہر نہیں نکال سکے جنگل کو جلایا تو گینڈا سوختہ ہات آیا جس کو کھایا۔ جو جماعت دریا کے گھاٹ کو دیکھنے گئی تھی۔ وہ بھی آگئی پنجشنبہ ۱۶- ماہ صفر کو گھوڑے۔ اونٹ پرتال گھاٹ سے اُترا اور بازار پیادوں کو اجالہ بانوں (ملاحوں) نے اجالہ (کشتی) میں اُتارا۔ اُسی روز گزر دریا پر اہل نیلاب (اٹک سے پندرہ میل نیچے دریا رسندھ پر ہی) نے ایک گھوڑا باساز اور تین سو شاہرخی (ڈیرھ سو روپیہ زمانہ حال) پیشکش میں دیا دریا سے پار ہو کر ظہر کی نماز کے قریب کوچ کیا اور پھر رات گئے دریا کچ کوٹ پر پہونچے۔ یہاں سے پھر صبح کو کوچ کرکے اس دریا سے عبور کیا۔ اور درہ سنگ داکی پر چڑھ کر قیام کیا۔ سید قاسم ایشک آقا (چمبرلین یعنی حاجب) تھا اور وہ پچھلی سپاہ کے ساتھ تھا وہ چند گوجروں کے سر کاٹ کر لایا وہ لشکر کے پیچھے پڑے تھے۔ صبح کو سنگ داکی سے کوچ کرکے ظہر کی نماز پڑھی اور آب سوہان (سندھ و جہلم کے درمیان ہی) عبور کیا۔ آدھی رات تک پچھلا لشکر اُترتا رہا۔ یہ دور دراز کا سفر بڑا نامبارک تھا۔ گھوڑے دُبلے اور کمزور ہوئے تھے اُن پر یہ سفر نہایت سخت تھا بہت سے گھوڑے ان میں گر پڑے۔ بھرہ سے سات کوس پر ایک پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ کو ظفرنامہ میں اور اور کتابوں میں کوہ جود لکھا ہی۔ پہلے اس کی وجہ تسمیہ بابر کو معلوم نہ تھی مگر اب معلوم ہوا کہ اس پہاڑ

پر ایک باپ کی نسل سے دو خیل آباد تھے ایک کا نام جود تھا دوسرے کا نام جنجوعہ۔ بھیرہ خوشاب چناب۔ چنوٹ۔ کئی دفعہ ترکوں کے قبضہ میں آچکے تھے (زمانہ حال میں پنڈی دادن خاں کے نزدیک جہلم کے جنوب مشرق میں بھیرہ ہے لیکن بابر کے زمانہ میں یہ ضلع دریا کے دونوں طرف تھا اور اُس کا دارالسلطنت شمال کو تھا) خوشاب دریا سے زیادہ نیچا ہے۔ چناب وہ ضلع ہوگا جو اس دریا کے گرد پھیلتا ہوگا چنوٹ کا پتہ نہیں کہ کہاں تھا اس ملک کو بابر اپنے ملک کی مثل ترکوں کی میراث جانتا تھا یہ ارادہ کیا کہ اس ملک پر خواہ بزور یا بصلح قبضہ کیجیے۔ مگر لازم و واجب ہے کہ اس پہاڑ کے آدمیوں کے ساتھ مدارت اچھی طرح کی جائے اس نے حکم دیا کہ کوئی شخص ان کے گلہ و رمہ کو اونگلی نہ لگائے بلکہ ایک رسّی کے ٹکڑے اور موئی سوئی کا بھی ضرر و نقصان نہ پہنچائے۔

یہاں سے آگے کوچ کر کے کلدہ کہار (کلرہ کہار) میں بابر آیا۔ یہاں اس کے پاس خوید زار تھا یہ جگہ ایسی تھی کہ بابر نے باغ کی بنیاد ڈالی اور باغ صفا اس کا نام رکھا۔ سحر کو کلدہ کہار سے وہ سوار ہوا۔ درہ ہم باتوں کے مختلف مقاموں پر یہاں کے مشہور آدمی کم قیمت پیشکش لائے اور ملازمت اختیار کی۔ عبدالرحیم شقاول کے ساتھ ترکوں کو بھیجا کہ بھیرہ کے آدمیوں کی استمالت کریں اور اُن سے کہیں کہ یہ ولائتیں قدیم سے ترکوں سے متعلق رہی ہیں ہرگز کچھ دغدغہ وہ نہ کریں۔ ہم آدمیوں کو ویران نہیں ہونے دینگے۔ ہم اس ولایت اور ملک کے کار دار اس کو تاراج نہیں کرینگے۔ پھر دن چڑھے بہ یاباں کوتل میں پہونچے۔ قربان فرخی و عبدالملک ہستی کو سات آٹھ آدمیوں کے ساتھ خبر لانے کے لیے بھیجا۔ اسی اثنا میں افغانوں کے لیے بڑے بڑے آدمی پیشکش لیکر حاضر ہوئے اور ملازمت کی بابر نے لشکر خاں کو ان کے ہمراہ اہل بھیرہ کے پاس استمالت کے لیے بھیجا کوتل سے گزر کر اور جنگل سے نکل کر میرانغار و جرانغار و قول دیساول کو آراستہ کر کے بابر بھیرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ بھیرہ کے قریب آیا تو دیو ہندو اور سکٹو کا بیٹا جو علی خاں پسر دولت خاں یوسف خیل کے ملازم اور ادر بھیرہ کے سردار تھے بابر سے ملے اور ہر ایک نے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ پیشکش میں دیا اور اطاعت و خدمت اختیار کی۔ ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے کہ بھیرہ کے مشرق میں دریا بہت کے کنا[...]

پر سبزہ زار پر بابر مقیم ہوا۔ اور بھیرہ کے آدمیوں کا ذرہ کے برابر بھی نقصان نہیں کیا۔ اُس وقت
سے کہ امیر تیمور بیگ نے ہندوستان فتح کیا تھا یہ چند ولایت بھیرہ و خوشاب و چناب و چنیوٹ
اولاد تیمور کے یا اُس کے توابع و لواحق کے تصرف میں تھیں۔ شاہرخ مرزا کا پوتا سیور غتمش کا
بیٹا سلطان مسعود میرزا کہ اس فرصت کے زمانہ میں کابل و زابل کی فرمانروائی کرتا تھا۔ اور اسی وجہ
سے اُس کو سلطان مسعود کابلی کہتے تھے۔ میر علی بیگ کے بیٹے و بابائے کابلی و دریا خاں و اپاق خاں
جس کو آخر میں غازی خاں کہتے تھے یہ سب سلطان مسعود کے پرورش یافتہ تھے اسکے اور اُسکے بیٹے
علی اصغر مرزا کے مرنے کے بعد وہ متغلب ہوکر کابل و زابل اور ہندوستان کی ولایت مذکور پر
متصرف ہوئے۔ سنہ ۹۱۰ھ میں بھیرہ و خوشاب و چناب کی حکومت میر علی بیگ کے پوتے اور غازی خاں
کے بیٹے سید علی خاں سے تعلق رکھتی تھی۔ اُس نے سکندر لودی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اُس کی
اطاعت کی وہ بابر سے ڈر کر موضع بھیرہ سے شیر کوٹ میں چلا گیا۔ دوسرے روز صبح کو بعض مناسب
مقامات میں علف و چارہ کے لیے آدمیوں کو بھیجا اور سوار ہو کر بھیرہ کی سیر کی۔ روز چہار شنبہ
۲۲۔ صفر سنہ ۹۲۵ھ کو بھیرہ کے چودھریوں اور بڑے بڑے آدمیوں کو بلا کر چار لاکھ شاہرخی
(بیس لاکھ روپیہ) مال امانی ٹھہرا کر محصلوں کو متعین کیا۔ اور پھر خود معجون کھا کر کشتی میں سوار
ہوا۔ پنجشنبہ کی صبح کو معلوم ہوا کہ بھیرہ کے آدمیوں پر بادشاہ کے آدمی دست درازی
کرتے ہیں۔ بابر نے اپنے آدمی ایسے آدمیوں کے پکڑنے کے لیے بھیجے وہ چند سپاہیوں کو پکڑ کر
لائے تو ان میں سے بعض کو اُس نے مروا ڈلوایا اور بعض کی ناک کو چروایا اور اُن کو لشکر کے گرد
پھروایا۔ بابر ملکوں کو کہ ترکوں سے علاقہ رکھتے تھے مثل اپنے ملک کے سمجھتا تھا اس لیے وہ ان کے
لٹنے کا روادار نہ تھا۔ بابر کے آدمی ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اگر مصالحت کی نظر سے ایلچی ان
ان ملکوں میں بھیجا جائے کہ ترکوں سے پہلے تعلق رکھتے تھے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ سلطان سکندر
لودی کو پانچ چھ مہینے مرے ہوئے تھے کہ اس کا بیٹا سلطان ابراہیم باپ کی جگہ ہندوستان کا
تخت نشین ہوا تھا۔ اس پاس بابر نے ملا مرشد کو ایلچی بنا کے بھیجا کہ اُس سے یہ درخواست کرے
کہ جو ملک ترکوں سے متعلق تھے وہ مجھے حوالہ کرے۔ دولت خاں حاکم لاہور اور سلطان ابراہیم
کے نام خطوط لکھ کر ملا مرشد کو دیئے تھے اور زبانی باتیں بھی کہکر اُس کو رخصت کیا۔ عموماً ہندوستان کے

آدمی خصوصاً افغان عجب ہوش و خرد ور اسے و تدبیر سے دور رہتے ہیں نہ میدان رزم میں مردانہ وار قدم جماتے ہیں نہ بزم دوستی و محبت میں قائم رہتے ہیں۔ اس قاصد کو لاہور میں دولت خاں نے روک لیا اور سلطان ابراہیم شاہ دہلی پاس آگے نہ بڑھنے دیا پانچ مہینے بعد یہ قاصد بے نیل مرام کابل میں چلا آیا۔

جمعہ کو مردم خوشاب کی عرضداشت آئی شنبہ ۲۵ رجب کو شاہ حسین خوشاب میں بھیجا گیا یکشنبہ کو ایسا مینہ برسا کہ صحرا بڑا دریا ہو گیا۔ دریا سے کشتیاں منگا کر لشکر اُن میں سوار ہوا اور قلعہ بہرہ میں جس کا نام جہاں نما تھا ایک روز قیام کیا سہ شنبہ کو باران وسیل کے خوف سے بہرہ کے شمال میں جو بلندیاں ہیں اُن پر لشکر آیا۔ اہل بہرہ نے جو زر دینا قبول کیا تھا اُس کے ادا کرنے میں تاخیر کرتے تھے اسلیے بابر نے چار سرکاریں مقرر کیں ایک سرکار خلیفہ کو دوسری قوچ بیگ کو تیسری سرکار ناصر بیگ کو اور چوتھی سرکار قاسم و محبت علی کو دیں۔ کابل سے روز جمعہ ۲ شعبان کو مرزا ہندال کے پیدا ہونے کی خبر آئی۔ اُس کا نام ہندال اسی وجہ سے رکھا کہ وہ ہند کی تسخیر کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ دوسرے صبح کو دیوان کے برطرف ہونے کے بعد کشتی میں بابر سوار ہوا اور ایک مجلس آراستہ ہوئی اُس نے اور بعض اُسکے مصاحبوں نے معجون کھائی اور بعض دوستوں نے شراب پی۔ صحبت معجون کبھی صحبت شراب کے ساتھ راست نہیں ہوتی۔ مستوں نے شراب پی پی کر بدمستی میں معجون اور معجونیوں کی خوب خاک اُڑائی جس سے صحبت بے مزہ ہو گئی مجلس کا خاتمہ بے لطفی کے ساتھ ہوا۔

انہی دنوں میں منوچہر خاں پسر سید علی خاں جسکا اوپر بیان ہو آتا تھا۔ تاتار خاں گکھر نے اُسے اپنی بیٹی بیاہ کے داماد بنایا۔ وہ بابر کی ملازمت میں حاضر ہوا۔

نیلاب و بہرہ کے درمیانی کوہستانی کے اندر جو دجنجوعہ سے کوہستان کشمیر کے متصل تک جاٹ و گوجر رہتے ہیں اور اسی طرح کی قوموں کے آدمی بہت یوں بستے رہتے ہیں کہ ہر پشتہ و درہ میں گاؤں کے گاؤں آباد کرتے رہتے ہیں۔ اُنکے حاکم قبیلہ گکھر سے ہوتے ہیں۔ اُن کی حکومت بعینہ مثل جود وجنجوعہ قوموں کے ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں دامنہ کوہ کی خلائق پر تاتار خاں گکھر کی اور ہاتھی گکھر کی خلافت تھی وہ ایک باپ کی اولاد میں چچازاد بھائی بھائی تھے۔ کھلوں اور ڈھلانوں پر اُنکے

محکم مقامات بنے ہوئے تھے۔ تاتار خاں کے حصار کا نام پرہالہ تھا۔ وہ بہت اونچا تھا ایسی بلندی پر نہ تھا جہاں برف پڑتی ہو۔ ہاتی کا ملک کوہستان سے متصل تھا۔ ہاتی نے بابا خاں حاکم کالنجر کو مار بنا لیا تھا۔ تاتار خاں دولت خاں کا ایک طرح کا ملازم و تابع تھا وہ اس سے ملا بھی تھا۔ مگر ہاتی گکھر دولت خاں سے نہ ملا اور ہمیشہ فتنہ و فساد مچاتا رہا تاتار خاں ہندوستان کے امیروں کے اشارہ سے اور اُن کے اتفاق سے کئی میل پر اپنا لشکر لیے اس طور سے پڑا تھا کہ ہاتی گھرا ہوا بیٹھا تھا۔ جب بابر بھیرہ میں تھا تو ایک بہانہ بنا کر اور تاتار کو غافل پا کر اُس پر وہ چڑھ گیا اور اُسکو مار ڈالا۔ اُس کے ملک و خزانہ اور تمام اسباب پر قابض ہو گیا۔

بابر کشتیوں میں سوار ہو کر باغوں اور شگوفوں کی اور نیشکر کے کھیتوں کی اور اُن میں ہٹوں سے آب پاشی کی سیر کرتا تھا اور شراب پیتا ہوا اور معجون کھاتا ہوا اور مزے اُڑاتا ہوا۔ ار ربیع الاول کو جب آفتاب برج حمل میں آیا۔ کشتی میں سوار ہوا اور شراب پی اور مصاحبوں کے ساتھ ناچ و رنگ کے جشن اڑائے شاہ حسین نوشاب سے آیا۔ اُن ولایتوں کو مصالحہ کے ساتھ بابر نے طلب کیا جو قدیم سے ترکوں سے متعلق تھیں اور اسی طرح جو ولایت اُسکو مل گئی تھی اُسکا بندوبست ایسا کیا کہ جس میں مصالحہ و امن و اماں رہا۔ ۱۱۔ ربیع الاول ۹۲۶ھ کو بھیرہ سے کابل کی مراجعت کے لیے سفر کیا۔

ایک جماعت نے جو اس ولایت کی زمین و ملک و آب و نان سے واقف تھی اور قوم جنجوعہ نے جو گکھر کے قدیمی دشمن تھی بابر سے عرض کیا کہ ہاتی گکھر نے بڑے ظلم و ستم برپا کر رکھے ہیں رستے لوٹتا ہے اور مسافروں کو رستہ نہیں چلنے دیتا اس کو یہاں سے آپ دفع کریں یا اُس کی گوشمالی فرمائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے بابر نے خواجہ میر میراں اور مرزا ناصر کو لشکر میں متعین کیا اور خود لشکر لیکر ہاتی پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ تاتار خاں کو مار کر چند روز سے ہاتی پرہالہ میں رہتا تھا۔ اسوقت وہ یہیں تھا۔ ظہر کی نماز پڑھکر اور گھوڑوں کو دانہ کھلا کر عشا کی نماز کے وقت بابر سوار ہوا۔ ملک ہست کا نوکر ایک گوجر رہبر تھا اُس کا نام سوپا تھا۔ رات بھر وہ چلا سحر کو اُترا۔ بیگ محمد مغول کو لشکر کے گرد پھرایا۔ جب روشنی ہوئی تو پھر وہ سوار ہوا۔ اور چاشت کو جبہ پہن کر تیز رواں ہوا۔ ایک کروہ سے سواد پرہالہ نمودار ہوا چھیڑ چھاڑ شروع

ہوئی۔ میمنہ پرعالہ کے مشرق کی طرف گیا قوج بیگ کہ جرانغار کا سردار تھا برانغار کے عقب سے کمک کو بھیجا گیا۔ جرانغار دقول کے سپاہی پرعالہ پر گئے ۔ دوست بیگ کو جرانغار کے آدمیوں کے عقب سے اس سپاہ کی کمک کو بھیجا گیا جو پرعالہ پر حملہ کرنے گئی تھی گھری وادی اور غاروں کے اندر ایک بلند جگہ پر پرعالہ واقع تھا اس میں جانے کی دو راہیں تھیں جنوب مشرقی راہ سے بابر کی سپاہ گئی تھی۔ راہ غاروں کے کناروں پر جاتی تھی اور اس کے دونوں طرف غار اور ڈھلان تھے۔ پرعالہ سے آدہ کوس سے پرالہ کی راہ شہر کے دروازوں تک بڑی دشوار گذار تھی۔ یہ غاروں کی راہ پانچ چار جگہ سے ایسی تنگ و ڈھلوان ہو گئی تھی کہ صرف ایک آدمی اس پر ایک وقت میں چل سکتا تھا۔ اور ایک تیر کے فاصلہ پر راہ بہت ہی دیکھ بھال کر چلنی پڑتی تھی۔ دوسری راہ کہ مابین مغرب و شمال کے ہے وہ ایک کھلے وادی میں سے جاتی تھی۔ ان دو راہوں کے سوا کوئی اور راہ نہیں تھی۔ اگرچہ پرعالہ کی فصیل و کنگرے نہیں تھے مگر وہ ایسی جگہ بھی نہ تھی کہ اس پر زور کیا جاتا۔ اسکے گرد آٹھ سات گز اونچی عمود وار پہاڑی تھی۔ جرانغار ان تنگیوں میں سے گذر کر دروازوں کی طرف چلا۔ ہاتی تیس یا چالیس جیبہ دار مسلح سواروں اور بہت سے پیادوں کو ساتھ لیکر لڑنے والوں پر حملہ آور ہوا اور ان کو ہٹا دیا۔ دوست بیگ جو عقب میں تھا اس نے دشمنوں پر بڑا زور کیا۔ ان میں سے بہت آدمیوں کو مارا اور ہاتی کو شکست دی۔ ہاتی گکھر اس ملک میں مردانگی میں مشہور تھا۔ وہ خوب لڑا۔ مگر میدان جنگ میں ٹھہر نہ سکا بھاگا۔ وہ تنگ مقاموں کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔ جب وہ قلعہ میں گیا تو اسکی حفاظت بھی اسکے اختیار سے باہر تھی۔ بابر کی سپاہ اس کے پیچھے ایسی لگی ہوئی گئی کہ اسکے ساتھ ہی قلعہ میں داخل ہوئی۔ ہاتی مجبور ہو کر شمال مغرب کے دروازہ سے جریدہ بھاگ گیا۔ دوست بیگ نے بڑی بہادری کی بابر نے جس کا انعام اسکو خوب دیا۔ اسی وقت بابر پرعالہ میں جا کر تاتار خاں کے مکانوں میں فروکش ہوا۔ ان ہنگاموں میں بعض آدمی جنکو بابر نے اپنے آگے رہنے کا حکم دیا تھا وہ جانب مخالف سے مل گئے تھے۔ اُن میں امین محمد قراقی اور ترخاں خاں ارتوں تھے جنپر بابر نے یہ جرمانہ کیا کہ سروپا گوجر کو حکم دیا کہ انکو جنگل صحرا میں بے سروسامان چھوڑ دے کہ وہ یہ حیرانی اٹھا کر لشکر میں واپس آئیں۔

پنجشنبہ ۱۵ر کو اندر آب میں آب سوہان کے کنارہ پر بابر آیا۔ یہ قلعہ اندر یہ قدیم سے ملک بہت کے باپ سے تعلق رکھتا تھا جسکو ہاتی گکھر نے مار کر قلعہ کو ویران کر دیا تھا ان دنوں میں وہ ویران پڑا تھا۔ ہاتی نے تاتار خاں کے مارنے کے بعد اپنے ایک خویش پربت کو بابر کی خدمت میں پیش کش و ایک گھوڑا با ساز دیکر بھیجا تھا۔ اگرچہ وہ بابر سے نہیں ملا مگر اُس کا لشکر جو عقب میں تھا اُس میں آنکر اُس نے پیشکش دی اور اطاعت بابری قبول کی لنگر خاں جو بھیرہ میں مقرر کیا تھا وہ کیمپ میں بعض کاموں کے لیے آیا اور بابر سے ملا۔ اور سب کاموں کا انجام کر کے بھیرہ کو چلا گیا۔ اُس کے ساتھ کچھ بھیرہ کے زمینداروں کو بھی رخصت کیا۔ پھر بابر دریا سوہان سے پار اُتر کو ایک پشتہ پر اُترا۔ ہاتی کے رشتہ دار پربت کو خلعت دیکر رخصت کیا اور ہاتی کو فرامین استمالت لکھ کر اوس کے ہاتھ بھیجے۔ محمد علی جنگ جنگ کو اُسکے ساتھ۔ پھر بابر چاشت کے وقت سنگ درگی کے درہ میں پہنچا۔ صبح کو یہاں سے کوچ کر کے بلندی پر آیا اور لشکر کا ملاحظہ کیا اُس کے پاس اونٹ گھوڑے ۰۰ ۵ تھے یہاں سے آگے کوچ کیا۔ رستہ میں ایک کشتی اناج سے بھری ہوئی ولدل و کیچڑ میں پھنسی ہوئی دیکھی۔ مالکوں نے ہرچند کوشش کی مگر وہ نہ نکل سکی۔ بابر نے اُسکا اناج نکلوا کر اپنے لشکر کو تقسیم کر دیا۔ یہ غلہ اسوقت میں خوب ہاتھ آیا۔ شام کے قریب جہاں آب سند و آب نیلاب ملتے ہیں۔ وہاں آب نیلاب سے بہت نیچے ایک بلند جگہ پر قیام کیا۔ نیلاب سے پانچ چھ کشتی منگا کر سپاہ جرانغار و برانغار کئی روز میں پار اُتری۔

ہاتی کا رشتہ دار پربت جو محمد علی جنگ جنگ کے ہمراہ گیا تھا وہ دریا کے کنارہ پر پھر آیا اور ہاتی کی طرف سے ایک گھوڑا با ساز اور پیشکش لایا۔ نیلاب کے باشندوں نے ایک گھوڑا با ساز پیشکش کے طور پر دیا اور اطاعت کی۔ محمد علی جنگ جنگ بھیرہ میں رہنا چاہتا تھا وہ بابر نے ہندو بیگ کو دیدیا تھا۔ اسلیے اُسکو وہ ملک دیدیا گیا جو بھیرہ اور سند کے درمیان تھا۔ اور رابل والوس مثل قاریوق ہزارہ ہاتی و غیاث دال و کھپ کے اُنکو دیدیے اور اُسکو ایک ترکی شعر لکھکر سمجھا دیا کہ جو شخص رعیت ہونے پر گردن رکھے اُسکے ساتھ رعایت کرنی چاہیے اور جو ولایت میں اطاعت نکرے اُسکو تاخت و تاراج کر کے مطیع و منقاد کرے۔ ۲۱ر ربیع الاول ۹۲۵ھ کو دریا کے کنارے سے سفر کیا اور ۲۷ر کو کابل میں پہنچ گیا۔

اوپر لکھا ہے کہ ہندو بیگ کو بھیرہ میں بے سامان صلح کی امید میں چھوڑا تھا وہ ۲۵ر روز دوشنبہ

کو آیا۔ اُس نے صلح و اصلاح میں کوشش نہیں کی اور بابر کی باتوں کو اس کان سنا اُس کان سے اُڑا دیا۔ مجبور و بابر کی بازگشت کے افغان اور ہندوستانی جمع ہو کر بھیرہ میں ہندو بیگ کے سر پر جا چڑھے وہ وہاں ٹھہر نہ سکا خوشاب میں آیا اور دین کوٹ و نیلاب کی راہ سے کابل میں آیا۔ دیو ہندو و پسر سکٹوا و چند ہندو بھیرہ سے قید ہو کر آئے تھے اُنکو خلعت و انعام دیکر بابر نے رخصت کیا۔ روز جمعہ کو بابر کو بخار آیا فصد لی مگر دوسرے تیسرے روز تپ آتی رہی۔ وہ یوسف زئی اور افغانوں کی سزادہی کے درپے رہا۔ افریدی افغانوں کی سزا کے لیے اُس نے بگرام کی طرف آنے کا قصد کیا۔ علی مسجد میں آیا تھا کہ ابوالہاشم سلطان علی نے اس پاس آکر کہا کہ میں نے جوے شاہی میں ایک شخص سے کہ بدخشاں سے آتا تھا سنا کہ سلطان سعید خاں نے بدخشاں کے فتح کرنے کا عزم جزم کیا ہے میں بادشاہ کو خبر کرنے آیا ہوں۔ بابر نے امرا کو طلب کر کے مشورہ کیا اُن کی صلاح سے بدخشاں کو مراجعت کی۔ یہاں دوستوں کے ساتھ توبہ شراب کے جلسے اُڑائے اُسکے سارے دوستوں کو معجون کھانے کی عرق شراب پینے کی عادت تھی اُسکے ایک دوست نے اُنکی نسبت کہا تھا ع۔ در ہر کہ بنگری بہ ہمیں داغ مبتلا ست

اب غرہ ماہ صفر ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء کو کہ آفتاب برج قوس میں تھا۔ کابل سے بابر نے ہندوستان کی عزیمت سے سفر کیا۔ اول منزل دہ یعقوب میں کی۔ یہاں دو روز لشکر جمع ہونے کیلیے قیام کیا یہاں سے بادام چشمہ پنج وہ آیا۔ بدہ کو نوربیگ و خواجہ حسین دیوان لاہور سے بیس ہزار شاہ رخی اشرفی روپیہ پیسنکہ لایا جسکو اُس نے بلخ بھجوایا۔

بابر کا سفر ہندوستان کے لیے

۲۸- کو دریا سندھ کے کنارے پر قیام ہوا اس دریا سے اول ربیع الاول روز شنبہ کو عبور ہوا۔ اور سچ کوٹ کے دریا کو عبور کر کے اُس کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ امرا و بخشیوں اور دیوان نے لشکر جو ملازمت میں تھا اُسکی موجودات لی تو سب چھوٹے بڑے نیک و بد نوکر و غیر نوکر دس ہزار آدمی لکھے گئے۔ اس سال صحرا و دامن کوہ میں برسات کم ہوئی تھی۔ مگر دامن کوہ میں جو شہر تھے اُن میں خوب برسات ہوئی تھی غلہ کی مصلحت سے دامن کوہ میں ہو کر سیالکوٹ کی راہ پر وہ چلا جب ولایت ہاتی گکھر کی برابر قریب آئے تو وہاں ایک ندی میں ہر جگہ پانی کھڑا کھڑا تھا اور یخ بستہ ہو رہا تھا اس یخ کا عمق بہت زیادہ نہ تھا۔ ایک ہاتھ سے کچھ زیادہ ہوگا۔ بابر لکھتا ہے کہ ہندوستان کے

ملک میں اس طرح کا بیج عجیب وغریب سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ہم چند سال سے برف و
بیج کی اصلا علامت و آثار نہیں دیکھے (اس فقرہ سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ بابر نے اپنی کتاب کی یہ
ترمیم بعد لکھنے کے کی ہو یا اسکو اوروں نے لکھا ہوگا) سند سے پانچ کوچ کرکے چھٹے کوچ میں کوہ جود
پر جو کوہ بالی ناتھ جوگی کے نیچے ہے ایک ندی کے کنارے پر باکیالان میں منزل کی۔ صبح کو یہاں
غلہ جمع کرنے کی مصلحت سے قیام کیا۔ غلہ کے لیے جو آدمی گئے تھے وہ غلہ کو چھوڑ کر جنگل و کوہ و
قلب جنگھوں میں پریشان ہو کر بہت دور چلے گئے اور چند آدمیوں کو پکڑ لائے۔ یہاں سے کوچ
کرکے آب بہت سے (جہلم) کے نیچے پایاب عبور کرکے قیام کیا۔ اسی منزل سے سید طوفان و
سید لاچین کو ان لوگوں پاس کہ لاہور میں تھے دو دو گھوڑے دیکر روانہ کیا کہ وہ اہل لاہور سے جاکر
کہدیں کہ لڑائی نہ لڑیں سیالکوٹ میں یا پرسرور میں وہ میری سپاہ کے ساتھ شریک ہو جائیں
یہ خبر اُڑ رہی تھی کہ غازی خاں نے تیس چالیس ہزار سپاہ جمع کی ہے اور بڈھے دولت خاں نے بھی
دو تلواریں کمر میں بابر سے لڑنے کے لیے کس لی ہیں۔ بابر کو یہ مثل یاد تھی کہ نو دوستوں سے
دس دوست اچھے ہوتے ہیں اسلیے لڑنے سے پہلے یہ ارادہ کیا کہ لاہور کے سپاہ کو اپنے ساتھ ملالے
اس نے امیروں پاس آدمی بھیجے۔ ایک منزل درمیان کرکے آئے۔ چناب کے کنارہ سے
اُتر کر منزل کی بہلول پور کی راہ سے کہ خالصہ میں تھا سیر کی اسکا قلعہ آب چناب کے کنارہ پر ایک
بلندی پر واقع تھا وہ اسکو بہت پسند آیا۔ اور سیالکوٹ کے آدمیوں کو یہاں لانے کا ارادہ کیا۔
بہلول پور سے وہ اپنے لشکر میں آیا۔ شراب کی محفل آراستہ کی۔ گھوڑوں کو کنارہ آب پر ایک دن
آرام دیا۔ ۱۴۔ ربیع الاول روز جمعہ کو سیالکوٹ میں وہ آن پڑا۔ ہر دفعہ بابر جب ہندوستان میں
آتا تو جاٹ گوجر بے شمار پہاڑوں اور جنگلوں سے گائے بیل بھینسوں کے لوٹنے کیلیے آتے تھے اور یہ
بدبخت بڑا ظلم کرتے تھے۔ اس سے پہلے یہ ولایت باغی تھی تو اسکی گرفت وگیر نہ ہوتی تھی اب یہ تمام ولایتیں
تابع ہو گئی تھیں مگر پھر بھی انھوں نے وہی اپنا پرانا طریقہ لوٹ مار کا اختیار کیا۔ بابر کی سپاہ سیالکوٹ سے
بھوکی ننگی فقیر مسکین آئی تھی کہ انھوں نے غوغا مچایا اور اسپر لوٹ کے لیے ٹوٹ پڑی۔ بابر نے لٹیروں
کو پکڑوایا اور ان میں سے دو تین کے پرزے اُڑوائے۔ اس منزل میں ایک سوداگر کی زبانی
معلوم ہوا کہ عالم خاں (یہ عالم خاں سلطان علاء الدین سلطان ابراہیم کا چچا تھا) نے سلطان

ابراہیم سے شکست پائی۔ اس شکست کا حال یہ ہی کہ عالم خاں جس طرح سے بابر کے پاس آیا تھا
اُس کا حال سلطان ابراہیم کی سلطنت کے بیان میں پڑھ چکے ہو وہ بابر سے رخصت ہوا اور
سخت گرمی میں کہ آگ برستی تھی ایک منزل کی دو منزلیں کرتا ہوا لاہور میں آیا اُس نے
کچھ خیال اپنے ہمراہیوں کی تکلیف کا نہ کیا۔ جب عالم خاں کو بابر نے رخصت کیا تھا اوزبکیہ
کے تمام خانوں اور سلاطین نے بلخ کو قتل کیا تھا۔ اس لیے جسوقت عالم خاں ہندوستان
کو روانہ ہوا بابر بلخ کو گیا۔ اب عالم خاں نے ان سرداروں کو جو بابر کے ہندوستان میں تھے
کہنا شروع کیا کہ بادشاہ نے تم کو میری مدد کے لیے حکم دیا ہی میرے ہمراہ چلو میں غازی خاں
کو بھی اپنے ہمراہ کرلونگا۔ پھر ہم سب دہلی و آگرہ پر چڑھائی کرینگے۔ بابر کے امیروں نے
کہا کہ ہم غازی خاں کے ساتھ کس اعتماد پر چلیں ہمارے بادشاہ کا حکم ہمیں یہ ہی کہ جب
غازی خاں اپنے چھوٹے بھائی حاجی خاں کو اپنے بیٹے سمیت لاہور یا بادشاہ پاس بطور
اول کے بھیجے تو اُس کے ہمراہ ہونا ورنہ ہمراہ نہ ہونا۔ تم نے کل ہی غازی خاں سے جنگ کرکے
شکست پائی ہی پھر کس اعتماد پر اُسکے ہمراہ ہوتے ہو۔ ہم تم کو بھی یہ مصلحت بتاتے ہیں کہ اُس کے
ہمراہ نہ ہو ہرچند اُنھوں نے اس طرح اُس کو منع کیا مگر اُس نے نہ سنا۔ شیر خاں اپنے
بیٹے کو غازی خاں اور دولت خاں پاس بھیجکر اُن کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ دلاور خاں بھی
جو بندی خانے سے بھاگ کر تین مہینے ہوئے تھے کہ لاہور میں آیا تھا اُس کے ہمراہ ہو گیا
مرزا محمود خاں خانجہاں جسکو لاہور کا قیدخانہ سپرد تھا عالم خاں کی باتوں میں آگیا۔ غالباً
اُن میں آپس میں یہ قرار پایا تھا کہ دولت خاں و غازی خاں و امراے بابری جو ہندوستان
میں ہیں اس ملک کو اور اُسکی تمام اطراف کو اپنے قبضہ میں رکھیں کے دلاور خاں و حاجی خاں
عالم خاں کے ہمراہ کریں اور یہ دہلی اور آگرہ کو اپنے قبضہ میں لائیں۔ اسمٰعیل جلوانی اور بعض اور
امرا بھی عالم خاں سے آنکر ملے وہ بے توقف کوچ پر کوچ کرتا ہوا دہلی کی طرف رواں ہوا۔ اندری
میں اُسے سلیمان شیخزادے بھی آن ملے۔ کل اس کی جمعیت تیس چالیس ہزار آدمیوں کی ہوگئی
اُسنے دہلی کا محاصرہ کیا۔ مگر نہ اُسکو لڑکر اور نہ اُسکا غلّہ و آذوقہ بند کرکے لے سکتا تھا۔
جب سلطان ابراہیم نے اِس جمعیت کی خبر پائی کہ اُسکے ملک پر حملہ آور ہوئی تو وہ لشکر

لے کر اُن سے مقابلہ کرنے گیا جب اُنھوں نے سلطان ابراہیم کے لشکر آنے کی خبر سنی تو قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر اُس سے برسرمقابلہ ہوئے اور اُن میں یہ امر قرار پایا کہ اگر دن کو لڑینگے تو ازغان اپنے ناموس کا پاس کرکے بھاگنے کے نہیں کُشت وخون وقتل زیادہ ہوگا لعد اگر شبخوں مارینگے تو رات اندھیری ہوگی کوئی کسیکو دیکھے گا نہیں ہر سردار اپنے اہتمام میں ہیگا پس اس شبخوں کے مارنے کے ارادہ سے وہ چھ کوس دور چلے گئے اور دودفعہ دوپہر کو گھوڑوں پر سوار ہوکر رات کو آدھی اور سہ پہر رات تک چڑھے رہے مگر نہ آگے گئے نہ پیچھے ہٹے۔ آپس میں کوئی بات ہی قرار نہ پائی۔ تیسری دفعہ وہ پہر رات باقی رہے دشمن کے خیمے پر پہنچے اُن کا شب خوں صرف یہ تھا کہ خیموں میں اور گھروں میں آگ لگادیں اور کچھ اور کوشش نہ کریں۔ انھوں نے یہی کیا کہ پہر رات رہے پیچھے سے آنکر خیموں میں آگ لگادی اور غوغا مچادیا۔ جلال خاں جگہت اور بعض اور امیروں نے بھی آنکر عالم خاں سے ملاقات کی۔ سلطان ابراہیم اپنے چند خاصہ فیل کے ساتھ اپنے سراپردہ سے نہ نکلا مگر صبح تک آمادہ بیٹھا رہا۔ اُس وقت اُس نے دیکھا کہ عالم خاں کی سپاہ لوٹ پر جھک رہی ہی اور اُسکے پاس بہت سپاہ نہیں تو سلطان ابراہیم نے تھوڑی سپاہ اور ایک ہاتھی کے ساتھ اپنی جگہ سے جنبش کی۔ ہاتھی کے پہنچتے ہی عالم خاں کی فوج مقابلہ کی تاب نہ لاسکی اور بھاگ گئی۔ اون کے بھاگتے ہی عالم خاں میان دوآب کی طرف سے گذر کر پانی پت میں آیا۔ یہاں پہونچکر ایسا داؤں اندری میں میان سلیمان پر چلایا کہ اُس سے تین چار لاکھ معلوم نہیں کہ کتنا سارا روپیہ لیکر چنپت بنا۔ اسمٰعیل جلوانی وتبن و جلال خاں پسر کلاں عالم خاں اُس سے جدا ہوگئے اور میان دوآب میں چلے آئے امرا اور سپاہ کا ایک حصہ جو عالم خاں نے جمع کیا تھا سلطان ابراہیم سے جاملے جیسے کہ سیف الدین۔ دریا خاں محمود خاں خانجہاں شیخ جمال فرملی۔ عالم خاں اور دلاور خاں اور حاجی خاں نے سرہند سے گذر کر بابر کے آنے کا حال سُنا کہ قریب آگیا ہی اور ملوٹ کو لے لیا ہی۔ دلاور خاں بابر کا خیرخواہ ہمیشہ سے تھا اور اُسکے سبب سے تین چار مہینے قید میں بھی رہ چکا تھا۔ اُن سے جدا ہوکر سلطان پور اور کوچی میں آیا۔ اور بابر سے جس نے تین چار روز ہوئے تھے کہ ملوٹ کو فتح کیا تھا آنکر ملا۔ عالم خاں وحاجی خاں آب ستلج سے اُتر کر آخر کو کنگوٹہ میں پہنچے۔ کنگوٹہ ایک مستحکم قلعہ کا

نام ہی جو کوہستان کے اندر دون اور میدان کے درمیان واقع ہی انکو بابر کی سپاہ کے ایک دستہ نے جسمیں افغان اور ہزارہ تھے جا گھیرا اور اس مضبوط قلعہ کو قریب تھا کہ فتح کر لیتا کہ رات ہو گئی۔ اب امرا نے قلعہ سے نکلنے کا ارادہ کیا مگر دروازہ میں گھوڑے ایسے پڑے تھے کہ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ہاتھی اُنکے ساتھ تھے اُنھوں نے کچھ گھوڑوں کو کچلا اور مار اگر پھر بھی یہ امرا گھوڑوں پر سوار ہو کر راہ نہ پا سکے۔ پیادہ پا اندھیری رات میں ہزاروں تشویشیں اٹھا کر غازی خاں سے جا ملے۔ غازی خاں جب بھاگا تھا تو یہ سمجھ کر کہ وہ ملوٹ میں پناہ گزیں نہیں ہو سکتا پہاڑ میں بھاگ گیا تھا یہیں عالم خاں اُس سے ملا تھا مگر اُس نے آؤ بھگت اچھی طرح اُس کی نہیں کی تو عالم خاں دون کے پائیں میں نواحی پہلو میں بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بابر کے امرا جو لاہور میں تھے اُسکے پاس سے آدمی نے آنکر سیالکوٹ میں اطلاع دی کہ وہ صبح کو بابر کی خدمت میں حاضر ہونگے صبح کو کوچ کر کے بابر پرسرور میں آیا۔ محمد علی جنگجنگ خواجہ حسین اور بعض اور جوان جو لاہور سے آئے تھے بابر سے ملے۔ دریائے راوی کے کنارہ پہ لاہور کی سمت میں غنیم کا لشکر تھا وہاں بابر نے بوچکہ کو اُس کے ہمراہیوں سمیت بھیجا کہ وہاں کی خبر لائے۔ شب کے سہ پہر کو وہ یہ خبر لاسے کہ غنیم نے بمجرد بابر کی خبر پانے کے حیران و پریشان ہو کر بھاگنا شروع کیا اور ایک نے دوسرے کی خبر نہ کی۔

دوسرے روز صبح کو شاہ میر حسین اور بعض اور افسروں کو پرتل اور لشکر کی نگہبانی کیلیے چھوڑ کر بابر شاہ حسین اور بعض اور آدمیوں کو لیکر تیز روان ہوا۔ اور عصر و ظہر کے درمیان کلانور راوی اور بیاس کے درمیان ہی میں پہنچا۔ محمد سلطان مرزا و عادل مرزا اور امرا نے یہاں اُسکی ملازمت کی۔ کلانور سے صبح کو کوچ کیا راہ میں غازی خاں اور بھگوڑوں کے سراغ سے یہ خبر معلوم ہوئی کہ وہ نزدیک ہی ہیں۔ محمدی و احمدی اور بعض اور بیگ جو بابر کے ساتھ تھے۔ اور انکو کابل میں بیگ بنایا تھا وہ ان مفروروں کے تعاقب میں بھیجے گئے اور یہ امر قرار پایا کہ اگر وہ غنیم مفرور کو جا لیں تو فبہا ورنہ قلعہ ملوٹ کی اطراف کی خوب احتیاط کریں کہ قلعہ کے آدمی بھاگ نہ سکیں۔ بابر کی بڑی غرض اس انتظام میں غازی خاں تھا کہ وہ ہاتھ آئے۔ اب ان امرا کو بھیجکر بابر دریار بیاہ سے اُتر کر کیوا ہن کے مقابل مقیم ہوا۔ تین سفروں کے بعد قلعہ ملوٹ کے

درہ دامنہ میں باہر آیا۔ امرا کو جو پہلے یہاں آگئے تھے اور ہندوستانی امرا کو حکم ہوا کہ یہاں خیمے ڈالکر قلعہ کا محاصرہ کریں۔ دولت خاں کے بڑے بیٹے علی خاں کا بیٹا یہاں آیا تھا۔ کچھ وعدہ وعید و کچھ استمالت و تہدید کے ساتھ پیغام اُس کی معرفت قلعہ میں بھیجا گیا۔ جمعہ کو بابر لشکر کو پہلے روانہ کر کے آدہ کوس اور قریب آگیا اور قلعہ کو دیکھکر برانغار و جرانغار و قول میں لشکر تقسیم کر کے اپنے اُردو میں واپس آیا۔ دولت خاں نے دلی خاں کو بھیجکر بابر کو اطلاع دی کہ غازی خاں تو پہاڑ میں بھاگ گیا۔ اگر حضور میرے گناہ معاف کریں تو غلامی میں حاضر ہو کر قلعہ حوالہ کرتا ہوں بابر نے خواجہ میراں کو بھیجا کہ دولت خاں کی خاطر سے توہم کو دور کرے اور اُس کو لائے علی خاں اُسکا بیٹا اُسکے ہمراہ گیا۔ بابر نے اُس سے یہ بھی کہدیا تھا کہ ہوشیاری کر کے دولت خاں کو ہمارے پاس اس طرح لانا کہ اُس کی گردن میں وہی دو تلواریں بندھی ہوئی ہوں جو اُسنے ہم سے لڑنے کیلیے باندھی تھیں۔ باوجودیکہ اس روستائی احمق بزرگ کی یہ نوبت پہنچی تھی مگر پھر بھی وہ آنے میں حیلے حوالہ کرتا تھا۔ مگر آخر کو جب وہ بابر کے روبرو آیا تو اُس نے حکم دیا کہ اُسکی گردن سے دونوں تلواریں کھول لی جائیں اور سامنے دوزانو بیٹھے جب یوں بیٹھنے میں تاخیر کی تو بابر کے حکم سے آدمیوں نے اُسکی گردن میں ہاتھ ڈالکر دوزانو بٹھایا۔ بابر نے ایک شخص کو بلایا جو ہندوستانی جانتا تھا اور اُسکو حکم دیا کہ باتیں جو میں کہتا ہوں وہ اُسکی خاطر نشان کرے اُس نے کہا کہ میں نے تجھے پدر کہا تعظیم و احترام تیری اس سے زیادہ کی کہ تو چاہتا تھا۔ بلوچوں کی منحاجگی سے تجھے اور تیری بیٹیوں کو خلاصی دی تمہارے خیلوں اور حرموں کو ابراہیم کی قید سے میں نے آزاد کیا تاتار خاں کی ولایت تین کروڑ کی تجھے عنایت کی۔ میں نے تیرے حق میں کیا بدی کی تھی کہ تو نے دو شمشیریں کمر میں باندہ کر مجھ سے لڑنے کا ارادہ کیا اور میری ولایت پر چڑھ آیا اور اُس میں فتنہ و فساد مچایا۔ یہ پیر مبہوت ایک دو باتیں مُنہ کے اندر ہی بڑبڑاتا تھا کچھ معاملہ کی بات نہ کہتا تھا۔ ان باتوں کا جواب بھی کچھ سوائے سکوت کے کچھ اور نہ تھا۔

یہ قرار پایا کہ خیلخانے و حرم اُن کے ان ہی کو دیدیے جاویں باقی اور سب اسباب و خزانے ضبط کیے جائیں اور اُنکو حکم ہوا کہ وہ خواجہ میراں کے ہمراہ پیچھے آئیں۔ بروز شنبہ [illegible] ربیع الاول کو اُسکے خیلخانوں اور حرموں کے صحیح سالم نکالنے کیلیے بابر خود دروازہ ملوٹ کی بلندی پر بیٹھا۔

علی خاں نے آنکر ایک اشرفی نذر دی۔ ظہر کی نماز کے وقت خیلچانے اور حرمیں باہر آنی شروع ہوئیں عبد العزیز و محمد علی جنگجنگ قتلق قدم و محمد و احمدی کو حکم ہوا کہ قلعہ کے اندر جاکر اُنکے خزانے اور مال اسباب ضبط کریں بعض یہ کہتے تھے کہ غازی خاں نکل کر بھاگ گیا بعض کہتے تھے کہ ہم نے اُسکو قلعہ میں دیکھا ہے۔ اس لیے بابر نے بعض آدمیوں کو متعین کیا کہ جہاں اُس کے ہونے کا گمان ہو وہاں تلاش کیجائے۔ مبادا وہ مغالطہ دیکر نہ نکل جائے اصل غرض تو اُس کا پکڑنا ہی تھا۔ اُسکے جواہر و خزانے نہاں ہوں وہ نکال کر ضبط کیے جائیں۔ قلعہ کے دروازہ پر آدمیوں کا ہجوم تھا وہ لوٹتے تھے سیاست کے لیے بابر نے اُن پر تیر چلائے۔ ہمایوں کا ایک آدمی تیر کے لگتے ہی مر گیا قلعہ کے اندر آیا اور سیر کی غازی خاں کی کتاب خانے میں گیا چند نفیس کتابیں اُنمیں سے لیں اُن میں بعض اپنے مطالعہ کے لیے رکھیں اور چند ہمایوں کو دیں چند کامران کو بھیجیں۔ ملایانہ کتابیں بہت تھیں ظاہری صورت میں اچھی معلوم ہوتی تھیں ایسی وہ سیرت میں نہیں تھیں۔ رات کو وہ یہیں رہا صبح کو باہر آیا غازی خاں کا اُسکو یہ خیال تھا کہ قلعہ میں ہوگا مگر وہ بے حمیت نامرد پدر و برادر خرد و مادر و خواہر خرد کو ملوت میں چھوڑ کر چند آدمیوں کے ساتھ پہاڑ میں بھاگ گیا۔ قطعہ

بوئیں اُن بے حمیت را کہ ہرگز   نہ خواہد دید روئے نیک بختی۔
تن آسانی گزیند خویشتن را   زن و فرزند بگذارد بہ سختی۔

روز چہارشنبہ کو یہاں سے کوچ کر کے جس پہاڑ میں غازی خاں گیا تھا اُس کی طرف کوچ کیا دہنہ ملوت میں ایک کوس چلا تھا کہ دلاور خاں نے آنکر ملازمت کی۔ دولت خاں و علی خاں و اسمعیل خاں اور بڑے بڑے امیروں کو قید کر کے کتہ بیگ کو حوالہ کیا کہ وہ اس قلعہ تلوکی میں بھیرہ کے اندر قید رکھیں۔ بابر نے تلوت کا قلعہ محمد علی جنگجنگ کو حوالہ کیا اُس نے اپنے بھائی ارغوں کو سپاہ کے ساتھ متعین کیا اور دو ڈیڑہ سو افغان و ہزارہ کے آدمی بھی کمک کے لیے اس قلعہ پر متعین ہوئے خواجہ کلاں غزنین کی شرابیں اونٹوں پر لادکر لایا تھا۔ وہ مجلسوں میں خوب پی گئیں۔ بابر آب کند کے پہاڑوں سے گذر کر دون میں آیا جسکو ہندستانی زبان میں جلگا دوں کہتے ہیں۔

غازی خاں کی خبر محقق بابر کو کسی جگہ نہ معلوم ہوئی اُس نے تردیکھ کو برم دیو ملہاس کے ساتھ بھیجا کہ جہاں غازی خاں ملے اُسے پکڑ کر لاؤ۔ اس کوہستان خرد کے اندر دون میں عجیب مضبوط قلعے موجود

ہیں۔ شرق و شمال میں ایک قلعہ ہی جسکا نام کوٹلہ ہی اُسکے گرد پہاڑ ستر اسی گز ایک اندازہ کا ہی۔ غازی خاں نے جو یہاں مضبوط قلعے بنائے تھے اُن میں سے ایک یہ ہی۔ قلعہ میں آدمی تھے۔ بابر کی سپاہ کے ایک دستہ نے اُس پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ اُسکو وہ لے لیتا مگر رات ہو گئی۔ اہل قلعہ بھاگ گئے قلعہ خالی کر گئے۔ دو دن کے قریب ایک اور قلعہ گنگوٹہ ہی جسکے گرد تمام ملک کوہستانی ہی مگر وہ پہلے قلعہ کی برابر مضبوط نہیں ہی۔ عالم خاں اسی قلعہ میں تھا جسکا بیان پہلے مذکور ہوا۔ غازی خاں کے لیے ایلغار روانہ کیا۔ پھر بابر ہمت کی رکاب میں پانوں رکھکر اور توکل کی باگ ہاتھ میں پکڑ کر سلطان ابراہیم ابن سلطان سکندر بن سلطان بہلول لودی افغان سے لڑنے چلا۔ ان دنوں میں دہلی پایہ تخت تھا۔ ممالک ہندوستان اسکے قبضہ میں تھے۔ لشکر حاضر اس پاس ایک لاکھ تھا۔ امرا و وزرا کے پاس ایک ہزار فیل تھے۔ ایک کوچ کے بعد باقی شقاول کو دیبالپور عنایت کیا اور بلخ کی مصلحت کے لیے کمک بھیجی۔ خویشوں و عزیزوں و فرزندوں اور چھوٹوں کو کہ کابل میں تھے بہت سا روپیہ د فتح ملوت میں جو پونجی ہاتھ لگی تھی وہ اور سوغاتیں بھیجیں۔

بر ذرہ دکھلور اور قلعہ ہائے کوہستان پر اس نواح میں مدتوں سے بہ سبب ان مقاموں کے استحکام کے کسی دشمن نے قدم نہ رکھا تھا مگر اس سپاہ نے جو ملوت قلعہ سے آگے بھیجی گئی تھی جا کر ان سب پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے آدمیوں کو لوٹ لیا۔ اور بابر سے آن ملی۔ عالم خاں بھی خراب ہو کر پیادہ و برہنہ بابر پاس ملنے کو آیا۔ تو اُس نے اُس کے استقبال کے لیے امرا و مقرب بھیجے کچھ گھوڑے بھی بھیجے۔ اُسنے اس نواح میں آنکر اُسکی ملازمت اور اطاعت اختیار کی۔ اس نواح کے کوہ و درہ میں میر حسین خان بیگ اور بعض جوان رخصت لیکر سپاہ کے ساتھ گئے اور دو تین رات رہے مگر کوئی چیز معتد بہ انکو ہاتھ نہ آئی۔ دو دن سے کوچ کر کے بابر روپڑ آیا۔ پھر روپڑ سے سفر کر سرہند کی برابر کرنال میں آیا کہ ایک ہندوستانی نے اپنے تئیں سلطان ابراہیم کا ایلچی بیان کیا اگرچہ اس پاس کچھ خط و کتابت نہ تھی مگر اس نے بابر سے یہ درخواست کی کہ ایک آدمی اُسکے ساتھ بطور ایلچی بھیجا جائے۔ بابر نے اُس درخواست کو منظور کیا اور سوادی قلنقطار اُس کے ساتھ بھیجا۔ یہ بیچارے دونوں ابراہیم کے پاس جاتے ہی قید ہوئے اور اُنکے مارنے کا حکم ہوا۔ سوادی نے اُسی روز قید سے رہائی پائی کہ ابراہیم کو بابر نے شکست دی۔ بابر دو دن سفر کے بعد نور و سنور ندی کے کنارہ پر آیا۔ اس ندی کو گگر کہتے ہیں چناب

اپنے کنارہ پر پہنچے۔ اس منزل میں خبر آئی کہ سلطان ابراہیم خود دہلی سے اس طرف آگے بڑھا چلا آتا ہے اور حمید خاں خاصہ خیل شقدار حصار فیروزہ بھی دس کوس بابر کی طرف بڑھ آیا ہے۔ اس پاس حصار فیروزہ کا لشکر اور گرد و نواح کی سپاہ ہے۔ بابر نے کتہ بیگ کو بھیجا کہ وہ ابراہیم کے لشکر کی خبر لائے اور مومن اتکہ کو بھیجا کہ لشکر حصار کی خبر لائے۔ روز یکشنبہ ۲۳ جمادی الاول کو انبالہ سے بابر نے کوچ کیا اور ایک تالاب کے کنارے پر فروکش ہوا۔ کہ مومن اتکہ اور کتہ بیگ دونوں اس روز واپس آئے بابر نے برانغار کی تمام سپاہ ہمایوں کو حوالہ کی اور اُسکے ساتھ خواجہ کلاں و سلطان محمد دولدائی و ولی خازن اور وہ امرا جو ہندوستان میں رہ چکے تھے ساتھ کیے دوسرے روز دوشنبہ ۱۴ کو ہمایوں اپنی سپاہ بہمیت حمید خاں کے سر پر یکایک جا چڑھا۔ ہمایوں نے پہلے سوڈیڑھ سو سپاہ قراولی کے طور پر بھیجی تھی دشمن کے قریب پہنچکر قراول اُس سے جا بھڑا ایک دو دفعہ اُن میں رد و بدل ہوئی کہ پیچھے سے ہمایوں کا لشکر نمودار ہوا اُسکے دیکھتے ہی دشمن فرار ہوا۔ ہمایوں کے لشکر نے سو دو سو آدمیوں کو نیچے گرایا اور اُنمیں سے آدھے آدمیوں کا سر اُڑایا اور آدھے آدمیوں کو زندہ مع اٹھ سات فیل کے ہمایوں کے لشکر گاہ میں لایا۔ بروز دوشنبہ ۲۱ کو بابر کے پاس سو قیدی اور آٹھ سات ہاتھی لایا۔ سیاست کے لیے بابر نے اُستاد علی قلی خاں و تفنگ اندازوں کو حکم دیا کہ ان سب قیدیوں کو تفنگ سے مار ڈالیں۔ یہ ہمایوں کی اول یورش تھی اور اول کام تھا جسکو باپ نے کہا کہ یہ ایک ہمایوں شگون تھا۔ تادغونچی یعنی ہلکی سپاہ بھگوڑوں کے پیچھے گئی اور حصار فیروزہ کو جاتے ہی لے لیا اور اُسکو لوٹ کر مراجعت کی۔ حصار فیروزہ کا مع اُسکے توابع و مضافات کے ایک کروڑ محاصل تھا وہ اور کروڑ زر نقد ہمایوں کو بابر نے دیا اور یہاں سے کوچ کرکے شاہ آباد میں آیا۔ اور سلطان ابراہیم کی خبر لانے کے لیے آدمی بھیجا۔ اسی منزل میں چند روز توقف کیا اور رحمت پیادہ کو فتحنامہ دیکر کابل روانہ کیا۔ اس منزل میں ہمایوں نے اپنا خط اُسترہ و مقراض سے درست کرایا۔

۲۸۔ جمادی الاول روز دوشنبہ کو آفتاب نے برج حمل میں تحویل کی اور لشکر ابراہیم سے متواتر خبر آئی کہ وہ آہستہ آہستہ ایک روز میں دو کوس چل کر ہر منزل میں دو دو تین تین روز قیام کرتا ہے۔ بابر بھی شاہ آباد سے ایک منزل درمیان کرکے دریائے جمن کے کنارے پر سرساوہ کے مقابل آیا۔ خواجہ کلاں کے ملازم حیدر قلی کو خبر لانے کے لیے بھیجا۔ بابر نے جمنا سے اتر کر سرساوے کی سیر کی۔ اس

منزل سے دریا کے نیچے کی طرف دو منزل کنارہ کے قریب قریب کوچ کیا تھا کہ حیدر علی جو خبر لینے کے لیے بھیجا گیا تھا وہ یہ خبر لایا کہ داؤد خاں اور ہتیم خاں دریا پار میان دو آب میں چھ سات ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا گیا ہے وہ ابراہیم کے مقام سے آگے تین چار کوس پر ہماری طرف کی راہ پر مقیم ہے۔ بروز ایک شنبہ ۸ رجمادی الاول کو اس سپاہ کے مقابلہ کے لیے چین تیمور سلطان اور اور افسروں کو مع کل سپاہ جرانغار کے جو سلطان جنید کے ماتحت تھا روانہ کیا۔ سپاہ کے ایک حصہ قول کو بھی جو یونس علی اور افسروں کے ماتحت تھا بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ دفعتہً غنیم پر ایلغار کرکے چڑھ جائیں۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت دریا سے اترے اور عصر و مغرب کے درمیان دشمن کے قریب آئے اور کچھ اپنے تئیں قریب کیا اور دشمن سے لڑنے چلے۔ مگر بمجرد اس لشکر کے پہنچنے کے دشمن بھاگا اور وہ اُسکے پیچھے آدمیوں کو مارتے ہوئے لشکر ابراہیم تک پہنچے۔ ہتیم خاں کو جو داؤد خاں کا بڑا بھائی اور ایک سردار تھا اور ستر اسّی قیدیوں اور چھ سات ہاتھیوں کو گرفتار کرکے لائے دشمن کی سیاست کے لیے اکثر کی گردن اُڑائی گئی۔

یہاں سے کوچ کرکے بابر نے کل سپاہ کو جنگ کے لیے جرانغار و برانغار و قول و ہراول میں مرتب کیا اور اُسکو ملاحظہ کرکے دم کیا۔ دم کی یہ رسم ہے کہ جب سپاہ سوار ہوتی ہے تو اُس کا سپہ سالار کمان یا چابک ہاتھ میں لیتا ہے اور بموجب دستور مقررہ کے سپاہ کے شمار کا تخمینہ کرتا ہے جسکے موافق وہ حکم لگاتا ہے کہ سپاہ کی مقدار اتنی ہوگی۔ اسطرح بابر نے جو سپاہ کا قیاسی تخمینہ کیا تھا اُتنا ہی تھا جتنی کہ سپاہ نظر میں آئی۔ اس منزل میں توقف ہوا کہ وہ اپنے حال کے موافق اسباب کو درست کریں سات سو ارابہ (یعنی توپیں) تیار ہوئے۔ استاد قلی کو حکم ہوا کہ روم کے دستور کے موافق ارابوں یعنی توپوں کے رہکلوں کو گائے کے چمڑے کے رسوں سے بجائے زنجیر کے باندھ دے اور دو توپوں کے درمیان چھ سات توڑوں کی جگہ چھوڑے (بدایونی نے توڑے کی جگہ تو برا لکھا ہے کہ وہ مٹی سے بھرے ہوئے تھے) ان ارابوں کے پیچھے تفنگ انداز کھڑے ہو کر تفنگ چھوڑیں (تفنگ سے مراد توڑے دار بندوق سے ہے) اس اسباب کی ترتیب کرنے میں پانچ چھ روز اس منزل میں توقف ہوا۔ اسباب کے تیار و تکمیل ہونے کے بعد امرا اور اہل علم و صاحب تمیز جوانوں کو مشورہ عام کے لیے جمع کیا۔ اس مجلس میں یہ رائیں قرار پائیں کہ پانی پت ایسا شہر ہے کہ اس میں محلے اور گھر

بہت سے ہیں وہ لشکر کے لیے خاصی ایک دیوار ہے۔ اور دوسری طرف اُس کے ارابے و تورے مضبوط کیے جائیں اور اُن کے پیچھے تفنگچی اور پیادے کھڑے کیے جائیں۔ بعد اسکے کوچ ہوا۔ ایک منزل درمیان کر کے پنجشنبہ سلخ جمادی الاول کو پانی پت کے قریب بابر کا لشکر آیا۔ دائیں ہاتھ کی طرف شہر کے محلے تھے اور سامنے ارابے و تورے لگائے گئے بائیں طرف اور کئی مختلف جگہ خندق کھودی اور درختوں کی شاخوں کی باڑ لگائی۔ اور ایک ایک تیر کے فاصلہ پر اسقدر جگہ چھوڑ دی کہ سو سو پچاس پچاس آدمی باہر نکل آئیں۔ بابر لکھتا ہے کہ میرے لشکر کے بعض آدمیوں کو بہت تردد و توہم تھا مگر یہ توہم و تردد ناحق ہوتا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالے نے ازل میں تقدیر کیا ہے وہی ہوتا ہے کچھ اور نہیں ہوتا۔ مگر میں ان آدمیوں کو بھی کوئی الزام نہیں لگاتا اس لیے کہ وہ دو تین مہینے سے اپنے وطن سے آئے تھے ایک ایسی بیگانی قوم سے لڑائی تھی کہ وہ نہ اُن کی زبان سمجھتے تھے نہ وہ اُسکی زبان جانتے تھے۔

غنیم کے حاضر لشکر کا ایک لاکھ تخمینہ کرتے تھے اور امرا و وزرا اسکے ہاتھی ہزار فیل اُسکے پاس باپ دادا کا خزانہ جمع کیا ہوا نقد موجود تھا۔ ہندوستان میں یہ رسم ہے کہ جسوقت ضرورت ہوتی ہے تو روپیہ دیکر سپاہ کو ایک مدت کے لیے نوکر رکھ لیتے ہیں اور اِن آدمیوں کو سہ بندی کہتے ہیں۔ اگر سلطان ابراہیم کو اسکا خیال آتا تو ایک لاکھ سپاہ اور جمع کر سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالے کو تو میرا کام بنانا منظور تھا۔ نہ وہ اپنے جوانوں کو راضی کر سکا نہ اپنے خزانہ کو قسمت کر سکا۔ بخل و امساک اُسکی طبیعت پر ایسا غالب تھا کہ وہ اپنے جوانوں کو راضی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ خود بیحد زر جمع کرنے کا طالب تھا وہ ایک ناتجربہ کار جوان تھا وہ اپنی سب حرکتوں میں غافل تھا اُس کا آنا بغیر انتظام کے تھا اس کا قیام اور جانا بے تدبیری کے ساتھ تھا۔ اُس کا لڑنا بغیر دور اندیشی کے تھا۔ جسوقت پانی پت اور اسکے اطراف میں میرا لشکر اپنے مقام کو ارابوں و شاخوں و خندق سے مضبوط و مرتب کر رہا تھا تو درویش محمد ساربان نے عرض کیا اسقدر احتیاط اس مقام کے استحکام میں کیگئی ہے کہ ممکن نہیں دشمن کو خیال یہاں آنے کا ہو۔ میں نے اُس سے کہا کہ تو دشمن کو اُزبکوں کے خانوں اور سلطانوں پر قیاس کرتا ہے مگر تجھے چاہیے کہ اِن دشمنوں پر اُن دشمنوں کا قیاس نکر ... لڑ چکے ہیں۔ اِن دشمنوں کو یہ تمیز ہی نہیں ہے کہ کہاں آگے بڑھنا چاہیے اور کہاں پیچھے ہٹنا

خدائے تعالیٰ نے میرے سب کام درست کیے اور جو میں نے کہا تھا وہی ہوا۔ ہم پانی پت میں آٹھ سات روز رہے ہمارے تھوڑے تھوڑے آدمی دشمن کے بڑے لشکر کے سپاہیوں پر تیر چلاتے تھے مگر وہ کوئی جنبش و حرکت نہ کرتے تھے۔ آخر کو بعض ہندوستانی امرا خیر خواہ کی رائے پر عمل کیا کہ میں نے ملک خواجہ اور اور امرا کو چار پانچ ہزار سپاہ دیکر شب خوں مارنے کے لیے بھیجا۔ مگر وہ آپس میں اول اچھی طرح نہ ملے اور ایسے پریشان روانہ ہوئے کہ وہ دشمن کے لشکر تک پہنچکر کچھ کام نہ کر سکے۔ جب دن نکل آیا تو غنیم کے لشکر کے پاس پہنچے غنیم بھی نقارے بجا کر اپنے ہاتھیوں کو درست کر کے لڑنے آئے۔ اگرچہ میرا لشکر اُن کا کچھ نہ کر سکا مگر یہ خیر ہوئی کہ اسقدر آدمیوں سے اپنے تئیں بچا کر صحیح سلامت اُلٹا چلا آیا اور کسی آدمی کی جان کو ضائع نہ ہونے دیا محمد علی جنگجنگ کے پاؤں میں تیر لگا اگرچہ وہ ہلاکت تھا مگر وہ میدان جنگ میں پھر نہ جا سکا میں نے یہ خبر سُنکر ہمایوں کو کوس یا ڈیڑھ کوس آگے اُن پاس بھیجا اور خود لشکر میں رہ کر آس کو درست کیا اور لیکر بابر پاس چلا۔ شب خوں کی سپاہ ہمایوں کے لشکر کے ہمراہ ہوئی۔ کوئی غنیم کا آدمی آگے نہیں بڑھا۔ ہم بھی پھر کر اپنے لشکر میں چلے آئے۔ اِسی رات کو ایک چھوٹا غوغا مچا اور ایک گھڑی تک لشکر کے تیار ہونے کا شور مچتا رہا اور غل غپاڑہ رہا جنھوں نے پہلے ایسا غوغا نہیں دیکھا تھا۔ انکو تردد و توہم ہوا پھر کچھ دیر کے بعد یہ غوغا موقوف ہوا۔

صبح کی نماز کے وقت خبر آئی کہ غنیم درست ہو کر ہماری طرف آتا ہے۔ ہم بھی جیبہ پہنکر اور ہتھیار باندہ کر سوار ہوئے۔ برانغار ہمایوں کو اور اُسکے ساتھ اور افسروں کو اور جرانغار سلطان مرزا کو اور اُسکے ساتھ اور امیروں کو اور قول کا دست راست چین تیمور سلطان اور اور اسکے ساتھ اور امیروں کو اور قول کا دست چپ خلیفہ اور اُسکے اور ہمراہیوں کو ہراول خسرو تاش اور امیروں کو حوالہ ہوا اور عبد العزیز میر آخور طرح میں متعین ہوا اور برانغار کی اوج میں ولی قزل اور اور امرا مقرر ہوئے۔ باباقشقہ کو مع مغلوں کے تلغمہ میں اور جرانغار کے اوج میں قراقوری کو اور تنکری قلی مغول کو تلغمہ کے راست میں مقرر کیا اور اُنکو ہدایت ہوئی کہ اگر دشمن بہت قریب آجائے تو چکر کھا کر اُسکے پیچھے آئیں۔

جب غنیم سامنے آیا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ برانغار کی طرف اُس کا میلان بہت ہے اس سبب سے

عبدالعزیز کو کہ طرح میں متعین تھا برانغار میں کمک کے لیے بھیجا سلطان ابراہیم کی سپاہ دور سے نمودار ہوئی تھی وہ کسی جگہ ٹھیری نہیں اور تیز چلی۔ جب ہماری سپاہ انکو نمودار ہوئی۔ اور آدمیوں نے دیکھا کہ وہ ترتیب سے حصوں میں بٹی ہوئی کھڑی ہوئی ہی اور اسکی حفاظت ایسی ہوئی ہی جیسی کہ اوپر بیان ہوئی تو وہ ٹھہری اور سوچ بچار میں ہوئی کہ ہم ٹھہرے رہیں یا نہیں۔ ہم آگے بڑھیں یا نہیں۔ وہ کھڑے نہیں ہوسکتے تھے نہ پہلی طرح سے تیزی کے سات آگے بڑہ سکتی تھی۔ میں نے احکام بھیجے کہ سپاہ جو تلغمہ میں موجود ہی وہ دشمن کے دائیں بائیں طرف سے پھر کر انپر تیر لگائیں۔ جرانغار سے مہدی خواجہ پہلے آیا۔ دشمن کا ایک گروہ ایک ہاتھی کے ساتھ اُس سے لڑنے آیا۔ میری سپاہ نے اُن پر تیروں کا مینہ برسایا۔ یہ حصہ دشمن کی فوج کا الٹا چلا گیا۔ جرانغار کی کمک کو احمد بردانچی کو بھیجا۔ دائیں جانب لڑائی سخت تھی۔ وہاں میں نے محمد گوکلتاش کو بھیجا۔ اوستاد علی قلی نے بھی بہت دفعہ توپوں کی باڑ ماری اور سامنے کے دشمنوں کو خوب مارا اور مصطفےٰ توپچی نے بائیں طرف کے اپنے توپخانے سے خوب کام لیا۔ برانغار اور جرانغار و قول و تولغمہ نے غنیم کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جنگ میں بڑی کوشش سے مشغول ہوئے اور اُن پر خوب تیر برسائے ایک دو دفعہ دشمن نے کوتاہ حملے میرے لشکر کے جرانغار اور برانغار پر کیے جنکو میرے لشکر نے ہٹا دیا۔ غرض دو لشکر آپس میں ایسے گتھ گئے کہ نہ انکو آگے بڑھنے کی راہ تھی نہ بھاگنے کا رستہ تھا۔ خدا کی عنایت سے یہ میرا مشکل کام سہل ہوا۔ اور ایسے بڑے زبردست دشمن کا لشکر دوپہر میں خاک میں مل گیا۔ میدان جنگ میں پانچ چھ ہزار آدمی مرے ہوئے ابراہیم کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ میدان جنگ اور ادھر اُدھر کے مرے ہوئے آدمی جو شمار ہوئے تو پندرہ سولہ ہزار تھے۔ آگرہ میں پہنچکر بعض ہندوستانیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ چالیس پچاس ہزار آدمی اس معرکہ میں مردہ ہوئے۔ باقی کے پیچھے قتل اور اسیر کرتا ہوا عیر الشکر گیا۔ جو امرا پیش رو تھے وہ امیروں اور افغانوں کو اسیر کرکے لانے لگے اور بہت سے ہاتھی مع فیل بانوں کے لاکر پیشکش میں دینے لگے۔ غنیم کا کچھ فاصلہ تک تعاقب کرکے اور یہ سمجھکر کہ ابراہیم زندہ میدان جنگ سے بھاگ گیا ہی میں نے کشتی مرزا کو مقرر کیا کہ وہ آگرہ تک اُس کا تعاقب کرے۔ جب میں ابراہیم کے لشکر کے درمیان سے گذرا اور اسکی سرا پر

اور گھروں کی سیر کی تو سیاہ آب (کالندی) پر اترا۔ ظہر کی نماز پڑھی تھی کہ خلیفہ کا چھوٹا بھائی طاہر طبری کو ابراہیم مردوں میں ملا اُسکا سر کاٹ کے میرے پاس وہ لایا۔ یہ حال ہم نے طبقات بابری سے نقل کیا ہے۔ اور اسی بیان کو اور مورخوں کے بیان سے زیادہ معتبر گنا ہے۔ ہم اسی جنگ کے بیان کو ایک اور پیرایہ میں ادا کرتے ہیں جس سے اصل حال اس کا مختصر بیان میں آجاتا ہے۔ پانی پت کے جس میدان میں لڑائی ہوئی وہ ایک وسیع قطعہ زمین ہموار ہے کہیں کہیں اس میں کچھ اونچے ٹیلے ہیں۔ کم پیداوار زمین بھی اُس میں کہیں کہیں تھی۔ وہ بہت چھوٹی ندیوں سے کہیں سیراب بھی ہوتی ہے۔ گھاس پھوس جھاڑیاں اُگانے میں بھی وہ خسّت کرتی ہے۔ زیادہ تر حصہ اُسکا بنجر ہے جو اپنا سفید زرد سرد کھاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میدان ایسا سنسان ویران بھیانک قدرت ہی نے اس لیے موضوع کیا ہے کہ قومیں اس میں لڑا کریں۔

اس میدان میں ۲۰۔ اپریل ۱۵۲۵ء کو سلطان ابراہیم نے اپنے سوار جمع کیے کہ حملہ آور سے لڑے ہندوستانی امرا خوب چمک دمک ملمع کے ہتیار لگائے ہوئے تھے۔ سیکڑوں ہاتھی سجے سجائے اُن کے ساتھ تھے خیموں پر کلس ایسے نظر آتے تھے کہ کسی کھیت میں زربفت کے تھانوں کو بچھا کر سونے کے درخت لگا دیے ہیں۔ دنکو اُن میں عیش و نشاط کا ہنگامہ گرم تھا۔ مگر اس سے بالکل مختلف دوسری جانب کا حال تھا کہ وہ صحرا نورد جنکی زندگی جنگ کے میدانوں میں گذری تھی اور وہ اپنے وطن کے کوہستانوں سے لڑتے ہوئے گرم لوئوں اور خشک صحراؤں میں آئے تھے۔ بہت سے انہیں اپنے سردار کے یہاں بے تکلف چلے آنے سے تردد و توہم میں پڑے تھے۔ بابر نے جو لکھا ہے کہ یہ تردد و توہم انکا بیجا ہے مگر اُن کی یہ حالت کہ وہ ایک بیگانے ملک میں ایسے بڑے لشکر کے مقابل میں پڑے ہیں ایسے ہی کہ میں اُن کو زیادہ الزام اُن کے تردد و توہم پر نہیں لگا سکتا۔ مگر ان دونوں لشکروں کے سپہ سالاروں کی لیاقتوں میں ایسا فرق تھا کہ ایک لشکر کی کمی اور اُس کے سپہ سالار کی لیاقت کی افزونی اور دوسرے لشکر کی زیادتی اور اُسکے سپہ سالار کی لیاقت کی کمی آپس میں موازنہ کرتی تھی۔ شہنشاہ دہلی کو بابر کہتا ہے کہ وہ ناتجربہ کار کنجوس تھا سپہ گری کے فن سے ناآشنا۔ دشمن کے سامنے کھڑے رہنے میں بد سلیقہ لڑنے میں

ناعاقبت اندیشی۔ برخلاف اسکے بابر تھا جس نے مصائب و مشکلات کے مدرسے میں دانائی و تجربہ کا سبق سیکھا تھا اور کوئی واقعہ جنگ ایسا نہ تھا جو اُسکو نہ پیش آیا ہو۔ اُس کے لشکر کے دائیں جانب کی حفاظت پانی پت کی دیواریں کررہی تھیں اُس کے مقابل کی جانب کی پاسبانی توپخانہ کرتا تھا۔ توپوں کا زنجیرہ چمڑے کے رسوں سے بندھا ہوا تھا۔ اُن کے پہیئے اور تورے حصار بنے ہوئے تھے اُس کے پیچھے بندوقچی تھے جنکے توڑے دار بندوقیں قائم تھیں اور لمبی افغانی جزائل تھے جنکا ہولناک ہونا فرنگیوں کی سپاہ کے زندہ آدمیوں کی یاد میں ہی۔ بائیں طرف بابر نے خندقیں بنا کے اُن میں درختوں کی شاخیں لگائی تھیں۔ اُن چیزوں کی تیاریوں میں اُس نے بڑے گھنٹے لگائے تھے دوسرے دن صبح کو بے صبر ابراہیم اپنے رنگ برنگ کے گھوڑے دشمنوں پر حملہ کرنے کے لیے لایا جسکا نتیجہ جو ہوا وہ پہلے ہی سے معلوم تھا۔ ایک طرف کو شجاعت مایوسانہ تھی اور کچھ سامان سائنٹفک لڑائی کا تھا۔ دوسری طرف مسلح آدمی متوسط تھے جن میں نیزہ و تیر زنونکی صفوں کا ہجوم وازدحام نہایت احمقانہ و بدانتظام تھا۔ مغلوں کے سواروں نے تین غول بنائے۔ دو غول دشمنوں پر جو آگے بڑھے چلے آتے تھے حملہ کرنے کے لیے اور ایک غول لشکر کی حفاظت کے واسطے رکھا۔ ان میں تیر انداز بھی تھے جنھوں نے دشمن کے دائیں طرف نکل کر اوسکے عقب پہ تیروں کا مینہ برسایا اور حیران و پریشان کر دیا۔ سامنے جو اُن پر حملہ ہوا اُس کو اُن کے توپچیوں نے پرے ہٹا دیا ہندوستانی سپاہ جتنی مغلوں کے نزدیک آتی تھی اُتنی وہ حملہ کرنے میں بیدل ہوتی جاتی تھی۔ اُن کی صفیں کی صفیں آپس میں دب کر تیروں سے چھاتی جاتی تھیں نہ وہ آگے آگے بڑھ سکتی تھیں نہ پیچھے ہٹ سکتی تھیں اُنکا خود ہجوم ہی اُن کے حق میں زہر ہوا۔ اور وہ گڈبڈ خلط ملط ہو کر بے ترتیب ہوگئیں۔ ابراہیم اور اُس کے منتخب آدمیوں نے بے فائدہ لڑائی کے سنبھالنے میں سعی کی سلطان کو ایک مصاحب نے سمجھایا کہ ابھی وقت ہی کہ مہلکہ سے باہر نکل جائیے لیکن مغلوں کے سوار آگے تھے پیچھے تیر انداز تھے اسیلیے ابراہیم نے باہر جانے سے انکار کیا۔ اور اپنے ہوا خواہ ملازموں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا۔ یہاں پانچ چھ ہزار ہندوستانیوں کی لاشیں اپنے سلطان کو ساتھ لیے ہوئے پڑی تھیں۔ بابر کے حساب کے موافق پندرہ ہزار کا خون ہوا۔ ایک ہی معرکہ میں ہندوستان کے فرماں روا بدل گئے اب

پھر طبقات بابری سے نقل کرتے ہیں۔

جس روز میں نے ہمایوں مرزا اور افسروں کو مقرر کیا تھا کہ جریدہ جاکر آگرہ پر قبضہ کریں۔ مہدی خواجہ و محمد سلطان مرزا اور امرا کو مقرر کیا کہ پرتل سے جدا ہو کر ایلغار کر کے قلعہ دہلی میں جاکر خزانوں کی احتیاط میں بیٹھیں خود دوسرے روز صبح ایک کوس کوچ کر کے دریائے جمن پر قیام کیا کہ گھوڑے تازہ دم ہو جائیں دو منزل درمیان کر کے روز سہ شنبہ کو مرزا منور شیخ نظام الدین اولیا کا طواف کیا اور دہلی کے برابر جمنا کے کنارہ پر اترا۔ شب چہارشنبہ کو قلعہ دہلی کی سیر کی اور رات کو یہاں رہا صبح کو قلعہ دہلی سے خواجہ قطب الدین کا طواف کیا۔ مقبرہ و عمارت سلطان غیاث الدین بلبن و سلطان علاء الدین خلجی و مینار و حوض شمسی و حوض خاص و مقابر و باغات سلطان بہلول کی سیر کی اور لشکر میں واپس آیا۔ اور کشتی میں سوار ہوا اور عرق پیا۔ دہلی کی شقداری کا منصب ولی بیگ قزل کو دیا اور دولت بیگ کو دیوان دہلی مقرر کیا اور خزانوں پر مہر کر کے اُن کے حوالہ کیے روز پنجشنبہ کو کوچ کر کے تغلق آباد کی برابر جمنا کے کنارہ پر قیام کیا روز جمعہ کو یہاں توقف کیا مولانا محمود و شیخ زین اور امیر دہلی میں گئے اور جمعہ کی نماز میں میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور فقرا میں کچھ روپیہ تقسیم کیا۔ پھر وہ اُلٹے آئے۔ ہم نے ہفتہ کو اپنے قیام گاہ سے سفر کیا اور کوچ پر کوچ کر کے آگرہ پہنچے۔ اور سلیمان فرملی کے مکان میں ٹھیرے۔ مگر یہ مکان قلعہ سے دور تھا۔ اس لیے دوسرے روز جلال خاں جگہت کی جاگیر میں اُترا۔ ہمایوں یہاں پہلے سے آیا تھا۔ اہل قلعہ نے غدر کر کے اُس کو اندر آنے نہیں دیا تھا۔ ہمایوں نے دیکھا کہ قلعہ میں آدمی بے سرے ہیں کہیں خزانوں کو نہ لوٹ لیں اُس نے خزانوں کے برآمد کی راہ بند کی اور میرے آنے تک چپکا بیٹھا رہا۔

بکرماجیت ہندو کہ گوالیار کا راجہ تھا۔ سو برس سے زیادہ ولایت گوالیار میں اُس کے باپ دادا راج کرتے چلے آئے تھے۔ سکندر کئی سال تک رہا اور گوالیار کی فتح میں کوشش کرتا رہا۔ بعد ازاں سلطان ابراہیم کی سلطنت میں اعظم ہمایوں شروانی نے کچھ مدت تک اس کا اس پر کئی حملے کیے آخر کو صلح کر کے اُس کو لے لیا شمس آباد بکرماجیت کو دیا گیا۔ وہ سلطان ابراہیم کے ہمراہ ہو کر بابر سے لڑا اور مارا گیا۔ اُس کے اہل و عیال و خیلخانہ آگرہ میں تھا

جب ہمایوں آیا تو بکرماجیت کے آدمیوں نے بھاگنے کا ارادہ کیا مگر ہمایوں کے آدمیوں نے اُن کو گرفتار کر لیا۔ ہمایوں نے اُن کے لوٹنے کی اجازت نہیں دی۔ اُنھوں نے اپنی خوشی سے بہت سے جواہر پیشکش میں دیئے۔ اُن میں ایک نامور ہیرا تھا جس کو سلطان علاء الدین لایا تھا ایسا مشہور ہی کہ ایک جوہری نے اُس کی قیمت کا تخمینہ کیا تھا کہ جتنا روپیہ سارے عالم کا ایک روز کے خرچ میں صرف ہوتا ہی اُس سے آدھی اُس کی قیمت ہی۔ اُس کا وزن آٹھ مثقال کا تھا۔ ہمایوں نے میری نذر کیا میں نے اوسے ہی پھر دیدیا (یہ ہیرا کوہ نور ہے جس نے بہت سے اپنے مالکوں کو تباہ کیا ہے۔ اب وہ جناب قیصر ہند کے تاج میں چمکتا ہی۔ اوسٹے وزیر نے اُس کی قیمت کا تخمینہ . . . . . ۸۰ پونڈ کیا ہی)

قلعے کے اندر جو سپاہی تھے اُن میں دانا مردیہ تھے ملک داد کرانی ہیں سور۔ فیروز خاں میواتی اُنھوں نے کچھ حیلے حوالے کیے تھے اُن کی سیاست کے واسطے آدمی بھیجے گئے۔ ملک داد کرانی اور بعض اوروں نے مجھ سے ملنے کی استدعا کی چار پانچ روز کے اندر میں نے اُن کی استدعا کے موافق عنایت و شفقت کی اور سب قصور اُن کے معاف کر دیئے۔ ابراہیم کی ماں کو سات لاکھ ٹنکہ کی جاگیر دی۔ اُس کے ہمراہی امرا میں سے ہر ایک کو پرگنے دیئے۔ آگرہ سے ایک کوس پر ایک محل میں اُس کو بھجوا دیا۔ دوشنبہ ۲۲۔ رجب کو آگرہ میں ظہر کی نماز پڑھی اور سلطان ابراہیم کے محل میں اُترا

جب میں نے سنہ ۹۱۰ھ میں ولایت کابل کو فتح کیا تھا تب سے ہندوستان کے فتح کرنے میں رات دن میرا خیال لگا رہتا تھا۔ کبھی امیروں کی سُست رائی اور کبھی بھائیوں کی ہمتائی سے نہ ہندوستان پر یورش میسر ہوئی نہ اُس کے ممالک مسخر ہوئے۔ آخر کو یہ سب موانع دفع ہوئے۔ کوئی چھوٹا بڑا امیر ایسا نہ رہا کہ میرے اس مقصود کے خلاف کوئی بات کہتا۔ سنہ ۹۲۵ھ میں لشکر کشی کر کے قلعہ بجور کو دو تین گھڑی نہ گئی فتح کر لیا۔ قلعہ کے آدمیوں کا قتل عام کیا۔ بھیرہ میں آیا۔ اُس کو تاخت و تاراج نہیں کیا۔ نقد و جنس چار لاکھ شاہرخی کا وہاں کے آدمیوں سے لیکر لشکر میں تقسیم کر دیا اور کابل میں مراجعت کی۔ اس تاریخ سے تاریخ سنہ ۹۳۲ھ تک سات آٹھ سال میں پانچ دفعہ ہندوستان پر لشکر کشی۔ پانچویں دفعہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلطان ابراہیم جیسے غنیم کو ابتر و مقہور کیا۔ ہندوستان جیسا ملک مسخر و میسر ہوا۔ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم

کے عہد سے اس تاریخ تک اس طرف کے بادشاہوں میں سے تین بادشاہ ولایت ہندوستان پر مسلط ہوئے ہیں اور انھوں نے سلطنت کی ہے۔ ایک سلطان محمود غزنوی نے اُس کی اولاد ہندوستان کی مملکت کے تخت پر مدت مدید تک بیٹھی رہی۔ دوم سلطان شہاب الدین غوری اور اُس کے غلاموں اور توابع نے بہت برسوں اس ملک میں بادشاہی کی ہے۔ سوم میں ہوں مگر میرا کام ان بادشاہوں کے کاموں سے مشابہت نہیں رکھتا اس لیے کہ سلطان محمود نے جب ہندوستان کو مسخر کیا تو خراسان کا تخت اُس کے تحت میں تھا سلاطین خوارزم و دار المرز اُس کے مطیع و منقاد تھے سمرقند کا بادشاہ اس کا زیر دست تھا اگر اس کا لشکر دو لاکھ نہ تھا۔ تو ایک لاکھ ضرور تھا۔ اس ملک میں راے راجہ بہت سے راج کرتے تھے۔ تمام ہندوستان کا ایک بادشاہ نہ تھا۔ دوم سلطان شہاب الدین غوری اگرچہ خراسان کی سلطنت نہ رکھتا تھا۔ مگر اس کا بڑا بھائی سلطان غیاث الدین غوری یہ سلطنت رکھتا تھا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ ایک لاکھ بیس ہزار لشکر لیکر آیا۔ اس کے غنیم بہیں کے رائے راجہ تھے۔ تمام ہندوستان میں ایک بادشاہ نہ تھا۔ میں جب بھیرہ میں آیا تو پندرہ سو غایت دو ہزار آدمی میرے ساتھ تھے۔ پانچویں مرتبہ میں جو سلطان ابراہیم کو میں نے زیر کیا اور ممالک ہندوستان کو فتح کیا تو میرے ہمراہ جو لشکر تھا اُس میں نوکر و سوداگر و چاکر سب ملکر کل بارہ ہزار قلم بند ہوئے تھے۔ کبھی ہندوستان کے فتح کرنے کو اس قدر کم لشکر نہیں آیا۔ میرے پاس جو ملک تھا وہ بدخشاں و قندہار و کابل و قندر تھا اور ان سے کوئی نفع معتد بہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اُن کی مدد عظیم کرنی لازم تھی غنیم بغل میں موجود تھا ماوراء النہر کی تمام ولایات اوزبک خوانین و سلاطین کے تصرف میں تھیں جن کے لشکر کا تخمینہ ایک لاکھ ہوتا تھا۔ وہ میرے قدیمی دشمن تھے۔ مملکت ہندوستان بھیرہ سے لیکر بہار تک افغان بادشاہ کے تصرف میں تھی اُس کا بادشاہ سلطان ابراہیم تھا جس کے لشکر کا حساب پانچ لاکھ آدمیوں کا کرنا چاہیے۔ اس وقت بعض امرا پورب اس کی مخالفت کر رہے تھے اس کا حاضر لشکر کا تخمینہ ایک لاکھ تھا۔ خود اور اُس کے امرا کے ہاتھی ہزار کے قریب تھے۔ میں نے توکل کرکے اوزبک جیسے لاکھ پُرانے باغی پس پشت چھوڑے اور سلطان ابراہیم جیسے صاحب لشکر اور مالک ملک سلیمان کے روبرو آیا اس توکل کے سبب سے خدا تعالیٰ نے میری محنت و مشقت کو ضائع نہیں کیا۔ غنیم کو جو روبرو آیا

مغلوب کرایا اور ہندوستان جیسی وسیع مملکت کو مفتوح - یہ دولت مجھے اپنی قوت و زور سے نہیں حاصل ہوئی اور یہ سعادت اپنی سعی و ہمت سے نہیں ملی بلکہ محض عنایت و کرم الٰہی سے ملی ہے۔ غرض بابر نے اپنی اس فتح کا حال اس طرح بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی فتوح سے بہتر سمجھتا تھا۔ اگرچہ ان چند ابتر صوبوں کی فتح کو جو سلطان ابراہیم کے قبضے میں تھے۔ سارے ہندوستان کی فتح سمجھنا یا سلطان محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین کی فتوح کی برابر جاننا بجا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر جب اس فتح کی خصوصیات پر غور کیا جائے وہ ایک کارِ عظیم معلوم ہوتا ہے اور اُس کے نتائج پہلے فتوح سے زیادہ عظمت و وقعت رکھتے ہیں۔ یہ فتوح ایسے بادشاہوں کی سلطنت کی بانی مبانی ہوئی کہ جن کے عہد میں ہندوستان کا ملک غایت شادابی اور نہایت آبادی کو پہنچا۔ گو جس قدر حکومتیں کہ آج کل ہندوستان میں قائم ہیں وہ انہیں بادشاہوں کی تباہی کے نتیجے اور بربادی کے نمونے ہیں۔

بابر لکھتا ہے کہ ہندوستان کے ممالک وسیع و پر مردم و سیر حاصل ہیں مشرقی و جنوبی بلکہ غربی حدود دریائے محیط پر ختم ہوئی ہیں۔ اُس کے شمال میں ایک پہاڑ ہے جس سے کوہ ہندوکش و کافرستان و کوہستان کشمیر پیوستہ ہیں۔ مغرب شمال میں اُس کے کابل و غزنی و قندھار واقع ہیں پائے تخت اس کا دہلی ہے۔ سلطان شہاب الدین غوری کے عہد سے سلطان فیروز شاہ کے عہد تک اکثر سلاطین دہلی کے تحت و تصرف میں ہندوستان رہا اور اس تاریخ کہ میں نے ہندوستان فتح کیا پانچ مسلمان بادشاہ اور دو ہندو راجہ ہندوستان میں سلطنت کرتے تھے۔ اگرچہ اور رائے راجہ چھوٹے چھوٹے بہت سے پہاڑوں اور جنگلوں میں راج کرتے تھے۔ مگر ان میں معتبر و مستقل سات ہی تھے۔ اول ان سلطنتوں میں سے افغانوں کی بادشاہت تھی۔ اُن کی حکومت بھیرہ سے بہار تک تھی اور اس میں دارالسلطنت دہلی شامل تھا۔ افغانوں سے پہلے جونپور سلطان حسین شرقی قابض تھا۔ اُس کے باپ دادا فیروز شاہ تغلق اور اور تغلق بادشاہوں کے ہاں ساقی تھے۔ فیروز شاہ کے بعد اس ملک پر قابض ہوئے۔ جس وقت کہ دہلی میں سلطان علاء الدین بادشاہ تھا۔ وہ سیدوں کے خاندان میں تھا جس کے باپ دادا کو امیر تیمور

سنے دہلی کی سلطنت عنایت کی تھی اُس نے سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے پائے تخت دہلی سے پائے تخت جونپور تک قبضہ کر لیا۔ اور دونوں سلطنتوں کو ایک کر دیا ان کا بادشاہ ایک ہونے لگا۔ دویم گجرات اس میں سلطان مظفر بادشاہ تھا۔ وہ سلطان ابراہیم کی شکست سے کچھ دنوں پہلے اس دنیا سے چل بسا تھا۔ وہ طالب العلم تھا۔ حدیث پڑھا کرتا تھا قرآن شریف لکھا کرتا تھا۔ اس کے خاندان کو ٹانگ کہتے ہیں اُس کے باپ دادا سلطان فیروز شاہ اور اُسکے خاندان کے شراب دار تھے۔ فیروز شاہ کے بعد وہ گجرات پر قابض ہوئے تھے۔ سوم دکن بہمنوں کا خاندان فرمانروائی کرتا تھا۔ اس زمانہ میں سلاطین دکن کے ہاتھ میں اختیار اور اقتدار نہیں رہا تھا۔ اُن کی ولایتوں کو اُن کے امرا دبا بیٹھے تھے۔ یہاں بادشاہ ہر کام میں ان امیروں کے محتاج ہو گئے تھے۔ چہارم مالوہ جسے مانڈو بھی کہتے ہیں۔ یہاں محمود بادشاہ تھا جس کے خاندان کا نام خلجی تھا۔ اس کے باپ دادا بھی سلطان فیروز شاہی کے تربیت یافتہ تھے۔ اس کے بعد وہ ولایت مالوہ پر قابض ہوئے تھے۔ اس وقت اُس میں ضعف آگیا تھا۔ رانا سنگا نے اس کا ملک بہت دبا لیا تھا۔ پنجم بنگالہ اسمیں نصرت شاہ بادشاہ تھا جس کو سلطنت وراثت میں ہاتھ آئی تھی۔ اس کا باپ بنگالہ میں بادشاہ ہوا تھا۔ وہ سید تھا اور اُس کا لقب سلطان علاء الدین تھا۔ بنگالہ میں یہ عجب رسم ہے کہ سلطنت میراث میں کمتر ملتی ہے۔ بادشاہ کے واسطے ایک تخت اور امرا و وزرا و صاحب منصبوں میں سے ہر شخص کے لیے ایک جگہ مقرر ہے۔ اہل بنگالہ اس تخت اور جگہ کو معتبر سمجھتے ہیں۔ ہر جگہ کے واسطے نوکر چاکروں کی ایک جماعت معین ہے جب بادشاہ کسی عہدہ دار کا عزل و نصب کرتا ہے تو سب نوکر چاکر تابعین کا وہ عہدہ دار ہی مختار ہوتا ہے۔ بادشاہ کے تخت میں بھی یہ خاصیت ہے کہ جب کوئی شخص بادشاہ کو مار کر تخت پر بیٹھتا ہے اُس کو سب بادشاہ مانتے ہیں امرا وزرا سپاہ و رعیت سب اسکی اطاعت کرتے ہیں اور اُسکو سابق بادشاہ کی طرح فرمانروا جانتے ہیں۔ اہل بنگالہ کا قول یہ ہے کہ ہم تخت کے نمک حلال ہوا خواہ ہیں جو شخص تخت پر بیٹھتا ہے ہم اُس کے مطیع و منقاد ہوتے ہیں جیسے کہ سلطان علاء الدین پدر نصرت شاہ سے پہلے ایک حبشی (مظفر شاہ حبشی) بادشاہ کو مار کر بادشاہ ہوا تھا اُس نے مدت تک سلطنت کی۔ اس حبشی کو سلطان علاء الدین مار کر یکایک بادشاہ ہو گیا۔ اب اُس کا بیٹا بادشاہ بطریق ارث بادشاہ ہوا ہے ایک اور رسم بنگالہ میں یہ رسم ہے کہ جو نیا بادشاہ ہو وہ ضرور ہے ایک نیا خزانہ جمع کرے۔ بادشاہ کا خزانہ جمع کرنا اُس کے

فخر و مباہات کا سبب ہوتا ہے۔ ایک اور رسم یہ ہے کہ پایگاہ (اصطبل) خزانہ کل بیوتات سلاطین کے خرچ اُٹھانے کے لیے قدیم زمانہ سے پرگنے مقرر ہیں اُن کی آمدنی کے سوا کسی اور طرح سے انکا خرچ نہیں اُٹھایا جاتا۔ یہ پانچ بادشاہ جو اوپر بیان ہوئے ہیں بڑے صاحب لشکر اور امیر مسلمان ہیں۔ ہندؤں میں باعتبار ملک اور لشکر کے دو بڑے راجہ ہیں ایک راجہ بیجانگر ہے دوسرا رانا سنگا ہے جو زمانہ حال میں اپنی جرأت و شمشیر کے زور سے بڑا صاحب قدرت راجہ ہو گیا اصل ولایت اُس کی چتوڑ ہے جب سلاطین اسلام کی سلطنت میں خلل پڑا ہے تو اُس نے مانڈو کی سلطنت میں سے بہت سے ملک دبا لیے جیسے کہ رنتھنبور۔ سارنگ پور بھیلسا۔ چندیری ۹۳۴ھ میں عنایت الٰہی سے میں نے دو گھڑی میں چندیری کو بزور لے لیا۔ وہاں کے کافروں کو قتل عام کیا اور اُس کو دارالاسلام بنایا اس کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ چند سال سے چندیری دارالحرب ہوئی تھی۔ اور وہاں میدانی رائے راج کرتا تھا۔ جو رانا سنگا کے نہایت معتبر اور معزز امیروں میں سے تھا۔ ملک ہندوستان کی جوانب اور اطراف میں اور بہت سے راجا اور رائے ہیں بعض اُن میں سے مطیع الاسلام ہیں اور بعض اُن میں سے اسلام کے بادشاہوں کے مطیع اس سبب سے نہیں رہے کہ اُن کے ملک دشوار گذار اور نہایت بعید فاصلہ پر واقع ہیں۔ بھیرہ سے بہار تک جو ملک میرے قبضہ و تصرف میں تھا اُس کا سالانہ خراج یعنی آمدنی زمین باون کروڑ ٹنکہ تھی جس کی تفصیل ذیل میں ہے اس آمدنی میں سے یہاں کے رائے اور راجاؤں اور راناؤں کو پہلے بادشاہوں نے مدت سے اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری کے سبب سے آٹھ نو کروڑ ٹنکہ کی جاگیریں دے رکھی تھیں۔ اگرچہ تزک بابری کے فارسی ترجمہ میں یہ نقشہ آمدنی نہیں ہے لیکن چغتائی ترجمہ میں یہ لکھا ہے کہ دریا سندھ کے اس طرف جو ملک بابر کی حکومت کے اندر ہیں اُن کی آمدنی یہ ہے۔

نام ملک	آمدنی ٹنکوں میں
۱۔ سرکار جو ستلج سے اس طرف ہے بھیرہ۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ دیبال پور اور بعض اور ملک	۳۶۳۱۵۹۸۹
۲۔ سرہند مع مضافات	۱۲۹۳۱۹۸۵
۳۔ حصار فیروزہ	۱۳۰۷۵۱۰۴
۴۔ دارالملک دہلی کے ممالک اور دوآبہ	۳۶۹۵۰۲۵۴

نام ملک	آمدنی ٹنکوں میں
۵ - میوات جو سکندر لودی کے زمانہ میں سلطنت کا حصہ نہ تھا	۱۶۹۸۱۰۰۰
۶ - بیانہ	۱۴۴۱۴۹۳۰
۷ آگرہ	۲۹۷۶۹۱۹
۸ (میان ولایت) (شاید دوآبہ کے کسی حصہ سے مراد ہو)	۲۹۱۱۹۰۰۰
۹ گوالیار	۴۲۳۵۷۳۵۰
۱۰ کالپی - ستھندہ - گررا	۴۲۸۵۵۹۵۰
۱۱ قنوج	۱۳۹۶۳۳۵۸
۱۲ سنبھل	۱۳۸۴۴۰۰۰
۱۳ لکھنو و لکھنو	۱۳۹۸۲۴۳۳
۱۴ خیرآباد	۱۲۶۵۰۰۰
۱۵ اودھ و بہرائچ	۱۱۷۲۱۳۶۹
۱۶ جونپور	۴۰۰۸۸۳۳۳
۱۷ کڑا مانک پور	۱۸۳۲۷۲۸۰
۱۸ بہار	۴۰۵۶۰۰۰۰
۱۹ سروہی	½۱۵۵۱۷۵۰۶
۲۰ سارن	۱۱۰۱۸۶۷۹
۲۱ چوپارہ (چنپارن)	۱۹۰۸۶۸۶۰۹
۲۲ گونڈہ	۴۳۳۰۳۰۰
راجہ مٹانہ - راجہ ادب بدن (نرائن) چاندی کا ٹنکہ	۲۵۵۰۰
سیاہ ٹنکہ	۲۷ لاکھ پچاس ہزار
مشتبہ	۲۰۰۰۰۰۰

ناگور - ابنہ بکرماجیت - رنتھنبور - راجہ کلنجری - راجہ سنگھ دیو - راجہ بکرم دیو - راجہ بکرم چند

جو رقمیں دیتے تھے وہ مشتبہ ہیں

۲۳ ترہت خدمتانہ راجہ ترہت ۲۵۰۰۰۰ ٹنکہ نقرہ و ۲۷۵۰۰۰۰ ٹنکہ سیاہ

۲۴ رنتھبنور ۲۰۰۰۰۰۹

۲۵ ناگور ۱۳۰۰۰۰۰۰

۲۶ راجہ بکرماجیت راٹھور
۲۷ راجہ کالنجری
۲۸ راجہ نرسنگھ دیو
۲۹ راجہ بھیکم دیو
۳۰ راجہ بھیکم چند

یہ سب ملکر ۴۴۴۳۷۸۳۴۵ ½ ٹنکہ دیتے تھے
ترہت کی سیاہ ٹنکہ ۲۷۵۰۰۰
کل ۴۴۶۵۳۳۴۵۷ ½ ٹنکہ

اس کے علاوہ ۲۵۰۰۰۰ نقرہ ٹنکہ ترہتی خدمتانہ ہے اور بہت سے راجاؤں کا خراج نامعلوم ہے۔

ہندوستان کا جغرافیہ جو بابر نے طبقات بابری میں لکھا ہے

طبقات بابری میں ہندوستان کا جغرافیہ بابر نے نہایت عمدہ لکھا ہے اور اُسمیں ہندوستان کی بہت چیزوں کا بیان ہے۔ مگر اُس نے تُرکی زبان میں اپنے اہل ملک کی فہمائش کے لیے لکھا تھا۔ انہیں سے بہت سی چیزوں کا بیان کرنا ضرور نہیں ہے اس لیے کہ ہم اُن کو روز دیکھتے ہیں جیسے کہ رہٹھ کا چلنا۔ گھڑیا پر چرسوں کا کھینچنا۔ چرندوں۔ پرندوں۔ درندوں کی صورتیں و عادتیں۔ ہم صرف وہی باتیں لکھتے ہیں جو اُن سے ہندوستان کی نسبت وہ لکھی ہیں جن کے پڑھنے سے ہم کو دلچسپ آگاہی ہو۔ وہ لکھتا ہے کہ ہندوستان عجب جگہ واقع ہے کہ چاروں اقلیم اول و دوم و سوم و چہارم میں اپنا حصہ رکھتا ہے۔ کشمیر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتا ہے کہ کوہستان کشمیر میں جو لوگ بستے ہیں اُن کو کھسیا کہتے ہیں اور میر سنسکرت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ پس کھسیا کا کش ہوگیا اور میر باقی رہا جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ پہاڑ جس پر کھسیا رہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ اس ملک کا عالم ہمارے ملک کے عالم سے ہی نرالا ہے۔ کوہ و دریا و جنگل و صحرا و حیوانات و نباتات و مردم و زبان و باد و باران اس کے اور ہی رنگ ڈھنگ رکھتے ہیں۔ کابل کے توابع میں سے گرمسیر ہندوستان سے بعض چیزوں میں مشابہت رکھتا ہے اور بعض میں نہیں آب سندھ سے گزرتے ہی آب و درخت و ملک و اہل و الوس و راہ و رسم تمام اُس کے بطریق ہندوستان ہیں۔ پہاڑوں دریاؤں کا بیان اُس نے ایسا ہی لکھا ہے جیسا کہ آج کل جغرافیوں میں لکھا جاتا ہے۔ وہ اس

ملک میں یہ عیب بتاتا ہے کہ سوا دریاؤں کے اور آب رواں یعنی نہریں نہیں ہیں۔ ہندوستان ہیں ولایتیں اور شہر
بے صفا ہیں۔ تمام زمینیں ایک وضع کی ہیں اس کے باغوں میں دیوار نہیں ہوتی اس میں اکثر میدان چٹیل ہیں اور
بعض میدانوں میں گھاس ہے دریا و ندیاں برسات کے مینہ سے بھر جاتی ہیں کہ ہر جگہ عبور و مرور متعذر ہوتا ہے
شہر کے آدمی تالابوں سے جن میں برسات میں پانی بھر جاتا ہے اور کنوؤں سے پانی پیتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ
ہندوستان میں دیہات و شہروں کا آباد اور ویران ہونا تھوڑے عرصہ میں واقع ہوتا ہے بڑے بڑے شہر جو مدتوں سے
آباد ہیں جب ان میں بھگڑ پڑ جاتی ہے تو ایک آدھ روز میں ایسے ویران ہو جاتے ہیں کہ کوئی آثار و علامت اُن
کی باقی نہیں رہتی اگر وہ پھر آباد ہوتے ہیں تو کسی ندی کھودنے اور بند باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کوئی
حوض یا کنواں کھود لیا۔ بانس پھونس اور لکڑیوں کے مکان بنا لیے درختوں کی کثرت ہے لکڑیاں آسانی سے
ملتی ہیں یوں فوراً شہر اور گانو آباد ہو جاتا تھا۔ ہندوستان کے مخصوص جانوروں میں سے اُسنے ہاتھی کا
بیان دلچسپ لکھا ہے۔ جس ارابہ کو چار پانچ سو آدمی کھینچیں اس کو ایک دو ہاتھی آسانی سے کھینچ سکتے ہیں۔ پھر
گینڈے کی کیفیت لکھی ہے۔ پھر اور جانوروں کا حال لکھا ہے جس کو ہم سب بغیر پڑھے جانتے ہیں پھر نباتات کا
ذکر کرتا ہے جس میں آموں کا بیان خوب لکھا ہے ہندوستان کی فصلوں کا اور اُن کی پیداوار کا ذکر کیا ہے۔ یہاں کی
اوقات و اعداد کا بیان کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ اکثر ہندو مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں اور اپنے اپنے قبیلہ کا نام جدا جدا
رکھتے ہیں۔ اہل حرفہ اپنے باپ دادا ہی کا کام کرتے ہیں۔ ہندوستان میں لطافت کم ہے اُس کے آدمیوں میں
حسن نہیں حسن اختلاط و آمیزش آمد و رفت نہیں ادراک نہیں ادب نہیں کرم و مروت نہیں شہر اور گانو میں سیاق
نہیں گلی کوچوں میں صفائی نہیں۔ گھوڑا خوب نہیں گوشت اچھا نہیں انگور و خربزے و میوے خوب نہیں۔
یخ و آب سرد نہیں بازاروں میں نہ طعام خوب ہے نہ نان خوب نہ حمام نہ مدرسے نہ شمع نہ مشعل نہ
شمعدان۔ ڈیوٹ ہوتا ہے اس کو چراغدان پر رکھتے ہیں اور بتی جلاتے ہیں اور کپی سے اس میں تیل ڈالتے
ہیں۔ یہ ڈیوٹ سیکڑوں ہوتے ہیں بجائے شمع و مشعل کے کام میں لاتے ہیں بادشاہوں اور امیروں کو
اگر رات کو کام شمع سے پڑے تو اس کے سامنے بھی یہی ڈیوٹ چیکٹ بھرا آتا ہے۔ عمارتوں اور باغوں
میں آبہائے رواں نہیں اُن کی عمارات میں نہ صفائی ہے نہ ہوا کا سیاق اچھا ہے۔ رعیت اور چھوٹے
آدمی سب ننگے پانوں پھرتے ہیں لنگوٹی و لنگوٹہ باندھتے ہیں۔ عورتیں دھوتی آدھی ٹانگوں میں اور
آدھی سامنے بدن پر اوڑھتی ہیں پس ہندوستان کی یہی لطافت ہے کہ بڑی ولایت ہے۔ طلا و زر بہت ہے

ہوائے برشگال اس کی خوب ہوتی ہی (بابر شراب پیتا تھا اس لیے اُس کو برسات کی ہوا خوب معلوم ہوتی ہوگی) مینہ خوب برستے ہیں جہاں پانی نہیں ہوتا وہاں بھی پانی کی سبلیں بہنے لگتی ہیں۔ بارش میں ہوائیں خوب ہوتی ہیں اُن میں اعتدال اور لطافت ہوتی ہی اُن میں عیب یہ ہوتا ہے کہ وہ تر و نم ایسی ہوتی ہیں کہ ہماری ولایت کی کمانوں سے تیر اس موسم میں نہیں چھوٹ سکتا۔ کمان ہی کا حال یہ نہیں ہوتا بلکہ جبہ و کتاب و درخت و متاع میں اس کا اثر ہوتا ہی۔ عمارت بھی بہت دیرپا نہیں ہوتی سوائے برسات کے جاڑے اور گرمی میں اچھی ہوائیں چلتی ہیں مگر آندھیاں بھی آتی ہیں جن میں وہ خاک ہوتی ہی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو نہیں دیکھ سکتا۔ دوسری لطافت اس ملک میں یہ ہی کہ ہر صنعت و ہر حرفہ کے آدمی بے حد و نہایت موجود ہیں۔ ہر کار و ہر چیز کے واسطے آدمی معین ہیں کہ وہ باپ دادا سے ایک ہی کام کرتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ ملا یزدی نے ظفر نامہ میں لکھا ہی کہ آذربائیجان و فارس و ہندوستان اور ممالک کے سنگ تراش دو سو سمرقند کی مسجد میں کام بناتے تھے۔ اب یہاں آگرہ میں ہر روز میری عمارات چھ سو اسی سنگ تراش بناتے ہیں۔ یہی حال ہر پیشہ و حرفہ کا ہی۔ بابر کو یہاں تین چیزیں بڑی ناپسند تھیں۔ گرمی۔ گرد۔ آندھی۔ آب رواں کا نہ ہونا۔ اس لیے اس نے آگرہ میں چار باغ لگائے اور آب رواں جاری کیے جو مدتوں تک اس کی یاد دلاتے رہے۔

تقسیم خزانہ

بابر لکھتا ہی کہ ۲۹ رجب سنہ ۹۳۲ھ کو خزانہ کے دیکھنے و بخشنے کا انتظام ہوا۔ ہمایوں کو ستر لاکھ خزانہ سے دیے گئے اور ایک اور خزانہ جس کا روپیہ تحقیق نہیں کہ کتنا تھا ہمایوں کو انعام میں دیدیا۔ کسی امیر کو دس لاکھ تنکہ کسی کو آٹھ لاکھ کسی کو سات لاکھ کسی کو چھ لاکھ دیئے اور لشکر کے آدمیوں میں سے افغانوں و اہل ہزارہ و عرب و بلوچ اور ہر جماعت کو حسب حیثیت اسکے خزانہ سے نقد انعام دیا گیا۔ ہر سوداگر و ہر طالب علم کو بلکہ ہر شخص کو کہ اس لشکر میں ہمراہ تھا انعام و بخشش میں روپے دیے۔ کامران کو ۱۷ لاکھ۔ محمد زماں مرزا کو ۱۵ لاکھ۔ عسکری و ہندال بلکہ جمیع خویشوں و عزیزوں چھوٹے بڑوں کو بہت سی اشرفیاں روپے اسباب جواہر و بردہ و سوغاتیں دی گئیں۔ سپاہیوں نے بھی روپیہ پا کر بہت سوغاتیں سمرقند و خراسان و کاشغر و عراق کو اپنے خویشوں و عزیزوں کے پاس بھیجیں۔ خراسان و سمرقند میں جو مشائخ تھے ان کو نذریں بھیجیں

گئیں بلکہ لاکھہ بدریاں روانہ ہوئیں۔ ولایت کابل وچندہ ورشنک میں ہر مرد وزن وبندہ وآزاد وبالغ ونابالغ کو ایک شاہرخی دی گئی۔ بعض مورخ لکھتے ہیں جو سلطان ابراہیم نے اپنی خست سے اور اور بادشاہوں نے برسوں میں جمع کیا تھا وہ بابر نے ایک دن کی مجلس میں بانٹ چونٹ برابر کیا اور سب کو معلوم ہوگیا کہ بابر کا لقب قلندر اسی سبب سے ہے کہ وہ کچھہ دولت وخزانہ کی پروا نہیں کرتا۔ ادہر تیغ سے لیا ادہر بیدریغ دیا۔

بابر لکھتا ہے کہ جب میں آگرہ میں آیا تو میرے آدمیوں اور ہندوستانیوں میں عجب مغائرت ومنافرت تھی میرے آدمیوں کی آواز سے رعیت وسپاہی دور دور بھاگتے تھے۔ بعد ازاں سواد دہلی وآگرہ کے باقی سب جگہ کے قلعہ داروں نے اپنے قلعوں کو خوب مضبوط کیا اور اطاعت نہ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ قاسم خاں نے حصار سنبھل سنبھالا۔ نظام خاں نے بیانہ میں اپنا انتظام جمایا۔ راجہ حسن خاں نے میوات میں علم مخاصمت بلند کیا۔ یہ مردود ملحد سب شروں وفسادوں کی جڑ تھا دہول پور میں محمد زیتون نے منازعت اختیار کی۔ گوالیار کو تاتار خاں سارنگ خاں نے مستحکم کیا رابری میں حسین خاں لوحانی نے اور اٹاوہ میں قطب خاں نے کالپی میں عالم خاں (غالی خاں) نے مخالفت کی۔ قنوج اور دریائے گنگ کے اس طرف کا ملک مخالف افغانوں کے پاس تھا مثل ناصر خاں لوحانی۔ معروف فرملی اور امرا بھی جو سلطان ابراہیم کے مرنے سے دو تین برس پہلے باغی ہورہے تھے۔ جب میں نے ابراہیم کو زیر کیا تو انہوں نے اس طرف کا اور ملک بھی دبالیا تھا۔ اور قنوج سے دو تین کوچ ادہر آنکر ہو بیٹھے۔ بہار خاں پسر دریا خاں کو اپنا بادشاہ بنایا۔ سلطان محمد خطاب دیا۔ مہابن میں سلطان ابراہیم کا غلام مرغوب مالک اپنا ہی تھا۔ اگرچہ مجھہ سے اس قدر قریب تھا مگر چند مدت تک میرے پاس نہ آیا۔ جب میں آگرہ میں آیا تو گرمی کا موسم تھا خلقت کو ایسا توہم عام ہوا کہ وہ سب بھاگ گئی۔ اب یہاں سپاہیوں کو اجناس کھانے پینے کی نہیں ملتی تھیں نہ گھوڑوں کو دانہ گھاس ملتا۔ مغائرت ومنافرت کے سبب سے دہاقین نے رہزنی ودزدی اختیار کی۔ اس لوٹ مار سے راہیں بند ہوگئیں خزانہ تقسیم کرنے کے بعد مجھے اتنی مہلت نہ ملی کہ پرگنات اور مقامات میں مضبوط آدمی انتظام کے لیے متعین کرتا۔ یہ مصیبتیں تو تھیں ان پر یہ اور اضافہ ہوا کہ گرمی بڑی شدت کی پڑی اور میرے بہت سے آدمی لوؤں سے مرگئے۔

اس سبب سے بہت سے اچھے اچھے امرا اور جوانوں کے دل چھوٹ گئے اور وہ ہندوستان کے رہنے پر راضی نہ ہوئے ۔ اور واپس جانے کی تیاری کی ۔ اگر امرائے کہن سال اور تجربہ کار باتیں بناتے تو کچھ عجب نہ تھا مگر وہ چھوٹے چھوٹے آدمی طنز آمیز باتیں بنانے لگے کہ جن میں عقل و ہوش اتنا نہ تھا کہ تقریر کرنے کے بعد وہ اپنی فلاح و فساد میں اور نیک و بد میں فرق کر سکتے ۔ ایک بیہودہ چال تھی جو ایک نے کہا دوسرے نے اس کا اعادہ کیا جس میں کچھ مزا نہ تھا ۔ ان چھوٹے آدمیوں کی رائیں بے مزہ اور بے وجہ تھیں اور تعجب یہ تھا کہ اس دفعہ جو میں کابل سے روانہ ہوا تھا اور بہت سے چھوٹے چھوٹے آدمی میرے ساتھ تھے جن میں سے میں نے چند کو امارت پر پہنچا دیا تھا اور سب مجھے اُن سے امید یہ تھی کہ اگر میں آب و آتش میں جاؤنگا تو میرے ساتھ جائیں گے اور جب میں ادھر سے نکلونگا تو میرے ہمراہ نکلیں گے ۔ اور میں جس طرف ہونگا اُسطرف وہ ہونگے ۔ وہی آدمی میرے مقصود کے خلاف باتیں کرتے تھے ۔ میں نے ہر کار اور ہر مہم کو مشورہ و اتفاق سے کیا ۔ مگر اب وہ سب اپنی باتوں سے پھر گئے ۔ احمدی پروانچی و ولی خاں کا حال سب میں بدتر تھا ۔ ابراہیم کے زیر کرنے میں اور آگرہ کے لینے میں خواجہ کلاں نے خوب خوب کام کیے مردانہ باتیں کہتا تھا اور صاحب ہمتوں کی سی رائے دیتا تھا ۔ لیکن آگرہ کے لینے کے بعد چند روز میں اس کی ساری رائیں کچھ اور ہی ہوگئیں ۔ سب سے زیادہ وہی جانے پر بجد تھا ۔ جب مجھے آدمیوں کی یہ بد دلی معلوم ہوئی تو مجلس شورہ کو جمع کرکے میں نے کہا کہ جہانگیری و سلطنت بے اسباب و آلات کے ہاتھ نہیں لگتی ۔ بادشاہی و امیری بے نوکر اور ولایت کے ممکن نہیں کتنے برسوں محنت اُٹھائی کن مشقتوں سے دراز راہ کو طے کیا لشکر کشیوں میں اپنے تئیں اور لشکروں کو حرب و قتال کے مخاطروں میں ڈالا ۔ عنایت الٰہی سے اس قدر باغیوں کو زیر کیا ۔ ایسے وسیع ولایتوں اور ملکوں کو تسخیر کیا ۔ اب کون سی ایسی مصیبت اور آفت ہم پر آئی کہ ان ممالک مقبوضہ کو جن پر ہزاروں جانیں ہم نے کھوئی ہیں چھوڑ کر کابل میں چلے جائیں اور تنگدستی کی بلا میں مبتلا ہوں ۔ پس جو شخص دولت خواہ ہو وہ ایسی باتیں پھر نہ کہے ۔ جس شخص میں یہاں رہنے کی طاقت نہ ہو اور وہ جانے کا ارادہ کرچکا ہو وہ چلا جائے ۔ یہ معقول اور موجہ باتیں میں نے اُن کے خاطر نشین کیں تو خواہی نخواہی اُن کے دل سے وغدغہ جاتا رہا ۔ خواجہ کلاں کا دل یہاں رہنے کو نہیں چاہتا تھا اس لیے یہ ٹھیرا کہ اُن کو بہت سی سوغاتیں دی جائیں اور بہت آدمی اُسکے

ساتھ جائیں اور وہ غزنی و گردیز ہزارہ کا جا کر انتظام کرے وہاں کوئی منتظم نہیں ہے۔ یہ سب ولائتیں اس کو میں نے دیدیں اور ہندوستان میں پرگنہ کہرام میں کہ جس کی جمع تین چار لاکھ ہے اس کو دی اور خواجہ میر میراں کو اس کے ساتھ کیا۔ خواجہ ہندوستان سے ایسا متنفر تھا کہ چلنے کے وقت دہلی کی عمارتوں کی دیوار پر یہ شعر لکھہ گیا ؎

اگر بخیر و سلامت گذر ز سند کنم   سیاہ روے شوم گر ہوائے ہند کنم

جب تک میں ہندوستان میں ہوں اس ظرافت آمیز بیت کے کہنے اور لکھنے سے کیا فائدہ تھا اس کے جانے سے میرے دل میں ایک کدورت پیدا ہوئی تھی اور اس طرح کی ظرافت سے ایک اور کدورت پیدا ہوئی۔ میں نے بھی ایک رباعی بدیہہ کہی۔

الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ بابر کے اس مستقل ارادہ کا اثر جیسا کہ اس کے دوستوں پر ہوا ایسا ہی اس کے دشمنوں پر بھی اثر ہوا یعنی وہ دشمن جو اس امید پر مخالف ہو رہے تھے کہ بابر اپنے دادا تیمور کی طرح ممالک مقبوضہ کو چھوڑ چھاڑ چلا جائے گا اب اُنہوں نے اس کا جماؤ دیکھہ لیا تو وہ بابر پاس آنے شروع ہوئے اور چار مہینے کے اندر جو سلطان ابراہیم شاہ کے قبضہ میں ملک تھا وہ اور اُوسکے سوا اور وہ تمام صوبے جو ابراہیم کے قبضے سے نکل گئے تھے جونپور کی سلطنت سمیت بابر کے قبضہ میں آ گئے۔ جس کا بیان آگے طبقات بابری سے نقل ہوتا ہے۔ مُلّا اپاق کہ پہلے کمتر درجہ کا آدمی تھا اُس نے دو تین سال ہوئے کہ اپنے بھائی بندوں کو جمع کر کے جمعیت بہم پہنچائی تھی اس کو اور کرئی اور بعض افغانوں کو ساتھ کر کے کول بھیجا اور اس نواح کے ترکش بندوں اور سپاہیوں کی استمالت کے فرمان لکھکر بھیجے۔ شیخ گورن نے (گہورن) اخلاص و اعتقاد کے ساتھ ملازمت کی اور میان دوآب کے ترکش بندوں میں سے دو تین ہزار آدمیوں کو نوکر رکھا دیا۔ ہمایوں سے یونس علی جب راہ بھولکر جدا ہوا تھا تو اس نے پسر علی خان و فرلی اور اس کے خویش دہلی اور آگرہ کے درمیان مقابل ہوئے۔ یونس علی نے کچھہ لڑکر ان کو زیر کیا اور علی خاں کے بیٹوں کو قید کر لیا۔ اس تقریب سے پسر دولت قدم مرزا مغول کو قید بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو ساتھ کر کے علیخاں پاس بھیجا اور وہ ان ایام فتور میں میوات میں آ گیا تھا۔ اور اس پاس فرمان استمالت بھی بھیجا گیا وہ چلا آیا اس کی میں نے پرورش کی کہ اس جگہہ کے پرگنے پچیس لاکہہ کے اس کو دیدیے۔ سلطان ابراہیم نے مصطفےٰ فرلی اور فیروز خاں سارنگ خانی کو چند امرا کے ساتھ پورب کے باغیوں سے لڑنے

کے لیے بھیجا۔ ان امرا باغی سے مصطفے نے خوب خوب حرب وضرب کی اور چند مرتبے
باغیوں کو زیر کر کے شکست دی۔ ابراہیم و مصطفے مر گئے۔ مصطفے کے چھوٹے بھائی بایزید نے اپنے بھائی
کے آدمیوں کو سربراہ کیا۔ سرفراز خاں و شیخ بایزید و محمود خاں لوحانی اور قاضی ضیا نے میری
بندگی اختیار کی۔ اُن کی جی میں نے اُن کے مدعا سے زیادہ رعایت کی۔ جونپور میں سے ایک
کروڑ کی جاگیر فیروز خاں کو اور ایک کروڑ کی شیخ بایزید کو اور تیس لاکھ کی قاضی ضیا کو
اور غازیپور میں سے پونے دو لاکھ کی محمود خاں کو عنایت کی عید شوال کے بعد چند روز حرم سرائے
کے گنبد ایوان ستون سنگ میں بڑی مجلس ہوئی اور ہمایوں اور امرا کو امارات عنایت ہوئے۔
محمد کوکل تاش کو سامانہ عنایت ہوا۔ ہندو بیگ و کتہ بیگ و ملک قاسم بابا قشقال کو مع اسکے
بھائیوں اور خویشوں کے اور ملا آپاق کو میان دوآب کے ترکشوں کے ہمراہ بطور ایلغار کے
سنبھل بھیجا۔ قاسم سنبلی نے تین چار دفعہ آدمی بھیجکر اطلاع دی تھی کہ بنّ نے سنبھل کو قتل کیا
اور ہم کو عاجز کیا ایلغار کے طور پر آئے تو بہتر ہوگا۔ بنّ نے اس شق میں اپنی اس ہیات
سے گرمی سے بھاگ کر دامنہ کوہ کو گھیر لیا تھا۔ اور پریشان اور گریختہ افغانوں کو جمع کر کے اور
ان فتوروں کے زمانہ میں میدان خالی دیکھکر سنبھل کو قتل کیا۔ ہندو بیگ و کتہ بیگ جو
ایلغار گئے تھے وہ گھاٹوں سے اُترتے تھے۔ ملک قاسم اور بابا قشقال مع اپنے بھائیوں
کے آگے جدا ہو کر چلا گیا تھا۔ جب وہ دریا سے گذرا تو سو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ تیز چلکر
ظہر کی نماز کے وقت سنبل میں پہنچا۔ بیں بھی درست ہو کر لشکر سمیت لڑنے آیا۔ ملک قاسم
قلعہ کو پس پشت رکھکر جنگ میں مشغول ہوا۔ بیں اس کے سامنے نہ کھڑا رہ سکا بھاگ گیا۔
ایک جماعت نے اس کے آدمیوں کو مار کر سر کاٹ لیے۔ تھوڑے ہاتھی بہت سے گھوڑے
اور اسباب غنیمت میں ہاتھ لگا۔ شیخ گورن اور امرا بھی گئے۔ قاسم سنبلی اُن سے ملا۔ اس کو
قلعہ سپرد کرنا ناگوار تھا اس کے دینے میں حیلے حوالے کیے۔ ایک دن شیخ گورن نے
ہندو بیگ سے باتیں کر کے ایک بہانہ سے قاسم سنبلی کو ان امرا کے آگے بلایا اور اپنے
آدمیوں کو قلعہ سنبھل میں داخل کیا قاسم سنبلی کی بیویوں اور متعلقوں کو سلامت و سالم نکال کر
بھیجدیا۔ بیانہ میں قلندر پیادہ کو بھیجا اور وعدہ وعید کے فرمان اسکے ہاتھ نظام خاں پاس

بھیجے اور یہ قطعہ بھی بدیہ کہکر روانہ کیا۔ قطعہ

باترک ستیزہ مکن اے میر بیانہ ۔ چالاکی و مردانگی ترک عیان است
گر زود نیائی و نصیحت نہ کنی گوش ۔ آنرا کہ عیان ست چہ حاجت بیان است

ہندوستان کے مشہور قلعوں میں سے قلعہ بیانہ ہے نظام خاں نے اپنے قلعہ کی مضبوطی پر تکیہ کرکے اپنے حوصلہ سے زیادہ استدعا کی۔ اُسنے جو آدمی بھیجا تھا اُسکو خوب جواب باصواب نہ دیا گیا قلعہ گیری کی تیاری کی محمد زیتون (حاکم دھولپور) پاس وعدہ وعید کے فرمان باقلی کے ہاتھ بھیجے گئے اُس نے بھی حیلے و عذر کیے میں جب کابل میں تھا تو رانا سنگا نے ایلچی بھیجا تھا اور دولتخواہی کا اظہار کیا تھا اور یہ اقرار کیا تھا کہ اگر بادشاہ اس طرف سے تو اح دہلی تک آئے گا تو میں آگرہ پر روانہ ہونگا۔ میں نے دہلی کو زیر کرلیا اور آگرہ کو لے لیا اس وقت تک رانا نے کوئی حرکت نہ کی بعد ازیں اُس نے آنکر گندھار (مضبوط قلعہ رنتھنبور سے شرق سے چند میل پر ہے) کا محاصرہ کیا یہ قلعہ حسن پسر مکن کے تصرف میں تھا حسن مکن نے چند مرتبہ آدمی میرے پاس بھیجے تھے۔ لیکن مجھ سے ابھی ملا نہ تھا۔ گرد کے قلعے مثل اٹاوہ و دھولپور و گوالیار و بیانہ میرے قبضے میں ابھی تک نہیں آئے تھے۔ شرق کی طرف پوربیوں نے سرکشی و عناد پر کمر باندھ رکھی تھی۔ قنوج سے دو تین منزل آگرہ کی طرف آگئے تھے اور یہاں لشکرگاہ اپنا بنایا تھا۔ میں اپنے ملک میں خاطر جمع نہ تھا۔ حسن مکن کی اعانت و کمک کے لیے کیسے سپاہ کو جدا کرسکتا تھا۔ دو تین مہینے کے بعد حسن کو کچھ بن نہ پڑا عہد کرکے قلعہ گندھار دیدیا۔ رانا سنگا نے جو بابر کے ساتھ خط و کتابت کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دہلی کے بادشاہوں کے ساتھ قاطبۃً دشمنی رکھتا تھا۔ جب دلی کا بادشاہ سلطان ابراہیم تھا تو وہ اُسکی بیخ کنی میں ساعی تھا۔ اور اب دلی کا بادشاہ بابر ہوا اسکی جان کا عدو ہوا۔

رابری میں حسین خاں لوحانی تھا اُس کو ایسا توہم ہوا کہ وہ رابری چھوڑ کر چلا گیا۔ محمد علی جنگ جنگ کو رابری میں نے دیدی۔ اٹاوہ میں قطب خاں لوحانی تھا کئی بار اُسکو وعدہ وعید کے فرمان بھیجے گئے کہ آنکر ملازمت کرے وہ بھی قلعہ اٹاوہ کو چھوڑ کر نکل آیا میں نے اٹاوہ مہدی خواجہ کو عنایت کیا۔ اور محمد سلطان مرزا و سلطان محمد دولدی کے ہمراہ محمد علی جنگ جنگ اور عبد العزیز میر آخور اور بعض اور امرا کو بہت سے سپاہ دیکر اٹاوہ کی راہ پر بھیجا۔ قنوج سلطان محمد دولدی کو دی اور

فیروز خاں و محمود خاں و شیخ بایزید و قاضی ضیا اور اُنکے ہمراہی امرا کو بہت رعایت کے ساتھ پورب کی طرف پرگنے دیئے اُنکو بھی اٹاوہ کی چڑھائی پر متعین کیا۔ دھولپور میں محمد زیتون بیٹھا ہوا حیلے کر رہا تھا اور آیا نہ تھا۔ دھولپور سلطان جنید برلاس کو عنایت کیا۔ اور عادل سلطان۔ محمدی گوکلتاش۔ شاہ منصور تغلق قدم۔ ولی جان بیگ۔ عبداللہ بیرقلی۔ شاہ حسین بار بکی کو تعین کیا کہ دھولپور کو بزور لیکر سلطان جنید برلاس کو حوالہ کریں اور پھر بیانہ جائیں۔ ان سپاہیوں کے متعین کرنیکے بعد امرا ترک و امرا ہند کو طلب کر کے مشورہ کیا گیا کہ پورب میں امرا باغی نصیر خاں لوحانی و معروف فرملی اور اُسکے ہمراہی ہیں۔ چالیس پچاس ہزار آدمیوں کے ساتھ دریا گنگ سے گذر کر قنوج کے اسطرف دو تین منزل آ گئے ہیں رانا سنگا نے گندہار کو فتح کر لیا اور فتنہ و فساد مچا رہا ہے اور اب برسات بھی ختم ہونے کو ہے اب کیا کرنا واجب لازم ہے باغیوں کے سر پر جانا یا کافر کے سر پر چڑھنا۔ گرد و نواح کے قلعوں کا کام سہل ہے۔ ان غنیموں کے رفع کرنے کے بعد اور غنیم کہاں جائیں گے۔ رانا سنگا کا قصور باغیوں کے برابر نہیں ہے۔ سب نے متفق الکلمہ ہو کر عرض کیا کہ رانا سنگا بہت دور ہے معلوم نہیں کہ نزدیک آسکے۔ یہ باغی سب نزدیک ہیں ان کا دفع کرنا اولے ہے۔ میں ان دشمنوں سے لڑنے کے لیے سوار ہوتا تھا کہ ہمایوں نے یہ عرض کیا کہ بادشاہ کے سوار ہونے کی حاجت کیا ہے اس خدمت کو میں بجا لاتا ہوں۔ یہ بات سب کو پسند آئی امرائے ترک و ہند نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ ہمایوں کو پورب میں متعین کیا جو لشکر کہ دھولپور روانہ ہوئے تھے اُن پاس احمد قاسم کو دوڑا کر حکم بھیجا کہ وہ چندوار میں ہمایوں کے ہمراہ ہوں اور مہدی خواجہ و محمد سلطان جو اٹاوہ لشکر لے کر گئے تھے اُن کو بھی حکم ہوا کہ ہمایوں کے ہمراہ ہوں روز پنجشنبہ ۱۳۔ ذیقعدہ ۹۳۲ھ کو ہمایوں سفر کر کے جلیسر میں آیا۔ یہ ایک گاؤں آگرہ سے تین کوس ہے۔ وہاں ایک روز توقف کیا۔ پھر وہاں سے کوچ پر کوچ کیا۔ جب ہمایوں سوار ہوا ہے تو جاجمئو میں نصیر خاں لوحانی و معروف فرملی و امرائے باغی کی جمعیت جمع تھی ہمایوں نے پندرہ کوس سے مومن اتکہ کو خبر کے لیے بھیجا۔ جب باغیوں کو مومن اتکہ کی خبر ہوئی تو باغی وہاں سے بھاگ گئے۔ جب اسکی خبر ہمایوں پاس آئی تو اُس نے جا کر جاجمئو کو لے لیا۔ جب وہ نواحی دلمئو میں آیا تو فتح خاں شروانی ہمایوں سے ملنے آیا۔ اُس نے مہدی خواجہ و محمد سلطان کے ہمراہ میرے پاس اُس کو بھیجدیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اُس کے باپ اعظم ہمایوں کی جاگیر میں نے

دیدی اور اُس پر اور ولایتوں کی زیادتی ہوئی۔ ایک کڑوڑ ساٹھ لاکھ کی جاگیر اسکو عنایت کی ہندوستان میں جن امرا کے ساتھ بڑی رعایت کی جاتی ہے۔ اُن کے خطاب بھی مقرر ہوتے ہیں۔ ایک خطاب اعظم ہمایوں دوسرا خانجہاں تیسرا خانخاناں ہی۔ میں فتح خاں کو اُس کے باپ کا خطاب اعظم ہمایوں تو دے نہیں سکتا تھا اس لیے ہمایوں تو دموجود تھا۔ میں نے خانجہاں کا خطاب اُس کو دیا۔ ۸۔ صفر ۹۳۲ھ کو ایک دربار میں یہ خطاب دیکر اُس کو اپنی ولایت میں رخصت کیا اور یہ قرار پایا کہ اس کا بیٹا محمود خاں ہمیشہ بادشاہ کی ملازمت میں رہے۔ ہمایوں نے پورب میں باغیوں کے سر پر چڑھ کے جونپور کو فتح کرلیا اور غازی پور میں وہ نصیر خاں سے لڑنے گیا وہ آب سرو (گھاگرہ) سے پار اُتر گیا سپاہ جو آگے بڑھی وہ ملک کو لوٹ مار کر اُلٹی چلی آئی۔ میں نے جو ہمایوں کو انتظام بتایا تھا وہ کیا۔ شاہ میر حسین و سلطان جنید کو خوب جوانوں کی ایک جمعیت کے ساتھ جونپور میں معین کیا۔ شیخ بایزید اور قاضی ضیا کو بھی یہاں مقرر کیا۔ ہمایوں مہمات کا ضبط و سرانجام کر کے کڑہ و مانک پور کی نواح میں ہوکر گنگا پار ہوکر کالپی میں آیا۔ عالم خاں جلال خاں جگبت کالپی میں تھے۔ اُن کی عرضداشتیں آتی تھیں۔ جب ہمایوں کالپی کی برابر آیا تو اُس نے انکا دغدغہ دور کیا اور ہمراہ لیکر روز یکشنبہ ۳۔ ربیع الاول ۹۳۳ھ کو باغ ہشت بہشت میں میری خدمت میں آیا

روز چہارشنبہ ۲۴ محرم کو محمد علی حیدر رکابدار کو ہمایوں پاس میں نے اس غرض کے لیے بھیجی کہ باغیوں کے لشکر کو جونپور میں شکست ہوگئی ہی وہاں چند مناسب امیروں کو مقرر کر کے خود لشکر لیکر میرے پاس آؤ کہ رانا سنگا نزدیک آگیا ہی۔

جب لشکر پورب بھیجا تھا تو اُس کے بعد تردی بیگ و قوچ بیگ اور اُسکے چھوٹے بھائی شیر افگن کو اور بعض اور امیروں کو بھیجا تھا کہ وہ بیانہ کی نواح میں جاکر ملک کو تاراج کریں اور اگر قلعہ کے اندر کے آدمیوں کو وعدہ و استمالت سے میرے پاس لاسکیں تو لائیں ورنہ تاخت و تاراج کر کے غنیم کو عاجز کریں۔ نظام خاں حاکم بیانہ کا بڑا بھائی عالم خاں قلعہ تھنکر میں تھا اُس کے آدمی بار بار آکر بندگی اور دولت خواہی کا اظہار کرتے تھے۔ عالم خاں نے اپنے ذمہ یہ کام لیا کہ بادشاہ ایک فوج تعین کر دے بیانہ کے تمام سرکش ہندوؤں کو وعدہ و استمالت سے قلعہ بیانہ سے لے آنا میرا کام ہی۔ ان جوانوں کو کہ تردی بیگ کے ہمراہ گئے تھے حکم ہوا کہ عالم خاں مرد زمیندار ہی اور اس طرح کی بندگی اور خدمتگزاری

کو اپنے ذمہ لیتا ہی۔ بیانہ کے لیے بھی مصلحت ہی کہ اُسکی صلاح وصوابدید پر عمل ہو۔ ہندوستان کے آدمی شمشیر زنی کرتے ہیں مگر سپاہی گری و قائم وقتل کی راہ و روش سے عاری و بے بہرہ ہیں۔ عالم خاں بڑی جماعت ایلغار کے ہمراہ ہوا۔ اور کسیکی بات کو نہ سنا اور نیک و بد کا ملاحظہ نہ کیا۔ وہ اس سپاہ ایلغار کو بیانہ کے نزدیک لے گیا۔ میرے لشکر میں ترک ڈھائی تین سو کے قریب تھے اور ہندوستانی اور اطرافی لشکر دو ہزار سے کچھ زیادہ تھا۔ نظام خاں کے پاس افغان اور سپاہی بیانہ کے چار ہزار سے زیادہ اور پیادہ دو ہزار سے زیادہ تھے۔ میرے اسقدر سوار و پیادہ دیکھ کر دیدہ و دانستہ اُنپر نظام خاں چڑھ آیا۔ اگرچہ وہ بہت آدمی تھے مگر لشکر ایلغار نے تیر پھینک کر اور گھوڑے دوڑا کر اُن کو بھگا دیا۔ عالم خاں تھیکری نے اُتر کر پانچ چھ آدمی گرفتار کیے اور ہر تال کا ایک حصہ لے لیا باوجود اس حرکت کے وعدہ استمالت کرکے نظام خاں کے سابق ولاحق جرائم میں نے معاف کردیے اور فرمان بھیجے۔ جب اُسنے رانا سنگا کے آنیکی خبر سنی تو کچھ اُسکو چارہ نہ تھا۔ سید رفیع کو طلب کرکے اُسکے توسط سے قلعہ میرے آدمیوں کے حوالہ کیا اور سید کے ساتھ میرے پاس آیا سیتے دو آب میں بیس لاکھ کی جاگیر اُسکو عنایت کی۔ دوست ایشک آقا کو بیانہ میں عارتیاً بھیجدیا۔ بعد ازاں مہدی خواجہ کو بیانہ عنایت کیا۔ ستر لاکھ کی جاگیر دیکر بیانہ روانہ کیا۔

فتح بیانہ

تاتار خاں سارنگ خانی کہ گوالیار میں تھا ہمیشہ اُسکا آدمی آکر بندگی اور دولتخواہی کا اظہار کرتے تھے جب رانا سنگا نے کندھار لے لیا۔ اور بیانہ کے نزدیک آگیا تو گوالیار کے راجاؤں میں سے ایک راجہ درمنکت دوسرے خان جہان گوالیار کی نواح میں آکر قلعہ کی طمع میں گفتگو و فتنہ انگیزی کرنے لگے تاتار خاں نے تنگ آکر قلعہ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا۔ امرا مقرب و اکثر خوب جوان تمام لشکروں میں ہر طرف ایلغار کو گئے ہوئے تھے میں نے رحیم داد خاں کے ساتھ بھیرہ کی اور لاہوری جماعت کو گوالیار اور اُسکے پرگنوں میں متعین کیا اور شیخ گورن کو بھیجا کہ وہ گوالیار میں رحیم داد خان کو بٹھا کر چلا آئے جب یہ لوگ گوالیار کے نزدیک پہنچے تو تاتار خاں کی رائے بدل گئی۔ اُسنے اُنکو قلعہ کے اندر نہ آنے دیا۔ اس اثنا میں شیخ محمد غوث کہ بڑے درویش تھے اور اُنکے مرید اور اصحاب بھی بہت تھے اُنھوں نے قلعہ کے اندر سے اپنا آدمی رحیم داد خاں پاس بھیجکر اطلاع دی کہ تم سے جس طرح سے ہو سکے اپنے گروہ کو قلعہ کے اندر داخل کرو تاتار خاں نے اپنی پہلی رائے کو بدل ڈالا ہی اور خیال فاسد رکھتا ہی۔ جب رحیم داد خاں پاس یہ خبر آئی تو اُسنے آدمی بھیجکر تاتار خاں سے کہا کہ مجھے قلعہ سے باہر کافروں کا بہت خطرہ ہی مجھے چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ کے اندر آنے دیجیے باقی اور

فتح قلعہ گوالیار

سب آدمی قلعہ سے باہر پہنچنگے۔ بہت مبالغہ کے بعد تاتار خاں اُسپر راضی ہوا جب تھوڑے سے آدمی قلعہ کے اندر آ گئے تو اُس نے کہا کہ ایک دروازہ بھی مجھے دو کہ میں اپنے آدمی اُسپر مقرر کروں۔ ہتیا پول کا دروازہ اُسکو حوالہ کیا گیا۔ اُس رات کو اُس دروازہ سے اُسنے اپنے سب آدمیوں کو قلعہ کے اندر داخل کیا صبح کو جب تاتار خاں نے یہ حال دیکھا تو اُسکو اور کچھ نہ بن پڑا خواہی نخواہی قلعہ رحیم داد خاں کو سپرد کر کے وہ آگرہ میں میرے پاس آیا۔ بیس لاکھ کا پرگنہ اُسکو جاگیر میں دیا۔ محمد زیتون کو بھی کوئی اور چارہ اُسکے سوا نہ بنا کہ دھولپور اُس نے حوالہ کیا اور میری ملازمت کے لیے آیا دھولپور کو خالصہ کر کے اُسکی شقداری ابوالفتح ترکمان کو دیکر اوسکو وہاں بھیجدیا۔

نواحی حصار فیروزہ میں حمید خاں سارنگ خانی نے اور بنی افغانوں اور اور افغانوں نے پانچ چار ہزار آدمیوں کی جمعیت بہم پہنچا کر ایک فتنہ و شور مچایا۔ روز چہارشنبہ ۱۵ صفر کو چین تیمور سلطان احمدی اور امیروں کو ان افغانوں کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ اُنھوں نے جا کر ان افغانوں کو خوب زیر کیا اور اُنکے بہت سے آدمیوں کو مار کر اکثر کے سر میرے پاس بھیجے۔

روز جمعہ ۱۶۔ ماہ ربیع الاول کو عجیب واقعہ پیش آیا جسکو مفصل خط میں لکھکر کابل بھیجا تھا اُسکو میں یہاں نقل کرتا ہوں۔ ابراہیم لودی کی ماں نے سنا تھا کہ میں ہندوستانیوں کے ہاتھ کی پکائی ہوئی چیزیں کھاتا ہوں اُسکا حال یہ تھا کہ اس تاریخ سے تین چار مہینے پیشتر اس سبب سے کہ میں نے ہندوستانی آشیں نہیں دیکھی تھیں ابراہیم کے باورچیوں کو بلایا اور ۵۰-۶۰ باورچیوں میں سے چار کو نوکر رکھا احمد چاشنی گیر (بکاول تھا) اس کیفیت کو ابراہیم کی ماں نے سنکر احمد چاشنی گیر کو اٹاوہ آدمی بھیجکر اپنے پاس بلالیا۔ اور ایک دائی کے ہاتھ کاغذ کی چار پڑیوں میں ایک تولہ زہر بند کر کے احمد چاشنی گیر اور ہر ہر احمد باورچی کے پاس بھیجا اور چار پرگنوں کے دینے کا وعدہ کیا کہ جس طور سے ہو سکے میرے طعام میں زہر کو ڈال دیں۔ پیچھے ایک اور دائی کو اُس نے اس خبر کے لیے بھیجا کہ وہ مجھے زہر دیتا ہی یا نہیں۔ یہ خوب ہوا کہ اُس نے زہر دیگ میں نہیں ڈالا بلکہ میری رکابی میں ڈالا۔ اور دیگ میں اس سبب سے نہیں ڈال سکا کہ بکاولوں کو میں نے تاکید کر دی تھی کہ جو ہندوستانی حاضر ہوں اُن کو کھانے پکانے کے بعد دیگ میں سے کھانا چکھایا جایا کرے۔ جسوقت کھانا چنا گیا تو میرے بدنصیب بکاول غافل ہو گئے کہ قلیہ خرگوش و خشکہ کے اوپر زہر ڈال دیا۔ اور جمعہ کو ظہر کی نماز کے بعد میں کھانا کھانے بیٹھا تو کھانا بدمزہ معلوم ہواتے ایک دفعہ آنے کو ہوئی مگر رک گئی پھر دل

گھبرایا اور قے آنے کو ہوئی میں گھبرا کر آب خانہ میں گیا وہاں بہت دفعہ قے آئی مجھے کھانے کے بعد کبھی قے نہیں آئی تھی بلکہ شراب پینے میں بھی میں قے نہیں کرتا تھا اس سبب سے میرے دل میں شبہ ہوا باورچی کو پہرہ میں رکھا۔ یہ کھانا کتے کو دیا ایک پہر تک یہ کتا بے حال رہا ہرچند اسکو مارا مگر اس نے ذرا حرکت نہ کی اور وہ نہ اٹھا دو پہر تک یہ حال رہا۔ بعد ازاں وہ نہ مرا جیتا اٹھا۔ دو ایک اور آدمیوں نے بھی یہ کھانا کھایا تھا تو انکا بھی قیئوں کے مارے برا حال ہوا مصرع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت ؛ اللہ تعالےٰ نے مجھے ازسرنو جان دی اور اس دنیا سے پھر آیا۔ ماں نے ابھی مجھے جنا۔ ترکی شعر ہی جسکا ترجمہ یہ ہی۔ ؎

من خستہ مردہ بودم زندہ شدم　　قدر جاں بالله حالا دانستم ؛

سلطان احمد بخشی کو حکم ہوا کہ باورچی پر خوب پہرہ رکھے۔ روز دوشنبہ کو دیوان (کچہری) فرمایا اکابر واشراف و امرا و وزرا دیوان میں حاضر ہوئے۔ ان دو مردوں اور دو عورتوں سے حال پوچھا گیا انھوں نے بیان واقع شرح و بسط سے کہا۔ میں نے چاشنی گیر کے پرزے اڑوائے۔ باورچی کی زندہ کھال کھچوائی۔ ایک عورت کو تفنگ سے مروایا دوسری کو جلوایا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ جان اسقدر عزیز ہوتی ہی جو مرنے کے قریب ہوتا ہی وہ جان کی قدر جانتا ہی۔ جسوقت یہ ہولناک واقعہ میرے دل میں آتا ہی بے اختیار میرا حال متغیر ہو جاتا ہی۔ یہ عنایت الٰہی تھی کہ ازسرنو خدا نے مجھے جان بخشی۔ اس کا شکر کس زبان سے ادا کروں ابراہیم کی ماں نے یہ بڑا جرم کیا تھا اس لیے یونس علی خواجہ نے اسکو گرفتار کیا اور نقد و جنس و غلام و لونڈی چھین کر اوسکو عبدالرحیم کے سپرد کیا کہ اس کو خوب احتیاط سے رکھے۔ پسر ابراہیم کو یہاں رکھنا بعد اس جرم کے مناسب نہ معلوم ہوا اوسکو کابل میں مرزا کامران کے ہمراہ بھجوا دیا۔

انھیں دنوں میں مہدی خواجہ کے آدمی پے در پے میرے پاس آنکر کہتے کہ رانا سنگا کا آنا تحقیق ہی حسن خاں میواتی بھی رانا سے مل گیا ہی اسکی فکر کرنی چاہیے۔ پہلے اس سے کہ لشکر یہاں آئے کمک کے طور پر بیانہ میں ایک جماعت آجائے۔ تو میں نے لشکر کے بھیجنے کا عزم جزم کیا اس سے پیشتر محمد سلطان مرزا یونس علی شاہ منصور برلاس کتہ بیگ کو بطریق ایلغار کے بیانہ بھیجا۔ جنگ ابراہیم میں حسن خاں میواتی کا بیٹا طاہر خاں ہاتھ آگیا تھا۔ اسکو بہ طریق گروگان (اول) کے اپنے پاس رکھا تھا اس سبب سے اس کا باپ حسن خاں ظاہر میں آمد و رفت رکھتا تھا اور ہمیشہ اپنے بیٹے کو

طلب کرتا تھا۔ میرے بعض امرا کے دل میں آیا کہ حسن خاں کی استمالت کے لیے اگر اُسکے بیٹے کو میں بھیجدوں تو وہ مستمال ہو کر خدمتگاری بجا لائیگا۔ طاہر خاں کو خلعت پہنا کر اور اُسکے باپ سے وعدہ کرکے مینے رخصت کیا جوں ہی حسن خاں نے بیٹے کی رخصت کی خبر سنی پہلے اس سے کہ وہ اُس پاس پہنچے الور سے نکلکر راناسنگا سے جا ملا۔ اُسوقت اُسکے بیٹے کا رخصت کرنا بیموقع تھا۔ انھیں دنوں میں بارش خوب ہوئی۔ خوب شراب کی صحبتیں ہوئیں۔ ہمایوں جسکو شراب سے نفرت تھی شراب پلائی گئی۔ روز دوشنبہ ۹ جمادی الاول ۹۳۳ھ کو میں نے راناسنگا سے لڑنے کے قصد سے سفر کیا۔ محلوں سے نکلکر میدان میں آیا۔ تین چار روز لشکر کے جمع کرنے کے لیے اور توزک کے واسطے قیام کیا۔ چونکہ ہندوستانی آدمیوں پر چنداں اعتماد نہ تھا اس لیے امرا ہندوستان کو ہر طرف کے فرمان بھیجے گئے۔ گوالیار میں عالم خاں کو حکم بھیجا گیا کہ جاکر رحیم داد کی کمک کرے۔ بّن و قاسم سنبلی و حامد اور اُس کے بھائیوں اور محمد زیتون کو سنبھل میں احکام بھیجے گئے۔ انہیں دنوں میں خبر آئی کہ راناسنگا مع تمام اپنے لشکر کے بیانہ کے نزدیک آگیا ہے اور تاخت و تاراج کرتا ہے۔ جو فوج پہلے بھیجی گئی تھی وہ قلعہ بیانہ تک نہ پہنچ سکی بلکہ اپنے آنے کی خبر تک قلعہ میں نہ پہنچا سکی۔ قلعہ کے آدمی باہر نکل کر قلعہ سے دور بیہودہ طور پر جا پڑے۔ بہت جلد غنیم نے اُن کو شکست دیدی اور زیر کیا۔ لنگر خاں جنجوعہ شہید ہوا۔ کتہ بیگ زخمی ہوا۔ لڑائی میں پھر وہ شریک نہ ہو سکا۔ قسمی دشاہ منصور برلاس و ہر شخص جو بیانہ سے آتا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ وہ خود ڈر کے مارے آتا ہے یا اور آدمیوں کو خوف دلانے کے لیے آتا ہے۔ دشمن کے لشکر کی خبر کہ کہاں ہے ہادی لایا اسکی بہت ستایش و تعریف ہوئی۔ اس منزل سے میں نے سفر کیا۔ تاہم میر آخور کو بیلداروں کے ساتھ بھیجا کہ پرگنہ مندھاپور میں جہاں لشکر اُترے گا بہت سے کنوئیں کھودے۔ ۱۴۔ جمادی الاول روز چہارشنبہ کو نواحی آگرہ سے کوچ کرکے اُس منزل میں پہنچا جہاں کنوئے کُھدوائے تھے صبح کو یہاں سے بھی کوچ کیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس نواح میں ایسی جگہ جہاں پانی بہت ہو اور وہ لشکر کو کفایت کرے سوائے سیکری کے کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ یہ احتمال ہے کہ رانا نے اسجگہ کو نہ لے لیا ہو۔ اسلیے میں برا نغار و جرانغار قول لیا دل کو درست کرکے سیکری کی طرف چلا درویش محمد ساربان کو قسمی کے ساتھ جو بیانہ میں گیا تھا اور ہر طرف اسکی دیدہ و دانستہ تھی پہلے سے کول سیکری کے کنارے پر بھیجا۔ اور میں نے منزل میں آتر کر مہدی خواجہ و جماعت کو کہ

بیانہ میں تھے آدمی بھیجکر کہلا بھجوایا کہ بے توقف آکر ہمراہ ہو ہمایوں بیگ کا نوکر میرک مغول چند جوانوں کے ساتھ رانا کے لشکر کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ وہ رات کو جاکر صبح یہ خبر لایا کہ غنیم کا لشکر بسا ور سے ایک کوس آگے بڑھا ہے آج ہی مہدی سلطان سلطان مرزا و مردم ایلغار کہ بیانہ گئے تھے آنکر ہمراہ ہوئے۔ میں نے حکم دیا کہ قراولی کا اہتمام باری باری سے مختلف امرا کریں عبد العزیز کی باری کا روز تھا اُس نے آگا دیکھا نہ پیچھا کنواہ (خانوہ) میں کہ سیکری سے پانچ کوس ہے آگے بڑھ گیا۔ رانا کا لشکر آگے بڑھ آیا تھا۔ جب اُسکو میری سپاہ کے بے طور آنیکی خبر ہوئی تو اُس نے چار پانچہزار آدمیوں کا لشکر بھیجا۔ اس لشکر کے آتے ہی عبد العزیز وملا اپاق کے لشکر کو جسمیں پندرہ سو آدمی تخمیناً ہونگے آنکر گھیر لیا۔ عبد العزیز نے غنیم کے لشکر کا کچھ تخمینہ نہ کیا اور جنگ میں مشغول ہوا۔ اول ہی حملے میں رانا کا لشکر بہت سے آدمیوں کو قید کرکے لے گیا۔ جس دم میرے پاس یہ خبر آئی تو میں نے کمکوں کا ایک تار باندہ دیا۔ محبت علی خلیفہ کو مع اُس کے نوکروں کے بھیجا اُسکے پیچھے ملا حسین اور بعض اور امیروں کو بعد ازاں محمد علی جنگ جنگ کو بھیجا۔ مگر پہلی کمک کو جس میں محبت علی خلیفہ اور اُس کے نوکر تھے پہنچتے پہنچتے عبد العزیز اور اُس کے ہمراہی بے دست و پا ہو گئے تھے۔ توغ اُنکا چھن گیا تھا۔ وہ خود اور ملا نعمت و ملا داؤد و ملا اپاق کا چھوٹا بھائی قید ہو کر قتل ہوئے۔ بمجرد پہلی کمک پہنچنے کے طاہر بری طغائی۔ محب علی نے تاخت کی مگر اُس کو کمک نہ پہنچ سکی وہ دشمنوں میں جاکر پھنس گیا۔ محب علی بھی جنگ میں گرا مگر بالتو نے پیچھے سے حملہ کرکے اُسکو باہر نکالا۔ دشمن نے ایک کوس تک اُنکا تعاقب کیا مگر جب اُس کو محمد علی جنگ جنگ کی سپاہ دکھائی دی تو وہ پھر آگے نہ بڑھا۔

میرے پاس پیاپے خبر آئی کہ غنیم کے سپاہ نزدیک آئی ہے۔ میں نے بھی جیبہ پہنا اور گھوڑوں کی ساز ڈالا۔ اور ہتیار باندہے اور سوار ہوا اور حکم دیا کہ ارابوں کو کھینچ کر لائیں۔ ایک کوس میں آیا مگر غنیم کا لشکر اُلٹا چلا گیا تھا۔ ہمارے پہلو میں ایک بڑا کول تھا اس لیے پانی کی مصلحت کے سبب سے یہیں ہم اُترے۔ ارابوں کو پہلے سے مضبوط کرکے زنجیروں سے مضبوط کیا تھا۔ دو ارابوں کے بیچ میں سات آٹھ گز کا فاصلہ تھا۔ وہ زنجیرہ کرکے کھینچے گئے مصطفے رومی نے بدستور روم ارابوں کو لگایا تھا وہ بہت چست و چالاک ہوشیار اور توپخانہ کے انتظام سے ماہر تھا۔ اوستاد علی قلی اُس سے ضد و حسد رکھتا تھا۔ اسواسطے مصطفے کو برانغار میں آگے ہمایوں کے متعین کیا۔ جس جگہ ارابے

نہیں پہنچ سکتے تھے خراسانی وہندوستانی بیلداروں سے خندق کندہ کرائی۔ راناکے اسطرح تیز و تند آنے سے اور بیانہ کی جنگ سے اور بیانہ سے آنکرشاہ منصور اور قیمی نے جو اُسکے لشکر کی تعریف کی اِن سب باتوں نے میرے لشکر کے آدمیوں میں بیدلی پیدا کی۔ اور عبدالعزیز کے زیر ہونے سے پہلے ہی خود سری پھیلی آدمیوں کے اطمینان خاطر کے لیے اور لشکر کے استحکام ظاہری کے واسطے جن جگھوں پر ارابے نہیں پہنچتے تھے وہاں لکڑی کے سہ پایے لگواکے اُنمیں سات آٹھ گز کا فاصلہ رکھا اور اُنکو گائے کے چمڑوں کے رسوں سے مضبوط و مربوط کرادیا۔ ان اسباب و آلات کے مہیا و مکمل ہونے میں پچیس روز لگے۔ انہیں ایام میں کابل سے ایک ایک دو دو آدمی کر کے پانچسو آدمی آئے ہونگے سب کے ہمراہ محمد شریف منجم شوم نفس بھی آیا۔ بابا دوست سرچی بھی جو شراب کے لیے کابل گیا تھا آیا۔ تین قطار اونٹوں کی شراب سوچہ غزنی کی لایا۔ اس حال میں کہ پریشان باتوں سے جنگ کا ڈر مذکور ہوا لشکر کو یوں تردد و توہم بہت تھا محمد شریف منجم جس شخص سے ملاقات ہوتی یہ مبالغہ کے ساتھ کہتا کہ ان ایام میں مریخ مغرب میں ہی جو شخص اُس طرف سے جنگ کرے گا مغلوب ہوگا اگرچہ اسکا یارا ایسا نہ تھا کہ میرے سامنے یہ بات کہتا۔ مگر اوروں کے سامنے اس کہنے سے لشکر اور زیادہ بے دل ہوا۔ میں نے ایسی پریشان باتوں کو کچھ نہ سُنا جو کام کرنے کے لایق تھے وہ میں نے کیے ہم جنگ میں مصاف کرنے میں مستعد ہو کر روز یکشنبہ ۲۱۔ کو شیخ جمالی کو بھیجا کہ دو آب دہلی کے ترکش بندوں میں سے جسقدر آدمی جمع کر سکے جمع کرکے مواضع میوات کو تاخت و تاراج کرے۔ جب تک اس طرف کوئی خدشہ ہو لوٹ مار سے ہاتھ نہ اُٹھائے۔ ملا ترک علی بھی کابل سے آیا تھا اُس کو بھی فرمان ہوا کہ شیخ جمالی کے ہمراہ ہو کر میوات ویران کرنے اور تاراج کرنے میں تقصیر نہ کرے۔

روز سہ شنبہ جمادی الاول ۹۳۳ھ کو میں سیر کرنے کے لیے سوار ہوا تھا اثنائے سیر میں میرے دل میں آیا کہ مجھے توبہ کا دغدغہ ہمیشہ رہتا تھا امر نامشروع کے کرنے سے میرا دل مکدر ہوتا تھا میں نے کہا کہ اے نفس کب تک گناہ کرے گا۔ مرنا آنکھوں کے سامنے ہی۔ جو شخص اپنے مرنے کا جرم کرے گا وہ اس حال میں توجانتا ہی کیا رہے گا۔ بیت

دور ساز از جملہ مناہی خود را　　　پاک ساز از ہمہ گناہے خود را

اس خیال سے خوش ہو کر میں نے شراب پینے سے توبہ کی اور سونے چاندی کی صراحی و پیالہ تمام آلات مجلس شراب اسوقت منگا کر سب کو توڑ ڈالا۔ اور اُس کو مستحقوں اور درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اور شراب کو چھوڑ کر دل کو آسودہ کیا۔ اس توبہ کی موافقت میں میرے ساتھ اوّل عسس تھا اُس نے ڈاڑھی منڈانے اور رکھنے میں بھی میرے ساتھ موافقت کی تھی اس رات اور صبح میں امراد مقربوں میں سے اور سپاہیوں وغیرہ سپاہیوں میں سے تین سو آدمیوں نے توبہ کی۔ جو شراب موجود تھی اُسے پھینک دیا۔ بابا دوست جو شراب لایا تھا اُس کو حکم دیا کہ نمک ڈالکر سرکہ بنا دے جسجگہ کہ شراب پھینکی گئی تھی وہ کھودی جائے اور پتھر لگا کر وہ جگہ اونچی کی جائے اور اُس پر کچھ کھودا جائے میں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر رانا سنگا پر ظفر پاؤنگا تو مسلمانوں کو تمغا بخش دونگا (تمغا سوا زمین کے محصول کے اور تمام محصولوں کو کہتے ہیں) جب میں تین ماہ بعد ۹۳۵ھ میں گوالیار کی سیر کرکے دھولپور کی راہ سے سیکری میں آیا تھا کہ راہ میں وہ جگہ آئی جہاں شراب کے دبانے کی جگہ پتھر لگائے گئے تھے تو درویش محمد ساربان و شیخ زین نے تمغے کی بخشش کو یاد دلایا میں نے کہا کہ یہ بات تمنے خوب یاد دلائی میںنے منشیوں کو بلا کر حکم دیا کہ ان دو امر عظیم الشان کے لیے جو واقع ہوئے ہیں فرمان لکھے جائیں شیخ زین نے اپنی قلم سے فرمان لکھے اور تمام قلمرو میں بھیجے۔ فرمان کی عبارت کا مختصر ترجمہ یہ ہے فرمان ظہیر الدین محمد بابر اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَنَشْكُرُهَادِی الْمُؤمِنِیْنَ وَیَغْفِرُ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ وَنُصَلِّی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ۔ ارباب الرائے جو صور اسباب کے محاسن وصدق و صواب کو خوب سمجھتے ہیں وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ طبیعت انسانی بمقتضائے فطرت لذات نفسانی پر مائل ہے اور منہیات کا ترک کرنا توفیق یزدانی و تائید آسمانی پر موقوف ہے نفس بشر کا شر سے میل کرنا کچھ دور نہیں ہے غرض اس مقال کی تصویر اور اس مقولہ کی تقریر سے یہ ہے کہ بمقتضائے بشریت بادشاہوں کی مراسم اور بادشاہی لوازم کے موافق اور صاحب جاہوں کی عادت کے مطابق خواہ وہ بادشاہ ہوں یا سپاہ عنفوان ایام شباب میں بعض مناہی و ملاہی کا میں مرتکب ہوا۔ بعد چندروز کے مجھے اس سے ندامت و حسرت حاصل ہوئی۔ ان مناہی میں سے میں نے ایک ایک کو ترک کیا اور توبۃ النصوح سے اُس کی طرف رجوع کا دروازہ بند ہوا مگر شراب کی توبہ کہ اہم مطالب اس مقصد کا اور اعظم مارب اس مقصود کا ہے۔ الامور مرہون باوقاتہا کے حجاب میں ایسا محجوب رہا کہ اپنا منہ نہیں دکھاتا تھا۔ یہانتک اِن

مبارک اوقات اور سانحات ہیں کہ جد تمام سے جہاد کا احرام کرکے عساکر اسلام کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں مقاتلہ کے لیے بیٹھا ملہم غیبی و ہاتف لاریبی سے میں نے اسباب معصیت کو مٹایا توبہ کا دامن پکڑا۔ کفار کے ساتھ جہاد کا آغاز جہاد اکبر سے کیا جسکے معنی مخالفت نفس ہیں۔ شراب کی توبہ کا میرے دل میں بہت دنوں سے ارادہ تھا اب میں نے اُسکو پورا کیا اور صراحی و جام و تمام آلات نقرہ کہ میری مجلس کو ایسی زینت دیتے تھے جیسے کہ آسمان کو کواکب اُن کو زمین پر ذلت و خواری کے ساتھ دے ٹپکا اور انشاء اللہ تعالیٰ جیسے کہ بتوں کے توڑنے کا ارادہ ہے اُن کو پارہ پارہ کیا اور ہر پارہ ایک مسکین بیچارہ کو دیدیا۔ اس میرے انابت قریب الاجابت سے میرے بہت سے مقربوں کے بمقتضائے الناس علی دین ملوکہم توبہ کی اور شرب و خمر کو تکلف سے چھوڑا۔ اور ابھی بہت سے آدمی اوامر و نواہی کے مطیع ہو کر سعادتمند ہوتے جاتے ہیں اور امید ہے کہ بمقتضائے الدال علی الخیر کفاعلہ۔ اس توبہ کا ثواب میرے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا۔ اور بعد اس فرمان جاری کرنے کے میں نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص نہ شراب پیے نہ اُسکی تحصیل میں کوشش کرے۔ نہ شراب بنائے نہ بیچے نہ خریدے نہ رکھے اور میں نے جمیع ممالک میں مسلمانوں کو تمغا معاف کر دیا جس کا حاصل بہت ہی کچھ تھا۔ باوجودیکہ سلاطین سابق ضوابط شریعت کے خلاف مدتوں سے اُسے لیتے تھے میں نے فرمان صادر کیا کہ کسی شہر و بلدہ میں اُ گذر و معبر پر تمغا کسی مسلمان سے نہ لیں اور اس حکم میں تغیر و تبدل کو راہ نہ دیں اور میرے حکم کی تعمیل کریں۔

انہیں ایام میں واقعات گذشتہ سے جنکا اوپر مذکور ہوا لشکر کے سب چھوٹے بڑے گھبرا کر عالم تحیر میں ڈوب۔ سارے لشکر میں ایک آدمی ایسا نہ تھا جسکے منہ سے کوئی بات مردانہ اور کوئی رائے دلیرانہ سننے میں آتی۔ مقرر وزیر و مدبر امیر جنھوں نے اس ملک کی دولت کے مزے اڑائے تھے نہ اُنکی باتیں مردانہ تھیں اور نہ اُن کی تدبیر تقریر صاحب ہمتانہ تھیں۔ اس یورش میں خلیفہ نے خوب خوب کام کیے تھے اور اُس نے ضبط و استحکام میں اور جد و اہتمام میں کوئی تقصیر نہیں کی جب میں نے آدمیوں کی یہ بیدلی اور اس طرح کی سستی دیکھی تو میرے دل میں یہ تدبیر آئی کہ میں نے امرا اور جوانوں کو طلب کرکے کہا کہ اے امرا و جوانو ؎

ہر کہ آمد بجہاں زاہل فنا خواہد بود — آنکہ پائندہ و باقیست خدا خواہد بود

جو شخص مجلس حیات میں آتا ہے وہ آخر کو پیمانہ اجل پیتا ہے اور جو زندگی کی منزل میں آتا ہے وہ دنیا

کے غم خانہ سے باہر جاتا ہی - بدنامی کے جینے سے نیکنامی کے ساتھ مرنا بہتر ہی - ؎

بنام نکو گر بمیرم رواست — مرا نام باید کہ تن مرگ راست

خدائے تعالیٰ نے یہ سعادت ہمکو نصیب کی ہی اور ایسی دولت قریب کی ہی کہ جو مرتا ہی وہ شہید ہوتا ہی اور جو مارتا ہی وہ غازی ہوتا ہی - سبکو کلام الٰہی پر قسم کھانی چاہیے کہ کوئی شخص قتال سے روگردانی کا خیال نہ کریگا اور جب تک جان تن سے مفارقت نکرے وہ اس محاربہ و مقابلے سے جدا نہ ہو یہ سُنکر صاحب و نوکر خورد کلاں سبنے رغبت سے قرآن شریف کو ہاتھ میں لیا - سب عہد و پیمان اُوپر کے مضمون کے موافق کیے یہ میری تدبیر اس طور کی تھی کہ دور کے آدمی سننے سے اور پاس کے آدمی دیکھنے سے دوست دشمن سبکو پسند آئی -

انہیں دنوں میں سب جگہ ایک آفت و شورش برپا ہوئی - حسین خاں نے آنکر رابری کو لے لیا (یہ ایک قلعہ دوآبہ میں چندوار سے نیچے ہی) قطب خاں کے آدمیوں نے چندوار کو دبالیا (یہ قلعہ آگرہ کے نیچے جمنا پر واقع ہی) رستم خاں نے دوآبہ کے ترکش داروں کو جمع کرکے کول کو آنکر لے لیا - کچک علی کو قید کر لیا - سند احمد خاں بمجبوری سنبھل کو چھوڑ کر میرے پاس چلا آیا - سلطان محمد دولدی قنوج کو چھوڑ کر چلا آیا - گوالیار کے قلعہ کو اس نواح کے ہندوؤں نے گھیر لیا - اس قلعہ کے بچانے کے لیے عالم خاں کو بھیجا گیا تھا وہ اپنی ولایت کو گوالیار سے پھر کر چلا گیا - ہر روز میرے پاس ہر طرف سے ایک ناخوش خبر آتی تھی لشکر سے بعض ہندوستانی بھاگنے لگے ہیبت خاں گرگ انداز سنبھل کو بھاگ گیا - حسن خاں باری وال دشمنوں سے جا ملا - میں نے انکی کچھ پروا نہ کی فقط اپنی سپاہ پر بھروسہ کرکے کارزار پر متوجہ ہوا - ارابوں اور سرپائے غلطکدار کو اور اُس تمام اسباب و آلات کو جو تیار ہوا تھا لیکر روز سہ شنبہ جمادی الآخر ۹۳۳ھ کو نوروز کے روز کوچ کیا - جرانغار و قول و یسال کو درست کیا آپنے آگے ارابے و سرپاسے غلطکدار روانہ کیے اُسکے پیچھے علی قلی کو اور تمام تفنگ اندازوں کو تعین کیا کہ وہ پیادوں کو ارابوں کے عقب سے جدا نہ ہونے دے تاکہ یسال بستہ رہے جب یسال آگیا اور ہر شخص اپنی جگہ پر قائم ہوا تو میں نے امرا اور قول و برانغار و جرانغار کے جوانوں کی دلدہی کی اور بتایا کہ ہر جماعت کو یہاں کھڑا رہنا چاہیے اور کسی دشمن کو کس طور سے مارنا چاہیے کس طریقہ سے لڑنا چاہیے - غرض سب کے واسطے یہ آئین معین و مقرر کیں - میں ایک کوس چلکر اُترا رانا کا لشکر بھی میرے لشکر کی حرکت سے واقف ہوا - اور اُس نے جماعتیں درست کیں اور مقابلہ کے

لیے سامنے آیا- لشکر کے آنے کے بعد ارابہ و خندق لشکر کے آگے درست کی گئیں- اُس دن لڑائی کا کچھ خیال نہ تھا تھوڑے سے آدمی آگے بڑھ کر غنیم سے لڑے اور لڑائی کا شگون لیا چند ہندوؤں کو پکڑا اور اُنکا سر کاٹ کر لائے- ملک قاسم چند سر کاٹ کر لایا تھا اُسنے یہ خوب کیا- اس سے لشکر کے آدمیوں کا دل قوی ہوا- اور اُنکو اپنے اوپر بھروسہ ہوا صبح یہاں سے کوچ کرکے لڑائی کا خیال تھا کہ خلیفہ نے اور بعض دولتخواہوں نے مجھ سے عرض کیا کہ جو منزل لشکر کے اترنے کے لیے مقرر ہوئی وہ نزدیک ہی ہے اسلیے خندق کندہ کرکے مضبوط کرکے کوچ کیا جائے تو مناسب ہی- اس خندق کے بنانے کے لیے خلیفہ سوار ہوا اُس نے خندق کی کئی جگہوں پر بیلدار اور اُنکے منتظم مقرر کیے اور پھر وہ ہم سے آن ملا-

روز شنبہ ۱۳ جمادی الاخری کو ارابوں کو آگے کھینچکر برانغار و جرانغار و قول و یسال ایک کوس کے قریب آئے اور منزل مقررہ میں اُترے بعضے خیمے کھڑے ہوگئے تھے اور بعضے کھڑے ہورہے تھے کہ خبر آئی کہ غنیم کی سپاہ دکھائی دے رہی ہے- فی الحال میں نے سوار ہوکر حکم دیا کہ برانغار میں برانغار اور جرانغار میں جرانغار اور ہر شخص اپنی جگہ پر جاکر ارابوں اور لشکروں کو مضبوط و مرتب کرے- بابر لکھتا ہے کہ زین الدین نے جو اس لڑائی کا فتحنامہ لکھا ہے اُس سے لشکر اسلام کی کیفیت و خیل کفار کی کمیت و صفوں و یسالوں کا کھڑا ہونا اور اہل اسلام و ہنود کی لڑائی کا حال مشخص و معلوم ہوتا ہے- اس سبب سے میں نے زین خاں کے فتحنامہ کو بغیر گھٹانے بڑھانے کے اپنی تزک بابری میں نقل کر دیا ہے وہ یہ ہے-

جب بابر نے ممالک دہلی و آگرہ و جونپور و بہار وغیرہ تک کو فتح کر لیا تو اکثر طوائف اقوام ہنود و اسلام نے اطاعت اختیار کی مگر اب اُنھوں نے سرکشی کی- ولایت ہند میں رانا سنگا کا استیلا ایسا ہوا کہ بڑے بڑے راجاؤں نے اس سے مدارا و مواسا کرلی اور بلاد اسلام میں قریب دو سو شہروں کے اُسکا علم ایسا بلند ہوا کہ اُس نے مساجد و معابد کو خراب کرکے ان شہروں کے مسلمانوں کے عیال و اطفال کو اسیر کیا- دس بڑے بڑے نامی ہندو اُسکے طرفدار تھے جنکی سپاہ کی تفصیل یہ ہی کہ (۱) صلاح الدین ۳۰ ہزار سوار (۲) راول اودے سنگھ باگری ۱۲ ہزار سوار (۳) میدنی رائے بارہ ہزار سوار (۴) حسن خاں میواتی بارہ ہزار (۵) بارمل ایدری چار ہزار (۶) نرپت ہاڑا سات ہزار سوار (۷) سروی کچی ۶ ہزار سوار (۸) بیرم دیو چار ہزار سوار (۹) برسنگدیو

چار ہزار (۱۰) محمود خاں ولد سکندر پاس اگرچہ کوئی ولایت و پرگنہ نہ تھا مگر تخمیناً دس ہزار سوار اُسنے اِس امید پر جمع کیے تھے کہ میں سردار ہو جاؤنگا غرض ولایت و پرگنہ کے قاعدہ کے موافق اِس پاس دو لاکھ ایک ہزار سوار تھے۔ اور ۱۲۔ جمادی الاخری ۹۳۳ھ کو موضع خانوہ (کانوہ) میں بادشاہی لشکر آیا غنیم نے لشکر اسلام سے لڑنیکے لیے ہاتھی بھی بہت جمع کیے تھے وارد وسے اسلام سے مقابلہ و کارزار میں آئے لشکر اسلام نے بھی اپنی صف بندی کی اور تُرکوں نے سر پر اپنے خود وں کو چمکایا اور بطریق غزات روم تفنگچیوں اور رعد اندازوں کی پناہ کے لیے سپاہ کے آگے ارابوں کی صفیں مرتب ہوئیں۔ میدان جنگ میں طرفین کے لشکر شائستہ آئین کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ بابر نے حکم دیا کہ کوئی شخص بے حکم اپنی جا سے حرکت نہ کرے اور بے اجازت میدان جنگ میں قدم نہ رکھے پہر دن تک آتش جنگ مشتعل ہوئی برانغار و جرانغار میں بہت آدمی قتل ہوئے اور مخالفت کے جرانغار نے بادشاہ کے برانغار کی طرف جنبش کرکے خسرو گوکلتاش و ملک قاسم و بابا قشقہ پر حملہ کیا۔ بابر نے چین تیمور سلطان کو اُس کی کمک کو بھیجا۔ اُس نے مردانہ دستبرد کرکے مخالفوں کو اُن کے قول کے عقب تک پہنچایا جس کے جلد دمیں یہ فتح اُن کے نام پر لکھی گئی۔ مصطفےٰ رومی نے بادشاہ کے لشکر میں سے ارابوں کو آگے لاکر تفنگ و ضرب زن ایسے مخالفوں کی صفوں پر لگائے کہ اُن کو توڑ دیا اور بہت سے مخالفوں کو ہلاک کرکے خاک میں ملایا۔ دشمنوں کی سپاہ پے در پے نئی آتی تھی۔ بابر بھی متواتر چیدہ چیدہ سپاہ کمک کے لیے بھیجتا تھا۔ ایک دفع قاسم حسین سلطان و احمد یوسف و قوام بیگ کو حکم ہوا۔ دوسری دفعہ ہند و بیگ قوچین مامور ہوا۔ تیسری دفعہ محمدی گوکلتاش و خواجگی اسد کو فرمان ہوا۔ بعد ازاں یونس علی و شاہ منصور برلاس و عبد اللہ کتاب دار اُن کے پیچھے دوست اینشک آقا و محمد خلیل اختہ بیگی کمک کے لیے مامور ہوئے۔ مخالفت کے برانغار نے بار بار بادشاہ کے لشکر جرانغار پر حملہ کیا۔ کبھی تیروں سے کبھی خنجر و شمشیر سے طرفین کے آدمی کام آتے بادشاہ کے حکم سے مومن اتکہ رستم ترکمان دشمن کی سپاہ کے پیچھے جاکر حملہ آور ہوئے۔ خواجہ خلیفہ کے ملازم ملا محمود اور علی اتکہ باتشلیق اُن کی کمک کو گئے۔ محمد سلطان مرزا عادل سلطان عبد العزیز میر آخور و قتلق قدم قراول و محمد علی جنگ جنگ و شاہ حسین یار بیگی مغول غانچی نے محاربہ میں دست کشائی کرکے پائے ثبات مستحکم کیا۔ اور خواجہ حسین نو آیتوں کی ایک جماعت

لے کر اُن کی کمک کو گیا۔ طرفین کے بہادروں نے جانستانی میں جانفشانی کی جب کارزار میں دیر ہوئی تو بادشاہ نے اپنے خاص ملازموں کو جو ارابوں کے پیچھے ایسے بیٹھے تھے جیسے کہ شیر زنجیروں میں ہوتا ہے حکم دیا کہ راست چپ تول سے باہر آئیں اور تفنگچیوں کی جگہ بیچ میں چھوڑ دیں اور دونوں طرف سے لڑائی شروع کریں۔ غرض اُنھوں نے داد دلاوری اور دلیری دی۔ تلواروں کی چکاچک اور تیروں کی شپاشپ کا آوازہ بلند ہوا۔ نادر العصر علی قلی مع اپنے توابع کے لشکر کے آگے کھڑا تھا۔ سنگ اندازی اور ضرب زنی تفنگ چلانے میں کارنامہ دکھا رہا تھا۔ اس اثنا میں بابر نے حکم دیا کہ تول کے ارابے آگے روانہ ہوں۔ اور وہ خود لڑائی میں مصروف ہوا اور ایک دفعہ دشمن پر حملہ کیا جب دن چھپنے کو ہوا تو قتال و جدال کی آگ نے خوب اشتعال پایا اور بادشاہ کے میمنہ و میسرہ نے دشمن کے میمنہ و میسرہ کو پرے ہٹا دیا دشمن نے تول شاہی کی چپ و راست پر حملہ کیا اور اُس کے پاس قریب آ گیا۔ غرض بادشاہ کی سپاہ نے دشمنوں پر ایسا دلاوری سے حملہ کیا کہ انکا قدم میدان جنگ سے اُکھڑ گیا اور وہ بھاگ گئے حسن خاں میواتی تفنگ کی ضرب سے فنا ہوا۔ راول اُودے سنگھ والی ولایت نگر پورہ مانک چند چوہان۔ راے چندر بھان و دلپت رائے و کنکو۔ کرم سنگھ۔ ڈونگر اور بہت سے بڑے بڑے نامی سردار رانا سنگا کے مارے گئے اور کئی ہزار آدمی زخمی ہوئے۔ بادشاہ نے محمد علی کوکلتاش و عبد العزیز میر آخور و علی خاں اور بعض اور امیر کو رانا سنگا کے تعاقب میں بھیجا۔

بابر نے مخالفوں کو جنگ گاہ سے بھگا کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اتنے میں رات ہو گئی جو دشمنوں کے لیے روز سیاہ تھا اور دوستوں کے لیے شبستان عشرت تھی۔ بابر اپنی منزل گاہ میں آیا اس فتح کی تاریخ شیخ زین صدر نے فتح بادشاہ اسلام کہی ہے ایک اور شاعر کو بھی اس تاریخ کا توارد ہوا۔ بعد اس فتح کے طغرا میں بابر کے نام کے ساتھ غازی لکھا گیا۔ زین خاں کے فتحنامہ کے نیچے بابر نے ترکی زبان میں ایک رباعی لکھی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے واسطے میں صحرا میں آوارہ ہوا کفار و ہنود سے لڑا میں نے تو عزم جزم یہ کیا تھا کہ شہید ہوں مگر میں غازی ہوا۔

دشمنوں کا لشکر میرے لشکر سے دو کوس تھا میں نے دشمن کے تعاقب میں محمدی و عبد العزیز و علیخاں اور امیروں کو بھیجا۔ مگر مجھے کسی اور پر بھروسہ نکرنا چاہیے تھا بلکہ خود جانا چاہیے تھا محمد شریف منجم بھی جو کیسی بدفالیاں کرتا تھا فتح کی مبارکباد دینے آیا میں نے اُس کو بہت گالیاں دے کر

دل کی بھڑاس نکالی۔ اگرچہ وہ کافر دشمن و شوم نفس اور بہت مغرور و سرکش تھا مگر قدیمی نوکر تھا ایک لاکھ ٹنکہ انعام دیکر میں نے رخصت کیا اور حکم دیا کہ میری قلمرو میں نہ رہے یہ لڑائی ایک پہاڑی کے پاس ہوئی تھی میں نے وہاں دشمنوں کی کھوپڑیوں کا مینار یادگار بنوایا۔ جب مجھے فتح ہوئی تو میں نے محمد علی جنگ جنگ و شیخ گورن اور افسروں کے ساتھ بڑا لشکر الیاس خاں کے مفسدہ کو مٹانے کے لیے دوآبہ کو روانہ کیا۔ اس الیاس خاں نے دوآبہ میں بڑا غدر و شور مچار کھا تھا۔ کول پر قبضہ کیا۔ کچک علی کو قید کیا۔ جب میرا لشکر پہنچا تو الیاس خاں نے جانا کہ اس لشکر کا سامنا نہو سکے گا چاروں طرف کی راہ لی۔ کوئی ادھر گیا کوئی اُدھر۔ تھوڑے دنوں بعد جب میں آگرہ میں آیا تو الیاس خاں پکڑا ہوا آیا میں نے اُسکی زندہ کھال کھچوائی۔ میوات کا ملک دہلی کے قریب ہے اور اُسکی آمدنی تین چار کروڑ ٹنکہ کی تھی۔ حسن خاں میواتی کو ریاست بہاں کی وراثت میں ہاتھ لگی تھی اسی خاندان میں حکومت دو سو برس سے چلی آتی تھی وہ شاہ دہلی کا مطیع برائے نام تھا۔ سلاطین ہند کو کبھی پوری حکومت ملک میوات پر میسر نہ ہوئی اسکا سبب یہ ہوا ہوگا کہ میوات کا ملک فراخ تھا۔ پہاڑ اسمیں بہت تھے۔ ان پہاڑوں میں میواتیوں کو پناہ لینے کا خوب موقع ملتا تھا۔ جب میں نے ملک ہند کو فتح کیا تو سلاطین سابق کے موافق حسن خاں پر میں نے بھی نہایت عنایت کی مگر اس کافر نعمت ناحسان نے میری اس مروت و عنایت کا کچھ خیال نکیا۔ اُسکا دل ہندؤں کی طرف راغب تھا جتنے فساد برپا ہوئے سب کا بانی مبانی وہی تھا۔ اس لیے میں نے ہندؤں کا ملک چھوڑ دیا۔ اور اس ملک کی نظم و نسق کا ارادہ کیا۔ میں چار پانچ کوچ کر کے قلعہ الور کے پاس پہنچا یہ میواتیوں کا دار القرار تھا حسن خان کے باپ دادا کا دار السلطنت تجارا تھا۔ ایک شخص کرم چند حسن خاں کے سرداروں میں تھا اور وہ اُس وقت بھی آگرہ میں آیا تھا کہ حسن خاں کا بیٹا طاہر خاں قید تھا۔ اب اُسنے اس طاہر خاں کی طرف سے مراحم شاہانہ کی التجا کی میں نے اُسکے ساتھ عبد الرحیم کو بھیجا اور خطوط لکھدیے جس سے طاہر خاں کے دل کو تسلی اور تسکین ہو۔ اور خوف جاتا رہے اُس پر وہ میرے پاس چلا آیا اور میں نے اُس پر عنایت کی اور اُس کو ایک پرگنہ لاکھ ٹنکہ کا جاگیر میں دیا۔ اور چین تیمور سلطان کو شہر تجارا دیدیا۔ پھر میں قلعہ الور میں گیا اور وہاں ایک شب رہا۔ غرض میوات کا انتظام پہلے سے اچھا ہوگیا۔ اور الور کے پاس سے ممالک کابل کے انتظام کے واسطے شہزادہ ہمایوں کو روانہ کیا۔ وہاں خان مرزا کا انتقال ہوگیا تھا۔

اُسکے ساتھ وہ فریق بھی تھا جنھوں نے کابل جانے کی رخصت اس لڑائی سے پہلے چاہی تھی اور بہت سا
خزانہ اور لشکر ساتھ کر دیا۔ محمد علی جنگ جنگ اور سرداروں کو اس کام پر تعین کیا کہ حسن خاں بابلحا
افغان نے جو چندوار اور رابری میں اور قطب خاں نے جو اٹاوہ میں بغاوت اختیار کی ہے اُسکا
انسداد کریں حسن خاں تو بے لڑے میدان سے بھاگا۔ دریا پار جاتا تھا کہ راہ ہی میں دریا رفتا میں ڈوب
گیا۔ دریا خاں کہیں آوارہ ہو کر چلا گیا۔ ببن کا فساد دور کرنے کے واسطے محمد سلطان مرزا قنوج کو روانہ
ہوا۔ وہ خیر آباد کی طرف بھاگ گیا۔ ۲۹۔ ذالحجہ ۹۳۴ھ ۱۵۲۸ کو بادشاہ کول اور سنبھل میں شکار کھیلنے گیا۔ پھر یہ
سیر و تماشا دیکھ کر آگرہ میں آیا۔ غرض جن صوبوں کا انتظام لڑائی کے سبب بگڑ گیا تھا چھ مہینہ میں سب درست
ہو گیا۔ برس دن کے اندر اندر گنگا پار کے ملکوں میں صوبہ اودھ کے سوا بابر کی سلطنت قایم
ہو گئی۔ فقط صوبہ اودھ میں ایک گروہ افغانوں کا باقی تھا۔ اُسکی سرکوبی کیواسطے فوج روانہ کیگئی۔

سنہ ۹۳۴ھ ۱۵۲۸ میں بابر نے چندیری پر چڑھائی کی۔ وہ اپنے واقعات میں لکھتا ہے کہ ربیع الاول
کی چودھویں تاریخ دوشنبہ کے دن چندیری فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اور جلیسر اور کچھوہ
میں ہوتا ہوا چندیری سے تین کوس پر خیمہ ڈالا۔ حصار چندیری پہاڑ پر واقع ہے اور سارا شہر اور قلعہ
چندیری پہاڑوں کے ڈھلان پر بنا ہوا ہے۔ پھر آگے بڑھ کر تمام لڑائی اور مورچوں کی تیاری کی اور قلعہ فتح کرنیکا
سب سامان جمع کیا۔ چندیری پہلے مانڈو (مالوہ) سے علاقہ رکھتی تھی۔ سلطان نصیر الدین کی وفات
کے بعد اُس کا ایک بیٹا سلطان محمود مانڈو کا مالک ہوا اور اُس کا دوسرا بیٹا محمد شاہ چندیری پر
قابض ہوا۔ اور سلطان سکندر لودی سے حمایت کا طالب ہوا۔ سلطان سکندر نے اپنے لشکر کو
بھیجکر اُس کی حمایت کی۔ پھر سلطان ابراہیم کے وقت میں محمد شاہ مر گیا۔ اور ایک کم عمر بیٹا احمد شاہ
چھوڑ گیا۔ سلطان ابراہیم نے اس احمد شاہ کا کام تمام کر کے ایک اپنا آدمی وہاں حاکم
بنایا۔ جب رانا سنگا ابراہیم سے لڑنے کے واسطے دھولپور تک آیا۔ تو اُس شاہزادہ کے
امرا اُس کے خلاف ہو گئے۔ غرض رانا سنگا کے ہاتھ چندیری آگئی اُس نے میدنی راے کو یہاں کا
راج دیدیا۔ اب اس وقت وہ یہاں راجہ تھا اور پانچ ہزار سپاہ پاس رکھتا تھا۔ میں نے اُس
پاس پیغام بھیجا کہ چندیری میرے حوالہ کر دے۔ اور اُس کے عوض میں شمس آباد لے لے مگر اُسکے
دو تین صلاح کاروں نے اس صلح کو نہ ہونے دیا۔ غرض میں نے چندیری کا محاصرہ کیا۔ دوسرے

دن محصورین مایوس ہوگئے۔ اور وہی کام جو مایوسی کی حالت میں رجپوت کیا کرتے ہیں کیا کہ اپنے
جورو بچوں کو قتل کیا اور برہنہ ہو جان لڑانے کے واسطے دوڑے۔ جو مسلمان فصیل پر چڑھے ہوئے
تھے اُن کے سامنے آئے اُن کو مار کر بھگا دیا اور فصیل سے کود کر خوب دل کھول کر لڑے۔ اور
آخر کو مغلوب ہو کر سب پامال ہوگئے۔ دو تین سو راجپوت میدنی راؤ کے گھر میں گھس گئے اور
آپس میں اس طرح قتل ہوگئے کہ ایک آدمی تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا اور اُس کے گرد سب
راجپوت جمع ہوئے اور خوشی خوشی اپنی گردن اُس کی تلوار کے آگے جھکاتے گئے اور سر اُڑواتے
گئے۔ اور میدنی رائے بھی اسی طرح قتل ہوگیا۔ دو تین گھڑی میں یہ مشہور قلعہ خدا کی عنایت سے
ہاتھ لگ گیا۔ فتح دار الحرب اُس کی تاریخ ہوئی۔ یہاں بھی ایک مینار ہندوؤں کی کھوپریوں کا پہاڑ
پر قایم کیا۔ دوسرے دن قلعہ کی بابر نے سیر کی۔ اور ملّو خاں کو یہ قلعہ سپرد کیا۔ اور یہ ارادہ
ہوا کہ بھیلسا اور چیتوڑ کو فتح کیجیے مگر یہ ارادہ اس سبب سے فسخ ہوا کہ جب چندیری کا محاصرہ ہو رہا
تھا تو خلیفہ نے دو ایک خط دیے۔ اُنکا مضمون یہ تھا کہ پورب کو جو سپاہ روانہ ہوئی تھی وہ بے ترتیب
کوچ کر رہی تھی اُس پر افغانوں نے حملہ کیا اور شکست دے کر پریشان اور منتشر کر دیا۔ وہ لکھنؤ کو چھوڑ کر
قنوج میں چلی آئی ہے۔ جب چندیری فتح ہو چکی تو بادشاہ نے اِس باب میں صلاح اور مشورہ کیا۔
سب کی مرضی ہوئی کہ پہلے سرکشوں کا سر کاٹنا چاہیئے۔ اس لیے وہ سب منصوبے ممالک ہنود
کی فتح کے چھوڑ دیے اور چندیری احمد شاہ کو جو سلطان ناصر الدین کا پوتا تھا سپرد کی اور اُس سے
اقرار ٹھیرا لیا کہ پچاس لاکھ ٹنکہ خزانہ شاہی میں سالانہ داخل کیا کرے۔ اور جمادی الاول کی گیارھویں
تاریخ اتوار کے دن اس مہم پر بادشاہ روانہ ہوا اور وہاں پہنچا جہاں جمنا اور چنبل ملتے ہیں یہاں
اُس پاس خبر آئی کہ جو فوج قنوج میں اُس کی تھی وہ رابری میں ہے۔ اور شمس آباد کا قلعہ
جس میں ابو محمد نیزہ باز کی فوج تھی دشمنوں نے حملہ کر کے لے لیا ہے۔ اس خبر کو سنکر بادشاہ جھٹ
پٹ دریا کو عبور کر کے قنوج کی طرف روانہ ہوا۔ اور آگے فوج کو دشمنوں کی خبر لانے کے لیے بھیجا
جب وہ دو تین منزل پر تھا تو اُس پاس یہ خبر آئی کہ بَبَن اور شیخ بایزید اور معروف افغانوں کے
سردار اُس کے آنے کی خبر سنکر قنوج سے گنگا پار اُتر گئے ہیں اور مشرقی کنارے پر گنگا کے

افغانوں سے معرکہ کا بیان

انھوں نے پڑاؤ ڈالا ہی۔ غرض بابر بھی قنوج میں پہنچا۔ یہاں تیس چالیس کشتیاں جابجا سے جمع کر کے گنگا کا پل باندھنا شروع کیا۔ اور استاد علی قلی نے بھی اپنے توپخانے کو چلانا شروع کیا۔ اور ایک توپ بھی جسکا نام دیگ غازی تھا وہ بھی چلائی گئی۔ غرض اس توپخانہ کی توپیں پہلے دن آٹھ دفعہ اور دوسرے دن سولہ دفعہ چلیں اور اسی طرح پانچ چھہ روز تک وہ چلتی رہیں۔ اور پل بنتا رہا۔ جب پل تیار ہو گیا تو سپاہ نے عبور کیا۔ یہاں بابر نوروز اور ایام کے مسعود اور منحوس ہونے کے حساب میں رہا نہیں وہ دشمنوں کا جلد کام تمام کرتا۔ افغان بھی اپنی صفیں باندہ کر اور ہاتھیوں کو سامنے کر کے لڑائی کے میدان میں آئے اور لڑائی ہوئی اور افغان میدان سے بھاگے۔ اور چین تیمور سلطان اُنکے تعاقب میں گیا۔ مگر جو سپاہ اس تعاقب میں گئی اُسنے کچھ کام نہ کیا۔ بابر خود بھی لکھنؤ میں پہنچا اور گومتی کے پار اُترا۔ اور راجو دہیا سے دو تین کوس پر پہنچا۔ شیخ بایزید بھی کہیں یہیں تھا۔ بابر کی فوج اُسکے پیچھے روانہ ہوئی تو وہ جنگل میں بھاگ گیا بابر یہاں چند روز مقیم رہا۔ اور اودہ کا خاطر خواہ بند و بست کیا۔ غرض دشمنوں کو گھاگرا پار اُتار دیا۔ اس سال کا باقی حال واقعات بابری میں نہیں پایا جاتا۔ اب بابر بادشاہ کا ارادہ گوالیار کی سیر کا ہوا۔ جمنا پار ہو کر قلعہ آگرہ میں آیا۔ اور یہاں اسکو بخار آنا شروع ہوا اور اس حالت مرض میں اُس نے خواجہ عبید اللہ احرار کے رسالۂ ولدیہ کو نظم کیا۔ پھر غسل صحت ہوا اور اسکا ایک جشن عالیشان ہوا۔ اُسکی عادت تھی کہ مصیبت کے دنوں کو ایسی ہی دل لگیوں اور شغلوں میں کاٹتا۔

بابر لکھتا ہی رانا سنگا کا ایک بیٹا رانی پدماوتی سے بکرماجیت تھا وہ رنتھنبور میں رہتا تھا ایک بڑا معتبر سردار اُسکا اسوک نامی میرے پاس پیغام لایا کہ راجہ حضور کی فرمانبرداری کے واسطے اور ستر لاکھ ٹنکہ نذرانہ دینے کے لیے موجود ہی بیٹے اُسپر کہا کہ مجھکو یہ امر منظور ہی وہ قلعہ رنتھنبور میرے حوالے کر دے میں اُسکو اُسی قدر جاگیر دیدونگا جسقدر وہ مانگتا ہی۔ یہ پیغام لیکر ایلچی واپس گئے اور جب گوالیار میں آیا تو ایک دن ملاقات کا بکرماجیت کے آدمیوں کے ساتھ مقرر کیا۔ مگر اُس روز معین پر کوئی آدمی حاضر نہوا۔ بعد چند روز کے پھر اسوکا آیا اُس نے بکرماجیت اور اُس کی ماں کو خود جاکر جو کچھ حال گذرا تھا سنایا۔ یہ ماں بیٹے دونوں بابر کی اطاعت پر راضی ہو گئے۔ جب رانا سنگا نے سلطان محمود کو شکست دی تھی اور قید کیا تھا اُس پاس ایک تاج اور کمر بند بڑا گراں بہا تھا۔ رانا نے

جب اُس قیدی کو رہا کیا تو یہ دونوں چیزیں اُس سے لے لیں اب وہ مگر ناجیت پاس تھیں یہ
دونوں بیش بہا تحفے میری پیش کش میں آدمی کے ہاتھ بھیجے اور تھنبور کے عوض میں بیانہ مانگا
مگر شمس آباد میں نے اُسکو دیا۔

میں شکار کھیل رہا تھا کہ آگرہ سے خلیفہ نے خط بھیجے اُن میں یہ لکھا تھا کہ شاہ سکندر لودی
کے بیٹے محمود نے بہار کو فتح کر لیا (یہ محمود وہی ہی جو رانا سنگا کے ساتھ بابر سے لڑا تھا) اس خط کو
پڑھتے ہی میں ایک دن میں آگرہ کے اندر آ گیا۔ اور مشورہ سے یہ امر قرار پایا کہ ممالک شرقیہ
کی فتح کے واسطے میں خود جاؤں۔ غرض سب سپاہ کا سامان تیار کرکے ۹۳۵ھ ۲۸-۱۵۲۷ء میں میں داخل
ہوا اور کدکی میں پہنچا یہ مقام پرگنہ کڑہ میں ہی یہاں یہ متواتر خبر آئی کہ سلطان محمود پاس ایک لاکھ
لشکر جمع ہو گیا ہی اور اس نے شیخ بایزید اور بتن کو بہت سا لشکر دیکر سردار کی طرف روانہ کیا ہے
اور وہ خود اور فتح خاں گنگا کے کنارہ پر پڑا ہی اور چنار گڈھ پر حملہ کرنے کا ارادہ ہی۔ اور شیر خاں
کو جسپر میں نے بہت سے احسان کیے تھے اور بہت سے پرگنے جاگیر میں دیے تھے۔ اور اس طرف
میں اُسکو حاکم بنایا تھا وہ بھی افغانوں کے ساتھ شریک ہو گیا۔ غرض یہ سب جمگھٹ بنارس کی
طرف آیا۔ سلطان جلال الدین کے آدمی بنارس کو ان دشمنوں سے نہ بچا سکے بنارس کو چھوڑ
کر چلے ہیے اور یہ بہانہ بنایا کہ وہاں قلعہ میں ہم آدمی اپنے چھوڑ آئے ہیں کہ وہ اُسکی حفاظت کے
واسطے کافی ہیں۔ اور ہم آگے گنگا کے کنارے پر لڑنے کے لیے چلے آرہے ہیں۔ تھوڑے
دنوں بعد محمد بخشی کشتی میں سوار ہو کر دوسری طرف سے گنگا کے آیا اور یہ خبر لایا کہ محمود خاں
پسر سلطان سکندر لودی جسکو افغانوں نے محمود شاہ بنایا تھا۔ اُس کا یہ حال ہوا کہ جب لشکر نے
چنار گڈھ کا محاصرہ کیا اور اُنکو میرے پاس جانیکی خبر پہنچی تو اُنکے ہوش اُڑ گئے اور گھبرا کر ادہر اُدہر تتر
بتر ہو گئے اور چنار کا محاصرہ اُٹھا لیا۔ اور بنارس پر جو افغان بڑھ آئے تھے وہ بھی اُلٹے ایسے بے سرو
پا بھاگے کہ درمیان میں دو کشتیاں اُنکی ڈوب گئیں۔ اور بہت سے آدمی اُنکے دریا میں خاک کے اندر
مل گئے۔ پھر میں نے جمنا کے کنارے سے کوچ کیا اور چنار کے قلعہ کی سیر کی۔ یہاں باقی خاں خبر لایا
کہ محمود خاں دریا سون کے کنارہ پر پڑا ہوا ہی۔ میں نے امیروں سے صلاح و مشورہ کیا تو یہ
قرار پایا کہ کوچ پر کوچ کرکے جلد غنیم کی خبر لینی چاہیے۔ اس میں توقف نہ کرنا چاہیے۔ غرض میں

بہار و بنگال کی لڑائی کا حال

غازیپور میں پہنچا اور چوسہ (چوسر) میں مقام کیا۔ اور اور لشکر نے کرم ناسا پر خیمے ڈالے۔ پورب میں اُسوقت لوحانی اور لودی افغانوں میں آپس میں لڑائی جھگڑے ہو رہے تھے بہت سے طرفدار جلال خاں لوحانی پسر محمد شاہ لوحانی کے ہو رہے تھے۔ اس جلال خاں نے بابر پاس پیغام بھیجا کہ میں حاضر ہوتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ افغانوں کے ہاتھ سے اُس نے صدمہ اُٹھایا تھا۔ اور وہاں سے بھاگ کر بابر پاس آیا تھا۔ اِن باہمی فسادوں ہی نے افغانوں کی قوم کو نیست نابود کر دیا۔ اب بہار گنگا کے جنوب میں بابر کے تصرف میں تھا اور شمال میں شاہ بنگال کے قبضہ میں اس بادشاہ پاس بہت سی فوج اب بھی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ سلطنت دہلی میں سے جسقدر ملک اُسکے قبضہ میں تھا اُسی پر اکتفا کرے۔ اور باقی ملک پر جو لوگ قابض ہیں اُن سے لڑائی جھگڑا نکرے۔ اس نیت سے اُسکا سفیر اسمٰعیل متا بابر کے پاس رہتا تھا۔ بابر نے اِس سفیر کو اور ایک اپنے آدمی کو شاہ بنگال پاس بھیجا اور یہ لکھا کہ وہ اپنی تمام فوج کو اُس ملک سے جہمیں وہ کوچ کر رہا ہی اپنے پاس بلالے۔ اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اس سپاہ کو خیر و عافیت سے ترک اُس پاس پہنچا دینگے اور کچھ اُن کو راہ میں تکلیف نہ ہو گی۔ اگر اس امر سے شاہ بنگال انکار کریگا تو خود اپنے پاؤں میں کلھاڑی ماریگا۔ اور جو آفت اُس پر پڑے گی وہ اپنے ہاتھ سے اُس پر آئیگی۔ غرض اِس بات کا جواب نہ آیا۔ اور بابر سے صبر نہ ہو سکا وہ گنگا سے اُتر کر بنگالیوں سے لڑنے لگا۔ اگرچہ بابر گنگا پار اتر گیا تھا۔ مگر گھاگرا اترنا باقی رہا تھا۔ غنیم وہاں پڑا تھا جہاں گھاگرا اور گنگا یہ دونوں دریا ملتے ہیں۔ مگر بابر پاس کشتیوں کا سامان ایسا اچھا تھا کہ اُس نے بنگالیوں کی کشتیوں کو مار پیٹ کر بھگا دیا۔ اگر یہ صورت پیش نہ آتی تو وہی کشتیاں بابر کے حق میں سنگِ راہ ہوتیں۔ بنگالیوں نے بابر کو اُترنے سے روکا۔ بنگالی توپ چلانے میں بڑے استاد مشہور تھے اس طرف بھی علی قلی توپچی موجود تھا۔ غرض دونوں طرف سے توپوں کی مار شروع ہوئی۔ دریاؤں کے پار جا کر لڑائیاں شروع ہوئیں بابر کی فوج نے بنگالیوں کی فوج کو مار کر بھگا دیا۔ اور بہت سے سپاہیوں کو قید کر لیا۔ پھر شاہ بنگال سے صلح ہو گئی۔ اور جب بابر کا ارادہ آگرہ کا ہوا تو اُس کو یہ خبر ملی کہ بِبن اور بایزید بنگال کی فوج لیکر گھاگرا پار اُتر گئے ہیں اور لکھنؤ پر قبضہ کر لیا ہی۔ یہاں کے قلعہ میں گھاس ایک جگہ بہت سی جمع تھی اُس میں آگ لگ گئی۔ اس آگ کی گرمی سے قلعہ تنور ہو گیا۔ اور اُسکی فصیل پر کھڑے رہ کر لڑنا

دشوار ہوگیا۔ اور اُسکے پیچھے جو لشکر روانہ ہوا اُس سنے اُنکو بندیل کھنڈ میں گنگا جمنا دار پار پراگندہ کردیا۔ اب برسات آگئی۔ بادشاہ آگرہ میں آگیا۔ اور باغ ہشت بہشت میں مزے اُڑانے لگا اور بنگالہ سلطان جنید برلاس کے سپرد کردیا اب آگے اس سے واقعات بابری مین کچھ نہیں لکھا اسی بیان پر اُس کا خاتمہ ہوگیا۔

اب اس گل کی بھی خزاں آگئی۔ مرنے سے پندرہ مہینے پیشتر بیشتر مزاج کچھ نہ کچھ مرض میں مبتلا رہتا تھا۔ اپنی واقعات میں بھی اُس زمانہ کا کچھ حال نہیں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ قلم کا زور بھی ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ اور سستی اور کاہلی نے چستی وچالاکی کی جگہ لے لی تھی۔ ہمایوں بغیر اُس کی اجازت کے کابل سے چلا آیا۔ ہمایوں کا حال یہ ہی کہ بابر ممالک کابل وبدخشاں کے انتظام واستحکام کو اپنے ذمے واجب جانتا تھا۔ اس نے سنہ ۹۱۷ھ میں جب خان مرزا کا انتقال ہوگیا تو ہمایوں کو بدخشاں مرحمت کیا اور اُسکو بہت ملازموں کے ہمراہ ۹۔ رجب کو سنہ ۹۱۷ھ کو وہاں روانہ کیا۔ جب سنہ ۹۱ھ میں بدخشاں سے قاصد خبر لائے کہ ہمایوں نے چالیس پچاس ہزار سپاہ جمع کرکے ثمرقند کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ہی اور حرف صلح بھی درمیان ہی۔ بابر نے اُسی وقت ہمایوں کو منشور لکھا کہ اگر کار مصالحت سے باہر نہ ہوگیا ہو تو جب تک ہم ہندوستان صاف نہ کرلیں صلح رکھنی چاہیے۔ انشاء اللہ تعالےٰ کار ہندوستان جو قریب الاختتام ہی تمام کرکے میں خود وہاں آؤں گا۔

ہمایوں ایک سال تک بدخشاں میں عشرت پیرا رہا کہ یکبارگی باپ کے دیکھنے کا شوق ایسا دامنگیر ہوا کہ بدخشاں پر سلطان ویس کو جسکا داماد میرزا اسلیمان تھا حوالہ کرکے قبلہ وکعبہ کی طرف چلا ایک روز میں کابل آیا۔ میرزا کامران قندھار سے کابل میں آیا ہوا تھا۔ عیدگاہ میں دونو بھائیوں میں ملاقات ہوئی۔ میرزا کامران نے حیران ہوکر بھائی سے پوچھا کہ کیوں جاتے ہو فرمایا کہ باپ کا اشتیاق کشاں کشاں مجھے لیے جاتا ہی مرزا ہندال کو کابل سے بدخشاں کی حراست کے لیے بھیجا۔ اور تھوڑے دنوں میں باپ کے پاس دارالخلافت آگرہ میں پہنچا۔ میرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں یہ لکھا ہی کہ سنہ ۹۳۵ھ میں بابر نے ہمایوں مرزا کو طلب کیا۔ اور یہ واقعہ اس طرح ہی کہ میرزا خان ابن سلطان محمود مرزا ابن ابوسعید مرزا نے جو بدخشاں میں تھا وفات

پائی تو اس کا ایک بیٹا سلیمان تھا اُسکو بابر نے اپنے پاس بلا لیا اور اپنے سب سے بڑے بیٹے ہمایوں مرزا کو بدخشاں بھیجا۔

سنہ ۹۲۶ سے سنہ ۹۳۲ تک ہمایوں مرزا بدخشاں میں باپ کے ساتھ تھا جب ہندوستان فتح ہوا تو اُسوقت بادشاہ کے دو بیٹے حد شباب کو پہنچے تھے اُن میں سے ایک ہمایوں مرزا کو اپنے پاس بلا لیا اس لیے کہ فرزندوں میں سے ایک اپنے پاس رہے۔ اگر واقعہ ناگزیر پیش آئے تو جانشین پاس ہو۔ ان وجوہ سے بادشاہ نے ہمایوں مرزا کو ہندوستان میں طلب کیا۔ اہل بدخشاں نے ہمایوں مرزا سے عرض کیا کہ بدخشاں کے پیچھے اوزبک لگے ہوئے ہیں اور قدیم کینہ ہم سے رکھتے ہیں آپ تو ہندوستان جاتے ہیں بدخشاں کی حفاظت امرا سے نہیں ہو سکے گی۔ ہمایوں مرزا نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کہتے ہو صحیح ہے مگر میں باپ کے حکم سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ میں بہت جلد کسی اپنے بھائی کو بھیجدیتا ہوں۔ آدمیوں کو اس طرح تسلی دیکر اُس نے ہندوستان کی راہ لی۔ اہل بدخشاں مایوس ہوئے۔ ہمایوں ہندوستان میں آیا۔ فقیر علی کو بدخشاں میں اُس نے مقرر کیا۔ ہمایوں باپ کے پاس مدتوں تک رہا تھا اور باپ اُسکے ساتھ مصاحبانہ سلوک کرتا تھا اور بارہا کہا کرتا تھا کہ ہمایوں مصاحب بے بدل ہے۔ جب ہمایوں بدخشاں سے چلا آیا تو سلطان سعید خاں کاشغر کے خوانین میں سے تھا اور نسبت خویشی کی بابر کے ساتھ رکھتا تھا رشید خاں کو یارکند میں چھوڑ کر بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان ویس کو طلب کیا۔ پہلے اس سے کہ وہ بدخشاں میں پہنچے مرزا ہندال بدخشاں میں آ گیا تھا اور قلعہ ظفر کو اپنا عشرتکدہ بنایا تھا ملک میں امن امان تھا۔ سعید خاں نے تین مہینہ قلعہ کا محاصرہ کیا مگر بے بہرہ کاشغر کو اُلٹا گیا تھا۔ ہندوستان میں بابر سے یہ کہا گیا کہ کاشغریوں نے بدخشاں لے لیا۔ بابر نے بدخشاں کی مہام کے انتظام کے لیے خواجہ خلیفہ کو جانے کا حکم دیا۔ خواجہ نے اپنے معاملہ نافہمی سے جانے میں تقاعد کیا بادشاہ نے ہمایوں سے کہا کہ تم جانے میں اپنی کیا صلاح جانتے ہو تو اُس نے عرض کیا کہ جب حضور کی ملازمت سے دور ہوا تھا تو مجھے اسقدر آزار و گزند پہنچا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنے اختیار سے حضور کے قدموں سے جدا نہ ہونگا آگے حضور مالک ہیں بندہ فرمانبردار ہے۔ اسواسطے مرزا سلیمان کو بدخشاں اُس نے رخصت کیا۔ اور سلطان ویس کو لکھا کہ ہم مرزا سلیمان کو بھیجتے ہیں اُسکو مناسب ہے کہ

بدخشاں حوالہ کردے ہم نے وارث کو میراث سپرد کی ہو آیندہ تمکو اختیار ہو۔ ہم نے پہلے لکھا تھا کہ بدخشاں میں امن امان ہو گیا تھا۔ مرزا ہندال نے مرزا سلیمان کو بدخشاں حوالہ کردیا اور خود ہندوستان کی طرف چلا۔

ہمایوں کی بیماری

بابر نے کچھ دنوں بعد ہمایوں کو سنبھل میں کہ اُسکی جاگیر تھا بھیجدیا تھا۔ چھ مہینے تک رہا یہاں عیش و عشرت میں مصروف رہا کہ یکایک بخار چڑھا۔ رفتہ رفتہ وہ بڑھتا گیا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر جانکاہ پہنچی تو اُس نے بیقرار و بےتاب ہو کر حکم دیا کہ ہمایوں کو دہلی لے جائیں اور وہاں سے کشتی میں بیٹھا کر آگرہ روانہ کریں تاکہ میری آنکھوں کے سامنے حاذق طبیب معالجہ کریں۔ اور اطبا کی جماعت کثیر جو میرے پاس ہو وہ اُسکے علاج میں صحیح تدبیرات کریں دریا کی راہ سے تھوڑے دنوں میں ہمایوں آگرہ میں آگیا۔ ہرچند اطبا نے علاج میں سر مارا اور صحیح تدبیرات کیں مگر کچھ افاقہ و صحت کی صورت نظر نہ آئی۔ جب ساری طبابت ختم ہو چکی تو ایک روز جمنا کے کنارے پر بادشاہ بیٹھا بیٹھا طبیبوں کے ساتھ معالجہ کے باب میں اندیشہ کر رہا تھا کہ میر ابوالبقا کہ اس زمانہ کے اعاظم افاضل میں سے تھا اُس نے عرض کیا کہ پہلے عاقل بزرگوں سے سنتے چلے آتے ہیں کہ اس طرح کے امور میں جب اطبا ظاہری معالجہ میں عاجز ہوں تو چارہ کار یہ ہو کہ جو چیز سب سے زیادہ بہتر اور عزیز ہو اُس کو تصدق کرتے ہیں اور خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ اُسوقت بابر نے فرمایا کہ میرے لخت جگر ہمایوں کے نزدیک سب سے بہتر عزیز شے میں ہوں اور اُس کے پاس کوئی چیز مجھ سے زیادہ بہتر و شریف تر نہیں ہو میں اپنے تئیں اُس پر فدا کرتا ہوں خدا قبول کرے خواجہ خلیفہ اور اور مقربین درگاہ نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا فرماتے ہیں ہمایوں عنایت الہی سے صحت عاجل پائیگا اور عمر طبیعی کو پہنچے گا۔ جو پہلے بزرگوں نے صدقہ کے باب میں ارشاد کیا ہو اُسکا مطلب یہ ہو کہ مال دنیا میں جو بہتر ہو وہ تصدق کیجیے۔ پس وہ الماس بے بہا جو جنگ ابراہیم میں ہاتھ لگا ہو وہ ہمایوں کو دیدیجیے کہ اپنے اوپر سے صدقہ اُتاریں۔ اُس پر بابر نے فرمایا کہ دنیا کا مال کیا قیمت رکھتا ہو اور وہ ہمایوں کا عوض کس طرح ہو سکتا ہو میں خود اپنے تئیں اُسپر فدا کرتا ہوں اُسکا حال ایسا غیر ہو گیا ہو کہ میں اُسکو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ بعد ازاں اُس نے خلوت میں جا کر اپنے خاص طریقہ سے مناجات کی اور تین دفعہ ہمایوں کے گرد صدقہ پھرا۔ اُسکی دعا قبول ہوئی۔ طبیعت پر گرانی شروع ہوئی تو

اُس نے کہا کہ میں نے ہمایوں کی بلا لے لی ہے لی - فی الفور بادشاہ کو بخار چڑھ آیا اور ہمایوں کے بخار میں خفت شروع ہوئی اور تھوڑے دنوں میں صحت کامل عطا ہوئی - اور بابر کی طبیعت اور زیادہ بگڑنی شروع ہوئی - اُس کے حال سے رحلت و انتقال کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں تو بابر نے ارکان دولت اور اعیان مملکت کو بلایا - ہمایوں کے ہاتھ پر اُس نے بیعت خلافت کرائی اور اپنا جانشین اور ولیعہد مقرر کیا اور تخت خلافت پر اُسکو بٹھایا اور خود پایہ تخت کے نیچے صاحب فراش پڑا رہا - خواجہ خلیفہ و قنبر علی بیگ و تردی بیگ و ہندو بیگ اور ایک جماعت اُسوقت موجود تھی - اُن کے روبرو ہمایوں کو یہ نصائح فرمائیں کہ داد و دہش عدل و احسان تحصیل رضائے الٰہی - رعایت رعایا - نگہبانی خلائق تقصیر والوں کا عذر قبول کرنا - گنہگاروں کے جرائم کا بخشنا - کار آگہوں کے جرم کی رعایت کرنی - سرکشوں کو پامال کرنا ستمگاروں کو ہدایت کرنا - ان سب باتوں میں اہتمام کرنا اور سب سے زیادہ یہ میری نصیحت یاد رکھنا کہ بھائیوں کا قصد نکرنا گو وہ اُسکے سزاوار ہوں - ہمایوں نے باپ کی اس نصیحت و وصیت پر پورا پورا عمل کیا - بھائیوں نے کیا کیا جفائیں اُس پر کیں مگر اُس نے کبھی انتقام لینے کا قصد نہیں کیا مگر اُسوقت خلیفہ نظام الدین کو دل میں ہمایوں کی طرف سے کچھ وہم اور خوف پیدا ہوا اُس نے اپنی کوتاہ اندیشی سے یہ چاہا کہ مہدی خواجہ بادشاہ کا داماد بادشاہ ہو - یہ بات لوگوں کو معلوم ہو گئی تھی اور دربار اُس کا لگنے لگا تھا - اور خواجہ مہدی کو بھی یقین اپنے بادشاہ ہونے کا ہو گیا تھا - یہ شاہزادہ نوجوان مزاج کا لاؤبالی تھا - اس لیے میر خلیفہ جانتا تھا کہ وہ میرا ہمیشہ محکوم رہے گا - اور میں سلطنت کے مزے اڑاؤنگا مگر خواجہ مہدی سے ایک کام ایسا سرزد ہو گیا کہ وزیر اپنی امید سے نا امید ہوا اور اُسکا حال طبقات اکبری میں یوں لکھا ہے کہ ایک روز خواجہ مہدی کے مکان پر خلیفہ ملنے گیا اور محمد مقیم مصنف طبقات اکبری کا باپ اُسکے ہمراہ تھا کہ اتنے میں اُسکے لیے آدمی دوڑے آئے کہ چلو بادشاہ کا دم ہونٹوں پر ہی خلیفہ جب اُٹھا تو مہدی خواجہ تعظیماً دروازہ تک پہنچانے گیا - اور محمد مقیم پیچھے رہگیا تعظیم کے سبب آگے نقدم [illegible] خلیفہ جب ور نکل گیا تو مہدی خواجہ نے داڑھی پر ہاتھ پھیر اور کہنے لگا کہ خدا چاہے تو عنقریب اس پیر نابالغ کی کھال کھچوا تا ہوں مگر جیسا [illegible] موڑا تو محمد مقیم کو دیکھا کہ وہ دروازہ میں نکل رہا تھا تو اُسکے اوسان خطا ہوئے مگر اُسنے محمد مقیم کے کان پکڑ کر خوب اینٹھے اور یہ مصرع پڑھا کہ زبان سرخ سر سبز میدہد برباد محمد مقیم نے یہ داستان خلیفہ کو سنائی اور سمجھایا کہ اے خلیفہ یہ کیا تیری نا عاقبت اندیشی ہے کہ تو

ہمایوں جیسے دانشمند تجربہ کار اور اُسکے لایق بھائیوں کو چھوڑکر اس سفلہ مزاج کا حامی ہوتا ہی اور سلطنت کو بابر کی نسل سے دوسرے خاندان میں منتقل کرتا ہی - اس فہمایش پر وہ اپنے خیال باطل سے باز آیا - اور راہ راست پر آیا - اور ہمایوں کا دوست بنا - اور خواجہ کے واسطے بادشاہ کے نام سے حکم دیدیا کہ وہ دربار میں آنے نہ پائے اور نہ کوئی اُس پاس جائے غرض ۵ جمادی الاول سنہ ۹۳۷ھ (۲۶ دسمبر) کو اُسی باغ میں جسکو بابر نے جمنا کے کنارہ پر لگایا تھا اُس کی بہار عمر آخر ہوئی اور وصیت کے موافق لاش کابل بھیجی گئی - اُسپر ایک عالیشان مقبرہ جہانگیر نے بنوایا ہی کہ اب بھی سیاح دنیا کی بے نظیر عمارتوں میں شمار کرتے ہیں (بہشت روزی باد) تاریخ وفات ہے ۵

ہمایوں بود وارث ملک وے + ہمایوں کے جلوس کی تاریخ ہی بابر کی عمر پچاس برس کی تھی اور اڑتیس برس اُس نے سلطنت کی یہ خدا کی قدرت ہے یہ امر بعید نہیں ہی کہ بابر کی دعا اور التجا جناب الٰہی میں مقبول ہوئی ہو - جو لوگ تاثیر دعا کے قائل ہیں وہ بابر ہی کی طرح یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُس نے دعا کے لیے کیا ہاتھ اُٹھایا گویا جان ہی سے ہاتھ اُٹھایا تھا - مگر جو فقط عقل کے پابند ہیں وہ اس رائے کے دینے میں سنگدلی کرتے ہیں کہ مے نوشی کی کثرت نے بابر کو جلد ضعیف کر دیا آخر عمر میں اکثر مریض رہنے لگا جب اس حالت ضعف میں اپنے لخت جگر کا یہ حال متغیر دیکھا تو دلپر ایسا صدمہ پہنچا کہ زندہ نہ رہ سکا -

یہ خلیفہ بابر کے قدیمی رفیقوں میں تھا - کیا تعجب کی بات ہی کہ بابر جیسے دانشمند بادشاہ کے روبرو اور ہمایوں جیسے تجربہ کار وارث کے سامنے اُسکو یہ قدرت اور جرأت پیدا ہوئی ہو کہ جوا عہدی کے بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا - اب اس تعجب پر تعجب یہ ہی کہ آگے چلکر کہیں تاریخ میں خلیفہ کا نام بھی نہیں آتا نہ اکبرنامہ کچھ اُس کے باب میں بولتا ہی نہ فرشتہ کچھ کہتا ہی معلوم نہیں بیچ میں کون فرشتہ اُسکو کھا گیا -

بابر نے سلطنت کو اتنا بڑھا کر دنیا سے آگے قدم بڑھایا کہ ہندوکش سے [illegible] بدخشاں اور قندوز تک اور دریا جیحوں کے تمام جنوبی اضلاع بلخ کی سرحد تک اور ہندوکش [illegible] جنوب کی طرف کابل - غزنی - قندھار - ہندوستان میں پنجاب اور کوہ ہمالیہ اور راجپوتانہ کے درمیان کا حصہ اور بہار کا بڑا حصہ سوائے اُسکے افغانستان کے بہت سے کوہستانی اضلاع ایسے تھے کہ

جنکے اندر اُس کی سلطنت برائے نام تھی۔

بابر کا جو کچھ حال ہمنے لکھا ہی اُسنے عادتیں اور خصلتیں اُس کی سمجھدار سمجھ جائینگے مگر جب تک واقعات بابری کا بیان زبان پر نہ آوے بابر کے کمالات اور فضائل پردہ کے اندر ہی رہتے ہیں۔ اس کتاب میں اُس نے سوانح عمری اپنی ۹۲۶ھ ۱۵۲۰ع تک سچی سچی ٹھیٹھ ترکی زبان میں لکھی ہی۔ کہیں کہیں غوطہ بھی لگ گیا ہی ۱۵۰۸ع سے ۱۵۱۹ع تک کچھ حال نہیں لکھا۔ اور سوائے اُس کے کہیں اور بھی کسی کسی زمانہ کا حال چھوڑ گیا ہی۔ اکبر کے ۳۳ سنہ جلوس مطابق ۹۹۸ھ ۱۵۸۹ع میں مرزا خان خاناں نے فارسی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ کیا ہی۔ اُس میں نہ توزک تیموری کی سی بناوٹ نہ توزک جہانگیری کی سی طمطراق پائی جاتی ہے۔ واقعات کا ایک بے تکلف بیان سادہ اور سچا کرتا جاتا ہی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عجیب غریب کتاب بے نظیر ہی زبان کی فصاحت بیان کی بلاغت اُس کی اہل زبان کے نزدیک مسلّم ہی۔ زبان اسکی ٹھیٹھ ترکی ہی۔ عربی و فارسی الفاظ کا خرچ اُس میں زیادہ نہیں طرز ادا اور انداز بیان وہ غضب کا ہے کہ اگر اُسکو کھول کر پڑھیئے تو کہیں افسانہ کا مزہ آتا ہی۔ کہیں تاریخ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہیں یہ معلوم ہوتا ہی کہ آج کل کے کسی بڑے محقق جغرافیہ داں کا جغرافیہ پڑھ رہے ہیں جو کبھی کسی ایشیا والے کو لکھنا نصیب نہیں ہوا۔ جن ملکوں میں وہ رہا سہا لڑا بھڑا اُن کا حال تو ایسا لکھا ہی کہ تصویر اُس کی آئینہ کے اندر نظر آتی ہی۔ پہاڑوں کا بیان اُن پر برف گرنے کا اُنکا اُن پر سبزوں کو رکھ رکھ کر کھلنا۔ سبزہ زاروں کا لہلہانا۔ نہروں کا لہرانا۔ دریاؤں کا بہنا۔ جنگلوں کا گھنا گھنا ہونا غرض کسی بات کو چھوڑا نہیں۔ نباتات اور حیوانات کا حال جو لکھا ہی اور اُس میں ایک ملک کے میووں کی پود دوسرے ملک میں لگانے کی جو حکمتیں اور ایسی ہی اجنبی ملکوں میں جو جانوروں کی پرورش کی ترکیبیں لکھی ہیں اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو ایک عجیب قدرت خداداد قدرتی اشیاء کے بیان کرنے کی حاصل تھی۔ خدا نے اُسکو طبیعت ایسی رنگین اور شگفتہ بنائی تھی کہ باوجود زمانہ نے اُسکو اسقدر نشیب و فراز دکھائے ہیں کبھی تخت پر بٹھایا اور کبھی بوریا بیٹھنے کو نہ دیا۔ مگر اُس کا مزاج اس شاہی اور گدائی میں ایک ہی طرح کا رہا جس حال میں رہا خوش رہا۔ جسوقت کہ سمرقند کی سلطنت سے محروم ہوا

واقعات بابری

اور چند پہر زمیں اُس پاس نہ رہی تو وہ لکھتا ہی کہ آج میں نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور نیند بھر کے سویا۔ اگر رزم کا بیان ہی تو دلچسپ ہی اور اگر بزم کا ذکر ہے تو دل کش ہی۔ وہ اپنے شراب کے جلسوں کا ذکر جابجا کرتا ہے وہ لکھتا ہی کہ پہلے پہل شراب ہرات میں چچا زاد بھائیوں نے بڑی منت سے پلائی۔ پھر اُس کا چسکا ایسا لگا کہ کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں اُس کا لطف نہ اُٹھاتا یاروں کے جلسے جماتا۔ اور خوب شرابیں اُڑاتا۔ ایک سنگ مرمر کا حوض بنوایا اور اُس کو شراب سے لبالب بھروایا۔ اور اُسکے کنارہ پر یہ شعر کندہ کرایا۔

نوروز و نوبہار و مے و دلربا خوش است ❊ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

دوستوں کو ساتھ لیکر کبھی باغوں کی سیر کرتا۔ کبھی سبز پہاڑوں پر چڑھتا۔ کبھی کشتیوں میں بیٹھتا اور عالم آب کی سیر کرتا۔ کشتیوں کو دوڑاتا۔ آپ گاتا اوروں کو گواتا۔ رباب پر تر کی تانوں کو اُڑاتا۔ شراب خود پیتا اور اوروں کو منتیں کر کے پلاتا۔ کبھی کوئی نشہ میں لڑکھڑاتا تو اور یاروں کے ہاتھ اُسے گھر بھجواتا۔ یاروں کے ساتھ دھول دھپا لڑتا۔ خود اُنکو کچھ کہتا اور آپ کچھ سنتا۔ غرض کس کس بات کا بیان کیجیے۔ وہ جن عیبوں کو کرتا ایسے ہنر کے ساتھ کرتا کہ وہ عیب عیب نہ معلوم ہوتے۔ بُرے کاموں میں شہد کی مکھی نہ بنتا کہ جب نکلنے کا قصد کرے پر ٹوٹ کر وہیں رہ جائے۔ بلکہ وہ مصری کی مکھی بنتا کہ مزا اُڑاتا اور جب چاہتا اُڑ جاتا۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ نیت ہی چالیس برس کی عمر کے بعد شراب سے توبہ کروں اور پھر اُسے منہ نہ لگاؤں اس لیے اُنتالیسویں برس میں بہت سی شراب پیتا ہوں۔ مگر یہ عہد اُس کا پورا نہ ہوا ۹۳۳ھ میں اُس نے شراب سے توبہ کی ہی۔ وہ اس بادشاہی پر عمر گذشتہ کا تاسف کیا کرتا تھا۔ اپنے لڑکپن کے دوستوں کی یاد میں پہروں رویا کرتا تھا۔ ماںؤں اور عزیز و اقارب کا تذکرہ اس طرح کرتا کہ گویا یہ اُن کی بغل میں بیٹھا ہوا تھا۔ دوست آشناؤں کے سب برے بھلے کاموں کو بے تکلف بیان کرتا خواجہ کلاں اُس کا بڑا دوست تھا۔ کابل میں اسکی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اُسکے ایک خط میں اول کچھ کاروبار سلطنت کا ذکر لکھا ہی۔ پھر یہ لکھا ہی کہ اب میں نے شراب سے توبہ کی ہی۔ تم بھی توبہ کر لو۔ شراب پینے کا جب ہی تک لطف تھا کہ ہم سب پرانے یار ایک جگہ بیٹھکر پیتے تھے۔ تنہا شراب پینے میں کیا خاک مزہ ہی۔ صرف دو قدیمی یار حیدر قلی اور شبیر احمد تمہارے پاس باقی رہ گئے

ہیں۔ ہاے مجھے کیا رشک اسپر آتا ہی کہ تم کابل کے مزے اُڑا اتے ہو۔ اتفاق سے ایک تربوز
میرے پاس آیا۔ اُسے جب تراشا تو مجھے اپنی تنہائی پر کیسا افسوس آیا قتلے تربوز کے مُنہ
میں رکھتا جاتا۔ اور آٹھ آٹھ آنسو روتا جاتا تھا۔ یہ سب یار اننے کی باتیں لکھکر اُسنے معذرت
میں یہ فقرہ لکھا۔ کہ میری اس تحریر سے تم مجھے احمق نہ سمجھنا۔ جس عمر میں لڑکے سنے کے گھوڑوں پر سوار
ہوتے ہیں اُس عمر میں وہ شہسوار بنکر میدان جنگ میں وہ جید سپاہیوں کے کام کرتا کہ عقل
حیران ہوتی تھی گو لڑکپن ہی سے وہ بڑا سپاہی تھا۔ مگر عمدہ سپہ سالار جب ہی بنا کہ بہت سی
شکستیں کھائیں اور دیں۔ ہندوستان کے میدانوں میں جو لڑائیاں لڑا اُسنے معلوم ہوتا ہی کہ
اُسکو سپہ سالاری کے کام میں بھی پرلے درجہ کا کمال حاصل ہو گیا تھا وہ آزادمنش اور رحم دل
تھا۔ بعض مثالیں اُسکے رحم دلی کی واقعات میں قابل یاد رکھنے کے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ
اُس کا ایک دوست شراب کی مجلس میں گرکر مر گیا۔ اُس کے غم میں دس روز تک آنکھ سے آنسو
نہ تھما۔ جانوں کی بڑی حفاظت کرتا۔ جن دشمنوں نے اُس کے ساتھ دغا اور فریب بھی کیا۔ اُن کا
قصور اُس حالت میں معاف کر دیا کہ انتقام لینا اُس کے ہاتھ میں تھا۔ ابراہیم کی ماں کا بیان پڑھ
آئے ہو کر اُس زہر دینے والی عورت کو اُس نے چھوڑ دیا۔ مگر کبھی کبھی تیموری اور چنگیز خانی رگ
بھی چڑھ آتی تھی۔ افغانستان اور ہندوستان کی لڑائیوں میں اُس نے قیدیوں کو بڑی بیرحمی
سے قتل کیا۔ اور کھوپڑیوں کے مینار کس خوشی اور مسرت سے اپنی آنکھوں کے سامنے چنوائے
ایک دفعہ اسقدر قیدی قتل کروائے کہ اُن کا خون اسقدر بہا کہ تین دفعہ خیمہ بادشاہی اس
اندیشہ سے اُکھیڑا گیا کہ خون آلودہ نہو۔ اُس کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک جگہ پڑا نہ رہتا۔ مرنے
سے تھوڑے دنوں پہلے لکھتا ہی کہ گیارہ برس کی عمر سے دو رمضان ایک جگہ نہیں ہوئے کیوں
ہوتے جب لڑائی بھڑائی سے فرصت نصیب ہوتی تو سیر و شکار سے رخصت نہ ملتی۔ باوجود علالت
مزاج فقط تفریح طبع کے واسطے دو دن میں کالپی سے آگرہ (۱۶۰ میل) گھوڑے پر اُڑ گیا۔ دو دفعہ
ایسا اتفاق ہوا کہ کشتیاں موجود تھیں مگر وہ گنگا جیسے دریا کو کپڑے اُتار اور ننگی تلوار ہاتھ میں
لے پیر کر پار اُتر گیا۔ وہ لکھتا ہی کہ جو دریا راہ میں آتا اُس سے تیر کر پار اُترتا۔ الحاصل جیسی
خدا نے اُسکو جہانبانی اور کشورستانی کے لیے عقل مناسب اور ہمت بلند عطا فرمائی تھی۔ ایسی ہی اُک

کاموں کے واسطے فہم اور سمجھ عنایت کی تھی۔ عمدہ عمدہ باغ لگوائے نہریں تالاب بڑے فائدہ مند کھدوائے۔ بیگانہ ملکوں کے پھول پھلواری میوہ دار درخت لگوائے۔ یہ اُسی کا کام تھا کہ یہ کام اُسوقت کرتا کہ زمانہ اُسکو نیچے گراتا اور مصیبتوں اور آفتوں کو اُس کے سر پر چڑھاتا وہ اِن گل بوٹوں اور شعر غزل سے دل بہلاتا۔ سوائے ان واقعات بابری کے اُسکی اور تصنیفات بھی ہیں۔ ایک ترکی زبان میں دیوان ہی متانت اور بلاغت اُس کی مشہور ہی۔ مثنوی مبین اُس کی ایسی مثنوی ہی جس کو سب اُستاد مستند گنتے ہیں۔ ترجمہ رسالہ والدیہ خواجہ احرار کا مطبوع خاص عام ہی۔ اس تمام تصنیفات سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی زبانوں سے ماہر تھا۔ اور شاعر شیریں کلام تھا۔ علم عروض و قوافی سے بہرا کافی رکھتا تھا وہ اپنی طبقات میں ایک جگہ لکھتا ہی ۹۳۲ سنہ میں جب ہندوستان کو آتا تھا ایک دن میں کشتی میں سوار تھا اور اس میں بعض شاعر بھی میرے ساتھ تھے جیسے کہ شیخ ابوالوجد و شیخ زین و ملا علیخاں تردی بیگ اور بعض اور بھی تھے۔ اس صحبت میں محمد صالح کی اس بیت کا مذکور ہوا

محبوب بے عشوہ گرے راچہ کند کس   جائے کہ تو باشی دگرے راچہ کند کس

میں نے کہا کہ اس زمین میں اشعار کہیں صاحب طبع اس میں مصروف ہوئے۔ ملا علی خاں کے ساتھ مطائبہ کے طور پر بطریق بدیہہ میں نے یہ بیت کہی؎

مانند تو مدہوش گرے راچہ کند کس   نر گاؤ کسے مادہ خرے راچہ کند کس

اس سے پہلے نیک و بد و جد و ہزل جو دل میں آتا تھا بطریق مطائبہ کے کہتا تھا۔ ان ایام میں میں مبین کو نظم کرتا تھا میری خاطر فاتر میں اور دل حزیں میں یہ آیا کہ حیف ہی کہ جس زباں سے میں ایسے الفاظ کو درج کروں۔ پھر اپنا فکر ایسے قبیح سخنوں میں خرچ کروں اور افسوس ہی کہ جس دل سے ایسے معانی ظہور میں آئیں پھر اُس کے خیال میں زشت مضامین سمائیں۔ پھر اُس دن سے میں نے شعر و نظم ہزل و ہجو کو چھوڑ دیا۔ مگر بیت مذکور کے کہنے کے وقت مجھے اس اپنی پہلی بات کا خیال نہ رہا۔ بعد ایک دو روز کے جب میں بگرام (پشاور) میں آیا تو لرزہ سے بخار آیا پھر کھانسی ہوئی اس میں خون آنے لگا تو میں نے جانا کہ یہ تنبیہ کیوں ہوئی ہی۔ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔

اشعار ترکی لکھے ہیں جنکا ترجمہ یہ ہی - کہ اے زبان میں تیرا کیا کروں تیرے سبب سے میرا دل تمام خون ہو رہا ہی تو کب تک اس طرح کے شعر کہے گی کہ تین سے ایک فحش ہی اور ایک اُن میں سے دروغ ہی۔ اگر تو یہی کہے تو اُس عرصہ سے اپنی باگ موڑ۔ پھر میں نے از سرِ نو استغفار مانگی اور اعتذار کیا۔ اور پھر اس اندیشہ باطل کے سوچ سے اور اس پیشہ نالایق سے دل کو سرد کر قلم کو توڑا۔

بابر ہی تھا کہ جس نے ہندوستان میں خاندان مغلیہ کی سلطنت کی بنیاد جمائی۔ تیمور اُس کا دادا اور چنگیز خاں نانا تھا۔ سنہ ۱۴۸۲ء میں پیدا ہوا۔ سنہ ۱۵۳۰ء میں مر گیا۔ گیارہ برس کی عمر میں فرغانہ میں بادشاہ ہوا۔ اُنتیس برس بادشاہ رہا۔ اس چھوٹی سی ریاست کو وراثت میں پاکر ایسا سلطنت کو وسیع کیا کہ ہندوستان کا مالک ہوا۔ دس برس بھائی بندوں سے اور دشمنوں سے لڑتا بھڑتا رہا اور اتنی تھوڑی مدت میں وہ آفتیں اُٹھائیں اور مصیبتیں جھیلیں کہ شاید کسی بادشاہ نے کئی کئی پشتوں میں اُٹھائی ہونگی۔ کبھی سر پر تاج شاہی ہوتا۔ کبھی قدم رکھنے کو جگہ نہ ملتی۔ جیسا دل کا سخت اور طبیعت کا مصیبت پسند تھا۔ ایسا ہی مزاج کا رنگین تھا۔ رنج اور مصیبت میں عیش و عشرت کرنا اُسی کا کام تھا۔ کوئی مصیبت اُس کے دل کو نہ ہرا سکی۔ ایک ملکہ خداداد اُس کو قدرتی اور فطرتی تماشوں کے سمجھنے کا تھا۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی زبانوں سے خوب ماہر تھا۔ شعر خوب کہتا تھا۔ دشمنوں کے ساتھ سلوک کرنے میں فیاض اور رحم دل تھا۔ اگرچہ کبھی کبھی ایسی حرکتیں کرتا تھا کہ جس سے وہ تیمور کا پوتا معلوم ہوتا تھا۔ مگر ایسے کاموں کا کرنا اُس زمانہ میں بادشاہوں کو سزاوار تھا۔ وطن میں مصیبتوں کے ہاتھ سے تنگ ہو کر بے وطن ہوا۔ اور کابل کا بادشاہ بنا۔ اسوقت ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت آپس کی نااتفاقی سے خراب خستہ ہو رہی تھی۔ اُس کو آ کر لے لیا۔ وہ اہل ہند کے ساتھ موانست اور الفت و محبت پیدا کر کے سلطنت قائم کرنے کے لیے آیا تھا۔ جب اُس نے بادشاہ اور حاکم ہو کر محکوموں کے ساتھ محبت پیدا کی تو پھر اُس کا اُکھیڑنا اور ہندوستان سے نکالنا دشمنوں کی حدِ اختیار سے باہر ہو گیا۔ ایک بڑے زبردست راجہ سے بھی لڑا اور فتحیاب ہوا۔ پھر اپنے عقیدہ کے موافق اپنے بیٹے ہمایوں کی جان کے عوض میں جان دی۔ الحاصل لفنسٹن صاحب کی یہ تعریف واقعی

جو سب سے زیادہ تعریف کے لایق ایشیا میں بادشاہ گذرا ہی وہ بابر ہے۔ واقعات بابری خود اُس نے ایسی لکھی ہی کہ بادشاہوں کا دستورالعمل اور ابنا الشہا کے درست اور فکر ہائے صحیح کی تعلیم کا قانون ہی یہی بادشاہ ہی جس کی نسل میں پانچ متواتر بادشاہ ہمایوں۔ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں۔ اورنگ زیب۔ ایسے ہوئے کہ کبھی ایسے اچھے بادشاہ ایشیا کے کسی ملک میں متواتر نہیں ہوئے اکثر جگہ میں نے اختصار کی نظر سے اس بادشاہ نام فقط بابر لکھا ہی جن کا دل چاہی وہ بابر کی جگہ حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی پڑھا کریں۔

فقط

شگرف نامہ ہمایوں

باب سوم

حضرت جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ غازی

بابر کی جگہہ بادشاہ ہونے کا جو جھگڑا اوٹھا تھا اُس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں خلیفہ نظام الدین کی معاونت سے دار الخلافت آگرہ میں ہمایوں چوبیس برس کی عمر میں نہم جمادی الاول ۹۳۷ھ مطابق ۲۹ر جنوری ۱۵۳۰ء کو تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا اور تاریخ جلوس خیر الملوک ہوئی۔ چند روز بعد بادشاہ نے دریا کی سیر کی اور جشن اُڑایا اور اُس دن زر سے پُر ایک کشتی انعام دی اور اس موج بخشش کی تاریخ کشتی زر ہوئی۔

اِس بادشاہ کے تین بھائی تھے۔ اُنکا نام مرزا کامران۔ مرزا ہندال۔ مرزا عسکری تھا اور اُس کا بہنوئی محمد زماں مرزا ابن بدیع الزماں مرزا تھا۔ ہمایوں نے باپ کی وصیت کے موافق تقسیم مملکت اِس طرح کی۔ کہ کابل و قندھار مرزا جہانگیر مرزا کامران کو اور سرکار سنبھل مرزا عسکری کو اور سرکار الور مرزا ہندال کو عنایت کی۔ اور مرزا سلیمان کو بدخشاں مرحمت کیا۔ اِس طرح سارا ملک بانٹ بونٹ اپنے واسطے فقط تھوڑا سا وہ ملک رہنے دیا جو ابھی فتح ہوا تھا اور ملکوں کے دیدینے سے تو بڑا حرج نہیں ہوا مگر کابل و قندھار کا ملک کیا ہاتھ سے گیا بہادر جوانمرد سپاہیوں کا گھیت قبضہ سے نکل گیا۔ یہیں کے سپاہی تھے جن سے سارا ملک فتح ہوا تھا اور انھیں کی امداد پر آیندہ فتوح کا مدار تھا۔ مگر اِس سبب سے کہ ابھی بابر کی سپاہ جنگجو اور تجربہ کار زندہ موجود تھی اِسلیئے اوّل اوّل ہیں اُس کے بُرے آثار ظہور میں نہیں آئے۔ مگر جب پُرانے سپاہی مرنے لگے اور اُنکی جگہہ نئے خیر خواہ

سپاہی میسر نہوتے تو اوسوقت حقیقت کھُلی کہ اس تقسیم سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوئیں۔ ۹۳۳ھ ۱۵۲۶ء میں پانچ چھ مہینے کے قلعہ کالنجر کے محاصرہ میں بادشاہ مصروف ہوا۔ اس قلعہ کا محاصرہ ایک مہینہ رہا تھا کہ اہل قلعہ تنگ ہوگئے اور حاکم کالنجر نے اطاعت اختیار کی۔ بارہ من سونا اور بہت سا اسباب دیکر صلح کر لی۔

قلعہ کالنجر کا بادشاہ محاصرہ کر ہی رہا تھا کہ سلطان محمود پسر سلطان سکندر لودی نے ملک ببن اور بایزید افغانوں سے اتفاق کرکے جونپور پر قبضہ کر لیا اور اس ملک میں ایک فساد عظیم برپا کیا ناچار ہمایوں نے راجہ کالنجر سے جھٹ پٹ پیش کش لیکر صلح کر لی اور جونپور کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان افغانوں کو سخت شکست دی اور سلطان محمود پٹنے کی طرف بھاگ گیا اور پھر سلطنت کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور ۹۴۹ھ میں اپنی موت مرگیا۔ بایزید بھی مارا گیا۔ غرض جونپور پر ہمایوں کا قبضہ ہوگیا اور بدستور سابق جنید برلاس کو وہ سپرد ہوا بادشاہ نے خود آگرہ کو مراجعت کی اور ایک جشن عظیم کیا جس میں بارہ ہزار آدمیوں کو خلعت اور انعام ملے اور دو ہزار آدمیوں کو بالا پوشش عنایت کیے جن میں مرصع تکمے لگے تھے۔ قلعہ چنار گڈھ شیر خاں پاس تھا (یہ شیر خاں وہی ہے جس نے ہمایوں کو ہندوستان سے نکالکر اپنے تئیں شیر شاہ بنایا اوس کا ذکر آگے آئیگا) اس نے قلعہ دینے سے انکار کیا اس سبب سے بادشاہ لشکر لیکر قلعہ پر چڑھ آیا مگر اس شرط پر صلح ہوگئی۔ شیر خاں پاس قلعہ چنار گڈھ رہے اور اوس کا بیٹا عبد الرشید عرف قطب خاں بادشاہ کی ملازمت میں ہمیشہ رہے۔

اس سنہ میں سلطان بہادر فرمانرواے گجرات نے دانشور ایلچیوں کے ہاتھ بادشاہ پاس تحفے اور ہدیے بھیجے جن کو بادشاہ نے منظور کیا اور اپنے فرمان اور منشور سے اُس کا اطمینان کیا۔

اس سنہ میں دار الملک دہلی میں جمنا کے کنارہ پر بادشاہ نے ایک شہر کی بنیاد رکھی اور اوسکا نام دین پناہ رکھا۔ ایک فاضل نے اوسکی تاریخ شہر بادشاہ دین پناہ کہی۔

مرزا کامران کا کابل سے پنجاب میں آنا

جب مرزا کامران نے باپ کے مرنے کی خبر اور بھائی کے بادشاہ ہونے کی خبر سُنی تو اوسکے پیٹ میں چوہے دوڑے قندھار مرزا عسکری کو سپرد کرکے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا کہ شاید شاہی پر کامیاب ہو ان دنوں میں ہمایوں کی طرف سے لاہور میں میر یونس علی حاکم تھا۔ مرزا کامران مکر اور فریب کی چال یہ چلا کہ اُس نے قراچہ بیگ کو علی الاعلان خوب گالیاں دیں۔ دوسرے دن

قراچہ بیگ اپنے سپاہیوں سمیت مرزا کامران کے لشکر سے بھاگ کر لاہور گیا۔ میر یونس علی نے اُسکے ساتھ نہایت مروت کی اور آدمیت برتی اکثر اوقات اوسکو اپنے گھر بلاتا اور دوستانہ جلسے اُسکے ساتھ ہوتے قراچہ بیگ گھات میں لگا رہتا تھا کہ کب موقع ملے کہ دغا کروں۔ ایک دن مجلس شراب میں جبکہ وقت یونس علی کے عمدہ سپاہی جاگیروں پر گئے ہوئے تھے اوسکو پکڑ بند کر دیا اور قلعہ لاہور کے دروازوں پر اپنے آدمی بٹھا دیے اور جلدی سے مرزا کامران کو بلایا وہ اُسی کا منتظر بیٹھا تھا۔ یلغار کر کے لاہور میں داخل ہوا اور شہر پر متصرف ہوا اور میر یونس علی کو بند سے آزاد کر کے عذر خواہی کی اور کہا کہ تم یہاں رہو تو میں تمکو لاہور کا حاکم مقرر کر دونگا۔ میر یونس علی نے اوسکی خدمت کو قبول نکیا رخصت لیکر ہمایوں کی خدمت میں چلا آیا۔ مرزا کامران نے سرکار پنجاب کے پرگنوں میں اپنے آدمی معتمد مقرر کر دیے اور ستلج تک ملک پر قبضہ کر لیا۔ مکاری یہ کی کہ بادشاہ پاس دانا ایلچی بھیجے اور ان سے استدعا کی کہ یہ ملک مجھے عنایت ہو۔ ہمایوں کو تو اپنے باپ کی نصیحت پر عمل کرتا تھا کہ بھائیوں سے نہ بگاڑنا۔ یہ ملک اُسے دیدیا مرزا کامران نے اِس عنایت کا شکریہ ادا کیا اور ہمیشہ رسل و رسائل بھیجتا رہا اور ہمایوں کی مدح کرتا رہا۔ یہ ایک عرضی اوس نے لکھ کر بھیجی۔

حسن تو دمبدم افزوں بادا — طالعت فرخ و ہمایوں بادا

ہر غبارے کہ ز راہت خیزد — نور چشم منِ محزوں بادا

گرد کان از رہ لیلےٰ آید — جائے او دیدۂ مجنوں بادا

ہر کہ گرد تو چو پرکار نہ گشت — او ازیں دائرہ بیروں بادا

کامراں تا کہ جہاں راست بقا — خسرو و ہر ہمایوں بادا

اِس غزل کے صلہ میں بادشاہ نے حصار فیروزہ اوسکو اور عنایت کیا۔ مرزا کامران ظاہرا فرمانبرداری کرتا رہا اور ہمایوں اوسپر عنایت کرتا رہا۔

محمد زماں مرزا و محمد سلطان مرزا اور اوسکے بیٹے رفیع مرزا نے بغاوت کا طریقہ اختیار کیا اِس گروہ کی تنبیہ کے لئے بادشاہ بھوجپور کی نواح میں گنگا کے کنارہ پر آیا۔ اور یادگار ناصر مرزا کو لشکر دیکر بھجوایا وہ گنگا پار ان سرکشوں کے سر پر پہنچا وہ لڑکر اُن پر مظفر ہوا اور محمد زماں مرزا اور محمد سلطان مرزا و ولی خوب مرزا کو گرفتار کر لیا۔ محمد زماں مرزا کو مقید کر کے بیانہ بھجوا دیا

اور باقی دو مرزاؤں کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی۔ محمد زماں مرزا قید سے نکلکر گجرات میں سلطان بہادر پاس چلا گیا۔

بادشاہ نے سنہ ۹۴۱ھ میں دیار شرقی کا عزم کیا اور ممالک بنگالہ کی فتح کا ارادہ کیا۔ حدود کالپی قصبہ کنار تک وہ آیا تھا کہ اوس نے سنا کہ قلعہ چیتوڑ کا محاصرہ سلطان بہادر نے کیا سلطان علاؤالدین کے بیٹے تاتار خاں کے پاس ایک جمع کثیر ہے اور فساد برپا کر رہی ہے گجرات کی سلطنت دہلی سے علیحدہ ہو کر ایک بڑی زبردست سلطنت بن گئی تھی اب اِس میں بڑا اولوالعزم اور صاحب حوصلہ و بلند پرواز بادشاہ بہادر شاہ ہوا۔ اُس نے اپنے زور بازو سے اصل سلطنت کو وسعت دی اور خاندیس و احمد نگر و برار کے بادشاہوں نے اُس سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ اگر وہ اُنکے ملک کا خواہاں نہوگا تو سب اوسکے ہوا خواہ رہیں گے۔ اِسکے سوا مالوہ کی سلطنت کو اُس نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ غرض وہ اور ہمایوں برابر کی ٹکریں تھیں۔ بہادر شاہ نے تو بابر کی لڑائی ابراہیم کے ساتھ دیکھی تھی وہ اِس خاندان کے ساتھ لڑنے سے جھجکتا تھا۔ مگر تاتار خاں اوسکو پٹیاں پڑھایا کرتا تھا کہ بادشاہ کی سپاہ کو عیش اور آرام کی خو ہو گئی ہے اوس سے لڑنا کچھ مشکل نہیں۔ ایکدن بہادر شاہ نے تاتار خاں سے پوست کندہ یہ بات کہدی کہ لشکر گجرات بادشاہ کی سپاہ کا حریف نہیں ہو سکتا تھا مگر اُسکو میں تدبیر و حیل سے اپنا تابع بناؤنگا اور اِسی سبب سے اُس نے خزانہ کا مُنہ کھول رکھا تھا جس کے سبب سے اوسکے دس ہزار ملازم ہو گئے تھے اِسی اثنا میں یادگار طغائی کے نوکروں سے جن کی حراست میں محمد زماں مرزا قید تھا سازش کر کے وہ بھاگ آیا جسکو بہادر شاہ نے بہت غنیمت جانا ہمایوں نے بہادر شاہ کو لکھا کہ جو ہمارے حقوق خدمت کو ترک کر کے آپ کی طرف بھاگتے ہیں اُنکو پکڑ کر ہمارے پاس بھیجدو یا اپنے ملک سے باہر نکالدو تا کہ آپکی اور ہماری یکجہتی میں فرق نہ آئے سلطان بہادر نے اوس کا جواب یہ دیا کہ اگر ہماری پناہ میں کوئی بزرگ زادہ آئے اور اوسکے ساتھ ہم کسی قدر رعایت کریں تو وہ ہمارے اور آپ کی محبت و اخلاص کے منافی نہیں ہے اور عہود و مواثیق میں وہ مضرت نہیں پہنچاتا۔ چنانچہ سکندر لودی اور سلطان مظفر کے درمیان موافقت تھی مگر اوسکے بھائی سلطان علاؤالدین اور کئی اور سلاطین زادوں کے گجرات کے آنے سے اور اونکے ساتھ یہاں رعایت اور مروّت

کرلینے سے اونکی مودت میں خلل نہیں پڑا- ہمایوں نے اِس کا جواب دیا کہ عہد و پیمان کے رسوخ اور ثبات کی علامت سوائے اِس کے اور نہیں ہے کہ کوئی امر وہ نہ ظہور میں آئے جو صداقت میں خلل ڈالے اور یہ دو بیتیں بھی لکھیں۔

اے آنکہ لاف میزنی از دل کہ عاشق است ۔ طوبیٰ لک از زبان تو با دل موافق است
درخت دوستی بنشاں کہ کام دل بار آرد ۔ نہال دشمنی بر کن کہ رنج بے شمار آرد

اب میری نصیحت کو گوش ہوش سے سنئے کہ مرزا کو میرے حوالہ کیجئے یا اوسکو اپنے ملک سے نکال دیتے علاء الدین کا قصہ اور تھا اور یہ اور معاملہ ہے اِسپر قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہے بہادر شاہ نے ہمایوں کی مرضی کے موافق اِسکا جواب نہ دیا- بہادر شاہ سے تاتار خان نے کہا کہ بادشاہ کے ممالک محروسہ میں مجھے بھجوا دیجئے سلطان بہادر نے بھی اوسکی روانگی کا یہ سامان تیار کیا کہ تینتیس کروڑ زر قدیم گجرات کہ چالیس کروڑ دہلی کے روپیہ کے برابر ہوتے ہیں قلعہ رنتھنبور میں بھیجا کہ تاتار خاں سپاہیوں کی تنخواہ میں تقسیم کرے سلطان علاء الدین پدر تاتار خاں کو ایک فوج عظیم کالنجر جانے کے لئے دی کہ یہاں فساد برپا کرے- برہان الملک ملتانی اور گجراتیوں کے ایک غول کو اسلئے مقرر کیا کہ ناگور میں جاکر پنجاب کو تسخیر کریں- اور ہمایوں کے لشکر کے سراسیمہ کرنے کے لئے اپنے لشکر کو جا بجا بھیجدیا- اگرچہ لوگوں نے سمجھایا کہ ایک جگہ لشکروں کو رہنے دیجئے مگر اوسنے کچھہ نہ سُنا اور پیمان شکنی کا کچھہ خیال نہ کیا- ابراہیم شاہ لودی بادشاہ دہلی اُسکی معاونت کرچکا تھا اِس کے عوض میں وہ لودیوں کی اعانت فرض سمجھتا تھا اور اونکے دعوی سلطنت کو حق جانتا تھا- خود تو چتور کے محاصرہ میں مصروف ہوا اور فتنہ انگیزی کے لئے امیروں کو اِدہر اودھر بھیجدیا- تاتار خان دہلی کی طرف روانہ ہوا- یہ یاد رہے کہ سلطان علاء الدین کا نام عالم خاں تھا- وہ سکندر لودی کا بھائی اور سلطان ابراہیم کا چچا تھا- سلطان سکندر کے مرنے کے بعد سلطان ابراہیم سے سلطان علاؤالدین نے مخالفت کی اور سرہند کی حدود میں دعوی سلطنت کیا اور سلطان علاؤالدین اپنا خطاب رکھا اور افغانوں کو جمع کرکے سلطان ابراہیم سے لڑنے کا قصد کیا- دونوں کے لشکر ہوڈل کے نزدیک آئے علاء الدین مقابلہ نہ کرسکا- شبخون مارا جس میں ہزیمت پائی- کابل گیا پھر بابر کے ساتھ ہوکر ابراہیم سے لڑا- جس کا

حال مختصر پہلے پڑھا۔ ہندوستان کے فتح ہونے کے بعد بابر نے اوسکو بدخشاں دیدیا۔ وہاں سے افغان سوداگروں کی دستگیری سے بھاگا اور افغانستان و بلوچستان میں ہوتا ہوا گجرات میں آیا۔ تاتارخاں بھاگ کر پہلے ہی گجرات میں آگیا تھا جب فوجیں روانہ ہوئیں تاتارخاں نے نے اپنے خزانہ سے چالیس ہزار سپاہ افغانوں وغیرہ کی جمع کرلی اور ملک بیانہ کو لیلیا۔ بادشاہ جو ممالک شرقیہ کی فتح کو جاتا تھا وہ فوراً الٹا آگرہ میں آیا۔ مرزا عسکری۔ مرزا ہندال۔ یادگار ناصر مرزا اور اور امراء کو اٹھارہ ہزار سپاہ دیکر دشمن کی اس سپاہ کے برباد کرنے کے لئے بھیجا جسکا رخ دہلی کی طرف تھا وہ جانتا تھا کہ اس سپاہ کے برباد ہونے سے باقی اور دو فوجیں جو ہیں وہ خود برباد ہو جائینگی۔ جب یہ سپاہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچی تو اوس کے خوف سے مخالف کا لشکر بھاگنا شروع ہوا اور تین ہزار آدمی رہ گئے۔ مندرایل میں ایک معرکہ اس سے ہوا۔ ہر چند اونہوں نے ہاتھ پاؤں مارے مگر بے دست و پا ہوکر ہارے جب یہ لشکر پراگندہ ہوا اوسکے ساتھ وہ دو نوا اور لشکر فتنہ انگیزی کے لئے آمادہ تھے خود بخود تتر بتر ہوگئے۔ اس سے بیانہ اور اوسکے مضافات پر ہمایوں کا قبضہ ہوگیا۔

اس شکست سے بہادر شاہ شکستہ دل ہوا اور ہمایوں کا حوصلہ بڑھا اب ہمایوں کا ارادہ مصمم ہوا کہ بہادر شاہ کو نقض عہد کی خوب سزا دے۔ وہ جمادی الاولیٰ سنہ ۹۴۱ھ کو تسخیر گجرات کے لئے روانہ ہوا۔ جب رائے سین کے قلعہ کے قریب پہنچا تو اہل قلعہ نے عرایض معہ پیشکش کے بھیجیں کہ قلعہ حضور کا ہے ہم بادشاہ کے غلام ہیں۔ بادشاہ کا قصد گجرات کا تھا اوس نے اس قلعہ پر توجہ نہ کی اور مالوہ کی طرف چلا۔ سارنگ پور میں پہونچا تو سلطان بہادر شاہ چتوڑ کے محاصرہ میں ہمہ تن مصروف تھا۔ بادشاہ نے یہ قطعہ بہادر شاہ پاس بھیجا۔

اے کہ ہستی غنیم شہر چتور — کافراں را چہ طور مے گیری
بادشاہے رسید بر سر تو — تو نشستہ چتور مے گیری

اس قطعہ کے جواب میں بہادر شاہ نے یہ قطعہ لکھا۔

منکہ ہستم غنیم شہر چتور — کافراں را بہ جور مے گیرم
ہر کہ نکند حمایت چتور — تو ببیں کش چہ طور مے گیرم

اب بہادر شاہ نے اپنے امیروں کے ساتھ مشورہ کیا ایک جماعت نے مشورہ یہ دیا کہ قلعہ کی مہم سب وقت میسر ہے اور اہل قلعہ سے کچھ ضرر بھی نہیں پہنچا۔ مناسب یہی ہے کہ مہم قلعہ کو موقوف کرکے بادشاہ کے لشکر کے روبرو ہوجئے۔ صدر خاں جو اہل علم وفضل کا صدر تھا اور سپاہ میں صاحب منصب والا تھا اوس نے اپنی اصابت رائے سے یہ کہا کہ محاصرہ مدت سے ہو رہا ہے تھوڑے دنوں کا کام اس میں باقی ہے اول اوسکو ختم کرنا مصلحت ہے ہمایوں دیندار بادشاہ ہے جب تک ہم کفار سے لڑتے ہیں وہ ہم سے لڑنے نہیں آئیگا اگر آئیگا تو ہمارے لئے ترک جہاد کا عذر معقول میسر ہوگا۔ سلطان بہادر کو یہ رائے پسند آئی اور اسپر عمل کیا جب ہمایوں کے کان میں یہ خبر پہونچی وہ بہادر شاہ سے جبتک کچھہ نہ بولا کہ ۱۳ رمضان ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء کو اوس نے قلعہ چتوڑ فتح کیا اس کا سبب کیا اس کا تساہل تھا یا اسلام کا پاس تھا قلعہ میں بہادر شاہ کو بہت دولت ہاتھہ آئی اور اوس نے وہ سب سپاہیوں میں تقسیم کردی پھر وہ بادشاہ کے خیمہ گاہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اوجین میں بادشاہ کا مقام تھا یہاں سے جلد تر وہ مندسور میں پہنچا جو مالوہ کے مضافات میں سے ہے ایک کولاب پر جو چوڑائی اور لمبائی میں دریا کی برابر تھا دونوں لشکر اوسکی دو جانبوں میں فروکش ہوتے۔ دونوں بادشاہوں کے ہراولوں میں لڑائی ہوئی بادشاہ کی طرف بچکہ بہادر تھا اور بہادر شاہ کی طرف سید علی خاں اور مرزا مقیم تھے۔ بہادر شاہ کی طرف شکست ہوئی جس سے وہ شکستہ دل ہوا۔ تاج خاں اور صدر خاں نے نہایت ممتاز افسر بہادر شاہ کے تھے اوسپر زور دیا کہ ہماری سپاہ نے ابھی قلعہ چتوڑ فتح کیا ہے دل اوسکا بڑھا ہوا ہے۔ مغلوں کی دار و گیر اور حرب وضرب کا تجربہ اوسکو نہیں ہوا ہے بہتر یہی ہے کہ فی الفور دشمن پر حملہ کیا جاتے مگر رومی خاں جو توپخانہ کا افسر تھا اور بہادر شاہ کا بڑا معتبر تھا اوسکی رائے اوسکے برخلاف تھی اوسکے پاس تین سو ترکی گولہ انداز اور اسی پرتگیزی اور اور فرانسیسی گولہ انداز تھے جن کا افسر سان جے گو تھا جو ہندی پرتگیز تھا اور فرنگی خاں اوسکا خطاب تھا۔ رومی خاں قسطنطنیہ کا رہنے والا عثمانی ترک تھا۔ اپنے فن کو وطن میں سیکھکر یہاں آیا تھا۔ وہ توپخانہ کا اہتمام خوب جانتا تھا اوس کا تجربہ چتوڑ اور راسین کے قلعوں پر ہوچکا تھا اور ساحل بحر پر اوس نے بہت سے پرتگیزوں کے جہاز پکڑ لئے تھے۔

وہ بہادر شاہ سے کہا کرتا تھا کہ میں نے آپ کا توپ خانہ ایسا تیار کر دیا ہے کہ قیصر روم کے توپ خانہ کے بعد یہی ہے۔ اوس نے کہا کہ جب یہ آتش باری کا سامان ہمارے پاس ہو تو پھر تلوار سے لڑنے کی کیا ضرورت ہے مناسب یہی ہے کہ رہکلوں کا حصار بنائیں اور اوس کے گرد خندق کھدوائی اور پھر ان پر توپیں لگائیں۔ مغل جب ہم پر دوڑ کر آئیں تو اونکے ٹکڑے اوڑائیں اور ایسا اُنکو گھٹائیں کہ وہ بھاگ جائیں یوں سلاح دور دست سے کام چلائیں شمشیر اور تیر کی جنگ بجائے خود ہے۔ آخر رومی خاں کی صلاح پر بادشاہ نے عمل کیا۔ مگر یہ ہنرمندی کسی کام نہ آئی۔ ہمایوں کو اسکی خبر ہو گئی اوس نے اپنی سپاہ کو حکم سُنا دیا کہ خبردار توپ خانہ کی ہوا کے پاس بھی نجانا۔ اور پانچ چار ہزار تیرانداز مقرر کئے کہ چاروں طرف سے دشمنوں کی رسد کو لوٹا کریں۔ قاعدہ ہے کہ کھلے میدانوں میں اس قسم کی قلعہ بندی کچھ کام نہیں آتی۔ اس قلعہ بندی سے دشمنوں کو چاروں طرف اپنے تاخت و تاراج کا موقعہ ملتا ہے ہمیشہ ایسے قلعہ نشینوں کو شکست ہوتی ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ہمایوں کے بہادروں و یکہ جوانوں کی بزم بادہ پیمائی گرم ہوئی اس میں ہر ایک اپنی مردانگی کی شیخی بگھارتا۔ ایک مست بولا کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے غنیم روبرو ہے اپنے عیار کار کو ظاہر کیجئے پچھلی کہانیاں بنانے سے فائدہ کیا ہے۔ لشکر کے ہوشیاروں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ یہ بدمست کہ دو سو کے قریب تھے دشمنوں پر جا پڑے۔ ایک گجراتی سردار اونسے پانچ ہزار سواروں سے خوب لڑا۔ مگر گجراتیوں کو شکست ہوئی اور وہ اپنے لشکر میں بھاگ گئے یہ اپنے لشکر میں آئے۔ اور اس لڑائی کا نام رزم دوستاں رکھا گیا سلطان بہادر کے لشکر میں اس دلیری اور دلاوری سے ہل چل پڑی۔ مغل کسی توپ خانہ کی مار میں نہ آتے اور چاروں طرف سے دشمنوں کی رسد بند کر دی۔ توپ خانہ کا قلعہ غنیم کے لئے بندی خانہ بن گیا۔ توپ و تفنگ انھیں کے لئے وبال جان ہو گئے۔ اب نہ سپاہ پاس کھانے کو تھا نہ جانوروں کے لئے گھاس چرنے کو تھی۔ چار پانچ ٹنکہ سیر اناج بکتا تھا۔ گھوڑوں کے گوشت سے لشکر پیٹ بھرتا تھا اور کوئی اور خوراک نہیں ملتی تھی۔ بادشاہی تیراندازوں نے سب طرف سے ایسا انتظام کر کہا تھا کہ جو رسد کی تلاش میں باہر نکلتا طعمہ اجل ہوتا۔ عید رمضان کے دن محمد زماں میرزا۔ پانچ۔ چھ سو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑنے کے لئے نکلا۔ اس طرف سے بھی ایک

جماعت لڑنے کو کھڑی ہوئی۔ گجراتیوں نے تین دفعہ تیر مارے اور پھر وہ بھاگ گئے۔ اِس حیلہ سے لشکر جو اونکے پیچھے گیا وہ توپ خانہ کی زد میں آیا۔ توپیں دفعۃً چھوڑی گئیں۔ بادشاہی آدمی زخمی اور ہلاک ہوئے۔ سترہ روز بعد بادشاہ نے ایک ساعت مقرر کی تھی کہ سلطان بہادر کے لشکر پر حملہ کیا جائے۔ اِس عرصہ میں روز بروز گجراتیوں کا حال تنگ ہوتا جاتا تھا۔ اتوار کے دِن ۲۱ شوال کو بہادر شاہ نے کُل توپوں اور ضرب زنوں میں بارود بھروادی اونکی رنجکیں اُڑوائیں جس سے سب توپیں پھٹ گئیں۔ پھر بہادر شاہ نے دکھلایا تو یہ کہ وہ آگرہ جاتا ہے مگر وہ منڈو کو روانہ ہوا۔ صدر خاں و عماد الملک بیس ہزار سوار لیکر سیدھے رستے پر منڈو کو روانہ ہوئے محمد زماں مرزا فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے لاہور روانہ ہوا۔ گجراتیوں کے لشکر میں اُسدن ایک عجیب شور غُل غوغا مچا حقیقت حال بادشاہ کو معلوم نہوئی وہ تیس ہزار سپاہ کو مسلح لئے ہوئے رات بھر کھڑا رہا جب پھر دن چڑھا تو معلوم ہوا کہ سلطان بہادر منڈو کی طرف بھاگ گیا۔ بادشاہ کے لشکر نے گجراتیوں کے لشکرگاہ کو خوب لوٹا۔ اسباب و اموال ہاتھی گھوڑے خوب ہاتھ لگے۔ خداوند خاں جو سلطان مظفر کا اوستاد اور وزیر تھا وہ بادشاہ پاس آگیا۔ اُس پر بادشاہ نے بڑی نوازش کی اور یادگار ناصر مرزا و قاسم سلطان و میر ہندو بیگ کو دشمن کے لشکر کے پیچھے روانہ کیا۔ قلعہ منڈو میں حیدر خاں اور عماد الملک پہونچے۔ بادشاہ بھی اونکے پیچھے آیا اور قلعہ کے پیچھے خیمے ڈالے۔ لشکر مخالف سے رومی خاں بھی بھاگ کر بادشاہ پاس آیا اور شاہی خلعت سے سرفراز ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ سلطان بہادر نے ایک افسر کو حکم دیا تھا کہ رومی خاں کو مار ڈالے اِس افسر نے رومی خاں کو اس حکم سے اطلاع دی اِسلئے وہ بادشاہ پاس چلا آیا۔ اور کوئی کہتا ہے کہ بادشاہ نے اُس سے سازش کر کے بُلا لیا۔ بہادر شاہ یہاں چند روز ٹھیرا۔ اوس کی یہ صلاح ہوئی۔ صلح اِس طرح ہو جاتے کہ منڈو اور اوس کی حدود تو بادشاہ پاس رہیں اور گجرات اور چتور اس پاس رہیں یہ صلح طرفین کو منظور ہوئی۔ سلطان بہادر کی طرف سے صدر خان اور بادشاہ کی طرف سے مولانا محمد پیر علی صلحنامہ کو مرتب کرنے بیٹھے۔ اُسی رات کے آخر میں قلعہ کے نگہبان محنت سے ہارے تھکے ہوئے تھے کہ قلعہ کے عقب میں بادشاہ کے دو سو سپاہی کچھہ زینے چڑھا کر اور کچھہ رستیاں لگا کر قلعہ کی دیوار پر چڑھ آئے اور قلعہ کے دروازہ کو جو پاس تھا کھول کر اپنے گھوڑے منگا کر سوار ہوئے

اور سپاہیوں کو اپنے دروازہ پر بلالیا۔ قلعہ کا صاحب مورچل ملوخاں تھا کہ قادر شاہ اوسکا خطاب تھا جب اوس کو خبر ہوئی تو گھوڑے پر سوار ہوکر سلطان بہادر کے پاس گیا وہ ابھی سوتا تھا کہ قادر شاہ کی آواز سے بیدار ہوا۔ اور خواب و بیداری میں بھاگا۔ تین چار آدمی اوس کے ساتھ تھے۔ اثناء راہ میں بھوپت راے ولد سبھدی کہ اوسکی اہل مجلس میں سے تھا بیس سواروں کے ساتھ اُس سے آن ملا۔ اور بیس سوار اور اُس سے آنکر ملے جب وہ میدان میں آیا تو وہ بادشاہ کے دوسو آدمی اوسکے مقابل آگئے جس پر سلطان بہادر نے خود حملہ کیا اور اونکے اندر سے وہ صاف نکل گیا اور گجرات کی طرف چلا کرلوری اوزبک نے جو اُس کا پہلے نوکر تھا اور اب قاسم حسین خاں پاس تھا اوسے پہچان لیا۔ قاسم خاں سے کہا کہ یہ سلطان جاتا ہے مگر قاسم حسین خاں نے اوس کے کہنے کو کچھہ نہ سُنا۔ سلطان جان سلامت لے گیا چانپانیر پہنچنے تک اِس پاس پندرہ سو آدمی ہوگئے۔ جب وہ یہاں کے قلعہ میں آیا تو یہاں کے خزائن اور نفائس جتنے لیجا سکا اون کو بندر دیپ میں بھیجدیا۔

بادشاہ کو اپنے بہادروں کی اس تیزدستی کی خبر دوسرے روز دو گھنٹے دن چڑھے ہوئی وہ اسی وقت سوار قلعہ میں دہلی دروازہ سے داخل ہوا۔ صدر خاں یہاں لڑ رہا تھا۔ اگرچہ زخمی ہوگیا تھا مگر پاے ثبات محکم تھا۔ آخر کو بعض افراد اوسکو سونگر میں لے گئے۔ اور منڈو سے بھاگ کر بہت آدمی اوس کے ساتھ جاکر اس قلعہ میں متحصن ہوا تے۔ اور سلطان عالم بھی اوس پاس چلا گیا۔ یہاں بادشاہ کی سپاہ تین روز تک دشمنوں کے گھروں کو لوٹتی رہی۔ پھر بادشاہ نے سپاہ کو لوٹ سے منع کردیا اور عالم خاں اور صدر خاں پاس اپنے معتمد بھیجے اور مطمئن کیا متحصنوں کو اماں دی اور وہ بادشاہ کی خدمت میں آئے سلطان عالم چند دفعہ فتنہ برپا کرچکا تھا اسلئے اوس کی کونچیں کاٹ کر چھوڑدیا۔ صدر خاں پر اشفاق خسروانہ ہوئے۔ بادشاہ دس ہزار سواروں کے ساتھ گجرات کی طرف بطور ایلغار متوجہ ہوا۔ اور باقی لشکر کو حکم دیا کہ منزل بمنزل سفر کرے جب بادشاہ کا لشکر چانپانیر میں پہنچا تو اوسکی خبر سلطان بہادر کو ہوئی تو وہ دوسرے دروازہ سے نکلکر کمبایت کی طرف بھاگ گیا اور شہر میں آگ لگانے کا اشارہ کرگیا۔ بادشاہ شہر میں آیا تو اوس نے اس آگ کو بجھوایا۔ اور میر ہندو بیگ اور ایک اور جماعت کو چانپانیر کی حدود میں منتظم مقرر کیا اور خود ایک ہزار سوار ساتھ لیکر بطور ایلغار کے سلطان بہادر کے

پیچھے پڑا۔ سلطان کمبایت میں پہونچکر دیپ (دیو) چلا گیا۔ اور سو غراب جنگی کو جو اہل فرنگ کے خیال سے بناتے تھے آگ لگادی کہ مبادا وہ بادشاہ کے ہاتھ آجائیں اور وہ اوسکا تعاقب کرے۔ بادشاہ نے کمبایت میں سمندر کے کنارہ پر قیام کیا۔ اور سلطان کے تعاقب میں لشکر کو دیو روانہ کیا۔ سلطان دیو میں پہنچگیا اور بادشاہ کا لشکر بہت کچھہ غنائم دیو کے پاس سے لیکر کمبایت میں آئے ۹۴۲ھ میں یوں منڈو اور گجرات فتح ہوئے۔

بادشاہ کے لشکر پر شبخون کا ہونا

بادشاہ کے ساتھہ کمبایت میں کم آدمی تھے۔ ملک احمد لاد اور رکن داؤد کہ سلطان بہادر کے اعیان میں سے تھے۔ اور کولی واڑہ کے پاس رہتے تھے۔ اِس سرزمین کے کولیوں اور گنواروں کو مطلع کیا کہ بادشاہ کے ساتھہ آدمی کم ہیں فرصت پاکر اوس پر شبخون مارو۔ وہ مستعد ہوگئے۔ ایک بڑھیا بادشاہ کے خیمے کے پاس آئی اور بادشاہ کے مقربوں میں سے ایک سے کہا کہ مجھے خاص بادشاہ سے ایک بات کہنی ہے۔ اِس بڑھیا کی باتیں ایسی سچی معلوم ہوئیں کہ بادشاہ نے اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ اوس نے بادشاہ کو شبخون کی خبر دی۔ بادشاہ نے بڑھیا سے کہا کہ تجھے کس سبب سے اِس خیر خواہی کی سوجھی۔ اوس نے کہا کہ میرا بیٹا بادشاہ کی قید میں ہے۔ اگر میری بات سچ ہو تو اِس دولت خواہی کے انعام میں وہ رہا ہو اور اگر وہ جھوٹ ہو تو مجھے بیٹے سمیت سیاست ہو۔ بادشاہ نے دونوں کو پہرہ میں رکھا۔ اور رات بھر ہوشیار رہا۔ رات تو خیر سے گذری مگر سحر کو پانچ چھہ ہزار بھیل اور گنوار بادشاہ کے خیمہ گاہوں پر آن پڑے اور سب مال اسباب لوٹ لے گئے۔ اِس لوٹ میں اکثر کتب نفیسہ کہ مصاحب معنوی تھیں اور ساتھ رہتی تھیں وہ بھی لٹ گئیں۔ اِن میں ایک تیمور نامہ بھی تھا جو مُلّا سلطان علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اُستاد بہزاد کے ہاتھ کی تصویریں اُس میں بنی ہوئی تھیں۔ جب دن ہوا تو بادشاہی لشکر اِن لٹیروں کے پیچھے پڑا اور بیڑوں سے اِن سب کو متفرق اور منہزم کیا پیرزن سرخ رو ہوئی اور اوس کی مقصد برآری ہوئی۔ بادشاہ ایسا غضب میں آیا کہ اوسنے کمبایت کے لوٹنے اور جلانے کا حکم دیدیا۔ سلطان بہادر کے تعاقب سے قطع نظر کر کے وہ چانپانیر میں آیا۔

اختیار خاں کہ سلطان بہادر کا معتمد کارداں تھا۔ اِس قلعہ کا محافظ تھا اور اوسکی نگاہداشت

میں بہت کوشش کرتا تھا باوجود اس محافظت و احتیاط کے کبھی کبھی دریائے کوہ سے جہاں درختوں اور خارزاروں کی کثرت سے پیادہ کا گذر دشواری سے ہوتا تھا - چہ جائیکہ سوار کا بعض ہیزم کش کوہ نوردوں نے اپنے منافع کے لئے ایک منفذ پیدا کیا تھا - کہ غلہ اور روغن گراں بیچنے کے لئے قلعہ کے نیچے لاتے اور قلعہ کے آدمی رسیاں لٹکا کر جنس کو اوپر کھینچتے اور قیمت کو نیچے لٹکاتے - جب مدت محاصرہ دراز ہوئی تو ایک روز بادشاہ اطراف قلعہ کی سیر کرتا تھا اور لشکر کے اندر جانے کی راہ تلاش کرتا تھا کہ ایک جماعت اوسکو نظر پڑی وہ غلہ اور روغن بیچکر جنگل سے نکلتی تھی حکم ہوا کہ تحقیق کرو کہ یہ جماعت کیا کام کرتی ہے - اس جماعت نے کہا کہ ہم ہیزم کش ہیں - مگر آلات ہیزم کشی تبر و تیشہ ان کے پاس نہ تھے اسلئے ان کا کہنا سچ نہ معلوم ہوا -

حکم ہوا - کہ جب تک سچ بات نہ بتائیں سیاست سے نجات نہ پائیں ناچار انہوں نے اصل حال بتلا دیا - بادشاہ نے حکم دیا کہ اس جائے کو لوگ جا کر دیکھیں - تو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ جگہہ ساٹھ ستر گز اونچی ہموار بلند ہے اس پر چڑھنا دشوار ہے - حکم بادشاہی سے ستر اسی میخیں لگائی گئیں اور وہ چپ و راست گز گز کے فاصلہ پر دیوار کوہ میں ٹھونکی گئیں اور جوانونکو حکم ہوا کہ اس معراج مردانگی پر چڑھیں او نتالیس آدمی چڑھے تھے کہ پھر بادشاہ نے چڑھنے کا قصد کیا مگر بیرم خاں نے عرض کیا کہ اتنا توقف کیجئے کہ درمیان کے آدمی اوپر چڑھ جائیں - یہ لیکن وہ پہلے خود چڑھا اور پھر بادشاہ کا اکتالیسواں نمبر چڑھنے والوں میں تھا - خود بادشاہ نے کھڑے رہ کر تین سو آدمیوں کو اس فولادی زینے پر چڑھایا - پھر حکم دیا کہ مورچوں میں جو سپاہ متعین ہے وہ قلعہ پر حملہ کرے - کہ قلعہ کے اندر کے آدمی باہر کے آدمیوں سے لڑنے میں ایسے مشغول ہوں کہ وہ بادشاہ کے اندر آنے سے غافل رہیں - کنگروں سے باہر سر نکالکر وہ باہر کے آدمیوں سے روبرو لڑ رہے تھے کہ ان تین سو جوانوں نے لشکر کو پیچھے سے آن کر تیر لگا کے بے دست و پا کیا مخالف سوراخوں میں چھپنے شروع ہوئے - اختیار خاں سر کوبچہ پر جسکو مولیہ کہتے ہیں اوپر چڑھ گیا دوسرے روز امان دیکر بادشاہ نے بلا لیا - وہ مہمات سلطنت کی سربراہی میں دانشمند ہونے کے سوا علوم حکمت سے خصوصاً ہندسہ و ہیئت سے خوب ماہر تھا اور

شعر و معما سے بہرہ مند تھا بادشاہ کی مجلس عالی میں اوسکو بیٹھنے کی اجازت ملی اور عطوفت خسروانہ سے وہ ممتاز ہوا اور مقربان سلطانی میں داخل ہوا - اِس واقعہ کی تاریخ کسی فاضل نے اوّل ہفتہ ماہ صفر کہی ہے -

جس روز یہ فتح ہوئی ہے سلطان بہادر کا ایک نامی سردار عالم خاں بادشاہ پاس آیا بادشاہ نے اوس سے سلطان کے خزانوں کا حال بہت پوچھا مگر اوس نے کچھہ نہ بتلایا تو بعض امیروں نے عرض کیا کہ یہ بہادر شاہ کا بڑا معتمد سردار ہے اِس سے ضرور خزانوں کا حال معلوم ہوگا وہ یوں نہیں بتاتا تو اوسکو خوب ماریئے پیٹیئے وہ سب بتلا دیگا - بادشاہ نے کہا وہ ہمارے پاس خود آیا اوسکو مارنا پیٹنا مناسب نہیں ؎

چو کارے بر آید بلطف و خوشی | چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

اوسکو کسی مجلس میں خوب شراب پلا اور سارا حال پوچھ لو - یہی کیا گیا کہ ایک مجلس میں پیالہ محبت پلایا گیا - جب وہ اوس کے نشہ میں مست ہوا تو اوس سے کہا کہ سلطان بہادر کے خزانے ہاتھ نہیں آتے تو اوس نے کہا کہ اگر اِن خزانوں کو چاہتے ہو تو اِس حوض کے اندر ہیں جس پر تم بیٹھے ہو - اُسیوقت حوض ڈولوں سے خالی ہونا شروع ہوا تو عالم خاں نے کہا کہ حوض یوں نہیں خالی ہوگا - اِس کی بدرو کھولدو - اِس بدرو کے کھولنے سے حوض سے پانی بالکل نکل گیا تو خزانہ کی جگہہ اوس نے بتلا دی وہاں سے وہ خزانہ نکلا کہ سپاہ میں سپروں میں بھر بھر کر تقسیم ہوا - ایک کنواں بھی خزانہ سے بھرا ہوا معلوم ہو گیا تھا - ہمایوں اپنی فتوح سے متمتع نہوا - بلکہ عیش و نشاط میں ڈوب گیا جس سے بُرے نتائج پیدا ہوتے - فرماندہی کی شرایط عظیم میں سے یہ ہے کہ خاص ملازموں اور قریب کے خدمتگاروں کے واسطے چند ضابطے مقرر ہوں اور اون میں سے ہر گروہ پر ایک خردمند اور احتیاط اندیش افسر مقرر ہو تاکہ وہ ہمیشہ اونکی نشست و برخاست و ماند و بود و آمد و رفت کی خبر رکھے اور صحبت بد سے جو بُرے خیالات کی مائی باپ ہے بچاتے علی الخصوص اُسوقت کہ کثرت مشاغل سے بادشاہ سے جزئیات امور مخفی رہتے ہوں اور اس پر اکتفا نہ کی جائے بلکہ مخبیاں راست گفتار درست کردار مقرر کئے جائیں کہ ہمیشہ حقیقت احوال و مقاصد سے بادشاہ کو مطلع کرتے رہیں ورنہ بہت سے تنگ حوصلہ دوام صحبت کے سبب سے

[illegible]

سطوت بادشاہی کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ بادشاہ کے تقرب کے سبب سے وہ ایسے بدمست ہوجاتے ہیں کہ لغزشیں کرنے لگتے ہیں۔ اور اس بدمستی سے بڑے فساد برپا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں یہی سانحہ پیش آیا کہ ان فتوحات غیبی کی شادمانی میں بادشاہ کی بزم سرمے میں ایسے کم حوصلہ اور ناقص نہاد مثل کتابدار و سلحدار و دوات دار اور مثل اون کے شریک ہوئے باغستان بابول یا باہول میں جب بزم صراحی و جام مرتب ہوئی اور عالم مستی میں کہ عقل و ہوش برجا نہیں ہوتے یہ بدمست ظفرنامہ میں پڑھنے لگے کہ جب امیر تیمور کی سلطنت کی ابتدا تھی اور چالیس جاں نثار اوس کے ساتھ تھے اون سے دو دو تیر لیکر بادشاہ نے ایک مٹھے میں باندھے اور ہر شخص سے کہا کہ توڑو ہر ایک نے زانو پر رکھ کر زور کیا مگر وہ نہ ٹوٹے اور جب کھولکر الگ الگ تیر دیے تو ہر ایک نے آسانی سے اوس کو توڑ ڈالا پھر امیر تیمور نے فرمایا کہ ہم چالیس آدمی ہیں اگر اس دستہ تیر کی طرح یک دل رہیں تو جہاں جائیں گے فتح و ظفر پائیں گے۔ اب بے خبر بے خردوں نے اس سر گذشت کو پڑھ کر یہ خیال کیا کہ ہم چار سو آدمی ہیں اگر ایک دل رہیں گے تو ملک دکن کو فتح کرلیں گے۔ یہ سوچ کر چلدیے۔ بادشاہ کو دوسرے روز ان نزدیکوں کا پتہ نہ لگا۔ اون کے پکڑنے کے واسطے ایک ہزار آدمی متعین کئے۔ وہ ان سب کی گردن پکڑ کر بادشاہ پاس لائے بادشاہ نے سرخ کپڑے مریخ کے رنگ کے پہنے اور کرسی قہر و غضب پر بیٹھا اور گناہ گاروں کے گروہ کے گروہ اوس کے روبرو پیش ہوئے۔ ہر ایک گروہ کو اس طرح سزا دی کہ بعض کے ہاتھ باندھ ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈالا۔ اور بعض کو جنہوں نے خط ادب سے سر باہر رکھا تھا اونکے بدن کو سر کے بوجھ سے ہلکا کیا۔ جس جماعت نے خیال فاسد میں دست درازی کی تھی اونکو بے دست و پا کیا۔ جس فرقہ نے خودبینی سے بادشاہی حکموں پر کان نہیں لگایا تھا اونکے گوش و بینی القطع کئے جس طائفہ نے سرانگشت عزیمت حرف خطا پر رکھا تھا اونکی مشت میں انگشت باقی نہ رکھی۔ جب یہ قصہ فیصلہ ہوچکا تو شام کی نماز میں امام جو کھڑا ہوا تو اوسنے سورہ الم ترکیف پڑھی۔ جب بادشاہ نے سلام پھیرا تو حکم دیا کہ امام نے سورہ فیل پڑھ کر بدفالی کی ہے اور مجھ پر کنایہ اعتراض کیا ہے وہ ہاتھی کے پاؤں تلے ڈالا جائے۔ مولانا

محمد بیر علی نے ہر چند سفارش کی کہ امام سورت کے معنی نہیں جانتا۔ مگر بادشاہ کی سورت غضب نے کچھ نہ سنا۔ امام بیچارہ مارا گیا۔ مگر جب بادشاہ ہوش میں آیا۔ اور امام کی سادہ لوحی کا یقین ہوا تو نہایت تاسف کیا اور ساری رات روتا رہا ولایت گجرات آب مہندری کے شمال میں ہمایوں کے قبضہ میں تھی مگر بادشاہ کو قلعہ چنپانیر کی فتح سے وہ اموال و اسباب فراوان ہاتھ لگا تھا کہ بزم خسروانی سے اشتغال تھا اور لب حوض پر دونوں طرف جشن اڑتے تھے اور بزم رنگین جمتی تھی۔ ملک کے خراج کی تحصیل کا خیال بھی نہ تھا کہ حاکم مقرر ہوتے اور وہ انتظام کر کے خراج وصول کرتے۔ اس شورش میں بہادر شاہ کے بھی ملکی اور جنگی افسر چلے گئے تھے۔ زمینداروں اور رعایا نے اپنے تئیں بے سر دیکھکر بہادر شاہ سے جس سے ابتک اونکو موانست تھی عرضداشت بھیجی کہ کسی عاقل کو آپ مقرر فرمائیں کہ محصول کی تحصیل کے لئے قیام کرے۔ تو رعایا ادائے مال سے سبکدوش ہو سلطان نے امیروں کو بلا کر رعایا کی عرضداشت پڑھی اور پوچھا کہ کون احمد آباد جا کر تحصیل مال کرنے پر راضی ہوتا ہے۔ سب خاموش رہے۔ مگر عماد الملک نے جرأت کر کے اس خدمت کی استدعا کی مگر یہ شرط ٹھیرائی کہ مجکو بالکل یہ اختیار دیا جائے کہ برآمد کار کے لئے جتنا خراج چاہے معاف کر دے۔ جتنا چاہے مانگے جس کو چاہے جاگیر دے جس کو چاہے نقد روپیہ دے اُس سے بازپرس نہ کی جائے۔ بہادر شاہ نے یہ درخواست منظور کی اور وہ دو سو سواروں کے ساتھ احمد آباد روانہ ہوا۔

راہ میں وہ تحصیل مال کے لئے محصل مقرر کرتا گیا اور جن آدمیوں کو وہ اپنے نزدیک معتمد جانتا تھا اور ملک میں وہ معزز تھے اون کو جاگیریں اور مواجب مقرر کرتا تھا۔ وہ مع اپنے ساتھیوں کے اوس کے ہمراہ ہوتے جاتے تھے۔ سورت اور کاٹھیاواڑ کے زمیندار اسقدر اوسکے ساتھ ہو گئے کہ احمد آباد پہونچنے تک دس ہزار سوار اس پاس جمع ہو گئے۔ وہ جو محصول جمع کرتا اسکو فیاضی سے لوگوں میں تقسیم کرتا۔ اسلئے اوسکی سپاہ تیس ہزار ہو گئی اور مجاہد خاں حاکم جوناگڈھ دس ہزار سواروں کے ساتھ اس سے آن ملا۔

عماد الملک کی سپاہ کا بڑھنا

جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے اپنی مستانہ نوشی چھوڑی اور ہوش میں آیا تردی بیگ کو چانپانیر میں چھوڑا اور خود احمد آباد کی طرف چلا اور لشکر کو پھر غنیمت کا روپیہ

تقسیم کیا اور آب مہندری کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا- عماد الملک بھی دلیری کرکے آگے آیا بادشاہ کے ہر کوچ پر وہ بھی کوچ کرتا تھا- اس پاس سپاہ پچاس ہزار تھی- مرزا عسکری جو چند منزل بادشاہ سے آگے ہراول لشکر کے ساتھ تھا- اُس پر زباد اور محمود آباد کے درمیان دوپہر کو نہایت سخت گرمی میں گجراتیوں نے یکایک حملہ کیا اور مرزا کو شکست دی مگر یادگار ناصر مرزا اور ہندو بیگ جو مرزا کے دائیں بائیں طرف ایک میل میں لشکر لئے موجود تھے اوسکی حمایت کو آگئے- بادشاہ کے لشکر کے آنے کی خبر دشمنوں کو معلوم ہوئی یادگار ناصر کا لشکر آگے تھا اوس سے پہلے لڑائی ہوئی- دوسری جانب سے عالم خاں لودی اور چند اور امیروں نے کوشش کی- مگر عماد الملک بھاگ نکلگیا- طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ مرزا عسکری کے لشکر پر گجراتیوں نے ایسا جلد حملہ کیا کہ اوسکو فرصت لشکر کے آراستہ کرنیکی نہ ملی وہ چند ہمراہیونکو ساتھ لیکر چاربند زقوم میں چلاگیا- گجراتی کچھ مرزا کی طرف متوجہ نہوتے بلکہ لوٹ پر پل پڑے اور غنیمت کو لیکر پراگندہ ہوگئے- اُسوقت مرزا یادگار ناصر و میر ہندو بیگ اپنی اپنی فوجیں آراستہ کرکے آئے تو پھر گجراتیوں کو شکست ہوئی اور مرزا عسکری نے بھی چاربند سے باہر آکر اپنا نقارہ بجایا- اور گجراتیوں کا تعاقب احمد آباد تک کیا- دو ہزار آدمی اس معرکہ میں قتل ہوئے مگر اکبرنامہ میں لکھا ہے کہ تین ہزار سے زیادہ اور چار ہزار سے کم مخالفوں کے آدمی مارے گئے بادشاہ بھی یہاں آگیا- اوس نے خداوند خاں سے پوچھا کہ اب آیندہ احتمال جنگ ہے یا نہیں- اوس نے جواب دیا کہ وہ غلام مبروص عماد الملک اِس جنگ میں موجود تہا تو جنگ آخر ہے اور اگر وہ نہیں تھا تو پھر اوس کے لڑنے کا احتمال ہے مگر دو زخمیوں کی زبانی تحقیق ہوا کہ اس جنگ کا مہتمم وہی تھا- بادشاہ نے کوچ کرکے احمد آباد کے نزدیک کانگریہ میں خیمے ڈیرے ڈالے اور مرزا عسکری کو احمد آباد میں توابع عنایت کیا- مرزا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر سارا لشکر شہر میں آئیگا تو عموماً خلایق کو آزار پہونچائیگا- بادشاہ نے دروازوں پر پہرے بٹھا دیئے کہ سوائے مرزا عسکری اور اوسکے آدمیوں کے کسی کو اندر نجانے دیں- بادشاہ سرکیج میں آیا- کہ معمورہ دلکش تھا شہر کی سیر کو گیا- اور گجرات کے ملک کا یہ انتظام کیا کہ مرزا یادگار ناصر کو پٹن عنایت کیا اور قاسم حسین خاں سلطان کو بڑوچ و نوساری و بندر سورت

دیا۔ اور دوست بیگ آقا کو کمبائت و بڑودہ اور میر موحکہ بہادر کو محمود آباد مرحمت کیا۔ ہندو بیگ کو بہت سا لشکر دیا کہ وہ جسکو کمک کی ضرورت ہو اوسکی مدد کرے۔

بادشاہ کو ہندو بیگ کی صلاح

ہندو بیگ اور بعض اور ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کو فتح و نصرت میسر ہوئی۔ سلطان بہادر بھاگتا پھرتا ہے وہ حضور کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ بندر سورت میں خراب خستہ پڑا ہے پس یہ مناسب ہے کہ جو خزانے ہاتھ لگے ہیں اونمیں سے ایک دو سال کی تنخواہ سپاہیوں کو دیجائے اور باقی بطریق امانت رکھی جائے اور ولایت گجرات سلطان بہادر کو اپنی طرف سے عنایت کی جائے تاکہ آپ کی نیکنامی صفحہ روزگار پر یادگار رہے۔ قولہ تعالی احسن کما احسن اللہ الیک ان اللہ یحب المحسنین اور خود بدولت آگرہ کو تشریف فرما ہوں کہ وہاں سے پریشان خبریں آرہی ہیں۔ یہ صلاح بڑی نیک ہوتی اگر اوسپر عمل ہوتا۔ مگر بادشاہ اس صلاح کو سنکر خفا ہوا اور کہنے لگا کہ جس ولایت کو ضرب شمشیر سے تسخیر کیا ہو اوس کو رائگاں کھونا نہیں چاہیئے۔ اِس ملک کا انتظام میں کرلونگا اور اور ملکوں کا بھی۔

آگرہ و مالوہ سے پریشان خبروں کا آنا

جب گجرات کا بادشاہ نے انتظام کر دیا تو وہ بندر دیپ (دیو) کی طرف جہاں بہادر شاہ تھا چلا۔ احمد آباد سے تیس کوس پر دندوقہ سے گذرا تھا کہ دار الخلافہ سے دولتخواہوں کی عرایض آئیں کہ حضور دار الخلافہ سے بہت دور چلے گئے یہاں متمردوں نے تمرد اختیار کیا افغانوں نے بہار میں سر اُٹھایا ہے۔ محمد سلطان مرزا نے اپنے بیٹوں الغ خاں و شاہ مرزا کی مدد سے قنوج سے جونپور تک لیلیا ہے اور خطبہ اپنے نام کا پڑہوایا ہے۔ جمنا کے کنارہ پر جو اضلاع ہیں اون میں اور آگرہ میں بھی سرکشی کے آثار نمودار ہوتے جاتے ہیں مالوہ کی مختلف طرفوں سے اِسی طرح کی خبریں بہت جلد پہنچیں کہ سکندر خاں اور ملو خاں نے سر اوٹھایا ہے اور سرکار ہنڈیہ کے جاگیردار مہتر زنبور کے سر پر چڑھ گئے۔ وہ اپنے اموال کو لیکر اوجین میں چلا آیا اور اِس نواح میں جو بادشاہ کی سپاہ جا بجا متعین تھیں۔ وہ سب اوجین میں فراہم ہے اور فتنہ پردازوں کی جماعت کثیر نے اِس شہر کا محاصرہ کیا اور درویش علی کتابدار حاکم اوجین کو بندوق سے زخمی کیا جس سے وہ مرگیا۔ باقی اہل قلعہ نے امان طلب کی بادشاہ پاس جب یہ

بادشاہ کا منڈو میں آنا۔

پریشان خبریں آئیں تو یہ امرا نے قرار دیا کہ مالوہ میں جاکر منڈو میں مقیم ہو جس سے ملک مالوہ بھی اہل فساد سے پاک ہو اور گجرات بھی جو ابھی فتح ہوا ہے انتظام پائے اور دار السلطنت کے قریب جو فتنہ فساد کی آگ بھڑک رہی ہے وہ بجھ جائے اوس نے گجرات کو مرزا عسکری اور ایک گروہ امرا کو حوالہ کیا اور خود بڑوچ و سورت ادسیر تیں ہوتا ہوا برہان پور میں آیا اور یہاں سات روز قیام کیا۔ قلعہ آسیر کے پہلو میں سے گذر کر منڈو میں آیا۔ بادشاہ کی معاودت کی خبر سنکر فتنہ پرداز کونوں میں چھپ گئے۔ بادشاہ کو مالوہ کی آب وہوا ایسی مطبوع مزاج ہوئی کہ اوس نے اپنے معتمدین کو یہاں جاگیریں دیدیں۔ پھر اوس پر کامرانی اور کام بخشی کے دروازہ کھل گئے۔

بہادر شاہ کا گجرات میں پھر اقبال چمکنا۔

گجرات میں ہمایوں بادشاہ کے اقبال کی ہوا پھر بگڑی۔ گجراتی ان فتح کرنے والوں کو اجنبی اور بیگانہ جانتے تھے۔ ابھی بادشاہ نے گجرات کی طرف پیٹھ کی تھی کہ وہاں سرکشی کا بازار گرم ہوا۔ بہادر شاہ نے پرتگیزوں سے صلح کرلی اونہوں نے اوسکی کمک کا وعدہ کیا اور اوس نے پانچ چھ ہزار حبشیوں کا لشکر جمع کرلیا۔ اوس کے اور طرفدار بھی ملک میں تیار ہو گئے۔ رومی خاں صفر جس نے سورت کے قلعہ کو بنایا تھا اوس کے اندر ہو بیٹھا اور چاروں طرف سے اوسے بند کرلیا۔ ایک اور افسر نے دریا تپتی کے دہانہ پر نوساری کے قریب ایک مستحکم حصار میں قیام کیا۔ اور گجراتی جہازوں کی مدد سے اِس مقام کو حملہ آوروں کے ہاتھ سے بچایا۔ ان افسروں نے خان جہان شیرازی کے ساتھ اتفاق کرکے عبد اللہ خاں حاکم ولایت نوساری کو یہاں سے نکال دیا اور سورت پر قبضہ کیا۔ عبد اللہ خاں قاسم حسین خاں اوزبک کا خویش تھا اور وہ اوسکی دار الخلافہ بڑوچ میں چلا گیا۔ خان جہان نے خشکی کی راہ سے بڑوچ کی طرف کوچ کیا۔ اور رومی خاں نے دریائے نربدا کی راہ سے عرابہائے جنگی میں توپ و تفنگ لگا کر بڑوچ پر چڑھائی کی یہ دیکھکر قاسم حسین خاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ بھاگ کر چانپانیر میں آیا۔ اور یہاں سے احمد آباد میں گیا اور مرزا عسکری اور ہندو بیگ سے کمک کا طالب ہوا۔ سید اسحاق نے جسکو بہادر شاہ کی طرف شتاب خانی کا خطاب ملا تھا۔ کمبائت پر تصرف کیا۔ اور سارا ملک گجرات لوٹنے پر تیار ہو گیا۔ مرزا عسکری نے یہ حال دیکھکر یادگار ناصر مرزا کو پٹن سے احمد آباد میں بلا لیا۔ دریا خاں و

حافظ خاں جو راہ بسیبن سے سپاہ سلئے بہادر شاہ پاس دیو جاتے تھے جب اونہوں سنے پٹن کو بادشاہ کی سپاہ سے خالی دیکھا تو اوس پر قبضہ کرلیا اور پھر تو یہ حال ہوگیا کہ امرا شاہی اپنے پانوں میں آپ کلہاڑی مارنے لگے۔ اپنی تنگ حوصلگی سے تھوڑی سی کامیابی پر فاسد اندیشی کرنے لگے اور آپس میں ناشائستہ مخالفت کرنے لگے اور نفاق سے دل مکدر رکھنے لگے۔ تین مہینہ کا عرصہ گذرا تھا کہ ایک دن مرزا عسکری شراب پیئے مجلس میں بیٹھا تھا۔ کہنے لگا کہ میں بادشاہ ظل اللہ ہوں۔ اوس پر غضنفر اوس کے کوکا نے چپکے سے کہا کہ ہستی اما خویش نیستی۔ یہ سنکر یاروں نے قہقہہ لگایا۔ مرزا نے پوچھا کہ کیا ہے تو یہ غضنفر کا کہنا معلوم ہوا۔ اوس نے غصہ ہوکر اوسکو قید خانہ میں بھیجدیا۔ وہ اس بند سے نکلکر بندر دیو میں بہادر شاہ پاس پہونچا اور تین سو سواروں کو ساتھ لیگیا۔ اوس نے مغلوں کے سارے منصوبوں اور ارادوں اور تدبیروں پر مطلع کیا اور احمد آباد پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا اور کہا کہ وہ سب بھاگنے کے لئے پا برکاب بیٹھے ہیں مگر کسی بہانہ کے منتظر ہیں اس امر پر اسقدر اصرار کیا کہ آپ مجھے قید رکھئے اگر میری بات میں رائی برابر جھوٹ ہو تو سزا دیجئے۔ اِس کہنے سے بہادر شاہ احمد آباد کی طرف چلا۔ سارا ملک اوس کے ساتھ تھا۔ لشکر اس کا بہت بڑھ گیا اور وہ احمد آباد کے مقابل سرکیج میں خیمہ زن ہوا۔ اِس نازک وقت میں بادشاہ کی سپاہ خطرناک حالت میں تھی۔ سارا ملک اوس کا دشمن تھا ہمایوں کی سپاہ نے سارے شہر سوائے جانپانیر کے چھوڑ دیے تھے۔ سب آنکر مرزا عسکری کے پاس جمع ہوئے تھے۔ ہندو بیگ یادگار ناصر مرزا۔ قاسم حسین سلطان اوزبک اور اور امرا عظیم سرکیج میں نزدیک اساول کے حوالی احمد آباد میں سابرمتی کے بائیں کنارہ پر جمع تھے اور بیس ہزار سوار اُن پاس تھے یہاں مرزا عسکری کو ہندو بیگ نے یہ سمجھایا کہ گجرات پر قبضہ و تصرف رکھنے کا طریقہ سوائے اِس کے نہیں ہے کہ اب اپنے نام کا خطبہ پڑھوائے اور سکہ چلاسئے تاکہ اہل ملک آپ کو بادشاہ جانیں اور آپ کی اطاعت کریں اور سپاہ آپ کو بادشاہ جان کے خوب جان لڑا کر لڑائی لڑے اور میدان جنگ میں بہادری دکھائے اوس پر مرزا عسکری نے ہندو بیگ کو لعنت ملامت کی مگر اصل حال یہ تھا کہ من چاہے اور منڈیا ہلاسئے۔ بہادر شاہ کا لشکر بھی سامنے تھا اتفاقاً مرزا عسکری کے خیمہ سے اوس کے خیمہ پر ایک گولہ آنکر لگا اور خیمہ

گر پڑا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت گھبرایا اور غضنفر کو بلایا کہ اوس کی سیاست کرے مگر اوس نے کہا کہ جبتک صف آرائی ہو نعوذ باللہ میری سزا سے باز رہیے یقینی آج رات کو مرزا عسکری بھاگ جائیگا۔ تین روز دونوں لشکر مقابلہ میں پڑے رہے۔ آخر کو مرزا عسکری بغیر لڑے جانپانیر کو بھاگا۔ اور ایسا بے سر و پا بھاگا کہ اپنے خیمے اور بھاری اسباب کو یہیں چھوڑ گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ اس طرح سوار ہوا کہ لڑائی کو جاتا ہے مگر وہ بھاگنے کا سامان تھا۔

سلطان بہادر سے تعاقب کیا

سلطان بہادر نے جسکو سو طرح کے اندیشے تھے دلیر ہو کر اوس کا تعاقب کیا۔ سلطان کا ہراول سید مبارک تھا وہ بادشاہی لشکر کے قریب پہنچا۔ ناصر مرزا چنداول تھا۔ مرزا پھر کر دشمنوں سے خوب مردانہ لڑائی ہوئی سلطان کے ہراول نے بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ مرزا کے ہاتھ میں بھی زخم آیا۔ دشمن محمود آباد میں ٹہیر گیا۔ اور مرزا نے اپنے لشکر میں مراجعت کی مرزا عسکری نے آب مہندری سے کہ راہ میں تھا ایسا مضطربانہ عبور کیا کہ بہت سے سپاہی اوس کے دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ سلطان بھی اوس کے پیچھے آب مہندری تک آیا جب مرزا عسکری جانپانیر میں پہنچا تو تردی بیگ نے لوازم مہمانداری کا حق ادا کیا اور قلعہ میں چلا گیا۔ دوسرے روز مرزاؤں کے بیٹوں کی نیت میں فساد آیا اور اونھوں نے تردی بیگ کو پیغام بھیجا کہ ہم پریشان احوال آئے ہیں اور لشکر کا برا حال ہے قلعہ کے خزانوں سے کچھ روپیہ بطور مساعدت کے ملے کہ ہم لشکر کو دیں اور اوسان درست کر کے دشمن کے دفع کرنے پر مبادرت کریں۔ چند روز میں ہنڈو قاصد پہونچتا ہے عرایض بھیجے ہیں یقین ہے کہ بادشاہ خزانہ ملنے کا حکم دیدے گا۔ تردی بیگ نے اونکی درخواست کو نامنظور کیا۔ مرزاؤں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ تردی بیگ کو گرفتار کر لیں اور تمام خزانوں پر متصرف ہوں اور سلطنت مرزا عسکری کے نام پر مقرر کر دیں۔ اگر بہادر پر ہم فتح پائیں تو بہتر ورنہ بادشاہ کو تو منڈو کی آب و ہوا پسند ہے اور دار الخلافہ آگرہ کی حدود خالی ہیں اسطرف متوجہ ہوں۔ تردی بیگ قلعہ سے نکلکر مرزاؤں کی خدمت میں جاتا تھا کہ اثنا راہ میں اوسکو یہ خبر ہوئی تو وہ اُلٹا قلعہ کو چلا گیا اور مرزاؤں کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کا میری توپوں کی زد میں ٹھیرنا مناسب نہیں۔ مرزاؤں نے جواب دیا۔ کہ ہم جانتے ہیں تم ذرا ہم سے ملجاؤ کچھ باتیں کہنی ہیں وہ اون کے منصوبے پر مطلع تھا کب آتا تھا۔ مناسب جواب دیا۔ مرزاؤں نے اپنے خیمے یہیں سے ہٹا کے

مرزا کا جانپانیر میں جانا اور تردی بیگ کا خزانہ دینے سے انکار کرنا

تھے اِسلئے اونکے دھمکانے کے لئے تردی بیگ نے صبح کو توپیں اونپر ماریں تو مرزاؤں نے وہاں سے کوچ کیا۔ گھاٹ کرجی کی راہ سے دار الخلافت آگرہ کی طرف بخیال فاسد رواں ہوئے بادشاہ کا لشکر جب تک جانپانیر میں رہا بہادر نے آب مہندری سے جو جانپانیر سے پندرہ کروہ تھا عبور نہیں کیا۔ جب اوسکو آگرہ کی طرف مرزاؤں کے چلے جانے کی اور اونکے خیالات واہیہ کی خبر پہونچی تو وہ دریا سے عبور کر کے جانپانیر میں آیا۔ باوجودیکہ قلعہ مستحکم تھا اور تمام قلعہ داری کے لوازم موجود تھے مگر حالتیں ایسی تھیں کہ بہادر شاہ سے تردی بیگ لڑتا تو قلعہ بھی جاتا اور اوس کا سارا خزانہ بھی۔ اب اوس نے قلعہ حوالہ کر دیا اور خود سلامت نکل آیا اور خزانہ جس قدر وہ لے سکا اپنے ساتھ لے لیا۔ اور بادشاہ پاس منڈو پہونچا اور مرزاؤں کے ناصواب ارادوں سے بادشاہ کو مطلع کیا۔ یہ سنکر بادشاہ اس خیال سے بطور ایلغار کے چتوڑ سے روانہ ہوا کہ آگرہ میں مرزا پہلے سے نہ پہونچ جائیں اتفاقات حسنہ سے یہ تھا کہ راہ کے درمیان چتوڑ کی نواح میں اوسکو مرزا مل گئے۔ ناچار وہ بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوتے بادشاہ نے اپنی عطوفت ذاتی اور عفو جبلّی سے اونکے اعمال ناپسندیدہ پر نظر نہ کی اور اپنے لطف عمیم سے اونکے گناہ معاف کر دیے اور عفو کا ضمیمہ فیض احسان کو بنایا اور اون پر عنایت شاہانہ کیں۔

اِس ملک سے آگرہ میں بادشاہ کے جانے کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ محمد سلطان مرزا اور اوس کے بیٹے الغ مرزا نے جو ہمیشہ باغی رہتے تھے اِن دنوں میں شورش برپا کی۔ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ بادشاہ نے اونکے نابینا کرنے کا حکم دیا تھا مگر جو لوگ اونکے اندھا کرنے کے لئے مقرر ہوئے تھے شرایط احتیاط نہ بجا لائے اور آنکھیں سلامت رہیں اب اونھوں نے قید سے نکلکر پرگنہ بلگرام پر تاخت کی اور قنوج میں گئے خسرو کوکلتاش کے بیٹے یہاں تھے اونھوں نے امان لیکر قنوج اون کو دیدیا اور قنوج کے سامنے بلگرام کو محمد سلطان نے اپنا دار السلطنت بنایا اور یہاں سے اپنے بیٹے الغ مرزا کو بڑی سپاہ کے ساتھ جونپور کے محاصرہ کرنے کے لئے بھیجا دوسرے بیٹے شاہ مرزا کو کڑہ مانک پور پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

مرزا ہندال جسکو بادشاہ نے آگرہ میں حاکم مقرر کیا تھا اس سرکشی کے فرو کرنے کے

لئے روانہ ہوا اور اوس نے فوراً قنوج کو لے لیا۔ جب محمد سلطان مرزا نے سنا کہ مرزا ہندال قریب آگیا ہے تو اوس نے جہاں جہاں فوج بھیجی تھی وہاں سے بلالی۔ شاہ مرزا اوس سے آن ملا اور الغ مرزا نے لکھا کہ جب تک میں نہ آنکر ملوں دشمن سے لڑائی نہ لڑنا۔ سلطان مرزا اور شاہ مرزا دونوں دریا کے کنارہ پر بادشاہی لشکر کو دریا سے اُترنے نہیں دیتے تھے۔ مرزا ہندال یہ چاہتا تھا کہ محمد سلطان مرزا پہلے اوس سے کہ الغ بیگ اِس سے آنکر ملے لڑائی لڑے وہ قنوج دس کروہ آگے جاکر گنگا سے جہاں وہ پایاب تھے معہ لشکر اُترا اور دشمن کو یہ حال نہ معلوم ہوا دونوں لشکر مقابل ہوئے اور لڑنے لگے کہ ایک ایسا آندھی کا طوفان آیا کہ دشمنوں کی آنکھوں میں خاک پڑی کہ خاک اون کو نہ سجھائی دیتا تھا۔ بادشاہی لشکر کے پس پشت آندہی کا رُخ تھا گھوڑوں کے سموں کی خاک نے اور آندھی کی گرد نے دشمنوں کو ایسا گھیرا کہ وہ نہ غنیم کے لشکر کو نہ اپنے لشکر کو پہچانتے تھے۔ اونہوں نے شکست پائی۔ جون پور کی طرف الغ مرزا روانہ ہوا۔ مرزا ہندال نے پرگنہ بلگرام کلاں بیگ کو سپرد کیا اور خود مرزا الغ بیگ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اودہ میں اوسکو جا لیا یہاں محمد سلطان اور اوس کے بیٹوں کا لشکر آپس میں لگیا تھا۔ اوس کے روکنے کے لئے مرزا ہندال کا لشکر آیا۔ دونوں لشکر دو مہینے تک آمنے سامنے پڑے رہے۔ مرزا ہندال لڑنے کے لئے بے صبری کرتا تھا مگر شیخ پھول کہتا تھا کہ تحمل کرو میں دعوت اسم کر رہا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ دشمن خود پریشان ہوجائیں گے۔ مرزا ہندال اس نوید سے خوشحال ہوتا تھا۔ اِس اثناء میں مرزا محمد سلطان کو خبر پہونچی کہ بادشاہ دارالخلافت آگرہ میں آگیا ہے۔ اِسلئے اوس نے فوراً مرزا ہندال پر چڑھائی کی مرزا ہندال نے شیخ پھول سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے تو اوس نے کہا کہ جب دشمن سر پر آن کھڑا ہوا تو ضرور لڑنا چاہیے غرض دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ مرزا ہندال کو فتح ہوئی وہ زخمی ہوئی۔ مرزا محمد سلطان تینوں بیٹوں سمیت کوچ بہار کو جو پرنیا کے متصل سرحد بنگالہ پر ہے بھاگ گیا۔ مرزا ہندال نے جون پور تک تعاقب کیا اور یہاں ٹھیر گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ جون پور کو تقسیم کرے کہ اوسکو خبر معلوم ہوئی کہ بادشاہ گجرات سے آگرہ میں آگیا۔ تو وہ سپاہ کو چھوڑ کر بھائی سے ملنے آگرہ چلا آیا۔

مرزا ہندال کی فتح

جب بادشاہ آگرہ کی طرف چلا تو تمام گرد و نواح کے ملک میں اُس کی خبر ہوئی۔ کہ بادشاہ اُلٹا جاتا ہے تو بھوپال راتے بیجاگڈھ سے یہ دیکھا کہ قلعہ منڈو خالی پڑا ہے تو وہ دلیرانہ اُس میں آیا۔ ملوخاں اوس سے آن ملا اور یہاں کے تخت پر بیٹھکر اوس نے اپنا لقب نادرشاہ رکھا اور میران محمد فاروقی برہان پور سے یہاں آیا۔ بادشاہ کی فوج تو یہاں موجود نہ تھی کہ لڑائی ہوتی غرض تمام ملک پر اون کا قبضہ ہوگیا۔ خلاصہ اوپر کے تمام جھگڑوں کا یہ ہی ۹۴۲ ۱۵۳۵ میں بہادرشاہ کو اپنا سارا ملک گجرات اور مالوہ دونو ہاتھ لگ گئے۔ ہمایوں کو یہ دونوں ملک کس محنت اور مشقت سے ہاتھ آئے تھے وہ مفت ہاتھ سے نکل گئے تاریخ گجرات میں ہم باقی حال بہادرشاہ کا لکھیں گے۔

جب بادشاہ گجرات اور مالوہ چھوڑکر آگرہ میں آیا تو اوس نے ملک کا حال دگرگوں پایا سارے کام ابتر و پریشان ہو گئے تھے۔ جب سے وہ بادشاہ ہوا تھا اوس کی سلطنت کے لئے بہت سے ایسے خوف و خطر درپیش ہوئے کہ اونکے دفع کرنے کے لئے بڑی مردانگی اور فرزانگی کی ضرورت تھی۔ باپ کے زمانہ کے جو امرا ترکی و چغتائی اوسکے ساتھ تھے اون کی خیرخواہی اور دولت خواہی ڈانواں ڈول ہو رہی تھی۔ محمد زماں مرزا۔ ایسے ہی محمد سلطان مرزا اور اوس کے بیٹے گو شکست پا چکے تھے مگر وہ لڑنے کو مستعد تھے اور وہ ایسے ملک میں چلے گئے تھے کہ اونکا مقام اونکے ارادوں کا استحکام کرتا تھا۔ کیونکہ یہ ملک ابھی فتح ہوا تھا اور ملک سے فاتح بالکل اجنبی تھے۔ مملکت دہلی چھوٹی چھوٹی ولایتوں میں منقسم تھی جو کم و بیش آزاد تھیں ان میں انتظام رکھنا آسان نہ تھا۔ دوآب اور آگرہ کے ہمسایہ میں بڑے بڑے سرکشوں کے گروہ موجود تھے جنکا حال یہ تھا کہ جہاں ذراسی بھی غفلت اونہوں نے بادشاہ کی طرف دیکھی تو لوٹ مار اونہوں نے شروع کی۔ مالوہ اور گجرات میں ہمایوں کا جانا تھا کہ اونہوں نے شورش اور لوٹ مار مچادی۔ ایسی حالتوں میں بڑے جوانمرد بادشاہ کا کام تھا کہ وہ سلطنت کو سنبھالتا۔

آگرہ میں برس روز تک ہمایوں رہا۔ یہ زمانہ اوس نے عجب طرح بسر کیا۔ کس شان و شکوہ سے اوس نے ملکوں کو فتح کیا تھا مگر وہ سب اونکے ہاتھ سے نکل گئے تو اوس کا دل

افسردہ آگرہ میں برس روز تک ہمایوں رہا۔ ہوا۔ اب اوس نے دل کے شگفتہ کرنے کا علاج یہی سوچا کہ محل میں مست پڑا رہتا۔ دربار میں کبھی نہیں آتا۔ کسی سے کچھہ صلاح و مشورہ نہ کرتا ملک کی بدنظمیوں کا علاج کچھہ نہ کرتا۔ افیونوں کی پینکوں سے کام تھا اور کبھی سے کچھہ سروکار نہ تھا۔

شیرخاں کا حال

سنہ ۹۴۳ھ (۱۵۳۶ء) کو امیر جنید برلاس حاکم جونپور مرگیا۔ یہ امیر اپنی حکمت اور تدابیر اور شمشیر سے افغانان شرقیہ کی سرکوبی کرتا رہتا۔ گجرات اور مالوہ کی مہمات میں بادشاہ مصروف ہوا۔ اس عرصہ میں شیرخاں افغان نے بہار۔ جونپور۔ قلعہ چنار پر تصرف کرلیا۔ بہت کچھہ سامان جنگ اور لشکر بہم پہنچا لیا۔ بنارس کو تاخت و تاراج کیا۔ گورکھپور کا محاصرہ مدتوں تک رکھا۔

شیرخاں پر حملہ کی تیاری

جب ہمایوں کو شیرخاں کی اس حال کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوا اور اوس نے بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اوس پر حملہ کرنے کے لئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا (شیرخاں کا مفصل حال ہم آیندہ اوسکی تاریخ میں لکھیں گے) اوّل بادشاہ کا ارادہ گجرات پر یورش کرنے کا تھا اسلئے کہ برہان نظام شاہ بادشاہ احمدنگر پر اوس کے دکھنی ہمسایہ والوں نے حملہ کیا تھا تو اوس نے ہمایوں کو لکھا تھا کہ اگر آپ گجرات پر حملہ کریں تو میں اس حملہ جدید میں آپ کا معاون ہونگا۔ مگر بادشاہ کو شیرخاں کا بہت خوف تھا اسلئے اوسنے مہم بنگالہ کو مقدم جانا دارالخلافہ آگرہ کی حکومت میر محمد بخشی کو کہ معتمدین میں سے تھا سپرد کی اور محمد یادگار ناصر مرزا اپنے چچازاد بھائی کو کالپی جو اوس کی جاگیر تھی حوالہ کی اور اوسکو رخصت کیا کہ وہاں جاکر انتظام کرے۔ نورالدین محمد مرزا کو جسکو اوسکی بہن گلرنگ بیگم بیاہی تھی قنوج اور اوس کے نواح کی حراست حوالہ ہوئی اور سنہ ۹۴۳ھ (۱۵۳۶ء) کو خود کشتی میں سوار ہوکر مشرق کی طرف کوچ کیا مرزا عسکری اور مرزا ہندال و بیرام خاں اور امراء عالی قدر ہمراہ تھے لشکر بحر و بر کی راہ سے چلتا تھا اور خود کبھی کشتی میں سوار ہوتا کبھی گھوڑے پر۔ اس طرح بادشاہ چنارگڈہ پہنچا۔ چنارگڈھ کے قریب مرزا محمد زماں گجرات سے چلکر ہمایوں سے آن ملا۔ اس واقعہ کا حال یہ ہے کہ مرزا نے پہلے اپنے آنے سے اپنی ہمشیرہ عزیزہ معصومہ سلطان بیگم کی معرفت بادشاہ سے عفو تقصیر کی درخواست بھیجی تھی۔ بادشاہ نے اوس کے جرموں کو معاف کردیا تھا اور اوسکو بلایا تھا۔

جب مرزا لشکر بادشاہی کے قریب آیا تو بادشاہ نے اوس کی بڑی خاطرداری اور تواضع کی خلعت خاصہ و کمربند و اسپ و شمشیر عنایت کیا۔ ہمایوں کی صفت ذاتی یہ تھی کہ وہ سیات کی مکافات حسنات سے کیا کرتا تھا۔ جتنا کسی کا جرم و اثم زیادہ ہوتا تھا اوتنا ہی اوسپر لطف و کرم زیادہ کرتا۔ یہ صفت بادشاہوں میں کمتر ہوتی ہے شیر خاں بڑا عاقبت اندیش تھا اور وہ اِن سب خطروں سے جو اوسکے آگے پیش آتے تھے پہلے سے واقف ہوجاتا تھا اور اونکی روک تھام کے واسطے ایسی معقول تدبیریں سوچتا اور عمدہ تجویزیں کرتا کہ اوس کی نظیر ہندوستان میں نہیں پائی جاتی جب اوسکو ہمایوں کے آنے کی خبر پہونچی تو اوس نے قلعہ چنار گڈھ کو مستحکم کیا اور قطب خاں اپنے بیٹے کو اوسکی محافظت سپرد کی اور خود بہار کھنڈ یا جہار کھنڈ کو چلا گیا۔ قطب خاں کو اوس نے مقرر کیا کہ وہ محاصرین کو باہر ستائے اور غازی خاں سور کو قلعہ کے اندر مقرر کیا کہ دشمنوں سے لڑے۔ ہمایوں نے چنار گڈھ کے پاس مقام کیا اور اِس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا محاصرہ کا اہتمام سارا رومی خاں کے سپرد کیا۔ یہ رومی خاں وہی ہے جو مندسور کی لڑائی میں بہادر شاہ بادشاہ گجرات سے جدا ہوکر بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں آیا تھا۔ اور امیر آتشی کے عہدہ پر سرافراز ہوا تھا۔ اوسکو قلعوں کی فتح میں کمال تھا۔ اوس نے قلعہ کا محاصرہ شروع کیا اور کئی مہینے اِس محاصرہ میں لگ گئے۔ توپوں نے وہ کام محاصرہ میں نہیں کیا جس کی اُمید تھی تو رومی خاں نے اِس امر کے دریافت کرنے کے لئے کہ قلعہ کی کونسی طرف ضعیف ہے یہ تدبیر کی کہ اپنے حبشی وفادار غلام کو ایسا مارا پیٹا کہ اوسکے سارے بدن پر بدھیاں پڑگئیں وہ راتکو بھاگا اور قلعہ کے اندر داخل ہوا اور وہاں رومی خاں کے ظلم و ستم کا بیان کیا کہ مجھے ناحق مارا مارا پیٹا ہے کہ دیکھہ لو کہ کوڑوں کے نشان میرے سارے بدن پر موجود ہیں۔ افغانوں نے اوسکے زخموں کا علاج کیا اور جب اچھا ہوگیا تو اوس نے کہا کہ رومی خاں جیسے اوستاد کا شاگرد ہوں میں آپ کو ایسے مقامات بتا سکتا ہوں کہ جہاں سے محاصرین کو آپ لوگ بہت حیران و پریشان کرسکتے ہیں غرض اپنی صداقت اور ہنرمندی کا یقین اہل قلعہ کو ایسا دلایا کہ اُنھوں نے اپنے قلعہ کے سارے مقامات دکھا دیے۔ یہ غلام چند روز وہاں رہ کر اور سب کچھ دیکھہ بھال کر پھر رومی خاں پاس بھاگ آیا اور سارا حال بیان کر دیا جس کے موافق رومی خاں

قلعہ چنار گڈھ کا محاصرہ

نے عمل کیا۔ رومی خاں نے کشتیوں کے ساباط (مورچے) بنائے تھے اور ان میں تختے پر قطعات تختہ میں ایسے مسطح لگاتے تھے کہ اونکو دیکھکر ہنرمندوں کی عقل دنگ ہوتی تھی۔ اور سنگین وہ لگائیں جنکے اُڑنے سے زمین کے ٹکڑے ہوتے تھے۔ یہ مورچہ رواں دریا کی طرف سے قلعہ کے پاس گیا اور پھر قلعہ پر چاروں طرف سے حملہ ہوا اور قلعہ کی ایک دیوار گری جس میں سے محاصرین نے قلعہ کے اندر جانے کا ارادہ کیا مگر محصورین نے بھی ایسا مقابلہ کیا کہ سات محاصرین کو قتل کیا اور مورچہ رواں بھی توپوں سے آدھا اوڑا دیا۔ دوسرے دن صبحکو کاریگروں نے مورچہ رواں کی مرمت کی اور از سر نو حملہ کا ارادہ کیا جب اہل قلعہ نے دیکھا کہ بادشاہ کسی طرح قلعہ کو بغیر فتح کے نہیں چھوڑیگا تو اونہوں نے جان کی اماں مانگ کر اپنے تئیں حوالہ کر دیا۔ اور بادشاہ نے بھی رومی خاں کے کہنے سے اونکو جان کی اماں دیدی مگر موید بیگ دولدی نے دشمن کے تین سو گولہ اندازوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور جھوٹ موٹ کہدیا کہ یہ بادشاہ کے حکم کے موافق کام کیا ہے۔ رومی خاں نے بادشاہ سے اس عہد شکنی کی شکایت کی جس پر بادشاہ نے موید بیگ کو بڑی لعنت ملامت کی۔ بادشاہ نے رومی خاں سے پوچھا کہ یہ قلعہ کس امیر کو دیا جائے کہ یہاں وہ تیرے ساتھ کام کرے تو اوس نے کہا کہ ان امیروں میں سے تو کوئی اس قلعہ کے لایق میں نہیں دیکھتا۔ بادشاہ نے رومی خاں کو یہ قلعہ حوالہ کیا مگر اس کہنے سے امیر اُس سے ایسے ناراض ہوگئے کہ سب نے متفق ہوکر اوسکو وہ زہر کا پیالہ پلایا کہ جس سے پیمانہ عمر اس کا لبریز ہوا۔ اس محاصرہ کا حال جوہر نے واقعات ہمایونی میں اور طبقات اکبری اور اکبرنامہ اور تاریخ فرشتہ میں اور منتخبات اللباب خافی خاں میں ایسا مختلف لکھا ہے کہ اونمیں مطابقت کرنی دشوار ہے۔

بنگالہ میں شیر خاں اور بنارس میں ہمایوں

ہمایوں کو چنار کی تسخیر میں چھ مہینے لگے۔ شیر خاں کو یہ فرصت کا وقت خوب بنگالہ میں اپنے کام کرنے کے لئے مل گیا۔ اوس نے بنگالہ کو لے لیا اور گور کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ کبھی وہ خود اور کبھی اوس کا بیٹا جلال خاں اور کبھی اوس کا سپہ سالار خواص خاں لشکر سے کام لیتا ہمایوں چنار کو فتح کرکے بنارس میں آیا۔ یہاں اوس کو معلوم ہوا کہ گور کا محاصرہ کر رہا ہے اور کل مملکت پر قابض ہوگیا ہے اسلئے بادشاہ نے بنگال میں جاکر شیر خاں کی ترقی کو روکنا

چاہا وہ دریاے سون کے کنارہ پر پہونچا۔ جہاں اوسکو یہ معلوم ہوا کہ شیر خاں نے گور کو لے لیا۔

محمود شاہ شاہ بنگالہ کا ہمایوں پاس آنا

بہت مہینوں تک شہر گور کا محاصرہ رہا تو وہاں قحط پڑا۔ سید محمود شاہ بادشاہ گور نے دیکھا کہ اب شہر کے بچنے کی امید دشمنوں کے ہاتھ سے نہیں ہے تو ایک کشتی میں وہ سوار ہوکر حاجی پور میں آیا۔ اوس کا تعاقب شیر خاں کے لشکر نے کیا۔ اور اوس کے لشکر کو پریشان کردیا اور اوسکو خود بھی زخمی کیا تو محمود شاہ بادشاہ بنگالہ نے بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں استغاثہ کرنے کا قصد کیا۔ شیر خاں نے گور کو فتح کرکے ملک بنگال اور بہار کے بڑے حصہ پر قبضہ کرلیا سید محمود شاہ کے زخمی ہونے اور اوس کے ملک بنگال کے چھوڑنے نے بادشاہ کے ارادہ کو بنگالہ کی تسخیر پر اور زیادہ آمادہ کیا اور اوس نے اور زیادہ اوس پر توجہ کی کہ وہ زرخیز ملک بنگالہ پر شیر شاہ کی حکومت کو جمنے نہ دے اسلئے اوس نے قبل حسین ترکمان کو ایلچی بنا کے شیر شاہ پاس یہ فرمان دیکر بھیجا کہ چتر و تخت و خزانے ہمارے پاس بھیجدے اور بنگالہ اور رہتاس کو خالی کرکے ہمارے بندگان درگاہ کو سپرد کردے۔ اس کے عوض میں قلعہ چنار گڈھ اور جونپور یا کوئی اور جگہہ جو اُسکو اچھی معلوم ہو جاگیر میں لے لے۔ شیر خاں نے بادشاہ کے اس حکم کو قبول نہیں کیا۔ اور کہا کہ میں نے پانچ سال محنت کرکے بنگالہ کو اپنی تلوار کے زور سے لیا ہے اور اس میں اکثر میرے سپاہیوں نے جان دی ہے بھلا وہ میں کیسے دیسکتا ہوں۔ قبل حسین چند روز رہ کر واپس آیا اور اوس نے یہ کہا کہ شیر خاں نے بادشاہ کا حکم نہیں مانا اور وہ گور سے رہتاس اور کوہستانی ملک کو گیا ہے اور بے شمار دولت جو اوسکے ہاتھہ لگی تھی اپنے ساتھ لیگیا ہے کہ وہ اِن پہاڑوں میں اوسکو محفوظ رکھے۔

بادشاہ نے جون پور کو اور اوس کی حدود کو ہندو بیگ کو کہ اُمراء کبار میں سے تھا اور چنار گڈھ کو بیگ میرک کو عنایت کیا کہ وہ اِس طرف کے ملک میں انتظام کریں۔ اور خود اوس نے لشکر کو بحر و بر کی راہ سے جنبش دی۔ آرہ اور دیناپور کے درمیان ایک قصبہ مونیہ ہے جو گنگا اور سورن کے ملنے سے مقام سے قریب ہے وہاں سید محمود شاہ معزول بادشاہ بنگال جس کے زخم ہرے تھے بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اوس کو تسلی دی کہ میں

تیرا ملک تجھے جلد دلائے دیتا ہوں۔ جب بادشاہ پٹنے میں پہونچا تو دولت خواہوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ موسم باراں سر پر ہے اگر حضور بنگالہ پر حملہ کرنے کو اس موسم کے آخر ہونے تک موقوف رکھیں تو آئین ملک گیری میں جو روش فیروزی پانے کی ہے اوس کے موافق حصول مامول قریب تر ہوگا بنگال میں اس موسم میں سوار کو چلنا نہایت دشوار ہے اور سپاہ کا وہاں جانا ویران اور تباہ کرنا ہے لیکن والی بنگالہ کو اپنی اغراض پر نظر تھی اوس نے بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ بنگالہ میں شیر شاہ کے قدم قدم نہیں جمے ہیں اوسکے سر پر جلد چڑھنے سے اوس کا استیصال سہل ہوگا۔ وہاں سب طرح کا سامان رسد لشکر کے لئے موجود ہے بادشاہ نے اس ستم رسیدہ کی خاطرداری اور صلاح کی معقولیت پر خیال کرکے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ بادشاہ کو اس مہم کا شوق اس سبب سے بھی تھا کہ جیسا ایک بڑا ملک گجرات ہاتھ سے گیا ہے ایسا ہی دوسرا ملک ہاتھ آئیگا تو نقصان کا معاوضہ فائدہ سے ہو جائیگا۔

شیرخاں کی فوج اور بادشاہ کے لشکر کا شکست پانا

جب شیر خاں نے سنا کہ بادشاہ کا لشکر آتا ہے تو اوس نے یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ کی اس فوج عظیم سے اس سال نہ لڑے اور برسات میں اوس کو حیران کیجئے اسلئے وہ خود تو جھار کھنڈ کو چلا گیا کہ جب بادشاہ کا لشکر بنگالہ میں آئے تو خود اس راہ سے بہار میں جائے اور وہاں شورش اور فساد مچائے اور مال بنگالہ جو اس پاس ہے اوسکو کسی مامن میں پہونچائے اپنے بیٹے جلال خاں اور اپنے سپہ سالار خواص خاں کو گڈھی ترائی (تلے گولی) کے قریب مقرر کیا اور کہہ دیا کہ جب لشکر شاہی یہاں پاس آئے اور میں شیر پور میں پہونچوں تو تم ایلغار کرکے میرے پاس چلے آنا اور جنگ کے اقدام پر دلیری نہ کرنا۔ بادشاہ نے بھاگلپور سے ابراہیم بیگ چابوق اور جہانگیر قلی بیگ و بیرم بیگ و نہال بیگ و روشن بیگ و گرگ علی بیگ و بچکہ بہادر اور ایک جماعت کثیر پانچ چھ ہزار سپاہ کو روانہ کیا جب لشکر شاہی نواحی گڈھی پر میں پہنچا تو جلال خاں باپ کے حکم کے برخلاف فوج کو آراستہ کرکے لشکر شاہی پر چڑھ آیا۔ ابھی لشکر نے کمر بھی سیدھی نہیں کی تھی کہ اوس پر یہ آفت آئی اس سے نہ جنگ کا انتظام ہو سکا نہ ترتیب افواج قایم ہوئی۔ لشکر مخالف بہت تھا۔ یہاں سپاہ کا قصد جنگ نہ تھا۔

ہمایوں کا بنگال میں داخل ہونا اور گور میں ٹھہرنا

بیرام خاں نے چند مرتبہ لشکر اس طرح لڑایا کہ دشمن کے لشکر کا منہ پھیر دیا مگر فوج شاہی میں
بے ترتیبی ایسی تھی کہ اوسکو کمک نہ پہونچی اور حسب دلخواہ کام نہ بنا اور لشکر شاہی کو شکست
ہوئی اور علی خاں مہادتی و حید ربخشی اور بعض اور اعیان دولت والا پایہ شہید ہوئے جب
بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو خود اوس نے سرعت سے پٹنا تہہ نہنت کی راہ میں کھلکام میں کشتی جو
بادشاہ کی خاص سواری کی تھی ڈوب گئی۔ یہاں پادشاہ سے امرا شکست یافتہ آن ملے۔ لشکر
سفر کر رہا تھا کہ کئی گھنٹے بارش ہوئی۔ خیمے ڈیرے و سراپردے سب کھڑے تھے کہ بادشاہ
نے حاجی محمد بیگ کو بھیجا کہ گڈھی کی خبر لائے کہ جلال خاں کہاں ہے۔ حاجی محمد جاکر وہاں سے
خبر لایا کہ جلال خاں گڈھی میں ہے شیر خاں نے اوسے لکھا ہے کہ میں نے اپنا مال رہتاس میں
پہنچا دیا ہے تو جہار کھنڈ (جھرکھنڈ) کی راہ سے میرے پاس چلا آ جب بادشاہ بنگالہ پر مسلط ہوگا
تو جو تدبیر کرنی ہوگی وہ کی جائیگی جب جلال خاں کو شیر خاں کی رہتاس میں پہونچنے کی
خبر پہونچی تو وہ رات کو باپ پاس چلا گیا اور اوسکی خبر بادشاہ پاس پہونچی کہ اب گڈھی میں
جلال خاں نہیں ہے۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ سنگ راہ خود بخود کیوں اٹھ گیا۔ جس سے
بنگالہ کا راستہ صاف ہوگیا۔ یہ گڈھی بہار اور بنگالہ کے درمیان بنگالہ کا دروازہ گنا جاتا ہے
اسی لیئے جلال خاں نے پندرہ ہزار سپاہ سے روکا تھا کہ بادشاہ کو بنگالہ کے اندر نہ جانے دے
اور شیر خاں کو اتنی فرصت ملجائے کہ وہ بنگال کی غنیمت کو رہتاس میں لیجائے۔ جب رہتاس
شیر خاں نے لیلیا تو جلال خاں اوس پاس چلا گیا اور شیر خاں کو اپنے منصوبوں کے موافق
کھلے ہوئے ملکوں کے بندوبست کا موقعہ مل گیا۔ اب بادشاہ بنگال میں داخل ہوا اور گور پر
بغیر مقابلہ اور مقاتلہ کے اوس کا قبضہ ہوگیا۔ افغانوں کے ظلم سے ملک بنگالہ خراب خستہ و
پریشان حال ہوگیا تھا۔ گور میں ہر طرف مردے پڑے ہوئے تھے اور کوچے بازاروں میں
اونکی بدبو پھیل رہی تھی۔ بادشاہ کے یہاں آنے سے یہ تباہی اور لڑائی کی نشانیاں دور
ہوئیں۔ سارے صوبہ بنگال پر ایک سال میں ۹۴۵ھ میں بادشاہ کا بالکل قبضہ ہوگیا اوس
نے اپنے بھائی مرزا ہندال کو ترہت اور پرنیہ کو جاگیر میں دیا اور حکم دیا کہ وہ اپنی نئی جاگیر میں
جاکر لائق سامان بنگالہ کے اس طرف سے لائے۔

بادشاہ کو ملک بنگال کی شادابی و آب و ہوا ایسی خوش معلوم ہوئی کہ گور کا نام جنت آباد
رکھا اور یہاں جنت سکے عیش اوڑانے لگا ایک مہینہ تک بادشاہ کی صورت کسی نے نہیں دیکھی
محل میں خلوت میں پڑا رہا فراغت سے زندگی بسر کرتا رہا۔ اسلئے اِس وسیع ملک کا انتظام کیا
نہ رعیت کی خبرگیری کی۔ امرا نے بھی اپنے بادشاہ کی عیش اوڑانے میں تقلید کی۔ اب کوئی
لکھتا ہے کہ اس حال میں بادشاہ بنگالہ میں نو مہینے رہا۔ کوئی لکھتا ہے کہ وہ گور میں تین مہینے رہا
کوئی چھ مہینے لکھتا ہے۔ غرض خواہ کچھ ہی عرصہ ہو نہ اوس کو نہ اوسکے امرا کو حال کا فکر نہ آیندہ کا
تردد ہوا۔ اِس زمانہ میں مرزا ہندال نے اہل نفاق سے اتفاق کرکے اور باب فتنہ کے تباہ
اندیشوں کو دل میں جگہہ دیکے بادشاہ کی اجازت بغیر عین برسات کے موسم میں دارالخلافۃ آگرہ
کی راہ لی۔ یہاں چند روز میں آگیا۔ شورش و فساد برپا کیا اور خود شہریار بننے کا ارادہ کیا۔ ہرچند
بادشاہ نے اوسکو نصیحت نامے لکھے مگر وہ کچھ سودمند نہوئے اُسوقت بادشاہ پاس نہ کوئی نئی
کمک آئی نہ کوئی رسد پہونچی۔ پہلے جو خبریں کچھ آتی تھیں اب وہ بھی آنی بند ہوگئیں اگر ساری ملک
کی بربادی کی خبریں بادشاہ کے کان میں پہنچتیں تو وہ ضرور ہوشیار ہوکر تدابیر ملکی کرتا مگر جو
لوگ اسوقت اوس کے ساتھ تھے وہ ایسی متوحش خبروں کو اُس تک نہیں پہونچنے دیتے تھے
کہ اوسکے عیش کو تلخ کریں۔

مگر ایک خبر متوحش ایسی متواتر بادشاہ کے ہمراہیوں پاس پہنچی کہ وہ اوسکو کسی طرح چھپا ہی
نہیں سکتے تھے بادشاہ جن راہوں سے اِس ملک میں گیا تھا انہیں پر شیر خاں قابض نہیں ہوا
بلکہ کل ملک پر جس میں بادشاہ گیا تھا۔ وہ بادشاہ کے جانے کا راہوں میں سد راہ نہیں ہوا بادشاہ
کو جنوب سے بنگال میں اوس نے داخل ہونے دیا اور وہ پہاڑوں کی راہ سے دوسری طرف
سے بہار میں داخل ہوا۔ اور پہاڑوں کے شمال میں اوس نے اپنا لشکر پھیلا دیا جو اوس کے
زور کا مرکز تھا۔ وہ کل صوبے بہار کا مالک ہوگیا تھا اور اوس نے وہ تمام راہیں بند کردیں کہ جنسے
بادشاہ کو سپاہ کی کمک پہنچ سکے یا کوئی اُس پاس بنگال جا سکے۔ اِس طرح بادشاہ اپنی باقی
سلطنت سے بالکل علیحدہ ہوگیا نہ اوسکو اپنے ساتھ شریک کرسکتا اور نہ اوس کے ساتھ رسل
و رسائل رکھ سکتا۔ کوئی بادشاہ کی سپاہ اوس کی روکنے والی نہ تھی وہ گنگا پار اوترا بنارس کا

محاصرہ کیا اور تھوڑے دنوں میں اوس نے تسخیر کرلیا اور یہاں کے حاکم میر فضلی کو قتل کیا
وہاں سے جونپور گیا۔ یہاں ہندو بیگ کے مرنے کے بعد بابا بیگ جلائر کو بادشاہ نے حاکم
مقرر کیا تھا اوس نے اپنے مقام کو استحکام دیا تھا۔ یوسف بیگ پسر ابراہیم بیگ چابوق اودھ
سے اس ارادہ سے آتا تھا کہ بنگالہ میں بادشاہ پاس جائے وہ ہمیشہ اطراف وجوانب میں
قراولی بھیجا تھا اور نبرد اور پیکار کا طلبگار تھا۔ جلال خاں یہ خبر سنکر دو تین ہزار آدمیوں سے
ایلغار کرکے اوسکے پاس آپہنچا۔ یوسف بیگ لشکر کے سپاہی کو دیکھہ مستعد جنگ ہوا۔ ہر چند
ہمراہیوں نے سمجھایا کہ ہم تھوڑے ہیں اور مخالف بہت ہیں مگر اوس نے کچھہ نہ سنا اور لڑا اور
جون پور کی نواح میں مردانہ وار شربت شہادت پیا۔ مخالفوں نے دوسرے روز آن کر جونپور
کو گھیرا۔ بابا بیگ جلائر نے نگاہبانی میں داد مردانگی دکاردانی دی اور مرزاؤں اور امیروں
کو حقیقت احوال لکھا۔ اور بادشاہ پاس عرائض متواتر بھیجیں۔ میر فقیر علی دہلی سے دارالخلافہ
آگرہ میں آیا اور اوس نے مرزا ہندال کو نصائح ارجمند کرکے جمنا پار بھیجا اور محمد بخشی کو سمجھایا
کہ میرزا کی مدد کرکے جلد جون پور اوسکو پہنچا دے۔ میر فقیر علی آگرہ سے کالپی گیا اور یہاں
ناصر مرزا کو سمجھایا کہ وہ لشکر کو تیار کرے اور آگرہ کی مدد پر مرزا سے متفق ہو کر جلد جونپور روانہ
ہوں۔ اسی زمانہ میں خسرو بیگ گوکلتاش وحاجی محمد بابا قشقہ وزاہد بیگ ومیرزا نظر اور اور
جماعت امرا یہ سب اپنی ناہنجاری اور شورانگیزی کے سبب سے بنگالہ سے بھاگ کر قنوج میں
مرزا نورالدین محمد جہانگیر پاس آئے۔ اس مرزا نے ان امرا کے آنے کا حال مرزا ہندال کو لکھا
اور اون سے اُن کی استمالت کی استدعا کی۔ مرزا ہندال نے التطاف نامے اُن پاس اپنے
ایک معتمد محمد غازی تو غبائی کے ہاتھہ بھیجے اور یادگار ناصر مرزا اور میر فقیر علی کو بھی اُن امرا کے
نام لکھہ بھیجے۔ مرزا نورالدین جہانگیر پاس ابھی مرزا ہندال کا جواب نہیں آیا تھا کہ وہ کول میں جو
مرزا زاہد بیگ کے مواجب میں تھے آئے۔ مرزا ہندال کے فرستادہ کو جب کول میں اونکے
آنے کی خبر ہوئی تو یہاں وہ اُن پاس پہنچا۔ ان نمکحراموں نے صاف صاف کہدیا کہ اب ہم
بادشاہ کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اگر مرزا ہندال جیسا کہ ان کا خیال ہے اپنے نام کا خطبہ پڑھوا
دے تو ہم اوسکی ملازمت کرنے کو تیار ہیں اور نہیں تو ہم مرزا کامران پاس جاتے ہیں۔

دہاں ہماری کام روائی خوب ہوجائیگی ۔ محمد غازی توغبائی نے آنکر مرزا ہندال کو یہ پیغام مخفی پہنچایا اور کہا کہ دو کاموں میں سے ایک کام کرنا ناگزیر ہے کہ کیا اپنے نام کا خطبہ پڑہواسے اور ادن امرا کو بلوالکر اون پر نوازش فرمائیے یا کسی بہانہ سے اون کو بلا کر قید فرما لیجئے مرزا ہندال کو اپنے تئیں بادشاہ بنانے کا خیال ہمیشہ سے تھا اوس نے امرا کے پیغام کو غنیمات سے شمار کیا اور اونکو بلا کر لطف و کرم کے وعدہ کئے اور آپ بادشاہ بننے کا ارادہ مصمم کیا جب بادشاہ کو بنارس اور جون پور اور اوسکی حدود کے تفرقہ کا اور مرزا ہندال کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو شیخ بہلول کو بنگالہ سے رخصت کیا کہ وہ دار الخلافہ میں بہت جلد اپنے تئیں پہنچائے اور مفسدوں کو خستہ کر کے خیالات فاسدہ سے باز رکھے ۔ اور افغانوں کے استیصال کے لئے اون کو یکدل اور یکزبان بنائے ۔ شیخ صاحب ہندوستان کے اعیان مشائخ میں سے تھے اور بادشاہ اونکا معتقد تھا ۔ شیخ اسوقت آگرہ میں پہنچا کہ امرا نادرست اندیشی اور ناسود مند فکر کر کے مرزا ہندال کو بہکا کر بادشاہ بناتے تھے ۔ مرزا ہندال شیخ کے استقبال کو گیا ۔ شیخ نے دولت خواہانہ باتیں اوسکو سمجھائیں اور مرزا کو بادشاہ کی خدمت پر ثابت قدم کیا دوسرے روز محمد بخشی کو بلایا کہ لشکر کے لئے جو کچھ سامان چاہئے اوس کا سرانجام کر دے ۔ زرہ واشتر و اسپ و اسلحہ جنگ کا سامان کرے ۔ محمد بخشی نے یہ معذرت کی کہ خزانہ تو ہے نہیں کہ سپاہ کو دیا جائے مگر اسباب اور اجناس بہت ہیں سب حسب دلخواہ سرانجام کرتا ہوں اِس بات پر چار پانچ روز نہ گذرے تھے کہ مرزا نورالدین محمد قنوج سے ایلغار کر کے آیا اُسکے آنے سے اِس ارادہ میں کہ امرا نے ملکر کیا تھا بڑی تقویت ہوئی ۔ مرزا ہندال نے دوسرے دفعہ محمد غازی توغبائی کو امرا کے پاس بھیجا امرا نے جو پہلے کہا تھا وہی کہا اور اوس پر یہ اور اضافہ کیا کہ شیخ بہلول کو جو بادشاہ کا فرستادہ ہے اور ہمارے کاموں کی صلاح کو بگاڑتا ہے مرزا ہندال علانیہ قتل کرڈالے تاکہ ہم سب کو یقین ہوجائے کہ وہ بادشاہ سے یکسو ہوگیا اور اوس نے ہماری بات کو مان لیا تو ہم خاطر جمع سے اوسکی ملازمت کریں سفر اور لشکر کا سامان شیخ درست کرا رہا تھا کہ مرزا نورالدین محمد نے شیخ کو اوس کے گھر سے پکڑوا کر دریا کے پار ریت میں گردن اُڑوا دی اور مرزا ہندال کے نام کا خطبہ پڑہوا دیا اور آگے

کوچ کیا۔ ہرچند مرزا ہندال کی ما دلدار بیگم نے اور اور بیگموں نے سمجھایا کہ یہ تو کیا کرتا ہے گھر میں آگ لگاتا ہے مگر اصلا فائدہ نہوا ؎

یاد داشت نصیحت کساں در گوشم ۔ اما بادیکہ آتشم تیز کند

جب مرزا اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کے اپنی ماکے پاس گیا تو وہ ماتمی لباس پہنے ہوئے تھی مرزا نے ماسے کہا کہ ایسی شادمانی میں آپنے یہ ماتمی لباس کیوں پہنا ہے دوراندیش مانے کہا کہ تیرے ماتم میں یہ لباس پہنا ہے تو خردسال ہے فتنہ سازوں اور ناعاقبت اندیشوں کی باتوں میں آکر راہ صواب سے گمراہ ہوا ہے اور اپنے تئیں ہلاک کرنے پر کمر باندھی ہے۔ محمد بخشی نے آنکر کہا کہ آپ نے شیخ کو مارا اب میرے مارنے میں کیوں توقف کرتے ہیں۔ مرزا نے اوس کی استمالت کی اور ہمراہ لیا۔ میر فقیر علی اور یادگار ناصر مرزا اس ناگوار قضیہ کو سُنکر گوالیار کی راہ سے ایلغار کرکے دارالملک دہلی میں آئے اور شہر کے استحکام اور قلعہ داری کے اہتمام میں لگے۔ مرزا ہندال فیروزآباد کے نزدیک حمید پور میں تھا کہ اوسکو خبر لگی کہ یادگار ناصر مرزا اور فقیر علی نے دہلی کی جانب ایلغار کیا۔ مرزا اور امراء نے مشورہ کرکے دہلی پر متصرف ہونے کا ارادہ کیا۔ کوچ پر کوچ کرکے دہلی کا محاصرہ کیا۔ یادگار ناصر مرزا اور فقیر علی نے قلعہ داری پر کمر ہمت چست کی۔ مرزا کامران کو صورت واقعہ لکھکر التماس کی کہ فتنہ وفساد دور کرنے کے لئے دہلی تشریف لائے۔ مرزا کامران فورًا دہلی کی طرف دوڑا۔ جب وہ قصبہ سنپت میں آیا تو مرزا ہندال نے اپنا کام ناتمام چھوڑکر دارالخلافہ آگرہ میں مراجعت کی مرزا کامران جب دہلی کے قریب آیا تو اوس سے ملاقات کرنے میر فقیر علی گیا۔ یادگار ناصر مرزا بدستور سابق قلعہ کے استحکام میں مشغول رہا۔ میر فقیر علی نے مرزا کامران کو مقدمات ہوش افزا سمجھائے کہ دہلی میں یادگار ناصر مرزا ہے اگر اوس پر آپ حملہ کیجئے گا تو وہ ہمایوں کیطرف سے اوس کی حفاظت کریگا۔ اِس سے بہتر ہے کہ آپ مرزا ہندال کے پیچھے آگرہ کی طرف جائیے کہ وہ وہاں جمنے نہ پائے اور آگرہ پر تصرف کیجئے۔ جب آپ پاس آگرہ ہوگا تو دہلی خود بخود آپ کو ہاتھ لگ جائیگی ناصر مرزا اوس کے حوالہ کرنے میں کوئی حیلہ نہ کرے گا مرزا کامران اس طرح سمجھانے سے آگرہ روانہ ہوا۔ ناصر یادگار مرزا کو اپنے قلعہ داری

کے استحکام کے لئے فرصت ملی۔ مرزا کامران آگرہ کے قریب پہونچا تو مرزا ہندال سے دیکھا
کہ میں بھائی کی ٹکر کا نہیں ہوں تو وہ الور کو جو میوات کا دار الحکومت تھا پانچ ہزار سوار
لیکر چلا گیا۔ مرزا کامران آگرہ میں آیا تو اوس نے آغاچہ بیگم والدہ مرزا ہندال سے درخواست
کرکے مرزا ہندال کو آگرہ میں بلوایا وہ الور سے آیا دونوں بھائیوں میں ملاقات اچھی طرح
ہوئی اور امراء فتنہ انگیز کو بلا کر قصور معاف کیا اور مرزاؤں اور امیروں نے اتفاق کرکے
جمنا سے عبور کیا کہ شیر خاں کے فتنے کو دور کریں۔ مرزا کامران خود کوتاہ اندیش تھا اور امراء
جو بھاگے ہوئے اوسکے ہمراہ تھے وہ ایسے فتنہ پرداز تھے کہ اونہوں نے اوسکو ایسی
پٹیاں پڑھائیں کہ بھائیوں میں اور زیادہ نفاق بڑھا۔ اونہوں نے اوسکو یقین دلایا کہ شیر خاں
دشمن کو تباہ کرنا اور ہمایوں کو مصیبت سے بچانا اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنی ہے ہمایوں
کے سامنے ان کا چراغ نہیں روشن ہوگا۔ مگر جب اس کا چراغ گل ہو جائیگا تو پھر شیر خاں
سے سمجھنا کیا بڑی بات ہے۔ غرض کامران جو آہستہ آہستہ شیر خاں کی طرف کوچ کر رہا تھا۔
اوس کو اوس نے موقوف کیا اور یہ صلاح ٹھیری کہ اولٹے چلئے اور تمام ذخیروں اور اسباب
جنگ کو محفوظ رکھئے کہ لشکر اپنے گھر آرام سے پہونچ جائے اور نئی جنگ کا سامان اوس میں
موجود رہے اگر بادشاہ ہمایوں کو شیر خاں شکست دے تو اوس سے مقابلہ کے لئے ہم تیار
ہیں اور اگر شیر خاں کو شکست ہو تو بادشاہ سے ہم صلح ہوکر مصالحت جن شرایط پر چاہیں گے
ٹھیرالیں گے۔ غرض برسات کی ابتدا میں مرزا کامران اُلٹا آگرہ میں چلا آیا اور ہمایوں کو اپنے
حال پر چھوڑ دیا۔ بادشاہ اور اوسکے اولیائے دولت جن کو اس ملک میں جاگیریں ملی تھیں
عیش و عشرت کے سامان کے زیادہ کرنے میں مصروف تھے۔ غفلت کا دروازہ اون پر کھلا ہوا
تھا۔ ارکان سلطنت انتظام ملکی کی طرف کم مصروف تھے فتنہ خوابیدہ اپنی آنکھوں کو کھول
رہا تھا۔ ایسی خبریں کہ معتمد ہوں بادشاہ کے لشکر میں پہونچتی نہ تھیں۔ اگر بادشاہ کے کسی مقرب
کو بہت باتوں میں سے کوئی بات معلوم ہوتی تھی تو اوس کا مقدور نہ تھا کہ بادشاہ سے
کہتا۔ یہ خوف تھا کہ کسی چیز ناملایم سے بادشاہ کا عیش منغص نہو۔ مگر دولت خواہ حقیقی بھی
موجود تھے جن کی نظر اپنی غرض پر نہیں ہوتی بلکہ حق پر ہوتی ہے اونہوں نے سارا حال

بادشاہ کو سنایا۔ بادشاہ نے سنکر بنگالہ سے مراجعت کا ارادہ کیا۔ اگرچہ اسوقت برسات سے ساری زمین سیلاب ہو رہی تھی اور دریاؤں میں طوفان آرہا تھا مگر صلاح وقت اُسکی مقتضی ہوئی کہ مراجعت کیجیئے۔ ملک بنگالہ مرزا زاہد بیگ کو حوالہ کرنے کے لیئے کہا تو اوس نے کہا کہ بنگالہ کے سوا میرے مارنے کے لیئے کوئی اور جگہہ نہ تھی اس جواب پر بادشاہ بہت خفا ہوا۔ اور فرمایا کہ اِس مردک کو مارنا چاہیئے وہ مجلس سے اوٹھ کر باہر گیا۔ زاہد بیگ کی بیوی ہمایوں کی لاڈلی بیوی بیگہ بیگم کی بہن تھی گو اس بیگم نے بادشاہ سے ہر چند منت سماجت کی کہ بادشاہ اِس کا قصور معاف کردے مگر جب بادشاہ نے نہیں مانا تو زاہد بیگ بھاگ کر مرزا ہندال پاس چلا آیا اور اوس کو باغی بنایا۔ بادشاہ نے جہانگیر قلی کو بنگالہ حوالہ کیا اور لشکر اور بعض امرا اوسکے ماتحت مقرر کیئے۔

جب بادشاہ بنگالہ سے چلا تو اوس نے خانخانان لودی کو آگے بھیجا کہ وہ منگیر میں جبتک ٹھیرے کہ وہاں لشکر پہونچے۔ وہ منگیر میں آنکر مقیم ہوا۔ بادشاہ منگیر کو آتا تھا کہ اوس نے سُنا کہ شیر خاں کا سپہ سالار خواص خاں ایلغار کرکے منگیر میں آیا اور اوسکے دروازوں کو آگ سے جلا دیا اور خانخانان کو قید کرکے شیر خاں پاس بھجوا دیا۔ بادشاہ اِس خبر کے سننے سے متردد ہوا اِس سے ہمایوں کی اور خطرناک حالت ہوگئی۔ بنگال اور بہار کو جو آبنائے جُدا کرتے ہیں اُنسے گذرنا اور بھی مشکل تھا سپاہ کو کیچڑ پانی میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ بہت اسباب اوس کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ گھوڑے مرے جاتے تھے۔ سپاہ میں بیماری نے آفت مچا رکھی تھی ہمایوں نے مرزا عسکری کو بلایا جس کی سپاہ سارے لشکر میں کارگذار سمجھی جاتی تھی اوس سے بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے اِن آفتوں سے بچا۔ میں تجھے چار چیزیں دونگا۔ جو تو مانگے گا۔ مرزا عسکری نے امرا کو بلا کر پوچھا کہ بادشاہ نے یہ کہا ہے۔ اُس سے کونسی چار چیزیں مانگوں۔ امیروں نے کہا کہ آپ کونسی چیزیں اوس سے مانگنی چاہتے ہیں اوس نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ بادشاہ سے روپیہ و اجناس اور اسباب و قماش بنگالہ و چند پاترین و چند نفر خواجہ سرا مانگوں اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا عسکری کیسا کوتہ اندیش اور نفس پرور تھا۔ امرا نے یہ سنکر بڑا تعجب کیا تو مرزا نے اون کا تعجب دیکھہ کر کہا کہ اب تم بتاؤ کہ کیا مانگوں تو اونہوں نے کہا کہ یہہ

وقت شیر خاں سے مقابلہ و مجادلہ کرنے کا اور جانسپاری اور سپاہ گری کا ہے بادشاہ
سے بہادر سپاہی دلاور جانسپار دمردان کار اور سپاہ کی تنخواہ کے اضافے اور افسروں
کے لئے بڑے درجے مانگنے چاہئیں اور عرض کرنا چاہئے کہ حضور مجھے اس مہم کے سپرد
فرمائیں میں جانوں اور شیر خاں مرزا عسکری نے امرا کی رائے کو پسند کیا اور اسکو
بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ نے روپیہ بہت عنایت کیا اور چند امراء نامی کو اوسکی خدمتیں
بھیجدیا کہ شیر خاں سے لڑیں اور حکم دیا کہ مرزا عسکری چند منزل گڑھی سے آگے بڑھکر کھلگرام
میں میرے آنے تک قیام کرے اور شیر خاں کی جو خبر اسکو معلوم ہو اوس سے مجھے مطلع کرے
جب مرزا عسکری کھلگرام میں آیا تو معلوم ہوا کہ شیر خاں نے جون پور اور چنار کا محاصرہ کر رکھا
ہے اور قنوج تک ملک کو تسخیر کر لیا ہے اور ایسا مطلق العنان ہو گیا ہے کہ اپنے تئیں بادشاہ
شیر شاہ بنایا ہے اور اب وہ رہتاس میں سپاہ جمع کر رہا ہے۔ بادشاہ گنگا کے بائیں کنارہ
پر سفر کر کے منگیر میں آیا۔ یہاں مرزا عسکری سے جو پہلے چلا تھا ملا۔ محمد زماں مرزا نے تحقیق خبر
بادشاہ پاس بھیجی کہ شیر خاں دور نہیں ہے۔ وہ بادشاہ کے لشکر کی خبر ذرا ذرا مخفی دریافت
کرتا ہے۔ اگر بادشاہ گنگا کے کسی کنارہ پر چلا جاتا تو وہ اس راہ میں بہت سی سپاہ اپنی کمک
کے لئے جمع کر لیتا اور اوسکو راہ میں اسقدر خوف و خطر بھی پیش نہ آتے جیسے کہ اس شیخی
کے سبب سے پیش آئے کہ اوس نے کہا کہ شیر خاں یہ ڈینگ ماریگا کہ بادشاہ نے میرے
خوف سے سیدھی جنوبی راہ کو چھوڑ کر شمال کی راہ اختیار کی اسلئے اوس نے دائیں کنارہ کی
طرف عبور کرنے کا قصد کیا۔ بادشاہ کے بڑے بڑے لائق افسروں نے اسکو سمجھایا کہ لشکر
لڑنے کے لئے تیار نہیں ہے غنیم کی طرف منہ کرنا اور عرصہ قتال میں استعجال کرنا مصلحت سے
دور ہے۔ لشکر دور دراز کے سفر سے پاگل آیا ہے اور ماندہ ہو رہا ہے۔ اس پاس اسباب
جنگ موجود نہیں ہے مگر اسے کنارہ پر جون پور تک جانا چاہئے اور وہاں توقف کرنا چاہئے
جب تک کہ دہلی سے سامان جنگ و کمک آئے اور برسات ختم ہو جائے۔ موید بیگ نے
بادشاہ کی رائے کی تائید کی کہ اگر بادشاہ دریا پار نجائیگا تو شیر خاں اور شیر ہو جائیگا کہ بادشاہ
اوسکی لڑائی کے خوف سے نہیں اوترا۔ غرض بادشاہ نے کسی کا کہنا نمانا اور وہ پٹنہ سے گذرا

اور مونیہ میں جہاں سون اور گنگا ملتی ہیں پہونچا۔

اب تک دشمن گو دور نہ تھا مگر نظر سے غائب تھا۔ اب پیچھے پیچھے اِس کا لشکر نظر آنے لگا۔ بادشاہ نے لشکر کو لڑنے کی تیاری کا حکم دیا۔ سامنے کچھ افغانوں کا لشکر بھی آگیا تھا۔ لشکر نے کوچ کیا دوسرے روز تیر و تفنگ سے لشکروں میں چھیڑ چھاڑ ہوئی۔ دوسرے روز لشکر سفر کرنے کو تھا کہ خبر آئی کہ افغانوں نے اُس کشتی کو پکڑ لیا جس میں توپ کوہ شکن تھی اور وہ چنار کی فتح کے کام میں آئی تھی۔ سپاہ دریاے سون سے پار اُتری اور چوتھے روز مخالف سے کچھ چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی (چونسہ) میں پہونچی اِس مقام کے قریب دریاے کرم ناسا دریاے گنگ سے ملتا ہے۔

شیر خاں کے منصوبے

شیر خاں نے جب سُنا کہ مرزاؤں اور بادشاہ کے لشکر نے دار الخلافہ آگرہ کیطرف سفر شروع کیا تو وہ جونپور سے دست بردار ہو کر رہتاس کو چلا گیا۔ اور اوس نے یہہ منصوبہ کیا کہ اگر بادشاہ اِس سے لڑنے آئیگا تو وہ جنگ سے یکسو ہو کر راہ جھارکھنڈ سے جس سے آیا تھا پھر مراجعت کرکے بنگالہ کا قصد کریگا اور اگر بادشاہ دار الخلافہ کی طرف گیا تو عقب میں آن کر اوسکے اسباب اور رسد کے لوٹنے کا اور شبخون مارنے کا موقعہ ملیگا جب بادشاہ کا لشکر ترہت میں آیا تو شیر خاں کو بادشاہ کے لشکر کی کمی اور بے سرانجامی معلوم ہوئی تو وہ شیر ہو گیا۔ اور سپاہ تیار کرکے اوس نے پیشقدمی کی اور بادشاہی لشکر کے نزدیک نزدیک وہ اپنا قابو ڈھونڈھتا تھا اور کسی کی یہہ مجال نہ تھی کہ وہ غنیم کی نیرنگستانی سے واقف ہوتا۔

چونسہ کی لڑائی اور اوسکا انجام

بادشاہ کا لشکر پہر دن چڑھے چونسہ میں پہنچا ہے کہ مشرق کی جانب سے بہت سا گرد و غبار نظر آیا۔ بادشاہ نے اوس کی خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ شیر خاں کا لشکر بھاگا بھاگ چلا آتا ہے بادشاہ نے امرا سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے تو قاسم حسین خاں نے کہا کہ شیر خاں کا لشکر اٹھارہ اونیس کروہ کی منزل طے کرکے آیا ہے اوسکے گھوڑے تھکے تھکائے ہونگے اوسکی نسبت ہمارے گھوڑے تازہ دم ہیں اسلئے آج ہی حملہ کرنا چاہیئے آگے جو خدا کی مرضی

مصرعہ تا درمیان خواستہ کردگار چیست ٭ بادشاہ نے منظور کر لیا مگر موید بیگ نے

کہا کہ لڑائی میں اضطراب نہیں چاہیے تساہل چاہتا ہے۔ بادشاہ نے اِس رائے کو پسند کیا تو امراء اور سپاہ کا دل آزردہ ہوا۔ کرم ناسا کا پل بندھا اوس کے پار لشکر شاہی بغیر لڑے اُترا۔ راتوں رات شیر خاں نے اپنے تمام لشکر کے گرد خندقیں کھود لیں اور مورچے بنا لئے اب ہمایوں آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اس پاس سپاہ تھوڑی اور بے سامانی بہت بیماری اور خراب راہوں کی تکان سے سپاہ بہت ضعیف ہو گئی تھی۔ بہت سی بار برداری کے جانور مر گئے تھے۔ گھوڑوں کے مرنے سے سوار پیادے ہو گئے۔ دونو لشکروں کے قراولوں میں لڑائیاں ہوتیں جن میں بادشاہی لشکر کو غلبہ رہتا۔ اسی حال میں دونو لشکر دو مہینے تک پڑے رہے اس حالت میں۔ بادشاہ نے بھائیوں کو خط پر خط منت سماجت سے لکھے کہ اے برادران عزیز اسوقت شیر خاں بڑا زبردست مخالف ہے۔ ہم سب پر واجب ہے کہ متفق ہو کر اس شیر خاں کے پنجے سے ملک چھڑائیں۔ دیکھو باپ نے کیا جان کھپا کر یہ ملک لیا ہے اب ہماری نا اتفاقیوں سے وہ مفت ہاتھ سے جاتا ہے۔ خاندان کا نام و نشان مٹا جاتا ہے۔ اِس بلا سے نجات پاؤ اور پھر مرضی کے موافق ملک کو آپس میں بانٹ لو مگر ان کمبخت بھائیوں نے ایک نہ سنی۔ اُن کے آہنی دلوں میں ان نصایح کا نقش نہ جما۔ اور اُلٹے یہ سمجھے کہ ہماری فرمانروائی اور شاہی کا سدراہ ہمایوں ہی ہو رہا ہے۔ غرض یہ بھائی جو ایک اقلیم کو فتح کر سکتے تھے کوتاہ بینی سے ایسے دُوراندکار اندیشی رکھتے کہ اتفاق کی سعادت سے محروم رہے۔

چوسنہ میں بادشاہ دو ڈہائی مہینے گھرا پڑا رہا اور آفتیں جھیلتا رہا۔ شیر خاں نے اپنی سپاہ کے مورچے ایسی توپوں سے آراستہ کئے تھے کہ بادشاہ اِس کے لشکر کو کھلے میدان میں لڑنے کے لئے نہیں جا سکتا تھا اور نہ دشمن کے روبرو سے گنگا کے پار ہو سکتا تھا چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں جو بادشاہ کو فتحیابی ہوئی وہ کچھ کام نہ آئی وہ دشمنوں کے ملک میں پڑا ہوا تھا اور گنگا پار قنوج تک ملک کو افغان تاخت و تاراج کر رہے تھے بھائی جو ہر طرح کی مدد بادشاہ کی کر سکتے تھے اونکا حال اوپر بیان ہو چکا ہے اب ماہ محرم ۹۴۶ ۱۵۳۹ میں یہ ایک بلا آسمانی آئی کہ بارش کی شدت نے کمک اور رسد کی راہ بند کی۔ شیر خاں

سکے قلعہ کا ایک حصّہ بالکل پانی میں ڈوب گیا وہ بلند مقام پر اوپر تین چار کوس چلا گیا اور قلعہ میں سپاہ کا ایک حصّہ چھوڑ گیا۔ توپ خانہ اوس کا یہیں رہا لڑائیاں جاری رہیں۔

بادشاہ ایسا عاجز ہوا کہ اوس سے مصالحت میں اپنی مصلحت جانی اور ملا محمد پرغیز کو جو شیر خاں کو جانتا تھا اِس پاس بھیجا کہ صلح و آشتی کی گفتگو کرے اِس ایلچی نے جاکر یہ دیکھا کہ گرمی میں بنا بادشاہ شیر شاہ کدال ہاتھ میں لئے سپاہیوں کے ساتھ خندق کھود رہا ہے بادشاہ کے ایلچی کو دیکھکر اوس نے ہاتھ دہوئے اور زمین پر بیٹھ کر ایلچی سے باتیں کیں۔ ملا نے بادشاہ کا پیغام دیا تو شیر شاہ نے یہ جواب دیا کہ میری طرف سے ہمایوں سے کہو کہ وہ لڑنا چاہتا ہی مگر اُس کا لشکر لڑنا نہیں چاہتا۔ اور میں لڑنا نہیں چاہتا مگر میرا لشکر لڑنا چاہتا ہی مگر اوسنے اپنے مرشد شیخ خلیل کو جو حضرت شیخ فرید شکر گنج کی اولاد میں سے تھا ہمایوں پاس بھیجا کہ شرایط صلح ٹھہرائے۔

اِن دونو لشکروں میں ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور شرایط صلح پر مباحثہ ہوا جنگ ملتوی ہوئی۔ دونوں لشکروں میں دوستانہ ملاقاتیں ہوئیں۔ شیر خاں نے اِس عرصہ میں اپنے سپہ سالار خواص خاں کو کئی ہزار سوار دیکر چپکے چپکے بھیجا کہ وہ راجہ مہرٹہ کو دہمکائے۔ اِس راجہ نے بادشاہ کی مدد سواروں اور پیادوں سے کی تھی اور شیر شاہ کی سپاہ کی رسد لوٹی تھی۔ شیر خاں نے اِس راجہ کو سمجھایا تھا کہ اگر تو کسی طرف نہ بولیگا تو تجھے انعام دیا جائیگا اور اگر بادشاہ کی طرف بولے گا تو انتقام لیا جائیگا۔ راجہ نے خواص خاں کا مقابلہ کیا مگر اوس نے شکست پائی۔ خواص خاں نے اوس کا سر کاٹ کر شیر شاہ پاس بھیجدیا۔

صلح کا اِن شرایط پر فیصلہ ہوا۔ کہ کل ملک بنگال اور بہار میں جو اوس کی جاگیر تھی وہ شیر خاں کو دیجائے اور وہ ہمایوں کو اپنا بادشاہ مانے اور اپنے ملک میں اسکے نام کا خطبہ پڑہوائے۔ شیر خاں نے چنار کے لینے کے تکرار کی پادشاہ نے اِس شرط کو بھی گو اوسکو ناگوار تھی مان لیا مورخوں کا اِن شرایط کے باب میں اختلاف ہے۔ ابو الفضل نے تو فقط یہ لکھا ہے کہ شیر خاں نے روباہ بازی کرکے معتبر آدمیوں کو بادشاہ پاس صلح

کے لئے بھیجا۔ طبقات اکبری اور تاریخ بدایونی میں لکھا ہے کہ شرایط صلح یہ تھیں کہ ہمایوں سلامت اپنے گھر جائے۔ شیرخاں پاس بنگال گڈھی تک رہے اور اس بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑہا یا جائے۔ جوہر نے یہ شرط لکھی ہے کہ چنار شیرخاں کو دیا جائے گو بادشاہ کو یہ شرط ناگوار خاطر تھی مگر اوس نے مان لی۔ نصاب نامہ میں لکھا ہے کہ بنگال گڈھی تک شیرخاں کو دیجائے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ بنگال اور بہار شیرخاں کو دیا جائے اور شیرخاں کچھ خراج دیا کرے۔ اِن شرایط پر طرفین سے قسما قسمی ہو گئی۔ اِس عہد و پیمان کے بعد دونو لشکروں نے سفر کرنا شروع کیا۔ شیرشاہ نے کرمناسا پر پل بناکے اپنی عمدہ سپاہ دو تین منزل پر بنگال میں بھیجدی۔ ہمایوں نے اپنے مورچے اُکھیڑ ڈالے۔ لشکرگاہ میں لشکر پراگندہ پھرنے لگا اور اپنے اسباب کے باندھنے اور کھانے پینے کے سامان کرنے میں مصروف ہوا۔ اور گنگا کے کنارہ پر کشتیوں کا پُل بنانے لگا کہ اپنے گھر اُلٹا جائے۔ لشکر میں خوشی کے مارے چہل پہل ہو رہی تھی۔

جب شیرشاہ نے دیکھا کہ ہمایوں اور اوس کے سپہ سالاروں نے اپنا پہرہ چوکی موقوف کیا تو اوسکو یقین ہوا کہ یہی وہ وقت ہے جس کا میں منتظر رہتا تھا کہ اس میں بادشاہ پر حملہ کرنے سے اِن کا فیصلہ اور خاندان بابری کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اوسوقت شیرخاں نے جو عہد و پیمان قرآن اوٹھا کر کئے تھے اون کا کچھ خیال نہیں کیا یا یہ عہد و پیمان دراصل اسطرح ہوتے ہی نہ تھے اوس نے اپنی سپاہ کو پیچھے پیچھے جنبش دی۔ اوس نے اپنی سپاہ کے تین توپ (گروہ) بنائے۔ ایک اپنے پاس رکھا دوسرا اپنے بیٹے جلال خاں کو اور تیسرا اپنے سپہ سالار خواص خاں کو دیا۔ خواص خاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی سپاہ کو لیکر بادشاہ کے لشکر کے گرد چکر کرے اور دشمن کو دریا کی طرف چوکائے۔ کشتی ڈہونڈے جو دریا میں ہوں اونکو لے لے اور جو آدمی راہ میں اُس سے ملیں اونکو قتل کرے۔ باقی دو حصّے بالاتفاق بادشاہ کے لشکر پر مختلف مقامات پر حملہ کریں۔ کہتے ہیں کہ شیخ خلیل نے بادشاہ کو اطلاع دی تھی کہ وہ ہوشیار ہو جائے اُس پر حملہ ہونے کو ہے۔ خواص خاں بعد ظہر کی نماز کے قوی لشکر لیکر اوسکے لشکر پر حملہ کرنے کو ہے مگر بادشاہ نے اُسکی پروا نہ کی۔

ہمایوں کی شکست

محمد زماں خاں کا یہ کام تھا کہ رات کو لشکر کی حفاظت کرے مگر اُس نے بڑی غفلت کی لشکر کے عقب میں دریا کی طرف غل شور ہوا۔ تھوڑی دیر بعد تمام لشکرگاہ کی عورتیں اور بہیر بنگاہ کے آدمی پریشان ہوگئے۔ افغان لشکر میں گھس آتے اور جو سامنے آیا اُسے قتل کیا کچھ رحم نہیں کھایا۔ بہت سے سوتے ہوئے سپاہیوں کو مار کر ایسا سلایا کہ قیامت ہی کو اُٹھیں گے کوئی کہتا ہے کہ ہمایوں اُسوقت سوتا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ قرآن پڑھتا تھا۔ جب اوس نے یہ حال دیکھا تو فوج کی تیاری کا نقارہ بجوایا۔ تین سو سوار اوس کے پاس آئے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا ہی تہا کہ تردی بیگ۔ کوچ بیگ۔ بابا جلائر اوس سے آن ملے اونکو حکم دیا کہ حاجی بیگم کو جس طرح بنے لاؤ۔ اس حکم کی تعمیل میں اُنکی جان گئی۔ غرض جو وفادار نوکر بیگم صاحب کو لینے گیا وہ جان سے گیا۔ بہت سی جانیں گئیں مگر بیگم صاحب افغانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوئیں۔ شیر خاں نے اپنے خواجہ سراؤں اور مسلح سپاہیوں کو حکم دیا کہ بیگم کے خیمے پر پہرہ دیں اور کسی کو حرم سرا کے گرد نہ آنے دیں۔ افسروں اور مردہ سپاہیوں کی عورتیں اس مامن میں چلی آئیں جب ہمایوں اپنی سپاہ جمع کر رہا تہا۔ تو دشمنوں کے کچھ سپاہیوں نے ایک ہاتھی کو ہمایوں کے اوپر ریلا۔ ہمایوں نے اپنے ملازم سے نیزہ لیکر ہاتھی کے مستک پر ایسا مارا کہ وہ اوس کے اندر ایسا گھس گیا کہ پھر کھینچنے سے بھی نہ نکلا۔ بادشاہ نے نیزہ کو چھوڑ دیا ایک تیرانداز نے ہاتھی کے ہودہ پر سے بادشاہ کے بھی تیر ایسا مارا کہ بازو زخمی ہوا۔ زخمی ہو کر بادشاہ پھرا اور اوس نے اپنے پاس والوں کو پکارا کہ حملہ کرنے میں شریک ہوں مگر اونہوں نے کچھ نہ سُنا اور یہ کہا کہ دسترخوان اوٹھ گیا پھر کھانے کا انتظار کیوں کیا جاتا ہے۔ یہ وقت درنگ کی نہیں ہے بادشاہ نے تو لڑنے مرنے کا قصد کیا مگر امرا اوسکے گھوڑے کی باگ موڑ کر دریا کی طرف کشاں کشاں لے گئے ؎

چو بینی کہ یاراں نہ باشند یار ہزیمت ز میدان غنیمت شمار

جب بادشاہ پل پر آیا تو اوسے شکستہ پایا۔ توقف میں جان کا اندیشہ تھا اسلئے گھوڑے کو دریا میں ڈالدیا۔ مگر گھوڑا ران کے تلے سے نکل گیا۔ بادشاہ بھی ڈبکیاں کھانے لگا بادشاہ کا بہشتی مشک کے اندر ہوا بھر کر تیرتا جاتا تھا وہ بادشاہ کا خضر راہ بنا۔ اُس نے بادشاہ کو مشک پر بٹھاکر

دریا پار اوتار دیا۔ دریا پر اوتر کر بادشاہ نے سقہ سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے تو اوس نے کہا کہ نظام تو بادشاہ نے فرمایا کہ تو نظام اولیا ہے اور اوس سے وعدہ فرمایا کہ اگر میں بسلامت تخت سلطنت پر بیٹھوں گا تو دو پہر کی بادشاہی تجھکو دونگا۔ جب بادشاہ کی یہ نوبت ہوئی تو لشکر کا کیا ذکر ہے جس کے جدہر سینگ سمائے اودہر چلا گیا۔ بہت سے یوں ہی مارے گئے کچھ کیچڑ میں پھنس پھنس کر دنیا کی دلدل سے چھوٹے۔ کچھ دریا میں طعمۂ نہنگ اجل ہوئے۔ آٹھ ہزار سپاہی اور بڑے بڑے افسر بابر کے زمانے کے مرزا محمد زماں۔ مولانا محمد پیر علی۔ مولانا قاسم علی صدر اور مولانا جلال ٹھٹوی اور بہت سے اور امرا بحر فنا میں غرق ہوئے۔ یہ واقعہ ۹ صفر ۹۴۶ھ مطابق ۲۷ جون ۱۵۳۹ء کو آب گنگ پرگنہ چوسہ پر واقعہ ہوا۔

شیر شاہ نے بادشاہ کو یہ شکست کامل دی۔ لشکرگاہ پر سب طرف سے حملہ ہو گیا دریا پر پل توڑ دیا تھا۔ کشتیاں ادہر اودہر رواں تھیں۔ بندوقچی و نیزہ باز اون میں بیٹھے تھے انہوں نے جو پانی کے پاس آیا سب کو مار ڈالا۔ تمام خیمے۔ اسباب۔ توپخانہ۔ غلہ کا ذخیرہ۔ خزانہ جو کچھ باقی رہا تھا وہ سب شیر خاں کے ہاتھ آیا۔ اور بادشاہ کی ساری تاتاری فوج کام میں آگئی۔

دشمن کی سپاہ کو شیر شاہ بالکل تباہ کر کے اپنے شاہانہ خیمے میں گیا اور نہایت عجز و نیاز سے دوگانہ شکر الہی ادا کیا۔ ایک اپنے خواب کا ذکر کیا کہ میں اور ہمایوں دونوں آنحضرت کے روبرو پیش ہوئے تو آنحضرت نے ہمایوں سے سلطنت لیکر مجھے اس شرط سے دی کہ ہمیشہ عدل کرنا۔ شیر خاں نے پھر قیدی ملکہ کے پاس نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ پیغام بھیجا کہ جب ہمایوں آگرہ پہنچا تو آپ کو بخیر و عافیت آگرہ پہنچا دونگا۔ اِس وعدہ کو اوس نے ایمانداری سے پورا کیا۔ اور اوس نے حکم دیدیا کہ اہل حرم کو دشمن کی سپاہ تباہ شدہ کے بیوی بچوں کو وہی وظیفے ملیں جو اونکو پہلے سے ملتے تھے۔ وہ قیدی نہ سمجھے جائیں اور اونکی خوشی ہو تو اپنے گھر چلے جائیں۔ یہ کام شیر شاہ نے بڑی انسانیت اور مردمی کا کیا۔

گنگا کے بائیں کنارہ پر کچھ دنوں ہمایوں نے توقف کیا اور فوج کے آدمی جو ادہر اودہر پراگندہ ہو گئے تھے اونکو جمع کیا اور مرزا عسکری اور بعض اور امرا سے جو آگرہ کو جاتے تھے ملا مگر ابھی اوسکو دشمن کے ہاتھ سے فراغت نہیں ہوئی۔ وہ آگرہ آتا تھا کہ اوسکو خبر ملی کہ میر فرید

غور ایک افغان افسر اوس کے پیچھے چلا آتا ہے اور شاہ محمد افغان آگے راہ روکے ہوئے کھڑا ہے اِس خبر کو سن کر بادشاہ کے آدمی بڑے متردد ہوئے اور خوف کے مارے اونکے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اِس اڑے وقت میں راجہ پربھان ایک راجپوت راجہ معہ اپنی سپاہ کے بادشاہ کی امداد کو کھڑا ہوگیا اور عرض کیا کہ میں میر فرید غور کو جو پیچھے آتا ہے روکتا ہوں اور حضور اپنی تمام سپاہ سے شاہ محمد افغان پر جو سر راہ کھڑا ہے حملہ کرکے آگے چلے جائیے بادشاہ نے یہی کیا کہ وہ اپنی سپاہ کے ساتھ افغانوں کے اِس لشکر کے جو سامنے تھا مقابلہ میں آیا افغانوں کا لشکر اپنے مقام سے چلا گیا۔ بادشاہ کے لئے رستہ صاف ہوگیا۔ بادشاہ کالپی کی راہ سے آگرہ میں آیا۔

بنگال اور بہار پر شیر شاہ کا تسلط

شیر شاہ نے اپنی فتوح کے بڑہانے میں وقت نہیں کہویا۔ وہ بہت جلد بنگال میں لشکر لیکر گیا۔ اور اپنے بیٹے جلال خاں کو ساتھ لیتا گیا۔ اور جہانگیر قلی کو جسکو پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ بنگال میں بادشاہ چھوڑ آیا تھا حملہ کرکے متواتر شکستیں دیں اِس دلاور نے جب دیکھا کہ میں باوجود کوشش و کشش کے دشمن کے سامنے میدان جنگ میں نہیں ٹھیر سکتا تو زمینداروں کی پناہ میں چلا گیا اور وہاں دشمن سے سخت مقابلہ کیا مگر آخر کو وہ اور اوس کا لشکر مغلوب ہوا اور افغانوں کے لشکر کی کثرت نے اوسکو اور اوسکی تمام سپاہ کو فنا کیا فقط درویش مقصود بنگالی مشہور آدمیوں میں سے بچا۔ اب شیر شاہ نے اپنے منشیوں کو حکم دیا کہ اِس فتح کی مبارکباد کے خطوط احباب کو لکھے جائیں۔ اسپر امیروں نے عرض کیا کہ خطوط کیا لکھتے ہیں فرمان جاری فرمائیے اور اپنے نام کا خطبہ پڑہوائیے اور سکہ جاری کیجئے۔ شیر خاں نے اِس بات کو قبول کیا اور شیر شاہ اپنا خطاب رکھا۔ بالکل بادشاہ بن گیا۔ اب اِس کے بادشاہ ہونے میں کوئی کسر باقی نہ تھی۔

گنگا کے مغربی اضلاع پر قبضہ

چونسہ کی فتح عظیم کے اثر کچھ بنگال ہی پر مقصور نہ تھے بلکہ وہ ہر طرف پھیلے۔ بہار کا مطلق العنان مالک شیر شاہ ہوگیا۔ وہ گنگا کے پار جون پور کے محاصرہ کے لئے آیا اور اوسکو معہ اوسکی مضافات کے کچھ تھوڑے ہی مقابلہ سے تسخیر کر لیا اور اسی طرح گنگا کے مشرق میں قنوج تک ملک پر متسلط ہوگیا اور اِس فتح پر قناعت نہیں کی بلکہ دوآبہ میں بہت سے لشکر

کے ساتھ اپنے بیٹے قطب خاں کو بھیجا کہ وہ کالپی اور اٹاوہ کے شہروں کو فتح کرے اب ہمایوں کی وسیع سلطنت ایسی تنگ ہوگئی تھی کہ آگرہ اور دہلی کی فصیلوں کے اندر اوسکی حد رہ گئی تھی۔ اور ان شہروں کی رعایا بھی محفوظ نہ تھی۔

جب آگرہ میں ہمایوں معہ معدودے چند اور مرزا عسکری کے دوڑا دوڑ آیا تو مرزا کامران قدمبوسی سے سرافراز ہوا بادشاہ نے اوسے گلے لگایا۔ مرزا کامران اور اوسکی والدہ کی سفارش سے مرزا ہندال کا قصور بادشاہ نے معاف کیا وہ بھی شرمندہ سرافگندہ بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو کیوں باغی ہوا اور بادشاہ کی مدد سے رو گردان ہوا تو اوس نے شرمندہ ہوکر جواب دیا کہ میں خوردسال تھا امیروں کے بہکانے میں آگیا۔ میں اپنے گناہ کا قائل ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ آیندہ ایسے گناہ سے توبہ کرو۔ پھر بادشاہ نے فرمایا کہ گذشت آنچہ گذشت۔ اب شیر خاں کے دفع کی تدبیر کرنی چاہیے وہ گنگا پر قنوج تک قابض ہوگیا ہے تو مرزاؤں اور امیروں نے کہا کہ ابکی دفعہ بعنایت الٰہی و اقبال شاہی ہم ایسی دلاوری اور جاں سپاری کرینگے کہ دشمن کا نام نہیں چھوڑیں گے اس پر فاتحہ خیر پڑھی گئی۔

نظام سقہ کا دو پہر بادشاہ ہونا

اس اثنا میں پاک سرشت سقا نظام جو بادشاہ کے لئے آب حیات بنا تھا۔ جان و مال کو دعا دیتا ہوا تخت کے پایہ سے آن لگا۔ بادشاہ نے اس سقے کو دور سے دیکھا تو پہچان لیا اور اپنے وعدہ کو پورا کیا کہ دو پہر کے واسطے اوسکو تخت پر بٹھا دیا اور بعض احکام اور اوامر بادشاہی جس کی اوسکی ظرف میں گنجایش نہ تھی مستثنیٰ کرکے اوس کو حکمرانی کا اختیار دیا۔ اور اس اورنگ شاہی پر سقے نے جو حکم دیے وہ جاری ہوئے مشہور ہے کہ اوس نے مشکیں کتر وا کر چام کے دام چلائے۔ اون پر ملمع کرایا اور اپنا نام اور اپنی سلطنت کا سکہ اوس پر نقش کرایا۔ بادشاہ کی اس علو ہمت کو مرزا کامران دیکھ کر چیں بہ جبیں ہوا اور شکایت کی اوسکی خاطر آزار جو کو یہ بھی ایک بہانہ ہاتھ آیا۔

جب بھائیوں کا اجتماع ہوا تو ہمایوں ہر روز مجلس شوریٰ منعقد کرتا۔ بھائیوں کو بلاتا اور سب نشیب و فراز سمجھاتا اور کہتا کہ اگر خدانخواستہ شیر خاں قوی پنجہ ہوگیا تو ہم سب کا کہیں

کے ساتھ لپٹنے کے لئے جانا۔

پتا نہ لگیگا۔ بادشاہ ہر چند بھائیونکے زنگار نفاق کو صیقل مواعظ سے چھپاتا مگر کسی طرح وفاق جلا نہ پاتا اور مرزا کامران کی خاطر سے زلال نصایح سے غبار کدورت دہوتا مگر صفائی نہ پیدا ہوتی۔ بادشاہ نے سپاہ کے جمع کرنیمیں اہتمام کیا۔ بھائیوں اور عزیزونکی پریشان دلی دور کرنیمیں کوشش کی گو ظاہر میں بھائیونمیں کچھہ عرصہ تک اتفاق معلوم ہوا مگر اونکے باطن میں نفاق تھا۔ اس عرصہ میں سپاہ بھی جمع ہو گئی بہت سے امرا اپنی اپنی جاگیر سے سپاہ لیکر بادشاہ سے آن ملے ان میں محمد سلطان مرزا اور اوسکے بیٹے بھی تھے اونہوں نے دیکھا کہ افغان ایسے غالب دشمن ہوگئے ہیں کہ خاندان تیموری کی ایک شاخ تنہا اونکے ہاتھ سے نہیں بچ سکتی۔ اسلئے اونہوں نے اپنی تقصیر کو معاف کرایا اور اسکے ساتھہ شریک ہوئے اس طرح سے بادشاہ کی سپاہ تعداد میں زیادہ ہو گئی مگر استعداد میں کم تھی بھائیوں میں یوں تو بڑے بڑے مشورے ہوتے کہ تدبیریں کیا کیا کرلی چاہئیں مگر اس سبب سے دلوں میں نفاق تھا کچھہ کام ان سے نہ نکلتا۔ کامران نے ہمایوں سے درخواست باصرار کی کہ وہ آگرہ میں رہے اور یہ خدمت مجھے سپرد فرمائے کہ میں اوسکو بجا لاؤں میرے پاس بیس ہزار سپاہ پنجاب کی تازہ دم موجود ہے جو شیر شاہ سے خوب سمجھہ لے گی مگر بادشاہ نے فرمایا کہ افغانوں نے مجھے دغا سے شکست دی ہے مجھے اون سے انتقام لینا چاہئے۔ یہاں مرزا کامران کو بڑا توقف ہو گیا تھا وہ بادشاہ کے ساتھہ کسی بات میں متفق الرائے نہ تھا۔ اسکو لاہور جانے کی دھن لگی۔ اور اوس نے بادشاہ سے جانے کی باربار درخواست کی مگر اوسکی اور درخواستیں سوا اس درخواست کے بادشاہ منظور کرلیتا۔ بادشاہ سے مرزا کہتا کہ میرے پاس بہت ملک ہے وہاں کے انتظام کے لئے میری حاضری وہاں ضرور ہے غرض کئی مہینے تک بادشاہ سے یہی درخواست کرتا رہا مگر مطلب نہ حاصل ہوا۔ اب معلوم ہوا کہ بنگال کی فتح سے شیر شاہ نے فراغت پاکر ایک لشکر جرار جمع کیا ہے اور وہ ان بھائیوں پر حملہ کرنے آتا ہے۔

دکھلانے کے لئے بھائیوں میں اتفاق دشمن کے دفع کرنے کے لئے ہو گیا تھا مگر مرزا کامران دل سے اپنے بھائی کے تسلط و سطوت بڑھنے کا خواہاں نہ تھا اور اوسکو اپنے حق میں زہر سمجھتا تھا۔ اور شمال میں جانے کے لئے بے صبر تھا۔ اوس پر مرض نے سخت حملہ کیا۔ ہندوستان

کی آب وہوا اوسکو موافق نہ آئی دو تین مہینہ کے اندر اوسکو خفیف سا بخار آسنے لگا جس سے وہ ضعیف ہوگیا اور امراض متضاد میں مبتلا ہوا۔ علاج کا اثر اوس کے مرض پر نہ ہوا۔ تو ارباب غرض سنے یہ سمجھایا کہ بادشاہ کے کہنے سے یحیی سنے زہر دیدیا ہے۔ اول اوس سنے مرزا کلاں بیگ کو جو بابر کے زمانہ کا عمدہ سپہ سالار چغتائی تھا روانہ کیا۔ بادشاہ سنے مرزا کامران کو سمجھایا کہ اگر تجھکو توفیق میرے ہمراہ ہوسنے کی نہیں ہے تو اپنے آدمیوں کو میرے ساتھ کر۔ مرزا بادشاہ کی خواہش کے برعکس اس اندیشہ میں ہوا کہ بادشاہ کے آدمیوں کو بدراہ کرکے اپنے ہمراہ لے جاسئے۔ مرزا حیدر دوغلات بن محمد حسین گورکان کو کہ خالہ زاد بھائی بابر کا تھا۔ اور مرزا کامران کے ساتھ آکر دار الخلافت آگرہ میں بادشاہ کی خدمت سے مشرف و ممتاز ہوا تھا اوسکو اپنے ساتھ مرزا کامران سنے لیجانا چاہا تو اوس سنے بادشاہ سے رخصت چاہی۔ بادشاہ سنے فرمایا۔ کہ اگر نسبت خویشی پر خیال ہے تو طرفین سے وہ برابر ہے اگر ارادت و اخلاص مندی کا خیال ہے تو وہ ہمارے ساتھ توسنے زیادہ ظاہر کی ہے۔ اور اگر ناموس و مردانگی کی تلاش ہے تو ہمارے ہمراہ ہونا چاہیئے کہ ہم دشمن سے لڑنے جاتے ہیں۔ مرزا کامران اپنی بیماری کے سبب سے تجھکو ساتھ لیجانا چاہتا ہے۔ تو تو طبیب اور دارو شناس نہیں ہے کہ ساتھ جاتا ہے مرزا جو لاہور کو مامن تصور کرتا ہے یہ خیال اوس کا فاسد ہے۔ اب یہ یورش جو ہم کرتے ہیں دو حال سے خالی نہیں اگر ہمکو فتح ہوئی تو پھر تمہارا کیا منہ ہوگا جو ہمارے روبرو آؤگے شرمندگی کے مارے جینا مرنے سے بدتر ہوگا اگر عیاذاً باللہ اوسکے خلاف حال ہوا تو تمہاری کیا مجال ہے جو لاہور میں رہ سکو جس سنے مرزا کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اس ہنگامہ جنگ میں لاہور میں رہنا بیخوف و خطر ہے اوس کے دماغ میں خلل ہے یا وہ خائن ہے کہ حق کو چھپاتا ہے اور خوشامد کرتا ہے مرزا حیدر پر کامران کو بڑا اعتبار تھا جسوقت وہ قندہار فتح کرنے گیا تھا تو اوسکو اپنی جگہہ لاہور میں مقرر کر گیا تھا۔ اسلیئے مرزا نے اوسے سمجھایا کہ تو میرے ساتھ چل اور اوسکو یاد دلایا کہ جب تو جلاوطن ہوکر آیا تھا تو میں سنے تجھے اپنے دربار میں ہمیشہ بھائیوں کی طرح رکھا اور سب سے زیادہ تجھکو معتبر سمجھا اور اپنے معاملات عظیم تیرے سپرد کئے ہیں ایسی حالت میں کہ تو بھی دشمن کو دھمکا رہا ہو اور میں بیمار ہوں تجھے یہاں چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ اگر ساتھ نجائیگا تو ناحق شناس

ٹھیرے گا۔ غرض دونوں بھائیوں نے حیدر مرزا کو فہمایش کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کے دلوں میں کیا تھا۔ مرزا حیدر نے بادشاہ کے سمجھانے سے اپنے جانے کے ارادہ کو فسخ کیا۔ حیدر مرزا کی یہ راے تھی کہ مرزا کامران کے جانے ہی سے خاندان چغتائی کا زوال آیا۔ مرزا کامران پاس فوج بہت تھی اوس نے تین ہزار آدمی بہ سرداری عبداللہ مغل مرزا حیدر کے ہمراہ کر دیئے مگر خود اوسکو توفیق خدمت نہوئی۔ مرزا کامران کے جانے سے بادشاہ کی دوستوں کو مضرت و شکست اور دشمنوں کو منفعت و قوت ہوئی۔ اِس عرصہ میں شیر خاں گنگا پار اوترا اور اپنے چھوٹے بیٹے قطب خاں کو دوآبہ میں بھیجا کہ کالپی اور اٹاوہ پر حملہ کرے کہ وہ دار السلطنت کے قریب ہیں۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے یادگار ناصر مرزا و قاسم حسین خاں اوزبک جو اِس حدود میں جاگیردار تھے اور اسکندر سلطان کو جو مرزا کامران کی جانب سے سرکار کالپی کے بعض محال کا اہتمام رکھتا تھا۔ حکم دیا کہ وہ اِس سے لڑنے جائیں۔ اونہوں نے بادشاہ کے کہنے پر عمل کیا اور دونوں لشکر و نمیں ایک جنگ عظیم ہوئی اور دشمن کو شکست ہوئی اور قطب خان اِس لڑائی میں میدان جنگ میں مارا گیا جس کا سر کاٹ کے آگرہ میں بادشاہ پاس بھیجا گیا۔ اِن فتحمند سپہ سالاروں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ وہ خود لڑنے کے لئے چلے۔ چنانچہ وہ آگرہ سے گنگا کی طرف شیر شاہ سے لڑنے گیا۔ ذیقعدہ ۹۴۶ھ میں ہمایوں آگرہ میں باغ زرفشاں میں خیمہ زن تھا۔ بادشاہ کی شکستوں کا اور بھائیوں کی نااتفاقی کا اثر سارے لشکر میں پھیلا ہوا تھا۔ اعلیٰ درجہ کے امیر اور خصوصًا چغتائی سب دلوں میں ناراض تھے۔ سپاہ میں نئی بھرتی کے سپاہی تھے۔ جنہوں نے کبھی لڑائی کا میدان نہیں دیکھا تھا۔ جو سپاہ تجربہ کار دلیر شجاع تھی۔ اس کا بڑا حصہ بنگال کی مہم میں کام آچکا تھا۔ لشکر میں تمام ناتوانی اور بے مہری پھیل رہی تھی۔ نہ افسروں میں گرمجوشی تھی نہ سپاہ میں مستعدی۔ جب بادشاہ بھوجپور میں آیا تو شیر شاہ لشکر لیکر دریا کے اِس طرف ہو بیٹھا کہ بادشاہ کو اوترنے نہ دے۔ بادشاہ نے تھوڑے دنوں میں بھوجپور کے گھاٹ پر پل باندھا اور عبور کرنے کا ارادہ کیا کہ ڈیڑھ سو جوانان یکہ تاز بے زین کے گھوڑوں پر بیٹھکر دریا میں تیرکر پار گئے اور بہت دشمنوں کو مارکر مراجعت کی۔ پل کے قریب آئے تو افغانوں نے پل کو اِس طرح توڑ ڈالا کہ ایک ہاتھی جسکا نام گردباز تھا اور

وہ شیر شاہ کو جنگ چوسہ میں ہاتھہ لگا تھا اوسکو پل توڑنے کے لیے کھڑا کر دیا۔ اوس نے پل کے پایوں کو ڈہا دیا۔ بادشاہ کے لشکر نے ایک توپ اوسکے ایسی لگائی کہ فیل کے پانوں بھی ٹوٹ گئے۔ اور لشکر کا زور بھی پل پر کم ہوگیا اور جو جوان پار اُتر گئے وہ سلامت چلے آئے۔ اب صلاح یہ ہوئی کہ دریا کے کنارے کنارے قنوج کو سفر کیجئے۔ یہ کوچ آہستہ آہستہ ہوتا تھا کہ مخالفوں کی طرف سے کشتیاں نمودار ہوئیں کہ وہ بادشاہ کے لشکر کے سد راہ ہوں۔ بادشاہی لشکر نے ایک توپ ایسی ماری کہ مخالفوں کی سب سے بڑی کشتی شکستہ ہوکر زیر و زبر ہوگئی اب ہم آگے حال تاریخ رشیدی سے مختصر کرکے لکھتے ہیں اوسکو زیادہ معتبر اس سبب سے گنتے ہیں کہ مصنف اس کا حیدر مرزا جس کا حال اوپر بیان ہوا اوس میں خود شریک تھا۔ جب سب بھائی جمع ہوئے تو امور حادثہ میں صلاح و مشورہ ہونے لگا اور گفت و شنید بہت طول کے ساتھہ ہوئی مگر کوئی مقصود کے لئے مفید نہوئی بلکہ کوئی بات ایسی پیش نہوئی جو اس موقع کے لئے مناسب تھی عقلا نے کہا ہے کہ جب روز تیرہ آتا ہے تو عقل کو خیرہ کرتا ہے۔ مرزا کامران کو واپس جانے کی دھن لگی ہوئی تھی۔ بادشاہ مرزا کامران کی سب درخواستوں کو قبول کرتا۔ مگر واپس جانے کی اجازت نہ دیتا۔ غرض سات مہینے اس حیص بیص میں گذرے کہ شیر شاہ گنگ کے کنارے پر جنگ کے ارادہ سے آموجود ہوا ؎

مرگ آمدہ و نشستہ در پیش ۔۔ تو در پے این و آن فتادہ
در غفلت و قلت و تجارب ۔۔ مثل تو کسے ندیدہ سادہ

اس حال میں مرزا کامران امراض متضادہ میں مبتلا ہوا۔ ہندوستان کی آب و ہوا سے اُسکو طرح طرح کے امراض عارض ہوئے جب امراض کا امتداد دو تین مہینے رہا تو پانوں حرکت نہیں کرسکتے تھے اور ضعف کے سبب سے ایسا دُبلا ہوگیا تھا کہ بدن کی رگیں جا بجا ہو تو اُس کی گن لو۔ پوست و استخوان باقی رہا۔ مگر حکیم ابو البقا نے اوس کے علاج میں ید بیضا دکھلایا۔ مرزا کامران نے اشتداد مرض کی وجہ سے لاہور جانے کا عزم مصمم کیا۔ اوس کا یہاں سے جانا شیر خاں کا اقبال اور چغتائیوں کا ادبار تھا۔ بادشاہ نے ہرچند سعی کی کہ وہ اپنے آدمی کمک کے لئے یہاں چھوڑ جائے۔ مگر مرزا کامران نے اوس کے خلاف کوشش کی کہ آگرہ کے تمام آدمیوں کو اپنے

ہمراہ لے جاتے چہ جائیکہ اپنے لشکر کو یہاں چھوڑ جاتے۔ میر خواجہ کلاں جو اوسکی عقل تھا وہ بھی واپس جانے میں بجہ ہوا۔ مرزا نے اس امیر کو اپنے سے پہلے روانہ کیا اور خود بھی اُسکے پیچھے روانہ ہوا۔ اِس اثنا میں شیر خاں دریاے گنگ کے کنارہ پر آیا۔ اور اوس کا لشکر دریا سے اُترا قطب خاں اُس کا بیٹا اِٹاوہ اور کالپی کے پاس آیا۔ یہ حدود اقطاع میں تھیں۔ قاسم حسین سلطان کے جو سلاطین اوزبک میں سے ایک تھا اور یادگار ناصر مرزا کے جو بابر بادشاہ کے بھائی سلطان ناصر مرزا کا بیٹا تھا کالپی کا ایک حصہ مرزا کامراں کے بھی اقطاع میں اوسکے انتظام کے واسطے اپنی طرف سے اوس نے اسکندر سلطان کو بھیجا تھا۔ یہ سب ملکر قطب خاں کے مقابل گئے اور اوسکو مار ڈالا اور خوب فتح اور مردانہ کام کیا۔ بادشاہ آگرہ سے گنگا کی طرف شیر خاں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ کامراں مرزا نے اپنے آیندہ تمام و کمال کاموں کو مجھے (حیدر مرزا) کو تفویض کر کے کہا کہ تو میرے ساتھ لاہور چل تو کاشغر سے ابناے جنس کی ناساز گاری سے چلا آیا۔ وہاں تو نے دیکھ لیا کہ تمام عمر خدمتگزاری کرنے سے کیا حاصل ہوا میں نے تجھے اپنے برادر سے بہتر سمجھ کر اپنے تمام کلیات امور سپرد کئے اگر مجھ سے کوئی تقصیر ہوئی تو کہہ میں اوس کا تدارک کروں اب اِس حال میں کہ ممالک پر دشمن غالب ہے اور میں مرض میں مبتلا ہوں برادرانہ دست شفقت مجھ پر پھیر کر ان دونوں مہلکوں سے خلاص دیکر لاہور پہنچا دے۔ مجھے اوس نے القاب میں (دوست گزیدہ بہتر از برادر) لکھا۔ یہ القاب اوس نے کسی اور عزیز کو نہیں لکھے تھے۔ اب بادشاہ مجھے یہ سمجھاتا تھا کہ مرزا کامراں جو اشتداد مرض کی وجہ سے اپنے ساتھ تجھے لیجانا چاہتا ہے تو کوئی طبیب نہیں ہے کہ اوس کے مرض کی دوا کرے گا جس کے سبب سے تیرا جانا ضرور ہو اگر قرابت کے سبب سے جاتا ہو تو تیرا رشتہ مجھ سے اور کامراں سے برابر ہے۔ میں جو کہتا ہوں تو انصاف سے ملاحظہ کر کہ بابر شاہ کے تمام فرزندوں کا اور کل ہندوستان کا کاروبار اِس لڑائی پر موقوف ہے کہ مجھ میں اور شیر خاں میں ہوتی ہے۔ تیرا کامراں کے ساتھ لاہور کو جانا دو باتوں پر محمول ہوگا۔ اوّل یہ مرزا کامراں کا بہانہ بناکے خود اپنی جان بچا کر سلامت لیگیا۔ دوم یہ کہ تو بابر بادشاہ کا خالہ زاد ہے سب کے ساتھ خویشی برابر رکھتا ہے اِسلئے تجھے لوگ کہیں گے کہ ایسے غموں کے ہجوم میں کسی کے ساتھ غمخوار نہ

نہیں ہوا اور خود لاہور سلامت چلا گیا اور وہاں سے کسی اور مامن میں گیا۔ کیا یہ بات دوستی اور خویشی میں سزاوار ہے تو اس مصاف میں مجھے اکیلا چھوڑتا ہے۔ وہ دمان بابری کی دولت خواہی اس لڑائی میں تجھ پر لازم ہے۔ مرزا کامراں کا مرض ایک بہانہ ہے۔ حالانکہ اگر اس لڑائی میں شکست ہوئی تو لاہور بطریق اولی ویران ہوگا اور شیر خاں کی تہ تیغ ہوگا۔ میں نے بھی مصلحت جانا کہ مرزا کامراں کی بغیر اجازت کے میں بادشاہ پاس رہوں۔ کامراں مرزا نے اسکندر سلطان کو تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ کمک کے لئے چھوڑا اور جتنے آدمی وہ یہاں سے لے جا سکا اپنے ہمراہ لیکر لاہور کو روانہ ہوا۔ جس کے سبب سے اُس نے اپنے دشمن کو قوی کیا دوستوں کو شکست دی۔ بہر حال لشکر شاہی دریا گنگ کے کنارہ پر پہنچا۔ ایک مہینے کے قریب گنگا کے ایک طرف بادشاہ کا لشکر اور دوسری طرف شیر خاں کا لشکر ایکدوسرے کے مقابل پڑے رہے۔ ان لشکروں میں دو لاکھ سے زیادہ آدمی ہونگے۔ ہندوستانمیں بابر بادشاہ کی خدمت میں محمد سلطان مرزا آیا تھا وہ خراسان کے بادشاہ سلطان حسین مرزا کا نواسہ تھا۔ بابر بادشاہ نے الطاف شاہانہ طرح طرح سے اوس پر کئے تھے۔ اسکے بعد ہمایوں بادشاہ سے اوس نے بار بار بغاوت کی جس سے اوس کا مطلب کچھہ نہ حاصل ہوا۔ وہ بادشاہ کے روبرو آیا اور تقصیرات معاف کرائیں۔ بادشاہ نے معاف کردیں تعجب یہ ہے کہ یہ احمق جو بھاگ گئے تھے وہ شیر خاں پاس نہیں جاتے تھے کہ اوس سے عنایت کی توقع رکھتے وہ یہہ کہتے تھے کہ لشکر میں ہوا گرم ہے ہمکو جانے دو اور اپنے مقاموں میں آرام کرنے دو۔ مرزا کامراں کا لشکر جو بطور کمک کے یہاں رہ گیا تھا اُس میں اکثر آدمی لاہور کو بھاگ گئے۔ اب تمام اسباب جو بادشاہ کی ملازمت تھا سات سو گردوں تھے جن میں سے ہر ایک کو بیلوں کی چار جوڑیاں کھینچتی تھیں اور ہر گردوں میں ایک ضرب زن تھا کہ جس میں سے پانچسو مثقال کا گولہ چھوٹتا تھا۔

اِن دنوں میں بار بار میں نے دیکھا کہ یہ ضرب زن بلندی پر سے جو سوار کچھہ کچھہ دکھائی دیتے ہوتے جاتے تھے۔ اُن پر بے خطا نشانہ مارتے تھے اور اکیس گردون ایسے تھے کہ اونکو بیلوں کی آٹھہ جوڑیاں کھینچتی تھیں اُن سے پتھروں کے گولے نہیں مارے جاتے تھے بلکہ

ہفت جوش (گلی ہوئی پیتل وغیرہ) کا گولہ چھوڑا جاتا تھا جس کا وزن پانچہزار مثقال اور جسکی قیمت دو سو مثقال نقرہ ہوتی تھی۔ وہ اس چیز پر نشانہ لگاتے تھے جو ایک فرسخ سے نظر آتی تھی جب لشکر نے بھاگنا شروع کیا تو اس خوف سے بغیر لڑائی کے لشکر ویران نہو جائے یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ جنگ کی جائے۔ اگر لڑائی ہر بھی جائیگی تو خلق یہ مطعون تو نہیں کریگی کہ ہندوستان جیسے ملک کو بغیر ہاتھ ہلائے ہاتھہ سے دیدیا اور یہ فائدہ بھی سمجھہ میں آیا کہ اگر دریا پار چلے جائیں گے تو سپاہ پھر نہیں بھاگ سکیگی۔ ان وجوہ سے دریا سے لشکر پار اترا۔ دونوں طرف کے لشکروں نے اپنے گرد خندقیں بنائیں۔ ہر روز طرفین کی اوباش اور بے پاس آدمیوں میں لڑائیاں ہوتیں۔ اس حال میں برسات کا مینہ ایسا برسا کہ بادشاہ کا سارا لشکرگاہ پانی میں ڈوب گیا۔ اسلئے یہاں سے کوچ کرنا لازم ہوا۔ اہل الرائے کہتے تھے کہ اگر ایک اور ایسا مینہ برسا تو سیلاب کے امواج کا تلاطم تمام لشکر کو گرداب اضطراب میں سرگرداں کریگا۔ تجویز ہوئی کہ کسی ایسی اونچی جگہہ پر لشکر کا مقام ہو کہ وہاں برسات کا سیلاب اثر نہ کرے اور مخالف سے مقابلہ بخوبی ہو سکے میں ایسے مقام کی تلاش میں گیا اور ایک مقام اس کام کے لئے تجویز کیا کہ وہاں لشکر کوچ کرکے جائے۔ میں نے عرض کیا کہ کوچ کے وقت مصاف خلاف عقل ہے اسلئے کوچ کے وقت مقابلہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ دشمن کی توجہ کو ہٹا کر اسکو امتحان میں یوں لانا چاہئے کہ کل روز عاشورہ ہے ہم اپنے لشکر کو خوب ضبط کریں و ربط دیں اور آگے نہ بڑہیں دشمنوں کو دیکھیں کہ اگر وہ خندق سے باہر آتے ہیں اور ہم سے جنگ میں پیشقدمی کرتے ہیں تو آخر کو ہمارے اور دشمن کے درمیان ایک مصاف و جنگ ہوگی مناسب تدبیر یہ ہے کہ ہم دیگوں (توپوں) اور ضرب زنوں کو مقابلہ میں رکھیں اور تفنگچیوں کو کہ قریب پانچہزار کے ہیں توپوں پر مقرر کریں۔ اگر دشمن ہم پلہ حملہ کیلئے باہر آتے تو کوئی محل اور وقت اس سے زیادہ بہتر مصاف کے لئے نہیں ہوگا اگر دشمن خندق سے باہر نہ آیا تو دوپہر تک ہم صف کش رہیں اور پھر اپنے مقام میں آجائیں اور پھر دوسرے دن بھی وہی کام کریں جو پہلے دن کیا تھا۔ یوں نئے مقام میں اپنا اسباب جنگ لیجائیں اور اوس کے بعد ہم خود کوچ کرکے وہاں چلے جائیں۔ یہ رائے سب کو پسند آئی۔

۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو اسی ارادہ سے ہم سوار اور صف آرا ہوئے۔ بلکہ یہ صفیں اون سے دل کی طرح متزلزل اور ناراست تھیں۔ یہ ٹھیری کہ گردوں اور دیگ اور پتیلیاں بیچ میں ہیں توپوں کا اہتمام محمد خاں رومی اور اوستاد علی قلی خاں کے بیٹوں اور اوستاد احمد رومی اور حسن خلیفہ کو سپرد ہوا۔ اونھوں نے گردونوں اور ضرب زنوں کو اونکے مناسب مقاموں پر نصب کیا۔ اور قانون مقررہ کے موافق اُن میں زنجیرہ کھینچا۔ یعنی زنجیریں اونکے درمیان ڈالدیں باقی سپاہ میں امیر اسم بےمسمی تھے۔ بڑی بڑی جاگیریں اور خزانے رکھتے تھے مگر اُن میں رلے درویت و ہمت و غیرت و شجاعت ذرا نہ تھی۔ امیر وہی حقیقت میں ہوتا ہے جس میں یہ صفات ہوں۔ بادشاہ نے مجھے اپنے بائیں پہلو کی طرف اس طرح مقرر کیا تھا کہ دایاں پہلو میرا بادشاہ کے بائیں پہلو سے ملا ہوا تھا اس مقام پر اپنی منتخب فوج کو کھڑا کیا بائیں طرف میرے تمام ملازم کھڑے تھے۔ میں نے چار سو آدمی انتخاب کئے تھے وہ سب تجربہ کار اور جنگ پرورده تھے سب تپچاق کے گھوڑوں پر سوار اور جلیبہ پوش تھے۔ میرے اور جوبیار کے درمیان ۲۲ امیر تھے جنکے عَلَم توغ تھے۔ ایسے ہی جرانغار کے دوسری طرف پر یہی قیاس کرنا چاہئے جب مصاف میں شیر خاں اپنی سپاہ کو توپ میں مرتب کرکے لایا تو امراء عظام نے ان ستائیس توغوں کو اس وہم سے پنہاں کردیا تھا کہ کہیں دشمن اون کو دیکھکر ہمیں پر نہ پل پڑیں پس اونکی اس حرکت سے اونکی شجاعت اور دلاوری پر قیاس کرلینا چاہئے۔

شیر خاں نے اس سپاہ کے پانچ جوق کئے تھے اور ہر جوق میں ایک ہزار آدمی تھے تین ہزار آدمی اوس کے آگے بڑھے میں نے تخمینہ کیا تھا کہ شیر خاں کی سپاہ میں پندرہ ہزار سے کم اور چغتائی لشکر میں چالیس ہزار آدمی ہونگے۔ بادشاہی لشکر میں سب تپچاق سوار اور جلیبہ پوش تھے وہ دریا کی طرح اوج موج کر رہے تھے مگر اونکے امراء کا حال وہی تھا جو اوپر میں نے بیان کیا۔ جب شیر خاں کی سپاہ خندق سے باہر آئی تو اوس کے دو جوق جو کثرت میں اور تمام جوقوں سے ممتاز تھے وہ خندق کے آگے کھڑے ہوئے اور تین جوق اوس کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئے بادشاہ کی طرف سے بھی میں نے قول کو حرکت دی اور اوس جگہہ پر لیگیا جو میں نے اوس کے کھڑے رہنے کے لئے انتخاب کی تھی مگر جب ہم وہاں پہونچے تو

وہاں قیام کرنا میسر نہوا۔ اسلئے کہ لشکر چغتائی کے ہر امیر و وزیر اور غنی سے فقیر تک غلام تھے امیر جنکے اوصاف اوپر بیان کئے ہیں انمیں جب امیر پاس سو نوکر تھے تو اوس کے نوکروںکے پاس پانچسو غلام ہونگے۔ یہ غلام لڑائی کے دن نہ اپنے آقا کی کچھ مدد کرتے ہیں اور نہ خود اپنے اختیار میں ہوتے ہیں۔ جہاں لڑائی تھی وہاں ان غلاموں پر انکے مالکوں کا بس کچھ نہیں چلتا تھا جب اونکے سر پر اُن کا خواجہ نہیں رہتا تو وہ شتر بے مہار بنجاتے ہیں یا اوس شکاری پرندکی طرح ہوجاتے ہیں کہ جس کے سر پر سے ٹوپی اُٹھ جاتے اور وہ جدہر چاہے اُڑجاوے۔ وہ جدہر چاہتے تھے خوف زدہ ہوکر بھاگنے کے لئے دھکا پیل کرتے تھے جس کے سبب سے ہم کو اپنی جگہہ پر قایم رہنا ممکن نہ تھا۔ قول کو دشمن نے عقب سے دباکر گردونوں کے زنجیرہ سے باہر کردیا پھر تو یہ حال ہوا کہ یہ اوس پر اور وہ اس پر گرنے لگا اور اس آیت کے معنی سمجھہ میں آنے لگے دکت الارض دکا دکا۔ ایسے ہی غلام جو آدمیوں کے پیچھے تھے وہ اپنے آگے کے آدمیوں کو آگے ہکاتے تھے۔ کئی جگہہ سے زنجیرہ ٹوٹ گیا اور جو آدمی زنجیرہ کے پاس تھے وہ اس سے باہر نکل گئے اور جو باہر نہ نکل سکے وہ اندر ہی درماندہ ہوگئے تمام صفوف ابتر اور پریشان ہوگئے۔ یہ تو اس قول کا حال ہوا جو مرکز میں تھا۔ دائیں طرف شیر خاں صف آرا ہوکر حملہ آور ہوا۔ جب صف پاس وہ جاتا پہلے اس سے کہ ایک تیر وہ پھینکے اس طرح وہ تیر ونکے آگے جاتے تھے جیسے کہ صرصر میں گھاس۔ یہ سب اپنی صفوں کو توڑکر قول میں پہنچیں غلام جنکو اونکے افسروں نے پیچھے سے بلاکر آگے کرنا چاہا تھا وہ یکبارگی عقب سے ایسے بھاگے کہ وہ گردونوں کے پاس پہونچے جن میں سے کچھہ گردونوں سے نکل گئے اور کچھہ اونکے پیچھے رہے۔ اور صفیں ایسی درہم برہم ہوگئیں کہ امیر نوکر سے جدا اور نوکر امیر سے جدا ہوگیا اور اس حال میں بائیں طرف کی سپاہ بھاگ کر قول میں آئی۔ پہلے اس سے کہ ایک تیر غنیم کی جانب چلتے وہ متفرق ہوگئے اور یکبارگی ہزیمت ہوگئی۔ لشکر چغتائی جس کا تخمینہ میں نے چالیس ہزار کیا تھا شیر خاں کے دس ہزار لشکر سے بھاگا بغیر اس کے کہ دوست دشمن سے کوئی ایک زخمی ہوا۔ شیر خاں کو ظفر اور چغتائیوں کو شکست ہوگئی ایک دیگ سے نہ گولہ چھوٹا نہ ایک ضرب زن ہی تپی لگی کہ سارے گردون بیکار او معطل ہوگئے۔

جہاں سے چغتائی بھاگے ہیں وہاں سے دریائے گنگ تک ایک فرسنگ کا فاصلہ تھا۔ سب امیر اور بہادر جن میں سے ایک بھی زخمی نہیں ہوا تھا جان بچانے کے لیے دریا کی طرف بھاگے دشمن نے تعاقب کیا اسلیے چغتائیوں کو اتنی فرصت بھی نہ لینے دی کہ وہ اپنے زرہ بکتر ہتھیاروں کو تو اتارتے وہ دریا میں جا پڑے اور اپنے ہی ہتھیاروں کے بوجھ سے ڈوب گئے دریا کا پاٹ پانچ تیر پرتاپ کا ہوگا۔ بڑے بڑے نامی امیر بہادر نامرد دریائے نامرادی میں ڈوبے جو بچے اونکا جہاں جی چاہا چلے گئے۔ جب ہم دریا سے نکلے ہیں تو وہ بادشاہ جس کے کارخانوں میں دوپہر سے پہلے سترہ ہزار شاگرد پیشہ کام کرتے تھے وہ ننگے سر ننگے پاؤں ایک گھوڑے پر سوار تھا جو اوسکو تردی بیگ نے مستعار دیا تھا بقا بقائے خداست و ملک ملک خدا۔ بادشاہ کے سات ہزار آدمی تھے جن میں سے ساٹھ آدمی دریا میں سے زندہ نکلے باقی سب غرق آب عدم ہوئے۔ اس سے کل آدمیوں کی جانوں کا قیاس کر لو۔

یہ حال تو مرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں چشم دید لکھا ہے۔ مگر ابو الفضل نے اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ مرزا ہندال کے روبرو شیر خاں کے لشکر میں سے جلال خاں و سرمست خاں اور تمام نیازی افغان آئے اور یادگار ناصر مرزا اور قاسم حسین خان کے مواجہ میں مبارز خاں و بہادر خاں و رائے حسین جلوانی اور جماعہ کررانی آئے اور مرزا عسکری کے سامنے خواص خاں و برمزید اور ایک اور جماعت آئی۔ مرزا ہندال اور جلال خاں کے درمیان اوّل لڑائی ہوئی اور عجیب چپقلشیں ہوئیں۔ جلال خاں گھوڑے سے گرا جرانغار شاہی نے اپنے غنیم کے قول پر حملہ کیا جب شیر خاں نے یہ دیکھا تو بہت سا لشکر لیکر اوس پر چڑھ گیا اور خواص خاں اور اوسکے ہمراہیوں نے بھی مرزا عسکری پر حملہ کیا۔ جو ہیں حملہ ہوا تو اکثر امرا بھاگ گئے اور ذرا کارزار میں ہاتھ نہ ہلایا بادشاہ خود دو دفعہ لشکر مخالف پر چڑھ کر گیا اور اوس کے دو نیزے شکستہ ہوئے۔ گو قانون نہیں ہے کہ بادشاہ خود مرتکب جنگ ہو لیکن وقت نبرد آزمائی میں جو دست جلادت حدت شجاعت کب بادشاہ کو روک سکتی تھی اور قانون پر عمل کرنے دیتی تھی۔ مگر افسوس کہ ہزاروں نے برادری کا حق نہ ادا کیا۔ جنگ میں امیر ثابت قدم نہ رہے اور بادشاہ پر اس صدمے کے پڑنے کو اونھوں نے روا رکھا۔ یہ لشکر کثیر جو نفاق سے پر اور اخلاص سے خالی تھا۔ بادشاہ کے ساتھ تھا اوسکے

شکست پانے سے بادشاہ کو ایسی غیرت آئی کہ اِن دشمنان دوست نما کی ساتھ مدارا کرنے سے اور نفاق کے ساتھ اُن سے موافقت رکھنے سے اور حریفان کج باز کے ساتھ نرد ردّ و بدل کھیلنے سے منزل فنا میں جانے کو بہتر سمجھا۔ اور اپنے نفس نفیس سے اوس نے اسطور سے حملہ کیا کہ جس سے اوس کا ارادہ ظاہر ہو گیا۔ مگر بعض دولت خواہ اوسکے سامنے گڑگڑاے اور اوسکے گھوڑے کی باگ کو موڑ لائے۔ بادشاہ دریا کے کنارے پر متردد تھا کہ کیا کروں کہ اتنے میں اپنے ایک بوڑھے ہاتھی پر اوسکی نظر جا پڑی۔ فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی لا۔ وہ ہاتھی لایا۔ بادشاہ اُس پر بیٹھا۔ اُس میں ایک خواجہ سرا کافور نامی بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے فیلبان سے کہا کہ ہاتھی کو دریا میں ڈال تو اوس نے کہا کہ دریا میں ہاتھی ڈوب جائیگا۔ خواجہ سرا نے چپکے سے سُنکر بادشاہ کے کان میں کہا کہ کہیں یہ نمک حرام حضور کو دشمنوں میں جا کر نہ پھنسا دے۔ بہتر ہے کہ اس موذی کا سر اڑا دیجئے میں ہاتھی ہانک لونگا مجھے ہکانا آتا ہے۔ بادشاہ نے فیلبان کا تلوار سے سر اڑا کر نیچے پھینک دیا۔ خواجہ سرا فیلبان بنا اور بادشاہ کو دریا کے کنارہ پر لاکر اوتار دیا اتفاق سے یہاں کراڑہ بلند تھا۔ اوسپر بادشاہ کا چڑہنا دشوار تھا۔ وہاں چند مغل اوپر بیٹھے تھے اونہوں نے پگڑیوں کے سروں کو ملاکر اور بٹ کر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک سرا دیکر اوپر کھینچ لیا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑکر اوپر چڑہا دیا۔ بادشاہ نے جب نام اوس کا پوچھا تو شمس الدین محمد اپنا نام اور غزنی اپنا وطن بتلایا اور کہا کہ مرزا کامراں کا نوکر ہوں۔ اِس اثناء میں مقدم بیگ نے جو اعیان مرزا کامراں میں سے تھا بادشاہ کو پہچانا اور اپنے گھوڑے کو پیشکش کیا۔ بادشاہ نے اِن آدمیوں کے ساتھ سلوک شاہانہ کیا۔ یہ واقعہ ۱۰ محرم ۹۴۷ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۵۴۰ء کو ہوا۔

اب ہمایوں آگرہ کی طرف چلا۔ اثناء راہ میں مرزا عسکری اور مرزا ہندال اور اور مرزا بھی مل گئے۔ بچی کھچی رہی سہی فوج بھی اکٹھی ہو گئی جب بھنگاپور شاہد (بھوگانوں) میں پہنچے تو اِس قصبہ کے آدمیوں نے بادشاہی آدمیوں کے ساتھ خرید و فروخت بند کر دی اور یہ ناہنجاری اختیار کی کہ جو بادشاہ کا آدمی اونکے ہاتھ پڑ جاتا تو اوسکی جان لینے کا قصد کرتے۔ جب بادشاہ کو یہ حقیقت معلوم ہوئی تو مرزا عسکری و یادگار ناصر مرزا و مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ اِن سرکشوں کی فہمایش و تادیب کریں تیس ہزار کے قریب یہ گنوار پیادہ و سوار جمع ہو گئے تھے۔ جب حکم شاہی ان مرزاؤں پاس پہنچا تو مرزا

عسکری سنے جانے سے انکار کیا۔ یادگار ناصر مرزا سنے اسکو دو چار قمچیاں لگا کر کہا کہ تمہاری نا اتفاقی سے یہ حال تو ہو گیا ہے اسپر متنبہ نہیں ہوتے۔ یادگار ناصر مرزا اور مرزا ہندال سنے فرمانبرداری کی کہ ان گنواروں پر چڑھ کر گئے اور جنگ عظیم ہوئی اور گنواروں کی جماعت کثیر قتل ہوئی۔ اونکو تنبیہ کرکے مرزاؤں سنے مراجعت کی اور مرزا عسکری کہ شکایت ناک تھا معاتب ہوا۔ اِس قمچی بازی کی حکایت جوہر سنے اپنی تاریخ ہمایوں میں یہ لکھی ہے کہ اتفاقاً یادگار ناصر مرزا کے تیر لگا۔ اوس سنے مرزا عسکری سے کہا کہ آپ ذرا اِن گنواروں کی طرف متوجہ ہوجئے تاکہ میں اپنے زخم کو باندھ لوں۔ مرزا کو اس کا یہ کہنا ایسا ناگوار ہوا کہ اوس سنے ناصر یادگار مرزا کو بے نقط سنائیں اوس کے جواب میں گالیاں سنیں تو غصہ میں آنکر ناصر یادگار کے تین قمچیاں یا چابک مارے۔ یہ قمچیاں کھاکے ناصر یادگار سنے بھی مرزا عسکری کے پاؤں میں چند قمچیاں لگائیں۔ جب ہمایوں کو خبر ہوئی تو اوس سنے کہا کہ بہتر ہوتا کہ یہ چابک آپس میں لگانے کی جگہہ چوردں پر وہ لگاتے۔

یہاں سے بادشاہ ایلغار کرکے آگرہ میں آیا۔ اطراف ممالک کو درہم برہم پایا ہر طرف فتنہ برپا دیکھا۔ بادشاہ دوسرے دن صبحکو قدوۃ الاکابر مرزا رفیع کے مکان میں آیا۔ میر صاحب سادات صفوی میں سے تھے اور عقل و علم میں کمال رکھتے تھے۔ بادشاہ اونکی برابر کسی کی تعظیم نہیں کرتا تھا اون سے مشورت کرنے کے بعد آخر الامر یہ راے قرار پائی کہ پنجاب کی جانب کوچ کیا جاتے اگر مرزا کامران کو عقل داوری اور سعادت یاوری کرے تو وہ تلافی اور تدارک کے درپے ہوکر بادشاہ کی خدمت کرے جس سے البتہ رخنہ فتنہ و فساد بند ہو جائیگا۔ مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ وہ قلعہ کے اندر جاتے وہاں سے بادشاہ کی ماہنوں اور اور اہل و عیال اور قدمتگاروں کو لاتے اور خزانہ اور جواہر جتنا لاسکے سے آتے۔ خود بادشاہ سیکری میں آیا۔ راہ میں مرزا ہندال بھی معہ اہل و عیال ملگیا۔ سیکری میں چند روز بادشاہ بابر کے باغ میں رہا تھا کہ ایک دن صبحکو وہ سیکری کی طرف سے ایک تیر اوسکی بغل میں آنکر پڑا۔ میرزا حیدر اور ایک افسر تیر انداز کی تلاش میں نکلے تو وہ بھی زخمی ہوکر واپس آئے۔ بادشاہ سنے جانا کہ یہاں دال میں کچھہ کالا کالا ہے وہ دہلی کی طرف چلا۔ وہ نہایت خستہ حال ہو رہا تھا۔ چند امیر اوس کے ساتھ تھے۔ اُن میں ایک میر فقیر تھا جب وہ اوس سے آگے چلنے لگا تو بادشاہ سنے اوسکو غصہ سے بلایا اور کہا کہ تیرے ہی کہنے سے

بادشاہ کا آگرہ میں آنا

بادشاہ کا سیکری سے طرف دہلی کے جانا

میں گنگا پار اُترا تھا۔ اچھا ہوتا کہ تو وہیں مرگیا ہوتا کہ آج ہم سے جدا ہو کر نہ چلتا۔ فقیر علی اولٹا آیا اور اثناء راہ میں وہ ۲۰ صفر ۹۴۷ھ کو دنیا سے صفر کر گیا۔

اب بادشاہ کو صفر میں فکر سے نجات ملی اول منزل میں وہ بھوجپور میں پہونچا تھا کہ مرزا عسکری سے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ میر فرید گور (بر مزید) جو شیر شاہ نے بادشاہ کی تلاش میں بھیجا تھا وہ جلد نزدیک آنے والا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے جریدہ کوچ فرمایئے پیچھے آدمی آن رہیں گے۔ اس کی صلاح کے موافق بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ لشکر میں غل و شور پڑا ہر شخص حیران تھا کہ میں کیا کروں۔ ایک دوسرے کا دستگیر نہوتا۔ بیٹا باپ کی اور باپ بیٹے کی خبر نہ لیتا۔ ہر ایک شخص جو مال قیمتی اس پاس تھا اوسے چھپا کر چنپت بنا۔ اب اس مصیبت پر باران رحمت الٰہی نے اور ایسی زحمت پہنچائی کہ خدا کسی دشمن کو نہ دکھائے جب بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو ایسا مضطر اور بیدل پایا تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ روک کر کھڑا ہوا اور اس نے فرمایا کہ روم۔ شام۔ عراق اور ہر جانب کے آدمی جو ہماری سپاہ میں تھے اُن میں سے کچھ جنگ چوسہ میں کچھ جنگ قنوج میں مارے گئے۔ اب جو باقی ہیں وہ یوں ہلاک ہوتے ہیں میں اپنے مرنے پر راضی ہوں مگر مجھ سے یہ اپنے آدمیوں کی مصیبت نہیں دیکھی جاتی ایسا مضطر اور بیدل نہ ہونا چاہیئے تحمل کے ساتھ ایک طرح چلنا چاہیئے۔ اوس نے فوج کے تین حصے کئے دست راست کی سپاہ مرزا ہندال کو اور دست چپ کی سپاہ یادگار ناصر مرزا کو اور عقب کی سپاہ اور امیروں کی دی اور حکم سنا دیا کہ جو بادشاہ کے آگے جائیگا وہ سزا پائیگا اور اوس کا گھر لُٹ جائیگا۔ جو تُند بہادر نے ایک مغل کا گھوڑا چھین لیا تھا۔ اوسکو حکم ہوا کہ گھوڑا واپس دے تو اوس نے نہ مانا بادشاہ نے اوس کا سر اوڑا دیا اس سیاست سے آئندہ انتظام ہو گیا۔ بادشاہ اس طرح سے ۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو دہلی پہنچا۔ یہاں قاسم حسین سلطان اوزبک اور بعض امیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہندال اور عسکری نے اپنی جاگیروں پر جانے کے لئے رخصت لی۔ ایک الور گیا۔ دوسرا سنبھل، ۲ محرم کو اس شہر سے بھی سفر کیا ۲۳ صفر کو رہتک پہنچا۔ یہاں مرزا ہندال بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسرے روز بادشاہ نے قیام کیا۔ اہل قلعہ نے جو شہر کا دروازہ بند کیا تھا اونکو تنبیہ کی دس بارہ کردہ کی منزلیں روز بادشاہ طے کرتا ہوا ۱۷ صفر کو سرہند میں

(سہرند) میں پہنچا۔ مرزا ہندال کو بادشاہ نے یہیں چھوڑا اور خود ستلج کے کنارے پر ماچیواڑہ میں پہونچا۔ دریا چڑھا ہوا تھا مگر وہ اس سے پار اوتر گیا۔ شیر شاہ بھی دہلی آگیا۔ ان دونوں بادشاہوں میں پچاس کروہ کا فاصلہ تھا۔ بادشاہ اور مرزا ہندال جالندہر میں آئے۔ شیر شاہ کی سپاہ سرہند میں آئی۔ بادشاہ خود لاہور روانہ ہوا اور مرزا ہندال کو جالندہر میں چھوڑا اور مظفر بیگ ترکمان کو اوس کی اعانت کے لئے بھیجا۔ مظفر بیاس کے مغربی کنارہ پر کندوال میں تھا کہ شیر شاہ کی سپاہ بھی کنارہ پر سامنے آئی۔ جب بادشاہ لاہور میں قریب سرائے دولت خان کے پہنچا تو خواجہ دولت کے باغ میں اترا مرزا ہندال باغ خواجہ غازی میں اترا پھر سنبھل سے مرزا عسکری بھی آگیا وہ امیر ولی بیگ کے گھر میں اترا اور ان دنوں شمس الدین محمد نجومی جو بادشاہ کے ساتھ قنوج کی لڑائی میں تھا وہ بھی آگیا۔ غرہ ربیع الاول ۹۴۷ھ کو لاہور میں سب بھائی اور امراو گرامی اور اونکے ملازم جمع ہوئے باوجودیکہ ان عزیزوں کو تنبیہات آسمانی ہوئی تھیں مگر کوئی صداقت پر کمربستہ ہوتا تھا اب بھائیوں میں اتفاق کا ہونا اور دلوں کا صاف ہونا ایک خواب وخیال تھا۔ بادشاہ کے پاس آنکر بہت دفعہ مجلسیں جمیں اور آنہیں صلاحیں اور اتفاق اور یکجہتی پر عہد و پیمان ہوئے اور اکابر و معارف مثل خواجہ خاوند محمد ولی جو سب کے پیر و مرشد تھے اور میر ابوالبقا کو اعلم العلما تھے گواہ ہوئے اور سب مرزاؤں اور اعیان دولت واکابر نے جمع ہوکر اتفاق و یکجہتی کا عہدنامہ لکھا اور اوپر سب نے مہریں کردیں جب یہ محضر عہد و پیمان تیار ہوگیا تو اب نصایح شروع ہوئیں۔ بادشاہ نے سمجھایا کہ بھائیوں دیکھو کہ باپ نے کس محنت وجانفشانی سے یہ وسیع سلطنت ہندوستان حاصل کی۔ اگر وہ ہماری نااتفاقی سے ہاتھ سے جاتی رہیگی تو تم خواص وعوام میں مطعون وملوم ہوگے۔ اب شکر کرنا اور غیرت پکڑنی چاہئے تاکہ خلایق کے درمیان سربلند ہی اور رضاے ایزدی ہو مگر ارباب عہد وپیمان واصحاب مواثیق وایمان اپنے عہد قریب کو بھول گئے اور اپنی ہواؤ ہوس میں موافق باتیں کہنے لگے مرزا کامران نے کہا کہ میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ بادشاہ اور تمام مرزا جریدہ چند روز کے لئے پہاڑوں یا کشمیر میں چلے جائیں اور تمام اہل وعیال میرے سپرد کردیں کہ میں اونکو لیکر کابل چلا جاؤں اور اون کو وہاں امن میں پہنچاکر پھر چلا آؤں۔ کامران کی یہ بات سنکر سب حیران ہوگئے کہ اس وقت میں کہ اتفاق پر

سوگند ہوئی یہ کیا بات اوس نے کہی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی اہل وعیال کو تو اوسکے ساتھ کابل بھیجدیگا اور خود جریدہ لاہور سے کابل تک پہاڑوں میں پڑا پھریگا اور رہزنوں سے اپنے تئیں لٹوائیگا۔

مرزا ہندال اور یادگار ناصر مرزا نے کہا کہ اب ہم افغانوں سے نہیں لڑسکتے مناسب یہی ہے کہ حدود بکر میں چلے جائیں اور اُس ولایت کو لے لیں اور اوسکی قوت سے گجرات کو تسخیر کریں جب یہ دو ملک حاصل ہوجائیں اور کام کا انتظام ہوجائے تو پھر اس ملک کو اچھی طرح سے دشمنوں سے لے سکیں گے۔ مرزا حیدر نے کہا کہ کل مرزا کوہ شہرند (سرہند) سے کوہ سارنگ تک دامن کوہ کو مستحکم کریں میں اوس کا ذمہ دار ہوں کہ تھوڑی تقویت سے دو مہینے میں کشمیر کو لے لونگا اور جب کشمیر لینے کی خبر پہونچے تو ہر شخص اپنے متعلقین کو کشمیر بھیجدے کہ کوئی مامن اُس سے زیادہ محفوظ نہیں ہے چار مہینے چاہئیں کہ شیر خاں وہاں پہونچے اونکو اعتضاد و قوت محاربہ میں اپنی توپوں و ضرب زنوں پر ہے جنکے بارکش گردوں ہیں جو کسی طرح پہاڑ میں نہیں آسکتے وہ تو آنکر لڑ نہیں سکتا۔ اسکی کثرت لشکر میں قلت ہوگی اور واپس جانے پر مجبور ہوگا۔ چونکہ زبانیں دلوں کے ساتھ موافق نہ تھیں اسلئے مجلس تمام ہوگئی اور اصل بات ناتمام رہی۔ مرزا کامران بادشاہ کا زیادہ تر حریف تھا نہ مطیع نہ دوست ظاہر میں وہ بادشاہ کے ساتھ موافقت کرتا تھا کہتا تھا کہ میں ساعت مسعود میں نکلتا ہوں اور مخالف سے یک دل و یک رنگی کے ساتھ پیکار پر تیار ہوتا ہوں۔ مگر اس ظاہری موافقت کی جگہہ باطنی مخالفت کو وہ بڑھاتا جاتا تھا مرزا کامران سخت متردد تھا کہ میں بھائی اور شیر شاہ کے خوفوں میں سے کس خوف کو زیادہ سمجھوں بھائی اپنے ورثہ کے سبب سے مجھے میری وسیع سلطنت سے جو ایران۔ خراسان۔ ہیلمند سے بلخ اور حصار فیروزہ تک پھیلی ہے محروم کر سکتا ہے۔ مگر شیر خاں کی غایت فیروزمندی یہ ہے کہ وہ پنجاب کو مجھ سے لے لے اور کابل۔ قندہار۔ غزنی کو وہ انگلی نہ لگائے۔ اسلئے وہ ایسی حکمتیں کرتا تھا کہ ہر ایک کا مجمع منتشر ہوجائے اور وہ خود کابل میں جاکر گوشۂ عشرت کو غنیمت جانے۔ غرض یہ سارے منصوبے و مشورے یوں ہی خالی گئے اور کوئی تدبیر بن نہ پڑی کہ سب بھائی ملکر کسی کام کو کرتے۔ ہمایوں میں وہ صفات نہ تھیں کہ جس سے وہ بھائیوں میں اپنی اطاعت اور ادب کو پیدا کرتا پھر مرزا خود سر ہوگیا جو لیل

مرزا کامران کی دغابازی

میں آمادہ کرتا۔ بابر کی ذہانت وہوشمندی کسی بیٹے کے ورثہ میں نہ آئی تھی مرزا کامراں پر کام کا مدار سارا تھا سو وہ اپنے سلطنت میں کسی رقیب کے آنے کا طرفدار نہ تھا اسوقت کہ اوس نے بھائیوں کے عہدنامہ پر دستخط کئے مخفی قاضی عبداللہ صدر کو شیرشاہ پاس بھیجا کہ رابطہ وداد کو مستحکم کرے اور پیمان محبت باندھے اور اپنے کام کو دشمن کی مدد سے نکالے اور مکتوب اوسکو لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر شیرشاہ اسے پنجاب میں بدستور سابق قایم رکھے تو وہ تھوڑے زمانہ میں اوسکے کارہا شایستہ بجالائے۔

شیرشاہ دہلی میں آگیا تھا مگر اس سے آگے قدم نہ بڑہاتا تھا اور اس فتح کو اپنی مساعدت بخت گنتا تھا۔ اور اوسکو اندیشہ تھا کہ اگر پیشتر جاؤں تو مبادا کہیں میرا کام پیشتر ہو جاتے اور لاہور میں مرزاؤں کی جمعیت ہو رہی تھی۔ اسکے وہم سے بڑا ہراس اوسکو تھا کہ اس اثنار میں کامران کے قاضی صدر اس پاس آیا تو اوس نے اوس کی تعظیم کی اور بھائیوں کی نا اتفاقی کا حال سنکر وہ ایک دل سے ہزار دل ہوگیا اور کامراں کے مکتوب کا جواب اوسکے مدعا کے موافق لکھا قاضی اوس پر متقاضی ہوا کہ وہ جلد آگے بڑھے شیرشاہ نے اپنا ایلچی قاضی کے ساتھ کیا تاکہ وہ حقیقت معاملہ پر آگاہ ہو کر چلا آئے۔ مرزا کامراں نے شیرشاہ کے فرستادہ بالغ لاہور میں بلایا بڑا جشن کیا اور سات برس کی عمر سے لیکر ستر برس کی عمر تک والوں کو بلایا۔ ہمایوں کو بھی شریک کیا۔ مگر اصل مطلب کی باتیں رات کو ایلچی کے ساتھ کیں اور قاضی صدر کو پھر شیرشاہ پاس بھیجا۔ اس اثناء میں شیرشاہ دہلی سے آگے بڑھ کر دریائے بیاس کے کنارے پر سلطان پور میں آگیا تھا۔ قاضی بھی یہیں اس پاس آیا اور شیرشاہ کو دریا پار جانے پر دلیر کیا۔ اس اثنار میں مظفر ترکمان جس کو دریا پر سلطان پور میں بادشاہ نے شیرشاہ کے روکنے کے لئے متعین کیا تھا وہ لاہور میں آیا اور اوس نے بیان کیا کہ میں شیرشاہ کا مقابلہ نہ کرسکا کہ اوسکے لشکر کو روکتا اب وہ دریا پار آگیا ہے اور وہ جلد لاہور کے سامنے آتا ہے اور میرا بھتیجہ جنید بیگ مقابلہ میں مارا گیا۔

اب بادشاہ کو توقف کا محل نہ رہا۔ یہ تحقیق کرنا مشکل ہے کہ مرزا کامران نے خود شیرشاہ کو پنجاب حوالہ کرنے کا وعدہ کرلیا تھا۔ یا شیرشاہ کا خوف اوسپر ایسا طاری ہوگیا تھا کہ بغیر لڑے پنجاب حوالہ کردیا۔ غرض شیرشاہ کے مقابلہ کی کوئی تدبیر نہیں کی گئی فوراً لاہور سے بادشاہ

اور مرزاؤں سنے چناب کی طرف کوچ کیا - مرزا کامراں سنے اپنے ملازموں اور اسباب کو کشتیوں میں اُتارا - اُسوقت اِن مرزاؤں میں باہم وہ نفاق تھا کہ ہمایوں کے بعض صلاح کاروں نے اوسکو صلاح دی کہ لشکر کے ایکدل و یکجہت ہونے کی تدبیر کوئی اس سے بہتر نہیں ہے کہ مرزا کامراں کا کام تمام کرے - بادشاہ کے معزول کرنے کے لئے وہ سازشیں کر رہا ہے اس پر ہمایوں نے کہا کہ میں اس ناپائیدار دُنیا و فانی کے لئے اپنے بھائی کو بے جان نہ کرونگا اوسکے خون میں اپنے ہاتھ نہیں سانونگا - میں ہمیشہ اپنے باپ فردوس مکانی کی نصیحت جو اوس سے میں اوس نے کی یاد رکھونگا - اوس نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے ہمایوں زنہار ہزار زنہار بھائیوں کے درمیان کشاکش نہ کرنا اور بدنیت نہونا - یہ الفاظ اوسکے میرے دل پر پتھر کی لکیریں ہیں جو کسی طرح مٹائے نہیں مٹنے کے - اِس نازک وقت میں ہمایوں نے اِس تدبیر پر کہ مرزا حیدر نے تجویز کی تھی کشمیر کی فتح پر ارادہ مصمم کیا - اور مرزا حیدر کو ایک جماعت ساڑھے چار سو آدمیونکی ہمراہ کر کے اپنے سے پہلے کشمیر کی طرف روانہ کیا -

بادشاہ کوچ بہ کوچ یکم رجب کو ہزارہ میں پہنچا - یہاں اوسکو معلوم ہوا کہ مرزا کامراں با جمعیت و سپاہ بادشاہ پاس آتا ہے - بادشاہ کے ملازمین نے عرض کیا کہ حکم ہو تو ہم بھی ہتیار لگا کر تیار ہوں بادشاہ نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں - مرزا کامراں آیا اور بادشاہ کے پاس بیٹھا - اور ایک گھنٹے تک باتیں کرتا رہا - اوس نے کہا کہ جب سے کابل سے بندہ ہندوستان میں آیا ہی تو مشاغل کی کثرت سے کبھی آرام کرنے کی فرصت نہیں ملی - میں اور میرے ملازم سب تھک گئے ہیں اسلئے مجھے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے کاموں کی اصلاح میں کوشش کروں اور اپنی سپاہ میں نئے آدمی بھرتی کروں - اب بادشاہ سے کابل جانے کی اجازت مانگتا ہوں کہ وہاں جا کر اپنے سب کاموں کو درست کر کے اور سامان بہم پہنچا کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں بادشاہ نے فاتحہ پڑھ کر بھائی کو رخصت کیا - ہمایوں نے آگے کوچ کیا - رجب ۹۴۷ھ میں ہم نے اوپر لکھا ہے کہ میرزا حیدر کو بادشاہ نے کشمیر کو بھیجا تھا اِسلئے ضرور ہے کہ ہم کشمیر کا حال لکھیں کہ اسوقت کیا تھا - جب مرزا کامراں سام مرزا سے لڑنے قندہار گیا تھا تو لاہور میں اپنی بجائے مرزا حیدر کو حاکم مقرر کر گیا تھا - والی کشمیر سے خواجہ حاجی و ابدال ماکری - رنگی چک اور ایک اور جماعت

امراء کشمیر مخالفت کرکے کوہ پایہ ہند میں آگئے اُنھوں نے مرزا حیدر سے التجا کی اسکے ذریعہ سے وہ چاہتے کہ مرزا کامراں اُنکے ساتھہ لشکر کردے جس کی اعانت سے وہ والی کشمیر کو تخت سے اُتار دیں اور جس ملک سے وہ جلاوطن ہوئے ہیں اوسکو اپنے تصرف لائیں۔ مرزا حیدر کشمیر میں پہلے رہ چکا تھا اسلیئے وہ اوسکے معالات میں بہت توجہ کرتا تھا۔ اوس نے اِن جلاوطن امیروں کی تدبیر کو مان لیا اور اوس نے بہت کوشش کی کہ لشکر اونکی امداد کے لئے مرزا کامراں حوالہ کرے۔ مگر حالات ایسے پیش آتے رہے کہ جب تک مرزا کامراں لاہور میں رہا یہ مقصد نہ حاصل ہوا۔ جب مرزا ہندال نے اپنے نام کا خطبہ پڑہوایا اور ایک فتنہ اوٹھایا اور مرزا کامراں آگرہ میں آیا تو یہاں بہت کوشش کرکے اِن جلاوطنوں کی مدد کے واسطے مرزا کامراں سے لشکر لیا جس کا افسر بابا چوچک جو کامراں کے امراء عظام میں سے تھا مقرر ہوا۔ کہ وہ جاکر کشمیر کو فتح کرے مگر بابا چوچک نے سفر میں ایسا تساہل کیا کہ بادشاہ کی شکست کی خبر جو ۹۴۷ھ میں ہوئی عام ہوگئی اسلیئے اوس نے فسخ عزیمت کی اور امراء کشمیر حدود نوسہرہ و راجوری ہی میں کشمیر اور پنجاب کے پہاڑونکے شعاب میں آگئے تھے اور منتظر وقت رہتے تھے اور مرزا حیدر کو خطوط لکھکر تسخیر کشمیر کی ترغیب دیتے تھے۔ مرزا حیدر ان خطوط کو بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں پیش کرتا جس سے اوسکو روز بروز ملک دلکشاء کشمیر کی سیر کا شوق زیادہ ہوتا تھا۔ اِن دنوں میں بادشاہ کو کوئی تدبیر کشمیر کی تسخیر کی سوا سودمند نہ معلوم ہوئی تھی۔ اسلیئے یہ تجویز ہوئی کہ مرزا حیدر اول نوشہرہ میں جائے کہ ملوک کشمیر اُس سے ملیں اور اوسکے متعاقب سکندر توپچی نوشہرہ میں اس سے ملے اور پھر دونوں بیتہ عقبہ کشمیر میں جالیں اور امیر خواجہ کلاں نوشہرہ میں آجائے اور جب مرزا حیدر کشمیر میں جائے تو خواجہ کلاں بیتہ عقبہ کشمیر میں آئے اور بادشاہ نوشہرہ میں فروکش ہو۔ مرزا حیدر جب نوشہرہ میں آیا تو تمام ملوک کشمیر آن کر اوس سے ملے۔ اسکندر توپچی ایک روز براہ پر نوشہرہ میں اور خواجہ کلاں سیالکوٹ میں آیا جس روز مرزا حیدر نے سکندر توپچی کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ خبر آئی کہ تمام آدمی لاہور سے چلے آتے۔ مرزا حیدر جلد روانہ ہوا اور بیتہ عقبہ کشمیر میں پہنچا کاچی چک دوسری راہ سے آیا بے انداز مناقشہ و وقوع خرخشہ وہ وہاں پہونچ گئے جب لاہور کی ویرانی کی خبر سکندر توپچی و امیر خواجہ کلاں کو پہنچی تو اسکندر توپچی

رفا

سارنگ کی طرف التجا سے گیا اور امیر خواجہ کلاں سیالکوٹ سے جاکر اہل قوت سے ملحق ہوا بادشاہ نے ہر چند چاہا کہ وہ کشمیر کی طرف آئے مگر کسی نے اوسکی ہمراہی نہیں کی۔ یہ بیان تاریخ رشیدی سے نقل کیا ہے۔ ابوالفضل نے یہ حال لکھا ہے کہ اسوقت ہمایوں دریائے چناب کے کنارہ پر تھا کہ مرزا عسکری و مرزا کامراں معہ خواجہ عبدالحق و خواجہ خاوند محمود کے کابل کو روانہ ہوئے محمد سلطان مرزا والغ بیگ مرزا و شاہ مرزا نے حدود ملتان میں اس تفرقہ کی خبر سُنی تو وہ دریائے سندھ کے کنارے پر جاکر مرزا کامراں سے جا ملے۔ غرہ رجب ۹۴۷ھ میں ہمایوں کو جس نے کشمیر جانے کا مصمم ارادہ کیا تھا۔ مرزا ہندال و یادگار ناصر مرزا و قاسم حسین سلطان اصرار کرکے سندھ کی طرف لے گئے خواجہ کلاں بیگ جس نے بادشاہ کے ہمراہ ہونے کا قصد کیا تھا وہ سیالکوٹ سے جاکر مرزا کامراں کے ہمراہ ہو گیا۔ جوا ہر واقعات ہمایونی میں یہ لکھتا ہے کہ خواجہ کلاں بیگ مقام بھیرہ میں حکمراں تھا۔ اوس نے بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ اگر حضور بھیرہ میں تشریف فرما ہوں تو بندہ خدمتگاری اور جاں سپاری کے لئے حاضر ہے۔ اسی مضمون کی عرضداشت اوس نے مرزا کامراں کو بھی لکھی تھی۔ جب اوس نے سنا کہ لاہور سے تیس کوس کے اندر افغان آگئے ہیں اور بادشاہ اور کامراں دونوں بھیرہ کی طرف روانہ ہوئے تو وہ سیالکوٹ سے جہاں تھا وہ بھیرہ میں آگیا ہمایوں کو خواجہ کلاں کی ملاقات کا بڑا شوق تھا اسلئے اوس نے بھیرہ جانے کا قصد کیا۔ ظہر کی نماز کے وقت وہ دریائے جہلم پر آیا۔ دریا بڑے زور شور سے چڑھا ہوا تھا۔ بادشاہ پار جانے کے لئے بیتاب تہا۔ اوس نے تردی بیگ کو کہا کہ گھوڑے کو دریا میں ڈال کر رہنا ہے۔ گھوڑا تیر اگر ادہر اودہر چکر کھانے لگا تو اوس نے ایک ہاتھی کو دریا میں رواں کیا اور اوس کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہوکر دریا میں چلا۔ مغرب کی نماز تک چالیس آدمی دریا کے پار گئے پھر رات بھر چلکر صبحکو بھیرہ میں پہونچے تو یہاں آن کر معلوم ہوا کہ کامراں پیشقدمی کرکے خواجہ کلاں کے گھر آیا اور اوسکو اپنی خدمت میں ساتھہ لے گیا۔ جبار قلی قورچی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو مرزا کامراں پر دست اندازی کی جائے۔ فرمایا کہ لاہور میں جب مرزا ہندال نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے مار ڈالوں۔ تو میں راضی نہیں ہوا تھا۔ اب کیوں راضی ہوں۔ بہتر ہوگا کہ میں خوشاب میں جاکر حسین تمر سلطان اور اوسکے بیٹوں سے ملاقات کروں بادشاہ

یہاں سے بغیر کسی مقام کے خوشاب میں ظہر کے وقت پہونچا۔ حسین تمر سلطان یہاں کا حاکم مع بیٹوں کے بادشاہ کا رکاب بوس ہوا۔ بادشاہ نے اوسکو بڑا دلاسا دیا اور پوچھا کہ اگر اسوقت مرزا کامران آجاتے تو تو کیا کرے اوس نے عرض کیا کہ میں بادشاہ کا غلام ہوں۔ کارزار میں جاں سپاری کے لئے حاضر ہوں۔ بادشاہ نے اون کو حکم دیا کہ وہ اپنا اسباب تیار کر کے ہمارے لشکر کے ساتھ چلے اوس نے حکم کی تعمیل کی۔ بادشاہ کے ساتھ ہولیا۔

بادشاہ اِن واقعات سے ایسا حیران پریشان ہوا کہ اوس نے کشمیر کا ارادہ ترک کیا اور ہندال اور یادگار مرزا کے ساتھ بھکر کی مہم میں شریک ہونے کا ارادہ کیا۔ حیدر مرزا سکندر توپچی اور مرزا کلاں بیگ کی کمکوں سے محروم رہا۔ مگر وہ اپنے ارادہ میں ثابت قدم رہا اور تین ہفتہ کے بعد کشمیر کی دارالسلطنت میں بغیر لڑائی بھڑائی کے فرماں روا ہوگیا۔ بادشاہ حسین تمر سلطان کے ساتھ خوشاب سے چھ کروہ چلا تھا کہ ایک ایسا راستہ آیا کہ اُس میں دو لشکر ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ اِس راہ سے آگے دو راہیں تھیں۔ ایک ملتان کو جاتی تھی دوسری کابل کو۔ اِس تنگ راہ میں دونوں کامران اور ہمایوں کے لشکر آگئے۔ ہمایوں پہلے جانا چاہتا تھا۔ کامران جو بادشاہ کی نافرمانی ظاہر کرتا تھا وہ اول جانا چاہتا تھا۔ غرض جب اول جانے کی تکرار بڑھی تو میر ابوالبقا نے جو ایک مرد بزرگ کامران کے لشکر میں تھا اوس نے مرزا کامران کو سمجھا کر بادشاہ کے اوّل جانے پر راضی کر دیا اور بادشاہ اِس راہ سے نکلکر ملتان روانہ ہوا۔ بعد اِس کے کامران کابل کو گیا۔

چناب و سندھ کے درمیان جنگل کو طے کر کے چند روز میں بادشاہ گل بلوچ میں پہونچا رجب ۹۴۸ھ میں ہندال مرزا و یادگار ناصر مرزا بے تامل بیگ میرک کی اغوا سے بادشاہ سے جدا ہو کر اسی راہ پر بادشاہ سے پہلے گئے تھے اونکو بلوچوں نے روکا اور اون پر حملہ کیا۔ بلوچ سارے ملک میں پھیلے ہوتے تھے وہ سخت جفاکش تھے۔ وہ مرزاوں کو اِس راہ سے کب گذرنے دیتے تھے بادشاہ چند روز گل بلوچ میں ٹھیرا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِن مرزاؤں نے لاہور سے کوچ کر کے راوی کو بادشاہ کے ساتھ عبور کیا تھا اور ہزارہ کے قریب سے اوس سے جدا ہوگئے تھے تو اونہوں نے ملتان کے ملک میں کوچ کیا تھا اس اثنا میں قاضی عبدالصمد صدر

مرزا کامران) معہ چند افغانوں کے اوپر آتا تھا کہ مرزا ہندال کے قراولوں کے ہاتھ وہ آگیا اونھوں نے مرزا ہندال پاس اُنکو بھیجدیا۔ اوس نے افغانوں کو قتل کیا اور بابا دوست کی شفاعت سے عبداللہ نے سیاست سے نجات پائی غالبًا یہ صدر کوئی مخفی پیغام افغانوں کے لشکر کو لے گیا تھا اور وہاں اپنے آقا کے پاس اس راہ سے جاتا تھا کہ اوسپر یہ آفت آئی۔ اس مغربی صحرا میں یہ مرزا بیس روز تک سرگردان اور حیران تھے کہ کیا کریں۔ بلوچوں کا یہاں غلبہ تھا اور اون کے پاس مستحکم مقامات تھے۔ اُنھوں نے اِن آوارہ گردوں کا کھانا پینا بند کر دیا اور اونکو گجرات بجانے دیا واپس جانے پر مجبور کیا بادشاہ بھی دشت میں اٹکل سے راہ چلتا تھا۔ آب نایاب غلہ کسی جگھہ نہیں۔ بدرقہ تحمل و زادہ توکل کے بھروسہ پر سطے منازل و قطع مراحل کرتا تھا ایک دن اوس نے نقارہ کی آواز سنی۔ بعد تحقیق کے معلوم ہوا کہ دو تین گروہ پر مرزا ہندال اور یادگار ناصر مرزا پڑے ہوئے ہیں۔ میر ابوالبقا مرزا کامران سے جدا ہو کر بادشاہ کے ہمراہ ہو گیا تھا اون کو بادشاہ نے مرزاؤں کے پاس بھجوادیا کہ وہ بادشاہ کی فرودگاہ سے اون کو اطلاع دے اور سعادت بخش خرد افزا باتیں اون کو سنا کر بادشاہ پاس لے آئے۔ میر ابوالبقا مرزاؤں کے پاس گیا اور اون کو پند پذیر بنا کر بادشاہ کی ملازمت میں لایا اور اب یہ متفق ہو کر ولایت بکر کی طرف چلے۔

ابھی مرزاؤں کے ساتھ بادشاہ گل بلوچ سے نہیں چلا تھا کہ یہ خبر متوحش آئی کہ خواص خاں افغان سپہ سالار بادشاہ کے تعاقب میں بھیجا گیا ہے اور وہ بیس کروہ پر آن پہنچا ہے ہمایوں پاس گو لشکر تھوڑا تھا مگر وہ لڑائی کے لئے تیار ہوا کہ استنے میں یہ خبر آگئی کہ خواص خاں نے قیام کیا اور بادشاہ کا تعاقب چھوڑا۔ یہ دانشمند سپہ سالار جب ملتان میں آیا اور اوس نے دشمن کو سراسر پریشان دیکھا اور بادشاہ اور مرزاؤں کا نشان نہ پایا تو وہ اپنے افغانوں کی سپاہ عظیم سے جا ملا مگر اس کی ہمسایگی کے خوف نے بادشاہ کو جلد سفر پر آمادہ کرایا اور اوچھ کی طرف سفر کیا۔ راہ میں بھوک پیاس سے بہت تکلیف اُٹھا کر اور تھک کر چناب کے کنارہ خیمہ زن ہوا۔ اِس دریا میں جہاں ستلج اور بیاس ملتے ہیں اس سے آگے اوسکو گارا کہتے۔ آخر شعبان میں یہاں وہ پہنچا۔

بادشاہ بخشو لنگاہ کے ملک کے قریب آیا وہ ان حدود میں بڑا ذی اقتدار حاکم تھا

اوس کی قوم میں سے ملتان میں بادشاہ ہوتے ستھے ملتان کے بادشاہ کا خطاب لنگاہ ہے بادشاہ نے اِس خیال سے کہ مبادا وہ سدراہ ہو۔ بیگ محمد بکاول اور کچک بیگ کے ہاتھ فرمان بھیجا کہ اسکو خطاب خانجہاں کا عنایت ہوا اور اوسکے ساتھ خلعت فاخرہ اور توغ اور سپر نقارہ اور چار ہاتھی بھیجے۔ اور اُس سے درخواست کی کہ لشکر کے کھانے کو غلہ اور دریا سے اوس کے اُترنے کے لئے کشتیاں بھیجدے۔ اگرچہ وہ خود تو بادشاہ پاس نہ آیا مگر اوس نے بادشاہ کے آدمیوں کا استقبال کیا اور بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی کہ سوداگروں کو حکم دیا کہ وہ لشکر شاہی میں اقسام اجناس پہنچائیں اور بہت کشتیاں تیار کردیں کہ بادشاہ دریا گذار سے پار اُترجائے۔ بادشاہ اِن کشتیوں میں دریا پار اوترکر ۲۸ رمضان ۹۴۷ھ کو حدود بکر (بکھر) میں پہنچا اور دریائے سندھ کے کنارہ پر جو بکھر کے سامنے ہے قصبہ لہری میں باغ کے اندر خیمہ زن ہوا۔

اب ہمایوں کے لئے چند سال کا زمانہ ایسا آیا کہ ہندوستان میں اوس نے کوئی کار نمایاں اپنا نہ دکھایا۔ وہ ہندوستان سے بالکل ایسا خارج ہوا کہ کوئی اُس کا داخل ہونا نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ مہمان تک بنانے کا روادار نہ تھا۔ اوس کے چھوٹے بھائی پاس ایک وسیع سلطنت تھی جس میں وہ بھی ایک طرح کا حق رکھتا تھا تخت سلطنت پر دس برس تک وہ بیٹھا اِس میں زمانہ نے اوسکو عجیب و غریب انقلابات دکھائے۔ اوّل اوّل اوس کا جہاں خیمہ گیا فتح و ظفر اوس کے ساتھ گئی۔ مالوہ و گجرات اوس نے کس جانفشانی اور جوانمردی اور سلیقہ مندی سے فتح کیا۔ اونکی فتح میں کیسے کیسے سدراہ اوس کے روبرو پیش آئے مگر اوس نے اپنی مردانہ ہمت سے اونکو دُور پھینک دیا۔ مگر آخر کو دونو ملک ہاتھ سے نکل گئے۔ بنگال کو فتح کیا مگر آخر کار اوس کے چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ غرض جو فتح اپنی بلند ہمتی و دلاوری سے حاصل کی اوسکے ثمر سے متمتع ہونا نصیب نہوا۔ اوس کی ترکی و مغل سپاہ نے اپنی دلیری جوانمردی ہنرمندی ہوشمندی سے فتوح حاصل کی۔ مگر اِس سبب سے کہ لشکروں میں یکدلی و یکجہتی سے جنگ عظیم کے منصوبے ہوتے تھے بڑے بڑے شجاع تجربہ کار افسروں کی جانیں تلف ہوتی تھیں فتحمند سپاہ کی کافی حمایت نہ کسی کمک سے ہوتی نہ کسی نئی سپاہ کی بھرتی سے اِسلئے وہ لڑتے لڑتے

تباہ ہوئی ملکی انتظام جنگی تھا سپاہ پر وہ موقوف تھا جہاں کوئی آفت سپاہ پر آئی سلطنت تباہ ہوئی۔ افغانوں کے ہاتھ سے سلطنت نکلکر ترکوں کے ہاتھ لگی تھی اوس کے انتظام کے واسطے نہایت فرزانگی و مردانگی و حکمت عملی کی ضرورت تھی۔ مگر یہاں حقیقت میں کوئی ملکی انتظام نہ تھا اور آپس میں ذرا اتحاد نہ تھا۔ اِس کا رنگ بادشاہ کے ڈہنگ کے ساتھ بدلتا تھا اسوقت سلطنت کے انتظام کے لئے کامل مدبر و عاقل منتظم درکار تھا اضلاع میں کوئی انتظام قوانین اور آئین کے موافق نہ تھا سلطنت کے افسروں کے لئے کوئی قاعدہ و ضابطہ نہ تھا کہ وہ آنکو باہم معاونت کے لئے مجبور کرتا تھا بادشاہ کے خصائل میں وہ قوت اور قدرت نہ تھی۔ کہ افسروں میں اپنا رعب و داب خوف و ادب پیدا کرتا۔ جا بجا سرکشوں نے سر اُٹھایا۔ فقط اِن افغانوں ہی میں اِن سرکشیوں کا بازار گرم نہ تھا بلکہ خود دربار شاہی کے افسروں میں یہ وبا پھیل رہی تھی۔ افغانوں کے ہاتھ سے ابھی سلطنت گئی تھی۔ گئی ہوئی سلطنت پھر حاصل کرنے کے لئے وہ کوشش کرتے تھے۔ اپنی ذلت کے مکافات عزت حاصل کرنے سے کرتے تھے۔ ہمایوں کے بھائی اور امرا جو سرکشی کرتے تھے وہ باہر کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے برباد کرتے تھے۔ امراء عظام کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارا بادشاہ جوانمرد اور کاہل ہے مگر اپنی آخر شکست سے پہلے ہی وہ ایسا بیدل ہو گیا ہے کہ اب وہ قابل اعتماد نہیں رہا۔ اِسلئے ابھی پندرہ برس کا عرصہ گذرا تھا کہ ابراہیم شاہ کے شکست پانے سے ہندوستان میں افغانوں کا ادبار آیا اور خاندان تیمور کا اقبال چمکا اِس عرصہ میں پانچ سال تو بابر کی سلطنت نہایت شان و شوکت و جاہ و جلال کے ساتھ رہی اور اوس کے بیٹے نے سلطنت دس برس کی سلطنت میں کوئی انتظام کا ڈہنگ درست نہوا اِس خاندان کی قوت سلطنت جنگی تھی قنوج میں ادہر سپاہ کا کام تمام ہوا ادہر ہندوستان میں اِس سلطنت کا نام و نشان غائب ہوا۔ یہ بات بھی ہے کہ ابھی اتنی مدت بھی نہیں گذری تھی کہ اِس میں اِستحکام سلطنت ہوتا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ بادشاہ قصبہ لہری میں باغ میں اُترا۔ لہری کو اب روڑی کہتے ہیں اور بکر کو بکھر پہلے ہی زمانہ میں لہری بکر مشہور تھے اب روڑی بکھر مشہور ہیں۔ روڑی دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر سنگ چقماق کی پہاڑی پر واقع ہے اور مشہور قلعہ بکھر اِس کے

سامنے ہے۔ دریا کے وسط میں ایک پہاڑی جزیرہ ہے اسمیں یہ قلعہ بنا ہوا ہے۔ مرزا شاہ بیگ نے جس کا مفصل حال تاریخ سندھ میں پڑھ ہو گے کچھ برسوں پہلے اِس جزیرہ کو خوب مستحکم کیا تھا مگر اب اِس کو غلہ کے ذخیروں اور اسباب و آلات جنگ سے ایسا معمور کیا تھا کہ وہ مدتوں تک غنیم کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ سلطان محمود بکری کہ مرزا شاہ حسین بیگ ارغون کے توابع میں سے تھا اس قلعہ کی قلعہ داری کرتا تھا اِس نے ملک بکر کو ویران کر کے استحکام قلعہ کیا اور دریائے سندھ کی اِس طرف سے ساری کشتیاں لیگیا اور قلعہ کے نیچے اِنکا لنگر ڈالا۔ یہ شاہ حسین بیگ اُس مرزا بیگ ارغون کا بھائی ہے کہ جب بابر نے اِسّے قندہار بزور لے لیا تو اُس نے یہاں آکر دریائے سندھ کے زیرین و بالا ملک پر یعنی بھکر اور روڑی پر قبضہ کر لیا۔ ہمایوں جس بلغ میں اُترا تھا وہ روڑی سے چار میل پر تھا اِس باغ کا نام چار باغ بابر لو تھا۔ وہ لطافت میں بے نظیر تھا عمارات دل پذیر جو وہاں تعمیر ہوئی تھیں اِنکو بادشاہ نے بذات خاص رونق دی اور ہمسایہ میں لشکر کو اِس زمین میں اُتارا جس میں راستہ قصبہ کو جاتا تھا۔ یہاں لشکر کو سفر میں آفتوں کے اُٹھانے کے بعد آرام ملا۔

اِن ایام میں بھی ہمایوں کو آرام نصیب نہ ہوا اِس کو اپنے لشکر و ملازموں کے لئے غلہ وغیرہ کے لئے تردد کرنا پڑا چند روز بعد مرزا ہندال معہ اپنے لشکر کے چار پانچ کروہ جاکر مقیم ہوا اور دریا پار اُتر کر داہنی طرف قیام کیا یادگار ناصر مرزا بھی دریا کے پار جاکر مقیم ہوا۔

کچھ دنوں بعد اِن کو ضرورت ہوئی کہ اپنی قیام گاہ کو فراخ کریں اور غلہ و آذوقہ زیادہ بہم پہونچائیں تو مرزا ہندال سفر کر کے پاتر میں چلا گیا جو شاداب ضلع سیہوان میں تھا اور یادگار مرزا دربار بیلا میں چلا گیا روڑی سے سندھ پچاس کروہ پر تھا اور دوسرا بیس کروہ پر۔

جب بادشاہ قصبہ لہری میں اُترا تو اُس نے سلطان محمود کو فرمان بھیجا کہ وہ آستان بوس ہو۔ اور قلعہ ہمارے ملازموں کے حوالہ کرے اُس نے عرض کیا کہ میں مرزا شاہ حسین کا ملازم ہوں جب تک وہ بادشاہ کی ملازمت میں نہ آئے میرا آنا آئین نمک حلالی میں پسندیدہ نہیں ہے اور اِس کی اجازت بغیر قلعہ حوالہ کرنا بھی سزاوار نہیں اور اسی طرح کی اور باتیں سُنائیں بادشاہ نے اسکے عذر کو مان کر معتمد ملازموں امیر طاہر صدر و میر سمندر کو مرزا شاہ حسین پاس بھیجے

ہیں تھا بھیجا اور انکو سمجھایا کہ جس طرح ہو سکے اِسکو ہماری طرف مائل کریں اور اوس سے بیان کریں کہ بادشاہ کا ٹھٹھہ میں رہنا اختیاری نہیں ہے یہاں آنے سے اُس کی غرض یہ نہیں ہے کہ وہ ملک سندھ میں شاہ حسین کی حکومت میں خلل انداز ہو بلکہ آگے جاکر گجرات کے فتح کرنے کا ارادہ ہے اِسلئے تجھ کو یہاں آنے کی تکلیف دیتا ہے کہ اِس مہم میں جو کام کرے وہ تیری صلاح مشورہ سے کرے۔

مرزا شاہ حسین پادشاہ کے فرستادوں کے ساتھ باادب پیش آیا اور کالی کندہ سے ملک خراج پادشاہ کو پیشکش کے لئے بھجوا دیا کہ جس سے پادشاہ کے خرچ کا کام چلے۔ مگر جو اِس سالت کا اصل مقصد تھا اِس میں آیے بایے بتائے۔ اور ایسی بناوٹ کی باتیں بنائی کہ جس سے پادشاہ مایوس ہو جب پانچ چھ مہینے گذر گئے اور کچھ اصل حال نہیں معلوم ہوا تو بادشاہ نے ایلچیوں کے نام فرمان صادر کیا کہ یا وہ فوراً واپس چلے آئیں یا مجھے اطلاع دیں کہ وہاں کامیابی کی امید کیا ہے ایلچیوں نے جواب لکھا کہ کچھ دنوں یہاں اور رہنے دو امید ہے کہ خاطر خواہ مطالب حاصل ہوجائیگا مگر پھر اور زیادہ عرصہ گذرا کہ ٹھٹھے سے کچھ خبر نہ آئی اور یہاں پادشاہ کی مشکلات روز بروز زیادہ ہوتی گئیں تو اوس نے ایلچیوں کو حکم بھیجا کہ اگر شاہ حسین آنے سے انکار کرے تو تم خود جلد چلے آؤ۔

جب یہ احکام پہنچے تو میر سمندر روڑی چلنے کو تیار ہوا اب مرزا نے دیکھا کہ زیادہ التواء نہیں کرسکتا اور بادشاہ کا لشکر بھی قحط اور بیماری سے پراگندہ اور پریشان نہیں ہوا تو وہ ایک اور چال چلا کہ بادشاہ کو سندھ سے نکال دے۔ اوس نے میر سمندر کے ساتھ شیخ مرک کو اپنا ایلچی بنا کے بھیجا۔ یہ شیخ شیخ پوران کی اولاد میں سے تھا جس کے خاندان معتقد خاندان ارغون تھا۔ اور لایق پیشکش بھی اوس کے ہمراہ کی اور یہ عرضداشت لکھی کہ ولایت بکھر کا محصول کم ہے اور ولایت جاجکان معموری و آبادی زراعت اور غلہ کی کثرت میں ممتاز ہے۔ بادشاہ کے لئے مناسب یہ ہے کہ اِس طرف وہ تشریف لیجائیں اور اوسکو تصرف میں لائیں جس سے بادشاہ کی سپاہ کو فراغت نصیب ہوگی میں بھی خدمت کے لئے نزدیک ہوجاؤنگا۔ میری بڑی سعادت ہے کہ حضور نے اِن حدود میں نزول اجلال فرمایا اور بتدریج

اپنے دل کے سارے دغدغوں کو دُور کرکے رکاب بوس ہوں گا اور یہ بھی معروض کیا کہ جب میں حضور کا بساط بوس ہونگا تو بادشاہ کی تھوڑی توجہ سے ملک گجرات حضور کے تصرف میں آجائیگا اور اس ملک کی دولت کے ذریعہ سے تمام ممالک ہندوستان کو حضور اپنے تصرف میں کرلیں گے۔

ایلچی نے آن کر جب بادشاہ سے فتوح کے لئے یہ باتیں عرض کیں تو وہ اوسکو ایسی پسند آئیں کہ اوس نے اُن کو منظور کر لیا۔ مگر ارکان سلطنت نے اس عرضداشت کو اور ہی نظر سے دیکھا کہ جاچ کان کا ملک دریاے سندھ سے مشرق میں ہے جس کے باشندے بڑے بہادر ہیں اون کو شاہ حسین مطیع نہیں کرسکا اِسلئے اوس نے بادشاہ کے ذریعہ سے انکو مغلوب کرنا چاہا اس میں شک نہیں کہ یہ ملک شاداب اور زرخیز ہے اور اوسکے دہات بڑے آباد ہیں۔ وہ دریاے سندھ کی شاخوں سے سیراب ہوتا ہے مگر اس میں کوئی قلعہ نہیں ہے کہ جس میں اُسوقت کہ گجرات کی فتح کو جائیں تو اہل وعیال اور لشکر کے بھاری اسباب کو وہاں چھوڑ جائیں کہ شیر شاہ اور نیز شاہ حسین مرزا کے اور ہمسایہ کی قوموں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ اُنہوں نے یہ خیال کہ شاہ حسین مرزا نے مکر و تزویر سے ایسی دروغ باتیں راست نما بنائی ہیں۔ اگر شاہ حسین کو بادشاہ کی خدمت کرنی حقیقت میں منظور ہوتی تو وہ اپنے مستحکم قلعوں میں بادشاہ کو آنے دیتا۔ میر سمندر شاہ حسین مرزا کی خصلت کو خوب جانچ پرتال کرکے آیا تھا۔ اُس نے بھی یہ کہا کہ میری راے میں بادشاہ کی خدمت میں شاہ حسین نہیں حاضر ہوگا۔ اِس راے کو ہمایوں نے بھی مان لیا۔ قلعہ بکھر کا محاصرہ شروع کیا جب شاہ حسین کو خبر ہوئی کہ بادشاہ نے بھکر اور سیہوان کا محاصرہ کیا تو اوس نے اِن دونوں قلعوں کو اور زیادہ مستحکم کیا اور یہہ کہا کہ بھلا ہمایوں باغ نزہت زمین کو جس میں وہ رہتا ہے کب چھوڑ کر اس لشکر میں جائیگا کہ بھکر کو محاصرہ کر رہا ہے اور اوس کے امیر وہاں کب قیام کریں گے یہ پیشین گوئی اوسکی پوری ہوئی روڑی میں جسوقت سے بادشاہ کا لشکر آیا تھا مختلف مقامات سے ایک خلقت اُس سے ملنے چلی آتی تھی۔ ہندوستان میں ہمایوں اور شیر شاہ میں جھگڑا نہیں ہوا تھا بلکہ دو مختلف قوموں افغانوں اور ترکوں میں تھا جب ہندوستان سے بادشاہ اور اوس کا

خاندان نکالا گیا تو اس ملک میں بادشاہ کے ہم وطنوں اور متعلقین کے لئے کوئی امن نہ تھا کوئی لکھتا ہے کہ عورت مرد بچے سب ملکر اوس کے لشکرگاہ کے گرد دو لاکھ کے قریب جمع ہو گئے تھے مگر اس تعداد میں مبالغہ ہے ۔ اس ملک کا پیداوار تھوڑا زراعت قلیل پھر اس آفت پر ایک اور آفت کہ شاہ حسین نے تمام غلے کو غارت کر دیا تھا اور بادشاہ کے لشکر میں غلے کے جانے کی راہ کو روک رکھا تھا۔ موسم خراب تھا۔ ان سببوں سے اناج جو پہلے گراں تھا اور زیادہ گراں ہو گیا۔ ایک روٹی ایک مثقال کو آتی تھی قحط پڑا اور بھکر کے گرد فاقوں کے مارے آدمیوں کا مرنا شروع ہوا۔ بادشاہ نے اپنے تابعین کے لئے خزانہ کا منہ کھولا۔ مگر ہر چیز حد سے زیادہ گراں ہو گئی۔

ہمایوں نے اپنا بڑا عزیز وقت اس میں ضایع کیا کہ شاہ حسین سے اپنا مطلب نکالے مرزا ہندال نے باربار درخواست کی کہ ضلع سیہواں کو جو نہایت شاداب اور سیر حاصل ہے وہ فتح کرے مگر ہمایوں نے اوس کو یہ جواب دیا کہ شاہ حسین سے عہد و پیمان ہو رہے ہیں جبتک اس کا فیصلہ نہ ہو یہ کام نہیں کرنا چاہئے ۔ اب شاہ حسین کا جھگڑا گیا تو مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ وہ سیہواں کو فتح کرے ۔ شاہ حسین نے یہاں بھی وہی تدبیر کی جو بھکر میں کی تھیں کہ قلعہ سیہواں کو مستحکم کیا اور اوس کے گرد سارے ملک کو ویران کر دیا۔ اب ہمایوں کو یہ خبر لگی کہ مرزا ہندال کا ارادہ اوسکو چھوڑ کر قندھار جانے کا ہے تو اوس نے بابرلوکے باغوں کو چھوڑا جن میں وہ پانچ چھ مہینے سے رہتا تھا اور لشکر کو بدستور حکم دیا کہ وہ قلعہ بھکر کا محاصرہ رکھے اور خود دار بیلا کو گیا اور یادگار ناصر مرزا سے ملا اور دو دن یہاں ٹھیرا تیسرے روز وہ پاتر میں آیا جو دریائے سندھ سے ۲۰ میل پر ہے اور یہاں اپنے بھائی ہندال سے ملا۔

بادشاہ کا پاتر میں آنا اس لئے زیادہ ذکر کے قابل ہے کہ یہاں اس کا وہ نکاح ہوا جس سے اکبر جیسا شہنشاہ پیدا ہوا۔ بادشاہ کی دعوتیں ہو رہی تھیں کہ مرزا ہندال کی والدہ دلدار بیگم نے بادشاہ کی دعوت کی اور سب بیگمات کو بلایا۔ ان میں حمیدہ بیگم بھی مہمان تھی جس کی عمر چودہ سال کی تھی۔ وہ ہندال کے استاد شیخ علی اکبر جامی کی بیٹی تھی بادشاہ اوس کی صورت کو دیکھکر دل و جان سے فریفتہ ہوا۔ اوس نے پوچھا کہ وہ کسی جگہ نامزد تو نہیں

ہوئی۔ جواب ملا کہ اس کی منگنی تو ہو گئی ہے مگر نکاح نہیں ہوا بادشاہ نے کہا کہ میں اس سے نکاح کرونگا۔ اِس پر مرزا ہندال بہت خفا ہوا اور اوس نے کہا کہ میں تو سمجھا تھا کہ بادشاہ میری عزت افزائی کے واسطے یہاں آیا ہے مگر اب معلوم ہوا کہ ایک نوجوان لڑکی سے وہ نکاح کرنے کے لئے آیا تھا۔ اگر بادشاہ یہ ناشائستہ کام کریگا تو میں اوس کی خدمت سے جدا ہو جاؤنگا۔ جب دلدار بیگم نے بیٹے کی یہ باتیں سنیں تو اوس نے بیٹے کو لعنت ملامت کی اور اوس سے کہا کہ بادشاہ سے تو معذرت کر جب اوس نے انکار کیا تو بادشاہ خفا ہو کر کشتی میں سوار ہوا مگر دلدار بیگم اُسے منا کر اپنے گھر لے آئی اور بیٹے کو بھی راضی کر دیا۔ ۹۴۸ھ میں نکاح ہو گیا۔ چند روز بعد مرزا ہندال کے لشکر میں بیماری پھیلی آدمی مرنے لگے۔ بادشاہ اپنی بیگم مریم مکانی حمیدہ بیگم بانو کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر اپنے لشکر میں آگیا۔ مریم مکانی

مدت سے بادشاہ حدود بکھر میں مقیم رہتا تھا۔ گرانی غلہ اور ویرانی ولایت سے لشکر کا حال خستہ ہو رہا تھا۔ مرزا جو بادشاہ کے ہمرکاب و ہم عنان تھے اُن کے دلوں میں وہ سست اندیشی اور نادرست فکر گذرتے تھے جو منافقوں کے مشرب میں گوارا اور مطبوع ہوتے ہیں قراچہ خاں مرزا کامراں کی طرف سے قندہار میں حکمراں تھا اوس نے مرزا ہندال کو خط لکھا۔ کہ یہاں چلے آؤ اور اِس میں سلطنت کرو۔ یادگار ناصر مرزا بھی بادشاہ کے ساتھ باطن میں مخالفت رکھتا تھا مرزا ہندال کو اغوا کیا کہ قندہار کو چلے آؤ۔ ہندال اپنے لشکر کو جمع کر کے قندہار روانہ ہوا اور اپنا آدمی یادگار ناصر مرزا پاس بھیجکر اپنے جانے کی اطلاع دی اور اوس کے بلانے کی درخواست کی کہ راہ میں اوس سے ملجائے جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو سہ شنبہ تاریخ ۱۸ جمادی الاولی ۹۴۷ھ کو بادشاہ میر ابو البقا کے پاس گیا اور اوسکو باعزاز تمام یادگار ناصر مرزا پاس برسم رسالت بھیجا کہ مرزا کو خطا کی طرف سے باز رکھے اور راہ صواب پر لائے مرزا پاس میر گیا اور سعادت آموز اور نصیحت آمیز باتیں کر کے مرزا کو مخالفت سے پھیر کر موافقت کی راہ پر لایا اور یہ مقرر ہوا کہ مرزا دریا سے عبور کر کے بادشاہ پاس آئے اور خدمتگاری اور جاں سپاری میں ثابت قدم رہے۔ اسکے ساتھ یہ شرطیں ٹھیریں کہ جب ہندوستان فتح ہو تو تہائی اوسکو دیا جائے اور جب بادشاہ کابل میں جائے تو غزنی۔ چرخ۔ موضع لوہ گھر کہ بابر نے مرزا کی ماں میر ابوالبقا کا یادگار ناصر مرزا پاس جانا

شاہ حسین سے ٹھٹھہ کا رخصت کرنا اور بادشاہ کا سیہوان جانا

کو دیدیے تھے اُس سے متعلق کیے جائیں۔ چہارشنبہ کو میر اپنے گھر مراجعت کرتا تھا کہ قلعہ بھکر کے آدمیوں کو اوس کے جانے کی خبر ہوئی۔ ایک جماعت نے کشتی کے پاس آنکر میر پر تیر و تفنگ کا مینہ برسایا۔ اُس کے کئی زخم کاری لگے دوسرے دن میر بقا عالم فانی سے ملک بقا میں رخصت ہوا بادشاہ کو اس بزرگ کے مرنے کا افسوس ایسا ہوا کہ اوس نے یہ فرمایا کہ بھائیوں کی مخالفت و سرکشی نمک پروردوں کی حق ناشناسی۔ یاروں و دوستوں کی دم بازی ملک ہندوستان کی سلطنت کا جانا اور اوس کے بعد کلفت پر کلفت کا آنا یہ سب ایک طرف اور واقعہ میر ایکطرف اِس واقعہ کے پانچ چھہ روز بعد یادگار ناصر مرزا دریا سے عبور کرکے بادشاہ پاس آیا اِسی اثنا میں حاکم ٹھٹھہ کے فرستادہ شیخ میرک کو رخصت کیا اور حاکم ٹھٹھہ کو یہ فرمان لکھا کہ جو کچھہ تم نے التماس کیا تھا اوس کو ہم نے قبول کیا بشرطیکہ تم از روے عقیدہ کے ہماری ملازمت میں حاضر ہو۔ والی ٹھٹھہ نے مدتوں تک آنے کے وعدے کئے کبھی وہ پورے نہیں ہوتے۔ اب بادشاہ کو تباہی سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر شافی اس سے بہتر نہ سوجھی کہ ٹھٹھہ پر حملہ آور ہو یادگار ناصر مرزا کو بالاے سندھ کی یعنی بھکر کی مملکت سپرد کی اور ہدایت کی کہ قلعہ بھکر کا محاصرہ کرے اور خود غرۂ جمادی الاولی ۹۴۷؁ھ کو ٹھٹھہ کی طرف کوچ کیا ضلع سیہوان کو مورخ سوستان باسوستان بھی لکھتے ہیں اِسکے مشرق میں دریاے سندھ ہے مغرب میں بلوچ کوہستان ہے جنوب میں سلسلہ کوہ لکی ہے جو دریاے سندھ کے کنارے پر ہے اِس میں دریاے سندھ کی ایک شاخ سے جسکو ارل کہتے ہیں آبپاشی ہوتی ہے اور اس شاخ سے انہار منقاطع تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں اور بہت سی ندیاں پہاڑوں سے آتی ہیں۔ غرض یہ چھوٹا سا ضلع نہایت سیراب و شاداب و سرسبز و سیرحاصل ہے۔ اِس میں شہر سیہوان ایک اونچی زمین پر ارل کے کنارے پر ہے۔ ایک قلعہ ساٹھ فیٹ اونچی زمین پر بنا ہوا ہے اوسکی دیوار اینٹ کی نہایت مضبوط ہے لکی کوہستان سمندر کی تازی ہوا کو روکتا ہے اِسلئے یہاں اُمس رہتی ہے۔

قلعہ سیہوان کے نزدیک فضیل بیگ برادر مرزا منعم خاں۔ ترش بیگ برادر بزرگ شاہم خاں اور جماعت قریب بیس آدمیوں کے کشتی میں سوار ہوے جاتے تھے کہ قلعہ سے ایک جماعت نے نکلکر اس جماعت کا قصد کیا۔ یہ بھی سب متفق ہوکر کشتی سے باہر آئے اور جانب

مخالف پر حملہ آور ہوئے مخالفوں کو ایسا بھگادیا کہ وہ قلعہ کے اندر داخل ہوتے بعض انہیں سے بھی قلعہ کے اندر مردانگی کر کے جا پہونچے۔ مگر کمک کی امید نہ تھی اِسلئے بادشاہ کے لشکر میں واپس چلے آتے۔ اِس جماعت نے بادشاہ سے عرض کی کہ اِس شہر کا تسخیر کرلینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اِسکے لے لینے سے گرد کے ملک پر ہماری حکومت ہوجائیگی۔ بادشاہ کو انکی راے پسند آئی اور اسی کو اختیار کیا اور ٹھٹھہ کے قصد کو ملتوی کیا۔ ۱۷ رجب کو قلعہ سیہوان کا محاصرہ کیا بادشاہ کو امید تھی کہ چند روز میں قلعہ ہاتھ لگ جائیگا۔ مگر شاہ حسین نے یہاں بھی وہی اپنی حکمت کی کہ قلعہ میں سپاہ اور عمدہ عمدہ افسر لڑنے کے لئے مقرر کئے اور اور گرد کے ملک سے مویشی اور باشندوں کو نکال کر بالکل ویران کر دیا پہلے اس سے کہ لشکر ہمایوں قلعہ کے گرد پہونچے محافظان حصار نے قلعہ کی حوالی میں باغوں اور عمارتوں کو ویراں کر دیا۔ حملہ آوروں نے توپ خانے لگاے اور ایسے لڑے کہ وہ نہایت تنگ آگئے مرزا حسین شاہ نے جب دیکھا کہ اوس کی دارالسلطنت پر آفت آنیوالی ہے تو وہ نہایت مستعدی سے کام کرنے لگا۔ ٹھٹھہ سے چلکر سین میں آیا۔ یہ شہر دریا سندھ کے دائیں کنارہ پر تھا اور بادشاہ کے لشکر سے بہت دور نہ تھا اور یہاں اپنے گرد خندق بنائی اور غرابوں اور کشتیوں کا بیڑا اکٹھا کیا۔ میر علیکہ ارغون کو سیہوان کا حاکم مقرر کیا۔ میر علیکہ قابو پاکر بادشاہ کے لشکرگاہ کے اندر بازار کے قریب گیا اور دشمنوں کو اسکا حال نہیں معلوم ہوا کہ وہ قلعہ میں چلا گیا۔ ہمایوں نے ایک سُرنگ بہت جلد قلعہ تک بنوائی اور بارود سے اُڑایا تو قلعہ کی دیوار گری محاصرین نے جب اِس دیوارِ شکستہ کے اندر جانیکا ارادہ کیا تو اوسکے اندر ایک اور دیوار نظر آئی جس سے اونکو نہایت مایوسی ہوئی۔ شاہ حسین نے سب طرف راہیں ایسی بند کر دیں تھیں کہ بادشاہ کے لشکر میں غلہ کسی طرح نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اِس کی سپاہ چاروں طرف ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ اب ہمایوں کے لشکر کو معلوم ہوا کہ ارغون کی قوم بڑی بہادر ہے اور وہ سب طرح کا اسباب جنگ رکھتی ہے اور خوب مسلح ہے ہمایوں کے لشکر کا یہ حال تھا کہ بارود کی کمی ہوئی اِسلئے محاصرہ کے لئے جن ہتیاروں کا چلانا ضرور تھا نہیں چلا سکتے تھے برخلاف اِن کی اُمید کے کئی مہینے اِس محاصرہ میں لگ گئے اور یہ بلا پر بلا آئی کہ دریا میں طغیانی

محاصرۂ سیہوان

محاصرہ کی طوالت

ہوئی سارے ملک میں پانی پھیل گیا بیماری کا زور شور ہوا۔ سپاہیوں کو روٹی نہیں ملتی تھی۔ لشکر کی باربرداری کے جانوروں کو ذبح کرتے اور اون سے پیٹ بھرتے اونہوں نے دیکھا کہ اس طرح بھی مصیبت کے دن کاٹے نہیں کٹیں گے تو گروہ گروہ اُن میں بھاگنے شروع ہوئے امتداد محاصرہ اور کم رسی غلہ سے فرومایہ آدمیوں ہی نے گریز کی راہ نہیں اختیار کی بلکہ مردم کلاں نے بھی بے صبری سے بھاگنا شروع کیا۔ چنانچہ میر طاہر حیدر و خواجہ غیاث الدین جامی و مولانا عبدالباقی حاکم ٹھٹہ کے لشکر میں چلے گئے۔ میر برکہ مرزا حسن و ظفر علی ولد فقیر علی بیگ و خواجہ محب علی بخشی یادگار ناصر مرزا پاس جا پہنچے اور اوسکو پار جانے کے لئے اغوا کیا اور بادشاہ نے یہ بھی سنا کہ منعم خاں اور فضیل بیگ اور ایک اور جماعت متفق ہو کر کنارہ کشی کرنی چاہتی ہے بادشاہ نے احتیاطاً منعم خاں کو جو سب کا سردار تھا مقید کیا۔

اِس سے پہلے علی بیگ جلائر نے جو ایک پورانا ترکی افسر تھا بادشاہ سے عرض کیا کہ شاہ حسین ٹھٹہ سے چلکر دریا سے پار ہو کر پندرہ کروہ اِس طرف آیا ہے بندہ کے ہمراہ پانچسو سوار کیجئے تو میں شب و روز سفر کر کے غنیم کے لشکر پر دفعتہ جا پڑوں اور اوسکے لشکر کو بھگا کر دوں۔ بادشاہ نے اِس درخواست کو منظور کیا۔ مگر یہ بہادرانہ کام پیدل سپاہ سے کب ہو سکتا تھا۔ بادشاہ نے دیکھ لیا کہ کوئی افسر اِس کام میں شریک نہیں ہوتا۔ بادشاہ نے ناصر یادگار مرزا کو بھکر کے قلعہ کے محاصرہ کے لئے چھوڑا تھا۔ اوس نے قلعہ کا محاصرہ ایسا تو کیا نہیں کہ محصورین قلعہ کے اندر بند ہو جاتے وہ ایسا غافل تھا کہ دو دفعہ اہل قلعہ نے اُس پر حملہ کیا اور اوس کے سپاہیوں اور افسروں کو قتل کیا۔ تیسری دفعہ کشتیوں سے دلیرانہ باہر آکر ریتی میں صفِ جنگ آراستہ کی۔ اِس دفعہ مرزا کے آدمیوں نے ایسی دستبردی کی کہ تین چار سو آدمی اونکے قتل کئے اور پیاسی ریتی کو اونکے خون سے سیراب کیا اور ایسا اون کو ڈرایا کہ پھر اونھوں نے پیشدستی کا ارادہ نہیں کیا۔

شاہ حسین نے یہ روباہ بازی کی کہ وہ ناصر مرزا کی اولوالعزمی سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ بادشاہ تو خستہ حال ہو چکا ہے جو کچھ ہے مرزا ہی ہے اوسکو بادشاہ کے جُدا کرنے کی یہہ تدبیر کی کہ اوس نے بابر قلی مہردار کو مرزا پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میں بڈہا ہو گیا ہوں کوئی

بکھر کے محاصرہ کی ترقی

یادگار ناصر مرزا کی بغاوت

غمخوار نہیں۔ اپنی بیٹی کی نسبت تجھ سے کرتا ہوں۔ تمام خزانے تجھے دیتا ہوں۔ حیات مستعار میں سے جو چند روز باقی ہیں اون کو رائگاں ہاتھ سے نہیں دیتا۔ تیرے ساتھ اتفاق کرکے گجرات کو تسخیر کروں گا۔ غرض اس سے یہ تھی کہ شاہ حسین اپنی زندگی ہی میں گجرات کا بادشاہ اوسکو بنائیگا اور اوس کے مرنے کے بعد ملک ٹھٹہ کا وہ مالک ہوگا۔ یادگار مرزا نے ان شرائط کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ جب بادشاہ نے اپنے لشکر کی عسرت دیکھی تو یادگار ناصر مرزا پاس آدمی بھیجا کہ خود حاکم ٹھٹہ پر جلد چڑھ جائے کہ اوس نے راہ بند کر رکھی ہے غلہ و رسد لشکر کو نہیں پہونچنے دیتا۔ تاکہ لشکر کی جان ضیق سے نکلے۔ شاہ حسین میدان میں مرزا سے نہیں لڑسکنے کا۔ میں خود لڑنے اسلئے نہیں جاتا۔ کہ میرے جانے سے قلعہ محصور میں سامان غلہ وغیرہ کا پہونچ جائے گا۔ محاصرین کی ساری محنت برباد جائیگی۔ بادشاہ کی اس درخواست کے موافق اوس نے ۱۵۰ اسوار تردی بیگ کے ہمراہ بھیجدے۔ مگر یہ لشکر اتنی دیر کر آیا کہ وہ کچھ کام نہ آیا۔

مرزا اگرچہ دل میں بادشاہ سے برگشتہ تھا۔ مگر بادشاہ کی ظاہرداری چلی جاتی تھی۔ اوس نے اپنا پیش خانہ باہر نکالا تھا۔ لیکن روانگی میں اپنی خام خیالی سے تعلل اور التوا کرتا تھا اس اثنا میں بادشاہ نے شیخ عبدالغفور کو کہ ترکستان کے مشایخ کی نسل سے تھا اور بادشاہ کے مقربوں میں تھا مرزایاس روانہ کیا کہ اہتمام کرکے جلد اوسکو لائے۔ مگر اس بے سعادت نے جیسے کہ کہا ہے ؎ کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست۔ بجز وی اختیار کی اور مدعا کے برعکس ایسی ناشائستہ باتیں مرزا کے خاطر نشان کیں کہ بادشاہ کی سپاہ میں اب کچھ دم باقی نہیں ہے جس کے سبب سے مرزا کے دل سے بادشاہ کا خوف بالکل جاتا رہا اور پھر ظاہرداری میں بھی خلل پڑا پیش خانہ کہ باہر نکالا تھا اُلٹا منگا لیا اور عذر نا موجہ لکھ کر بادشاہ پاس بھیجدیا اس حال میں مرزا نے یہ حرکت نہایت ناشائستہ پاجی پنے کی کی کہ حاکم ٹھٹہ کے اغوا سے اُس نے ایک کشتی کو جس میں گیہوں اور غلہ بھرا ہوا بادشاہ کے لشکر کے لئے جاتا تھا پکڑا اور شاہ حسین کے حوالہ کیا جس نے کشتی بانوں کو جو بادشاہ کے دولتخواہ تھے اور اوس کے لشکر کے لئے کشتیاں اور غلہ بہم پہنچاتے تھے قتل کر ڈالا۔

شاہ حسین کا بادشاہ کی کشتیوں کا پکڑنا اور بادشاہ کا سیہوان چھوڑنا

جب بادشاہ نے دیکھا کہ روزگار ناسازگار ہے لشکر کی جان ضیق میں آرہی ہے
اب مناسب وقت نہیں ہے کہ حوالی قلعہ میں رہے تو ذیقعد کو اوس نے بھکر اور روڑی کی
طرف راہ لی حسین شاہ کو اب یادگار ناصر مرزا کی طرف سے تو خوف نہیں رہا تھا اب وہ بالکل
بادشاہ کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ خبر آئی کہ ارغون کشتیوں کا بیڑہ لئے چلا آتا ہے اور اوس میں
بہت سی سپاہ سوار ہے۔ اوس کی غرض یہ ہے کہ بادشاہ کو اوٹا نہ جانے دے۔ اس خبر کے
بعد یہ خبر اوڑی کہ غنیم نے بادشاہ کی وہ ساری کشتیاں پکڑلیں جن میں کچھ تھوڑا سا غلہ لشکر
کے لئے باقی تھا اور وہ لشکر کے قریب تھیں۔ ایسا جلد اس خبر کا اثر پھیلا کہ بعض عورتیں جو
کشتیوں میں تھیں وہ ننگے سر ننگے پانو بادشاہ کے لشکر گاہ میں دوڑی آئیں۔ یہ خبر بھی اُڑی
کہ بادشاہ گھوڑے سے گر پڑا اور اوس کے ہاتھ پانو میں چوٹ لگی۔ یہ خبریں سنکر قلعہ کا محاصرہ
سپاہ نے چھوڑ دیا اور ایسی بے سروپا ہو کر بھکر کی طرف بھاگی کہ تمام خیمے ڈیرے سارا اسباب
پرتل بنگاہ چھوڑ گئی۔ محاصرہ سات مہینے تک رہا۔ ان واقعات سے کچھ دنوں پہلے شاہ حسین

بتاریخ ۱۲ ماہ ذیقعدہ ۹۴۷ھ

نے ایک ایلچی بادشاہ پاس بھیجا تھا۔ مگر بادشاہ کے لشکر کے آدمیوں نے اوسے لوٹ لیا اور
مار ڈالا۔ بادشاہ نے مرزا منعم بیگ کو شاہ حسین پاس بھیجا کہ وہ ایلچی کے قتل ہونے کی معذرت
کرے اور اوس سے کہے کہ بادشاہ کا تعاقب چھوڑے اور اس مصیبت میں اپنے بادشاہ کے
ساتھ مہربانی کرے۔ مگر شاہ حسین ایسے غصہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اوس نے بادشاہ کے ایلچی کو اپنے
سامنے تک نہ بلایا اور اسے لکھ بھیجا کہ بادشاہ نے اوس پر یا اوس کے خاندان پر کونسی مہربانی
و شفقت کی ہے کہ میں اوسکے مصائب کا لحاظ کروں۔ اس اثناء میں بادشاہ نے اپنا سفر
جاری رکھا مگر وہ ایسا اضطرار کے ساتھ تھا کہ بہت سے آدمی پیچھے رہ گئے اور دشمنوں کے
ہاتھ میں پڑ کر قتل ہوگئے۔ کچھ بھاگ گئے۔ جس وقت بھکر میں بادشاہ پہونچا ہے تو چند ملازم

بادشاہ کا روڑی میں پہنچنا

اوس کے ساتھ تھے۔ یہاں بادشاہ کو ایک اور دشواری پیش آئی کہ اوس نے ناصر یادگار مرزا
پاس پہلے سے ہرکارے بھیجے تھے کہ دریا کے کنارہ پر کشتیوں کو تیار رکھے کہ دریا کے پار
روڑی میں جانا آسان ہوگا۔ مگر جب بادشاہ آیا تو کشتیاں یہاں موجود نہ تھیں۔ یادگار ناصر
مرزا نے پوشیدہ آدمی بھیجکر ارغونوں کو بلایا کہ رات کو وہ تمام کشتیاں بھکر کے قرب و جوار

سے لے گئے۔ اب بادشاہ کے رفیق جو باقی رہ گئے تھے اونہوں نے کہا کہ ایسا دریا عظیم سے پار ہونا مشکل ہے بہتر ہوگا کہ اب قندہار تشریف لے چلئے اوس پر بادشاہ نے کہا کہ مجھ پر کوئی نہایت ہی سخت آفت پڑے گی تو میں اپنے نامہربان و نا احسانمند بھائیوں کے ملک میں جاؤں گا۔ یا اونکے ملک میں پناہ لونگا۔ کچھ آدمی روشن بیگ کے ہمراہ کئے اور حکم دیا کہ دہات سے جو دس بارہ کوس پر ہوں اونکی گائیں اور بھینسیں پکڑ لاؤ کہ اونکی کھالوں کی مشکیں بنا کر دریا سے پار اُتر جائیں۔ ان گایوں اور بھینسوں کی کھالوں کی مشکیں بنیں اوسکے سوائے زمینداروں نے وہ ڈوبی ہوئی کشتیاں بھی بتلادیں جو نکالی گئیں۔ دریائے سندھ کے کنارہ پر ان کاموں میں کئی روز لگ گئے۔ شاہ حسین کا بیڑا بھی اوپر چڑھا چلا آتا ہے مگر دریا کا چڑھاؤ ایسا تھا کہ اوس پر کشتیوں کا چڑھاؤ نہایت آہستہ تھا۔ کھالوں کی مشکیں بن رہی تھیں کہ بادشاہ کے دل خستہ گروہ سے دو کروہ پر حسین شاہ آگیا۔ پس جو شخص ایک کروہ سے زیادہ اپنے لشکر سے آگے نکل جاتا وہ شاہ حسین کے ہاتھ میں آتا اسلئے بادشاہ کے ملازموں کو دریا سے اُترنا اور زیادہ دشوار ہوگیا۔ تردی بیگ نے ایک کشتی اس لئے لی کہ اپنے اہل و عیال کو اس میں بٹھا کر پار اوترے۔ بادشاہ کے ایشک آقا میر خنگ نے تردی بیگ سے کہا کہ اس کشتی میں سے اپنا اسباب اُتار لو اس میں پہلے بادشاہ کے اہل و عیال پار جائیں گے پھر کوئی اور جائیگا۔ اس گستاخانہ گفتگو پر تردی بیگ نے کہا کہ مردک کیا بکتا ہے۔ میر نے اسکا جواب دیا کہ جو شخص کسی کو مردک کہتا ہے وہ مردک ہوتا ہے۔ اِس پر تردی بیگ نے اوس کے ایک چابک جڑا۔ اُس نے تلوار میان سے سونت کر بیگ پر چلائی جس سے اوس کے گھوڑے کا زین کٹ گیا اور وہ بچ گیا۔ پھر آدمیوں نے بیچ میں آنکر اُن کو الگ الگ کردیا۔ بادشاہ کو جب اِس کی خبر ہوئی تو بادشاہ نے تردی بیگ کی امارت کے سبب سے یہ حکم دیا کہ میر کے ہاتھ رومال سے باندہ کر تردی بیگ پاس اوسکو لے جائیں۔ جب میر دست بستہ تردی پاس آیا تو فوراً اوس کے ہاتھ کھلواتے اور قصور معاف کیا اور پاس بٹھایا اور گھوڑا اور جوڑا انعام دیا۔

بادشاہ سندھ کے بائیں کنارہ سے پار اُتر گیا مگر یہاں بھی خوف و خطر سے نجات نپائی جب یادگار مرزا کو بادشاہ کے عبور کی خبر آئی تو نہایت متحیر اور دہشت زدہ ہوا۔ اپنی خجالت

سے مٹانے کے لئے اور بادشاہ کی خیر خواہی جتلانے کے لئے شاہ حسین کے آدمی جہاں دریا کے کنارے پر اُترے ہوئے تھے وہاں گیا اور اُن میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور ایک جماعت کو اسیر کیا اور معاودت کی اور بادشاہ کی خدمت میں شرمسار حاضر ہوا اور مخالفوں کے سروں کو بادشاہ کے قدموں میں رکھا بادشاہ نے پھر اس کا قصور معاف کر دیا شاہ حسین نے دریا کے کنارہ پر قیام کیا بادشاہ کے حالات کا نگراں رہا۔ یادگار مرزا بادشاہ کی تعظیم وتکریم بظاہر کرتا تھا اور کوئی شکایت نہیں کرتا تھا اور اپنی حالتیں جو انقلاب ہوا تھا اوسے ظاہر نہیں کرتا تھا۔ شاہ حسین سے وہ پوشیدہ خط وکتابت رکھتا تھا۔ شاہ حسین نے مرزا سے ان زمینداروں کو طلب کیا جنھوں نے بادشاہ کو کشتیاں بتلائی تھیں۔ ان زمینداروں کو جب یہ اطلاع ہوئی تو وہ بادشاہ کے لشکر میں چلے گئے۔ مرزا نے بادشاہ پاس آدمی بھیجکر عرض کیا کہ ولایت بھکر جو حضور نے مجھے جاگیر میں عنایت کی ہیں اونکے مال کی بابت کچھ معاملات ان زمینداروں کے ساتھ ہیں اون کو بھیجدیجئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ میرے چند آدمی زمینداروں کے ساتھ جائیں اور جب معاملہ کی تنقیح ہوجائے تو پھر اُن کو میرے لشکر میں لے آئیں۔ جب مرزا پاس یہ زمیندار گئے تو اونکے دیکھتے ہی اوس نے بادشاہی آدمیوں سے اون کو چھین کر شاہ حسین پاس بھجوا دیا اور پھر شاہ سے مخالفت کی اور اوس کی خدمت میں نہیں حاضر ہوا۔

ہمایوں کے لشکر پاس غلہ کچھ نہ تھا۔ ملک میں قحط پڑ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے یادگار ناصر مرزا سے کچھ غلہ لیا گیا وہ خرچ ہو گیا تھا۔ مجبور ہو کر بادشاہ نے تردی بیگ اور اور امیروں کو محمود بکری پاس بھیجا جو بھکر کا قلعہ دار تھا اور جس سے لڑائی ہوئی تھی کہ ہماری مدد غلہ سے کرے۔ اس نے ان بادشاہی آدمیوں کی بڑی خاطرداری کی اور اون کو روپیہ دیا غلہ دیا۔ اور مجلس مشورہ کو جمع کیا اس میں یہ تجویز ہوا کہ بادشاہ پاس تین سو خروار غلہ کے بھیجدیے جائیں۔ یہ غلہ بادشاہ کے لشکر میں آیا مگر اس سے بھی لشکر کو سیری نہ ہوئی۔ "

جب یہ آیا ہوا غلہ بھی خرچ ہو گیا۔ بازار کے آدمیوں اور بھیر نے جب یہ مصیبت عام کو دیکھا تو اونھوں نے بھاگنا شروع۔ ایسے ہی بادشاہی سپاہی بھی یا تو یادگار ناصر مرزا پاس بھاگنے شروع ہوتے یا اونکی ٹکڑیاں ملک میں ادھر ادھر غلہ کی تلاش میں پھرنے لگیں۔ اس

پریشان حالی میں اونپر حملے ہوتے اور ملک کے باشندے اون کو ہلاک کرتے۔ اُن میں سے جو لڑنے کھڑے ہوجاتے تو غنیموں کو مغلوب کرتے مگر بھوک پیاس اِنہیں مارے ڈالتی تھی اور بھکر کے میدانوں کو اُن کی ہڈیوں سے سفید بناتی تھی۔ بعض اِن میں ایسے خوش نصیب بھی تھے کہ اس نواح میں ملکوں میں جاکر خوشحال ہوگئے۔ بادشاہ کے اعلی درجہ کے امیر بھی بھاگنے لگے۔ جیسے کہ قاسم حسین سلطان اوزبک یادگار ناصر مرزا پاس چلا گیا۔ فضائل بیگ بھی اِس پاس چلا گیا اِس مرزا نے کوئی تہدید و ترغیب باقی نہیں رکھی جو آدمیوں کو بادشاہ کے چھوڑنے کے لئے نہیں دی۔ جب بادشاہ کے آدمیوں کو نہایت خستہ حال دیکھا تو اِن پاس ایک نوشتہ بھیجا اگر وہ صبح تک بادشاہ کو چھوڑکر نہ بھاگ جائیں گے تو اون کا خون اونکی گردن پر ہوگا۔ اب اوسنے ایسی کھلی مخالفت اختیار کی تھی۔

بادشاہ پاس خبر آئی کہ فضائل بیگ جو پہلے روز بھاگ گیا تھا وہ اپنے بھائی منعم بیگ کو بھی بادشاہی لشکر سے بھگانا چاہتا ہے تو بادشاہ نے کہا کہ اگر بھاگیگا تو خراب ہوگا پھر بادشاہ نے سُنا کہ تردی بیگ اور منعم بیگ بھی بھاگتے ہیں۔ بادشاہ اِن دونوں کی نگہبانی کے لئے رات بھر جاگتا رہا۔ جب صبح ہوئی بادشاہ طہارت کے لئے گیا اون کو حکم دے گیا کہ تم یہیں رہو۔ مگر بادشاہ طہارت کو گیا اودہر وہ اپنے گھوڑوں کی طرف گئے۔ روشن بیگ نے بادشاہ کو اون کے بھاگنے کی خبر پہنچائی تو بادشاہ نے فرمایا کہ اون کو بلاؤ۔ ہرچند اون کو بلایا مگر اونہوں نے کچھہ نہ سُنا کہ کس کو بلاتے ہو۔ تو بادشاہ خود اون کو بلانے گیا تو ناچار وہ اولٹے آئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ منعم بیگ کو نگاہ رکھیں۔ تردی بیگ خود مجبور ہوکر رہ گیا۔

ہمایوں کے لئے ایسی حالت میں رہنا ناممکن تھا۔ روز بروز اوس پر یادگار ناصر مرزا کی مخالفت کھلتی جاتی تھی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ بادشاہ جانتا تھا کہ مرزا کی سپاہ کی معاونت بغیر کوئی کام پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ بادشاہ پاس سپاہ کا توڑا تھا۔ مرزا کے خیالات ہی کچھہ اور تھے بادشاہ سے موافقت کرنے کا خیال ہی اوس کے دِل میں سے اُڑ گیا تھا۔ ایک دفعہ وہ روڑی سے جو اوس کے قبضہ میں تھا۔ اِسلئے باہر آیا کہ بادشاہ کے لشکر پر حملہ کرکے اِس قضیہ کو پاک کرے

جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو فی الفور لڑنے کے لئے سوار ہوا۔ ہاشم بیگ کو جو مرزا کے خیر اندیش معتقدوں میں سے تھا اوسکو مرزا کی اس حرکت شنیع کی جب خبر ہوئی تو وہ جلدی سے مرزا پاس پہونچا اور اوس کے گھوڑے کی باگ کو پکڑ لیا اور طرح طرح سرزنش و نکوہش کی اور تلخ و درشت کہا کہ عالم سے راہ و رسم مروت و شرم و آداب و ادب و رزم اٹھ گئی جو تو ایسی شنک سری اور اپنے ولی نعمت سے برابری کرتا ہے۔ وہ کس مذہب و ملت میں اور کس قانون و حکمت میں روا ہے۔

نیکو مثلے زد آن سپہدار	کاندازۂ کار خود نگہدار
بر پایۂ قدر خویش نہ پائے	تا بر سر آسمان کنی جائے
ہر مرد کہ شغل خویش نگذاشت	برخورد ز ہر چہ در جہاں کاشت

اس طرح کی ہوش افزا باتیں بنا کے مرزا کو روڑی میں وہ اوٹھا لایا۔

حکمت الہی اور مصلحت ازلی کی دقایق میں سے یہ امر ہے کہ ہر نامرادی میں اسباب مراد سرانجام پاتے ہیں جب بادشاہ نے دیکھا کہ دریا سندھ میں نقش مراد نہ بیٹھا اور آدمیوں کی نامردی کا جوہر عیار پر کسا گیا۔ لشکر کی بے اخلاصی بھائیوں کی بدمددی۔ اقربا کی بے خردی زمانہ کی نامساعدی مشاہدہ میں آئی تو یہ آرزو ہوئی کہ لباس تجرید و تفرید میں قدم شوق راہ خدا کے رہرووں کے دشت میں رکھے اور اوس سے مراد مقصود اپنا حاصل کرے کنج عزلت میں بیٹھے اور اخوان زمان کے دیکھنے سے فراغت اختیار کرے اور اوس پر آسیب جہاں اور پر فریب اہل جہاں سے کنارہ پکڑے مگر بادشاہ کی خیر اندیش جماعت نے جو اس سختی اور مصیبت کے زمانہ میں بھی اوسکے ہمراہ تھی بہت عجز و انکسار کے ساتھ اس ارادہ کے ترک کرنے کی درخواست کی کہ ان دنوں میں حضور مالدیو کی ولایت میں تشریف لے چلیں اوسنے بارہا حضور کی خدمت میں اپنی عبودیت کی عرضیاں بھیجی ہیں اس پاس بہت لشکر و سامان موجود ہے۔ بادشاہ نے اپنے اخلاصمندوں کی خاطرداری سے اُس طرف کا قصد کیا اور آخر دفعہ یہ سعی کی کہ ناصر مرزا سے پھر موافقت ہو جائے ایک منشور میں نصایح دولت افزا لکھ کر ابراہیم ایشک آقا کے ہاتھ اُس پاس بھیجا کہ شاید اوس کو اپنی بدافعالی پر

وقوف اور ندامت ہو اور مخالفت سے باز آکر موافقت کرے اور آخر میں اس فرمان میں یہ شعر لکھا۔

اے برخسار چو مہ چشم و چراغ دِگران　　سوختم چند شوی مرہم داغ دِگران

مگر مرزا پر اس نصیحت نے کچھہ اثر نہ کیا۔ خام طمعی سے بیوفائی اختیار کرکے حدود لہری میں پڑا رہا۔ اب بادشاہ نے دیکھا کہ میں ملک سندھ میں خیر و عافیت کے ساتھہ نہیں رہ سکتا تو وہ مالدیو کے ملک کی طرف چلا جس نے اوسکو بہت دفعہ بلایا تھا۔ وہ جودھپور (مارواڑ) کا راجا تھا۔ جودھپور کی راہ بھکر کی طرف سے دشوار گذار تھی اسلئے بادشاہ نے چکردار راہ اچہہ کی اختیار کی۔ ۲۱ محرم ۹۴۹؁ کو وہ اچہہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور ایک دہ آرونام میں پہونچا دہ سر راہ تھا وہاں کاروان جیسلمیر اور اوس کی نواح سے غلّہ اور اجناس وغیرہ لائے تھے۔ جب کاروانیوں نے سنا کہ بادشاہ کی سپاہ قحط زدہ بھوکی چلی آتی ہے تو اونہوں نے فوراً اپنا اسباب اور غلّہ اونٹوں پر لادا اور جنگل میں چلے گئے مگر غلہ اور اور چیزیں اپنی چھوڑ بھی گئے وہ بادشاہ کے آدمیوں کے ہاتھہ آئیں جسکو وہ بڑی غنیمت سمجھے اور اس منزل میں مقام کرکے بڑی آسودگی سے وقت گذارا۔ ظہر کی نماز کے بعد یہاں سے اچہہ کی طرف کوچ ہوا۔ منزل بمنزل بے توشہ زاد راہ مصیبتیں اٹھاتے ہوئے چلے جاتے تھے مؤ میں پہنچے جو پرگنہ بھکر کی سرحد پر تھا۔ یہاں سے پھر ایسی جگہہ گئے کہ وہاں پانی ڈہونڈا نہیں ملتا تھا بادشاہ کی صراحی پانی سے خالی ہوئی بادشاہ نے اپنے آفتابچی جوہر سے کہا کہ تیرے پاس آفتابہ میں پانی ہے جوہر نے کہا کہ ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اس پانی کو میری صراحی میں ڈالدے جوہر نے جب یہ پانی صراحی میں ڈالدیا آفتابہ خالی ہوگیا جوہر نے عرض کیا کہ پانی ہاتھہ آتا نہیں رات کو سفر ہوتا ہے اگر میں حضور سے دور ہوگیا تو پیاسا مرجاؤنگا پادشاہ نے خود اپنی صراحی سے کچھہ پانی آفتابہ میں اونڈیل دیا اور فرمایا کہ اس قدر پانی سے تیرا کام چل جائیگا پھر بادشاہ ایک تالاب پر پہونچا۔ ایک ہرن لشکر میں آگیا۔ ہرچند آدمیوں نے اوس کے مارنے کا قصد کیا مگر وہ زندہ بچکر بھاگ گیا۔ پھر ایک آدمی کو آواز دیکر ہرن کو اولٹا پھرایا۔ وہ تالاب میں آیا۔ بادشاہ کا آفتابچی جوہر اوس کے پکڑنے کو گیا اور اوس نے کہا کہ اس ہرن

چوتھائی میری ہے بادشاہ نے فرمایا کہ تین چوتھائی میری ہے غرض ہرن پکڑا آیا۔ ذبح ہوا چوتھائی جوہر کو ملی دو چوتھائی بادشاہی باورچی خانہ میں گئی اور ایک چوتھائی مریم مکانی حمیدہ بیگم پاس گئی۔ اِن حکایتوں کو مورخوں نے اِس طرح لکھا ہے کہ گویا وہ ہمایوں کی سلطنت کے واقعات عظیم میں ہیں۔ بادشاہ منزل بمنزل کوچ کرکے اچہہ میں پہنچا۔ اور راہ میں صحرا نوردی میں سب چیزوں کی کمیابی سے خاصکر بے آبی سے بہت تکلیف اوٹھائی۔ بادشاہ نے اِس ملک کے حاکم بخشو لنگاہ کو جس کو پہلی دفعہ یہاں آنکر خانجہاں کا خطاب دیا حکم بھیجا کہ خود آئے یا غلہ رسد وغیرہ لشکر میں پہنچاتے مگر اوس نے ایسا تمرد اختیار کیا کہ نہ خود آیا نہ غلہ بھجوایا بلکہ بادشاہ کے آدمی جو غلہ وغیرہ خرید کرکے لاتے تو اوسکو زبردستی چھنوا لیتا۔ یہاں ڈیڑھ مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور غلہ کی نایابی سے نوبت یہانتک پہونچی کہ جھاڑی بوٹی کے بیروں اور سنگروں کو کھاکر لشکر جیتا۔

جب یہ بیر اور سنگر بھی ختم ہوئے تو ایک درویش نے جنگل میں پھرتے پھرتے ایک قلعہ دیکھا یہ قلعہ مالدیو کی ولایت جیسلمیر کی سرحد پر تھا اوس کا نام دیوراول تھا۔ بادشاہ اِس قلعہ کی نواح میں ۱۴ ربیع الاوّل کو گیا وہاں غلہ اور پانی میسر ہوا۔ تین روز یہاں قیام ہوا شیخ علی بیگ نے کہا کہ قلعہ فتح کر لیجئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر میں اِس قلعہ کی فتح سے روئے زمین کا بادشاہ ہوجاؤں تو بھی اِسکو فتح کرکے مالدیو کی خاطر آزردہ نہ کروں گا۔ یہاں سے بادشاہ نے کوچ کیا تو دو پہر تک کہیں پانی نملا۔ آدمیوں کا پیاس کے مارے لبوں پر دم تہا کہ نہایت جستجو سے ایک حوض پانی سے بھرا لبالب ملا بادشاہ خود اوترا اور خدا کا شکر بجالایا اور یہاں مقام کیا اور پکھالوں کو پانی سے بھر کر اور اپنے گھوڑوں پر رکھکر خود چلا کہ پیاسے جو پڑے ہوئے ماہی بے آب کی طرح ریت میں تڑپ رہے ہیں اُنکو پانی پلاکر لشکر میں لے آئے اور جو مر گئے تھے اونکو گور گڑہا دے آئے۔ بادشاہ واپس آتا تھا کہ ایک مغل سرراہ پیاسا پڑا جان توڑ رہا تھا۔ بادشاہ اوس کا قرضدار تھا۔ بادشاہ نے اوس سے کہا کہ اگر اپنا سارا قرض جو ہم پر ہے چھوڑ دے تو پانی پلاتا ہوں مغل نے کہا کہ مجھے اِسوقت ایک پانی کا پیالہ ساری دنیا کی دولت سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتا ہے میں نے قرض چھوڑا خدا کے

کہ

قلعہ دیوراول

پانی پلاؤ- بادشاہ نے اِس قرض کی معافی کے تین گواہ کئے اور اوس کو پانی پلایا اور اوسکو اپنے لشکر میں لایا- یہ مقام بیکانیر کے علاقہ میں واصل پور معلوم ہوتا ہے جہاں بادشاہ ۲۰ ربیع الاوّل میں پہنچا- اور ۷ ربیع الآخر کو بیکانیر سے بارہ کوس پردہ پہونچا- اثنا ءِ راہ میں جو بادشاہ کے ساتھ دوربین تھے وہ مالدیو کی مکروعذر سے اندیشہ مند تھے اور حزم و احتیاط کی باتوں سے بادشاہ کو آگاہ کرتے تھے- بادشاہ کے حکم سے میر سمندر جو نہایت ہوشمند تھا مالدیو کے پاس گیا اور اوس کے دل کی تمام باتوں کو دریافت کرکے بادشاہ پاس پھر آیا اور عرض کیا کہ راجہ نے جو اخلاص کی تمہیدیں کیں تھیں وہ سچی نہ تھیں- اِس وقت راجہ نے کچھ میوہ بادشاہ پاس بھیجدیا- اب اِس راجہ کی بیوفائی اور باتوں میں بھی ظاہر ہونے لگی- جب بادشاہ کا لشکر راجہ کی راجدہانی کے پاس آیا تو سنگا ناگوری کہ مالدیو کے معتمدوں میں سے تھا- بادشاہ کے لشکر میں بطور سوداگروں کے آیا اور اِس جستجو میں ہوا کہ کوئی الماس گراں بہا ہو تو اوسکو خریدوں- اوس کی اوضاع سے خیر نہیں معلوم ہوتی تھی- بادشاہ نے فرمایا کہ اِس مشتری کے خاطرنشان یہ بات کردو کہ ایسے جواہر گراں بہا خریدنے سے میسر نہیں ہوتے جوہر شمشیر آبدار سے ہاتھ آتے ہیں جب اوس کے ساتھ کسی بادشاہ کی راے بھی ہو- یا بادشاہوں کی عنایت سے میسر ہوتے ہیں- اِس مزور کے آنے سے اندیشہ زیادہ تر ہوگیا اور سمندر کی دریافت پر بادشاہ نے تحسین کی- جوہر نے یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ کے نمک حرام دو نوکر راجہ پاس گئے اور اونہوں نے راجہ کو سمجھایا کہ بادشاہ پاس لعل و گوہر بڑے بیش قیمت ہیں وہ اوس سے طلب کرے- شاید اِس کی تصدیق کے لئے اوس نے سنگا کو بھیجا ہو-

تنگدستی کے وقت بادشاہوں میں حزم زیادہ ہوجاتا ہے اِسلئے ہمایوں نے شمس الدین اتکہ کو راجہ کے پاس بھیجا اور روے حزم و احتیاط راے مل سونی کو بھیجا کہ بہت جلد وہاں جائے اور اپنی فراست سے وہاں کا حال دریافت کرکے اطلاع دے اگر وہاں سے لکھکر اطلاع نہ دے سکے تو اشارت معہود میں آگاہ کرے- مالدیو کی وفا و وفاق کی علامت یہ ٹہیری کہ وہ اپنے قاصد کو کہدے کہ بادشاہ پاس جاکر اپنی پانچوں انگلیونکو

لاکر پکڑے اور خلاف و نفاق کی اشارت یہ کہ فقط چھوٹی انگلی کو ہاتھ میں پکڑے - اب بادشاہ کا لشکر قصبہ پہلودی سے کہ راجہ کے موطن جودھ پور سے تیس کوس پر تھا دو تین منزلیں طے کر کے کول جوگی کے کنارہ پر فروکش ہوا - راے مل سونی کا قاصد آیا اور اوس نے چھوٹی انگلی کو پکڑا - اِس اشارے کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ راجہ کا ارادہ مکر و غدر کا ہے اوس نے ایک جماعت کثیر کو بادشاہ کے استقبال کے لئے بھیجا جس کا ارادہ کچھ اور ہی تھا اُسے مالدیو پر دغابازی کا شبہ اِس سے اور بھی زیادہ ہوگیا کہ بادشاہ کا ایک کتاب دار ہندوستان سے کسی شکست میں بھاگ گیا تھا اور مالدیو پاس جاکر اوس کا نوکر ہو گیا تھا اوس نے بادشاہ کو لکھا کہ خدا کے واسطے آپ یہاں سے جسقدر جلد ممکن ہو تشریف لیجائیے مالدیو کا یہ فاسد ارادہ ہے کہ حضور کو گرفتار کر کے شیر شاہ کے حوالہ کرے - ہمایوں بادشاہ کا ایلچی شمس الدین اتکہ مالدیو پاس تھا راجہ نے اوس کے لئے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ وہ بادشاہ سے کسی طرح خط و کتابت نہ کرسکے گویا اوسکو آزاد قیدی بنا رکھا ہے مگر یہ اتکا اوس کے اٹکانے سے نہ اٹکا جب مالدیو کی نیت میں اوس نے فساد دیکھا تو وہ چھپ کر بادشاہ پاس چلا آیا اور اوس نے وہاں کا سارا حال عرض کیا جس سے بادشاہ کو یہ یقین ہوگیا کہ میں خطرناک حالت میں ہوں - اوس نے بے تامل پہلودی کی طرف کوچ کر دیا جیسلمیر کی راہ سے امرکوٹ جانیکا ارادہ کیا -

ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ایک گروہ تو آدمیوں کا یہ کہتا ہے کہ مالدیو ابتدا میں بادشاہ کا خیر اندیش تھا - مگر آخر کو جب اوس نے بادشاہ کی بے سامانی اور قلت دیکھی تو اوس کی نیت میں فساد آگیا یا شیر خاں نے مواعید خداع آمیز اس سے کئے اور اوس نے اوسکا استیلا دیکھا یا شیر خاں نے اوسکو بادشاہ کی اعانت خدمت کرنے سے ڈرایا بہر تقدیر وہ راہ ہدایت و سعادت سے پھرا اور ورق اخلاص کو اولٹ دیا - ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ابتدا سے انتہا تک اظہار بندگی کرنا اور عرایض عبودیت بھیجنا بالکل نفاق پر مبنی تھا نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ طبقات اکبری میں مالدیو کی نسبت لکھا ہے کہ جب ہندوستان سے ہمایوں خارج ہوا اور شیر شاہ کی فتح نے اپنے پاؤں طاقت پاؤں پھیلائے تو افغانوں

اور راجپوتوں کے درمیان مٹ بھیڑ ہونے لگی۔ مالدیو نے ہمایون کو اسلئے بلایا تھا کہ اوسکے سہارے سے وہ اپنی قوی دشمن شیر شاہ کا مقابلہ کر سکے۔ مگر جب اوس کے ملک میں بادشاہ آگیا اور اوسکو معلوم ہوگیا کہ بادشاہ پاس سپاہ نہایت قلیل ہے اور وہ بھی خستہ حال و پریشان ہے اور اوس میں کوئی قابلیت اوسکی امداد کی نہیں ہے اور شیر شاہ کی سپاہ ضلع ناگور میں جو اوس کی مملکت کی سرحد پر ہے دہمکیاں دے رہی ہے اور شیر شاہ نے ایلچی بھیجکر بہت سے وعدے وعید کئے تو اوس نے کمال بے مروتی سے یہ امر قرار دیا کہ بادشاہ کو جس طرح ہوسکے گرفتار کرکے شیر شاہ کے حوالہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ راجہ سمجھتا تھا کہ بادشاہ کے ساتھ ہونا شیر شاہ سے جھگڑا مول لینا ہے۔ شیر شاہ کو وہ ایسا زبردست جانتا تھا کہ اپنی ہستی اوس کے سامنے نہ گنتا تھا۔ بادشاہ کے آنے سے اوس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں اوسکے پکڑنے کو شیر شاہ سارا لشکر لیکر اوس کے ملک پر نہ چڑھ آتے۔ غرض ایسے ایسے اندیشوں سے اوس نے شیر شاہ سے وعدہ کر لیا کہ ہمایوں کو پکڑ کر اوس کے حوالہ کر دیگا۔ جب لشکر نے مراجعت کے لئے حرکت کی تو بادشاہ نے روشن بیگ اور شمس الدین اتکہ کو بھیجا کہ وہ اس ملک کے رہنے والوں رہبروں کو لائیں۔ وہ دو آدمیوں کو اونکے اونٹوں سمیت پکڑکر بادشاہ پاس لائے۔ بادشاہ نے کہا کہ اونٹ طویلے میں بندھیں اور اونکی تلواریں پہرہ میں رہیں۔ قاضی مہدی علی جو اونکی زبان جانتا تھا اون کو ہدایت کرے کہ اگر وہ رہبری اچھی طرح کرینگے تو انعام و وظیفہ پائیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم گنوار ہیں امرکوٹ کا رستہ ہم کیا جانیں۔ وہ گرفتار رہے اور اون سے کہا گیا کہ تم جاسوس ہو یا تم راستہ جانتے ہو مگر شرارت سے نہیں بتلاتے اب تمہاری گردن اُڑائی جائیگی۔ اِن آدمیوں نے زندگی سے مایوس ہوکر قید خانہ سے اپنی خلاصی اس طرح کرنی چاہی کہ پہرہ والوں سے ایک خنجر اور ایک چھرا چھینا اور بیخبر لوگوں پر حملہ کیا ترسون بیگ کو جس کی حراست میں وہ تھے قتل کیا۔ طویلہ میں جاکر اپنے اونٹوں کے چھرے مارے اور اور جانوروں کو زخمی کیا جن میں بادشاہ کا خاصہ کا گھوڑا اور ایک خچر تھا پہلے اس سے کہ بادشاہ کے آدمیوں نے اونکو قتل کیا اونہوں نے بہت سے آدمیوں و عورتوں اور جانوروں کو زخمی اور قتل کیا۔ بعض نے

لکھا ہے کہ ۱۷ آدمیوں کو مارا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ ہندوؤں میں سے جاسوسی کے لئے دو آدمی آئے تھے وہ گرفتار ہوئے۔ بادشاہ کے روبرو پیش ہوئے۔ باتوں کے پوچھنے سے حقیقت حال معلوم ہوئی۔ ایک کو قتل کا حکم ہوا کہ دوسرا دہشت میں آنکر اصل حال بتلائے مگر ان دونوں نے اپنے تئیں اس طرح خلاص کیا کہ دو شخصوں سے جو اونکے نزدیک کھڑے تھے کارد اور خنجر چھین کر سترہ جاندار آدمی اور گھوڑے زخمی کر کے قتل کئے اور خود بھی مارے گئے۔ بادشاہ کے خاصہ کا گھوڑا جو مارا گیا تو بادشاہ کے اصطبل میں دو گھوڑے اور خچر باقی رہے اس واقعہ سے لشکر میں ایسا تفرقہ پڑا کہ لوگ بھاگنے لگے تو بادشاہ نے سمجھایا کہ تم مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤ گے تمہارے بچنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے مگر اس پر بھی تین امیر بھاگ کر مالدیو سے جا ملے۔ بادشاہ کے خاصہ کا گھوڑا مارا گیا تھا اور کوئی گھوڑا اوسکی سواری کے لئے نہیں رہا تھا۔ اوس کے نوکروں نے تردی بیگ سے ہر چند گھوڑے اور اونٹ طلب کئے مگر اوس نے بیمروتی کر کے اونکے دینے میں مضائقہ کیا۔ ناچار بادشاہ اونٹ پر سوار ہوا ندیم کوکہ خود پیادہ تھا اوس کے گھوڑے پر اوس کی ماں سوار تھی اوس نے یہ گھوڑا بادشاہ کی نذر کیا اور اپنی ماں کو اونٹ پر سوار کیا۔

اُسوقت بادشاہ جو کام کرتا تھا اُس کا انتظام نہ ہوتا تھا جس جگہ اوسکو خیر و نیکی کی توقع ہوتی وہاں شرارت اور بدی ظہور میں آتی۔ سپاہ ناصرہ کی ذرا مدد دی محک تجربہ میں آئی اور نادرست اندیشوں کا غدر بادشاہ کی نظر کے سامنے آیا تو اوس نے تردی بیگ و منعم خاں اور ملازموں کی ایک اور جماعت کو حکم دیا کہ وہ لشکر کے پیچھے رہیں۔ بداندیشوں کو سد راہ نہ گذرنے دیں کہ لشکر کو جرأت کر کے ضرر پہونچائیں۔ ساری راہ میں وہ اسی بات کا ملاحظہ کریں اور اگر قابو پائیں تو دشمن پر دست بردی کریں۔ بادشاہ کے ساتھ معدودے چند جان سپار اور بیگمات تھیں۔ بہادر سپاہیوں میں سے شیخ علی بیگ جلائر و ترسون بیگ ولد بابا جلائر و فضیل بیگ اور کچھ اور آدمی تھے جن کی تعداد بیس نفر تھی اور بعض اور غلامان خاص اور شاگرد پیشوں میں ملا تاج الدین اور مولانا چاند منجم ساتھ تھے۔ یہ گروہ پہلودی سے چلکر اوس ملک میں پہنچا جو جیسلمیر کے ملک میں تھا۔ بادشاہ اس ضلع میں چلا جاتا تھا کہ صبحکو کیا دیکھتا ہے کہ لشکر

کے پیچھے سے تین فوجیں سواروں کی چلی آتی ہیں مورخ قیاس ہر فوج کی تعداد پانچ پانچ سو آدمیوں کی بتاتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جو امیر پیچھے گئے تھے وہ کہاں ہیں عرض کیا کہ وہ اندھیری رات میں راہ بھول گئے تو اس نے حکم دیا کہ دریافت کرو کہ یہ سپاہ دشمنوں کی ہے یا دوست کی جب یہ تحقیق ہو گیا کہ دشمن کی سپاہ ہے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ گھوڑوں پر جو اسباب لدا ہوا ہے وہ اوتار کر اونٹوں پر لادا جائے اور سپاہی جو پیادہ پا چل رہے ہیں وہ گھوڑوں پر سوار ہوں اس طرح سولہ سواروں کا لشکر تیار ہوا شیخ علی بیگ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے اوس نے کہا کہ یہ وقت وہ ہے جو حضرت امام حسین پر آیا تھا کوشش کرنی چاہیے۔ غایت یہ ہے کہ میں شہید ہو جاؤنگا اوس نے اپنا حق نمک بادشاہ سے معاف کرایا اور اپنا حق خدمت بادشاہ کو معاف کیا شیخ علی بیگ اور درویش کوکا اور روشن بیگ اور ایک اور جماعت کل بائیس آدمی دشمنوں کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ جس وقت وہ پہونچے تو ہندو ایک تنگ راہ میں آگئے تھے اور شیخ علی نے اول ہی تیر میں مخالفوں کے سردار کو ہلاک کیا۔ اوہر سے جو تیر شست سے نکلا مخالفوں میں سے ایک معتبر کو اوس نے خاک پر گرایا۔ دشمنوں میں طاقت مقاومت نرہی اور تھوڑے لشکر نے بڑے لشکر کو بھگا دیا اور بہت سے آدمیوں کو قید کیا شیخ علی نے بہبود چوبدار کو کہا کہ بادشاہ کو اس فتح کا مژدہ سنا۔ بہبود نے دشمنوں کے سر کاٹ کے فتراک میں باندھے اس بہبود نے بہبودی کی خبر بادشاہ کو سنائی اور مخالفوں کے سر بادشاہ کے قدموں میں رکھے بادشاہ نے مراسم شکر گذاری ادا کئے۔ وہاں جہاں پانی تھا قیام کیا وہ گروہ بھی جو رات کو راہ بھول گیا تھا بادشاہ سے آن ملا۔ وہ اپنے ساتھ جیسلمیر کے ملک کی گائیں اور بھینسیں پکڑ لایا تھا اسلئے یہ دن بڑی خوش حالی کے ساتھ گذرا۔

راجہ جیسلمیر نے جو دو ایلچی بھیجے تھے وہ یہاں بادشاہ پاس آئے اور اُنہوں نے یہہ شکایت کی کہ بادشاہ مسلح سپاہ کے ساتھ اِس ملک میں بغیر بلائے چلا آیا۔ راجہ کے ملک میں گائے ذبح نہیں ہوتی۔ بادشاہ کے آدمیوں نے اِس مقدس جانور کو پکڑ کر حلال کیا اب بادشاہ کا لشکر راجہ کی رعایا کے ہاتھ سے بچکر کہاں جائیگا۔ بادشاہ نے امرا سے

مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے اُنہوں نے کہا کہ ملائمت سے تو کام چلنے کا نہیں لب شمشیر سے
حکم فرمایئے کہ اِن ایلچیوں کو مقید کیجیئے۔ بادشاہ نے اونکو مقید کر دیا اور کچھ جواب نہ دیا اور آگے
چلا۔ اور جیسلمیر میں غرہ جمادی الاولیٰ کو بادشاہ پہونچا۔ رائے جیسلمیر کہ اس کا نام رائے لونکرن
تھا وہ بادشاہ کے آنے سے ناراض ہوا اور شہر کے باہر جو تالاب (کول آب) تھا اوس کی
محافظت کی تاکہ لشکر شاہی کہ محنت اوٹھا کر سراب سے اِس مرحلہ بے آبی میں آیا ہے بے آب
ہونے سے آزار پائے مگر بادشاہ کے شیروں نے دستبردی کی اور گروہ کو تالاب کے کنارہ پر
شکست دی۔ وہ بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے۔ بادشاہ کو آگے چار کوس چلکر ایک گانوں ملا
کہ جس میں پانی غلہ بہت تھا مگر کوئی آدمی نہ تھا۔

اب بادشاہ کا گذر ایسے صحرائے بے آب میں ہوا کہ ابتک نہ ہوا تھا۔ اور اِس مصیبت
پر یہ ایک اور آفت آئی کہ راجہ جیسلمیر نے اپنے بیٹے کو جو اُس کا ہم نام مالدیو تھا حکم دیا کہ جہاں
جہاں کنواں ہو اُس میں ریت بھر دے۔ باپ کا حکم بیٹا بجالایا۔ بادشاہ کے لشکر کو تین روز تک
پانی نہ ملا راہ میں جس کنوئے میں ڈول ڈالا وہ ریت سے بھرا نکلا۔ ناچار آگے کوچ کیا پھر
مغرب کے درمیان ایک کنوئے پر گذر ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہاں قیام ہو خواہ کنوئے میں
پانی ہو یا نہو۔ اِس چبوترے سے لشکر کے گرد اونٹوں کا حصار بنا اور آدمی مقرر ہوئے کہ رات
کو اس کے گرد وہ گشت کریں۔ بادشاہ خود بھی اِس گشت کرنے میں شریک تھا مگر جب شیخ علی کو
معلوم ہوا تو وہ خود آیا اور بادشاہ کو سونے کے لئے بھیجا اور خود گشت کیا۔ بادشاہ نے اپنی بارگاہ
میں جاکر آرام کیا کہ شیر شاہ کا بھیجا ہوا ایک چور بادشاہ کے خیمے میں گھس گیا اور اوس نے
بادشاہ کی بغل میں جو تلوار تھی وہ آدھی نکالی تھی کہ اوسکو اپنی گرفتاری کا اندیشہ ہوا۔ وہ
آدھی تلوار نکلی ہوئی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ صبحکو بادشاہ نے میان سے آدھی تلوار نکلی ہوئی دیکھی مگر
وہ تحقیق نہ کر سکا کہ کس نے یہ کام کیا۔

اب پھر یہاں سے صحراء بے آب میں سفر کیا۔ چوتھے روز چار چاہ پر پہونچا جن میں سے تین
چاہ میں پانی تھا اور ایک خشک تھا۔ بادشاہ نے ایک کنواں اپنے خرچ کے لئے رکھا دوسرا
تردی بیگ کو اور تیسرا خالد بیگ کو دیا۔ کوئی ڈول پاس نہ تھا اسلئے اوس کی جگہ دیگچی کشتے

میں ڈالی۔ کنوئے میں پانی چھ سو فیٹ نیچا تھا۔ جب اونٹ یا بیل رسی لیکر چلتا اور ڈول لب چاہ پر آتا تو ڈھول بجایا جاتا تو اونٹ ہکانے والا اونٹ کو ٹھیراتا تو ڈول باہر نکلتا جب پہلا ڈول باہر نکلا تو پانچ چار آدمی پیاس کے مارے ایسے دیوانے ہو رہے تھے کہ وہ اوس پر جا گرے جس سے رسی ٹوٹ گئی اور ڈول پھر کنوئے میں جا پڑا۔ اس سے بعض آدمیوں کو مایوسی ہوئی کہ وہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے کنوئے میں گر پڑے اور پیاس کے عذاب سے قیامت تک چھوٹ گئے۔ غرض پانی نے بڑے بڑے جوانمردوں کی آنکھوں سے پانی کا دریا رواں کرایا۔ کنوئے سے بڑی محنت سے تو ایک ڈول نکلتا پھر اوس پر جھگڑا ایسا ہوتا کہ پانی فراغت سے کسی کو نہ ملتا۔ بادشاہ کی شاگرد پیشہ کی جماعت نے جن کے لئے ایک کنواں مقرر ہوا تھا بادشاہ سے جا کر یہ شکایت کی کہ تردی بیگ کے گھوڑے اور اونٹ تک پانی پیتے ہیں اور ہمکو پانی نہیں ملتا۔ بادشاہ اُس سے منع کریں نہیں ہم اُس سے لڑیں گے غایت یہ ہے کہ ہم مارے جائیں گے۔ اب بھی بن پانی مرے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے تردی بیگ سے اُسکی ترکی زبان میں کہا کہ تم ایک ساعت پانی اپنے لئے نہ نکالو اوس نے یہ حکم مان لیا۔ غرض پانی کی حقیقت بیان نہیں ہو سکتی بہت سے آدمی پیاس کے مارے مرگئے ایک بوند پانی مرتے وقت تک بھی اونکے حلق میں نہ پہنچا۔

اس وقت راجہ کا بیٹا سفید علم ہاتھ میں لئے نمودار ہوا۔ اوس نے بادشاہ پاس آدمی بھیجکر یہ عرض کیا کہ حضور اس ملک میں دشمنوں کی طرح آئے اور گائے کشی کی جو ہندوؤں کے دھرم میں نہایت ممنوع ہے اگر حضور یہاں اطلاع کرکے آتے تو مہمانداری آپ کی راجہ کی طرف سے موافق اُس قاعدے کے ہوتی جو راجاؤں اور زمینداروں میں مروج ہے اگر چند روز قیام کا ارادہ یہاں ہو تو میں بیل اور ڈول بھیجکر حوض کو پر کردوں کہ بادشاہ کے لشکر کے آدمی اور مویشی اچھی طرح پانی پئیں۔ میرے ایلچیوں کو جو حضور نے بے قصور قید کر رکھا ہے خلاص فرمایئے۔ بادشاہ نے تردی بیگ کی سفارش سے ان ایلچیوں کو چھوڑ دیا۔

بادشاہ جانتا تھا کہ یہاں کے آدمی بد ہیں اور آگے کی منزل میں ایک کنواں ہے اسلئے

اوس نے اپنے لشکر کے تین حصے کئے اور حکم دیا کہ ایک دن درمیان کوچ کریں تاکہ باری باری سے پانی سب کو میسر ہو۔ اول حصہ میں بادشاہ اور تردی بیگ اور ایشان تیمور سلطان تھا دوسرے حصہ میں منعم بیگ اور تیسرے حصہ میں شیخ علی تھا۔ مگر اس طرح جانے میں بھی بہت آدمی پیاس کی شدت کے مارے مرگئے۔ کہتے ہیں کہ ایک گروہ ان تین گروہوں میں سے دوپہر کو پانی کے تالاب پر پہنچا۔ گھوڑے اور اونٹ کئی دن کے پیاسے تھے وہ پانی کو دیکھ کر کب رک سکتے تھے وہ اُس پر ٹوٹ پڑے اور اسقدر پانی پی گئے کہ پیٹ تن تن کر پھٹ گیا۔

اب بادشاہ امرکوٹ سے دس کوس کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں کے رانا کا استقبال کرنا مشتبہ تھا۔ مصائب کی شدت نے چھوٹے بڑے کا ادب آداب کچھ باقی نہ رکھا تھا دلوں میں معمولی اخلاق کا بھی پاس نہ رہا تھا۔ روشن بیگ کا گھوڑا سفر سے ماندہ ہوگیا تو وہ بادشاہ کی حاملہ بیوی پاس گیا اور اپنا گھوڑا جو اوس نے مستعار دیا تھا مانگ لیا۔ جب بادشاہ کو اوسکی خبر ہوئی تو اوس نے اپنا گھوڑا اپنی بیوی پاس بھجوایا اور خود پیادہ پا چلا اور پھر آفتاب خانہ سے اونٹ منگا کر سوار ہوا۔ یوں وہ ایک کروہ چلا تھا کہ خالد بیگ نے خبر پاکر اپنا گھوڑا بادشاہ کو دیا۔ دسویں جمادی الاولیٰ کو بادشاہ قلعہ امرکوٹ میں داخل ہوا سات سوار بادشاہ کے ساتھ تھے باقی ایک ایک دو دو تین تین کرکے فنا ہوئے۔ یہاں کے حاکم کا نام رانا پرشاد تھا۔ بہت سے اسباب ایسے جمع ہوئے تھے کہ یہ رانا بادشاہ کا خیرخواہ ہوگیا تھا وہ ہمایوں کے ساتھ اس بے سامانی کے عالم میں ایسی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا جیسا کہ کوئی بڑے بادشاہ کے ساتھ پیش آتا ہے جسوقت بادشاہ آیا اُسی وقت استقبال کے لئے بھائی کو بھیجا اور اپنے نہ آنے کا یہ عذر کیا کہ آج ملازمت کے لئے مہورت مبارک نہ تھا کل حاضر ہونگا۔ دوسرے دن بادشاہ پاس آیا اور عرض کیا کہ میری ریاست چھوٹی سی ہے اس کی زمین بنجر ہے لیکن اس پاس دو ہزار سوار اپنی قوم سودھا کے ہیں اور پانچ ہزار سوار اسکے سیچار دوستوں کے ہیں جنکو وہ جمع کرسکتا ہے یہ دونو ملکر حضور کی خدمت کے لئے دل و جان سے حاضر ہیں۔ اس لشکر سے حضور ٹھٹے اور بھکر کے کل ملک کو فتح کرسکتے ہیں۔

بادشاہ سنے اوسکی اس دولت خواہی کا شکریہ ادا کیا اور یہ کہا کہ اس مصیبت کے وقت میں میرے پاس روپیہ نہیں ہے کہ میں تمہارے دوستوں کے لشکر کو بلاؤں اور اوسکی تنخواہ ادا کروں۔ مگر مجھے امید ہے کہ میں لشکر کے لئے روپیہ جلد بہم پہنچاؤنگا۔

بادشاہ کے مزاج کی بے پروائی اور زندہ دلی عجب طرح کی اس حکایت سے معلوم ہوتی ہے کہ اس نے کپڑے اوتار کر دھونے کو دیے تھے اور حمام کے کپڑے پہنے بیٹھا تھا کہ ایک پرند اڑتا ہوا خیمہ میں چلا آیا اسے پکڑا اور قینچی سے اوسکے پر کترے اور مصوّر سے تصویر کھنچوائی اور اوسے چھوڑ دیا۔

بادشاہ نے جب اپنے پاس روپئے نہونے کا ذکر کیا تھا تو شاہ محمد خراسانی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ امیروں کے پاس روپیہ ہے اور اونہوں نے جہاں جہاں روپیہ چھپا کر رکھا ہی وہ مجھے معلوم ہے۔ پس بادشاہ نے امیروں کو بلایا اور شاہ محمد کے ساتھ اپنے ملازم کئے کہ امیروں کے خیموں میں سے سارا اسباب قیمتی اور روپیہ تلاش کر کے میرے سامنے لائیں پکانے کی دیگ اور طبق کو وہیں چھوڑ آئیں حسب الحکم وہ گئے اور امیروں کے مال اور دولت اور لباس کے صندوقچوں کو تلاشی کر کے بادشاہ کے روبرو لائے۔ ایک بڑھیا نے اپنا صندوقچہ بچانے کے واسطے حسین بورچی کو دیا تھا۔ مگر وہ آدمیوں نے پکڑ لیا۔ اس میں تین خشت زر سرخ اور بیالیس اشرفیاں اور زیور مرصع نکلا۔ بادشاہ نے کافور کو حکم دیا کہ حسین بورچی کی کانوں کی لوئیں کتر دے اوس نے بورچی کے سارے کان کتر کر بوچا بنا دیا۔ مگر بادشاہ نے پھر اسکے کان جڑوا دیے۔ امیروں کا جو روپیہ اور اسباب جمع ہوا تھا اوس میں سے آدھا تو اونکے مالکوں کو دیدیا اور آدھا ملازموں اور شاگرد پیشہ میں تقسیم کر دیا۔ اور پارچے جو جمع ہوئے تھے اون میں سے دو تہائی مالکوں کو دیدیے اور ایک تہائی حرم سرا میں بھیجدیے غرض یوں امیروں کا دل دکھا کر اور ایک حرکت جو شان شاہی سے بعید تھی کر کے خنجرہائے مرصع اور کچھ روپیہ رانا کے بیٹوں پاس بھیجا۔ یہ واقعہ جوہر کے واقعات ہمایوں سے نقل کیا ہے مگر طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے۔ بادشاہ پاس جو خزانہ تھا وہ لشکریوں کو تقسیم کر دیا اور اوس نے تردی بیگ اور اور... ں سے روپیہ کی مدد لیکر رانا اور اوسکے فرزندوں کو

بادشاہ کی امرکوٹ میں اقامت اور سندھ کے تازہ واقعات

نیکو خدمتی کے انعام میں دیا اور زرہ و کمر و خنجر سے سرافراز کیا۔ ابوالفضل نے اکبرنامہ میں لکھا ہے کہ تردی بیگ خاں اور ایک اور جماعت پاس بادشاہ کی بدولت بہت مال و منال و اسباب تھا مگر ایسی عسرت و مصیبت میں بادشاہ کی طلب کے باوجود وہ اون کے دینے میں دریغ کرتے تھے۔ بادشاہ نے باتفاق رانائے امرکوٹ اون سے یہ مال لے لیا بادشاہ نے کمال مروت و فتوت ذاتی و غایت مہربانی و انصاف سے کچھ اس مال میں سے مدد خرچ کے طور پر ملازموں میں تقسیم کر دیا اور زیادہ تر مال اونہیں پست فطرتوں اور تنگ حوصلوں کو دیدیا۔ یہ بھی کیا وقت تھا امرائے عظام و امنائے کبار کو بادشاہ کے ساتھ ادنیٰ درجہ کا بھی اخلاص نہیں رہا تھا وہی مال جو بادشاہ کی عنایت سے حاصل ہوا تھا اوسکے دینے میں خست کرتے تھے۔ سات ہفتے کے قریب امرکوٹ میں ہمایوں رہا۔ اور اپنے درماندہ ملازموں کو تازہ دم کیا۔ رانا نے اپنے مقدور کے موافق اوس کی خدمت کی۔ بادشاہ نے اس عرصہ میں خوب سندھ کے تازہ حالات دریافت کئے پہلے ہم نے بیان کیا ہے کہ شاہ حسین مرزا نے بادشاہ کو ایسا مجبور کیا کہ اوسکو قلعہ سیہواں کا محاصرہ اوٹھانا پڑا۔ مگر وہ بادشاہ کو چلے جانے سے روک نہ سکا۔ جب تک اوس کو ہمایوں کا خوف رہا وہ یادگار ناصر مرزا کا دل یوں بڑہاتا رہا کہ وہ ملک سندھ میں اُس کا جانشین ہوگا اوس کا داماد بنے گا اور اوسکو گجرات اور دہلی کے تخت پر بٹھائیگا۔ یادگار ناصر مرزا ان بہلاووں میں آن کر بادشاہ سے بالکل مخالف ہو گیا اور محرم کے وسط میں دریا پار ہو کر لشکر میں جو دریا کے دائیں کنارے پر ہے گیا اور بھکر کے قلعہ میں اپنی توپیں اور بندوقیں رکھوا دیں۔ ہمایوں مجبور ہو کر ۲ محرم کو روڑی سے روانہ ہوا تھا۔ اور ۲۴ محرم کو شاہ حسین بھکر میں یہ تحقیق کر کے کہ بادشاہ اُچھ کو جاتا ہے آیا۔ یہاں اس ہوشیار اور تیز رائے نے اپنی آنکھوں سے ہر چیز کو اور ہر کارخانہ کو دیکھا۔ اوس نے سلطان محمود بکری کو اس پر تنبیہ کی کہ اوس نے دشمنوں کو کھلا کر غلہ برباد کیا۔ اِس اشراف امیر کو تو وہ سزا دینی نہیں چاہتا تھا مگر اوس نے غلہ کے داروغہ محمود کو دروازہ پر سولی چڑہا دیا ان زمینداروں کی زندہ کھال اُتروائی جنہوں نے ہمایوں کو دریائے سندھ میں ڈوبی ہوئی کشتیاں بتائی تھیں اور یادگار ناصر مرزا نے اون کو بادشاہ سے

چلا

لیکر اوس پاس بھوایا تھا۔ بادشاہ کے چلے جانے کے بعد اوس کے لشکر کے بہیر کے اور ہر قسم کے آدمی جو اوس کے ساتھ نہ جاسکے وہ سارے ملک میں مارے مارے پڑے پھرتے تھے۔

یادگار ناصر مرزا جو حاکم ٹھٹہ کے فریب و فسون میں آن کر بادشاہ سے منحرف ہوا تھا لوہری میں توقف کیا وہ بادشاہ کی روانگی کے بعد دو مہینے تک پڑا رہا۔ آخر کو اوس پر ظاہر ہوا کہ حاکم ٹھٹہ شاہ حسین مرزا کے حرف حکایت میں صدق و صفا نہ تھا اور مقدمات حیلہ پیوند اوس کے کذب و سفاہت پر مبنی تھے۔ ناچار قندہار کو روانہ ہوا۔ جوہر نے تو یہ لکھا کہ وہ ایسی رسوائی سے باہر نکالا گیا کہ اوس کے ہر آدمی سے ایک شاہرخی اور ہر گھوڑے پر پانچ شاہرخی اور ہر شتر پر سات شاہرخی حسین شاہ نے لیکر اونکا پنڈ چھوڑا ہرچند ہاشم بیگ نے جو یادگار ناصر مرزا کا دولت خواہ۔ راست گو اور ہوا پرست رضا جو تھا سمجھایا کہ بادشاہ کو چھوڑ کر مرزا کامران پاس جانا مصلحت نہیں ہے سوچ لینا چاہیے کہ دنیا جائے مکافات ہے یہہ امر ثابت ہے کہ جس شخص کا ادبار آتا ہے اوس کی عقل تیرہ ہوجاتی ہے اور اپنے ولی نعمت کے آزار کے درپے ہوتا ہے۔ خیر اندیشوں کی نصیحت کو پا در ہوا سمجھکر کان میں نہیں لاتے دانشوروں کی سنجیدہ باتوں کو افسانہ افسوں جانتا ہے۔ وہ قندہار کی طرف متوجہ ہوا اور اوسوقت وہاں پہنچا کہ مرزا کامران نے مرزا ہندال کا قندہار میں قافیہ تنگ کر رکھا اور محاصرہ سے وہ تنگ ہو رہا تھا۔ یہاں سے وہ مرزا کامران کے ساتھ کابل گیا۔ مرزا کامران نے شاہ حسین حاکم ٹھٹہ کے پاس آدمی بھیجا کہ شہر بانو بیگم اور اوس کے بیٹے مرزا سنجر کو جو یادگار ناصر مرزا سے جدا ہو کر یہیں جدا رہ گئے ہیں بھیجدو۔ حاکم ٹھٹہ نے اُسکو اس جماعت کثیر کے ساتھ کہ بادشاہ سے جُدا ہو کر اس کے ملک میں آوارہ پھر رہے تھے باآئین مناسب روانہ کیا۔ اُس سے یہ خطا ہوئی یا عمداً اوس نے یہ کیا کہ اُس قافلہ کو اس بیابان کی راہ سے اوس نے روانہ کیا کہ بے آب و علف تھا۔ ایک جماعت کثیر راہ میں تلف ہوئی۔ یہ قافلہ موضع شال میں پہنچا تو آدمیوں میں ایسی تپ پھیلی کہ شہر بانو بیگم نے انتقال کیا اور دو تین ہزار سرگردان آدمیوں میں سے تھوڑے زندہ سلامت رہے۔ شاہ حسین روڑی میں پیچ اثنائی

تک رہا اور ہر چیز کو درست کیا قلعہ سیوان جاکر اوسکی شکست و ریخت کی مرمت کرائی پھر بسین میں گیا۔

جب بادشاہ امرکوٹ میں رہتا تھا تو وہ صلاح و مشورہ لیتا تھا کہ اب کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ یہ معلوم ہوتا کہ رانا پرشاد کا عمل دخل اپنے ملک پر اچھی طرح سے نہیں رہا تھا جانی بیگ نے اوسکو بے دخل کر دیا تھا۔ اور شاہ حسین نے اوس کے باپ کو مار ڈالا تھا اسلیئے وہ اُس سے انتقام لینا چاہتا ہمایوں کی مدد سے وہ اپنے دونوں کام بنانے چاہتا تھا اسلیئے اُس نے بادشاہ پاس یہ سامان جمع کر دیا تھا۔ اور بادشاہ کو یہ صلاح دیتا تھا کہ ملک ٹھٹھہ پر جو امرکوٹ سے سو کوس تھا حملہ کیجیئے۔ اوّل جون پر پیشقدمی کیجیئے۔ یہاں کے باشندے ارغون سے ناراض ہیں وہ بادشاہ سے آن ملیں گے۔ امرکوٹ ایک چھوٹا سا ضلع کم حاصل تھا بادشاہ کی اقامت دراز کے لیئے مناسب نہ تھا اسلیئے بادشاہ نے یہ ارادہ مصمم کیا کہ لشکر کو ساتھ لیکر جون کی طرف چلیئے۔ راجہ نے بھی اپنے لشکر کو پہلی رجب کو امرکوٹ سے نکالا بادشاہ نے حمیدہ بیگم بانو اور اہل و عیال کو امرکوٹ میں چھوڑا اور بیگم کے بھائی خواجہ معظم کو گھر کا منتظم مقرر کیا۔ ہم روز بعد یعنی ۵ رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء کو حمیدہ بیگم بانو کا وضع حمل ہوا۔ اور شاہزادہ اکبر پیدا ہوا جو آیندہ ہندوستان کا شہنشاہ اور اپنے خاندان کا سرتاج ہوا۔ بادشاہ امرکوٹ سے بارہ کوس پر ایک حوض پر مقیم تھا کہ تردی بیگ نے یہ مژدہ سنایا۔ بادشاہ اِس مژدہ جان بخش سے ایک دل سے ہزار دل ہوا۔ خدا کی درگاہ میں شکر بجا لایا جو خارستان نامرادی میں گل مراد کھلاتا ہے اور ناکامی کی تہی دستی میں ہزاروں کام بناتا ہے اوس کے دلپر جو کلفت کے زخم تھے وہ اِس مرہم سے اچھے ہو گئے امرا مبارکبادی کے لیئے جمع ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے آفتابچی جوہر کو حکم دیا کہ جو تیرے پاس میری امانت ہے اُسے لا۔ جوہر نے عرض کیا کہ میرے پاس حضور کی امانت دو سو شاہرخی اور دو ستانہ نقرہ اور ایک نافہ مشک تھا سو اون میں سے تو اوّل دو چیزیں حضور نے اُنکے مالکوں کو دلا دیں۔ نافہ مشک موجود ہے۔ بادشاہ نے نافہ منگایا اور اوسکو توڑا اور چینی کی رکابی میں مشک کو نکال کر رکھا اور اوس کی چٹکی چٹکی امیروں میں تقسیم کر دی۔ یہ اشارہ

شاہزادہ اکبر کا پیدا ہونا

غلبی تھا مشک کی بو کی طرح اوس کی شمیم اقبال تمام جہان میں پھیلے گی- اور جلال الدین محمد اکبر نام اوس کا رکھا-

بادشاہ نے اِس خوشخبری کو سنکر دن کو قیام کیا اور شام کو سفر کیا اوس کے ساتھہ چغتائی خیر خواہ اور امرکوٹ کے رانا کے آدمی تھے- پانچ منزلوں میں بعد جون کے قریب بادشاہ پہنچا- رن کے شمال مغرب میں جاجکان کی مغربی سرحد پر ضلع جون واقع ہے- وہ دریاے سندہ کی ایک مشرقی شاخ کے قریب ہے اور یہ شاخ جنگل کو قطع کرتی ہوئی کچھہ کی مغربی سرحد بنی ہے- اِس ضلع میں بہت سے دریا کے شعبے چھوٹے چھوٹے بہتے ہیں- جن سے یہ ضلع بہت سے چھوٹے چھوٹے جزیروں اور قطعات میں تقسیم ہو گیا ہے اِس زمانہ میں یہاں زراعت خوب ہوتی تھی اِس میں انسان کی ایحتاج کی افراط تھی اِس کے باغ بڑے پر فضا اور دلکشا تھے- یہ قصبہ کثرت حدایق و انہار و لطافت فواکہ و اشجار میں بلاد سندہ میں ممتاز تھا- جب اِس سرزمین میں یہ خواص ہوں اور وہاں قدرتی ندی نالوں اور مصنوعی نہروں سے سیرابی و شادابی ہو اور باشندے بہادر ہوں تو وہاں کے باشندوں کو آزادی کی نعمتیں ایسی ہی حاصل رہیں جیسے کہ اوس کے ہمسایہ کے ملک جاجکان کے وحشی باشندوں کو حاصل تھیں-

جب ہمایوں اِس مقام پر آیا تو جانی بیگ جس پاس پہلے امرکوٹ تھا اور اِس نواح میں وہ مشہور قزاق تھا جون میں وہ بہت سواروں کے ساتھہ موجود تھا- بادشاہ نے شیخ علی بیگ کے سوار بڑا اسنے تجربہ کار وفادار مغل اور رانا کے پانچسو سود ہا سوار آگے روانہ کئے اور پیچھے اونکی کمک کے لئے خود چلا شیخ علی خود بھی بہادر تھا اور بادشاہ کی کمک کا بھی سہارا لگا ہوا تھا- اوس نے آتے ہی دشمن کے لشکر پر حملہ کیا اور بادشاہ کے آنے سے پہلے اوسکو ہزیمت دیکر پراگندہ اور منتشر کر دیا- بادشاہ نے آتے ہی سارے اسیروں کے قتل کا حکم دیا- اِن قیدیوں میں وہ زخمی مغل بھی تھا جسکو مرزا قلی نے پیش کرکے ترکی زبان میں کہا کہ اِس نے بادشاہ کو بہت گالیاں دی ہیں- بادشاہ نے کہا کہ اِسے چھوڑ دو وہ اپنی سزا کو پہنچگیا- پھر بادشاہ میدان جنگ سے جون میں آیا اور ایک بڑے باغ

میں خیمہ لگایا اور اپنے لشکر کے گرد ایک گہری خندق کھود دی۔ خاصہ ایک حصار متین اُسکے لشکر کے گرد تیار ہوگیا اور آس پاس کے تمام راجاؤں اور رئیسوں کو اوس نے بلایا سو زیادہ کے اور کچھہ سا چاوں کے رئیس اُس پاس آئے اور جام کے سرخیل جن کے پاس پہلے ملک بھکر تھا وہ بھی حاضر ہوئے اس طرح اِس پاس پندرہ سولہ ہزار سواروں کی جمعیت ہوگئی۔ جون میں دو آدمی گرفتار ہوئے جن کا حال قابل لکھنے کے ہے۔ جب بادشاہ نے قلعہ سیہوان کا محاصرہ کیا تھا تو اِس قلعہ میں ایک تفنگ انداز ایسا تھا کہ نشانہ بےخطا لگاتا تھا بادشاہ نے فرمایا تھا کہ مجھے اُمید ہے اُسے ایک دن گرفتار کرونگا اور بعض دفعہ یہ بھی ارشاد کیا تھا کہ جس چور نے میری تلوار آدھی میان سے نکالکر چھوڑ دی وہ بھی میرے ہاتھ آئیگا جب بادشاہ نے جون پر قبضہ کیا تو یہ دونوں آدمی ایک بوزہ فروش کی دُکان پر اپنی اپنی بہادریوں کی داستان بیان کررہے تھے کہ بادشاہ کے آدمیوں نے اونکی یہ باتیں سُن لیں اور اون کو گرفتار کرکے بادشاہ کے روبرو لائے بادشاہ نے تفنگ انداز کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چور کو معاف کیا اور ایک تحفہ اوسکو دیا۔

یہاں بادشاہ نے شعبان کے آخر میں امرکوٹ سے مریم مکانی اور شاہزادہ اکبر کو بلایا ۳۵ دن بعد روز ولادت سے اپنے نورچشم کو دیکھکر آنکھوں کو روشن کیا۔

جس وقت شاہ حسین نے سنا کہ چھ مہینے بھی نہیں گذرے کہ ہمایوں اس کے ملک کی ایک جانب سے نکلا تھا۔ اب وہ دوسری جانب میں آگیا تو اوس نے جانا کہ خطرناک بلا نازل ہونیوالی ہے وہ ایک سپاہ جرار کے ساتھ دریا کی اس شاخ پر کہ جون کے قریب تھی چار کوس پر مقابل کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔

اس مقام میں دونوں لشکروں میں روز چھیڑ چھاڑ اور لڑائی ہوتی تھی مگر یہ مقابلہ برابر کا نہ تھا۔ مرزا شاہ حسین کا ملک تھا اوس کے پاس سارے مخازن ملک موجود تھے جو نقصان ہوتا اوس کو وہ پورا کرلیتا۔ مگر بادشاہ کے خیرخواہوں میں سے جن پر اوس کی ساری قوت کا مدار تھا۔ کوئی ایک مارا جاتا تو اوس کا عوض اوس کو میسر نہیں ہوتا تھا۔ مرزا نے اپنی قوت پر مکر و حیلہ کا اور اضافہ کیا اوس نے بادشاہ سے اوس کے دوستوں کو جو اوسکی

ملک سے لے آئے گئے تھے جدا کرنا چاہا۔ اوس نے پوشیدہ ایک ایلچی سراپا و کمر و خنجر و تحائف دیگر رانا پاس بھیجا کہ بادشاہ کی دولتخواہی چھوڑو اور ہمارے خیر خواہ ہو۔ رانا اِس سراپا کو بادشاہ پاس لے گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک کتے کو یہ سراپا پہنا کر اور اوسکی کمر میں خنجر وپٹکا لگا کر بھیجو جس سے اوس کی کمال حقارت ہو۔ چنانچہ یہی ہوا تو حسین شاہ دل میں بہت جلا اور شرمندہ ہوا۔

مسلمانوں کی اس عادت نے کہ وہ ہندوؤں کو ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھتے تھے شاہ حسین کا کام بنا دیا۔

خواجہ غازی نے امرکوٹ کے رانا سے ایسی نامناسب گفتگو کی کہ وہ ناراض ہو کر مع لشکر بادشاہ کے پاس سے چلا گیا۔ اور اوس نے کہا کہ مغلوں کے ساتھ رفاقت کرنی عبث ہے۔ اوسکے جاتے ہی اور رئیس بھی چلے گئے۔ ہرچند بادشاہ نے دلاسے اونکو دیے مگر کچھ اثر نہوا اور وہ اس پاس نہ ٹھیرے۔ اب بادشاہ پاس وہی اوسکے قدیمی خیرخواہ رفیق رہ گئے جو تعداد میں تھوڑے سے تھے مگر بہادری میں بڑے تھے۔ اُن میں سے بھی شاہ حسین پاس منعم بیگ بھاگ گیا۔ اور اوس سے جاکر کہا کہ بادشاہ میدان میں بے پناہ پڑا ہے۔ یہ خبر بادشاہ کو ہو گئی اوس نے حکم دیا کہ حصار قلعہ بنایا جاوے اور اوس کے گرد خندق کھودی جاوے خود عصا ہاتھ میں لیکر ہر گروہ کو بتا دیا کہ وہ یہاں کام کرے۔ تین روز میں قلعہ تیار ہو گیا۔ جب شاہ حسین چڑھ کر آیا تو اوس نے یہ قلعہ دیکھا اور منعم بیگ سے کہا کہ تو نے مجھ سے خلاف بیانی کی۔ شاہ حسین نے ہرچند قلعہ کی فتح میں کوشش کی مگر ناکام رہا۔ بادشاہ کی طرف بھی نقصان ہوا محمود گردباز مارا گیا۔ بیرم خاں

بادشاہ کا دل سرد ہو رہا تھا کہ اس حال میں ۷ محرم ۹۵۰ھ کو حدود گجرات سے بیرم خاں اکیلا بادشاہ کے پاس آیا اور بادشاہ کی خاطر افسردہ کو شگفتہ کیا۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ جب بیرم خاں لشکرگاہ میں آیا تو اول گذر اوس کا جنگ گاہ پر ہوا۔ پہلے اس سے کہ وہ بادشاہ کی خدمت میں آتے اور لوگ اوسکو جانیں اوسنے مردانہ کارزار شروع کی۔ اور بادشاہ کی سپاہ اوس کی بہادری کو دیکھکر متحیر ہو گئی اور اوس نے جانا کہ وہ جنود غیبی سے

ہے اور جب یہ معلوم ہوا کہ وہ بیرام خاں ہے تو اہل مصاحت نے خوشی کا نعرہ مارا اور بادشاہ اوس کے آنے سے نہایت خوش ہوا اور اوس تقریب سے چند روز یہاں توقف ہوا۔

بیرام خاں ترک تھا۔ بدخشاں میں پیدا ہوا بلخ میں تعلیم پائی۔ سولہ برس کی عمر میں ہمایوں کی سپاہ میں داخل ہوا۔ قنوج کی لڑائی میں شریک ہوا جب شکست ہوئی تو سنبھل کی طرف راجہ متر سین پاس جو اس سرزمین کے معتبر زمینداروں میں سے تھا چلا گیا۔ مدتوں اوسکی جماعت میں رہا جب یہ خبر شیر شاہ کو ہوئی تو آدمی بھیجکر اوس کو بلا بھیجا۔ راجہ نے مجبور ہوکر اسے بھیجدیا۔ مالوہ کی راہ میں شیر شاہ کی خدمت میں وہ پیش ہوا۔ شیر شاہ نے بھی اوسکی تعظیم دی اور دیر تک اوس سے دلفریب باتیں کرتا رہا۔ باتوں باتوں میں یہ بھی فرمایا کہ ہر کہ اخلاص دارد خطا نمیکند۔ بیرام خاں نے اوس کی تصدیق کی۔ اور کہا کہ ہر کہ اخلاص دارد خطا نخواہد کرد۔ برہان پور کے پاس سے یہ اور ابو القاسم حاکم گوالیار نہایت بیقرار ہوکر شیر شاہ کے لشکر سے گجرات کی طرف فرار ہوئے۔ راہ میں گجرات سے شیر شاہ کا ایلچی آتا تھا۔ اوس کو جب یہ خبر ہوئی کہ تو اوس نے ابو القاسم کو کہ جسم و صورت میں نمودار تھا پکڑ لیا۔ اوس کو بیرام خاں سمجھا۔ اب بیرام خاں کی نیک ذاتی اور جوانمردی دیکھئے کہ خود اوس نے جاکر مبالغہ سے کہا کہ میں بیرام خاں ہوں اور یہ ابو القاسم ہے۔ ابو القاسم کی مردمی دیکھئے کہ خود اوس نے کہا کہ میں بیرام خاں ہوں اور یہ میرا ملازم ہے وہ مجھپر اپنی جان فدا کرنی چاہتا ہے غرض معاملہ تھا مصرع

مرا بگذار و دست یار من گیر۔ وجاہت صورت نے ابو القاسم کو گرفتار کرایا۔ وہ شیر شاہ کے روبرو آیا۔ ناشناسی سے اوس نے اِس معدن مروت کو شہادت کے درجہ پہنچایا شیر شاہ بار بار یہ کہا کرتا تھا کہ جس مجلس میں بیرام خاں نے یہ کہا تھا کہ ہر کہ اخلاص دارد خطا نمی کند۔ میں جب ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ ہمارے ساتھ اخلاص نہیں کرے گا۔ اب بیرام خاں گجرات میں سلطان محمود پاس جو اسوقت یہاں بادشاہ تھا پہنچا اوس نے بہت منت سماجت کی کہ آپ یہیں رہئے مگر اوسکو ہمایوں کی کو اپنی لو لگی ہوئی تھی کہ وہ یہاں کب رہتا تھا سفر حجاز کے لئے رخصت لیکر بندر سورت میں آیا۔ یہاں سے ملک مارواڑ میں گیا

وہاں سے اپنے بادشاہ کی خدمت میں جون میں آپہنچا۔

بادشاہ کے لشکر میں روز بروز غلہ کی تنگی زیادہ ہوتی جاتی تھی گو اوس کے لشکر کا مقام ایسا تھا کہ دشمن اوس پر حملہ نہیں کرسکتا تھا مگر اوس کی رسد کو چاروں طرف سے بند کرسکتا تھا یہ مشکل جب تک نہ پڑی کہ صحرائی قومیں اوس کی دوست تھیں مگر جب وہ اوسکو چھوڑکر چلی گئیں تو وہ اپنے بہت سے ملازموں کو بہت دور دور بھیجتا تو وہ لشکر کے ایحتاج کو بہم کرکے لشکر میں پہنچاتے۔ جتنے ذخیرے غلہ وغیرہ کے پاس تھے وہ سب خالی ہوگئے اس ضرورت کے سبب سے یہ سنکر کہ ایک قلعہ تہاری ہے جس میں غلہ اور ضروری سامان بہت ہے اور وہ آسانی سے فتح ہوسکتا ہے شیخ علی بیگ جلائر کو یہ خدمت سپرد ہوئی۔ اس افسر کو اس کام میں ایسی کامیابی ہوئی کہ اوس نے بادشاہ کے لشکر میں بہت رسد بھیجی۔ لیکن جب شاہ حسین کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے اپنے سپہ سالاروں میں سے عیسیٰ ترکان کو حکم دیا کہ وہ جاکر بادشاہ کے اس لشکر پر حملہ کرے اور بادشاہ کے لشکرگاہ تک رسد نہ پہنچنے دے۔ مگر اس سپہ سالار نے اس کام میں مساہلت کی تو اوس نے سلطان محمود بکری (بھکری) کو یہ خدمت حوالہ کی سلطان محمود پر ابتک مرزا کی نظر نامہربانی چلی جاتی تھی۔ اس سبب سے وہ ذلیل حالتیں رہتا تھا اوس نے اس خدمت کی بجاآوری میں کمرِ ہمت ایسی چست کی کہ مرزا اوس پر مہربان ہوجاتے اور گئی ہوئی عزت پھر حاصل ہوجاتے اس طرف سے بادشاہ کی توجہ ہٹانے کے لئے خود بادشاہ پر بہت سپاہ لیکر بحر وبر کی طرف سے ہر روز چھیڑ چھاڑ پہلے سے زیادہ شروع کی۔ بادشاہ کو جب یہ خبر ہوئی کہ شیخ علی کی سپاہ پر حملہ کرنے کے لئے شاہ حسین نے سپاہ بھیجی ہے تو اوس نے ایشان تیمور سلطان کو حکم دیا کہ وہ شیخ علی کی کمک کرے۔ مگر شیخ علی کو اوس کا آنا حد ناگوار ہوا۔ دونوں افسروں میں ناحق جھگڑا کھڑا ہوا۔ ہمایوں اپنے مورچوں میں چاروں طرف سے گھر جانے سے پڑے پڑے اکتا گیا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ ان مورچوں کی جنگ محفوظ سے کوئی کام نہیں نکلنے کا بہتر ہے کہ باہر نکلکر ایک جنگ عظیم کیجئے۔ اس عرصہ میں شاہ حسین تین چار دفعہ بادشاہ سے لڑائی کے لئے پیشقدمی کرچکا تھا۔ بادشاہ کا ارادہ تھا کہ اب کی دفعہ وہ لڑنے آتے تو میں مورچوں سے

بادشاہ کے لشکر میں [illegible] شیخ علی بیگ جلائر [illegible] اوس کا مارا جانا

باہر نکلکر اوس پر حملہ کرونگا۔ اس نیت پر فاتحہ پڑھی اور جن آدمیوں پاس بُرے گھوڑے تھے اونکو اچھے گھوڑے دیئے۔ یہ قرار پایا تھا کہ کل لڑائی ہوگی۔ رمضان کا مہینا تھا افطار روزہ پر ایک پہر گذرا تھا کہ ایک شخص دریا کے کنارے پر سے آیا اوس نے کہا کہ ایک آدمی کشتی مانگتا ہے۔ بادشاہ نے اُس آدمی کا نام پچھوایا۔ جب معلوم ہوا کہ وہ ایشان تیمور ہے تو بادشاہ نے فرمایا خدا خیر کرے کشتی میں ایشان تیمور بادشاہ پاس آیا اُس نے شیخ علی کے مرنے کا اور اپنی شکست پانے کا حال سنایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمود نے اپنے آس پاس کی قوموں کو جمع کرکے اپنا موقعہ دیکھ کر صبح کے وقت بادشاہ کی سپاہ شیخ علی پر حملہ کیا۔ تردی بیگ نے جو ایشان تیمور کی طرف سے کام کرتا تھا۔ جنگ میں مساہلت کی شیخ علی نے ثابت قدم رہ کر عرصہ رزم میں جو شیر مردوں کے لئے نشاط بزم ہوتی ہے شگفتہ روئی کے ساتھ شربت شہادت پیا طرفین سے جانوں کا زیان ہوا۔ مگر ہمایوں کیطرف زیادہ نقصان ہوا بادشاہ اپنے اس مخلص کے واقعہ سے نہایت خستہ دل ہوا جس سے بادشاہ کا ارادہ لڑنیکا تھا اوسکی رات میں ایسا بیقرار رہا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ شاہ حسین مرزا لشکر اپنا مسلح و تیار کرکے لڑائی کے لئے سوار ہونے کو تھا کہ محمد حسین نے بادشاہ کے لشکر سے بھاگ کر اوسکو خبر دی کہ شیخ علی بیگ مارا گیا۔ ایشان تیمور نے ہزیمت پائی۔ بادشاہ کا ارادہ ہے کہ آج قلعہ سے باہر ہو کر میدان میں تجھ سے لڑے تو کہاں لڑنے کو جاتا ہے۔ بادشاہ بڑی جرأت سے لڑیگا تو اوسکے سامنے نہیں ٹھیر سکے گا بہتر ہے کہ صلح کرلے۔ شاہ حسین نے بھی سوچا کہ جب آدمی مایوس ہوتا ہے تو جان لڑا کر لڑتا ہے۔ بادشاہ آخر کو صلح کرلیگا۔ اس لئے وہ تین روز تک بادشاہ سے لڑنے کے لئے اپنے دستور کے موافق نہیں نکلا۔ چند روز بعد شاہ حسین نے بابر قلی اپنے معتمد افسر کو بادشاہ پاس بھیجا۔ بادشاہ کا قدمبوس وہ ہوا قند و میوہ نذر کیا۔ شاہ حسین کی طرف سے عرض کیا کہ وہ شرمندگی کے مارے حضور میں نہیں حاضر ہوا۔ اوسکی تقصیرات عذر خواہی کی۔ بادشاہ نے بابر قلی کو رخصت کیا اور کہا کہ اب میں ملک سندھ سے کوچ کرکے قندہار کو جاتا ہوں۔ غرض ان دونوں میں مصالحت ان شرائط پر ہوگئی کہ بادشاہ تو شاہ حسین کے ملک کو بالکل چھوڑ دے اور شاہ حسین بادشاہ کو تین ۳ کشتیاں اور

ایک لاکھ مثقال نقد اور دو ہزار خروار غلہ اور تین سو اونٹ موضع رونائی میں حوالہ کرے تاکہ بادشاہ دریائے سندھ سے پار ہو کر قندہار کی راہ پر چلا جائے۔ جبکہ طرفین سے یہ شرایط منظور ہو گئیں تو شاہ حسین نے دریا پر کشتیوں کا پل باندھ دیا تاکہ وہ جون میں اس دریا کے بازو پر سے گذر جائے۔ ۷ ربیع الاول ۹۵۰ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۵۴۳ء دو روز میں مع اپنے لشکر کے دریا پار اُتر گیا۔ عہد و پیمان کی شرایط کا ایفا طرفین سے ہو گیا۔ غلہ اور مویشی موضع رونائی میں دیا گیا۔ یہاں سے لشکر سیہوان میں گیا۔ یہاں سندھ سے باہر جانے کے لئے تیاری کی ملک سندھ میں اور اوس کی نواح میں بادشاہ ڈہائی برس تک رہا۔ ✕

جب بادشاہ کو بالکل مایوسی ہوئی کہ وہ ملک سندھ سے لشکر جمع کرکے دوبارہ ہندوستان میں نہیں جاسکتا تو قندہار کی طرف جانے کا ارادہ کیا جو اوس کے بھائی مرزا کامران کی سلطنت میں تھا اسوقت افغانستان کا حال یہ تھا کہ مرزا کامران بھائی کو چھوڑ کر اور پنجاب شیر شاہ کو حوالہ کرکے خوشاب میں گیا۔ کابل میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلایا جس سے اوس نے بھائی کی سلطنت برائے نام بھی نہ رکھی۔ مرزا عسکری اُسکا بھائی کابل اسکے ساتھ گیا تھا غزنی اور اوسکی حدود کی حکمرانی اوسکو حوالہ کی۔ قندہار میں قراچہ بیگ حاکم تھا۔

شاہ حسین حاکم سندھ نے مرزا کامران کی اطاعت اختیار کرلی تھی۔ مرزا اُس سے چاہتا تھا کہ اتحاد و وداد کا پیوند استوار ہو جائے۔ اِسلئے امیر اللہ دوست کو کہ فضلاء عصر میں تھا اور مرزا کی وکالت اوسکے سپرد تھی اور شیخ عبدالوہاب کو کہ شیخ پوران کی اولاد میں سے تھا مرزا کامران نے شاہ حسین بیگ ارغون پاس بھیجا۔ جب بادشاہ سندھ سے پار اُتر کر قندہار کو جاتا تھا تو اوس نے سیہوان کے قریب آن کر سُنا کہ یہ ایلچی آس سے دور نہیں۔ ان ایلچیوں نے یہ سُنکر کہ بادشاہ قریب ہے وہ سیہوان میں متحصن ہوئے بادشاہ نے امیر اللہ دوست کو فرمان لکھا کہ وہ حاضر ہو۔ مگر اوس نے یہ عذر لکھا کہ اہل قلعہ مجھے چھوڑتے نہیں اسلئے نہیں آسکتا۔

سیوان سے بادشاہ کوچ کرکے دو شب درمیان فتحپور گنداوہ میں پہونچا۔ بادشاہ کو رہبر شاہ حسین نے دیے تھے جو اوسکے اشارہ سے یہ نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ اس ملک سے واقف ہو اِسلئے وہ شیریں چاہ وچشمے نہ بتلاتے اور بادشاہ کے لشکر کو پیاسا رکھتے یا کھاری پانی پلاتے. بادشاہ یہاں سے دو شب درمیان سفر کرکے شیریں وتلخ چشموں پر گذرا۔ جب اوس نے پوچھا کہ چشمہ شیریں کونسا ہے تو رہبروں نے جواب دیا کہ چشمہ شیریں تو سات کوس بادشاہ پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ بادشاہ نے لشکر کو تو چشمہ تلخ پر چھوڑا اور خود تھوڑے آدمیوں سے چشمہ شیریں پر آیا اور خود پانی پیا اور آدمیوں کے لئے پانی بھرا اور لشکر کو مراجعت کی۔ اور یہاں قیام کیا اور پھر عصر کے وقت کوچ کیا۔ یہ ایک اور مصیبت تھی کہ راہ میں تمام قزاق پھیلے ہوئے تھے۔ اکثر وہ بلوچی تھے جو ہمیشہ یہی کام کیا کرتے تھے کہ وہ تنہا یا گروہ باندھکر مسافروں کو لوٹا کرتے تھے۔ جوہر لکھتا ہے کہ آفتاب خانہ کا شتر تھک گیا تھا اِسلئے وہ لشکر سے پیچھے رہ گیا تھا۔ آگے چل نہیں سکتا تھا۔ قزاقوں نے اوسپر حملہ کیا۔ جوہر کو زخمی کیا اور تھیلیۃ میں سے سارا اسباب دہ لے گئے۔ یہاں سے کوچ ایسے دشت میں ہوا کہ جس کی زمین کی تاثیر یہ تھی کہ موسم گرما میں اس میں وہ لوئیں چلتی تھیں کہ آدمی کے اعضاء کا بھرتہ بناتی تھیں اور جاڑے سے ایسی سرد ہوائیں چلتی تھیں کہ اگر آگ پر سے پتیلی آتار کر شوربہ کی رکابی میں نکالئے تو وہ یخ بنجاتا تھا۔ بڑے بڑے آدمیوں پاس ایسے کپڑے نہ تھے کہ وہ اس سردی سے بچتے۔ اس کی یہ مثال ہے کہ بادشاہ پاس ایک پوستین تھا۔ اوسکو اوسنے دو ٹکڑے کر کر ایک پوستین تو بیرام خاں کو دیا کہ وہ سردی کھاتا تھا اور دوسرا اسکا ایک اور ملازم کو عنایت کیا۔ سفر کی نہایت مصائب اوٹھا کر وہ درۂ بولان سے گذر گیا اور اور ضلع شال مستنگ میں پہونچا جو بلوچستان کی شمالی سرحد ہے اور قندہار سے تین فرسخ اور اوسکے تابع ہے۔

اب یہاں ایک مشکل پر دوسری اور مشکل پیش آئی کہ جلال الدین بیگ کہ اعیان مرزا کامران میں تھا ان حدود میں جاگیر رکھتا تھا اوس نے اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے وہ بادشاہ کے دو ملازموں کو جو ایک چشمہ پر پہلے بھیجے گئے تھے دستگیری کرکے لے گئے۔ ان دونوں

سے ایک آدمی نے فرصت پاکر ان جاسوسوں کے ہاتھہ سے خلاصی پائی اور ان بداندیشوں کی حقیقت کچھہ قراین احوال سے کچھہ اس جماعت کی گفتگو سے دریافت کرکے بادشاہ کو آکر سنائی بادشاہ نے جانا کہ بھائیوں کو میرا آنا معلوم ہے اور وہ اپنی عداوت سے باز نہیں رہیں گے اسلئے اوس نے قندہار کے جانے کا ارادہ موقوف کیا اور مستنگ کی طرف باگ موڑی - بادشاہ سے بعض آدمیوں نے قندہار جانے کی رخصت طلب کی جن میں پاینده محمد دیسی بھی تھا اُسکے ہاتھہ بھائی کو اپنے ہاتھہ سے خط لکھہ کر بھیجا جس کا عنوان یہ تھا کہ برادر مکرم پہلے اراویت معلوم کرسکے میں نے نصایح و مواعظ کی تھیں مگر گوش حق شنو اور دل دانا سے دولت فہم اُنکے پاس کہاں تھا کہ ان نصایح کا اثر ہوتا - ان نصایح سے پہلے سے زیادہ اور عداوت پر مستعد ہوا -

جب ہمایوں سندہ چھوڑکر قندہار جانے کو تھا تو شاہ حسین نے اپنے کاموں کی خوش اسلوبی کے لئے مرزا کامران پاس آدمی بھیجکر ہمایوں کے حال سے مطلع کیا تھا تو مرزا کامراں نے مرزا عسکری کو لکھا کہ شہر کو استحکام دے اور جس طرح بن سکے ہمایوں کو گرفتار کرے عسکری نے شہر کو درست کیا - اور بادشاہ کی گرفتاری کو چلا - قاسم حسین سلطان و مہدی قاسم خاں اور ایک اور جماعت ملازموں نے مرزا عسکری کو جانے سے منع کیا کہ کہیں ایسا نہو کہ بادشاہ مضطر ہوکر فرط ضرورت کے سبب سے عراق کی طرف متوجہ کہ جس سے حوادث عظیم رونما ہوں - ابوالخیر اور ایک اور جماعت نے یہ شرارت کی کہ مرزا عسکری کو جانے کی صلاح کی وہ دوسرے روز صبحکو مستنگ کی جانب سے روانہ ہوا ایک دو کوس چلا تھا کہ اوس نے آدمیوں سے پوچھا کہ کوئی اس راہ کو بھی جانتا ہے - قاسم حسین سلطان کا نوکر جے بہادر اوزبک تھا جو اب مرزا عسکری کا نوکر ہوا تھا - اوس نے کہا کہ میں اس راہ کو خوب جانتا ہوں بار بار آیا گیا ہوں - مرزا نے اوس سے کہا کہ تو سچ کہتا ہے - تو ان حدود میں جاگیردار رہا ہے - مرزا نے اوسکو حکم دیا کہ آگے چلکر راہ کی خبر لا - اوس نے کہا کہ میرا یابو کم رو ہے مرزا نے ترسوں برلاس کو اشارہ کیا کہ اپنا تیز رو اور چالاک گھوڑا اوسکو دیدے - برلاس کو یہ حکم ناگوار ہوا تو مرزا نے اوسپر تشدد کیا تب گھوڑا اوسے دیا - چولی بہادر یا جے بہادر

ہندوستان میں پہلے بادشاہ کا ملازم رہ چکا تھا وہ تیز رو گھوڑے پر سوار ہوا اور دور راہ پیلہ تک اوس کو قدم بقدم چلایا۔ مگر جب لوگوں کی نگاہ سے غائب ہوا تو گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر بادشاہ کے لشکرگاہ میں بیرام خاں کے خیمہ پر پہنچا۔ اور اوسکو حقیقت حال پر مطلع کیا کہ سر پر بلا آنے والی ہے۔ بیرم خاں بے تامل اوسکو ساتھ لیکر بادشاہ کے سراپردہ کے پاس آیا اور قنات یا پردہ کے پیچھے سے اوس نے بادشاہ سے کہا کہ حق ناشناس یہ عزم نادرست کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے تردی بیگ اور امیروں پاس آدمی بھیجے کہ سوار ہو کر بھیجیں مگر ان تنگ چشم امیروں نے بادشاہ کے کہنے کو نہ مانا تو اوس نے یہ ارادہ کیا کہ خود سوار ہو کر مخالفوں کی تادیب کرے اور اونکے کردار کی سزا دے مگر بیرام خاں نے عرض کیا کہ وقت تنگ ہے توقف کی فرصت نہیں سوا اسکے عسکری پاس لشکر بہت ہے۔ یہاں سے چلے جانے میں سلامتی ہے۔ بادشاہ نے غصہ سے فرمایا کہ قندہار اور کابل پر میرا اور میرے نالایق بھائیوں کا جھگڑا رہتا ہے وہ یہ کہکر اپنے مخلصان جاں سپار کو جو تھوڑے سے ساتھ تھے لیکر جنگل میں چلا گیا اور حجاز کا قصد عراق کی راہ سے کیا۔ خواجہ معظم ندیم کو کلتاش و میر غزنوی و خواجہ عنبر کو حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے وہ مریم مکانی کو یہاں سے لے آئیں۔ ان سعادتمندوں نے اس کام کو جلد کر دیا۔ شاہزادہ اکبر کی عمر ایکسال کی تھی وہ صحرا نوردی کا کب متحمل ہوتا اسلئے اس کو یہیں نوکروں کی حفاظت میں چھوڑا۔ اور حمیدہ بیگم کو گھوڑے پر بٹھایا اسوقت ہمایوں کے ساتھ چالیس آدمی تھے جن میں سے بائیس امیر اور دو عورتیں تھیں باقی سب کو معہ خیموں اور پرتل کے یہیں چھوڑ دیا۔

جوہر نے اپنے واقعات ہمایونی میں اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ شال مستنگ میں پہنچنے سے ایک رات پہلے بادشاہ ایک باغ میں پہنچا تو ایک شخص نے اسکو سلام کرکے پوچھا کہ حضور کو مرزا عسکری کی بھی کچھ خبر ہے بادشاہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ خبر نہیں اگر تجکو کوئی خبر معلوم ہے تو میں اُسکو سنکر خوش ہونگا۔ اوس نے کہا کہ میں خلوت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سوا جوہر کے جو ایک لڑکا تھا بادشاہ نے سب نوکر علیحدہ کر دیے تو اُسنے کہا کہ میرا بیٹا مرزا عسکری کا نوکر ہے وہ اوسکو کوہستان میں پکہ میں جو یہاں سے پانچ

کوس پر ہے چھوڑکر ابھی اکیلا آیا ہے وہ کہتا ہے کہ دوپہر سے پہلے مرزا عسکری حضور کو گرفتار کرنے آئیگا۔ اس خبر کو سنکر بادشاہ باغ سے اُٹھکر لشکرگاہ میں آگیا۔ بادشاہ نے روزہ افطار کیا اور سحری کو آش کھائی صبح کی نماز پڑھی درازی سفر سے تھک رہا تھا وہ لیٹتے ہی سوگیا۔ اسکے ملازم ادھر ادھر اپنے کاموں میں لگ گئے۔ دوپہر کو جنگل میں سے ایک شخص سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا لشکرگاہ میں آیا اور بادشاہ کو پوچھا۔ وہ نہایت ہی بیقرار تھا۔ ملازم نے کہا کہ گھوڑا یہیں چھوڑدو اور اندر جاؤ مگر اوس نے گھوڑا نہ چھوڑا مگر اوس کی باگ کو ہاتھ مروڑ کے خیمہ میں داخل ہوا۔ بادشاہ سوتا تھا اوسکو جگایا تو اوس نے پوچھا کہ کچھ پیغام لایا ہے اُس نے کہا کہ نہیں بعد اوس کے اوس نے کہا کہ مرزا عسکری حضور کے دشمنوں کو آزار دینے کے لئے آتا ہے بادشاہ نے اوس کا نام پوچھا اوس نے چولی بہادر اوزبک فرستادہ قاسم حسین سلطان بتایا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ سچ کہتا ہے اوس نے بیرام خاں کو بلاکر پوچھا کہ کیا کرنا چاہئے اوس نے کہا کہ یہاں سے چلا جانا مصلحت ہے بادشاہ نے کہا کہ جنگ کرنا چاہئے۔ بیرام خاں نے کہا کہ ہم تھوڑے ہیں دشمن بہت ہیں بہتر یہی ہوگا کہ یہاں سے باہر چلے جائیں۔

مرزا عسکری نے میر ابوالحسن صدر کو آگے بھیجا کہ بادشاہ کا قصد آگے جانے کا ہو تو اُس سے ایسی باتیں بنائے کہ وہ نہ جائے بادشاہ جس وقت سوار ہوتا تھا اوسوقت میر صاحب آئے اور چاہا کہ مرزا عسکری کی طرف سے چند پیغام پہنچائے جس سے توقف ہو مگر بادشاہ نے اوس کی واہی باتیں نہ سنیں اور آگے چلا گیا۔ مرزا عسکری کچھ دیر کے بعد آیا شاہ ولد ابوالخیر دایک جماعت کثیر کو متعین کیا کہ لشکر کی محافظت کرے اور کسی شخص کو لشکر سے باہر نہ جانے دے۔ مرزا کو جب یہ معلوم ہوا کہ چولی بہادر نے بادشاہ کو اوس کے آنے سے مطلع کردیا اور بادشاہ جنگل کو نکل گیا تو بہت افسوس ہوا۔ میر غزنوی جو شاہزادہ اکبر کا محافظ تھا جب مرزا عسکری پاس آیا تو اوس نے کہا میں فقط اپنے بھائی سے ملنے کو اور ہر طرح کی خدمت کرنے کو آیا تھا وہ کسواسطے بھاگ گیا شاید کچھ اور بات سمجھا پھر اوس سے پوچھا کہ مرزا اکبر کہاں ہے۔ میر غزنوی نے کہا کہ خیمہ میں۔ تو مرزا عسکری نے حکم

دیا کہ رکاب خانہ سے ایک اونٹ میوہ کا مرزا کے لیے بھیجا جاوے۔ میں بھی آتا ہوں۔ شام کو بادشاہی خیموں کو اور ان کے اندر کی چیزوں کو اوس نے دیکھا اور لکھوایا۔ اس اسباب میں ایک صندوق تھا جس میں رنگ برنگ کے پتھر بھرے ہوئے تھے اوسکو خام طبعی سے زر جانکر کھلوایا تو پتھر نکلے اس سے دلگیر ہوا۔ دوسرے روز پہر دن چڑھے نقارہ بجوا کر بادشاہ کے خیمے میں آیا اور تمام چھوٹے بڑے آدمیوں کو گرفتار کیا تردی بیگ کو شاہ ولد کے سپرد کیا اور سب بیوفا آدمیوں کو اپنے آدمیوں کی حوالات میں دیا۔ کچھ آدمیوں کو شکنجہ میں کھینچکر ہلاک کیا اور تردی بیگ سے کل روپیہ چھین لیا۔ میر غزنوی اور ماہم آغا (انگہ) مرزا اکبر کو مرزا عسکری کے روبرو لائے اوس نے مرزا کو بہت پیار کیا۔ اور اس کو ۱۸- رمضان ۹۵۰ھ کو قندہار لے گیا اور اپنی بیوی سلطان بیگم کو اوس کی پرورش سپرد کی جس نے اوس کو ماں کی طرح پالا۔ بادشاہ نے جو ملازم اوس کے لئے یا ماہم آگہ جی جی انگہ اتکہ خاں رکھتے تھے وہ بدستور رہے بادشاہ نے وادی توکل میں قدم رکھکر جول کی راہ پرخطر اختیار کی اور جو تھوڑے سے آدمی اوس کے ساتھ تھے اون کو لقب جولی کا دیا بادشاہ کچھ تھوڑی دور چلا تھا کہ اندھیری رات آئی بیرام خاں نے عرض کیا کہ حضور کو مرزا عسکری کی محبت جو وہ زر و اسباب سے رکھتا ہے معلوم ہے۔ اسوقت مرزا خاطر جمع سے دو تین نویسندوں کے ساتھ اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا مال اور اشیا و لشکر کو دیکھ دیکھ فہرست لکھوا رہا ہوگا۔ عنایت الٰہی پر تکیہ کر کے حضور ناگہاں خیمہ پر چلئے اور مرزا عسکری کا کام تمام کیجئے۔ جب مرزا نہ رہیگا تو ملازم اوس کے کہ حضور کے نمک پروردہ ہیں ناگزیر حضور کے قدم لیں گے اگر بادشاہ جاتا تو یہی حال پاتا جو بیرام خاں نے اپنی فراست سے بتایا تھا۔ مگر ہمایوں نے فرمایا کہ یہ تجویز از روے حساب و معاملہ قابل تحسین ہے۔ مگر پاک طینتی اور خیر اندیشی سے اس کام کو نہیں کرنا چاہیئے۔ اب ہم نے دور دراز سفر کا ارادہ کرلیا ہے فسخ عزیمت نہیں چاہیئے عراق کی راہ سے حجاز جانا چاہیئے۔ اگرچہ بادشاہ کا تعاقب مرزا عسکری نے نہیں کیا۔ مگر اوس سے بادشاہ کا خوف و خطر نہیں گیا۔ وہ سیستان کی طرف جاتا تھا۔ کڑی منزل کے بعد ایک رات کو کتے کی آواز سنی بادشاہ نے یہ فرمایا تھا

بادشاہ کا سیستان جانا

چند روز بادشاہ کو بلوچوں کا [illegible] [illegible]

کہ یہاں آبادی ہوگی کہ بلوچوں نے آن کر بادشاہ کی راہ روک لی۔ وہ اپنی زبان میں باتیں کرتے تھے جو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ مگر بادشاہ کے لشکر میں ایشک آقا حسن علی کی بیوی بلوچنی تھی وہ اون کی زبان سمجھتی تھی وہ ترجمان مقرر ہوئی تو اوس کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ یہ کہتی ہے کہ اون کا سردار ملک خطہ جس کو ابوالفضل نے ملک ہاتھی بلوچ قافلہ سالار رہزنان لکھا ہے یہاں نہیں ہے اونہوں نے یہ سمجھکر کہ بادشاہ وہ ہے اوس سے کہا کہ جب تک ہمارا ملک نہ آئے اوس کی اجازت بغیر آپ آگے نہیں جا سکتے بادشاہ کو مجبور ہو کر ٹھیرنا پڑا۔ اوسکو بلوچ قلعہ میں لے گئے۔ سب راہزنوں نے بادشاہ کو ادب سے سلام کیا اور کورنش بجا لایا۔ اوس پر بادشاہ اور حمیدہ بیگم کو ٹھیرایا۔ صبح کی نماز بادشاہ پڑھ رہا تھا۔ ملک خطہ کو آدمی بلا کر لایا۔ چونکہ بادشاہ قلعہ میں صلح کے ساتھ داخل ہوا تھا اسلئے قزاقوں نے اوسے مہمان جانا بادشاہ کے آگے ملک مجرا کورنش بجا لایا۔ اور مزاج پرسی کی۔ پھر عرض کی کہ تین دن ہوئے مرزا کامراں کا حکم آیا ہے کہ ہمایوں جس وقت یہاں آئے تو اوس راہ سے اوسے گذرنے نہ دینا اور اوس کو پکڑ کر مقید کر لینا۔ مگر بادشاہ نے مجھے میرے گھر میں تشریف سرافراز کیا ہے تو آپ میرے سر و چشم پر بیٹھئے مگر بہتر یہی ہوگا کہ آپ سوار ہو جئے اور میں اپنی سرحد تک آپ کے ساتھ چلوں گا اور بخیریت پہنچا دونگا ہمایوں نے خوشی سے اوسکی درخواست کو قبول کیا۔ اوس نے اس چول پر ہول باہر خیریت کے ساتھ ولایت گرم سیر میں پہونچا دیا۔ جو قندہار اور خراسان کے درمیان تھی۔ مرزا کامران کی سلطنت میں تھی۔ سید عبدالحی یہاں کا حاکم تھا وہ خود نہیں حاضر ہوا۔ اوس کا غلام جو بادشاہ کے لوازم مہمانداری اور آداب خدمتگاری کو بجا لایا تو اوس پر ایسا غصہ ہوا کہ اس کی آنکھیں اوسنے نکلوائیں مگر پھر بھی اوسنے بادشاہ کا یہ ادب کیا کہ کچھ اوسکو چیزیں تھوڑی بہت جیسی یہاں میسر ہو سکتی تھیں بھجوائیں۔

مرزا عسکری کی طرف سے خواجہ جلال الدین محمود اپنی ولایت کی تحصیل اموال کے لئے آیا تھا۔ بادشاہ نے بابا جنتی کو اس پاس بھیجا وہ بادشاہ پاس آیا اور جو نقد و جنس اس پاس تھا اوسکو بادشاہ پر نثار کر دیا۔ بادشاہ نے اوس پر مہربانی کرکے میر سامان سرکار

خاصہ کا مقرر کیا۔

بادشاہ چند روز یہاں رہا اور اپنے دولت خواہوں کو جو اوسکے ہمرکاب تھے نصایح دلپذیر اور مواعظ ارجمند کرتا تھا۔ دنیا کی بیوفائی اور سلسلہ ظاہری کی بے اعتباری کو دلائل کے ساتھ بیان کرکے خاطر نشان کرتا تھا۔ اصحاب تعلق کو دنیا کی تگاپو سے باز رکھ کر مقصد حقیقی اور مطلب اصلی کی طرف لاتا تھا۔ اب بادشاہ کی ہمت اُس طرف مصروف تھی کہ اسباب تجرید و مواد تفرید روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے اسلئے گوشہ میں بیٹھیے اور ظاہر و باطن کو غیر سے خالی کیجیے یکتائی کے ہمت میں مشغول ہوجیے۔ لیکن مروّت و مردمی یہ کام نہیں کرنے دیتی تھی کہ اپنے ملازموں کا دل انقطاع کلی کرکے آزردہ کیجیے

گرمسیر کا تعلق قندہار سے تھا مگر اوس کے پاس ملک سیستان تھا جو شاہ ایران کی علمداری میں تھا ہلمند سے عبور کرکے سیستان میں وہ داخل ہوسکتا تھا اوس نے کتوب محبت طراز فرمانروائے ایران کو جو موروثی دوست خاندان تیمور کا تھا چولی بہادر کے ہاتھ بھیجا اور اوس میں سب اپنا حال بیان کیا یہ شعر بھی لکھا ؎

کہ گذشت بر ما انچہ گذشت ۔۔۔ چہ بدریا چہ بکہسار و چہ دشت

گرمسیر جواب آنے تک ٹھیرتا مگر عبدالحی نے اوسکو خبردار کیا کہ مرزا کامران نے ایک لشکر گران قندہار سے روانہ کیا ہے کہ بادشاہ کو پکڑ لے۔ اب بادشاہ کو سوا اسکے چارہ نہیں تھا کہ وہ سیستان میں شاہ ایران کی سلطنت میں چلا جائے اور وہاں ایران کی حمایت میں خیر و عافیت سے رہے۔ اب ہمایوں نے دیکھا کہ میں اپنے باپ کے ملک میں کہیں بےخوف و خطر نہیں رہ سکتا تو وہ دریاء ہلمند سے پار اُترا اور شاہ ایران کی علمداری میں ایک جھیل کے کنارہ پر مقیم ہوا جس میں وہ دریا گرتا تھا سیستان میں شاہ طہماسپ شاہ ایران کی طرف سے احمد سلطان حاکم تھا۔ وہ لوازم مہمانداری بجالایا اور ایک اسپ جس کا نام لیلۃ القدر تھا بادشاہ کی نذر کیا۔ ہمایوں نے اپنے ملک کو بڑی مجبوری اور ناخوشی سے چھوڑا اور شاہ ایران کی علمداری میں گیا جو متعصب شیعہ تھا۔ مگر اوس کے لئے کوئی اور جگہہ ایسی نہ تھی جہاں وہ چین سے بیٹھتا۔ کامران اُس کا قایم مقام ہوگیا تھا۔ اوس کی مملکت میں فقط خاندان چغتائی

کی سلطنت تھی ممالک کابل۔ غزنی۔ قندہار۔ ختلان۔ بدخشان اِس پاس تھے۔ ہندوستانمیں شیر شاہ بڑی سلطنت و شان و شوکت سے سلطنت کر رہا تھا۔ پنجاب اور دریاؤ سندھ کے درمیان ملک اُس نے مرزا کامران سے چھین لیا تھا۔ بھکر۔ اور ٹھٹھ میں شاہ حسین فرمانروا تھا اب ہمایون سارا اپنا ملک غیروں کے ہاتھ میں دیکھتا تھا بھائی کے ہاتھوں میں گرفتار ہونیکا خوف ہر وقت لگا رہتا تھا اسلئے اوس نے اپنے باپ کے موروثی ملک کو چھوڑا اور بیگانونکا دست نگر ہوا جن کی دستگیری مشتبہ تھی کہ وہ کریں یا نہ کریں۔ اب ہم ہمایونکے حال کو یہانتک لکھکر چھوڑتے ہیں اور پھر اوسکے ایران میں رہنے اور ہندوستان کے دوبارہ فتح کرنیکا ذکر کرینگے۔ اب تاریخ شیر شاہی لکھتے ہیں۔ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رزم نامۂ شیر شاہی

افغانوں کا ایک خاندان سور کہلاتا ہے اور اوسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سلاطین غور میں سے ایک شہزادہ سور تھا وہ اپنا دیس چھوڑ کر ملک روہ میں چلا آیا تھا اگرچہ پٹھانوں کی عادت یہ نہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو غیر کفٹ میں بیاہیں۔ مگر جب اونکو اس شہزادہ کا عالی نسب ہونا ثابت ہوا تو اونھوں نے اپنے بیٹی سے شادی کر دی۔ اس سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ افغان سور اپنے تئیں اور سب افغانوں سے اسلئے بہتر جانتے ہیں کہ وہ سلاطین غور کی اولاد میں سے ہیں۔

سلطنت خاندانِ سور

ملک دہلی میں سلطان بہلول قبیلہ ساہو خیل قوم لودی افغان بادشاہ تھا۔ اس زمانہ میں مملکت ہند میں اور کئی بادشاہ صاحب سکہ اور خطبہ تھے۔ ملک جونپور سلطان ابراہیم شرقی اور ملک مالوہ میں سلطان محمود خلجی اور ملک گجرات میں سلطان قطب الدین اور ملک دکن میں سلطان علاء الدین احمد شاہ اور کشمیر میں سلطان زین العابدین۔ ملتان میں شیخ یوسف صاحب سجادہ غوث العالم مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا قریشی صاحب سلطنت تھے اور بنگال و ٹھٹھہ کے بادشاہوں کے نام معلوم نہیں جب تک سلطان بہلول دہلی میں سریر آرا رہا ان سلاطین میں سے کسی نے مخالفت کرنے میں جرات نہیں کی۔

اسے بہرو لنگا و زمیندار بہت بھاری ہے شہر ملتان سے شیخ یوسف کو نکال دیا اور
خود ملک ملتان پر متصرف ہوا اور اپنا نام قطب الدین رکھا شیخ یوسف استمداد کے لئے
سلاطین کی درگاہ میں دہلی میں آیا سلطان بہلول سپاہ رزم خواہ لیکر شیخ یوسف کے ہمراہ
شہر ملتان کی طرف گیا سلطان محمود شرقی حاکم جونپور نے وہاں سے آن کر دہلی کا محاصرہ کیا
سلطان بہلول لودی دیبال پور میں تھا کہ اوسکو دہلی کے محاصرہ کی خبر پہونچی - اوس نے
اپنے ارکان دولت سے فرمایا کہ مملکت وسیع اور زردار ہے اور سلاطین یہاں کے ہندی
نژاد ہیں گرچہ میں اپنے ملک میں اپنی قوم کے بہت قبیلے رکہتا ہوں کہ شجاعت و مردانگی میں
معروف اور عادت بہلول میں موصوف ہیں اپنے ملک میں تنگ معاش ہیں اگر وہ ہندوستان
میں آجائیں تو تنگدستی کی دقت سے بھی نجات پائیں اور اپنی قوم کے دشمنوں پر غالب
آئیں اور ملک ہندوستان کے ہاتھ آجانے میرے دشمن کو غارت کردیں ارکان دولت نے
عرض کیا کہ حضور کی رائے نہایت مناسب و درست ہے اور اپنی قوم کے حق میں یہ نہایت
لطف و کرم ہے ؎

دل جہاں نبود بہر وصے — بار عزیزان نکشد ہر سرے

مناسب ہے کہ حضور ہر قبیلہ کے سردار کا نام ملک روہ میں فرامین صادر فرمائیں جس کا
مضمون یہ ہو کہ خدا تعالی نے سلطنت دہلی افغانوں کو عنایت فرمائی - مگر اور سلاطین ہند
چاہتے ہیں کہ ملک ہند سے افغانوں کو خارج کریں - جس میں عورتوں کی عزت بھی شامل ہوتی ہے
ہوتی ہے مملکت ہند وسیع و زردار ہے - اس میں تمام عزیزوں کی گنجایش ہے - اگر اس ملک
میں یہ عزیز آجائیں تو سلطنت میرے نام پر ہو اور ہر ملک اور ولایت جو اب ہاتھ میں ہے
جو اور آئندہ ہاتھ آئے اوس کو برادرانہ قسمت کر کے وہ لے لیں - ان دنوں میں سلطان محمود
حاکم جونپور بہت سی جمعیت اور زمینداروں کو ساتھ لایا ہے اور شہر دہلی کو گھیر رکھا ہے اور افغانوں
کے اہل و عیال اس شہر میں ہیں اگر بطریق کمک یہ عزیز بہت سی جمعیت کے ساتھ اس ملک
میں تشریف لائیں تو وقت امداد ہے - ان فرامین کے پہنچتے ہی از روئے شرم و حمیت کے
یکبار ہند میں وہ آئیں اور سلطان محمود کو ہلاک کریں اور جب وہ اپنی گذر اوقات اچھی طرح

دیکھیں گے تو پھر قصد معاودت نکریں گے۔ بادشاہ کی لشکر کی جمعیت بڑہائیں گے اور ملک ہند کو اپنے تحت و تصرف میں لائیں گے۔ سلطان بہلول نے اِس صلاح و مشورہ کی تحسین فرماکر قبائل افغانوں کے سرداروں کے نام فرامین جاری کرائے۔ روہ کے افغانونکے پاس یہ فرمان جوہی پہونچے وہ مور و ملخ کی طرح سلطان بہلول کی ملازمت کے لئے دہلی کے قریب آئے۔ سلطان محمود کی جانب سے بھی ایک فوج لڑنے کو آئی جس کا سپہ سالار فتح خاں ہروی تھا۔ اور اوس کے پاس ہاتھی بہت تھے۔ ایک طرفۃ العین میں افغانوں نے اوس کے لشکر کو شکست دیدی۔ فتح خاں کو مار ڈالا۔ جب سلطان محمود کو فتح خاں ہروی کے قتل کی خبر پہونچی تو وہ بغیر لڑے بھاگ گیا۔ کالو خاں محمود خیل شاہو خیل اِس لڑائی میں زخمی ہوا تھا۔ سلطان بہلول نے علاج و صدقہ کے لئے زر نقد بھیجا تو اوس نے نہ لیا اور کہا کہ میں یہاں زخم فروشی کے لئے نہیں آیا ہوں۔ بادشاہ سے افغانوں کے اکثر نامی سرداروں نے رخصت کی درخواست کی۔ سلطان بہلول نے اُن کو بہت کچھہ کہا کہ تم یہاں سے نہ جاؤ تو اونہوں نے کہا کہ ہم اِس دیار میں بطور کمک کے مستورات کے ننگ و ناموس کے بچانے کے لئے آئے تھے اب بادشاہ ہمکو رخصت کرے پھر ہم آجائیں گے۔ سلطان بہلول نے ہر قبیلہ کے سردارونکو اِس قدر زر نقد و اشیاء اور ہر جنس کی متاع عنایت فرمائیں کہ جس کا سان گمان بھی افغانونکو نہ تھا۔ اونکو پھر یا محتاج کے لئے محنت کی ضرورت نہ رہی۔ بعض افغانوں نے ملازمت کرلی اونکو جاگیریں حسب دلخواہ دے کر سلطان نے امیر بنا دیا۔ کالو خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ مجھی انعام و اکرام سے معاف رکھئے میں اِس ملک میں طمع دنیوی کے لئے نہیں آیا تھا۔ جب قبائل روہ کے سرداروں کو بادشاہ رخصت کر چکا تو اوس نے اپنے امراء کو حکم دیا کہ دیار روہ سے جو افغان ہند میں آئے اور میری خدمت کا ارادہ رکھے تو اوسکو میرے پاس لاؤ کہ مناسب حال سے زیادہ اوسکو جاگیر دونگا۔ اور اگر وہ تمہاری قربت و اخلاص و محنت و ملازمت اختیار کرے تو تم اوسکے دلخواہ مواجب دو اگر میں یہ سنونگا کہ روہ سے ایک افغان یہاں آیا اور تنگی معاش اور بے روزگاری کے سبب سے اپنے وطن کو چلا گیا تو تمہاری جاگیریں تغیر کر دوں گا۔ جب روہ کے افغانوں نے یہ خبر سُنی اور سلطان کی بخشش و انعام کو دیکھا۔ تو

شیر شاہ کا خاندان

روز بروز وماہ بماہ وسال بسال ہندوستان میں افغان آتے تھے اور جاگیر پاتے تھے سلطان بہلول کے عہد دولت میں ہندوستان میں شیر شاہ کا دادا ابراہیم خاں سور مع بیٹے حسن خاں کے جو شیر خاں کا باپ تھا افغانستان کے اُس مقام سے آیا جسکو افغانی زبان میں زغری یا شرغری اور ملتانی زبان میں رو ہری کہتے ہیں اور یہ روہری کوہ سلیمان کا ایک پارہ ہے کہ پہاڑ سے نکلا ہوا ہے چھ یا سات کروہ اوس کا طول ہے اور گمل کے کنارے پر واقع ہے - مہابت خاں سور داؤد ساہو خیل کا نوکر ابراہیم ہوا - جسکو سلطان بہلول نے جاگیر میں پنجاب کے اندر پرگنہ ہریانہ اور بہکل دبھکال وغیرہ دے رکھا تھا اور بجوارہ میں اونہوں نے سکونت اختیار کی -

سلطان بہلول کے عہد میں شیر خاں پیدا ہوا اور اوس کا نام فرید خاں رکھا گیا - تاریخ خانجہاں لودہی میں لکھا ہے کہ وہ حصار فیروزہ میں پیدا ہوا تھا -

ایک مدت کے بعد مہابت خاں (مسیت خاں) سے ابراہیم خاں رخصت ہوا اور حصار فیروزہ میں آیا اور جمال سارنگ خانی کا ملازم ہوا - اوسنے پرگنہ نارنول میں چند گانؤں کی جاگیر بقدر چالیس سوار کے اوسکو عنایت کی مسند عالی عمر خاں سروانی کلکاپوری جو خان اعظم کا خطاب رکھتا تھا اور سلطان کا مشیر اور مصاحب تھا اوس کی نوکری میاں حسن خاں پدر فرید خاں نے کی مسند عالی تاتار خاں کی وفات کے بعد سلطان بہلول نے لاہور کی حکمت اس عمر خاں کو دی جو سرکار سرہند میں بھٹور شاہ آباد و پائل پور میں جاگیر رکھتا تھا اوس نے پرگنہ شاہ آباد میں موضع بھاونی اور کئی گانوں جاگیر میں حسن خاں کو دیے - ابو الفضل نے یہ لکھا ہے کہ شیر خاں کا دادا ابراہیم گھوڑوں کی سوداگری کرتا تھا اور سوداگروں میں کوئی بڑی عزت نہ رکھتا تھا - اعمال نارنول کے موضع شملہ میں متوطن ہوا اوسکے بیٹے حسن نے کچھ رشد پیدا کیا اور سوداگری سے نکلکر سپاہ گری میں آیا مدت تک رائسال کے دادا رے ل کا ملازم رہا پھر نصیر خاں لوہانی کا وہ نوکر ہوا جو سکندر لودی کے امرا میں سے تھا اور اپنی خدمت وکاردانی کے سبب سے سب ہمسروں میں برتر ہوا جب نصیر خاں مرگیا تو اوسکے بھائی دولت خاں پاس نوکر ہوا اور پھر بہتن کے ملازموں میں جو سلطان سکندر لودی کے

فرید خاں کی لڑکپن کی ایک حکایت

امراء بزرگ میں تھا داخل ہوا۔

کچھ مدت کے بعد میاں حسن سے فرید نے عرض کیا کہ مسند عالی عمر خاں کی خدمت میں مجھے لیجا کر اس سے عرض کر ے کہ فرید یہ کہتا ہے کہ میں آپ کی خدمت کرنی چاہتا ہوں جس کام کے لایق آپ اسے سمجھیں اوسپر مقرر فرمائیں۔ میاں حسن نے فرید سے کہا کہ ابھی تو خورد سال ہے کچھ روزوں توقف کر۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ فرید نے ماں پر تقاضا کیا کہ باپ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ اوسکو عمر خاں پاس کسی خدمت پر مامور کرنے کے لئے لے جائے۔ ماں نے میاں حسن سے کہا کہ فرید کا دل چاہتا ہے کہ مسند عالی عمر خاں کو دیکھے تم اپنے ہمراہ اسے مسند عالی کے روبرو لیجاؤ۔ شاید وہ خورد سال کی عرض سے خوش ہو اور کوئی چیز اوس کو دیدے۔ میاں حسن نے بیٹے اور بیوی کی خاطر فرید کو ہمراہ لیا مسند عالی عمر خاں کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ فرید آپ کی ملازمت چاہتا ہے۔ عمر خاں نے جواب دیا کہ فرید ابھی خورد سال ہے جب وہ لایق خدمت ہوگا تو میں اوسے خدمت دونگا۔ فی الحال میں اوسکو موضع مہاولی کا مزرعہ بلہو دیتا ہوں۔ اس سے حسن خاں اور فرید خاں دونوں خوش ہوئے اور جب فرید گھر گیا تو اوس نے ماں سے کہا کہ باپ تو مجھے نہیں لیجاتا تھا مگر آپ کی خاطر سے لیگیا۔ عمر خاں نے مجھے پرگنہ شاہ آباد میں ایک گانوں دیا۔

چند سال بعد حسن خاں کے باپ ابراہیم خاں کا نارنول میں انتقال ہوا جب حسن خاں کو باپ کے مرنے کی خبر ہوئی تو وہ شاہ آباد سے آن کر عمر خاں کے پاس گیا جو اسوقت سلطان بہلول کے لشکر کے ساتھ تھا۔ اوس سے رخصت مانگی کہ وہ جاکر اپنے باپ کے متعلقین کی تعزیت کرے۔ اور اوس نے یہ بھی کہا کہ میں ان سب متعلقین کو ساتھ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ میں کسی دنیاوی فائدہ و اضافہ کے واسطے آپ کی خدمت نہیں ترک کروں گا۔ عمر خاں نے حسن خاں سے کہا کہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے اپنی جاگیر میں سے تیرا حصہ دیدیا ہے اور آدمیوں کی گنجایش میرے پاس نہیں ہے اور تیرے باپ کے متعلقین تیرا سہارا ڈھونڈھتے ہیں تو اپنے باپ کی جاگیر بلکہ اس سے زیادہ تو جاگیر پاسکتا ہے میں اپنی قوم کا بدخواہ نہیں ہوں کہ تجھے تھوڑی جاگیر پر یہ کہوں خاطر

جمع رکھ کہ میں جمال خاں سے تیرے باپ کی جاگیر مع اضافہ کے دلا دونگا - امراء افغان ایسے خیر خواہ قوم ہوتے تھے کہ جب وہ دیکھتے تھے کہ جتنا فائدہ ہم افغانوں کو پہنچا سکتے ہیں اُس سے زیادہ فائدہ وہ کہیں اور سے حاصل کر سکتے ہیں تو وہ اون کی سفارش اس فائدہ کے لئے کر دیتے تھے - اونکی دیڑھ اینٹیں ملاتے تھے حسن خاں اس جواب سے بہت خوش ہوا - دوسرے روز مسند عالی عمر خاں نے جمال خاں کو بلا کر میاں حسن کی بہت سفارش کی اور باپ کی جاگیر پر اور چند دیہات کا اضافہ کرا کے اوسکو دلا دیا اور یہ کہا کہ میاں حسن پر جو احسان تم کرو گے وہ مجھ پر ہوگا - حسن خاں کو گھوڑا اور سرا پا عنایت کرکے اُس نے رخصت کیا - حسن خاں نے جمال خاں کی ایسی خدمت کی کہ وہ اوس سے راضی ہوا -

سلطان بہلول کی وفات کے بعد سلطان سکندر نے جب اپنے بھائی باربک شاہ سے جونپور لیا ہے اور یہ صوبہ جمال خاں کو حوالہ کیا - تو اوسکو حکم دیا کہ بارہ ہزار سوار وہ رکھے اور اونکی جاگیریں بادشاہ کی طرف سے مقرر کرے جمال خاں میاں حسن کی حسن خدمات سے خوش تھا اوسکو پرگنہ سہسرام - حاجی پور - خاص پور - ٹانڈہ جاگیر میں دے کر پانچسو سوار کا جاگیر دار مقرر کیا -

حسن خاں کے آٹھ بیٹے تھے فرید خاں و نظام خاں تو پٹھانی بیوی سے تھے اور علی اور یوسف دوسری بیوی سے اور خرم خاں و شادی خاں تیسری بیوی سے اور سلیمان اور احمد چوتھی بیوی سے - سلیمان اور احمد کی ماں لونڈی تھی اس پر حسن خاں ایسا فریفتہ تھا کہ نہ وہ فرید خاں کی بات پوچھتا تھا نہ اوس کی ماں کے حال پر توجہ کرتا تھا - وہ بالکل اس لونڈی کے بس میں تھا - بعض اوقات فرید خاں کو نہایت سخت و سست کہہ بیٹھتا تھا -

جاگیر دینے کے وقت حسن خاں نے فرید خاں کا کچھ خیال نہیں کیا اور اوس کو جاگیر نہ دی - اس سبب سے فرید باپ سے رنجیدہ ہو کر جونپور میں جمال خاں پاس چلا گیا حسن خاں کو معلوم ہوا کہ فرید وہاں چلا گیا تو اوس نے جمال خاں کو عرضداشت لکھی کہ فرید مجھ سے ناحق رنجیدہ خاطر ہو کر آپ پاس چلا آیا ہے آپ کے مکارم اخلاق سے اُمید ہے کہ آپ اوسے سمجھا کر میرے پاس بھیجدیں اور اگر میرے پاس آنے کے لئے وہ راضی نہو تو آپ

اوسکو اپنی خدمت میں رکھیں اور علوم دینی کی اور خدمات ملوک کے ادب کی تعلیم دلائیں۔ جمال خاں نے فرید کو بلا کر سب طرح سے سمجھایا کہ بیٹا باپ پاس چلے جاؤ مگر فرید نے منظور نکیا اور اوس نے یہ کہا کہ تحصیل علوم اور اکتساب فنون کے واسطے سہسرام سے جونپور ہزار درجہ بہتر ہے۔ یہاں ہر علم کے سیکڑوں عالم اور ہر فن کے صدہا ماہر موجود ہیں یہاں تحصیل علم میں مشغول ہونگا۔ جمال خاں نے کہا اچھا۔ یہاں فرید تحصیل علوم عربیہ میں مشغول ہوا۔ کافیہ مع شرح قاضی شہاب الدین سے اچھی طرح پڑھا۔ اور اور علوم تحصیل کئے گلستان بوستان سکندرنامہ۔ بر زبان یاد کیا اور فلسفہ کی بھی کتابیں پڑھیں اور کتب سیر ملوک ماضیہ اکثر اوقات مطالعہ کرتا تھا۔ اپنی ایام سلطنت میں جب علماء اوسکی خدمت میں مدد معاش کیلئے حاضر ہوتے تھے تو وہ حاشیہ ہندیہ ان سے پوچھتا تھا۔ چند سال کے بعد جونپور میں جمال خاں کی خدمت میں حسن خاں آیا تو اوسکو سب بھائی بندوں اور عزیزوں نے جمع ہوکر اس بات پر بڑی لعنت ملامت کی کہ لونڈی کے پھندے میں پھنسکر فرید جیسے لایق بیٹے کو گھر سے نکال دیا اس خوردی میں آثار بزرگی اوس کی ناصیہ پر نمودار ہیں اور علم و فہم و عقل و فراست میں اوسکی برابر قوم سور میں ایک شخص بھی نہیں ہے اوس بیٹے نے ایسی قابلیت پیدا کی ہے کہ اگر کوئی پرگنہ وغیرہ اوسکو سپرد کرے تو وہ اوس کا خوب انتظام اور اوسکے کاروبار کو اچھی طرح سرانجام دیگا۔ میاں حسن نے یہاں برادری کا کہا مان لیا اور کہا کہ فرید کو دلاسا دیکر میرے پاس لاؤ۔ مجھے آپ کا کہنا منظور ہے اسکے عزیزوں نے کہا کہ تو اکثر اوقات جمال کی خدمت میں جونپور میں رہتا ہے۔ تو اپنے دونوں پرگنوں کی حکومت فرید کو سپرد کر دے۔ میاں حسن نے اپنے عزیزوں کی التماس کو قبول کیا۔ یہ عزیز خوش حال ہوکر فرید پاس آئے اور اوس سے کہا کہ ہم نے جو کچھ تیرے باب میں باپ سے کہا اوس نے بلا عذر قبول کیا اب تجھسے عزیز جو کہیں تو تو بھی قبول کر۔ فرید نے کہا کہ جو کچھ آپ فرمائیں گے اُسے قبول کرونگا اور ہرگز اوس سے برگشتہ نہونگا مگر میاں حسن جسوقت حسن روئے کنیزک دیکھیں گے تو جو کچھ وہ کہیگی وہ کرینگے۔ عزیزوں نے کہا کہ تو ہمارا کہنا قبول کر۔ اگر حسن اپنے اقرار سے جو اُس نے ہمارے سامنے کیا ہے پھر جائیگا تو ہم اوسکو ملامت کرینگے فرید نے عزیزوں کا

یہ کلمات سُنے تو اوس نے کہا کہ آپ کی خاطر سے میں نے دونوں پرگنوں کی حکومت قبول کی حسب المقدور اس خدمت میں تقصیر نہیں کروں گا۔ فرید خوش ہوکر عزیزوں کے ساتھ باپ پاس گیا اور چند مہینے اُس پاس رہا جب میاں حسن نے چاہا کہ جاگیر میں فرید کو بھیجے تو بیٹے نے باپ سے کہا کہ ابھی چند باتیں عرض کرنی ہیں اگر حکم ہو تو عرض کروں میاں حسن نے کہا کہ کہو اوس نے کہا کہ جاگیر میں سپاہی اور اہلکار اکثر عزیز ہیں اور دونوں پرگنوں میں جاگیر رکھتے ہیں میں زراعت و عمارت کی افزایش میں سعی کرونگا اور زیادتی زراعت و عمارت سوائے قانون عدل کے میسر نہیں ہوتی حکما نے کہا ہے کہ عدل جو بہترین خصلت ہے اور داد و دہش کا نتیجہ بقائے ملک و وسعت مملکت اور معموری خزانہ و آبادی قریہ ہے اور ظلم بدترین درخت ہے کہ ثمرہ اُس کا زوال مملکت و خرابی ممالک ہے اُس سے دُنیا اور آخرت دونوں خراب ہوتی ہیں ؎

مملکت معمور خواہی خلق را معمور دار | وز سرایشاں بلائے ظالماں دور دار

دویم سیاست ہے جس پر آبادی مملکت منحصر ہے۔ اگر سیاست نہو تو پھر انتظام نہیں ہوتا اور جلدی سے ارکان سلطنت میں تزلزل آجاتا ہے ؎

در سیاست نظام گیرد ملک | بے سیاست خلل پذیرد ملک

قاعدہ شریعت بغیر کوئی حق اپنے مرکز میں قرار نہیں پاتا اور بے ضابطہ سیاست کے کار شرع و دین منتظم نہیں ہوتا۔ حاکم کو چاہیے کہ وہ نالندگی و کاہلی کو پاس نہ آنے دے بار عام کرے اور خود اپنے نفس نفیس سے مظلوموں کے حال سے مطلع ہو میں جانتا ہوں کہ آپ کے عزیز و مقدم ظلم و تعدی کرتے ہیں اول میں اونکو نرمی و آہستگی کے ساتھ ظلم و تعدی کرنے سے منع کرونگا اور اگر وہ افعال زشت سے باز رہیں گے تو فبہا ؎

چو کارے برآید بلطف و خوشی | چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

اگر وہ ظلم سے جو ان کی طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے باز نہ آئیں گے تو میں اونکی سیاست کرونگا کہ اوروں کو عبرت ہو اور ظالم ظلم سے باز رہیں اور فتنہ انگیزوں کو معلوم ہو کہ سیاست کی آگ گرم ہو رہی ہے جس سے وہ بچکر ایک گوشہ میں بیٹھ جائیں گے۔ اگر کا

سیاست میں کچھ سستی وبے پروائی وہ دیکھیں گے تو ہزار فتنے بیدار کریں گے اور ہر طرف
ایک شور اوٹھائیں گے۔ حکما کا قول ہے کہ سلطنت بمنزلہ نہال کے ہے اور سیاست بمنزلہ
آب۔ لازم ہے کہ درخت سلطنت کی بیخ کو آب سیاست پہنچاتے رہیں جس سے ثمرہ امن وامان
حاصل ہو۔ ملوک پر لازم ہے کہ حقوق ذوی القربیٰ یعنی خویشوں وعزیزوں کی رعایت کریں
اور ہمیشہ اونکے حال سے خبردار رہیں اور اور آدمیوں سے زیادہ اونکا ماہیانہ مقرر کریں اور
اونکے ضروری کاموں کے اندر جیسے کہ فرزندوں کی شادی اور مصائب سفر میں مدد کریں۔
خدم وحشم وعمال کے حقوق کی نگاہداشت کریں جو اونکی تنخواہ مقرر ہو وہ بے نقصان اونکے
پاس پہنچائیں اور اپنے حق میں طمع نہ کریں اور انعام وبخشش دینے میں دریغ نہ کریں اور
چشم شفقت اور عین عاطفت سے دیکھیں اون میں سے جس کو ضرورت اور احتیاج ہو رفع
کریں۔ مگر جب حاکم دیکھے کہ اون میں سے کوئی ظلم وتعدی وفسق وفجور میں دست درازی
کرتا ہے اگرا پنا فرزند ہی کیوں نہو اوس پر قہر وتشدد کرے نرمی ورفق نہ کرے۔ مظلوم کا
حق اوس سے دلائے اور کچھ ملاحظہ عزیزوں وخدم وحشم کا نہ کرے اسلئے کہ حقیقت میں ظالم
دو سببوں سے حاکم کا دشمن ہوتا ہے اول یہ کہ اوسکے سبب سے حاکم کی مہابت اور سلطنت کی آبرو
کم ہوجاتی ہے اور خلقت میں سستی وکاہلی وبے عدلی کے ساتھ منسوب ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ
زراعت سے رعیت ہاتھ اوٹھاتی ہے اور متفرق ہوجاتی ہے ملک ویران ہوتا ہے محصول
کم ہوجاتا ہے خزانہ خالی ہوجاتا ہے۔ سپاہی کے لئے زر نہیں پیدا ہوتا اور جب اوسکو زر نہیں
ملتا ہے تو وہ کہیں اور چلا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں عدالت سے کام کروں گا خواہ کوئی
اپنا ہو یا پرایا ہو۔ جان پہچان ہو یا انجان ہو عدالت میں سب کو برابر جانوں گا۔ ظالموں وسرکشوں
کو بغیر سزا دیئے نہیں چھوڑوں گا اونکی جاگیر کو بدل دونگا۔ میاں حسن بیٹے کی یہ باتیں سنکر
بہت خوش حال ہوئے اور کہا کہ میں سپاہیوں کی جاگیروں کا عزل ونصب وغیرہ تجھے
سپرد کرتا ہوں تیرا دل چاہے سو کر میں تیرے کئے ہوئے کام میں دخل وتبدیل نہ کروں گا
باپ نے فرید کو اپنی جاگیر میں بھیجدیا۔
جب فرید اپنے باپ کی جاگیر میں پہنچا تو اوس نے تمام مقدموں کاشتکاروں

یوں کہا۔ پہلے سپاہیوں سے یوں مخاطب ہوا کہ باپ نے تمہاری
تقدیر میں دی ہے میں اِن پرگنوں کو زراعت و عمارت کی افزایش میں بہت
دل سے سعی کرنی چاہتا ہوں اسمیں میری نیکنامی اور تمہاری بھلائی ہے تمکو چاہیئے کہ زراعت
و عمارت میں رعیت کے ساتھ بخوبی پیش آؤ اور عمل نیک کرو اور ظلم و تعدی کو چھوڑ دو۔ رعیت سے
بوقت زراعت جو محصول مقرر ہو اُس قرار سے محصول لینے کے وقت پھرنا نہیں چاہیئے اُسکے
موافق محصول لینا چاہیئے۔ اگر عمال و سپاہی اپنے قول و قرار سے محصول لینے کے وقت
پھر جائیں اور رعیت کے حق میں بیجا ظلم کریں تو ویرانی رعیت اور حاکم کی بدنامی کا سبب ہوگا اور سال
آیندہ میں محصول کم ہو جائیگا۔ سپاہیوں اور عمال کو معلوم ہو کہ جو کچھ پہلے ظلم و تعدی وہ کر چکے
ہیں اوس کو میں معاف کرتا ہوں اب آیندہ وہ ظلم نہ کریں اگر میں سنونگا کہ اُنھوں نے رعیت
سے ایک گھاس کا پٹھا بھی ظلم سے لیا تو ایسی سیاست اوس کی کرونگا کہ اوروں کو عبرت ہو خواہ
میرا کیسا ہی عزیز ہو میں اوس کی رو رعایت نہیں کرونگا۔ اگر وہ ظلم و خلاف عہدی رعیت کے
ساتھ کریگا اوسکو سزا دونگا تاکہ اوروں کو عبرت ہو اور رعیت بفراغت خاطر زراعت و عمارت
میں سعی کرے اور محصول زیادہ ہو میں سپاہیوں کے مواجب سے کوئی چیز نہیں لونگا اور جو کچھ
محصول زائد ہوگا وہ سپاہیوں کی ملک سے ہوگا۔ میری غرض یہ ہے کہ میری حکومت کے
سبب سے خاص و عام کو نفع پہونچے اور ظلم و تعدی کے آثار باقی نہ رہیں رعیت کی تھوڑی
رعایت کرنے سے بھی حاکم کو بہت فائدہ پہونچتا ہے ؎

مراعات دہقان کن از بہر خویش کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

جب سپاہیوں کی نصیحت سے فارغ ہوا تو رعیت کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تمکو اختیار دیتا ہوں
کہ جس طرح اپنا فائدہ دیکھو زر مالگذاری ادا کرو۔

بعض مقدموں نے عرض کیا کہ جریب قبول کیجائے یعنی پٹہ قبولیت لکھے جائیں کسی مقدم
نے نقدی کا دینا کسی مقدم نے بٹائی کرنا قبول کیا۔ غرض اسکے موافق پٹہ قبولیت لکھا گیا اور
اور جریبانہ یعنی کھیتوں کی پیمایش کی اجرت و محصلانہ یعنی تحصیلداروں کی زر مالگذاری تحصیل کرنے کی
اجرت اور خوراک محصلان کی معین کی گئی اور مقدموں سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ سارے ملک

کی سرسبزی زراعت پر موقوف ہے اور زراعت کا انحصار کاشتکاروں پر ہے جسقدر وہ
مرفہ الحال ہونگے زمین کو زرخیز کرینگے اور جس قدر وہ خستہ حال ہونگے زمین کو ویران کرینگے
اور ان پر جو کچھ ظلم و ستم کرتے ہیں میں اون سے خوب واقف ہوں اسلئے میں نے جریانہ
و محصلانہ و خوراک محصلان موقوف کر دی ہے۔ اگر اون سے زیادہ رعیت سے ایک چھوٹی کوڑی
لوگے تو وہ حساب میں مجرا دونگا اور یہ بھی تمکو یاد رہے کہ آخر سال میں حساب میرے روبرو ہوگا
اور رعیت سے جو خراج واجب مقرر ہوا ہے وہی دلاؤنگا اور واجبی دیوان (بادشاہ کو جو
خراج دیا جاتا ہے) وہ بھی میں اس طرح جمع کرونگا کہ خریف کا روپیہ خریف میں اور ربیع کا
روپیہ ربیع میں لیا۔ دیوان پرگنہ کی ویرانی کا سبب ہوتی ہے اور حال اور رعیت میں
عداوت ہوتی ہے حاکم پر واجب ہے کہ پیمایش زمین کے وقت جس قدر رعایت کاشتکا
کے ساتھ ممکن ہے کرے مگر تحصیل محصول کے وقت رعایت کا نام نہ لے کوڑی کوڑی اون سے
وصول کرے اگر روپیہ کے ادا کرنے میں کاشتکار شرارت کریں تو اونکو قرار واقعی سزا دے کہ
اوروں کو عبرت ہو۔ بعد اسکے کاشتکاروں اور رعیت کی طرف متوجہ ہوا اور اونسے کہا کہ میں دل و
جان سے تمہارا بھی خواہ ہوں جس بات کی تکلیف تمکو ذرا سی بھی ہو تو مجھسے آن کر عرض کر دیں
اس کا علاج کرونگا۔ میں تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہوں یہ نصیحت کر کے رعایا کو رخصت
کیا کہ زراعت میں مشغول ہوں اور دولت خواہی دیوان کریں۔ رعیت کی رخصت کے وقت
اپنے باپ کے عہدہ داروں کو سمجھانے لگا کہ اگر غور سے دیکھو تو تمام ملک کی دولتمندی اور
بہبودی اور سرسبزی و شادابی کاشتکاری پر منحصر ہے۔ اسلئے میں نے کاشتکاروں کی
خوب دلجمعی کر کے رخصت کیا ہے۔ تم اونپر ظلم و ستم کسی طرح نہ کرنا۔ اگر کاشتکاروں پر ظلم و
ستم ہو تو پھر اون سے زمین کا محاصل لینا بڑی ناانصافی اور بے شرمی ہے جس رعایا اور
کاشتکاروں کی بدولت ہم اپنا پیٹ پالتے ہوں اونکی حفاظت و حراست ہم پر فرض و واجب
ہے بعض پرگنوں میں بعض زمیندار ایسے متمرد ہیں کہ محکمہ حاکم میں حاضر نہیں ہوتے محصول
کماحقہ نہیں ادا کرتے۔ آس پاس کے دہات کو ضرر پہنچاتے ہیں اب تم بتاؤ کہ کس تدبیر سے
ایسے سرکشوں کو ہلاک کروں۔ امیر سپہ سالاروں نے عرض کیا کہ حضور تھوڑے دنوں صبر

فرمائیں میاں حسن کے سامنے بہت سال کی رفت سے گیا ہوا ہے اب عنقریب آنیوالا ہے اوس پر فرید خاں نے کہا کہ ایک لحظہ بھی میں صبر نہیں کر سکتا کہ میرے ہوتے وہ ملک میں خرابی آئیں اور خلق خدا کو ستائیں۔ اب تم دیکھو کہ کس طور سے میں تدبیر کرکے اُن متمردوں کی گوشمالی کرتا ہوں کہ وہ تا زندگی یادگار رہے۔ باپ کے مددگاروں کو حکم دیا کہ دو سو گھوڑوں کے زین کس کر تیار کریں اور یہ تلاش کریں کہ اس پرگنے میں کتنے جوان ہیں۔ پھر افغانوں اور جیل داروں کو جو بے جاگیر تھے بلاکے کہا کہ جب تک میاں حسن آئیں میں تمکو خوراک اور پوشاک دونگا اور مفسدوں کے لوٹنے سے جو کچھ نقد و جنس تمہارے ہاتھ لگے وہ تمہاری ملک ہے۔ ہرگز میں اُس میں سے کچھ طمع نہیں کرونگا اور جو تم میں سے مردانگی دکھائیگا اوسکو جاگیر میاں حسن سے دلواؤنگا اور تمہاری سواری کے لئے گھوڑے میں خود دیتا ہوں جب یہ کلمات افغانوں نے سنے تو وہ خوش ہوتے اور کہنے لگے کہ ہم جان نثاری میں کوئی تقصیر نہیں کرینگے فرید نے اون پر طرح طرح کی مہربانیاں کیں اور اون کو کپڑے دیئے اور کسیقدر زر بھی دیا کہ یہ تمہارے صابون کے لئے ہے اور رعیت سے گھوڑے طلب کئے کہ عاریتاً چند روز کے لئے دیدیں کہ اس مہم کے ختم ہونے کے بعد اونکو میں واپس کر دونگا رعیت نے بڑی خوشی سے گھوڑے دینے قبول کئے اور ہر گانوں سے ایک دو گھوڑے اوس پاس بھیجدیئے اون پر زین جو فرید خاں نے خود بنوائے تھے رکھے گئے اور ان سپاہیوں کو جن پاس گھوڑے نہ تھے یوں تقسیم کئے گئے کہ ہر سپاہی کو وہی گھوڑا دیا گیا جو اوس کی سواری کے لایق تھا۔ ان سپاہیوں نے چند دیہات کے سرکشوں کو لوٹنا مارنا شروع کیا اور اونکی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا اور مال و جنس سب چھین لیا۔ فرید خاں نے مال اور چوپائے سپاہیوں کو دیدیئے اور رعیت کے زن و فرزند کو مقید کیا اور مقدموں کو کہلا بھیجا کہ سرکاری مالگزاری کی کوڑی کوڑی ادا کرو نہیں یہ تمہارے بال بچے بیچے جائیں گے اور تمکو آباد نہیں ہونے دونگا جہاں جاؤگے وہاں میں پیچھا کروں گا اور جس گانوں میں جاؤگے وہاں کے مقدم کو حکم دونگا کہ تمکو باندھ کر میرے پاس بھیجدے اور اگر یہ نہوگا تو میں تم سے بھی جنگ کرونگا جب مقدموں نے یہ کلمات سنے تو اونہوں نے آدمی بھیجکر یہ عرض کی کہ ہماری پہلی خطا

معاف ہو اگر آیندہ کوئی حرکت ناپسندیدہ سرزد ہو تو سیاست کی جائے۔ فرید خاں نے کہا کہ حاضر ضامنی دو کہ اگر تم جرم کرکے بھاگ جاؤ گے تو ضامن تمہارا تم کو حاضر کرے جن مقدموں کے اہل و عیال قید تھے اونہوں نے حق دیوان جو باقی تھا ادا کیا اور حاضر ضامنی دی اور اہل و عیال کو بند سے آزاد کرایا۔

بعض زمیندار ایسے تھے کہ طرح طرح کے فساد برپا کرتے تھے۔ دزدی رہزنی کا پیشہ کرتے تھے حق دیوان میں روپیہ کی جگہہ خاک بھی نہیں دیتے تھے۔ نہ کبھی دیوان میں حاضر ہوتے تھے اور اپنی جمعیت پر مغرور تھے۔ ہر چند اونکو نصیحت کی گئی مگر اون کے کان پر جون نہ چلی فرید خاں نے اپنا لشکر جمع کیا اور رعیت کو حکم دیا کہ جس پاس گھوڑا ہو وہ گھوڑے پر سوار ہوکر آئے اور جس پاس گھوڑا نہو وہ پیادہ آئے۔ آدھے آدمی اپنے گانؤں کے ساتھ لائے اور آدھے آدمیوں کو چھوڑ آئے کہ وہ زراعت اور عمارت کے کام میں اور گھروں کے انتظام میں مصروف رہیں۔ جب سپاہ اور رعیت حاضر ہوئے تو متمردوں کے دہات کی جانب کوچ کیا۔ اور گانؤں سے ایک کوس پر قلعہ خام بنایا اور حکم دیا کہ جنگل صاف کیا جائے اور سواروں کو حکم دیا کہ گانؤں کے گرد پھرو اور مردوں کو مارو اور اون کے زن و بچوں کو اسیر کرو۔ مویشی کو پکڑ لو۔ کھڑی زراعت کو برباد کرو نہ کسی آدمی کو انکے گانؤں میں کوئی چیز لے جانے دو اور نہ کسی چیز کو اونکے گانؤں میں سے باہر آنے دو۔ راہ کی شب و روز نگاہبانی کرو اور کسی آدمی کو باہر نہ جانے دو۔ پیادوں کو حکم تھا کہ جنگل صاف کرو کہ پھر اون کے چھپنے کے لئے کوئی جگہہ باقی نہ رہے جب جنگل صاف ہو جاتا تو دوسرے گانؤں کے قریب ایک قلعہ خام بنایا جاتا اور اوس میں سپاہ فروکش ہوتی۔ غرض متمرد عاجز ہوئے اور اپنا وکیل اونہوں نے بھیجا کہ اگر ہمارا قصور معاف ہو تو ہم حاضر ہوں۔ فرید نے کہا کہ میں تمہارے آنے کو منظور نہیں کرتا۔ ہمارے تمہارے درمیان لڑائی ہے خدا جسکو چاہے فتح دے ہر چند ان متمرد زمینداروں نے بہت روپیہ کا لالچ دیا اور معافی قصور کے لئے ہاتھ پانؤں مارے مگر فرید خاں نے ایک نہ سنی اور اون سے کہا کہ بدمعاش سرکشوں کا یہ دستور ہے کہ اول حاکموں سے جنگ اور درشتی سے پیش آتے ہیں اگر حاکم کو کمزور دیکھتے ہیں تو اپنے تمرد سے باز نہیں آتے اور اگر حاکم کو زور آور پاتے ہیں تو اوس سے دب کر روپیہ دے دلا کر بلا کو اپنے سر سے ٹالتے ہیں اور وقت فرصت پاکر پھر وہ کے وہی ہو جاتے ہیں۔ میں نے پہلے تمکو سمجھایا کہ چلے آؤ اور حق دیوان ادا کرو اور اپنے افعال زشت سے باز آؤ تم نے

قبول نہ کیا اب جب میں غالب ہوا تو یہ چاہتے ہو کہ طمع زر میں آکر تمہارا عذر قبول کروں اور بازگشت کروں انشاء اللہ تمہارے مردوں کو قتل کرونگا اور زن و بچہ کو قید کرونگا اور تمہاری زمین پر اور رعیت کو آباد کرونگا تاکہ اوروں کو عبرت ہو جب خام طمع نے ان حیلہ انگیز مفسدوں سے روپیہ لیکر اخلاص کیا اون سے اپنے ملک میں بنا ظلم و فساد کو قایم کیا اور مظلمہ میں اونکے ساتھ شریک ہوا اسلئے کہ جب وہ اپنے گھر کا روپیہ حاکم کو دیکر خلاص ہوتے تو پھر وہ دزدی اور رہزنی سے زر پیدا کرتے ہیں اور بیچاری ضعیف رعیت سے جو انکے پاس سکونت رکھتی ہے اوس سے زر بزور لیتے ہیں بلکہ دیوان میں اتنا روپیہ دیتے نہیں جتنا ناجائز طور سے وہ تحصیل کرتے ہیں حاکم کو چاہیے کہ طمع زر میں آکر ان مفسدوں کو مارنے اور سیاست کرنے میں تاخیر نہ کرے اور رعیت کی خبرداری کرے کہ کوئی اس پر ظلم نہ کرنے پاوے میں ان کا گناہ کبھی نہیں بخشونگا اور انشاء اللہ تعالیٰ ان ناہمواروں کو گھوڑوں کی ٹھوکروں سے تلے لاؤنگا اور تلواروں سے سر اوڑاؤنگا یہ جو دے سکتے دیو شکل روپیہ کا اپنی شجاعت پہ مغرور ہیں ان کو برباد کرتا ہوں صبح کو وہ سوار ہو کر ان گناہگار مفسدوں پر دوڑا اور متمردوں کو قتل کیا اور اون کے زن و بچوں کو بند کیا۔ اور اون کے بیچنے کا حکم دیا اور آدمیوں کو بلا کر اون کی جگہہ آباد کیا جب اور متمردوں نے دیکھا کہ یوں وہ مارے جاتے اور جلاوطن ہوتے ہیں بیوی بچے قید ہوتے ہیں تو اونہوں نے تمرد سے توبہ کی اور دزدی اور رہزنی سے باز آئے ؏

پند گیر از مصائب دگران   تا نگیرند دیگران ز تو پند

اگر کوئی سپاہی یا کاشتکار فرید پاس فریاد لاتا تو اوسیوقت اوسکی دادرسی کے سلئے ہمہ تن مصروف ہو جاتا اور مظلوم کے ظلم میں غور کرتا اور کاہلی و غفلت ہرگز نہ کرتا۔

تھوڑے عرصہ میں دونوں پرگنوں کا وہ انتظام کیا کہ ساری رعایا و سپاہ مالامال ہو گئی اور تمام مفسدوں کے گھر بے چراغ ہو گئے جب میاں حسن کو یہ خبر پہونچی تو وہ بہت خوش ہوا اکثر مجالس میں وہ ان پرگنوں کی آبادانی کا اور اپنے بیٹے کی فرزانگی مردانگی کا اور مفسدوں و متمردوں کی زبونی کا ذکر کرتے۔

فرید کی حسن تدبیر کی شہرت ولایت بہار میں ہو گئی۔ اس طرف کے سارے امیر اوسکے کام سنکر تحسین کرتے تھے اور اوس کا بڑا اعتبار کرتے تھے سب عزیز و اقارب اوسکو عزیز رکھتے تھے

مادر سلیمان کی شکایت سے باپ کا فرید سے ناراض ہونا

مگر چند آدمی اوس سے حسد بھی کرتے تھے جیسے کہ سلیمان کی ماں۔ بعد ایک مدت کے جمال خاں کے پاس سے میاں حسن اپنے گھر آیا۔ امیر غریب رعیت سپاہی سب نے متفق ہو کر فرید کا ذکر خیر حسن خاں کے روبرو کیا۔ اوس نے بھی دیکھا کہ فرید و نظام کے انتظام سے ملک آباد و رعیت شاد خزانہ معمور ہے تو خوشی کے مارے وہ پھولا نہ سماتا تھا۔ فرید سے جو ناخوشی تھی وہ رفع ہوئی۔ دونوں بھائیوں پر طرح طرح کی مہربانیاں کرتا اور کہتا کہ میں اب بڈھا ہو گیا ہوں اب پرگنات اور سپاہ کی تدابیر میں مجھسے محنت و مشقت نہیں ہو سکتی اب تم دونوں بھائی اِس کام کا انتظام کرو میاں حسن کی یہ باتیں سلیمان اور اوسکی ماں کو خوش نہ معلوم ہوئیں اب اونہوں نے فرید پر بہتان لگانے شروع کئے اور یہ جھوٹی تہمت لگائی کہ فرید خاں نے جو سلیمان کی بہن کی شادی کے لئے روپیہ دیا تھا وہ کھوٹا تھا ہر روز اوسکی شکایت حسن خاں سے ہوتی مگر وہ کچھ سنتا تھا جب سلیمان کی ماں نے دیکھا کہ ان جھوٹی شکایتوں سے فرید سے میاں حسن نہیں ناراض ہوا بلکہ اولٹا اوس سے یہ کہنے لگا کہ تجھے مناسب نہیں ہے کہ فرید کا گلہ ہر وقت کیا کرے تیرے سوا کوئی عزیز سپاہی رعیت اوس کی شکایت نہیں کرتا میں اوس کے افعال نیک کا شاکر ہوں اور اوس سے راضی ہوں دونوں پرگنے اوسی کے سبب سے آباد ہو گئے ہیں میاں حسن کی زبان سے یہ بات مادر سلیمان سنکر از حد مغموم ہوئی اور اوسکے سامنے اوٹھ کے چلی گئی اور میاں سے اختلاط کم کر دیا کج ادائیاں شروع کیں۔ اور پہلے تعلق کو چھوڑ دیا۔ مگر عشق بڑی بری بلا ہوتا ہے جب حسن نے اپنے معشوق کو دیکھا کہ وہ دلگیر و غم زدہ رہتا ہے تو ایک دن اوس نے پوچھا کہ تیرے مغموم اور کم اختلاطی کا سبب کیا ہے۔ مادر سلیمان نے عرض کیا کہ میں تیری ایک کمینہ لونڈی تھی۔ تو نے اپنی محبت و اخلاص سے سرفراز کیا۔ تیرے اہل و عیال نے مجھ سے حسد شروع کی۔ میں نے اونکی خدمت میں کچھ قصور نہیں کیا۔ مگر وہ مجھپر اور میری اولاد پر کم عنایت کرتے ہیں اور اوسکو تو خود بھی جانتا ہے جب تو نے عزیزوں کی سفارش سے فرید کو جاگیر دی تھی تو میں نے پوچھا تھا کہ میرے فرزندوں کو تو کیا دیگا تو تو نے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ بڑے ہونگے اور حکومت کے لایق ہونگے تو اونکو بھی حکومت پرگنہ کی ملیگی۔ فرید بڑا بیٹا ہے تیرا وہ جانشین ہوگا۔ اگر تو اپنی حیات میں میرے بیٹوں کو فرید کے پرگنات دیکر سرافراز نہ کریگا تو تیری زندگی میں اپنے تئیں اور اپنے بیٹوں کو مار ڈالوں گی اسلئے کہ وہ تیری زندگی میں صاحب سامان ہوئے فرید اور تیرے عزیز میرے بیٹوں کے دشمن ہیں تیرے بعد وہ ہم کو بے حرمت کرکے پرگنات سے نکال دینگے اسلئے

تیرے سامنے مرنا دشمنوں کے ہاتھ سے بے ناموس ہونے سے بہتر ہے۔

میاں حسن تو عشق کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے جب معشوق کی بغل میں گئے تو عقل کہاں تھی عقل کی بات کو عشق کب سننے دیتا ہے ؎

عشق ست ہزار شعلہ در تاب　　　عقل ست ہزار پنبہ در آب

معشوق کی محبت کا وہ غلبہ اوسپر تھا کہ اوس کے کہنے سے کب باہر جا سکتا تھا اوسنے اپنے بڑے بیٹے سے محبت باطنی چھوڑی اور اوس کے درپے ہوا کہ اوسکو علیحدہ کرکے اپنے کنیزک زاد بیٹوں کو اوس کا قایم مقام کرے اور سلیمان نے میاں حسن سے کہا کہ تیری شفقت و لطف سے سب طرح کی امیدیں ہیں مگر تیرے عزیزوں سے خوف ہے کہ وہ فرید کو حکومت سے جدا ہونے دینگے تو کمند عشق کے اسیر نے سخت قسم کھائی معشوق کو تسلی دی۔ اب حسن میاں فرید کے قصوروں کو پکڑنے کے درپے ہوا کہ اسکے احوال اور اشغال کا تجسس شروع کیا غرض حسن نے فرید سے پھر ترش روئی شروع کی کہ وہ اس سے رنجیدہ ہوگیا۔ اسکو معلوم ہوگیا کہ مادر سلیمان سے پدر نے بہ قسم یہ اقرار کرلیا ہے کہ اوسکے دو بیٹوں کو وہ پرگنے کی حکومت دیگا اور اس اقرار سے جو اوس نے اپنے عزیزوں سے کیا تھا پھر جائیگا تو اوس نے دونوں پرگنوں کی حکومت ترک کرکے حسن سے کہلا بھیجا کہ جبتک لطف و شفقت پدری مجھپر تھی میں پرگنات کی خدمت کرتا تھا مگر اب وہ نہیں رہی اسلئے آپ جسے چاہیں پرگنات کا شقدار بنائیں بعض آدمیوں نے حسد و دشمنی سے ایسی باتیں آپ کے کان تک پہنچائی ہیں کہ آپ کا دل مجھ سے پھر گیا ہے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میرا حال کس طرح تحقیق کرنا چاہیے حاکم کو لازم ہے کہ اعمال اور رعیت کے احوال سے خفیہ خبردار رہے تاکہ اون سے بے دیانتی نہونے پائے اور اس سے آبادی ملک ہو اور نیکنامی و اطمینان خاطر ہو۔ خود غرضوں کی باتیں اوس کے دل میں دخل نہ دیں اور غرض گو کے کہنے کا اعتبار نہ کرے ؎

ز صاحب غرض راستی نشنوی　　　اگر کار بندی پشیماں شوی

اگر کسی غرض گو کے کہنے سے حاکم کے دل میں آئے کہ عمال نے بے دیانتی کی ہے تو عمال کو بدلے اور اپنے امین اور متدین خدمتگار مقرر کرے اور حکم دے کہ کاغذ خام چند دہات کے پہلے اوس سے کہ مقدم کو خبر ہو وہ لے لیں۔ پھر ہر دہ کے مقدم اور پٹواری کو بلائیں پھر حاکم خود ان کاغذوں پر متوجہ ہو

اسلئے کہ ایسے آدمی کہ بالکل قابل اعتماد ہوں کم میسر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی دیانت مند ہاتھہ لگجائے تو اُسے مقرر کرے اگر تحقیق سے بے دیانتی عمال ثابت ہو تو سزا دے کہ اوروں کو عبرت ہووے

مکن صبر بر عامل ظلم دوست   کہ از فربہی بایدش کندہ پوست

اگر شقدار نہ بدلا جائیگا اور دوسرا آدمی متعین کیا جائیگا کہ کاغذ خام لے و مقدم و پٹواری کو بلائے تو اوس کے خوف سے کاغذ خام نہیں دیگا اور پرگنہ کی حقیقت جیسی کہ چاہئے نہیں دریافت ہوگی اور رعیت اُس مستقل شقدار سے عداوت نہیں باندھے گی۔ پس حاکم کو چاہئے کہ شقدار قدیم کو بدلکر نیا شقدار مقرر کرے۔ نیا شقدار جب پُرانے شقدار کی بددیانتی ثابت کرنے میں کوشش کرے گا تو پُرانا شقدار نئے شقدار کو کچھہ نذر دیگا اور کہے گا کہ تو رعیت کی عادت نہ بگاڑ کہ آج جو میرے لئے ہے وہ کل تیرے لئے ہوگا تو نیا شقدار رعیت کو حقیقت حال کہنے سے منع کر دیگا۔ بہتر ہے کہ شقدار قدیم کو بدل دے اور ایک تیسرا دیانت دار آدمی مقرر کرے کہ کاغذ خام لیکر مقدم و پٹواری کو بلاکر تحقیق کرے تاکہ حقیقت کار معلوم ہو۔ ابا جان آپ کو معلوم ہے کہ میں نے پرگنات کی شقداری چھوڑ دی ہے آپ شخص ثالث کو مقرر کریں تاکہ وہ کاغذ خام و مقدم و پٹواری کو آپ پاس لائے اور خود آپ متوجہ ہو کر تحقیق کریں تاکہ حق و باطل ظاہر ہووے

خوش بود کہ محک تجربہ آید بمیان   تا سیہ روے شود ہر کہ در وغش باشد

میاں حسن نے اس کا جواب فرید خاں کو یہ کہلا بھجوایا کہ مجھے تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے جب میں لشکر میں یہاں سے غیر حاضر تھا تو مجھے پرگنات کی حقیقت خوب معلوم ہوئی کہ تو نے ملک کو دوچند آباد کر دیا۔ اگر تو نے کچھہ تصرف بھی کیا تو اچھا کیا وہ تیرا مال اور حق تھا میں نے تجھے حکومت اسلئے دی تھی کہ میں نے تجھہ میں لیاقت دیکھی تھی اور میری غرض اس سے یہ تھی کہ تو صاحب سامان ہو کر کسی دن وہ تیرے کام آئے۔ میرے مرنے کے بعد میری نیکنامی تیرے ہی سبب سے ہوگی اور میرے پس ماندوں کی خبرگیری تو ہی کرے گا۔ تیرے ناخلف بھائی سلیمان وغیرہ ہر روز مجھے تکلیف دیتے ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ اون سے ملک کا انتظام نہیں ہوگا میں نے ہر چند اون کو سمجھایا مگر اون پر کچھہ اثر نہوا۔ اونہوں نے مجھے بے آرام کر رکھا ہے اونکی ماں اپنے بیٹوں کے لئے رات دن میری جان کھاتی ہے۔ اس ضرورت کے سبب سے میں چند روز ان دونوں پرگنوں کا شقدار

فرید خاں کا باپ سے پرگنوں کی شقداری چھوڑنا

سلیمان اور احمد کو مقرر کرتا ہوں کہ اس سبب روز روز کی تشویش سے نجات پاؤں جب فرید خان نے
میاں حسن سے یہ کلمات سنے تو اوس نے کہلا بھیجا کہ دونوں پرگنے آپ کے ہیں اونکی حکومت
جسے چاہیے دیجئے جب عزیزوں نے سنا کہ دونوں پرگنوں کی حکومت فرید سے حسن خان لیتا
ہے اور سلیمان اور احمد کو دیتا ہے اور فرید کا ارادہ ہے کہ روزگار کے لئے آگرہ جائے۔ ان دنوں
آگرہ دار الخلافت تھا وہیں آدمی روزگار کے لئے جاتے تھے تو وہ جمع ہو کر میاں حسن پاس آئے
اور اوس سے کہا کہ یہ تو کیا کرتا ہے کہ پرگنوں کی حکومت فرید سے لیتا ہے اور سلیمان اور احمد کو دیتا ہے
کہ وہ بچہ ساہے۔ ان دو پرگنوں کا انتظام جیسا فرید نے کیا ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اور کوئی قصور بھی
اوس نے نہیں کیا ایسے قابل فرزند کو ان ایام میں باہر جانے دیتا ہے کہ سلطان ابراہیم کی سلطنت
میں خلل پڑ رہا ہے اور ہر افغان کہ زمینداری رکھتا ہے ریاست اور مملکت گیری کا دعوی کرتا ہے
میاں حسن نے عزیزوں سے کہا کہ تم سچ کہتے ہو کہ فرید خان کا آزردہ خاطر کرنا مناسب نہیں ہے۔ مگر
میں اس سے مجبور ہوں کہ سلیمان اور اوسکی ماں مجھے تنگ کرتے ہیں اور ایک لحظہ آرام سے نہیں
رہنے دیتے جب سلیمان خردسال تھا تو اوس نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے حکومت دو تو میں نے اوسکی
تسلی کے لئے کہا تھا کہ جب تو بڑا ہو گا تو تجھے پرگنے کی حکومت دونگا تو اوس نے کہا کہ اگر آپ فرید
کو پرگنوں کی حکومت دیدینگے تو کس طور سے اسکو حکومت سے جدا کرینگے تو میں نے کہا تھا کہ میں اوس
سے کہونگا کہ تو نے بہت دنوں پرگنوں میں حکومت کی اب چند روز کے لئے اپنے چھوٹے بھائی
کو حکومت کرنے دے تاکہ امور ملکی میں اوسکو مہارت ہو جائے۔ وہ میری اس بات کو بار بار یاد دلاتا
ہے میں سلیمان کی ماں پر دل و جان سے قربان ہوں جب میں اوسکو آزردہ دیکھتا ہوں تو چین و
آرام مجھپر حرام ہو جاتا ہے میں بڈھا ہو گیا ہوں مرنے کے دن قریب ہیں میں خلاف عہد نہیں کرسکتا
اپنی زندگی میں ایک دفعہ اون کو پرگنات کی حکومت دیتا ہوں اگر اونکی نیک عملی سے پرگنات
کی آبادی اور رفاہیت میں خلق و سپاہ کی خوشحالی ظاہر ہوئی تو وہ میری زندگی میں نیکنامی حاصل
کرینگے جیسی کہ فرید نے شہرت اور نیکنامی حاصل کی ہے اور فرید سے میری خاطر جمع ہو گئی ہے
کہ جہاں وہ جائیگا وہاں روزگار پائیگا۔ اور اگر وہ اس حکومت کے قابل ہونگے تو میری زندگی میں
چند روز دنیا سے متمتع ہونگے یہ مجھے یقین ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ پرگنات میاں فرید کے

حاصل ہونگے کہ وہ ہی اوسکے لایق ہے اوسکی قابلیت اور لیاقت تدابیر ملکی میں مجھ سے اور اپنے بھائیون سے کہین زیادہ ہے اور جتنے اوس کے اقران اور ہم سن ہیں اُن سب میں وہ بہتر ہے اور امور مملکت میں جو بکار آمد باتیں ہیں سنے فرید سے سُنی ہیں کسی اور کی زبان سے ہرگز نہیں سُنیں۔

جب عزیزوں نے میان حسن کا جواب یہ سُنا تو اونہوں نے اوس سے کہا کہ مناسب نہیں ہے کہ ایک ہندوڑی کی خاطر اپنے لخت جگر کو ان ایام فتل انگیز مین جدا کرے۔ بہار میں لوحانیوں کے اطوار سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ بادشاہ سے روگردانی کر کے بادشاہی اپنے نام سے کریں حکما نے کہا ہے کہ عورتوں کا اعتماد نہیں کرنا چاہیے اور اپنے اسرار پر اُن کو مطلع نہیں کرنا چاہیے۔ امور ملکی میں اُنسے مشورہ نہیں کرنا چاہیے اپنے مال اور ذخائر کو اُن سے پوشیدہ رکھنا چاہیے اگر کوئی عورت کے عشق میں مبتلا ہو جائے تو اُس سے اپنے عشق کو مخفی رکھنا چاہیے کہ اُس کا غلبہ نہ ہو جب عورت جانتی ہے کہ شوہر اُس کا عاشق ہے تو وہ اوس کی اطاعت نہیں کرتی اور شوہر کو خادم جانتی ہے عورتوں کی طبیعت میں حسد ہوتی ہے وہ ناقص العقل ہوتی ہیں اور جہالت اُنکے اندر ہوتی ہے اونکی متابعت نہیں کرنی چاہیے۔ مگر عشق کب اُن عقل کی باتوں کو سننے دیتا تھا عزیزوں کے کہنے کا اثر اُس عاشق زار پر کچھ نہ ہوا۔

(فرید کا آگرہ جانا اور دولت خان کا وزیر ہونا)

میان حسن سے جب فرید بالکل ناامید ہو گیا تو وہ عزیزوں سے رخصت لیکر آگرہ کی جانب پرگنہ کاہن پور (کانپور) کی طرف روانہ ہوا۔ اس پرگنہ میں اعظم ہمایون سروانی حاکم تھا جسکے بہت آدمی تھے اِس مقام میں سروانی بہت رہتے تھے جب فرید کاہن پور میں آیا تو سروانیوں نے کہ میان حسن سے رشتہ داری رکھتے تھے اوسکی دعوت کی۔ اس مجلس میں شیخ اسمٰعیل بھی ہمراہ فرید نے پوچھا کہ یہ کون ہے سروانیوں نے کہا کہ وہ سروانی ہے پھر یہ کہا کہ وہ تمہاری قوم کا سور ہے اور ہمارا بھانجا ہے شیخ اسمٰعیل سے فرید نے کہا کہ تمنے کس لئے یہ نہ کہا کہ میں سور ہوں تو اسمٰعیل نے کہا کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ میں سروانی ہوں اونہوں نے مجھے سروانی کہا تو اس میں میرا کیا گناہ ہے شیخ اسمٰعیل سے فرید نے کہا کہ میرے ہمراہ ہو جیسے شیخ اسمٰعیل و ابراہیم اوسکے ساتھ ہو اسمٰعیل کا بیان آگے آئیگا یہاں فقط اتنا ہی ذکر کرنا کافی تھا۔

جب فرید خاں آگرہ میں آیا تو یہاں دولت خاں کا طوطی خوب بول رہا تھا۔ وہ بدھ کا
بیٹا تھا جو خانہ زاد اعظم ہمایوں سروانی کا تھا۔ دولت خاں بارہ ہزار سوار کا سردار تھا سلطان ابراہیم
شفقت اوس پر کرتا تھا۔ فرید نے دولت خاں کا دامن پکڑا۔ اور اوس کی خدمت ایسی بجا لایا کہ
دولت خاں اکثر کہا کرتا تھا کہ فرید خاں کے سامنے میں شرمندہ اس سے ہوتا ہوں کہ اگر وہ اپنا مدعا
کہے اور میں اُس میں حتی الوسع کوشش نہ کروں جب فرید خاں نے جانا کہ دولت خاں مجھپر ایسی
عنایت کرتا ہے تو اوس نے واجب العرض لکھی کہ میاں حسن بڈھا ہو گیا ہے اوس کے حواس میں فتور
آگیا ہے اور وہ ایک لونڈی پر فریفتہ ہے جو کچھ وہ کہتی ہے وہ کرتا ہے۔ ملک کی تدبیرات اوسنے
لونڈی کو سپرد کی ہیں۔ اوسکے ہاتھ سے سب عزیز اور آدمی نالاں اور رعیت سرگردان ہیں اون کی
بیوقوفی سے دونوں پرگنے ویران ہوتے جاتے ہیں شاہ عالم بندہ کو وہ پرگنے عنایت فرمائیں
میں پانسو سواروں سے خدمت کرنے کے لئے حاضر ہوں دولت خاں نے اِس واجب العرض کو
پڑھ کر اوسکو تسلّی دی کہ میں بادشاہ سے سفارش کر دونگا اور دونوں پرگنہ کی حکومت دلا دوں گا
مگر جب دولت خاں نے بادشاہ سے میاں حسن اور فرید کا حال کہا تو بادشاہ نے فرمایا کہ میں اُس
شخص کو بد جانتا ہوں جو باپ کا گلہ شکوہ کرے۔ دولت خاں نے بادشاہ کا ارشاد فرید سے کہہ کر کہا کہ
تو دلگیر نہو میں انشاء اللہ بادشاہ سے تجھے دونوں پرگنے دلا دوں گا۔ فرید اُس سے اگرچہ رنجیدہ
خاطر ہوا مگر دولت خاں کی تسلّی کے سبب سے اُس پاس رہا۔ وہ اوسکو روپیہ اتنا دیتا تھا کہ خرچ
کے بعد اُس پاس روپیہ جمع ہوتا تھا۔ پھر کچھہ دنوں بعد میاں حسن کا انتقال ہوا۔ سوم کے روز سلیمان
نے باپ کی پگڑی سر پر رکھی جس مجلس میں وہ پگڑی رکھکر بیٹھا تھا وہاں نظام خاں معہ اپنی جمعیت کے
آیا اوس کے سر پر سے دستار اوتار لی اور اوسکو سمجھایا کہ بڑے بھائی فرید کے ہوتے تجھے
مناسب نہیں ہے کہ باپ کی پگڑی سر پر رکھے۔ خدا سے ڈر خلق سے شرم کر کہ دستور و قاعدہ کے خلاف
کرتا ہے کہ جس سے عداوت پیدا ہو۔ باپ کی زندگی میں اپنی ماں کے زور سے تو نے فرید کے
ساتھہ بے مروّتی کی باپ کو تو کیا کہوں وگرنہ تمہارے زور و مردانگی کا حال معلوم ہی تھا اب تجھے
مناسب ہے کہ گذشتہ کے برخلاف تو فرید کے ساتھہ اخلاص رکھ بغض چھوڑ۔ بڑے بھائی سے
شاید لڑنا اچھا نہیں ہوگا۔ آپ نے جو اپنے زندگی میں بیٹوں کو جاگیریں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیں ہیں اوسپر

تو قانع ہو ترک ریاست کر کہ وہ تیرے بھائی کا حق ہے اور اگر لڑائی کو تو نہ چھوڑے گا تو اونکا محتاج ہوجائے گا اور کوئی تجھے اچھا نہ کہے گا اور تو بدنام ہوجائے گا اور دونوں پرگنے ویران ہوجائینگے سلیمان نے کہا کہ اگر بھائی میرے ساتھ اخلاص کہیں گے میں بھی ضرور اُن کی خدمت کرونگا ۔

میاں حسن کی وفات کے بعد تمام حالات یہاں کے میاں نظام نے فرید کو لکھے جب اس کو خبر ہوئی تو اس نے باپ کی عزاداری کی اور سلیمان کا حال من وعن دولت خاں سے اس سے کہا کہ تو کچھ اندیشہ مکر دونوں پرگنوں کی حکومت بادشاہ تجھکو دیدیگا ۔ دولت خاں نے حسن کی وفات کا ذکر سلطان ابراہیم سے کہکر فرید خاں کے نام فرمان لکھدیا کہ دونوں پرگنوں پر اپنا تصرف کرکے پھر یہاں آجائے ۔ جب فرید خاں یہ فرمان لے کر اپنے پرگنوں میں گیا تو عزیزوں نے اس فرمان کو قبول کیا ۔ سلیمان فرید کے ساتھ مقاومت تو کر نہیں سکتا وہ محمد خاں شاہ خیل حاکم چونڈہ کے پاس چلا گیا وہ پندرہ سو سوار کا جاگیردار تھا ۔ اور میاں حسن سے اس کو کلفت باطنی تھی اس لیے وہ چاہتا تھا کہ بھائیوں میں عداوت پیدا ہوتا کہ طرفین میرے محتاج ہوں اس نے سلیمان سے کہا کہ چند روز صبر کرو ۔ فرید پاس فرمان حکومت ہے ۔ اس وقت یہ حال ہو رہا ہے کہ سلطان ابراہیم نے سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے اُمرا کی مدارات بری طرح سے کی ہے کہ وہ سب اپنی جاگیروں کو چلے گئے ہیں اور وہیں رہتے ہیں ۔ خانخاناں یوسف خیل حاکم پنجاب نے اپنے بیٹے دلاور خاں کو کابل بھیجا ہے کہ شہنشاہ بابر کو یہاں لے آئے اور وہ مغلوں کو ساتھ لیے چلا آتا ہے ۔ دونوں بادشاہوں میں لڑائی ہوگی ۔ اگر سلطان ابراہیم کو غلبہ ہوا تو اس پاس جا میں بھی تیری سفارش کی عرضداشت بادشاہ پاس بھیجدونگا کہ فرید کو میاں حسن سے اور تجھ سے عداوت ہے اور میاں حسن نے تجھے اپنی جانشینی کے لیے ترجیح دی تھی اور حکومت کے لیے پسند کیا تھا جو تیری قسمت میں ہوگا وہ تجھے مل جائے گا ۔ اور اگر مغل فتحمند ہوئے تو میں فرید سے بزور پرگنہ چھین کر تجھے دلادونگا ۔ سلیمان نے محمد خاں سے کہا کہ میں فرید کے خوف سے آپ پاس پناہ لیکر آیا ہوں کہ پوروں کے درمیان کوئی آپ کے برابر نہیں ہے ۔ میں نے اپنا اختیار آپ کو دیا ہے ۔ جو حکم آپ دیں گے میں اسے قبول کرونگا ۔ محمد خاں نے اپنے وکیل بھیجکر فرید خاں کو یہ کہلا بھیجا کہ تم میری نصیحت سنو اور میری مداخلت کا پاس و لحاظ رکھو تو میں آنکر تم بھائیوں

میں صلح کرا دوں ۔ میں تم میں قرار کرا دوں اس سے ۔ جو پھرے تو اس پر عزیز لعنت ملامت کرینگے

اس کے جواب میں فرید نے لکھا کہ بے شک آپ سب میں بڑے اور بزرگ ہیں اور داؤد خیل سور کی اقوام میں برتر ہیں اس لیے قوم کی سرداری کے آپ مستحق ہیں ۔ آپ کا یہاں آنا مناسب نہیں مجھے بلا بھیجئے اور سلیمان آپ کی خدمت میں موجود ہے اور فقیر کا گلہ کرتا ہے ۔ آپ پر روشن ہے کہ وہ باپ کی زندگی میں میرا مخالف تھا ۔ باپ کے مرنے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ جو جاگیر تینوں بھائیوں کی باپ کی زندگی میں تھی اس سے زیادہ لے لے اور باپ کے عہد میں عداوت جو طرفین میں تھی اسے دور کرا اور اخلاص محبت سے باقی زندگی بسر کرے

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستاں مروت با دشمناں مدارا

میری نصیحت نے اس پر کچھ اثر نہ کیا ۔ سب عزیز یہاں تھے، انہوں نے اپنی طرف سے بہت سعی کی اور مخالفت سے منع کیا اس نے قبول نہیں کیا اگر خان اعظم اسکو مخالفت سے منع کریں اور اخلاص کی طرف رہ نمائی کریں تو میاں حسن کے خاندان کی عزت باقی رہے گی میں اپنے بھائی نظام کو خدمت میں بھیجتا ہوں ۔ آپ سلیمان کو سمجھا کر اس کے ساتھ بھیج دیجئے ۔ میں اس کو جاگیر خاطر خواہ دیدونگا اور جو وہ یہ چاہے کہ پرگنہ کی حکومت میں اس کی شرکت ہو تو یہ آرزو اس کی میری زندگی میں تو بر آنے کی نہیں ۔ دو شمشیر ایک نیام میں اور دو حاکم ایک مقام میں نہیں رہ سکتے ۔

درشہر مگو کہ تو باشی با من
کاشفتہ بود کار ولایت بدو تن

جب محمد خاں کا وکیل فرید خاں کا یہ جواب سنکر گیا تو خان نے سلیمان سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ فرید تمہارا حصہ آسانی سے نہیں دیگا خاطر جمع رکھو میں بزور تمہارا حصہ دلا دونگا ۔ جب تم تین بھائی میرے پاس آئے ہو تو تمہارے حصہ دلانے کا پاس لحاظ مجھ پر لازم ہے ۔ سلیمان یہ سنکر خوشحال ہو گیا فرید خاں کو خبر داروں نے یہ ساری خبر سنا دی تو فرید خاں نے اپنے بھائی نظام خاں اور تمام اپنے دولت خواہوں سے مشورہ کیا کہ مصلحت یہ ہے کہ ہم بھی کسی شخص کے ساتھ رجوع کریں کہ وہ محمد خاں کا مانع ہو ۔ اور ایسا آدمی کوئی اس پاس سوا بہار خاں پسر دریا خاں لوحانی کے نہیں ہے ۔ چند روز صبر کرنا چاہیے ۔ اگر سلطان ابراہیم کی فتح ہوئی تو اس کا فرمان میرے پاس ہے ۔ کوئی مجھ سے

کچھ نہیں کہہ سکتا اگر خدا نخواستہ سلطان ابراہیم کو شکست ہوئی تو میں بضرورت بہار خاں کا دوست ہونگا اور اُسکی خدمت میں ہونگا۔ تھوڑے دنوں کے بعد خبر آئی کہ دونوں بادشاہوں میں پانی پت کے میدان میں سخت لڑائی ہوئی اور سلطان ابراہیم شہید ہوا اور دہلی کی سلطنت ۹۳۲ھ میں شہنشاہ بابر کے ہاتھ آئی۔

سلطان ابراہیم کی وفات کے بعد بہار خاں نے سلطان محمد کا لقب اختیار کیا اور بہار میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلوایا۔ اب فرید خاں کو بہار خاں پاس جانے کی ضرورت ہوئی اور وہ اُسکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور رات دن اس کے کاموں میں رہنے لگا اور حسن خدمات کی وجہ سے وہ اس کا بڑا مقرب ہوگیا اور اپنی حسن تدابیر کی وجہ سے سارے بہار میں اُس کی شہرت ہوگئی۔ ایک روز سلطان کے ہمراہ شکار کو فرید خاں گیا تھا کہ ایک شیر نظر آیا اس کو فرید خاں نے شمشیر سے شکار کیا جس کے سبب سے سلطان محمد نے فرید خاں کو شیر خاں کا خطاب دیا اور اپنے بیٹے جلال خاں کا نائب مقرر کیا۔ جلال خاں کی نیابت میں شیر خاں کام کرتا تھا ایک مدت کے بعد وہ سلطان محمد سے رخصت لیکر اپنے پرگنوں میں گیا اور وہاں بہت دنوں مقیم رہا۔ شیر خاں کی شکایت سلطان محمد کرتا تھا کہ وہ تھوڑے دنوں کی رخصت لیکر گیا تھا مگر بہت دن گزر گئے وہ نہیں آیا یہ زمانہ ایسا پر خلل تھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی پر اعتماد کلی نہیں کر سکتا تھا۔

سلطان محمد پاس محمد خاں آیا اور اس نے شیر خاں کی شکایت کی کہ وہ سلطان محمود پسر سلطان سکندر کی راہ دیکھ رہا ہے جس کے رفیق اکثر امراء افغان ہوگئے ہیں اس لیے وہ نہیں آیا۔ اگر سلطان فرمائے تو میں شیر خاں کے آنے کی تدبیر عرض کروں۔ سلطان نے پوچھا وہ تدبیر کیا ہے تو محمد خاں نے کہا کہ اس کا بھائی سلیمان جو قابل ہے اور میاں حسن نے اپنی زندگی میں دونوں پرگنوں کی حکومت اُسے دی تھی شیر خاں کو اس نے خارج کر دیا تھا تو باپ کی شکایت لیکر سلطان ابراہیم پاس گیا سلطان نے اُس کو دھتکار بتائی کہ میں ایسے شخص کو بد جانتا ہوں جو اپنے باپ کی شکایت کرے۔ مگر حسن کے مرنے کے بعد اُس نے دولت خاں بن بدہو کی وساطت سے دونوں پرگنوں کی حکومت کا فرمان سلطان ابراہیم سے لکھا لیا۔ سلیمان کا بھی ارادہ تھا کہ باپ نے جو مرنے کے وقت اس کے لیے سفارش نامہ لکھا سلطان کو جاکر دکھائے تو بیچ میں یہ حادثہ پانی پت کی لڑائی کا پیش آگیا اور

اس کا وہاں جانا رہ گیا اب وہ حضور کی خدمت میں استغاثہ لیکر آیا ہی اگر دونوں پرگنوں کی حکومت سلیمان کو سلطان عطا کرے تو شیر خاں جلد ملازمت میں حاضر ہو جائے گا۔ مدت ہوئی ہی کہ سلیمان اس کے ظلم سے بھاگ کر میرے پاس آیا ہی اگر اس کو اپنا حق ملجائے تو بندہ بھی آپ کا ممنون احسان ہوگا سلطان محمد نے کہا کہ شیر خاں نے میری بہت خدمت کی ہی اس چھوٹے سے قصور پر کہ وہ اختتام رخصت پر آیا نہیں بغیر تحقیق کیے اس کی جاگیر کا تغیر نہیں کر سکتا۔ مگر تیری خاطر سے اس قضیہ کا فیصلہ تیرے سپرد کرتا ہوں تو دونوں سے خویشی و قرابت کی نسبت برابر رکھتا ہی تو کسی کی رورعایت نہ کرنا جو حق ہو وہ کرنا کہ اُن میں جو فساد غبار اُٹھ رہا ہی بیٹھ جائے۔

میانجی چناں کن برائے صواب　　　　کہ ہم سیخ بر جا بود ہم کباب

سلطان محمد سے جب محمد خاں رخصت لیکر اپنے پرگنہ میں آیا تو شیر خاں پاس شادی خاں اپنے غلام کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ تو نے جو دونوں پرگنے دبا لیے ہیں اور اپنے بھائی کو محروم کر دیا ہی یہ مناسب نہیں ہی کہ اس سے خاندان میں نزاع پیدا ہو گیا ہی۔ اب میں شادی کو تیرے پاس بھیجتا ہوں مجھے امید ہی کہ تو اس کے کہنے سے باہر نہو گا اور مجھے ممنون کریگا۔ تیرے بھائی مدتوں سے میرے پاس ہیں افغانوں کی رسم و راہ تجھ سے مخفی نہیں ہیں۔ شیر خاں پاس شادی خاں آیا اور محمد خاں کا پیغام اُس سے عرض کیا اُس کے جواب میں شیر خاں نے کہا کہ خان اعظم سے میری زبانی پیغام دو کہ یہاں روہ کا ملک نہیں ہی کہ ریاست برادر وار قسمت ہو یہ ملک ہند ہی۔ بادشاہ کے حکم کا وہ وابستہ ہی کہ اس میں کسی کی مشارکت نہیں۔ خردی و بزرگی و برادری کا کچھ تعلق نہیں ہی سلطان سکندر خاں نے قرار دیا ہی کہ جو افغانوں کے امیروں میں مرے اس کا خزانہ و اشیاء بطریق فرائض ورثا کے درمیان تقسیم ہوں اور پرگنات و سپاہ جو اس کی اولاد میں سب سے زیادہ لائق ہو اسکو دیے جائیں اور اس میں کسی بھائی کی شرکت نہو۔ دونوں پرگنوں کی حکومت سلطان ابراہیم نے بندہ کو عنایت کی ہی اس میں بھائیوں کی شرکت نہیں ہی۔ نقد جنس جو میاں حسن کے پاس تھیں اس کو سلیمان لیکر آپ پاس چلا گیا ہی۔ اُس میں سب بھائی شریک ہیں۔ آپ کی خاطر کے سبب سے اُس سے کچھ نہیں کہا جس وقت وہ آپ سے جدا ہوگا حسن خاں کے ورثا اس سے اپنا حصہ لیں گے۔ خان اعظم کو یہ کہنا مناسب نہیں کہ سلیمان کو ٹانڈہ و بہلو دیدو میں اپنی خوشی

خاطر سے تو اُن کو نہیں دونگا اگر آپ مجھکو کر جسے پرگنے لیکر سلیمان کو دیدیں گے تو آپ حاکم ہیں یا اسکے سوا کچھ اور عرض کرنے کے لیے نہیں ہی۔

شیر خاں نے شادی رخصت ہوکر محمدؐ خاں پاس گیا اور سارا حال عرض کیا تو وہ بہت برآشفتہ ہوا شادی کو حکم دیا کہ میرا تمام لشکر ہمراہ لیکر ٹانڈہ اور بہلو کو بزور لیکر سلیمان کو دلا دے۔ اگر وہاں لڑائی ہو اور دشمن کو ہزیمت ہو تو دونوں پرگنے سلیمان کو دیدے اور اپنا لشکر وہیں چھوڑ دے کہ مبادا سلیمان کو تھوڑے آدمیوں کے ساتھ دیکھکر دشمن اس پر حملہ آور ہو۔

جب یہ خبر شیر خاں کو پہنچی تو اس نے خواص خاں کے باپ سکھا کو جو اس کا غلام تھا اور بہارس کے پاس ٹانڈہ اور بہلو کا ستقدار تھا پروانہ بھیجا اور اپنے لشکر کو بھی لکھا کہ سلیمان کو شادی ہمراہ لیکر تمہاری طرف آتا ہی تو ٹانڈہ وبہلو کو بے جنگ کے حوالہ نکرنا۔ انہوں نے شہر سے نکلکر شادی سے جنگ کی۔ سکھا اس لڑائی میں مارا گیا اور لشکر شکست پاکر شیر خاں پاس سہسرام میں آیا اور وہ یہاں بھی نہیں رہ سکتا تھا۔

شیر خاں کو بعض آدمیوں نے سمجھایا کہ سلطان محمد پاس وہ جائے مگر اس نے یہ صلاح نہ مانی اور یہ کہا کہ زمانہ میں خلل آرہا ہی۔ سلطان محمدؐ میری شکست سے محمدؐ خاں سے نہیں لڑے گا بلکہ وہ صلح کرانے کے لیے سعی کریگا اور میں صلح میں اپنی مصلحت نہیں دیکھتا۔ نظام نے کہا کہ اگر آپ صلح میں مصلحت نہیں جانتے تو بہتر یہ ہوگا کہ ہم پٹنہ چلیں اور وہاں کے عمائد کی سفارش کے ذریعہ سے سلطان جنید برلاس سے ملیں اور اس کی ملازمت اختیار کریں اور اُس کی ملازمت کے سبب سے محمدؐ خاں سے اپنا انتقام لیں اور اس کو چونڈہ سے نکالدیں۔ یہی امر قرار پایا اور شیر خاں پٹنہ میں آیا۔ اور سلطان جنید برلاس پاس اپنا وکیل بھیجا۔ اور یہ التماس کی کہ اگر سلطان قول قرار کرے کہ کوئی آزار اس کو نہ پہنچائیگا تو میں آپ کی دل وجان سے خدمت و دولت خواہی کروں سلطان مذکور نے اسے قبول کرلیا۔ شیر خاں سلطان کی ملازمت میں آیا اور بہت چیزیں پیشکش میں دیں۔ سلطان اس سے بہت راضی اور خوش ہوا۔ اور اپنا لشکر اس کو دیا۔ محمدؐ خاں اور سلیمان اس سے نہ لڑ سکے۔ وہ کوہ رہتاس میں بھاگ گئے اب شیر خاں نے اپنے پرگنوں پر اور محمدؐ خاں کے پرگنہ چونڈہ پر قبضہ و تصرف کیا۔ بعض پرگنات خالصہ شاہی پر قابض ہوا۔ اُسکے

عزیز اور افغان جو پہاڑوں میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ اُن سب کو خطوط لکھکر بلا لیا اور اُن کو ترغیب دی کہ پہلے سے دو چند جاگیریں اُن کو دیجائیں گی۔ شرم مستورات واحد ہی میں لیے اپنا انتقام لیا اور پرگنات پر قبضہ کیا۔ ان خطوط کے پہنچنے پر شیر خاں کی خدمت میں اکثر افغان آگئے۔ جب اس پاس افغان جمع ہوگئے تو مغلوں کا لشکر جو جنید برلاس نے اس کی کمک کے لیے ساتھ کیا تھا اس کو عمدہ پیشکش دیکر رخصت کیا محمد خاں کو عریضہ لکہا کہ خان اعظم کوئی دغدغہ دل میں نہ کریں اور سب طرح سے خاطر جمع رکھیں اور یہاں آنکر اپنے پرگنہ چونده پر تصرف کریں میں نے پرگنات خالصہ شاہی کو لے لیا ہے مجھے اپنے عزیزوں کے ملک کی طمع دامنگیر نہیں ہے۔ زمانہ فتنہ انگیز اور حادثہ زا ہے اور ہر ایک افغان کہ جمعیت رکھتا ہے وہ ہماری ریاست اور ملک کے لینے کی لاف مارتا ہے۔ اس لئے ہمیں اہل دولت کو اپنی قوم کا مدد و معاون ہونا چاہئے اور سپاہ کی جمعیت بہم پہنچانی چاہئے تاکہ اپنے ملک کی حفاظت کریں اور اوروں کے پرگنہ پر تصرف کریں۔ بس مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حسد و حقد و عجب و کینے کو جو ہمارے سینوں میں جمع تھا دور کریں جس سے عزیزوں کی خاطر جمع ہو اور اس سے مرتبہ و قدر عالی و منزلت معالی حاصل ہوں ؎

نہال دوستی بنشاں کہ کام دل بہار آرد نہال دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد

محمد خاں پاس جب شیر خاں کا عریضہ آیا تو وہ پہاڑ پر سے اُترکر پرگنہ چونده میں آیا اور آپس میں پہلی کدورت کی عذر خواہی کی۔ شیر خاں کا محمد خاں مرہون منت ہوا۔

محمد خاں کی طرف سے شیر خاں خاطر جمع ہوکر سلطان جنید برلاس کی خدمت میں آیا اور اس کے ہمراہ حضرت بابر بادشاہ کی خدمت میں مہم چندیری میں پہنچا۔ وہ مغلوں کے درمیان مدتوں رہا اور اُن کے اطوار جنگ و تدبیر ملکداری اور ارکان دولت کی روش کو دریافت کرتا رہا۔ وہ اکثر اوقات افغانوں کی مجالس میں کہتا کہ اگر بخت مساعدت کرے اور دولت یاور ہو تو ملک ہند سے مغلوں کو بآسانی نکال سکتا ہوں جب افغان یہ باتیں اس کی سنتے تھے تو اس سے تمسخر کرتے تھے اور جب مجلس سے باہر جاتے تھے تو کہتے تھے کہ شیر خاں کیا لاف گزاف بکتا ہے اور شیخیاں بگھارتا ہے اور ایسی باتیں کہتا ہے جو حد امکان سے باہر ہیں۔ عباس خاں مولف شیر شاہی لکھتا ہے کہ میں نے اپنے چچا شیخ محمد سے جس کی عمر اسی برس کی ہے سنا ہے

کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں مہم چندیری میں خانخاناں یوسف خیل کی ملازمت میں تھا کہ شیخ ابراہیم سروانی منزل شیر خاں میں اس کو لے گیا۔ وہاں باتوں میں شیخ ابراہیم نے کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ افغانوں کے ہاتھ میں ملک ہند آئے اور مغل اس ملک سے خارج ہو جائیں۔ شیر خاں نے شیخ محمد سے کہا کہ تم میرے اور شیخ ابراہیم کے درمیان گواہ رہو کہ اگر طالع و بخت میرا مدد کرے تو تھوڑی مدت میں مغلوں کو ہند سے میں باہر نکال دونگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ افغان جنگ و شمشیر زنی میں مغلوں سے فائق ہیں۔ افغانوں نے اپنے ملک ہند کی سلطنت آپ اپنی نااتفاقی کے سبب سے کھوئی ہے۔ میں نے مغلوں میں رہکر اُن کی جنگ کی روش دیکھی کہ وہ میدان جنگ میں ثبات و قرار نہیں رکھتے اور اُن کے بادشاہ اپنے علو نسب و شرافت کے سبب سے اپنے نفس نفیس سے تدابیر ملک میں متوجہ نہیں ہوتے۔ امور مہمات ملکی اپنے امرا اور ارکان دولت کو سپرد کر دیتے ہیں اور اُن کے قول و فعل پر اعتماد رکھتے ہیں اور یہ امرا سپاہی سے، رعیت سے متمرد زمیندار سے غرض سب سے رشوت لیتے ہیں۔ دولت خواہ ہو یا نا دولت خواہ ہو جس کے پاس ہو وہ حسب دلخواہ اپنے سارے کام بنا لیتا ہے اور جس پاس زر نہیں خواہ کیسی ہی وہ دولت خواہی کرے اور سپاہی خواہ کیسی ہی شمشیر زنی کرے اس کے کاموں کے چلنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی ؎

بہر در کہ رشوت ستاں یافتی — اگر بارداری اماں یافتی

طمع زر کے سبب سے دوست و دشمن میں حاکم تمیز نہیں کرتا۔ اگر دولت نے میری یاوری کی تو شیخ جی آپ دیکھ لیں گے اور سن لیں گے کہ میں افغانوں کو کس طور سے اپنے ساتھ وابستہ کرتا ہوں کہ ہرگز وہ پھر متفرق نہوں گے۔

چند روز بعد وہ ایک دن بادشاہ پاس اُس وقت گیا کہ اس کا دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ یہ بھی اس میں شریک ہوا۔ اتفاقاً ماہیچہ کی آش صینی اُس کے روبرو رکھی گئی وہ اس کے کھانے کے طریقہ سے ناآشنا تھا اُس نے چھری سے اُس کی قاشیں بنائیں اور بے تکلف کھانی شروع کیں تو بابر کی نظر اس پر پڑی اور اس کی فراست پر تعجب ہوا۔ اسی وقت اُس نے اپنے وزیر میر خلیفہ سے سرگوشی کی کہ تو اس شیر خاں کے حال سے غافل نہو اور ہر وقت اس کو نگاہ میں رکھ اس کے بشرہ سے آثار پادشاہی عیاں ہیں۔ میں نے شیر خاں سے

شیر خاں کا دوبارہ سلطان محمد کے پاس جانا اور بہار کے [illegible] ہونا

بڑے بہت افغان رئیس اور امیر دیکھے ہیں مگر یہ سطوت و حشمت و شوکت کبھی کسی اور کی صورت میں نہیں دیکھی۔ جب سے میری نظر اُس پر پڑی ہے میرا دل اس کے گرفتار کرنے کو چاہتا ہے۔ شیر خاں جب سلطان جنید سے رخصت ہوا تھا تو سلطان نے اپنے بڑے بھائی میر خلیفہ وزیر بابر سے اس کی بہت سفارش کی تھی۔ شیر خاں نے خلیفہ کو بہت تحفے تحائف پیشکش میں دیے تھے۔ بادشاہ سے خلیفہ نے عرض کیا کہ شیر خاں بیگناہ ہے اس پاس نہ کچھ جمعیت سپاہ نہ اور کچھ سامان ہے کہ حضور کو اسکی جانب سے کوئی وہم پیدا ہو۔ اگر حضور اس افغان کو قید میں ڈالیں گے تو اور افغان جو حضور کی خدمت میں حاضر ہیں وہ حضور سے بدگمان ہو جائیں گے اور اُن کو بادشاہ کے قول و قرار پر اعتماد و اعتبار نہیں رہے گا اور یہ تفرقہ کا سبب ہو گا۔ یہ سنکر بادشاہ چپ ہو رہا۔ شیر خاں نے اپنی فراست سے دریافت کر لیا کہ اُس کے باب میں بادشاہ نے کچھ کہا ہے۔ اُس نے اپنے گھر میں آکر لوگوں سے کہا کہ آج بادشاہ نے بُری نظر سے مجھے دیکھا ہے اور خلیفہ نے میرے باب میں کچھ کہا ہے میرا یہاں رہنا خوب نہیں اور اسی وقت سوار ہو کر لشکر سے باہر چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ نے جو دیکھا تو وہ مجلس میں نہ تھا بادشاہ نے اسے طلب کیا۔ لوگ اس کے گھر آئے تو وہ جا چکا تھا۔ بادشاہ نے خلیفہ سے کہا کہ اگر تو منع نہ کرتا تو میں اس کو گرفتار کرتا وہ کچھ نہ کچھ ہونیوالا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

جب شیر خاں لشکر سے بے رخصت اپنی ریاست میں چلا آیا تو اس نے سلطان جنید کو عمدہ پیشکش بھیجے اور عرضی لکھی کہ بہ سبب ضرورت کے میں بادشاہ سے بے رخصت لیے چلا آیا ہوں اگر رخصت طلب کرتا تو وہ ملتی نہیں اور مجھے نظام بھائی نے لکھا تھا کہ محمد خاں اور سلیمان نے سلطان محمد سے عرض کیا کہ شیر خاں مغلوں کے ہمراہ ہو گیا ہے اور مغلوں کے زور سے اُس نے یہ پرگنے ہم سے لے لیے ہیں اگر حکم ہو تو ان پرگنوں کو لے لیں۔ سلطان محمد نے اس کا جواب کچھ نہیں دیا جب یہ خبر مجھے پہنچی تو پھر میرا وہاں ٹھیرنا ناممکن تھا اس لیے چلا آیا۔ میں بندہ سلطان ہوں سلطان جو خدمت مجھے چاہیں میں اس کے بجا لانے پر موجود ہوں۔

بعد اس کے شیر خاں نے نظام اور عزیزوں سے مشورہ کیا کہ اب نہ مجھ پر مغلوں کو اعتماد ہے اور نہ مجھے مغلوں کا اعتبار ہے اس لیے سلطان محمد کی خدمت میں جانا چاہیے اس

شیر خاں کی قطب خاں پر فتح

تجویز پر فیصلہ ہوا اور وہ سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اُسے دیکھکر بہت خوش ہوا وہ اُس کی حسن تدابیر کا تجربہ کرچکا تھا۔ اُس نے اپنے بیٹے جلال خاں کو اس کے سُپرد کیا کہ اُس کی نیابت وہ کرے اور اُس کی تربیت میں کوشش کرے ابھی وہ خردسال ہی۔ شیر خاں اس سے خوشحال ہوا اور ان اشغال میں دل وجان سے مصروف ہوا۔ جب سلطان محمد کا انتقال ہوا تو جلال خاں اُس کا جانشین ہوا۔ جلال خاں خردسال تھا اس کی ماں جس کا نام دودو تھا اور وہ سلطان محمد کی حرم تھی ملک بہار کی حکومت کرتی تھی اُس نے بھی شیر خاں کو قائم رکھا جب دودو نے بھی وفات پائی تو شیر خاں بطریق نیابت جلال خاں کا کام کرتا تھا اور اب وہ اکیلا مختار ملک بہار میں تھا۔ گور و بنگالہ میں سلطان محمود بادشاہ تھا۔ اس کی طرف سے پرگنہ حاجی پور میں مخدوم عالم حاکم تھا۔ شیر خاں اور مخدوم عالم میں ایسا اتحاد تھا کہ دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے۔ مخدوم عالم سے بادشاہ بنگالہ ناراض ہوا اور اس کا ارادہ ہوا کہ ملک بہار کو افغانوں سے چھین لیجئے۔ اس مطلب کے لیے قطب خاں کو بہت سا لشکر دیکر بھیجدیا۔ شیر خاں نے صلح کے لیے التماس کیا کہ ہم مسلمان ہیں اور کبھی تم سے ہم نے مخالفت نہیں کی اور اپنی حد سے تجاوز نہیں کیا اور مسند عالی دریا خاں اور آپ کے درمیان اخلاص و اتحاد تھا۔ اب اس کا بیٹا خردسال ہی آپ کو مناسب نہیں کہ اس وقت ملک لینے کا قصد فرمائیں ہرچند اس نے صلح کے لیے منت سماجت کی مگر قطب خاں نے ایک نہ مٹی۔ شیر خاں نے افغانوں سے کہا کہ ایک طرف مغل اور دوسری طرف لشکر بنگالہ۔ ان آتش و آب کے بیچ میں بچنا ہماری دلاوری اور مردانگی پر موقوف ہی۔ اس پر پٹھانوں نے کہا کہ خاطر جمع رکھو کہ جب تک ہماری جان میں جان ہی میدان کو ہاتھ سے نہ دینگے یا فتح کریں گے یا جان دیں گے۔ ہم نے جو چند سال سے نمک کھایا ہی اُسے حرام نہیں کرینگے۔ شیر خاں نے اپنے لشکر کو ترتیب دیکر قطب خاں کا مقابلہ کیا۔ ایک جنگ عظیم واقع ہوئی لشکر بنگال کو شکست ہوئی اس جنگ میں شیخ اسمعیل نے دادِ مردانگی دی۔ حبیب خاں جو اسمعیل خاں کا سالہ تھا اس نے قطب خاں کے تیر لگایا وہ گھوڑے سے گرا اور اس کی جان نکل گئی۔ شیخ اسمعیل کے نام پر یہ فتح ہوئی۔ شیر خاں نے اس کو خطاب شجاع خاں (شجاول خاں کا) دیا۔ اسمعیل وہی ہی جس کا پہلے

وکر ہوا) اس لڑائی میں خزانے وگھوڑے ہاتھی وغیرہ شیرخاں کو ہاتھ لگے اور اس سے وہ بڑا دولت مند ہوگیا۔ اُن میں سے کچھ اس نے لوحانی پٹھانوں کو نہ دیا۔ لوحانیوں کو شیرخاں کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اس کی طرف سے دل میں کینہ رکھنے لگے گو اس کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ مخدوم عالم نے قطب خاں کی مدد نہیں کی اور اُس کا یہ واقعہ ہوا تو بادشاہ بنگالہ نے مخدوم عالم پر لشکر بھیجا اس نے شیرخاں سے مدد طلب کی شیرخاں نے کہا کہ مجھ میں اور لوحانیوں میں مخالفت ہوگئی ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر اعتبار نہیں ہا۔ وہ خود تو مدد کو نہیں گیا مگر میاں حنو خاں کو کمک کے لیے بھیجا۔ مخدوم عالم نے اپنا سارا مال اسباب شیرخاں پاس یہ کہکر بھیجدیا کہ اگر مجھے فتح ہوئی تو میں یہ سارا اسباب الٹا لے لونگا اور نہیں تو اس اسباب کا تیرے پاس رہنا بہ نسبت اوروں کے پاس رہنے کے بہتر ہوگا۔ مخدوم عالم لڑائی میں مارا گیا۔ میاں حنو زندہ سلامت آئے۔ مخدوم عالم کا اسباب شیرخاں پاس رہا۔

شیرخاں اور لوحانیوں کے درمیان مخالفت روز بڑھتی جاتی تھی یہاں تک اس کی حد پہنچی کہ انہوں نے شیرخاں کے مارنے کی یہ تدبیر کی کہ جلال خاں کو جھوٹ موٹ مریض مشہور کیجئے وہ اس کی عیادت کو ضرور اس کے گھر کے اندر آئے گا۔ جب وہ جلال کی خدمت سے باہر ایک دروازہ سے نکلے تو دوسرے دروازہ پر وہ پہنچنے نہ پائے کہ جلال خاں کے محل کے دونو دروازے بند کر کے اُسے مار ڈالیں۔ یہ وہ جانتے تھے کہ جب وہ جلال خاں پاس آتا ہے تو اس کے ساتھ تھوڑے آدمی ہوتے ہیں۔ بعض لوحانی شیرخاں کے عزیز اور اخلاص مند تھے اور اس مشورہ میں شریک تھے انہوں نے اس ساری تدبیر کی خبر اس کو کردی شیرخاں لوحانیوں کی طرز پہلے ہی جانتا تھا کہ اُنکا کلیجہ حسد سے کباب ہو رہا ہے اور اس کے خراب کرنے کے لیے سازشیں کرنے اور منصوبے باندھنے لگے ہیں۔ اس بات کو بھی سنکر یہ سرتیلا غیرتی گیا چپکے چپکے اپنی جان و مال کی حفاظت کرنے لگا۔ تمام خزانہ اور ملک و مال جو اب اس کو ہاتھ لگا تھا اس کو نئی سپاہ کے بھرتی کرنے میں صرف کرنے لگا اور نئی سپاہ کو خاطر خواہ جاگیریں دیدیں اور لوحانیوں کی بات نہ پوچھی اسی سبب سے وہ اور بھی جلکر خاک ہوئے اور جب اس سپاہ جدید کا انتظام ہوگیا اور اس کو یقین ہوگیا کہ لوحانی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے اور لڑائی میں غالب نہیں آ سکتے

تو اس نے لوحانیوں کی دشمنی کا اظہار کیا۔ جلال خاں شاہ بہار سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہو کہ شاہ بنگال کا ارادہ ہو کہ آج کل ملک بہار پر بڑا لشکر بھیجکر اس کو لے لے۔ لوحانی تین چار پشت سے جاگیردار چلے آتے ہیں۔ آرام طلبی اُن کی عادت ہو گئی ہو نیا ملک جو ہاتھ آتا ہو اس کی بھی وہ طمع کرتے ہیں۔ لڑائی بھڑائی کے کام کے نہیں ہو۔ اس لیے میں نے یہہ نئی سپاہ بھرتی کی ہو۔ کہ شاہ بنگال کا حوصلہ اس کثرت سپاہ کو دیکھکر پست ہو جائے اور وہ بہار کی طرف رخ نہ کرے لوحانی مجھسے دلی بغض رکھتے ہیں میری عزت وجان کے خواہاں ہیں۔ اگر حضور مجھہ کو اپنا عزیز سمجھتے ہیں تو اُن کو میری دشمنی سے منع کیجئے اور جو کچھہ وہ میرے معاملہ میں کہیں اُسے نہ باور کیجئے نہ سنئے آپ کو معلوم ہو کہ لوحانیوں کی قوم مجھہ سے کہیں زیادہ قوت وغلبہ رکھتی ہو اور افغانوں کا قاعدہ یہہ ہو کہ اگر ایک متنفس کے چار بھائی زیادہ ہوتے ہیں تو وہ اپنے سے غیر کے قتل ویے حرمت کرنے میں کچھہ خیال نہیں کرتا یہہ وقت بڑا نازک ہو کیا آپ خود خوف واندیشہ نہیں رکھتے۔ مجھے معلوم ہوا ہو کہ لوحانیوں نے میرے مارنے کے لیے کمر باندھی ہو اب میں حضور کی خدمت میں بغیر بہت سے سپاہیوں کی ہمراہی کے حاضر نہیں ہونگا مجھے یا تو آپ اپنے محل کے اندر بلائیں نہیں یا ضرورت کی صورت بلائیں تو حکم فرمائیں کہ ایک جماعت کثیر کے ساتھہ محل میں آؤں۔

جلال خاں اور لوحانیوں کو معلوم ہو گیا کہ شیر خاں کو اُن کے ارادہ اور مشورہ پر اطلاع ہو گئی اور اُنکا مکر اُس پر کارگر نہوا۔ جلال خاں نے شیر خاں سے کہا کہ لوحانیونکا کیا مقدور ہی جو تیری طرف بد نظر سے دیکھہ سکیں لیکن تو جانتا ہو کہ سب افغانوں میں لوحانی زیادہ بد زبان ہیں کچھہ سوچتے سمجھتے نہیں زبان اُن کے اختیار میں نہیں جو کچھہ زبان پر آتا ہو بک دیتے ہیں اور خاک کچھہ نہیں کرتے۔ اپنی تسکین خاطر کے لیے جس طرح تیرے جی میں آئے میرے پاس آ اور کچھہ فکر واندیشہ نکر جو کچھہ تو کریگا میں اُسے قبول کرونگا۔ شیر خاں کی تسلی کرکے جلال خاں نے رخصت کیا۔ اب لوحانیوں اور شیر خاں میں آپس میں اعتماد نہیں رہا اتحاد واتفاق برطرف ہوا۔ اب لوحانیوں کے دو فریق ہو گئے۔ جس فریق نے شیر خاں کو خبر دی تھی وہ اُن سے علیحدہ ہو گیا۔ غرض لوحانیوں میں بھی اتفاق نہیں رہا۔ ان میں سے ایک جماعت کثیر نے شیر خاں کے ساتھہ عہد وپیمان قسم کے ساتھہ کیے۔ شیر خاں نے اُن سے کہا کہ میں جلال خاں کی دولت خواہی کے سوا کچھہ اور

نہیں چاہتا۔ اس کے ماں باپوں نے میرے حق میں احسان کیے ہیں اور وہ خردسال ہو اس کی تربیت میرے سپرد ہو۔ میں نے حتی الامکان اس کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہو اور نہ کرونگا وہ خود اس بات کو خوب جانتا ہو۔ بعض غرض گویوں نے حسد کے سبب سے مجھے مارڈالا چاہا اگر تم خبر نہ کرتے جبتک میں زندہ رہونگا تمہارا احسانمند رہونگا۔ اگر آپ کے نزدیک مصلحت ہو تو میں جلال خاں سے عرض کروں کہ چند لوحانی جو فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں وہ ان کو اپنی خدمت سے دور کرے اور اگر وہ دور نہ کرے تو مجھے اپنی نیابت سے معاف کرے۔ اس لیے کہ ایسے مخالفوں کے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہو لوحانی جو شیر خاں کے ساتھ متفق ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی صلاح عین صواب ہو کہ ہم میں اور اُن میں عداوت جانی اور مالی ہوگئی ہو ایک جگہ رہنا مناسب نہیں اور اُن کے قول و قرار پر اعتماد نہیں چاہئے۔ انہوں نے جو آپ کے زوال دولت کی تدبیریں کی ہیں اُن میں سے ایک شمہ ہم نے عرض کی ہیں۔ آپ کا اقبال تھا اور زمانہ حیات باقی تھا اس لیے جو انہوں نے چاہا وہ نہوا اب اُن کے ضرر سے بچنا چاہئے۔ شیر خاں نے اپنے دوست لوحانیوں کے ساتھ صلاح مشورہ کرکے جلال خاں کو یہ واجب العرض لکھی جب سلطان محمد نے مجھے آپ کی نیابت دی تو لوحانیوں کو حسد کے سبب سے وہ ناگوار گزری اور سلطان محمد کی وفات کے بعد جب آپ کی ماں نے مجھے نائب بدستور رکھا اور امور ملکی میں مختار بنایا تو اور اُن کی حسد زیادہ ہوئی اور ظاہر اور پوشیدہ وہ میری شکایت کرنے لگے۔ مگر میرا دامن لوث خیانت سے پاک صاف تھا۔ ہر چند انہوں نے میرے حال میں جاسوسی کی مگر میرے کام میں کوئی رخنہ انہوں نے ایسا نہ پایا کہ وہ مجھے نیابت سے دور کرسکتے۔ مجھے اُن کے حال پر اطلاع تھی مگر میں نے اُسکے چھپانے میں کوشش کی اور اس کا افشا آپ کے سامنے نہیں کیا۔ اور میں نے اُن کے اعزاز و اکرام میں اور اُن کی مہمات کے انصرام میں کوئی تقصیر نہیں کی اور اس کی منازعت و مخاصمت کی مکافات میں نے جائز نہیں رکھی۔ زوال نعمت و فساد دولت کا سبب مخاصمت ہوتی ہو سلطان ابراہیم سے مغلوں نے جو ملک لے لیا وہ بزور شمشیر نہیں لیا بلکہ افغانوں کی باہمی مخالفت کے سبب سے لیا ہو۔ مجھے جماعت کثیر سے معلوم ہوا ہو کہ لوحانی میرے مارنے کا

قصد کرتے ہیں اور رات دن اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کس طرح سے مجھے یہاں سے نکالیں اور اپنی قوم کی کثرت پر مغرور ہیں - آپ کو دو مہم در پیش ہیں ایک حاکم بنگالہ کی دشمنی جو روبرو ہے - دوم ملک کی نگاہداشت مردم بیگانہ سے وتحصیل زر رعیت سے آپ کے لشکر کی دو جماعتیں ایسی ہوگئی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی مخالف وضد ہیں اُنکا یکجا جمع رہنا ممکن نہیں - ان دو جماعتوں میں سے جس کو چاہئے اپنے پاس رکھیئے اور دوسری کو اپنی اپنی جاگیروں میں رخصت دیجئے - بضرورت عرض کیا جان سب کو عزیز ہے
جب جلال خاں کو شیر خاں کے عریضہ پر اطلاع ہوئی تو اُس نے شیر خاں کے وکیل سے کہا کہ حق شیر خاں کی جانب ہے مگر اُس سے یہ کہو کہ بعض باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا فیصلہ جب تک نہیں ہوگا کہ میں اور تم یک جا ہوں چند روز صبر کرو کہ دشمن قوی سامنے ہے - میں آہستگی کے ساتھ اس فتنہ کو دور کرتا ہوں اور حق وباطل کی تحقیق کرتا ہوں شیر خاں کو جب اپنے عریضہ کا جواب معلوم ہوا تو اس نے اپنا وکیل پھر جلال خاں پاس بھیجا کہ حضور نے جو ارشاد فرمایا بجا ہے میں آپ کے حکم سے باہر نہیں جو حکم دیجئے گا میں عمل کرونگا -

بعد ازاں جلال خاں نے ان لوحانیوں کو بلایا جنہوں نے شیر خاں کے مارنے کا قصد کیا تھا ان کو شیر خاں کی واجب العرض دکھائی اور فرمایا کہ بعض لوحانیوں کو اس مشورہ کی خبر تھی اُنہوں نے شیر خاں سے حقیقت حال بیان کی اور اس کے ساتھ متفق کر یہ عہد وپیمان بقسم کر لیے کہ ہر نیک وبد میں اس کے ساتھی ہیں لوحانیوں نے جو جلال خاں کے ساتھ متفق تھے کہا کہ ہم کو اس کی ذرا پروا نہیں کہ شیر خاں کو ہمارے مشورہ پر اطلاع ہوگئی مگر یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ لوحانیوں میں سے ایک جماعت اس کے ساتھ متفق ہوگئی اور ہماری قوم میں تفرقہ پڑ گیا - جو تدبیر ہم نے دشمن کے دفع کرنے کی سوچی تھی وہ الٹی ہمارے ہی تفرقہ کا سبب ہوئی - اب ہم اور شیر خاں یکجا نہیں رہ سکتے - اب شیر خاں کو اپنی جاگیر میں بھیج دیجئے اور آپ فراغ خاطر وجمع باطن کے ساتھ بادشاہ بنگالہ پاس چلے جائیے اور بہار نہ رہیئے پہلے اس سے کہ کوئی بہار پر قبضہ کرے - جلال خاں کو لوحانیوں کی رائے پسند آئی - شیر خاں کو بلا کر کہا کہ میری دولت خواہی کے سبب سے لوحانیوں نے تیری مخالفت کی وہ اپنی سزا جزا کو پہنچ گئے - اب تم مغلوں کے پاس جاؤ اور اپنے ملک کی تدبیر کرو اور میں ملک بنگالہ پر حملہ کرنے جاتا ہوں - شیر خاں نے

جلال خاں کے کہنے کو قبول کیا۔ اسی وقت جلال خاں نے گھوڑا اور خلعت دیکر شیرخاں کو رخصت کیا۔ وہ اپنے پرگنہ سہسرام میں آیا۔ جلال خاں شاہ بنگال پاس گیا۔ جب شیرخاں نے سُنا کہ جلال خاں شاہ بنگال پاس گیا تو وہ بڑا خوش ہوا اور اس نے کہا کہ ملک بہار اب میرے ہاتھ آجائیگا مجھے یقین تھا کہ ملک بہار کے فتح کرنے کے لیے لشکر بنگال آئے گا اور مجھہ میں اور جلال خاں کے لوحانی لشکر میں عداوت تھی تو مجھے خوف تھا کہ دشمن کو فتح ہو اس لیے کہ ہزیمت کا سبب عظیم لشکر کی باہمی مخالفت ہوتی ہے۔ اب بادشاہ بنگال پاس لوحانی چلے گئے میرے اور لشکر کے درمیان مخالفت باقی نہیں رہی اور جب افغانوں کے لشکر میں تفرقہ ہو تو لڑائی کے دن لشکر بنگال کی حقیقت اُس کے سامنے کیا ہے۔ مغلونکا لشکر تو اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اگر بعنایت الٰہی میں نے شاہ بنگال کو شکست دیدی اور میں زندہ رہا تو لوگ دیکھیں گے کہ میں نے مغلوں کو کس طور سے ہندوستان سے خارج کر دیا۔ اب شیرخاں اپنے لشکر کی استعداد میں مصروف ہوا اور نیا لشکر بھرتی کرنا شروع کیا۔ جس جگہ کوئی افغان تھا اس کے پاس اپنا آدمی بھیجکر بلایا اور جو کچھہ زر اس نے مانگا وہ دیا اس طرح اپنی جمعیت خوب بہم پہنچائی اور سب طرح سے لشکر کو تیار کیا۔ بہار کو پس پشت اپنے رکھا اور لشکر بنگال کے روبرو آیا اور اپنے لشکر کے گرد قلعہ خام کہگل کا بنایا۔

شاہ بنگال نے ابراہیم پسر قطب شاہ کو اپنے لشکر کا میر عسکر بنایا۔ اور مملکت بہار کے فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ ابراہیم پاس بنگال کا لشکر بہت تھا اور ہاتھی بہت سے تھے۔ اور آتشبازی کا سامان زیادہ تھا اس پر اتنا غرور زیادہ تھا کہ شیرخاں کی لشکر کی کچھہ حقیقت نہیں گنتا تھا۔ شیرخاں اپنے قلعہ خام کی پناہ میں روز دشمن سے لڑتا تھا اور ابراہیم کا لشکر ہر چند کوشش کرتا تھا مگر قلعہ خام کے سبب سے شیرخاں کے لشکر کو آزار نہ پہنچا سکتا تھا اور افغان جانبازی کرکے اپنے قلعہ میں ابراہیم کے لشکر کو آنے نہ دیتے تھے۔ جب دشمن اُن کے قلعہ پر حملہ کرتا ناکام واپس جاتا تھا۔ دونوں لشکروں میں کوئی ایک غالب نہیں ہوتا تھا۔ ابراہیم خاں کو لوحانیوں کی شمشیر پر بڑا غرور تھا۔ اب اُس نے جانا کہ روز مصاف میں افغانوں کے حریف بنگالی نہیں ہوسکتے۔ لشکر کی کثرت اور ہاتھیوں اور آتشبازی کے سبب سے اب تک شکست نہیں ہوئی لیکن لشکر غنیم کے لشکر کے روبرو تھا ہوا ہے اسلیے اسنے بادشاہ بنگال کو عرضی بھیجی کہ ایک اور لشکر وہ بھیجے کہ شیرخاں نے زمین حصار کو اپنی پناہ بنا رکھا ہے اور اس لشکر سے میں اسکو اپنی جگہ سے نہیں نکال سکتا

شیرخاں کا بنگال کی سپاہ سے لڑنا اور فتح پانا

جب شیر خاں کو خبر ہوئی کہ ابراہیم خان نے اپنے بادشاہ سے دوسرے لشکر کی مدد طلب کی ہے تو اس نے افغانوں کو جمع کر کے کہا کہ میں نے چند روز سے لڑائی میں بنگالیوں پر سبقت نہیں کی ہے اور حصار کو پناہ بنا رکھا تھا اور تھوڑے آدمیوں کو باہر نکال کر دشمن سے لڑتا تھا کہ وہ دشمن کے لشکر کی کثرت سے ہیبت میں نہ آجائیں اب مجھکو یقین ہو گیا کہ روز جنگ میں افغانوں سے بنگالی کم ہیں۔ میں مدتوں تک حصار نشین رہا اور کوئی جنگ عظیم دشمن سے نہیں کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں لشکروں کی قوتوں کا حال معلوم ہو جائے۔ اور بنگالیوں کا غرور بڑھ جائے اور افغانوں کے دلوں سے دشمن کی کثرت لشکر کی ہیبت دور ہو جائے۔ اب میں جنگ صف کرتا ہوں بغیر اس جنگ صف کے دشمن ہلاک ہو کر پراگندہ نہوں گے۔ الحمد للہ کہ بنگالیوں اور افغانوں میں جو جنگ ہوئی ہے تو ہر بار افغان ہی سبقت لیجاتے ہیں اور بنگالی اُن کی برابری نہیں کر سکتے ہیں۔ اب میرے دل میں یہ ارادہ ہے کہ اگر عزیزوں کی صلاح ہو تو کل جنگ صف کروں۔ اب اس جنگ میں تاخیر کرنی مناسب نہیں دشمن پاس اور کمک آنیوالی ہے۔ افغانوں نے عرض کیا کہ جو کچھہ آپ کی خاطر اشرف میں آیا ہے وہ عین ثواب ہے اور اب لڑائی میں دیر کرنی مناسب نہیں ہے۔ ہم سب دل و جان سے لڑنے کو موجود ہیں انشاءاللہ تعالی جو ابراہیم کے باپ کو شربت مرگ چکھایا تھا وہی بیٹے کو چکھائیں گے۔ اور دشمن کے لشکر کی کثرت سے ہم کچھہ غم و اندوہ نہ کریں گے مشہور ہے کہ زدہ را تواں زد۔ شیر خاں نے جب دیکھا کہ افغان بنگالیوں کے ساتھ لڑنے میں دلیر ہیں تو اس نے ابراہیم خاں سے کہلا بھیجا کہ کل میرا جنگ صف کا ارادہ ہے۔ ابتک میں نے ایسی جنگ میں توقف اس لیے کیا تھا کہ ہم اور تم میں صلح ہو جائے گی۔ اگر آپ صلاح پر راضی نہیں تو علی الصباح کل لشکر لیکر آئیے ابراہیم خاں نے شیر خاں کے وکیل سے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان صلح نہیں ہوگی۔ اب جو کچھہ تم نے کہلا کر بھیجا ہے اس میں ثابت قدم رہنا اور وعدہ سے نہ ٹلنا۔ میں بھی لشکر لیکر لڑنے آؤنگا۔ شیر خاں اس جواب کو سنکر خوش ہوا۔ دوسرے روز جنگ عظیم ہوئی۔ شیر خاں کو فتح ہوئی بنگالیوں کو شکست ہوئی۔ ہر چند ابراہیم خاں نے بنگالیوں سے کہا کہ پھر کر کوشش کرو۔ افغانوں کا لشکر تھوڑا ہے بھاگ کر بادشاہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ مگر کچھہ فائدہ نہوا۔ پھر ابراہیم خاں

کہا کہ میں خود کیا بادشاہ کو منہ دکھاؤنگا۔ میں لڑتا ہوں فتح پاؤنگا یا میں مرونگا۔ اُس نے بہت کوشش کی مگر بالآخر اس کی اجل آگئی۔ جلال خاں بنگالہ کو بھاگا خزانہ و ہاتھی و توپ خانہ سب شیر خاں کے ہاتھ لگے۔ اور تمام ملک بہار کا اور ملک بنگالہ کا مالک ہوگیا۔

جو ملک شیر خاں کے تحت و تصرف میں آتا تھا اُس کی عمارت و زراعت میں کوشش کرتا تھا اور تھوڑے دنوں میں اپنی حالت سابقہ سے بہتر ہو جاتا تھا وہ اپنے نفس سے سب کاموں کی خبرداری کرتا تھا۔ کسی ظالم و سرکش کی خواہ اس کا خویش و قریب و عزیز ہی کیوں نہ ہو اس کی رو رعایت کبھی نہیں کرتا تھا۔ اگر کسی کو وہ نوکر رکھتا تھا تو اول ہی اُس سے یہ کہہ دیتا کہ جو کچھ تنخواہ تیری مقرر ہوئی ہے وہ تجھکو میں دونگا اس میں کبھی ایک پیسہ دمڑی کا فرق نہ ہوگا۔ لیکن اگر تو کسی پر ظلم و تعدی کرے گا تو میں تجھکو ایسی سزا دونگا کہ اوروں کو عبرت ہو۔ تھوڑے دنوں میں وہ خلق خدائی میں نیک نام ہوگیا اور اس کی شہرت ہوگئی کہ وہ سپاہیوں کا حق ادا کرتا ہے رعیت پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اُس پر کسی کو ستم کرنے دیتا ہے۔

سلطان ابراہیم لودی نے چنار کا قلعہ تاج خاں سارنگ خانی کو سپرد کیا تھا بادشاہی خزانے یہیں جمع ہوتے تھے۔ تاج خاں کی بیوی لاڈ بیگم یا لاڈ ملکہ تھی جس کے ساتھ وہ بڑا لاڈ پیار رکھتا اور اس کی محبت کے دام میں اسیر تھا۔ اس کو ملک اور سپاہ کا اختیار دے رکھا تھا۔ اور اس کے نائب میں ترکمان سگے بھائی میر احمد اور میرداد اسحاق مقرر کیے۔ یہ تینوں بھائی بڑے ہوشیار اور زیرک اور تجربہ کار تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ تاج خاں بالکل ایک عورت کے اختیار میں ہے تو انہوں نے اس عورت کے ساتھ عہد و پیمان بقسم کر لیا کہ اُس سے مخالفت نہیں کرینگے۔ لاڈ بیگم کے بطن سے تاج خاں کوئی اولاد نہ رکھتا تھا اور بیویوں سے اولاد تھی۔ مگر لاڈ بیگم کی محبت کے سبب سے وہ بیٹوں اور اُن کی ماؤں کو تنگ معاش ایسا رکھتا تھا کہ اُن کو روٹی بھی اچھی طرح نہیں ملتی تھی۔ ہرچند باپ کے سامنے بیٹے اپنا عرض حال کرتے۔ مگر باپ نہ سنتا تھا۔ باپ بیٹوں میں عداوت بڑھتی گئی۔ تاج خاں کے بڑے بیٹے نے لاڈ بیگم کے ایک تلوار لگائی مگر

کاری نہ لگی۔ خدمت گاروں نے تاج خاں سے فریاد کی۔ وہ تلوار لیکر بیٹے کو مارنے آیا۔ جب بیٹے نے دیکھا کہ بیوی کی خاطر سے باپ میرا گلا کاٹنے کو آیا ہے تو اُس نے باپ کو ایسی تلوار ماری کہ اس کا کام تمام ہوگیا۔

تاج خاں کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی لاڈ بیگم کے ساتھ سارا لشکر رہا۔ اس کے بیٹوں سے وہ ناراض تھا۔ مگر کچھ تھوڑے سے آدمی ایسے بھی تھے کہ تاج خاں کے نالائق بیٹوں کے بھی ساتھ تھے میر احمد و میرداد کی معرفت لاڈ بیگم اور شیرخان کے درمیان ایسی گفتگوئیں ہوئیں کہ لاڈ بیگم شیرخاں کے ساتھ نکاح کرنے پر اور قلعہ اس کو حوالہ کرنے پر راضی ہوگئے شیرخاں قلعہ میں گیا اور لاڈ بیگم سے نکاح ہوا۔ بیگم نے ۱۵۰ عدد جواہر بیش بہا اور سات من موتی اور ۱۵۰ من سونا اور بہت سی اور اشیا دیں۔ احمدیار مورخ نے ان سب اشیا کا تخمینہ نو لاکھ روپیہ کا کیا ہے۔ چنار کے گرد نواح کے پرگنے بھی شیرخاں کے قبضہ میں آگئے۔ نصیرخاں کی بیوی گہرکشائیں کے مرنے سے ۶۰ من یا ۱۰۰ من سونا شیرخاں کو ہاتھ لگا۔ غرض شیرخاں اب صاحب قلعہ و خزانہ ہوگیا سوار و پیادوں کی جمعیت اس پاس زیادہ ہوگئی۔ شہنشاہ بابر سے فتح پور سیکری میں سلطان محمود پسر سلطان سکندر نے شکست پائی تو وہ چتوڑ میں آیا یہاں رہا مسند عالی اعظم خان ہمایوں ثانی (جس کا داماد سلطان محمود تھا) مسند عالی عیسیٰ خاں پسر ہیبت خان پسر مسند عالی عمر خاں کالکاپوری جو پہلے لاہور کا حاکم تھا۔ ابراہیم خاں پسر احمد خاں پسر بہار تر خاں یوسف خیل اور میاں بہن پسر میاں عطا ساہو خیل حاکم سرہند میاں بایزید فرملی صوبہ بہار میں جمع تھے ان امیروں نے سلطان محمود کو بلاکر پٹنہ میں بادشاہ بنایا۔ جب سلطان محمود ان امراء کے ساتھ ملک بہار میں آیا تو یہ ناممکن تھا کہ شیرخاں مقابلہ اُن کا کرسکتا۔ ان پاس بڑا لشکر تھا۔ وہ بڑے صاحب اعتبار تھے۔ ناچار شیرخاں بھی سلطان محمود کی خدمت میں آیا۔ ملک بہار کو افغانوں نے تقسیم کرلیا تھا۔ مگر بادشاہ نے شیرخاں سے کہا کہ جب میں جونپور پر قبضہ کرونگا تو میں بہار تجکو دیدونگا۔ تونے اس کو

اپنی قدرت کے زور سے نکال کے بادشاہ کا ملک تسخیر کیا ہو تو کچھ دل میں متفکر نہو چاہیئے کہ
سلطان سکندر نے ملک بہار پٹھان کو دی تھی اس طرح میں تجھے بہار دونگا۔ شیر خان نے
بادشاہ سے عرض کیا کہ اس باب میں فرمان عالیشان کی عنایت ہو سلطان نے فرمان اسکو
دیدیا۔ شیر خان یہ فرمان حاصل کر کے اور سلطان سے چند مہینے کی رخصت لشکر تیار کرنے کے
لیے لیکر اپنی جاگیر میں آیا۔ جب سلطان محمود نے لشکر کو تیار کر کے جونپور کو کوچ کیا تو شیر خان
کو حاضری کا حکم بھیجا۔ اس کا جواب اس نے یہ بھیجا کہ میں لشکر کا سامان جمع کر رہا ہوں جب
سامان تیار ہو جائیگا حضور کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ اس جواب پر امیروں نے بادشاہ
سے کہا کہ یہ شیر خان بڑا دغاباز ہے مکاری اور حیلہ جوئی اس کا پیشہ ہے مغلوں سے
سازش رکھتا ہے اس لیے بہانے بناتا ہے اسکو ضرور ہمراہ لینا چاہیئے۔ اعظم ہمایوں سروانی
نے کہا کہ اس کے ساتھ لے چلنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ ہم سب جہاں شیر خان ہو وہاں
چلیں اس کو اپنے نہ آنے کی سزا یہی مل جائے گی کہ اس پر ہماری مہمانی کے خرچ کا بوجھ
پڑیگا پیشکشیں بھی پڑینگی ناچار اس کو ساتھ ہونا پڑیگا۔ اس صلاح کو پسند کیا سلطان محمود
مع لشکر سہسرام کی طرف متوجہ ہوا جب شیر خان کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ غمگین ہوا اور
اپنے دولتخواہوں سے کہا کہ جو تدبیر میں نے سوچی تھی وہ ربط نہیں آئی۔ امراء عظام میں جو
سلطان کے ہمراہ ہیں ایک اعظم ہمایوں سروانی دوسرا مسند عالی عیسیٰ خان سروانی
بڑے عاقل ہوشیار اور تدابیر ملکی میں تجربہ کار ہیں وہ بسبب شرم افغانی اور عصبیت خویشی
کے اس لشکر کے ہمراہ ہوئے ہیں مگر تم جان لو کہ اس لشکر سے کوئی کام نہوگا اس کے امراء
میں اتفاق نہیں ہے۔ اس لشکر میں میاں بہن و بایزید فرملی بے شعور ہیں اور امور ملکی میں نارسا
ہیں۔ میں نے یہ چاہا تھا کہ بلطائف الحیل ان کو ٹالوں اور جب وہ میرے ملک سے باہر ہو لیں
تو پھر غدر مچاؤں۔ مگر اب سلطان خود اور یہ امیر میرے پاس آتے ہیں وہ میرے مہمان
ہیں اُن کی مہمانداری کی تم تیاری کرو میں سلطان کے استقبال کو جاتا ہوں۔ وہ بادشاہ کی خدمت
میں دوڑا اور بہت سے تحفے تحائف نذر کے لیے ہمراہ لایا اور سلطان اور امراء کی دعوتیں ایسی دھوم
دھام سے کیں کہ بادشاہ کے دل سے ساری کدورتیں اس کی طرف سے رفع ہو گئیں۔ اس نے

بادشاہ کو چند روز ٹھیرایا۔ اُس نے لشکر کو آگے بھیجکر لکھنؤ کرہ مانک پور پر قبضہ کیا۔

جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی تو وہ آگرہ سے لکھنؤ کو روانہ ہوا۔ یہاں سلطان محمود بھی جونپور سے آگیا تھا۔ دونوں لشکر لکھنؤ کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ روز طرفین کے بہادر کارزار کرتے۔ شیرخاں جانتا تھا کہ افغانوں کے لشکر میں اتفاق نہیں ہے ہر شخص خود سر ہے اُس نے ہندو بیگ کو لکھا کہ مغلوں ہی نے مجھے خاک سے اُٹھا کر سرفراز کیا ہے سلطان محمود زبردستی اپنے ساتھ پکڑ کر مجھے لایا ہے جس روز جنگ ہوگی میں نہیں لڑونگا۔ بغیر لڑائی کے چلا جاؤنگا میری حقیقت احوال حضرت ہمایوں سے عرض کرو کہ روز جنگ میں بادشاہ کی خدمت بجا لاؤنگا اور میرے ہی سبب سلطان کے لشکر کو ہزیمت ہو جائے گی جب ہندو بیگ نے ہمایوں کو شیر خاں کا یہ عریضہ سنایا تو اُس نے شیرخاں کو لکھا کہ تو جو سلطان کے ہمراہ آیا اُس کے سبب کچھ خوف و خطر مکر عریضہ میں جو تو نے لکھا ہے اگر وہ تجھ سے ظہور میں آئے گا تو بہتری تیری سرافرازی کا سبب ہوگا۔ چند روز بعد دونوں لشکروں میں جنگ کی صفیں آراستہ ہوئیں اور کارزار شروع ہوئی عین جنگ کے وقت شیر خاں سے جنگ اپنی فوج ہمراہ لیکر رواں ہوا۔ اس سبب سے سلطان محمود کے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ ابراہیم یوسف خیل نے اس کارزار میں داد مردانگی دی لیکن روبرو سے مغلوں کی فوج کو ہٹا دیا مگر جب وہ مارا گیا میاں بایزید شراب کے نشہ میں بدمست ہو کر قتل ہوئے سلطان محمود اور امرا بھاگ کر ملک بہار میں گئے۔ سلطان محمود صاحب شعور نہ تھا کہ اس سے لشکر کو آراستہ کر سکتا جن امیروں نے اُسے بادشاہ بنایا تھا اکثر اُن میں سے میدان جنگ میں مارے گئے جو زندہ رہے وہ آپس کی مخالفت کے سبب پراگندہ ہوئے۔ سلطان محمود کو عورتوں کے ناچ دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ اکثر اوقات اس میں مشغول رہتا۔ مغلوں سے لڑ نہیں سکتا تھا اسلیے اُس نے شاہی کو ترک کیا اور ملک پٹنہ میں گوشہ نشین ہوا اور پھر ہرگز بادشاہی کا ارادہ نہیں کیا اور سنہ ٩٤٣ھ میں اس دنیا سے رحلت کی۔ تاریخ خان جہاں میں لکھا ہے کہ وہ ملک اڑیسہ میں سنہ ٩٤٤ھ میں مرا اور تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ وہ یہاں سنہ ٩٤٩ھ میں مرا۔

جب سلطان محمود پر ہمایوں غالب ہوا اور اکثر مخالفوں کو قتل کیا۔ اُس نے ہندو بیگ کو مقرر کیا کہ شیرخاں سے جا کر قلعہ چنار لے لے۔ مگر شیرخاں نے اس کو چنار نہ دیا۔ جب ہمایوں کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ قلعہ چنار کی طرف لشکر کا کوچ ہو شیر خاں نے اپنے بیٹے جلال خاں کو

اور جلال خاں بن جلو کو قلعہ چنار میں چھوڑا اور آپ خود اہل و عیال کو لیکر کوہستانات بہارکنڈہ میں چلا گیا۔ ہمایوں نے قلعہ حصار کا محاصرہ کیا۔ ہر روز لڑائی ہوتی رہی اور دونوں جلال خاں ایسی بہادری سے لڑے کہ نام ہو گیا۔ شیرخاں کا قاعدہ یہ تھا کہ دیار میں وہ جاسوسوں کو بھیجتا اور وہاں کی حقیقت حال کو دریافت کرتا رہتا

چو نیکو متاع است کار آگہی   کزیں نقد عالم مبادا تہی

بعالم کسے سر بر آرد بلند   کہ در کار عالم بود ہوشمند

شیرخاں جانتا تھا کہ ان حدود میں زیادہ دنوں ہمایوں نہیں رہ سکتا اس کو یہ خبر معلوم ہو گئی تھی کہ گجرات کے شاہ بہادرشاہ نے منڈو پر قبضہ کرلیا ہے اور دہلی کے لینے کا ارادہ رکھتا ہے ہمایوں کو بھی اس کی خبر ہو گئی تھی۔ شیرخاں نے اپنا وکیل ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ میں تربیت کیا ہوا جنت مکانی کا ہوں جنگ لکھنو میں جو میں نے خدمت کی ہے وہ حضرت بادشاہ کو معلوم ہے اگر مجھ غلام قدیم کو قلعہ چنار عنایت ہو تو میں حضور کی اور خدمت بجا لاؤنگا۔ میں بھی حضور کی درگاہ کے خدمت گاروں میں سے ایک ہوں بندہ کو قلعہ چنار عنایت ہو اور میں اسکے عوض میں قطب خاں اپنے بیٹے کو حضور کی خدمت میں رہنے کے لیے بھیجتا ہوں اگر ہم افغانوں سے کوئی حرکت نامناسب سرزد ہو تو ایسی سیاست فرمائیے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ جب حضرت ہمایوں نے شیرخاں کی یہ عرضداشت دیکھی تو اسکے وکیل سے کہا کہ میں شیرخاں کو قلعہ چنار اس شرط سے دیتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹے جلال کو میرے ساتھ کردے۔ شیرخاں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ماں باپوں کے نزدیک سب بیٹے محبت میں برابر ہوتے ہیں قطب خاں جلال خاں سے بہتر نہیں ہے میرے مخالف بہت ہیں اور میں اس پر آمادہ ہوں کہ ایسے مخالف کو زندہ نہ چھوڑوں جو حضور کے ملک میں غدر کرکے آزار پہنچائے۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ مرزا محمد زماں جو قلعہ بیانہ میں نظربند تھا ایک جعلی فرمان بنا کر قید سے نکل گیا اور ملک میں فساد اس نے برپا کیا اور سلطان بہادرشاہ گجرات دہلی کا ارادہ رکھتا ہے اسلیے ہمایوں نے شیرخاں کے وکیل سے کہدیا کہ شیرخاں دو تنخواہ ہے اس کی عرض کو قبول کرلیا۔ قطب خاں کو میری خدمت میں بھیجدے میں نے قلعہ چنار اس کو عنایت کیا۔ شیرخاں خوش ہو گیا قطب خاں اور عیسیٰ خاں حجاب کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ بادشاہ ہمایوں نے آگرہ کو مراجعت کی سلطان بہادر کے ساتھ لڑائیوں میں مشغول ہوا شیرخاں کو فرصت ملی

اس نے بہار میں اپنے مخالفوں میں سے ایک کو باقی نہیں کہا۔ اس نے افغانوں کی پرورش شروع کی جن افغانوں نے حوادث روزگار کے سبب سے فقیری اختیار کی تھی اُن کو فقیری سے نکال کر سپاہیوں کی زمرہ میں داخل کیا۔ جنہوں نے سپاہ گری نہ اختیار کی اور گداگری اپنا شعار بنایا اُن کو قتل کیا اور کہدیا کہ جو افغان سپاہی نہیں بنے گا اس کو میں مار ڈالونگا۔ لڑائی میں وہ افغانوں کی بڑی نگہداشت رکھتا تھا۔ اور کسی کی جان کو رایگاں نہ جانے دیتا تھا۔ جب افغانوں نے دیکھا کہ شیرخاں کو اُن کی تربیت کی طرف بڑا میل ہے تو ہر طرف سے اُس کی ملازمت کے لیے وہ دوڑے آئے جب سلطان بہادر کو شکست ہوئی اور وہ ملک سورت کو بھاگا تو تمام افغان جو اُس کے نوکر تھے اور اس کے امیر تھے شیرخاں پاس آگئے۔ افغانوں کے بڑے بڑے امیر جو پہلے شیرخاں کی خدمت سے ننگ و عار رکھتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ اس کا اقبال روز بروز ترقی پر ہے تو اس عار کو دور کیا اور اس کی خدمت میں چلے آئے چنانچہ مسند عالی عیسےٰ خاں بن مسند عالی ہیبت خاں سروانی اور میاں بین ساہوخیل و قطب خاں موچی خیل فرملی اور اعظم ہمایوں پسر کلاں سلطان عالم خاں ساہوخیل۔ غرض سب ہی اعلیٰ درجہ کے افغان شیرخاں پاس آگئے اور اُس نے اپنا خطاب حضرت اعلیٰ رکھا۔

بی بی فتح ملکہ صاحب خزانہ تھی اور وہ میاں محمد کالا پہاڑ کی بیٹی تھی اور میاں کالا پہاڑ سلطان بہلول کا بھانجا تھا۔ میاں محمد صاحب تدبیر تھا۔ سپاہ تھوڑی رکھتا تھا۔ خزانہ بہت جمع کرتا تھا سلطان بہلول نے تمام سرکار اودہ اور پرگنے اس کو جاگیر میں دیے تھے اور باپ کا خزانہ بھی اس کو ہاتھ آیا تھا سلطان بہلول و سلطان سکندر و سلطان ابراہیم کے عہد میں اس کی جاگیر میں بھی کچھ تغیر نہیں ہوا تھا اس مدت میں سوا دولت جوڑنے کے اس کو کچھ خیال نہ تھا۔ ثقہ آدمی کہتے ہیں کہ تین سو من سونا اُسنے جمع کیا تھا اور طلا و جواہر کے سوا وہ کچھ اور نہیں خریدتا تھا۔ سوا فتح ملکہ کے کوئی اور اولاد اس کے نہ تھی۔ اس کا بیاہ شیخ مصطفےٰ سے کیا جب سلطان ابراہیم کی آخر سلطنت میں میاں محمد نے وفات پائی تو اس کا بیٹا مجہول النسب تھا جس کو نیامو کہتے تھے۔ اس کے مجہول النسب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ میاں محمد نے اپنی ایک حرم ایک غلام کو دی تھی جس نے ایام عدت میں بیٹا جنا اور یہ کہا کہ میاں محمد سے پیدا ہوا تھا۔ جب میاں محمد نے یہ سنا تو اس کنیز کو غلام سے

جدا کیا اور اپنے محل میں اُس لڑکے کو فرزند بنا کے پالا۔ وہ قابل ہوا۔ سلطان ابراہیم نے مصطفیٰ کو جو
میاں محمد کا داماد اور بھتیجا تھا۔ اس کا قائم مقام مقرر کیا اور میاں نیامو کو بھی کچھ خزانہ اور سرکار اودھ
میں جاگیر دیدی۔ زیادہ تر باپ کا خزانہ بی بی فتح ملکہ کے ہاتھ آیا۔ شیخ مصطفیٰ نے سلطان ابراہیم کے
عہد میں اور بعد اس کے میدان جنگ میں اپنے کارہائے نمایاں دکھائے۔ کہتے ہیں کہ سلطان ابراہیم
کے عہد میں میاں مصطفیٰ اور میاں معروف فرملی میں کسی ملک پر لڑائی کی ٹھیری میاں مصطفیٰ کا قاعدہ تھا
کہ جب وہ جنگ کے لیے سوار ہوتا تو پہلے شیخ محمد سلیمان جو اس کا جد تھا اس کی روح کی ثواب کیلئے
چند من حلوا پکوا کے فقرا کو تقسیم کرتا پھر جنگ کے لیے سوار ہوتا۔ میاں معروف دعاؤں کے پڑھنے
میں مشغول تھے کہ مصطفیٰ کی فوج نزدیک آگئی۔ تو میاں معروف نے ایک خوش طبع شخص سے کہا
کہ میں شیخ محمد سلیمان کو دعائیں مانگ کر مدد کے لیے بلا رہا ہوں تو اس نے کہا کہ اٹھو سوار ہو شیخ محمد
سلیمان حلوے کو چھوڑ کر تیری مدد کو نہیں آنے کا۔ لڑائی ہوئی میاں معروف کو شکست ہوئی۔ جب
میاں مصطفیٰ نے وفات پائی تو ایک چھوٹی عمر کی لڑکی مہر سلطان چھوڑی۔ بی بی فتح ملکہ بڑی ہوشیار
عاقلہ تھی اس نے اپنے خاوند کے چھوٹے بھائی بایزید کو خوب تربیت کرایا اور اس سے کہا کہ سپاہیوں
کی نگہداری تیری اور روپیہ میرا۔ بایزید اس دولت کی بدولت بابر سے خوب لڑا اور ایسے کارہائے
نمایاں کیے کہ بابر کی فوج کا کئی دفعہ منہ پھیر دیا۔ بایزید اور ببن کا نام مشہور ہوگیا ان دونوں آدمیوں
کے مارے جانے کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ جب بایزید مارا گیا تو بی بی فتح ملکہ بہار میں تھی۔ بہار کے
نزدیک کے پہاڑوں میں اپنے خزانوں کی نگہبانی کے لیے وہ لے آئی۔ اس کا ارادہ تھا کہ پٹنہ
کے راجہ کے پاس جائے۔ جو زردار افغانوں کے ساتھ بُرا سلوک کرتا تھا۔ مگر جب بایزید ہلاک
ہوا اور سلطان محمود نے سلطنت کو ترک کیا تو راجہ پٹنہ نے جانا کہ افغانوں کا سلسلہ دولت منقطع ہوا
تو اس نے افغانوں پر جو اس پاس پناہ لے گئے تھے دست تعدی دراز کیا۔ بی بی فتح ملکہ کو بھی خبر ہوئی
تو اس نے پٹنہ جانے کا ارادہ ترک کیا۔ جب شیر خاں کو معلوم ہوا کہ اس خوف کے مارے بی بی فتح
ملکہ نے پٹنہ جانے سے توبہ کی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس کو یہ فکر ہوا کہ کسی طرح سے بی بی ملکہ
کو اپنے پنجہ میں لائے کہ وہ کسی اور راجہ پاس نہ چلی جائے اور اس کا خزانہ میرے ہاتھ سے
نہ نکل جائے جس کی حسرت ہمیشہ دل میں باقی رہے۔ اس پاس شیر خاں نے اپنا وکیل بھیجا اور

یہ عریضہ لکھا کہ سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے سارے امرا اور امیرزادے اس دربار میں تشریف لائے ہیں اور بندہ کو سرفراز کیا ہے اور وہ افغانوں کی نقط ناموس کے لیے جمع ہوئے ہیں اور میں نے بھی اُن کی خدمت کے لیے کمر باندھی ہے۔ بی بی فتح ملکہ کو افغانوں کے ساتھ دو واسطے ہیں۔ اوّل یہ کہ شیخ محمد بہلول سلیمان کی اولاد میں سے ہے۔ دوم سلطان بہلول کے ساتھ نسبت فرزندی کی ہے۔ بندہ نے کیا تقصیر کی ہے کہ اس طرف آنے میں بی بی نے توقف کیا ہے۔ اس دیار کے کفار کا کچھ اعتبار نہیں ہے خدانخواستہ جس کوہستان میں بی بی پھر رہی ہے کوئی آسیب اس کو پہنچ جائے گا تو میری ساری عمر کے لیے ناک کٹ جائے گی لوگ یہ کہیں گے کہ بی بی کو شیر خاں پر اعتماد نہ تھا اس لیے وہ اس کے ملک میں نہ آئی۔ وکیل یہ پیغام لیکر بی بی فتح ملکہ کی خدمت میں آیا تو اس نے جواب لکھا کہ اگر شیر خاں عہد کرے اور قسم کھائے تو میں اُس پاس آتی ہوں۔ شیر خاں نے اُس کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس نے اپنے ایک معتمد کو شیر خاں پاس بھیجا جس کے سامنے اُس نے عہد و پیمان بقسم [illegible] پاس چلی گئی اور کچھ مدت اس کے ساتھ رہی۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ اُس کے پاس [illegible] سونا تھا اور سوا اس کے چاندی اور بیش قیمت جواہر تھے۔ جب نصیب شاہ بادشاہ بنگالہ نے وفات پائی تو امراء بنگالہ نے سلطان محمود کو بادشاہ بنایا۔ اس میں سلطنت کی قابلیت [illegible] نہ تھی وہ بنگالہ کا انتظام نہ کر سکا۔ اس لیے ملک میں خلل پر خلل پڑتا چلا گیا۔ اس لیے ملک بنگالہ کے فتح کرنیکے لیئے شیر خاں کا حوصلہ بڑھا۔ اس نے [illegible] بی بی فتح الملک سے تین سو من سونا سپاہ کی تیاری کے لیے لیا اور اس کی مدد معاش کے واسطے دو پرگنے یا چند دیہات دیدیئے اور زر نقد بھی اتنا دیا کہ وہ زندگی بھر کسی کی محتاج نہو۔ جلال خاں نے اس کی بیٹی مہر سلطان سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس بی بی نے انکار کر دیا۔ شیر خاں نے بھی بیٹے کو اس حرکت سے باز رکھا۔ مہر سلطان کی شادی فتح الملک اپنے ایک عزیز سلطان سکندر سے کی۔ یہ سکندر بڑا نالائق نکلا۔ مہر سلطان کی زندگی تک اس کی عمر اچھی طرح بسر ہوئی۔ شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں ۹۶۳ھ میں وہ سندھ کی طرف جاتی تھی کہ پرگنہ کیٹ میں مظفر خاں کے گھر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ شیر خاں نے فتح ملکہ کی دولت سے اپنے لشکر کو آراستہ کیا اور بنگال کی مملکت پر گڈھی (سیکری گلی) اس طرف قبضہ کر لیا۔

جب ہمایوں گجرات سے آیا تو خانجہاں یوسف خیل نے اس سے عرض کیا کہ شیر خاں سے غافل نہیں ہونا چاہئے وہ بڑا فتنہ انگیز ہے اور ملک کی تدابیر خوب جانتا ہے۔ سارے افغان اس پاس آنکر جمع ہوئے ہیں۔ لیکن ہمایوں کو اپنی بادشاہی پر غرور ایسا تھا کہ وہ شیر خاں کی حقیقت اپنے آگے کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ آگرہ میں برسات کے موسم میں وہ پڑا رہا۔ ہندو بیگ کو جونپور کی طرف بھیجا کہ وہ شیر خاں کا حال من وعن دریافت کرکے لکھے جب شیر خاں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ اسکی طرف آنا چاہتا ہے تو اس نے ہندو بیگ حاکم جونپور کو بڑی پیش کش بھیجکر عرض کیا کہ میں نے جو حضرت ہمایوں بادشاہ سے وعدہ کیا تھا اس سے تجاوز نہیں کیا۔ اس کے ملک میں دخل نہیں دیا آپ مہربانی فرما کر میری دولت خواہی کا اظہار بادشاہ پر کرکے اس کو اس طرف آنے سے باز رکھئے میں بھی اس کے خدمتگاروں اور دولت خواہوں میں سے ایک ہوں۔ ہندو بیگ پیش کش کو [illegible] خوش ہوا۔ اور شیر خاں وکیل سے کہا کہ تو اس سے کہدے کہ جب تک میں زندہ ہوں وہ [illegible] سے اور سب طرف سے اپنی خاطر جمع رکھے کوئی شخص اس کو آزار نہیں پہنچا سکے گا۔ اس وکیل کے روبرو ہندو بیگ نے بادشاہ کو عرضداشت لکھی کہ حضور کے دولتخواہوں میں سے شیر خاں بھی ایک ہے اور وہ حضرت کے نام کا خطبہ پڑھواتا ہے اور سکہ چلاتا ہے اور حضور کے ملک کی حدود پر کوئی دست اندازی نہیں کی۔ اس نے بادشاہ کی ناخوشی کی بات نہیں کی حضور کا یہاں قدم رنجہ فرمانا حضور ہی کو تکلیف دیگا۔ ہندو بیگ کی اس عرضداشت کو دیکھکر ہمایوں نے ایک سال تک اپنے سفر میں توقف کیا۔ اس عرصہ میں شیر خاں نے جلال خاں اور خواص خاں اور امیروں کو ملک بنگال کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ امرا ملک بنگال میں داخل ہوئے تو سلطان محمود میں طاقت اُن سے مقابلہ کی نہیں تھی وہ خفیہ گور میں چلا گیا۔ گرد نواح کا سارا ملک افغانوں کے قبضہ میں آیا اور انہوں نے قلعہ گور کو بھی محاصرہ کر لیا اور قلعہ کے آگے ہر روز لڑائیاں شروع ہوئیں۔

سال آئندہ میں ہمایوں بادشاہ نے بہار و بنگال کی طرف کوچ کیا۔ اور قلعہ چنار کے نزدیک آیا اپنے امرا سے پوچھا کہ اول قلعہ چنار تسخیر کرنا چاہئے یا گور کی جانب جانا چاہئے جس کو جلال خاں پسر شیر خاں نے محاصرہ کر رکھا ہے اور ابتک اس کے ہاتھ نہیں آیا ہے۔ اس کے قول امرائے

یہ صلاح دی کہ اول قلعہ چنار کو لینا چاہیئے پھر گور کی جانب جانا چاہیئے ۔ یہ رائے ٹھیر گئی ۔ جب ہمایوں پاس خانخاناں یوسف خیل آیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے یہ سنا ہے کہ امراء مغل نے یہ قرار دیا ہے کہ اوّل قلعہ چنار کو لینا چاہیئے ۔ خانخاناں یوسف خیل نے عرض کیا کہ میری رائے میں دو امر آئے ہیں دونوں عرض کرتا ہوں اُن میں حضور جس امر کو پسند کریں اُس پر عمل کریں ۔ ایک رائے جوانانہ یہ ہے کہ قلعہ چنار کو اوّل لیں پھر گور کو جائیں دوم رائے پیرانہ یہ ہے کہ گور میں خزانہ بہت ہے اوّل اس پر قبضہ کرنا چاہیئے بعدہ قلعہ چنار کا لے لینا آسان ہے ہمایوں نے کہا کہ میں جوان ہوں جوانانہ رائے پسند کرتا ہوں قلعہ کو پیچھے چھوڑ کر آگے نہیں جاتا ہوں ۔ خانخاناں جب گھر آیا تو اس نے کہا کہ شیر خاں خوش نصیب ہے کہ گور کی طرف مغل نہیں گئے ۔ جبتک کہ یہ قلعہ چنار لیں گے افغان گور کو فتح کرینگے اور خزانہ اُن کے ہاتھ آئیگا

شیر خاں نے چنار میں غازی خاں سور اور سلطان سروانی (بروِلی) کو کہ متعدار قلعہ چنار تھا چھوڑا اور اپنے اہل و عیال اور افغانوں کو جو اس کے ہمراہ تھے قلعہ بھرکندہ میں لے گیا مگر اس قلعہ میں ان سب آدمیوں کی گنجایش نہ تھی ۔ رہتاس کا راجہ کشن اور اس کا نائب چورامن اس کے بڑے دوست تھے چورامن ایک بڑا لائق عالم پنڈت تھا وہ پہلے بھی شیر خاں کے حقیقی بھائی نظام خاں کے اہل و عیال کو اس قلعہ رہتاس میں پناہ دے چکا تھا ۔ جب کچھ دغدغہ باقی نہیں رہا تو قلعہ کو نظام خاں کے اہل و عیال نے خالی کر دیا تھا ۔ ان ایام میں بھی شیر خاں نے چورامن کو لکھا کہ مجھے بڑی ضرورت پیش آئی ہے آپ چند روز کے لیے بطور رعایت قلعہ رہتاس عنایت فرمائیں تو میں آپ کا ممنون منت ہونگا ۔ اور جب میرا دغدغہ دور ہو جائے گا تو قلعہ خالی کر دونگا ۔ چورامن نے جواب میں لکھا کہ خاطر جمع رکھو میں راجہ سے قلعہ رہتاس دلا دونگا ۔ راجہ سے چورامن نے جا کر کہا کہ شیر خاں کو ایک مشکل پیش آئی ہے وہ آپ سے التجا کرتا ہے کہ اس کے اہل و عیال کے لیے قلعہ بطور عاریت عنایت ہو ۔ یہ احسان کا وقت ہے ۔ راجہ نے قبول کر لیا شیر خاں اہل و عیال کو لیکر بھرکندہ سے چلا کہ راجہ اپنے قرار سے پھر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے جو پہلے نظام کو قلعہ میں جگہ دیدی تھی تو اس پاس جمعیت کم تھی اور میں غالب تھا اور اب اس کی جمعیت بہت ہے اور میں جمعیت کم رکھتا ہوں اور وہ غالب ہے اگر قلعہ رہتاس میں آکر وہ قلعہ کو نہ دے تو میں اُس سے بزور نہیں لے سکتا ۔ چورامن نے یہ شیر خاں کو لکھا کہ بر سے بعض مخالفوں نے راجہ کی منت

بدل دی کہ اب وہ قلعہ کے دینے سے انکار کرتا ہی۔ جب شیر خاں نے یہہ بات نہیں سُنی تو وہ بہت غمگین ہوا۔ اب چورامن اور راجہ کو لکھا کہ آپ کے قول کے موافق میں اہل عیال کو بھر کنڈ سے لے کر چلا ہوں۔ اگر ہمایوں کو یہہ خبر ہو جائے گی تو وہ فوج کو بھیجکر افغانوں کے اہل وعیال کو مار ڈالیگا یہہ وبال آپ کی گردن پر ہوگا۔ چھہ من سونا رشوت کے طور پر چورامن پاس بھیجا اور اس کو لکھا کہ کسی تدبیر سے راجہ کو سمجھا کر اہل وعیال کے لیے قلعہ دلوا دے۔ اگر قلعہ راجہ نہ دیگا تو میں ہمایوں سے صلح کر لونگا اور پھر میں اور وہ دونوں ملکر راجہ کا کام تمام کر دیں گے۔ چورامن نے شیر خاں کو لکھا کہ خاطر جمع رکھو اہل وعیال کے لیے قلعہ دلوا دونگا۔ اُس نے راجہ سے جاکر کہا کہ یہہ آپ کو مناسب نہیں ہی کہ خلاف عہد کیجیے۔ اگر ہمایوں کو خبر ملے گی کہ شیر خاں کے اہل وعیال کو جگہ نہیں ملی تو وہ ان سب کو مار ڈالیگا یہہ وبال میری اور آپ کی گردن پر ہوگا۔ شیر خاں آپ کے اعتماد پر اہل وعیال کو لیکر چلا ہی اگر اسکو یہہ مشکل پیش آئے گی تو وہ ضرور ہمایوں سے صلح کر لیگا اور آپ سے جنگ کریگا۔ آپ اُس سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔ ناحق آپ دشمنی کر کے اپنے ملک میں خلل ڈالتے ہیں۔ اگر آپ قلعہ میں اُس کے اہل وعیال کو جگہ نہ دینگے تو میں زہر کھا کر مر جاؤنگا۔ راجہ نے جب چورامن کی یہہ تقریر سنی تو اُسنے اہل وعیال کے لیے قلعہ دینا قبول کیا۔ ابھی شیر خاں نے یہہ بات سنی نہ تھی کہ خبر آئی کہ خواص گور کی خندق میں ڈوب کر مر گیا اور قلعہ چنار کو بادشاہ ہمایوں نے صلح کر کے لے لیا تو وہ حیران اور متفکر ہوا خواص خاں کے چھوٹے بھائی صاحب خاں کو خواص خاں کا خطاب دیا اور اُسپر تاکید کی کہ گور کو جلد لے لو۔ ہمایوں نے چنار لے لیا ہی اور چند روز میں بنگال میں آنے والا ہی۔

خواص خاں جب وز گور میں پہنچا جلال خاں سے شیر خاں کا حکم عرض کیا۔ جلال خاں نے کہا کہ ایک روز تحمل کرو مگر اُس نے کہا کہ میں حکم کی تعمیل کرونگا۔ آپ اپنے دولت خانہ پر تشریف لیجائیے جلال خاں نے کہا کہ آپ اپنے گھر تشریف لے جائیے۔ غرض خواص خاں نے دلیری کر کے پہلے اس سے کہ جلال خاں اپنا لشکر لے آئے حملہ کر کے گور کو فتح کر لیا۔ اس کے سبب خلقت میں خواص خاں کی شجاعت کی ایسی شہرت ہوئی کہ جہاں وہ گیا فتح اس کے ہاتھ گئی۔ شیر خاں کے لشکر میں کوئی سخاوت و شجاعت میں اُس کے برابر نہ تھا۔ جلال خاں نے باپ کو لکھا کہ خواص خاں نے قلعہ کو فتح کر لیا۔ جب شیر خاں اہل وعیال کو لیکر قلعہ رہتاس کے پاس پہنچا

توراجہ کی بڑی منت سماجت کی اور بہت کچھ نقد وجنس راجہ کو دیکر وعدہ کیا کہ اگر مجھے سلطنت ہاتھ لگے گی تو آپ کا احسانمند ہونگا راجہ خوش ہوگیا اور اس نے قلعہ کے اندر شیرخاں کے اہل وعیال کو آنے دیا شیرخاں نے اپنے آدمیوں کو نصیحت کر دی تھی کہ جو قلعہ کے اندر جائے پھر باہر نہ آئے شیرخاں خود قلعہ میں گیا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے قلعہ چنار کا نعم البدل اُس کو دیا اور کہنے لگا کہ مجھے گور کے فتح ہونے کی ایسی خوشی نہیں ہوئی جیسی کہ اُس قلعہ کے ہاتھ لگنے کی۔ پھر اُس نے قلعہ کے نگہبانوں سے کہلا بھیجوایا کہ تم راجہ پاس چلے جاؤ۔ تمہارا اور افغانوں کا یہاں یکجا رہنا مناسب نہیں یہ بھی کہدیا کہ اگر وہ کہنا نہ مانیں تو اُن کو مار مار کر نکال دو۔ شیرخاں کے آدمیوں نے جو قلعہ کے نگہبانوں سے باہر جانے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا مانا نہیں۔ پھر شیرخاں کے آدمیوں نے اُنکو تلوار سے مار کر باہر کر دیا اور شیرخاں نے اپنے نگہبان مقرر کر دیئے۔ اور قلعہ کی نگاہداشت میں نہایت اہتمام کیا۔ رہتاس کی تسخیر کا بیان جو اوپر لکھا ہی وہ سب سے زیادہ معتبر تواریخ شیرشاہی اور مخزن افغانی سے لکھا ہی جنہوں نے اپنی تاریخوں میں ان امیروں اور امیرزادوں سے واقعات کو تحقیق کرکے لکھا ہی جو اس ہنگامہ میں شریک تھے مگر تاریخ خان جہاں اور اور تاریخوں میں اس واقعہ کو افسانہ کے طور پر بیان کرکے خواص و عام میں مشہور کیا جس کو معتبر مورخ پایہ اعتبار سے ساقط سمجھتے ہیں۔ بازاری گپ جانتے ہیں۔ ہم اس افسانہ کو تاریخ خافی خاں سے نقل کرتے ہیں۔

دھلی اور بنگالہ کا کوئی بادشاہ قلعہ رہتاس پہ نہیں چڑھا۔ شیرخاں کو تدبیر کی رہنمائی سے یہ سوجھی کہ اس قلعہ کے حاکم موروثی راجہ ہرکشن پاس پیغام بھیجا کہ مجھپر مغلوں نے زور کیا ہی اگر اُنکے ہاتھ یہ ملک آگیا تو تیرے تصرف میں اس قلعہ کا رہنا محال ہی میرے خیال میں یہ آیا ہی کہ میرے پاس ناموس وخزانہ رکھنے کے واسطے کوئی جگہ نہیں ہی اس لیے میں تجھ سے یہ درخواست کروں کہ تو میرے فرزندوں اور عیال کو اور زر و مال کو جس کا ساتھ لیجا نا مناسب نہیں ہی اپنے قلعہ میں جگہ دے تاکہ میں تو خاطر جمع ہو کر مغلوں کے مقابل جاؤں اور اپنے اور تیرے ملک سے اُن کے فتنہ وشر کو دفع کروں۔ اگر غالب ہوا تو ساری عمر تیرا مرہون احسان رہونگا اگر خدانخواستہ معاملہ دگرگوں ہوا تو میرے مال و عیال مغلوں کے تصرف و ملکیت و تعدی سے محفوظ رہیں گے اور میرے ناموس و مال کو تو اپنا تصور کیجو اور اپنے ظل عافیت میں اُن کو رکھیو۔ راجہ نے اول انکار کیا

مگر آخر کو زر و مال کی طمع سے وہ شیر خاں کے دم میں آگیا اور اُس کی درخواست کو مان لیا ؎
بد و ز د طمع دیدہ ہوشمند۔ شیر خاں نے راجہ کو اور اُس کے کارپردازوں میں سے ہر ایک کو یہانتک کہ دربانوں کو بھی تحائف بھیجے اور یہ اظہار کیا کہ مہم صعب درپیش ہے معلوم نہیں کہ مآل کار کیا ہو ننگ و ناموس کو میری حیات میں اور میرے مرنے کے بعد اپنے ذمہ جانو اور اُن کو اور زیادہ امیدیں دلائیں اور ہزار ڈولیاں بہ تفاوت لے گیا۔ خاص و خواص و شاگرد پیشہ کی سواریوں کو زینت دی۔ ہر ڈولی میں دو جوان مرد عورتوں کا لباس پہنا کے بٹھائے اور چند ڈولیوں میں بڑی بوڑھیوں کو بہت زیور پہنا کے بٹھایا اور اُن کو دادی۔ نانی۔ چچی۔ ماں اپنی بتایا کہ اگر پردہ کے اندر دیکھا جائے تو اصل بات پرسے پردہ نہ اُٹھ جائے۔ ہر جوان کے پاؤں تلے تلواریں چھپا کر رکھدیں، بیلوں اور کہاروں و مزدوروں کے کندھوں پر مصالحہ جنگ و قلعہ گیری کو اس خوبصورتی سے رکھا کہ وہ لاکھیوں کو روپے کی تھیلیاں معلوم ہوں۔ ان سب کو ڈولیوں کے آگے پیچھے جلو میں رکھکر قلعہ میں داخل کیا اور خود عورتوں کو پہنچانے اور ان سے رخصت ہونے کا بہانہ بنا کے دروازوں پر چند سوار کار آزمودہ ہمراہ لیکر آیا۔ دربانوں نے چند بڑھیوں و مردوں کی ڈولیوں کی تلاشی لی پھر اُن کو اس پر راضی کر لیا کہ وہ اور ڈولیوں کی زیادہ کاوش نہ کریں۔ جب یہ ڈولیاں دوسرے دروازہ میں پہنچیں تو جوانان سادہ کار پیکار کے حربے لیکر کہاروں کے ساتھ جو اکثر کی بہادر افغان تھے اور حمال جن کے ہاتھوں میں لکڑیاں تھیں دربانوں پر ٹوٹ پڑے اور اُن کو مار کر لمحہ بھر میں دروازہ پر قبضہ کر لیا۔ شیر خاں کی یہ تدبیر تقدیر کے موافق ہوئی تو وہ خوشی کے مارے جامہ میں نہ سمایا۔ نقارہ بجاتا ہوا قلعہ میں داخل ہوا۔ راجپوت غافل پڑے تھے ان کو مار یا بندھا۔ راجہ بعد از خرابی بصرہ قلعہ کے چور دروازہ سے مع چند ہمراہیوں کے نکلکر بھاگ گیا جان سلامت لے گیا۔ اور حسن تدبیر سراپا تزویر سے افاغنہ کے چنگ میں بے جنگ قلعہ آگیا۔

تیموری مورخ ابوالفضل نے یہ لکھا ہے کہ چھ سو ڈولیاں تھیں ہر ڈولی میں دو مسلح جوان اور ڈولیوں کے اِدھر اُدھر لونڈیاں۔ اس حیلہ سے قلعہ میں آدمی پہنچا کر اُسے لے لیا اور عیال اور سپاہیوں کو اس قلعہ میں چھوڑ کر فتنہ پردازی میں ہاتھ دراز کیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قلعہ رہتاس شیر خاں کے ہاتھ لگ گیا اور وہاں اپنے بڑے بیٹے عادل خاں

اور قطب خاں کے اہل و عیال سمیت گوسپار بہرہ کندہ میں آیا - ایک مقام سے دوسرے مقام میں پڑا ہوا ... پاد کار ہاتھی کہ اس نے جہار کند (... کند) کے راجہ سے لڑ کر ایک سفید ہاتھی جس کا نام سیام چند تھا حاصل کیا - اس ہاتھی میں یہ صفت تھی کہ وہ کبھی خاک اپنے سر پر نہیں ڈالتا تھا اور اس کے ملنے اور غنیمت بھی ہاتھ لگی اسکو وہ دہلی کی سلطنت ہاتھ لگنے کے لیے نیک شگون سمجھا

ہمایوں چنار فتح کرکے بنارس میں آیا اور شیر خاں پاس وکیل اس غرض سے بھیجا کہ ملک بہار پر قبضہ ہو جائے بادشاہ کی اس نیت سے شیر خاں واقف تھا اس نے بادشاہ کے وکیل سے کہا کہ میں نے قلعہ گور فتح کیا ہے اور افغانوں کا لشکر بہت جمع کیا ہے - اگر بادشاہ بالکل بنگالہ سے دست بردار ہو تو میں بہار تمکو یا جس کو وہ حکم دیگا اور تمام امارات شاہی جیسے چتر و تخت وغیرہ ہیں وہ بادشاہ کی خدمت میں بھیجدونگا اور بنگال سے بادشاہ کی خدمت میں دس لاکھ روپیہ سالانہ بھیجتا رہونگا - بشرطیکہ بادشاہ آگرہ کو تشریف فرما ہو - وکیل نے بادشاہ پاس آکر شیر خاں نے جو کہا تھا عرض کیا - ہمایوں بہار کی بابت سنکر بہت خوش ہوا اور شیر خاں کی درخواست کو قبول کیا اور ایک خلعت اور گھوڑا اس پاس بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ اس کی درخواست منظور ہے - شیر خاں پاس وکیل خلعت اور گھوڑا لایا اور بادشاہ نے جو فرمایا تھا وہ کہدیا - شیر خاں بہت خوش ہوگیا اور کہا کہ میں ان سب شرائط کو پورا کرونگا جو بادشاہ نے منظور فرمائی ہیں - شب و روز خدا سے دعا مانگتا رہونگا کہ جب تک میں زندہ رہوں مجھ میں اور بادشاہ میں مخالفت نہو میں اس کا دولتخواہ خدمتگار رہوں -

اس پیغام پر تین روز گذرے تھے کہ سلطان محمود بادشاہ بنگالہ کا وکیل ہمایوں کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ قلعہ گور افغانوں نے لے لیا ہے - بہت سا ملک ہنوز میرے قبضہ میں ہے حضرت بادشاہ اس طرف توجہ فرمائیں ابھی افغانوں کے یہاں پیر نہیں جمے ہیں اور ان کی قوت کو قرار نہیں ہوا - ملک سے ان کو نکالنا آسان ہے - افغانوں میں اس قدر قوت نہیں ہے کہ بادشاہ کے روبرو ہو سکیں میں بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں - سلطان محمود کی التماس کے سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالہ کی طرف لشکر کا سفر ہو خانخاناں یوسف خیل اور برلاس اور بعض امرا آگے روانہ ہوں اور سامان جنگ کا مہیا کرکے بہر کھنڈ کے پہاڑوں میں جائیں جہاں شیر خاں

[illegible]

ہی۔ مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ وہ اپنے لشکر کو لیکر حاجی پور کی طرف جائے اور بادشاہ خود بنگالہ کو روانہ ہوا

جب شیر خان نے سنا کہ اس کی طرف بادشاہ متوجہ ہوا تو اس نے عہد و پیمان کی امید بالکل منقطع ہوئی اُس نے بادشاہ کے وکیل سے کہا کہ میں نے بادشاہ کے ادب اور خدمت میں کوئی تقصیر نہیں کی اور اسکے ملک کی سرحد میں کچھہ دخل نہیں دیا ملک بہار لوحانیوں سے فتح کیا۔ جب بادشاہ بنگالہ نے بہار پر قبضہ کرنے کا قصد کیا تو میں نے عجز و انکسار کے ساتھہ اس سے عرض کیا کہ مجھے اپنے حال پر رہنے دے اور بہار کے لینے کا قصد نکرے مگر اس نے اپنے خدم و حشم کی کثرت کے سبب سے قبول نہیں کیا جب اُس کی جانب سے یہ تعدی ہوئی تو اس پر خدا نے مجھے ظفر دی اسلیے ملک بہار کی طمع کی میں نے اُس سے بنگالہ کا ملک لے لیا بادشاہ بنگالہ کے قول پر حضرت ہمایوں نے اعتماد کیا۔ میری خدمتو میرا اور افغانوں کی جمعیت لشکر پر جو بادشاہ کی خدمت کے لیے میں نے بہم پہنچائی کچھہ توجہ نہ کی اور بنگالہ کی جانب کوچ کر دیا۔ جب بادشاہ نے قلعہ چنار کا محاصرہ کیا تو افغانوں نے مجھپر جنگ کا تقاضا کیا تھا مگر میں نے اُن سے کہا کہ بادشاہ صاحب قدرت ہی قلعہ کیلیے اس سے لڑنا تمکو مناسب نہیں وہ میرا ولی نعمت و مربی ہی جب اس کو معلوم ہوگا کہ میں نے باوجود کثرت سپاہ کے لڑنے کا قصد نہیں کیا اور اس کا ادب کیا تو وہ مجکو اپنا نیک خواہ خدمت گار جانے گا اور میرے اس لشکر کثیر کی پرورش کے لیے وہ مجھے ایک ملک جاگیر میں دیگا۔ بادشاہ نے بہار مجھہ سے مانگا اس کے دینے کے لیے میں تیار ہوگیا۔ یہ ملک داری کی تدبیر سے بعید ہی کہ اس مقدار جمعیت لشکر کو اپنی خدمت سے جدا کرے اور دشمن کے قول پر اعتماد کرکے اس کے خوش کرنے کے لیے افغانوں کے قتل اور جلا وطن کرنے کے درپے ہوا۔ بادشاہ میری حسن خدمات کا خیال ذرا نہیں کرتا اور عہد شکنی کرتا ہی تو اب مجھے نہ کوئی امید ہی اور نہ کوئی ایسا ذریعہ ہے کہ میں افغانوں کو بادشاہ کے مقابلہ کرنے سے روکوں۔ بادشاہ سُن لیگا کہ افغانوں نے کیا کام کیا اور اس کو بنگال میں اپنے آنے سے پشیمانی اور پریشانی حاصل ہوگی اسلیے کہ اب افغانوں میں اتفاق ہی اور انہوں نے سب آپس کی نااتفاقی کے جھگڑوں کو اُٹھا رکھا ہی۔ جس کے سبب سے مغلوں نے سلطنت اس سے پہلے لے لی تھی۔ یہ کہکر وکیل کو خلعت رخصت دیکر رخصت کیا اور لشکر جو اس کے ہمراہ تھا اس کو رہتاس روانہ کیا اور خود چند سوار ہمراہ لیکر گور کی طرف خفیہ روانہ ہوا کہ کوئی اُسکے درپے نہو پھر وہ پہاڑوں میں جاکر ایسا مخفی ہوا کہ کسی کو نہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں گیا اور ہمایوں کے لشکر میں

خبرداروں کو بھیجا کہ وہ بادشاہ کی خبر لائیں کہ وہ کہاں ہے۔ جب وہ منزل چلا تو اس کو معلوم ہوا کہ شیر خاں پہاڑوں میں چلا گیا ہے اس لیے وہ پھر لوٹ آیا۔ ... خاں ... اور بری برلاس شیر خاں سے لڑنے کے لیے گئے تھے وہ پرگنہ منیر شیخ یحیٰی میں مقیم تھے۔ جہاں سلطان محمود بری بادشاہ گور بھی آگیا۔ یہاں بادشاہ ہمایوں بھی آگیا۔ سلطان محمود کو بادشاہ کی خدمت میں امرا لے گئے۔ بادشاہ نے اس کا اعزاز و اکرام خاطر خواہ اس کے نہیں کیا اس لیے سلطان محمود اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور اسی غصہ و رنج میں چند روز بعد مرگیا۔ بادشاہ نے اس قصبہ منیر شیخ یحیٰی میں اپنے لشکر کو مرتب کیا۔

موید بیگ پسر سلطان محمود اور جہانگیر قلی پسر ابراہیم بایزید و میر مورکا۔ تردی بیگ۔ بری برلاس مبارک فرملی اور اور امرا کو تیس ہزار سوار دیکر بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ بادشاہی لشکر سے سات کوس آگے آگے چلیں۔ جب شیر شاہ نے سُنا کہ ہمایوں بنگالہ کی طرف چلا تو وہ خود جریدہ چند سواروں کے ساتھ خفیہ روانہ ہوا۔ اور لشکر شاہی جو پیش رو تھا اس کے قراول نے ایک گانوں کے باغ میں کچھ سوار دیکھے اور جب اس کو معلوم ہوا کہ شیر شاہ کے سوار ہیں تو خوف کے مارے کچھ تحقیق نہیں کیا کہ وہ کتنے ہیں موید بیگ سے دوڑ کر اس کی خبر کی۔ موید بیگ نے جانا کہ شیر خاں لڑنے آیا ہے اس نے بادشاہ کو مطلع کیا۔ بادشاہ نے خبرداروں کو بھیجا کہ وہ تحقیق کرکے خبر لائیں۔ انہوں نے جاکر مقدم دہ سے دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ شیر خاں چند سواروں کے ساتھ آیا تھا وہ بادشاہ کے سواروں کو دیکھکر منگیر کی سڑک کی طرف بھاگ گیا۔ جب یہ خبردار بادشاہ پاس خبر لائے۔ رات ہوگئی تھی اس لیے یہ تعاقب موقوف ہوا۔

جب شیر خاں گڈہی کے دروازہ سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ سیف خاں اچل خیل سروانی اپنے اہل و عیال کو لیے رہتاس کو جاتا ہے تو اس نے کہا کہ پھر جاؤ مغلوں کا لشکر قریب ہے۔ جب سیف خاں کو ہمایوں کے لشکر کی حقیقت معلوم ہوئی تو اس نے شیر خاں سے کہا کہ آپ کے ساتھ تھوڑے آدمی ہیں اور دشمن سے فاصلہ تھوڑا ہے شاید دشمن آپکا تعاقب کرے اور پھر آپ کو پکڑلے۔ میرے اہل و عیال کو حضرت اعلیٰ شیر خاں صبح کو ہمراہ لیجئے اور بندہ دروازہ گذر گڈہی پر کھڑا ہوتا ہے جب تک بدن میں جان باقی ہے لشکر بادشاہی کو روکونگا تاکہ آپ کے اور دشمن کے لشکر کے درمیان فاصلہ بہت زیادہ ہوجائے سیف خاں سے شیر خاں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اپنی جان بچانے کیواسطے

بادشاہ کے لشکر کا آگے بڑھنا اور شیر شاہ کا دیکھنا

[illegible]

بھائی کی جان کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالن [illegible] آدمی [illegible] بھی ہے [illegible] تنے ایک نفس کو اہل بیت کے لیے
اور ایک اہلبیت کو ایک قوم کیلئے اور ایک قوم [illegible] شہر کیلئے اور ایک شہر کو ایک صاحب اقبال
کیلیے فدا کرنا چاہیئے اسلیے کہ ایک صاحب اقبال و دولت کی ذات ہفت اقلیم کو فائدہ پہنچا سکتی ہی سپاہی
کے واسطے کوئی چیز اس سے بہتر نہیں کہ وہ اپنے صاحب کی ذات کی حفظ وحمایت میں اپنی جان فدا کرے
میرے اقبال کا ستارہ چمک جائے کہ میری جان اور میرے سپاہیوں کی جان آپکے کام آئے۔ ہرچند شیرخاں
نے مبالغہ کیا کہ میرے ہمراہ چل کہ میرے کام آئے مگر سیف خاں نے اُسے قبول نہیں کیا اور اہل وعیال کو
شیرخاں کے ہمراہ کیا صبح کے وقت سیف خاں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ غسل کرکے مرنے کے لیے تیار ہو
اور کچھ وفد فکر کرو اجل لازم اور توپ ہو کسی آدمی کو اس سے چارہ نہیں صاحب جو سپاہی کو دولت دیتا ہی
اور اس کے تمام رنج وآلام میں حمایت کرتا ہی وہ اس لیے کرتا ہی کہ سپاہی اپنے ولی نعمت کی حمایت
میں اپنی جان پر کھیل جائے کہ ایسی خدمات پسندیدہ بنی آدم کے کام آتی ہیں اور سعادت دارین حاصل
ہوتی ہی یہ سنکر سیف خان کے بھائیوں نے کہا کہ جو کام آپنے اختیار کیا اس پر ہم بزور جان سے فدا ہیں
پیکار کا وقت ہی گفتار کا نہیں۔ جو کچھ ہم سے ہوسکے گا اس کے کرنے میں تقصیر نہیں کریں گے سیف خاں
مستعد ہوکر گڑھی کے دروازہ پر کھڑا ہوا۔ اسکے ساتھ بھائی آکر کھڑے ہوئے۔ جس وقت انہوں نے
بادشاہ کے لشکر کے ہراول کو دیکھا تو کمین گاہوں سے بھوکے شیروں کی طرح نکلکر اُن پر جا پڑے سمندر
کی طوفانی موجوں کی طرح اُن پر جا پڑے۔ اور اُنکا چھوٹا گروہ پہاڑ کی طرح سامنے کھڑا ہوگیا اور جب تک
بادشاہ کی فوج کو گڑھی میں سے نہ گزرنے دیا کہ سیف خاں کے بھائی مردانہ وار جان سے گئے
اور خود بھی اسکو تین زخم لگے۔ سیف خاں بے ہوش تھا کہ مغل اُسکو ہمایوں پاس پکڑ کر لے گئے بادشاہ
نے اس کی تحسین کرکے فرمایا کہ ہر وفادار سپاہی کو اسی طرح اپنے آقا کی خدمت کرنی چاہیئے جیسے کہ تونے
کی کہ اپنی جان کے فدا کرنے میں نہ اپنی سپاہ کی قلت پر اور بادشاہی سپاہ کی کثرت پر خیال کیا۔
پھر اس نے سیف خاں کو اختیار دیا چاہے ہمارے پاس رہ چاہیے چلا جائے اس نے عرض کیا
کہ شیرخاں کے ساتھ میرے اہل وعیال ہیں میں وہاں جاؤنگا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے
تیری جان بخشی کی جہاں چاہے جا۔ مروت اسے کہتے ہیں وہ مونگیر کے نواح میں شیرشاہ
سے جا ملا۔ یہاں ہیبت خاں نیازی حاکم تھا۔ شیرخاں نے اسکو حکم دیا کہ سیف خاں کے اہل و

جیال کو ہمراہ لیکر قلعہ گڑھی میں لیجائے اور خود ایک تیز رو کشتی میں سوار ہو کر گوڑ کی طرف روانہ ہوا جب ہمایوں ... کیا تو اس نے جلال خاں اور حاجی خاں اور امراء کو دس ہزار سوار دیکر دروازہ گڑھی کی حفاظت کے لیے بھیجا۔ ممالک گوڑ اور بنگال کی راہ فقط اس گڑھی میں سے تھی اور ان ملکوں میں سے کسی اور راہ سے جانا ممکن نہ تھا۔ ان دونوں افسروں کو تاکیدی حکم دیدیا تھا کہ اس تنگ راہ کو وہ مسدود رکھیں اور بلندیوں پر توپیں لگا دیں جن سے وہ ہمایوں کی سپاہ کو خوف و خطر میں رکھیں تاکہ وہ خود اس فرصت میں گوڑ میں جو خزانے تھے اُن کو رہتاس میں لے جائے اُس نے ان افسروں کو یہ ہدایت بھی کر دی کہ وہ اپنے مقام کو کسی حال میں نہ چھوڑیں اور نہ مغلوں سے لڑیں کیونکہ شیر خاں پاس اسوقت جانا پڑیگا کہ وہ اپنا منصوبہ پورا کر چکے گا۔

ہمایوں کا مقدمۃ الجیش سات حصوں میں بڑے لشکر سے جدا ہو کر سفر کر رہا تھا۔ اس نے گڑھی سے تین میل کے فاصلہ پر خیمے لگائے۔ ہر صبح کو وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس گڑھی ... لگاتے اور اُلٹے چلے جاتے اِن میں سے ایک گروہ نے آکر بڑے غل شور سے جلال خاں کو کہنا شروع کیا کہ تو بڑا نامرد ہے کہ لومڑیوں کی طرح ایک تنگ گذرگاہ میں پڑا پھرتا ہے۔ اگر مرد ہے اور مرد کا بچہ ہے تو میدان جنگ میں سامنے آکر معلوم ہو کون شجاع ہے۔ ابتک اس کو مغلوں سے میدان جنگ میں پالا نہیں پڑا ہے۔ افغان ہر روز دشمنوں کی آتشباری سے ہلاک ہوتے جلال خاں ایکدن حاجی خاں پاس گیا اور اس نے یہ شکایت کی کہ مغل ہر روز ہمکو ستاتے ہیں اور اپنی آتشباری سے نقصان پہنچاتے ہیں اور مجھے گالیاں سناتے ہیں۔ اس کی اب مجھے برداشت نہیں ہے۔ میں اکیلا تو کچھ مغلوں کا نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر اور افسر میرے ساتھ شریک ہوں تو لشکر کو لشکر بنا سکتا ہوں اس پردۂ تساہل کے اندر پڑے رہنے سے کوئی بھلائی نہیں پیدا ہوگی۔ حاجی خاں نے کہا کہ یہ امر آپ باپ کے حکم کے برخلاف قطعی ہے تو جلال خاں نے کہا کہ اگر میری درخواست آپ منظور نہیں کرتے تو مجھے کھانا حرام ہے۔ اس پر حاجی خاں نے کہا کہ اگر آپ کو اس امر میں ایسا ہی اصرار ہے تو مجھے منظور ہے جو نامرد میدان جنگ سے زندہ بھاگ کر آئے گا وہ شیر خاں کے ہاتھ سے سزا جس کا مستحق وہ ہوگا پائے گا۔ لیکن اگر فتح ہوئی تو ہماری ہم کے سر پر تاج لگ جائے گا۔ اور سب کچھ بنا ہو جائے گا۔ اس پر الحمد پڑھی گئی۔

حسب دستور دوسرے روز صبح کو مغل گھوڑے دوڑاتے ہوئے افغانوں کے لشکر پر آئے اور پھر اپنے خیموں کو اُلٹے چلے گئے ہتیار اُتار کر رکھدیئے اور گھوڑوں کے زین کھولدیئے۔ سپاہی دانہ چارہ علوفہ کی تلاش میں چلے گئے۔ افسروں نے تکیئے لگا کے آرام کیا۔ دوپہر کے قریب افغانوں نے گڑھی میں ایک ہزار سوار چھوڑ دیئے اور چھ ہزار سوار لیکر باہر نکلے اور مغلوں پر حملہ کیا۔ چند مغل جن کے گھوڑے پاس تھے وہ تو سوار ہوئے مگر بڑا حصہ انکا لڑنے کے لیے تیار نہو سکا۔ وہ لڑ نہ سکے بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں مبارک فرلی اور ابو الفتح لنگاہ اور مغلوں کے بڑے بڑے امیر تہ تیغ ہوئے مغلوں کی کل لشکرگاہ میں سارا اسباب گھوڑے اونٹ ہاتھی وغیرہ افغانوں کے ہاتھ لگے۔ تھوڑے مغل جان بچا کر بھاگے ہوں گے ورنہ سب قتل ہوگئے۔ یہ کہتے ہیں کہ کوئی افغان ایسا نہ تھا جس کو اس لڑائی میں چار گھوڑے کم از کم اور بہت سے صندوق بیش قیمت اشیا کے ہاتھ لگے ہوں گے۔

شیر خاں پاس اتنے خزانے تھے کہ ان کی باربرداری کے لیے جانور گور میں اتنے جمع نہو سکے کہ وہ اپنی دولت کو رہتاس میں پہنچاتا وہ حیران تھا کہ باربرداری کے لیے کیا تدبیر کروں کہ جلال خاں کا خط اسی فتح کا پہنچا تو اس نے بیٹے کو لکھا کہ ہاتھی اونٹ بیل جس قدر تم خرید کر بھیج سکو بھیجدو جب بار برداری کا سامان آیا تو شیر خاں نے رہتاس میں اپنے خزانوں کو پہنچایا۔ شیر خاں نے اس فتح پر اس شخص کو کہا کہ پالی سے جب مرغ ایک دفعہ بھاگ جاتا ہے تو دوبارہ وہ پالی میں لڑتا نہیں مگر کٹروں کوں بہت کرتا ہے۔ جب شیر خاں رہتاس میں پہنچا تو اس نے جلال خاں کو لکھا کہ گڑھی سے یہاں چلے آؤ۔ جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی کہ گڑھی خالی پڑی ہے بنگالہ کی دارالسلطنت گور میں خود آیا اور مرزا ہندال کو آگرہ بھیجا۔ شیر خاں نے گور کے محل کو پہلے ہی سے تصویروں اور نقش و نگار سے اور سب طرح کے سامان عشرت سے تیار کر رکھا تھا وہ ہمایوں کی طبیعت کو جانتا تھا کہ کیسی عیش دوست ہے بادشاہ تو یہاں آنکر اپنے عیش و نشاط میں ایسا تین چار مہینے تک سنہ ۹۴۵ھ میں مصروف ہوا کہ اس کو کچھ خبر نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس زمانہ میں شیر خاں کو فرصت ملی کہ بنارس کی فتح کا موقع ہاتھ آیا۔ جلال خاں بن جلو سور کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ بھیجا کہ وہ غنیم کے لشکر کے قریب جا کر گور میں چارہ و علوفہ و آذوقہ کے جانے

کی راہ کو بند کرے اس راہ کے بند ہونے سے سپاہ کے ملک میں گرانی ہو گئی۔ بادشاہ نے یہ خبر سن کر یعقوب بیگ اور بیرام خاں کو بھیجا کہ جلال خاں کو جا کر ڈرائے۔ اس زمانہ میں بیرام خاں منصب عالی نہ رکھتا تھا وہ یعقوب بیگ کے ماتحت تھا۔ یعقوب لڑا اور شکست پائی۔ شیر خاں نے خواص خاں کو منگیر میں بھیجا۔ اور بادشاہ نے وہاں جو خانخاناں یوسف خیل کو حاکم مقرر کیا ہے اس سے قلعہ منگیر لے اور اسے قید کر کے میرے پاس بھیجدے۔ یہی خانخاں بابر کو کابل سے ہندوستان میں لایا تھا۔ خواص خاں رات کو شہر کے اندر گھس گیا اور خانخاناں کو باندھ کر شیر خاں پاس لایا جو بنارس کا محاصرہ کر رہا تھا۔ خواص خاں کے آنے سے بنارس بھی فتح ہو گیا اور محصورین مغل قتل ہوئے۔

شیر خاں نے ہیبت خاں نیازی۔ جلال خاں جالو کو ایک لشکر بڑا بہادر دیکر اودھ۔ لکھنو بہرائچ کی طرف بھیجا۔ ان بہادروں نے ہمایوں کے افسروں کو ان ملکوں سے بزور شمشیر نکال دیا اور سنبھل تک پہنچے اس شہر کو مسخر کر لیا اور لوٹا اور اس کے باشندوں کو غلام بنایا۔ ایک اور لشکر قطب خاں نصیب خاں اور حاجی خاں کے ساتھ جونپور کو روانہ ہوا جس کا حاکم قتل کیا گیا اور شہر خود بخود افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ پھر یہ لشکر کڑہ مانک پور گیا جہاں کے حاکم نے لڑ کر اپنی جان گنوائی اور افغانوں کی مملکت میں قنوج اور مانک پور اور زیادہ ہوئے۔ غرض یہ لشکر آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ کل ملک میں ہمایوں کی طرف سے جس حاکم نے مقابلہ کیا وہ قتل ہوا یا شکست پا کر ملک سے بھاگ گیا۔ اور تمام ملک قنوج تک اور سنبھل تک افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ شیر خاں نے خواص خاں کو بھیجا کہ وہ مہارتہ چیرو زمیندار ضلع بہار کو قید کرے اور اس کے جنگل کو صاف کر دے غرض سال بھر تک افغان بغیر کسی مشکل کے ملکوں کو فتح کرتے رہے اور انہوں نے ان ملکوں کے خریف و ربیع کا محصول وصول کیا۔

جب ہمایوں کو خبر ہوئی کہ مرزا ہندال نے شیخ بہلول کو مار ڈالا اور ولایت آگرہ میں وہ فتنہ برپا کر رہا ہے اور گرمی بھی کم ہو گئی ہے تو اس نے بنگال سے آگرہ کی طرف جانے کا قصد کیا شیر خاں نے اپنے لشکر کو چاروں طرف سے بلا کر ایک جگہ جمع کیا مگر خواص خاں کو جو مہارتہ چیرو زمیندار سے لڑنے گیا تھا نہیں بلایا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جس وقت شیر خاں بعض سخت مہمات میں مصروف تھا اور دشمن اس کو دبا رہے تھے تو اس زمیندار نے پہاڑوں اور جنگلوں سے نکل کے

پرگنات بہار کے کسانوں کو بہت ستایا۔ اور پھر راہ زنی کرنے لگا۔ اور گور بنگال کے مسافروں کو لوٹنے لگا۔ اور جب اس کو موقع ملتا تو شیر خاں کی سپاہ کے گھوڑے اونٹ اور مویشی لوٹ کر لیجاتا اسلیے اوّل اس کا استیصال بہت ضروری تھا۔

جب رہتاس میں سارا لشکر جمع ہوا تو وہ ستر ہزار تھا اور پانچ سو جنگی ہاتھی تھے۔

جب کوہ رہتاس میں شیر خاں تھا کہ ہمایوں شہنشاہ اس کے آگے سے گزرا تو شیر خاں نے اپنے امرا و سکندر و ابراہیم کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ ہمایوں بادشاہ کا لشکر بڑا بدحال ہے۔ ولایت آگرہ میں اُس کے بھائیوں نے فساد برپا کیا [illegible] نے میرا پیچھا چھوڑا۔ اب وہ آگرہ جاتا ہے اگر عزیزوں کی صلاح ہو تو بخت آزمائی کروں۔ میرا لشکر مستعد و تمام دیکھتا ہے۔ بنگالہ میں آنے سے پہلے میں نے بہت عجز و زاری [illegible] کے آگے کی اور ہر سال زر دینے کا وعدہ کیا کہ بادشاہ مجھے ولایت بنگالہ عنایت کرے میں یہ چاہتا تھا کہ خدانخواستہ مجھ میں اور میرے ولی نعمت بادشاہ میں مخالفت ہو حضرت بادشاہ نے ولایت بنگالہ دینا بھی قبول کیا مگر بادشاہ بنگال سلطان محمود کا وکیل جب اس پاس گیا تو اپنے قول و قرار سے پھر گیا۔ اس سبب سے بادشاہ سے مخالفت کرنی ناگزیر ہوئی میں ولایت بہار اور جونپور پر جن میں بادشاہ کی سپاہ بھی متصرف ہوا اسلیے اب صلح کی راہ مسدود ہے اعظم ہمایوں سروانی نے جو سلطان سکندر کے امراء عظام میں سے تھا عرض کیا کہ مغلوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آپ سلطان بہلول اور سکندر کے امراسے تو صلاح و مشورہ لیجئے نہیں اس سبب سے کہ جو تدبیر انہوں نے کی وہ اُن کی کم طالعی سے راست نہ آئی اور جب مغلوں سے انہوں نے جنگ کی اپنے ہی امرا کی مخالفت سے اُنہوں نے شکست پائی آپ کا نصیبہ یاور ہے اور افغان آپ کے ساتھ تہ دل و جان سے متفق ہیں اور مغلوں کے ساتھ لڑنے میں دلیر ہو گئے ہیں عقلاء زمانہ نے مجھ سے کہا ہے کہ شمشیر زنی میں مغلوں سے افغان کم نہیں ہیں مگر بسبب آپس کی مخالفت کے اُن سے ہزیمت پاتے ہیں ہندوستان سے مغلوں کو ایسے وقت نکالیں گے کہ افغانوں کا سردار ایک شخص ہوگا اور افغانوں کی قوم اُس کے ساتھ متفق ہوگی پس وہ سردار صاحب دولت اُٹھا تو یہی ہے تو اپنے امرا سے اس بات میں صلاح مشورہ پوچھ اور جو کچھ وہ کہویں اس پر عمل کر کہ فتح آپ کی یار ہو۔ جب اعظم ہمایوں سروانی کی یہ باتیں سنیں تو اپنے امرا سے پوچھا

شیر خاں کا اپنے امرا سے صلاح و مشورہ

جنکے نام یہ ہیں قطب خاں۔ ہیبت خاں نیازی۔ جلال خاں بن جلو سور۔ شجاعت خاں و سرمست خاں سروانی اور اور اُمرا تو ان سب نے متفق اللفظ و المعنی عرض کیا کہ جنگ کرنی چاہیے پھر ایسا وقت نہیں ہاتھ آئیگا۔ جب شیر خاں کو تحقیق ہو گیا کہ مغلوں کے ساتھ جنگ کرنے پر افغان سب متفق ہیں اور اُس پر دلیر ہیں تو وہ پہاڑوں سے باہر آیا اور ہمایوں کے لشکر کی طرف چلا۔ ہر منزل میں قلعہ گلی بناتا اور آہستگی کے ساتھ کوچ کرتا۔ جب بادشاہ کو شیر خاں کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ بھی شیر خاں کے لشکر کی جانب مڑا۔ جب شیر خاں کو ہمایوں بادشاہ کے پھرنے کا حال معلوم ہوا تو اُس نے بادشاہ کی خدمت میں یہ عرضداشت بھیجی کہ اگر بادشاہ ملک بنگالہ آیندہ کو عنایت کرے تو بادشاہ کے نام کا سکہ و خطبہ رہے گا اور بندہ بھی حضور کے ملازموں سے ایک پروردہ دولت ہوگا۔ شیر خاں نے آگے کوچ کر کے اپنے خیمے بادشاہی خیموں کے سامنے جھوسا (جوسہ) اور بکسر کے درمیان قریہ شنیتہ میں ڈالے۔ یہ دونوں خیمہ گاہ گنگا کے ایک ہی کنارہ پر تھے اُنکے درمیان گنگا کی دھار پچیس گز چوڑی بہتی تھی اسکے کنارے ایسے ڈھلوان تھے کہ گھاٹ بغیر عبور نہیں ہو سکتا تھا اور اُسکے قعر میں کیچڑ اور دلدل ایسی تھی کہ آدمی اور گھوڑے اسمیں پھنس کر رہ جاتے تھے۔ شیر خاں نے خواص خاں کو بھی جو مہارٹھ بھیجا گیا تھا بلا بھیجا کہ جلد آ۔ جب بادشاہ پاس شیر خاں کا عریضہ پہنچا تو اُس نے ملک بنگال دینا ان شرائط کے ساتھ قبول کیا کہ شیر خاں جو اپنی حد سے تجاوز کر کے بادشاہ کے روبرو پڑا ہے اور اُس کے اور بادشاہ کے درمیان آب حائل ہے تو وہ آداب بادشاہی کا لحاظ کر کے الٹا چلا جائے اور گذر آب کو بالکل چھوڑ دے کہ بادشاہ اس آب سے گزر کرلے اور شیر خاں کے پیچھے دو تین منزل جاوے اور بعد ازاں مراجعت کرے (یہ ایک جھوٹا تعاقب ظاہر میں دکھانے کے لیے تھا) شیر خاں نے ان شرائط کو قبول کر لیا اور دریا کے گزر کو چھوڑ دیا اور اوٹا چلا گیا۔ بادشاہ نے پل بنایا اور اس پر سے مع اہل و عیال اور بعض لشکر کے عبور کیا اور دریا کے دوسری طرف خیمہ زن ہوا۔

شیخ خلیل فرزند قطب شیخ عالم فرید شکر گنج کو بادشاہ نے شیر خاں پاس برسم رسالت بھیجا کہ وہ شیر خاں سے کہے کہ وہ کوچ د کوچ رہتاس چلا جائے اور بیچ میں کہیں توقف نہ کرے اور بادشاہ چند منزل اس کے پیچھے جائے اور پھر مراجعت کرے اور بعد اُس کے بنگالہ کی جاگیر کا حکم حسب عہد

شیرخاں کے وکلا کو سپرد کرکے شیخ خلیل نے شیرخاں پاس آنکر ہمایوں کا پیغام سنایا۔ شیرخاں نے بظاہر حکم بادشاہی کو قبول کیا۔ اور شیخ کی مہمانداری اور تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دوسرے روز شیخ خلیل نے بادشاہی آدمیوں کے روبرو جو اُس کے ساتھ آئے تھے صلح کے باب میں پند و وعظ کا دفتر کھولا ؎

اگر فیل زوری دگر شیر جنگ — بہ نزدیک من صلح بہتر ز جنگ

اثنائے سخن میں شیخ خلیل کی زبان سے نکل گیا کہ اگر تو صلح نہیں کرتا تو اُٹھ کھڑا ہو اور جنگ کر۔ شیرخاں نے کہا کہ یہ حضرت کا قول میرے لیے فال نیک ہے انشاء اللہ تعالیٰ میں لڑونگا۔ بعد ازاں شیخ کو نقد و جنس و بنگال و مالدہ کے اقمشہ بہت سے نذر دیئے اور افغانوں کی خصوصیات اُسکے ساتھ بتائیں غرض شیخ کو احسان کے دام میں پھنسا لیا۔ پھر اُس کو تنہا خلوت میں بلایا اور اُس کے سامنے افغانوں کی خصوصیات جو خاندان فرید شکر گنج کے ساتھ تھیں بیان کیں کہ حضرت اور افغان ہم ولایت ہیں اور اُس کے حسب دلخواہ وعدے کرکے اُس سے کہا میں حضرت سے ہمایوں کے ساتھ صلح و جنگ کے باب میں مشورہ پوچھتا ہوں کہ حکما نے فرمایا ہے اہل حکمت دوراندیش و دوربین خردمندوں سے مشورہ لینا چاہیے۔ حضرت میں تو یہ صفات موجود ہیں میری بہبود کے لیے جو حضور کے ضمیر منیر میں آمد آئے اُس کو بے کم و کاست ارشاد فرمائیں کہ بادشاہ ہمایوں سے صلح بہتر ہے یا جنگ۔ شیخ صاحب نے تامل اور مراقبہ کے بعد شیرخاں سے کہا کہ آپ کے مشورہ طلب کرنے سے مجھے دو مشکلیں پیش آئیں ایک یہ کہ مجھے یہاں بادشاہ نے اپنا ایلچی بنا کے بھیجا ہے مجھے مناسب نہیں ہے کہ سوا اُس کی دولت خواہی کے کوئی اور بات کہوں۔ دوم یہ کہ آپ نے ایک امر مشورہ کے طور پر مجھ سے پوچھا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر دشمن بھی مشاورت کرے تو جو امر واقعی ہو اُس سے کہے۔ افغان میرے آبا و اجداد کے محب اخلاص مند برابر چلے آئے ہیں اگر میں اپنی رائے کے خلاف مشورہ دوں تو حدیث المستشار موتمن کے خلاف ہوتا ہے اس لیے میں امر واقعی کہتا ہوں کہ بادشاہ ہمایوں کے ساتھ صلح سے جنگ بہتر ہے کیونکہ اُسکے لشکر میں کمال بے سامانی ہے کہ نہ گھوڑے ہیں نہ اور مویشی اور اُس کے بھائی اُس سے مخالفت کرتے ہیں بادشاہ اس وقت صلح تجھ سے بضرورت کرتا ہے۔ آخر کار یہ صلح برقرار نہیں رہیگی اس وقت

کو غنیمت جان پھر تجھے ایسا وقت جنگ کے لیے نہیں ہاتھ آئیگا۔ پہلے شیر خان صلح و جنگ کے باب میں متردد و مذبذب تھا اب شیخ خلیل کے کہنے سے کہ صلح نہیں کرنی چاہیے اس نے آشتی کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہوا۔ خواص خاں کو پہلے اس نے بلایا تھا جب وہ آگیا تو اُس نے حکم دیا کہ میرے جاسوس خبر لائے ہیں کہ بھارکھنڈ ابھی دور ہے۔ دوسرے روز پھر تیار ہو کر چند کوس جا کر پیچھے آنا کہ بھارکھنڈ آج بھی نہیں آیا۔ آدھی رات سے کچھ پہلے اُس نے امرا کو بلا کر یہ فرمایا کہ میں نے بادشاہ ہمایوں سے صلح قرار دی تھی جب میں نے اپنی خدمات سابقہ پر جو اس بادشاہ کی کی ہیں خیال کیا تو معلوم ہوا کہ انکا کوئی نیک نتیجہ نہیں ہوا اول میں نے بادشاہ کی خیرخواہی وہ کی تھی جس کے سبب سے سلطان محمود شاہ جونپور کو اور اُس کے لشکر کو ہزیمت ہوئی جب بادشاہ اس سے خاطر جمع ہوئے تو اُس نے مجھسے قلعہ چنار طلب کیا جب میں نے قلعہ نہ دیا تو لشکر اُس کے لینے کے لیے مقرر کیا۔ لشکر قلعہ کو نہ لے سکا تو خود آیا کہ قلعہ کو بزور مجھسے لے لے جب اُس کو خبر ہوئی کہ مرزا محمد زماں قید سے نکلکر ملک میں خلل انداز ہے اور سلطان بہادر بادشاہ گجرات دہلی لینے کے لیے چلا آتا ہے تو اُس کو ضرورت ہوئی کہ اولٹا چلا جائے میں نے قطب خاں اپنے بیٹے کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ (یا پنچسو) اُس کی خدمت میں مہم گجرات میں بھیجا اُس وقت مجھے یہ دست رس تھی کہ اُس کا ملک جونپور وغیرہ کو اپنے تحت و تصرف میں لے لیتا مگر میں نے مخالفت کا اظہار اس وجہ سے نہیں کیا کہ وہ بڑا شہنشاہ ہے میں نے باوجود دست رس ہونے کے کوئی برائی نہیں کی تو وہ مجھے اپنا خاص خدمت گار جانیگا اور میرے آزار کے درپے نہیں ہوگا۔ مگر جب وہ گجرات سے واپس آیا تو میری دولت خواہی پر کچھ خیال نہیں کیا اور لشکر کو تیار کر کے میرے اخراج کے درپے ہوا میرا اقبال یاور تھا۔ جو اُس نے میرا حال کرنا چاہا وہ نہ کر سکا۔ ہرچند میں نے عجز و انکسار و خدمت آوری کا اظہار کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب وہ بنگالہ پر حملہ آور ہوا میں اُس کے احسان سے ناامید ہوا اور اُس کی بدی سے مجھے اندیشہ ہوا۔ اس سبب سے ناچار ہو کر مخالفت کے اظہار کی ضرورت ہوئی میں نے اُس کے تمام امرا کو سنبھل تک نکال دیا اور ملک کو لوٹا اور وہاں کسی مغل کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اب میں اُس سے کس امید پر صلح کروں۔ اس سبب سے کہ اُس کے لشکر میں نزاع ہے اور گھوڑے و مویشی اور سامان موجود نہیں ہے اور اُس کے بھائی اس سے مخالفت

کر رہے ہیں مجھ سے وہ صلح کرتا ہے اور مجھے دھوکا دیتا ہے آخر کار اس صلح پر قائم نہیں رہے گا۔ آگرہ میں جا کر جب بھائیوں کی مخالفت کو دفع کریگا تو سامان لشکر تیار کر کے پھر میرے قلع وقمع میں تقصیر نہیں کریگا پیش از واقعہ تدبیر باید کرد میں نے بارہا آزمایا ہے کہ افغانوں کا لشکر مغلوں کے لشکر سے زیادہ دلیر و مردانہ ہے۔ افغانوں کی باہم مخالفت کے سبب سے مغلوں نے ملک لے لیا ہے۔ اگر عزیزوں کی مصلحت ہو تو میں صلح کو فسخ کروں اور بخت آزمائی کروں افغانوں نے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ کے ساتھ جاں سپاری اور مردانگی میں حتی المقدور تقصیر نہ کرینگے۔ آپ نے جو صلح کے فسخ کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ عین مصلحت ہے شیر خاں نے کہا کہ میں نے صلح کو فسخ کیا اور خدا کے فضل پر تکیہ کر کے بادشاہ سے لڑنے کا ارادہ کیا ؎

زمانہ چو عاجز نوازی کند ۔۔۔ بہ تنداژدہا مور بازی کند

اُس نے امرا کو رخصت کر کے کہا کہ وہ جا کر اپنے لشکر کو مسلح کریں مجھے بہارکھنڈ کا خوف لگ رہا ہے جب پہر رات باقی رہی لشکر تیار ہو کر ڈھائی کوس بہارکھنڈ کی طرف چلا تو شیر خاں کھڑا ہوا۔ اور اُس نے افغانوں کو بلایا اور اُن سے یہ کہا کہ میں جو روز سوار ہوتا تھا تو میری غرض یہ تھی کہ بادشاہ ہمایوں کو غافل کروں کہ وہ یہ جانے کہ میں کسی اور غنیم سے لڑنے جاتا ہوں اور اُس کو یہ شبہ نہ ہو کہ میرا لشکر اُس کی طرف آتا ہے اب تم پھرو اور بادشاہ کی طرف رخ کرو اور افغانوں کی عزت کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور اپنی دلیری اور بہادری دکھانے میں تقصیر نہ کرو آج ہماری قوم کے لیے ہندوستان کی فتح کا دن ہے افغانوں نے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ ہماری طرف سے کچھ وسوسہ دل میں نہ لائیں۔ ہم سب متفق ہو کر خوب لڑینگے۔ غرض افغانوں کے لشکر نے بادشاہ کے لشکر کی طرف بہت جلد کوچ کیا اُس کے نزدیک پہنچے تو شہنشاہ ہمایوں کو خبر ہوئی کہ شیر خاں کا لشکر آن پہنچا اُس نے اپنے لشکر کو مقابلہ کا حکم دیا اور کہا کہ میں ابھی وضو کر کے آتا ہوں۔ بادشاہ جلادت وصولت میں شیر تھا۔ غرور جوانی میں مست تھا۔ اپنے بے نظیر بہادر خدم و حشم کی کثرت پر مغرور تھا۔ افغانوں کے لشکر کی جمعیت کو نظر حقارت سے دیکھتا تھا اور لوازم حرب پر نظر نہیں رکھتا تھا وہ یہ نہیں سمجھتا تھا کہ اُس کا لشکر بے سامان ہے۔ ولایت بنگالہ کی آب و ہوا نے ضعیف و ابتر کر دیا ہے۔ شیر خاں حرب کے حیلہ و مکر و فریب و خداع کی انواع

جانتا تھا و جنگ کے مخارج و مداخل دیکھے ہوئے تھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز سے آگاہ تھا۔ ابھی مغل اپنی لشکرگاہ سے باہر نہ نکلے تھے کہ افغان اُن پہ ٹوٹ پڑے اور طرفۃ العین میں اُن کو شکست دیدی۔ بادشاہ وضو سے فارغ ہوا تھا کہ لشکر شکست کھا کر پراگندہ ہو گیا۔ بادشاہ آگرہ کو بھاگا اہل و عیال کو بھی ہمراہ لینے کی فرصت نصیب نہ ہوئی۔ بیگم مع حرم محترم حضرت ہمایوں کی عورتوں کی فوج کے ساتھ پردہ سے باہر نکلیں کہ شیر شاہ کی آنکھ اُن پہ پڑی۔ وہ گھوڑے سے نیچے اُترا اسپ عورتوں کو تسلی دی اور وضو کیا اور خداوند تعالیٰ کا دوگانہ شکر ادا کیا اور نہایت عجز و زاری کے ساتھ اُس نے یہ کہا کہ الٰہ العالمین بزرگی و قدرت تیرے ہی لیے سزاوار ہے اُس میں نقصان و زوال کو راہ نہیں تو نے مجھ سے کمینہ بندہ کو سرفراز کیا اور ہمایوں جیسے بادشاہ کے لشکر کو پامال کیا اور اُس کے اہل و عیال کو میرا اسیر بنایا۔ پھر اُس نے نقیبوں کو حکم دیا کہ سارے لشکر میں پکار دیں کہ کوئی شخص مغلوں کے زن و فرزند کو اسیر نہ کرے اور سب کو حفاظت کے ساتھ بیگم کے سراپردہ میں پہنچا دے۔ اس کے حکم کی ہیبت یہ تھی کہ کسی افغان کا مقدور نہ تھا کہ اس حکم کے خلاف کام کرتا کہتے ہیں کہ چار ہزار مغلوں کی عورتیں بیگم کے سراپردہ میں جمع ہوئیں ہر عورت کی خوراک اس کے درخور مقرر کی اور چند روز بعد بیگم کو پیر کہن سال حسین خاں تبرک کے ساتھ رہتاس بھیجدیا اور باقی عورتوں کو عزت کے ساتھ سواریوں میں سوار کر کے اور خرچ راہ دیکر آگرہ روانہ کیا (باقی حال ہمایوں کی سلطنت کے ذکر میں پڑھو) یہ واقعہ محرم سنہ ۹۴۶ھ میں واقع ہوا

جب شیر خاں کا کوکب ظفر افق سعادت سے طلوع ہوا تھا تو شیر خاں نے اپنا خطاب حضرت عالی رکھا تھا۔ اُس نے اپنے منشیوں کو حکم دیا کہ خطوط جنمیں اُسکی فتح کا حال ہو لکھ کر چاروں طرف بھیجدو تو مسند عالی عمر خاں نے جس کا خطاب خان اعظم تھا اور سلطان بہلول کے عہد میں سکوتا تار خاں یوسف خیل کی وفات کے بعد لاہور کی جاگیر ملی تھی عرض کیا کہ فتح نامی بطریق فرمان کے لکھے جائیں۔ شیر خاں نے فرمایا کہ چند شخص جو سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے امرا و امیرزادے تھے اُنھوں نے اپنی قوم افغانوں کی شرم و ناموس کے سبب مجھے سرفراز کیا۔ مجھے مناسب نہیں ہے کہ میں اُن کو فرمان لکھوں اور خود تخت پہ بیٹھوں اور اُن کو کھڑا رکھوں۔ ملک کا بادشاہ زندہ ہے اور اکثر ملک اُس کے تصرف میں ہے۔ اس سے مسند عالی عیسیٰ خاں سمجھا کہ شیر خاں تخت نشین

ہونے پر مائل ہو اُس نے عرض کیا کہ سلطان بہلول و سلطان سکندر اور اُن کی اولاد جو اپنی
قوم کی رعایت کے سبب سے تخت پر نہیں بیٹھے تو انھوں نے قانون سلطانی کے خلاف کام کیا
خدا تعالیٰ جس کو سلطنت دیتا ہے وہ اوز سائر الناس سے سرفراز و ممتاز ہوتا ہے اُس کو
چاہیے کہ وہ قانون سلاطین سابق کے اداب بجالائے اور اُس کی تعظیم و تکریم سے کسی آدمی کو
عار نہیں کرنی چاہیے قدیم زمانہ سے یہ امر قرار پایا ہے کہ ملک کسی کی میراث نہیں ہے اور دنیا
میں انسان کے لیے کوئی نعمت سلطنت سے بہتر نہیں ہے آپ کی ذات خجستہ صفات میں آثار
سلطنت موجود ہیں آپ نے بادشاہ وقت کو شکست دیدی۔ اگر خصم زندہ نکل گیا تو کیا غم ہے
آپ جس طرف متوجہ ہونگے فتح و نصرت آپ کا استقبال کرے گی۔ آپ قوم افغانوں
کے امرا کا ملاحظہ نہ فرمائیں کیونکہ سلطان ابراہیم کے زمانہ سے یہ سبب حوادث روزگار
کے جس دیار میں یہ امرا گئے اُن کو بادشاہوں کے تخت کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا
پڑا وہ جس دربار میں جاتے تو اُس کے اہل بازار اُن کو چھیڑتے کہ آپس میں لڑکر اپنے ملک کو
کھویا اب ہمارے ملک میں آئے ہیں۔ اب تیرے قدموں کی برکت سے افغان جو متفرق تھے
وہ مجتمع ہوئے جو مخالف تھے وہ متفق ہوئے۔ تیرے تخت پیچھے کھڑا ہونا اُن کے فخر کا سبب ہے
جو قوم اپنی قوم کا بادشاہ نہیں رکھتے وہ جان نہیں رکھتے ہیں۔ بعد ازاں اعظم خاں سروانی نے عرض
کیا کہ مغل اپنے بادشاہ کی پشت پناہ رکھتے ہیں۔ کشورستانی و ملک گیری کا جامہ انہیں کے بدن پر
سیا گیا ہے انواع و فنون تیر اندازی و نیزہ بازی سے ماہر ہیں تداخل و مخارج جنگ کو و صنوف حیل و
خداع کو جو حرب میں مکر وہ نہیں ہیں جانتے ہیں اور افغانوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور روز
جنگ میں کبھی اُس کو اپنا حریف نہیں سمجھتے ہیں۔ آپ کی حسن تدبیر اور دولت ملک گیری کے
سبب سے مغلوں کی کساد بازاری ہوئی۔ ہر جنگ میں آپ نے مغلوں کو شکست دی اب یہ دم مغلوں
کا منہ نہیں رہا کہ وہ افغانوں پر شمشیر زنی میں لاف زنی کریں۔ اب ساری خلقت کہنے لگی کہ
مغل و افغان حریف ہیں ملک داد الہٰی ہے جس کو چاہے دیدے۔ اگر اس نعمت کے شکر میں تیرے
تخت کو افغان اپنے سر پر اُٹھائیں تو بجا ہے میاں بتی اور امرا افغانوں نے متفق اللفظ یہ کہا کہ
عیسیٰ خاں سروانی اور اعظم ہمایوں سروانی کی برابر کوئی افغانوں کے لشکر میں نہیں ہے

اُنھوں نے جو کچھ کہا وہ عین صواب ہے۔ بادشاہ بننے میں تاخیر مناسب نہیں۔ اس تقریر سے شیرخاں خوش ہوا اور اُس نے کہا کہ اگرچہ اہم بادشاہی امر عظیم ہے اور مشکلوں سے خالی نہیں مگر جب میرے عزیزوں کی رائے میرے بادشاہ بنانے کی ہے تو میں نے قبول کیا۔ منجموں سے ٹھیک ساعت پوچھکر تخت پر جلوس کیا اور اپنا خطاب شیرشاہ رکھا اور سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور شاہ عالم کا لقب اپنے خطاب میں زیادہ کیا عیسٰی سروانی اُس کے خطبہ و سکہ کا سبب ہوا تھا شیرخاں نے اپنی فتح کا فرمان اُس کے ہاتھ سے لکھوایا اور منشیوں کو دیدیا کہ اُس کی نقلیں اطراف ملک میں روانہ کریں۔ تخت نشینی کی خوشی میں سات روز تک شادمانی کے نقارے بجے اور افغانوں کے ہر قبیلہ کی فوج آتی تھی اور افغانوں کی رسم کے موافق رقص کرتی تھی اور مطربوں کو انعام دیتی تھی اور جوانان رقاص کے سر پر بادشاہ کے خدمتگار زعفران و مشک و گلاب وغیرہ ڈالتے تھے۔ اور لذیذ کھانے اور مزے دار شیرینیاں و حلوے کھائے جاتے تھے اور شراب طہور پیتے تھے۔

خود شیرشاہ ہمایوں کے تعاقب میں گیا اور کل ملک پر کالپی اور قنوج تک قبضہ کیا خواص خاں کو بچھر جہار مل سے لڑنے کے لیے بھیجا کہ اُس کو بالکل غارت و تباہ کرے۔ جلال خاں جالوی اور حاجی خاں بٹنی کو بنگال بھیجا کہ وہ جہانگیر قلی کو جس کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ ہمایوں نے بنگالہ میں متعین کیا تھا یہاں سے نکال دے۔ اُس کو اُنھوں نے لڑکر شکست دی اور مار ڈالا ملک بنگال دوبارہ بالکل افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور اکابر ہند کو جو سپاہ ہمایوں کے ساتھ بنگال میں تھے اُن کو رخصت کیا۔ شیخ خلیل کو اپنے پاس رکھا۔ اور اُس کو اپنے مخلصوں و مشورہ کاروں میں داخل کیا۔ مسند عالی عیسٰی خاں سروانی کو گجرات اور منڈو کی طرف بھیجا اور اُس دیار کے حکام کو لکھا کہ میں اس نواح میں اپنے بیٹے کو اس لیے بھیجونگا کہ جب قنوج کی جانب ہمایوں بادشاہ متوجہ ہو تو تم اس بیٹے کے ساتھ ممالک دہلی و آگرہ و منڈو کو تاخت و تاراج کرنا۔ ان دنوں میں ملک مالوہ کے اضلاع میں جدا جدا فرمانروا تھے ایک شخص نامی ملوخاں نے اپنے تئیں ملک منڈو، اُجین سارنگ پور کا بادشاہ بنایا تھا اور اپنا نام قادر شاہ رکھا تھا اور داعیہ سلطنت رکھتا تھا۔ رائسین اور چندیری میں بھیا پورن مل حکومت کرتا تھا وہ راجہ پرتاب سنگھ بن بھوپت کا نائب تھا۔

سیواس میں سکندر خاں حکومت رکھتا تھا۔ پتیم گڑھ اور دھور کا راجہ بھوپال تھا۔ یا بھوپال کا راجہ مینشر تھا۔ حکام منڈو نے شیر شاہ کو جواب میں خطوط لکھے کہ جس وقت آپ کا بیٹا ان حدود میں آئے گا تو ہم اُس کی خدمت گزاری میں تقصیر نہیں کرینگے۔ ملو خاں نے اپنی حماقت سے اپنے رتبہ شاہی دکھانے کے لیے باوجودیکہ اُس کے امرا نے منع کیا اپنے خط کی پیشانی پر مہر لگائی جب شیر شاہ پاس یہ خط آیا تو اُس نے مہر کتر کر اپنی دستار میں رکھ لی جس کے معنی یہ تھے کہ اس گستاخی کے عوض میں اُس کا ایک دن سر کترا جائیگا۔ جب عیسیٰ خاں گجرات میں آیا تو سلطان محمود خرد سال تھا اُس کے وزیر دریا خاں نے لکھا کہ ہمارا بادشاہ خرد سال ہے اور امرا آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور لشکر گجرات بہ سبب بُعد مسافت دہلی کی طرف جانے سے متعذر۔ عیسیٰ خاں اپنی مراجعت کے وقت افغانوں کو جو منڈو گجرات میں تھے ترغیب دیکر اپنے ساتھ لے آیا۔ جب مسند عالی عیسیٰ خاں گجرات سے آیا تو شیر خاں نے پوچھا کہ خانخاناں یوسف خیل کے لیے کیا کرنا مناسب ہے۔ عیسیٰ خاں نے کہا کہ افغانوں کو جو مغلوں سے ضرر پہنچا ہے وہ اسی کے سبب سے پہنچا ہے۔ وہ شہنشاہ بابر کو کابل سے ہندوستان میں لایا۔ ہمایوں بادشاہ کو گجرات سے وہ ان حدود میں لایا۔ اگر ہمایوں بادشاہ خانخاناں کے کہے پر عمل کرتا تو تجھکو وہ غارت کرتا اور یہ حسرت اس کو نہ ہوتی۔ مگر تیرا اقبال یاور تھا کہ بادشاہ نے خانخاناں کی رائے کے موافق کام نہیں کیا اس لیے اُس کو قتل کرنا چاہیے اُس کو منگیر میں قید رکھنا مصلحت نہیں ہے شیر شاہ نے کہا کہ میں نے جس افغان سے اُسکے باب میں پوچھا تو اُس نے یہ کہا کہ یہ ایک بڑا افغان ہے اس کی جان لینی مناسب ہے مگر میری سلے عیسیٰ خاں کے ساتھ متفق ہے۔ خانخاناں روز گرفتاری سے منگیر میں قید تھا اور آدھ سیر خام جو اُس کو روزینہ ملتا تھا وہ قتل کیا گیا۔

خانخاناں یوسف خیل کا قتل

جب بادشاہ ہمایوں نے قنوج کی طرف کوچ کیا تو شیر شاہ نے اپنے بیٹے قطب خاں کو ملک منڈو کی طرف رخصت کیا کہ وہ حکام منڈو کو ہمراہ لیکر آگرہ اور دہلی کی نواح میں خلل انداز ہو اور ملک کو تاراج و ویران کرے۔ جب ہمایوں نے سُنا کہ شیر شاہ نے اپنے بیٹے کو چندیری کی طرف بھیجا ہے کہ وہ ان حدود میں خلل انداز ہو تو اُس نے اپنے دونوں بھائیوں مرزا ہندال و مرزا عسکری کو اور امرا کو اس طرف روانہ کیا جب مالوہ کے حکام نے سُنا کہ ہمایوں کے دو بھائی قطب خاں سے لڑنے

قطب خاں کا لڑائی میں مارا جانا

آتے ہیں تو اُنھوں نے قطب خاں کے ساتھ ہونے سے پہلوتہی کی چندیری سے چچا کی مدد کو قطب خاں گیا اور یہاں مغلوں سے لڑا اور قتل ہوا۔ مرزا ہندال اور مرزا عسکری بلگرام میں بادشاہ پاس آگئے۔ اس مہم کا حال پہلے لکھا گیا۔

ہمایوں اور شیر شاہ کی دوسری لڑائی

جب شیر شاہ نے سنا کہ حکام منڈو نے اُس کے بیٹے کے ساتھ موافقت نہ کی اور اُس کا بیٹا قطب خاں کشتہ ہوا تو غم و غصہ سے بہت غمگین اور پریشان ہوا مگر اُس کی اوضاع میں ظاہرا تغیر نہیں ہوا۔ حکام منڈو سے کینہ اُس کے سینہ میں مخفی بیچ رہا۔ اس فتح سے مغل بڑے مغرور ہو گئے اور ان کے اپنے ملک سے بھی فوج بہت سی آگئی۔ ہمایوں لشکر کو آراستہ کر کے قنوج میں ذیقعدہ ۹۴۶ھ میں مطابق اپریل ۱۵۴۰ء میں آیا۔ شیر شاہ نے بھی دریا گنگ پر اُس کے مقابل اپنا سپاہ کے گرد حصار بنایا۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ خواص خاں نے مہارتھ کو مار ڈالا۔ اس سے افغانوں کے لشکر میں بڑی خوشی ہوئی۔ شیر شاہ نے خواص خاں کو لکھا کہ جلد یہاں آؤ میں اور تیرے دوست منتظر بیٹھے ہیں کہ تو آئے تو ہم غنیم سے لڑائی شروع کریں۔ جب شیر شاہ نے سنا کہ خواص خاں آگیا تو اُس نے بادشاہ ہمایوں پاس ایلچی بھیجا کہ بیٹھے کچھ دنوں سے یہاں مورچے جمائے ہیں اب بادشاہ کو اختیار ہے کہ وہ دریا سے عبور کر کے مجھ سے دریا کے اس طرف لڑے یا مجھ سے کہے کہ میں دریا کے پار جا کر لڑوں۔ ایلچی نے ہمایوں بادشاہ پاس آنکر شیر شاہ کا پیغام پہنچایا تو نہایت حقارت کے ساتھ ہمایوں نے ایلچی کو یہ جواب دیا کہ شیر خاں سے جا کر کہو کہ اگر وہ دریا سے چند کوس پرے ہٹ جائے تو میں دریا عبور کر کے اس سے لڑنے آتا ہوں۔ ایلچی نے شیر شاہ پاس آنکر یہ ہمایوں کا پیغام عرض کیا تو دریا کے کنارے سے شیر شاہ چند کوس پرے ہٹ گیا۔ حمید خاں کاکر نے جو شیر شاہ کے امرا میں سے ایک تھا اُس نے کہا کہ حضور مغلوں کے لشکر پر حملہ پہلے اس سے کریں کہ وہ کل دریا سے عبور کرے۔ شیر شاہ نے جواب دیا کہ اس سے پہلے مجھے دسترس تھی [illegible] جنگ میں مکر و خداع کرتا تھا۔ اب خدا کے لطف و کرم سے میرا لشکر ہمایوں کے لشکر سے [illegible] ہے۔ باوجود اپنی دسترس کے میں شکست [illegible] کا اور جب دوپہر ہو گی [illegible] کر کے بے مکر و خداع کے جنگ کرونگا جو ارادہ الٰہی ہوگا وہ ظہور میں آئے گا۔ جب شیر شاہ کو معلوم ہو گیا کہ بادشاہ کا تمام لشکر دریا سے اُتر آیا تو اُس نے اپنی عادت کے موافق قلعہ خام بادشاہ کی فوج کے سامنے تیار کیا اور اُس کے نزدیک

خیمہ زن ہوا۔
چند روز کے بعد خواص خاں جس دن شیر شاہ کے لشکر میں آیا اُسی روز سوار ہو کر ہمایوں کے لشکر میں آیا۔ اور بہت سے خیمہ اور شتر اور بہت سے بیل لوٹ کر شیر شاہ کے لشکر میں لایا۔ ۱۰ محرم روز عاشورہ ۹۴۷ھ دونوں لشکر جنگ کے لیے آراستہ ہوئے شیر شاہ نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ قلب میں شیر شاہ ہیبت خاں نیازی جس کا لقب اعظم ہمایوں ۹۵۰ھ میں ہوا مسند عالی عیسیٰ خاں شروانی۔ قطب خاں لودھی۔ حاجی خاں جلوی۔ بلند خاں پسر ہیبت سیف خاں سروانی۔ علی خاں سرمست خاں میمنہ میں جلال خاں پسر شیر شاہ جو شیر شاہ کی وفات کے بعد بادشاہ ہوا اور اسلام شاہ اس کا خطاب ہوا۔ تاج خاں۔ سلیماں خاں کررانی جلال خاں جلوی اور اور امرا میسرہ میں عادل خاں پسر شیر شاہ۔ قطب خاں۔ رائے حسین جلوانی اور اور امرا جب شیر شاہ نے اپنی سپاہ کو اس طرح آراستہ کیا تو افغانوں سے کہا کہ میں نے بہت سعی کر کے تم کو جمع کیا ہے اور تمھاری تربیت میں حتی المقدور قصور نہیں کیا۔ آج ہی کے دن کے لیے تمھاری نگاہداشت کی ہے۔ آج ہی کا دن امتحان کا ہے۔ آج ہی کے دن جو میدان حرب میں غالب ہوگا پایہ تخت پر آئیگا۔ ایسی کوشش کرو کہ وقت کارزار میں سب افغان یک دل و یک زبان ہوں افغانوں کی سپاہ میں اتفاق ہو تو کوئی شمشیر زنی میں ان کی برابر نہیں۔ میں اپنے عزیزوں سے یہ التماس کرتا ہوں کہ حسد و خصومت و اختلاف کو چھوڑ دو۔ سلطان ابراہیم کے عہد میں یہ حسد و مخاصمت و اختلاف ایسا غالب تھا جس سے افغان مغلوب ہوئے جس کا مزہ انھوں نے خوب چکھا سپاہ کو فیروزمندی و بلندی اُس کی یکدلی سے پہونچتی ہے۔ اے عزیز تم کو یہ معلوم ہے کہ میں نے عزم جزم کر لیا ہے کہ اس رزم گاہ سے اس وقت زندہ نکلونگا کہ فتح و نصرت ہو ورنہ میرا سر دشمنوں کے گھوڑوں کے سموں میں مسلا جائیگا۔ مرنا سلم ہے بہتر ہے کہ ایسے کام میں [illegible] نیکنامی ہوں۔ اے عزیزو تم ڈرو نہیں۔ رزم گاہ میں اس طرح جاؤ کہ سر کے ساتھ پاسبانی [illegible] سے زیادہ کوئی بدنامی اور بے غیرتمندگی نہیں ہے کہ اُس کا صاحب مارا جائے [illegible] خدمت گار اس کے زندہ رہیں۔ اس جنگ میں ثبات قدم کے لیے تحریص کرتا ہوں کہ ملک ہند کا ہاتھ آنا اور اہل و عیال کا مغلوں کے ہاتھ سے رہائی پانا اسی پر موقوف ہے۔ میں بڈھا ہو گیا ہوں۔

ہزاروں تردّدوں سے افغانوں کو جمع کیا ہے اگر خدانخواستہ اس معرکہ میں یہ لشکر شکست پا کر پراگندہ ہو گیا تو پھر اس کا دوبارہ جمع ہونا محال ہے۔ یہ جو کلیاں درخت سے جھڑ جاتی ہیں پھر وہ شاخسار پہ جمع نہیں ہوتیں۔ یہ سنکر افغانوں نے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ نے ہماری تربیت میں نہایت شفقت کی ہے اب یہ وقت خدمت گزاری اور جاں سپاری کا ہے۔ شیر شاہ نے ان کو رخصت کر کے فرمایا کہ فوج میں اپنی اپنی جگہ پہ جا کر کھڑے ہوں اور وہ خود آیا اور فوج کو مرتب کر کے روانہ کیا۔

ہمایوں کے مقدمۃ الجیش کو خواص خاں کے لشکر نے شکست دی اور [illegible] کے میمنہ نے جس میں جلال خاں افسر تھا شکست پائی لیکن ان چار آدمیوں نے میدان نہیں چھوڑا۔ جلال خاں، میاں ایوب، ... غازی محلی ... جب شیر شاہ نے دیکھا کہ اس کی سپاہ کے میمنہ نے شکست پائی تو اس نے مدد کرنے کا ارادہ کیا کہ قطب خاں لودی نے ... عرض کیا کہ حضور اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں جس سے لوگ نہ جانیں کہ قلب سپاہ کو بھی شکست ہو گئی ... دشمنوں کے درمیان گھس ... جب شیر شاہ کی سپاہ سیدھی ہمایوں بادشاہ کے لشکر کی طرف ... نے اس سپاہ کو شکست دی جسنے پہلے اس کی میمنہ سپاہ کو شکست ... کو قلب سپاہ ہمایوں ... بھی چلی گئی۔ میمنہ سپاہ شیر شاہ شکست یافتہ پھر کر ہمایوں بادشاہ کو ... اور ... افغان نے مردانگی کر کے مغلوں کی فوج کو شکست ... شمشیر آبدار اور سنان جاں گداز نے اس جنگ میں ... رزمگاہ میں پہاڑ کی طرح استوار کھڑا رہا اور داد شجاعت دیتا رہا ... افغان غضب شیر شاہ کی طرف لڑ رہے ہیں تو ادھر الٰہی ... نے عنان کو موڑ کر آگرہ کی طرف گیا۔ اس کی ذات کو کوئی آسیب ... وہ آگرہ میں پہونچ گیا۔ اس لڑائی کا حال ہمایوں کی سلطنت کے ... کر میں بھی دیکھ۔ ہمایوں کی فوج کا بڑا حصہ گنگا میں ڈوب گیا۔ دریا کا پل بارہ کے بوجھ سے شکستہ ہو گیا۔

جب مغلوں کی کارزار سے شیر شاہ کی خاطر جمع ہوئی تو اس نے شجاعت خاں کو جو ملک بہار و رہتاس میں فوجدار تھا لکھا کہ قلعہ گوالیار کا محاصرہ کرنے اور فرمان پہنچانے کو کہہ دیا

[illegible] شجاعت خاں جب تک رہتاس کو نہ چھوڑے اُس سے بدگھنا کہ اُس کا بیٹا محمود خاں اس لڑائی میں مارا گیا۔ مبادا بیٹے کی وفات [illegible] وہاں سے چلنے میں ڈھیل ڈھال کرے۔ شجاعت خاں پاس جوہی شیر شاہ کا فرمان پہنچا وہی اُس نے چلکر قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا۔ قنوج سے شیر شاہ نے برمزید گور کو ایک لشکر کثیر کے ساتھ آگے بھیجا اور کہدیا کہ ہمایوں بادشاہ سے لڑنا نہیں [illegible] ایک سپاہ [illegible] ناصر خاں کو دیکر سنبھل کو روانہ کیا۔ کہ بہت جلد اس ملک کا انتظام کرے وہ خود آگرہ کی طرف چلا۔ تاریخ خان جہاں میں لکھا ہے کہ دو برس کے بعد ہمایوں بادشاہ نے آگرہ میں آکر امیر سید رفیع الدین سے کہا کہ اُس کی سپاہ کو افغانوں نے شکست [illegible] ملک میں نے یہ دیکھا کہ مردان غیب اُس کی سپاہ سے لڑتے تھے اور اُن کے گھوڑوں کی باگیں موڑتے تھے جب وہ سرہند میں آیا تو وہاں ہی داستان اُس نے مجدالدین سرہندی سے کہی۔ جب شیر شاہ آگرہ کے پاس آیا تو ہمایوں بادشاہ آگرہ میں نہیں رہ سکتا تھا وہ لاہور کی جانب متوجہ ہوا۔ برمزید گور آگرہ میں آیا اُس نے اکثر مغلوں کو جو آگرہ میں رہ گئے تھے قتل کیا۔ اس کی یہ حرکت شیر شاہ کو پسند [illegible] اس کو بڑی ملامت کی۔ شیر شاہ خود آگرہ میں آیا اور یہاں چند روز توقف کیا [illegible] افغانوں کی ایک جماعت کثیر [illegible] بادشاہ کے تعاقب میں بھیجا اور حکم دیدیا کہ اُن سے پچاس کوس کے فاصلہ پر [illegible] ہندوستان سے نکالنا ہے جنگ کے منظور نہ تھا جب [illegible] آنکر استغاثہ کیا کہ نصیر خاں نے اُس کے حق میں [illegible] مار رکھے ہیں شیر شاہ نے اُس کی جگہ مسند عالی عیسیٰ خاں کلبور کو [illegible] دگور اُس کے اہل وعیال کی پرورش کے لیے [illegible] سوار وہ اپنے پاس رکھے اور نصیر خاں اُس کی خدمت میں ہے جب سنبھل جانے کے لیے عیسیٰ خاں کو شیر شاہ نے روانہ کیا تو اُس نے یہ کہا کہ دہلی سے لکھنو تک ملک سے اب میری خاطر جمع ہوئی۔ جب عیسیٰ خاں سنبھل میں آیا تو اُس نے دیکھا کہ نصیر خاں نے بیرم بیگ همزاد ہمایوں بادشاہ کو پکڑ رکھا ہے یہ بیرم بیگ (بیرام خاں) وہی ہے جس کو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد میں خانخاناں کا خطاب ملا۔ یہاں

سنبھل میں بیرم بیگ کے آنے کا سبب یہ تھا کہ جب ہمایوں کے لشکر کو قنوج میں شکست ہوئی اور اُس کے لشکر میں تفرقہ پڑا تو بیرم بیگ میاں عبدالوہاب پسر میاں عزیز اللہ خاں رئیس سنبھل کے پاس سنبھل میں آیا۔ میاں عبدالوہاب نصیر خاں کے خوف سے اُس کو سنبھل میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لیے اُس نے لکھنؤ کے راجہ متر سین پاس بیرم بیگ کو بھیجا کہ چند روز اُس کو اپنے پاس رکھے۔ راجہ نے چند روز تک اپنے ملک کے شمالی حصہ میں جس کے اندر جنگل تھا رکھا نصیر خاں کو خبر ہوئی کہ وہ راجہ متر سین پاس ہے۔ اُس نے راجہ کو لکھا کہ وہ بیرم بیگ کو ایک حاضر ہو شیر شاہ کے خوف و دہشت کے سبب سے بیرم بیگ کو اپنے پاس راجہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اُس نے نصیر خاں کے حوالہ کیا۔ نصیر خاں نے اُس کے مارنے کا قصد کیا۔ تو میاں عبدالوہاب جو سکندر لودی کے زمانہ سے مسند عالی عیسیٰ خاں کے آشنا تھے اس پاس گئے اور عرض کیا کہ نصیر خاں ظالم بیرم بیگ کے مارنے کا قصد رکھتا ہے آپ اُس کو اس ظالم کے پھندے سے نکالیے۔ عیسیٰ خاں نے نصیر خاں سے بیرم بیگ کو خلاص کیا اور اپنے گھر میں چند روز رکھا اور راجہ متر سین سے اس امر کی ضمانت لی کہ جب میں شیر شاہ پاس جاؤں تو بیرم بیگ اُس کے ہمراہ جائے۔

جب مسند عالی عیسیٰ خاں ہم سنہ ۹ اجین میں شیر شاہ کی خدمت میں گیا تو بیرم بیگ کو ہمراہ لے گیا اور شہر اجین میں اُس کو شیر شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو شیر شاہ نے اُس سے غصہ سے پوچھا کہ اتنے دنوں کہاں رہا تو عیسیٰ خاں نے عرض کیا وہ شیخ علی کمال کے گھر میں رہا شیر شاہ نے کہا کہ افغان کی [illegible] قرار پایا ہے کہ جو گنہگار کہ شیخ علی کے گھر میں پناہ لے اُس کا قصور معاف کیا جائے میں نے بھی بیرم بیگ کا گناہ بخش دیا عیسیٰ خاں نے عرض کی شیخ علی کی خاطر تو حضور نے بیرم بیگ کا قصور معاف کیا میری خاطر سے اُس کو خلعت و اسپ عنایت ہو اور اُس کو اجازت ہو کہ وہ محمد قاسم خاں کے ساتھ [illegible] رہے جس نے [illegible] گوالیار ابھی حوالہ کیا ہے۔ شیر شاہ نے اُسکے لیے جگہ محمد قاسم کے پاس متعین کر دی جب شیر شاہ نے اجین سے سفر کیا تو دونوں بیرم بیگ اور محمد قاسم گجرات کی طرف بھاگ گئے۔ راہ میں محمد قاسم مارا گیا اور بیرم بیگ گجرات گیا شیخ گدائی گجرات میں تھا اُس نے اور خدمات پسندیدہ کر کے گجرات سے اپنے بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں پہنچا جب ہمایوں کی وفات کے بعد بیرم بیگ [illegible] حال ہوا تو اُس نے شیخ گدائی میاں عبدالوہاب

بیرم خاں کا حال

دراجہ منزمین کے ساتھ ایسے احسان کیے جس سے زیادہ تصور میں بھی نہیں آتے۔ اسوقت عیسٰی خاں بھی چندہ تھا تو تئے برس کی عمر تھی۔ بعض آدمیوں نے اُس سے کہا کہ آپ بھی خانخانان پاس جایئے تو اُس نے کہا کہ میں طمع دنیوی کے لیے مغل کے آگے نہیں جاؤنگا۔ یہی باپ کا طریقہ اُس کے بیٹوں نے بھی اختیار کیا کہ اپنے احسان کا معاوضہ بیرم خاں سے نہیں طلب کیا۔ بیرم خاں سے بھی جب اُسکے دوستوں نے پوچھا کہ عیسٰی خاں نے آپ پر کوئی احسان کیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ اُسنے میری جان بچائی ہے اگر وہ میرے پاس آئے تو اُس کے آنے کو میں اپنا فخر سمجھونگا اگر میں شیر شاہ سے زیادہ نہ دے سکونگا تو سنبھل تو ضرور اُس کو دیدوں گا۔

شیر شاہ نے میوات حاجی خاں کو سُپرد کیا اور آپ لاہور کی طرف چلا۔ سرہند میں آن کر بادشاہ خواص خاں کو یہ ملک حوالہ کیا۔ خواص خاں نے اُس کو اپنے غلام ملک بھگونت کو دیا۔ جب ہمایوں خواص خاں بادشاہ لاہور میں آیا تو بعض مغل ولایت سے تازہ وارد بادشاہ پاس آئے اُنھوں نے افغانوں کی جنگیں نہ دیکھی تھیں۔ اُنھوں نے پادشاہ سے درخواست کی۔ افغانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے بادشاہ ہم کو بھیجے۔ پھر ہم دیکھیں کہ میدان جنگ میں افغان ہمارے حریف کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہمایوں نے اُن کو لڑنے کے لیے بھیجا۔ شیر شاہ نے خواص خاں و بیرمزید گور کو دہلی سے بھیجا۔ سلطان پور میں یہ لشکر دو چار ہوئے اور آپسمیں لڑے۔ مغلوں کو شکست ہوئی اور وہ لاہور میں آئے۔ خواص خاں نے سلطان پور میں توقف کیا۔ شہنشاہ ہمایوں اور مرزا کامراں نے لاہور چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد شیر شاہ لاہور پر قابض ہوا۔ مگر یہاں قیام نہیں کیا۔ لاہور سے تیسری منزل پر تھا کہ اُس نے سُنا کہ کوہستان جود کی راہ سے مرزا کامراں تو کابل گیا اور شہنشاہ ہمایوں دریائے سندھ کے کناروں پر ملتان اور بھکر کی جانب متوجہ ہے۔ شیر شاہ خوشاب میں آیا [illegible] خاں نیت [illegible] خاں۔ حاجی خاں جیب خاں۔ سرمست خاں جلوانی۔ عیسٰی خاں نیازی۔ بیرمزید گور کو اور اپنے لشکر کے بڑے حصہ کو ملتان کی طرف ہمایوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور اُن کو ہدایت کر دی کہ ہمایوں سے لڑنا نہیں بلکہ یہاں کی مملکت سے خارج کر کے اُلٹے چلے آنا۔ جب [illegible] منزل چلے تھے کہ اُنھوں نے سُنا کہ مغلوں کی سپاہ کے دو حصے ہو گئے ہیں۔ افغانوں کو تردد ہوا کہ شیر شاہ پاس تھوڑی سپاہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایلغار کر کے مغل اُس پر حملہ ہوں۔ اسلیے افغانوں نے بھی اپنی سپاہ کے دو حصے

کیے۔ ایک حصہ خواص خاں و عیسیٰ خاں وغیرہ کے ماتحت تھا وہ دریا خوشاب سے عبور کر کے جہلم کے کنارہ کنارہ ملتان کی طرف گیا اور دوسرا حصہ قطب خاں کے ماتحت تھا وہ اُس طرف اس دریا کے کنارہ کنارہ سفر کرتا تھا۔ ہمایوں کے لشکر کی وہ جماعت جو کابل جانیکے لئے جدا ہوئی تھی خواص خاں کے لشکر سے لڑی۔ مگر لڑنے کی سکت اُسمیں نہ تھی۔ علم و نقارہ چھوڑ کر بھاگی۔ خواص خاں اس علم اور نقارہ کو لیکر شیر شاہ کی خدمت میں آیا۔ شیر خاں نے خوشاب میں توقف کیا۔ اسمٰعیل خاں فتح خاں و غازی خاں۔ بلوچ شیر شاہ کی خدمت میں آئے۔ شیر شاہ نے حکم دیا کہ بلوچی اپنے گھوڑوں کو داغ لگائیں تو اسمٰعیل خاں نے کہا کہ اور آدمی اپنے گھوڑوں کے داغ لگاتے ہیں میں اپنے بدن پہ داغ لگواؤں گا۔ شیر شاہ یہ بات سنکر خوش ہوا اور اُن کے گھوڑے کے داغ کو موقوف کیا اور ملک سندھ اُس کو حوالہ کیا۔ ملک روہ کے افغان ہر قوم و قبیلہ کے اُس پاس آنے شروع ہوئے شیخ بایزید جو بڑے متبرک اور ولی تھے وہ بھی شیر شاہ پاس خوشاب میں ملنے آئے۔ بادشاہ نے اُن سے معانقہ کیا اور بڑی تکریم و تعظیم کی۔ ایک لاکھ تنکہ اور ہندوستان و بنگال کے عمدہ امتعہ دیکر روہ کو واپس جانے کی اجازت دی۔ شیخ نے عرض کیا کہ لنگاہ کے خاندان کے عہد حکومت سے میرے بزرگوں کے ملک پہ بلوچوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ شیر شاہ نے حکم دیا کہ اسمٰعیل بلوچ کو گکروں کے ملک میں پرگنہ نندونہ دیا جائے اور بلوچیوں نے جو شیخ بایزید کا ملک دبا لیا ہے وہ اُس کو واپس دیدیا جائے۔ وہ سروانی زمینوں کا اصل مستحق ہے۔ شیخ اسمٰعیل کا مقدور نہ تھا کہ وہ شیر شاہ کے حکم کی تعمیل نہ کرتا اُس نے پرگنہ نندونہ اور گکروں کے دیہات لے لیے اور سروانیوں کی زمین بایزید کو دیدی۔ یہ شیخ بایزید دوبارہ شیر شاہ سے اجین و سارنگ پور کی مہم میں ملنے آیا تھا شیر شاہ نے اُس کو دو ہزار بیگہ زمین پرگنہ ٹھنور میں دی اور ایک لاکھ تنکہ دینے کا وعدہ معمول جو بادشاہ کی ہر ملاقات پہ ٹھیرا تھا وہ دیا۔ تیسری دفعہ شیخ جب مہم کالنجر میں شیر شاہ پاس آیا تو اُس نے وعدہ کیا کہ میں مہم کالنجر سے فارغ ہو کر اُس کو اضلاع سندھ و ملتان اور بلوچیوں کا ملک دیدونگا۔ روہ سے جو لوگ اُس کی قوم و قبیلہ کے آئے اُن کو اُن امید سے زیادہ نقد و جنس دریا دلی کے ساتھ عنایت کیا۔ سارنگ گکھر شیر شاہ کی خدمت نہیں آیا تھا اس لیے اُس نے کوہستان بدمان اور گرجھاک میں لشکر سمیت گشت کیا کہ کسی مناسب مقام پہ قلعہ ایسا بنائے

شیر شاہ کی ملاقات شیخ بایزید سے

قلعہ رہتاس کی تعمیر

کہ وہ گکھڑوں کی سرکوبی کیا کرے۔ اور جب وہ خود یہاں سے چلا جائے تو کابل کی راہ پر سپاہ اُس میں چھوڑ جائے اُس نے کابل و ہندوستان کی حد پر ایک قلعہ بنایا اور اُس کا نام رہتاس رکھا جو اب تک موجود ہی گکھڑوں کے ملک کو تاخت و تاراج کیا اور گکھڑوں کو قید کیا اور سارنگ گکھر کی بیٹی پکڑ کر خواص خاں کے حوالہ کی یہاں یہ ہو ہی رہا تھا کہ بنگال سے خبر آئی کہ خضر خاں حاکم بنگال نے سلطان محمود آخر بادشاہ بنگالی کی بیٹی سے نکاح کیا۔ اور اس ملک کی رسم کے موافق وہ ٹوکی پہ بیٹھا یعنی صدر نشین ہوا اس خبر سے شیر شاہ کو وحشت ہوئی اور وہ خواص خاں و عیسیٰ خاں و امرار کو قلعہ رہتاس میں چھوڑ کر بنگال میں آیا۔ خضر خاں اسکے استقبال کو گیا۔ شیر شاہ نے اُس سے پوچھا کہ میری اجازت بغیر کیوں تو نے سلطان محمود کی بیٹی سے نکاح کیا اور بادشاہان بنگال کی طرح ٹوکی پہ بیٹھا۔ امرا بادشاہی کو چاہیے کہ وہ بادشاہ کی اجازت بغیر کوئی کام نہ کریں۔ یہ کہکر اُس نے حکم دیا کہ اُس کے ہاتوں میں ہتکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں اور فرمایا کہ جو امیر میرے حکم بغیر ایسا کام کریگا وہ سیاست کی بلا میں مبتلا ہوگا۔ پھر بنگال کو اضلاع میں تقسیم کر دیا اور ایسا خوب بندوبست کیا کہ آئندہ کے لیے فساد و شورش کا اندیشہ باقی نہ رہا۔ اور قاضی فضیلت کو جن کا عرف قاضی فضیحت ہوا ملک بنگال کا منتظم مقرر کیا اور خود آگرہ میں آیا۔

جب آگرہ میں شیر شاہ پہنچا تو شجاعت خاں کا خط اس مضمون کا آیا کہ محمد قاسم خاں حاکم گوالیار سے یہ شرائط ٹھہری ہیں کہ قلعہ گوالیار کو افغان لے لیں۔ اور بادشاہی لشکر میں مغلوں کو آنے جانے دیں روک ٹوک نہ کریں۔ بادشاہ جسوقت آئے۔ محمد قاسم اُسکے روبرو پیش کیا جائے اور قلعہ گوالیار جس کو بادشاہ حکم دے حوالہ کیا جائے۔ اسکا جواب شیر شاہ نے لکھا کہ اب میں گوالیار کے رستہ سے منڈو جاتا ہوں اور اس جانے سے مقصد یہ ہی کہ امرا منڈو سے اسکا انتقام لوں کہ اُنھوں نے میرے لخت جگر قطب خاں کے گلے پہ چھری پھروا دی اور آپ خود بیٹھے ہوئے تماشا دیکھا کیے۔ اس وقت یہاں ملک منڈو میں کئی امیر مطلق العنان حکمران بن رہے تھے۔ ایک ملو خاں تھا جو بادشاہ بنا تھا۔ قادر شاہ اپنا خطاب رکھا تھا۔ شادم آبا یعنی قلعہ منڈو۔ اجین۔ سارنگ پور قلعہ رنتھنبور میں اس کا عمل و دخل تھا۔ دوسرا اسکندر خاں تھا۔ ملک سیواس اور ہنڈیا میں حکمرانی کرتا تھا تیسرا راجہ پرتاب پسر بھوپت شاہ تھا۔ وہ خرد سال تھا۔ بھیا پورن مل اس کا نائب تھا۔ اضلاع

چندیری اور رانسے سین میں اوس کی حکومت تھی۔ چوتھا بھوپال تھا وہ بیجا گڈھ اور بہار میں ریاست کرتا تھا جب شیرشاہ گوالیار میں آیا تو ابوالقاسم نے جو ہمایوں کے امراء اعظم میں تھا۔ گوالیار شیرشاہ کے آدمیوں کو حوالہ کیا۔ جب شیرشاہ منزل گاکروں میں آیا تو شجاعت خاں نے رام شاہ راجہ گوالیار کو بھیجکر بھیا پورن مل نائب ریاست رانسے سین کو بلایا اوس نے لکھا کہ میں جب آونگا کہ شجاعت خاں مجھے لینے آئیگا۔ اِس لکھنے سے شجاعت خاں خود رانسے سین پاس گیا اور پورن مل کو بادشاہ کے روبرو لایا بھیا پورن کی روانگی کے وقت اُس کی بیوی رتنا دلی نے جو اپنے شوہر پر عاشق زار تھی شجاعت خاں سے کہا کہ میں کھانا جبتک نہ کھاؤں گی کہ اپنے خاوند کی صورت نہ دیکھوں گی۔ قلعہ کی فصیل پر بیٹھی اوس کی راہ تکوں گی شجاعت خاں نے اوس سے کہا کہ خاطر جمع رکھ تیرا خاوند آج جائیگا کل آئیگا بھیا پورن مل کو شجاعت خاں چھ ہزار سواروں کے ساتھ جن میں سے ہر ایک کی عمر چالیس برس سے کم تھی بادشاہ کے روبرو لایا شیرشاہ نے فوڑا سو گھوڑے اور سو خلعت اوس کو عنایت کئے اور مراجعت کے لئے کہا۔ اپنے بھائی چتربھوج کو بادشاہ کی خدمت کے لئے وہ چھوڑ گیا اور خود واپس گیا۔

جب بادشاہ منزل بمنزل سارنگ پور میں آیا تو ملو خاں کا وکیل یہ پیغام لایا کہ وہ بادشاہ کی خدمت کے لئے چلا آتا ہے شیرشاہ نے شجاعت خاں کو اوس کے استقبال کے لئے بھیجا۔ شیرشاہ اپنے خیموں کے باہر بیٹھا اور دربار عام کیا۔ شجاعت خاں ملو خاں کو بادشاہ کے روبرو لایا۔ شیرشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تیرا خیمہ ڈیرا کہاں ہے اوس نے عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت میں تنہا آیا ہوں۔ میرا خیمہ حضور کا دربار ہے اگر حضور اپنے ... ادب کشی کی خدمت مرحمت فرمائیں تو میں اوس کو اپنی بڑی عزت سمجھوں۔ شجاعت نے بیان کیا کہ ملو دوسو سواروں کے ساتھ آیا ہے شیرشاہ نے حکم دیا کہ ایک سراپردہ مع عمدہ عمدہ سامان کے اوس کے لائق لگایا جاتا ہے جب لشکر نے سارنگ پور سے کوچ کیا تو شیرشاہ نے ملو خاں کو اپنے تمام لشکر کی ترتیب دکھائی جسکو ملو خاں دیکھکر دنگ رہ گیا کبھی اوس نے ایسی فوج دیکھی نہ تھی۔ جسوقت بادشاہ کا چھتر سواروں کو دکھائی دیا تو اپنی تلواریں میان سے نکال کر چھتر کی طرف دوڑے آئے اور گھوڑوں سے اترے اور سواروں کے کل دستوں نے اس طرح سلام کیا کہ وہ لڑائی کے دن کیا کرتے تھے۔ جب اُس نے

دیکھا کہ ہر منزل میں سپاہی ایسی محنت و مشقت کرتے ہیں کہ لشکر کے گرد خندق کھودتے ہیں اور قلعہ بناتے ہیں تو اوس کے ہوش اڑ گئے اوس نے افغانوں سے کہا کہ اللہ اکبر کیسی محنت کرتے ہو لحہ بھر آرام اپنے اوپر حرام جانتے ہو افغانوں نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا بھی یہی محنت کرنے کا دستور ہے اسلئے ہمکو بھی اس محنت مشقت کی عادت ایسی ہو گئی ہے کہ اس سے کلفت اصلا نہیں ہوتی سپاہی کو چاہیئے کہ اوس کا صاحب جس محنت و مشقت و خدمت کو چاہے اوس کے کرنے سے وہ تنگ نہ آئے۔ آرام کرنا عورتوں کا کام ہے۔ نیک مردوں کے واسطے آرام کرنا شرم کا مقام ہے سارنگ پور اور اوجین کے درمیان ایک منزل میں شیر شاہ نے اپنے لڑکپن کی یہ داستان سنائی کہ میں اپنی نو عمری میں سخت جفاکش تھا پندرہ پندرہ کوس پیادہ پا تیر و کمان لیکر شکار کے لئے چلا جاتا تھا۔ ایک دن قزاقوں نے مجھے آگھیرا۔ میں اون کے ساتھ اتفاق سے رہنے لگا۔ بہت دنوں تک اون کے ساتھ غارت گری اور راہ زنی کرتا رہا کشتی میں بیٹھا ہوا ایک دن میں اپنے دوستوں کے ساتھ چلا جاتا تھا کہ مجھکو میرے دشمنوں نے آگھیرا اور لڑائی کے بعد وہ فتحمند ہوئے میں تیر اور کمان کو سر پر رکھ کر دریا میں کود پڑا اور تین کوس تک تیرتا چلا گیا۔ اوس روز سے اوس کام سے توبہ کی۔ واقعات مشتاقی اور تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ یہ ایک نئی بات ہے کہ شیر شاہ کیا تو ہنسی اور مسخرے پن سے اپنے اس مہمان سے یہ باتیں کرتا تھا کہ جس سے انتقام لیئے پر اوس وقت اوس نے قسم کھائی تھی کہ خط پر مہر لگا کر اوس نے بھیجی تھی اور اب اوسکے اقوال اور افعال سے اوس کا سادہ لوح ہونا ظاہر معلوم ہوتا تھا۔ یا مصنف تاریخ نے جس نے یہ کہانی لکھی ہے جو قابل اعتبار نہیں ہے اپنے بھولے پن سے یقین کر لی ہے۔ خاندان تیمور کے مورخوں مثلاً ابو الفضل نے اس کہانی پر حاشیئے چڑھا کر یہ لکھدیا ہے کہ شیر خاں ابتدا عمر میں چوری ڈکیتی راہ زنی اور بہت سے برے کام کیا کرتا تھا۔

جب شیر شاہ اجین آیا تو وہ کالی دہ میں مقیم ہوا تو سکندر خاں میانی حاکم سلواس شیر شاہ کی خدمت میں آیا اور اطاعت اختیار کی۔ شیر شاہ نے ولایت منڈو شجاعت خاں کے حوالہ کی ملو خاں بغیر کسی عہد و پیماں کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور بادشاہ سے پناہ مانگی تھی اور اپنے جرایم سے توبہ و استغفار کی تھی اس لئے اسکو سرکار کالپی شیر شاہ نے عنایت کی۔

لوخاں اپنے اہل و عیال کو قلعہ آچین سے باہر لایا تو اوسکو یہ خیال آیا کہ شیر شاہ کی خدمت کے لیے بہت محنت و مشقت کی ضرورت ہے اوسکی تاب مجھ میں نہیں ہے اسلئے کسی مکر و حیلہ سے اسکے لشکر سے باہر نکلنا چاہیئے۔ واقعات مشتاقی اور تاریخ داؤدی میں یہ لکھا ہے کہ وہ چوکنا اس سبب سے ہوا تھا کہ اوس نے ایک دن دیکھا کہ قلعہ گوالیار میں جو مغلوں کے بڑے بڑے امیروں کی جماعت قید ہوئی تھی وہ لشکر کے گرد خندق کھود رہی ہے اور بیلداروں کی طرح پھاوڑے بجا رہی ہے اور ہر روز اوسکو یہ کام کرنا پڑتا ہے تو اسے خوف ہوا کہ کہیں مجھے بھی یہ بیلداری نہ کرنی پڑے اسلئے اوس نے ہندو غلاموں کی طرح بھاگنے کا ارادہ کیا۔ شیر شاہ اوس کے اس ارادہ کو سمجھ گیا اوسنے شجاعت خاں کو حکم دیا کہ اوسے گرفتار کرلے شجاعت خاں نے لوخاں کی طرف دیکھا وہ زیرک ہوشیار تھا وہ سمجھ گیا کہ اس کے سلئے کیا ہو رہا ہے اوس نے شجاعت خاں سے کہا کہ تم بادشاہ سے عرض کرو کہ میرے بال بچوں کے واسطے سامان بار برداری نہیں ہے کافی کس طرح اونکو روانہ کروں شجاعت خاں نے بادشاہ سے لوخاں کی اس عرض کو گزارش کیا۔ شیر شاہ نے حکم دیا کہ سو اونٹ اور سو خچر اوسکو دیں جب اوسکے خیمہ پر یہ خچر اور اونٹ آئے تو شتربانوں اور خچر والوں کو اتنی شراب پلائی کہ وہ بیہوش ہوگئے تو پھر وہ اپنے خزانے اور اہل و عیال کو لیکر بھاگ گیا جب دن ہوا تو معلوم ہوا کہ لوخاں بھاگ گیا۔ شیر شاہ نے کہا کہ دیکھو لو غلام مکار نے کیا بدی کی ہے شجاعت خاں پر شیر شاہ بہت پرغضب ہوا اور اوسکو حکم دیا کہ لوخاں جہاں ہو اوسکو پکڑ کر میرے پاس لائے۔ میں نے تجھسے نہیں کہا تھا کہ اوسکو گرفتار کرلے۔ مگر تو نے اوسکو نہ پکڑا غفلت کی۔ واقعات مشتاقی اور تاریخ داؤدی میں اوسکے برخلاف لکھا ہے کہ جب شجاعت خاں نے شیر شاہ سے عرض کیا کہ لوخاں کے بھاگنے کا ارادہ ہے تو اوس نے یہ جواب دیا کہ میں تو یہ خدا سے چاہتا ہوں کہ وہ بھاگ جائے اسلئے میں نے اوسکے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں روکی۔ اب وہ جو بھاگنے کو کہتا ہے تو اوس سے کچھ نہ کہو اور کسی بات پر خیال نہ کرو اور اگر وہ تجھکو روپیہ رشوت میں دے تو لے۔ لے اور اوس کو بھاگنے دے۔ اس سبب سے شجاعت خاں نے لوخاں سے سات لاکھ تنکہ رشوت میں لے لیئے اور اوس سے کہہ دیا کہ جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ رات کو وہ بھاگ گیا۔ احمد یادگار نے لکھا ہے کہ شیر شاہ نے شجاعت سے کہا کہ اگر یہ سیاہ رو تجھکو رشوت دے تو لے لے اور اوس کو جانے دے۔ احمد خاں سور اور فتح خاں

نیازی سے جس کی حراست میں وہ تھا ایک ایک ہزار اشرفی اُس سے رشوت میں لی اور اوسکو بھاگنے دیا۔ اس واقعہ کے بیان کرنے میں مورخوں میں اختلاف بہت ہے۔ یہ یقین نہیں آتا کہ شیر شاہ نے رشوت ستانی کی اجازت دی ہو اور پھر ملو خاں کے پیچھے تعاقب میں سپاہ کثیر روانہ کی ہو۔

شجاعت خاں ملو خاں کی تلاش میں گیا اور وہ ناکام رہا۔ وہ سلطان محمود پاس گجرات میں چلا گیا احمد یادگار یہ بیان کرتا ہے کہ ملو خاں نے سارنگ پور اور اور مقامات کو تاخت و تاراج کیا ہیبت خاں نے اوس پر شبخون مارکر اوس کو معہ ساتھیوں کے قتل کیا۔ اِس خدمت کے صلہ میں اوس کو اعظم ہمایوں کا خطاب ملا۔ تاریخ شیر شاہی میں لکھا ہے کہ یہ خطاب ملتان فتح کرنے پر ملا۔

جب شجاعت خاں منڈو کی سرحد سے واپس آیا۔ بادشاہ اِس سے ایسا خفا ہوا کہ کل ملک منڈو جو اوسکو پہلے عنایت ہوا تھا وہ اوس سے چھین لیا۔ اور اوس کے عوض میں سیواس (ستواس) اور ہنڈیا وغیرہ دیدیا جو سکندر میانی کے پاس تھے اور جن کا محصول چار ہزار سواروں کا وظیفہ تھا دریا خاں گجراتی وزیر سلطان محمود بادشاہ گجرات اپنے بادشاہ کو چھوڑ کر شیر شاہ کی خدمت میں آیا تھا اوس کو اُجین دیدیا۔ اور سارنگ پور عالم خاں کو دیدیا وہ بھی سلطان محمود کے امرا میں سے بھاگ کر اوس کے پاس آیا تھا۔ حاجی خاں اور جنید خاں کو اُس ملک کا فوجدار بنایا اور شہر دھار اونکے حوالہ کیا اور خود راہ رنتھنبور سے مراجعت کی جو اس سڑک پر تھا کہ جس پر سکندر میانی حاکم سیواس بھاگا تھا عثمان نے جس کا نام پہلے ابو الفرح تھا اور رنتھنبور میں ملو خاں کی طرف سے حاکم تھا اوس نے آن کر شیر شاہ کی اطاعت اختیار کی یہ قلعہ اوس نے اپنے بیٹے عادل خاں کے حوالہ کیا اور خود آگرہ میں آیا۔

جب شیر شاہ ملک منڈو سے چلا آیا تو سکندر خاں کا بھائی نصیر خاں چھ ہزار سوار اور دو سو ہاتھی لیکر شجاعت خاں پر چڑھنے چلا۔ شجاعت خاں پاس صرف دو ہزار سوار تھے۔ نصیر خاں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ شجاعت خاں کو زندہ گرفتار کریں تاکہ میں اُس کو سکندر خاں کے عوض قید رکھوں۔ جب تک شیر شاہ سکندر خاں کو نہ چھوڑے۔ میں شجاعت خاں کو نہ چھوڑوں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیر خاں کو نہیں معلوم تھا کہ اُس کا بھائی سکندر خاں بھاگ گیا ہے۔ جیسا اوپر مذکور

ہوا یا وہ پھر گرفتار ہو گیا ہوگا) جب شجاعت خاں نے سنا کہ نصیرخاں آتا ہے تو وہ اوس سے لڑنے کے لئے نکلا اور نل گڑھ میں دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ طرفین سے تھوڑی فوجیں بھاگ گئیں۔ تین آدمیوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم صرف شجاعت خاں ہی پر حملہ کریں گے اُن کے نام یہ تھے میاں عمر۔ سید طاہر۔ سوم کوئی کرن ان میں سے ایک نے شجاعت خاں کے خنجر مارا دوسرے نے اوس کو نیزہ لگایا کہ تھنا زخمی ہوا اور آگے کا دانت گر پڑا تیسرے نے شمشیر لگائی اور اوسکے بال پکڑے کہ زندہ گرفتار کرکے نصیرخاں پاس لیجائے۔ شجاعت خاں نے تیسرے آدمی کے ہاتھ تلوار سے اوڑا دیئے اور اپنے تئیں چھڑا لیا۔ بھاڑ خاں کے خاص خیل نے دوسرے سوار کو مار ڈالا اور مبارک خاں شیروانی نے تیسرے سوار کو قتل کیا یوں شجاعت خاں خلاص ہوا اور اُفتادہ علم اوس کا پھر ایستادہ ہوا۔ اور جو فوج بھاگی تھی وہ پھر جمع ہوئی اور اوس نے فتح حاصل کی اور نصیرخاں بھاگ گیا اور اوسکے دو سو ہاتھی شجاعت خاں کو ہاتھ لگے۔ اِس فتح کے بعد وہ ہنڈیا میں آگیا۔ ابھی اِس جنگ سے پیچھا چھوٹا تھا کہ اوس کے پاس یہ خبر آئی کہ ملوخاں چلا آتا ہے اور اوس نے حاجی خاں کو گھیر لیا جس نے قلعہ منڈو میں پناہ لی۔ ہرچند شجاعت خاں کے زخم ہرے تھے مگر وہ حاجی خاں کی مدد کو گیا اور دو سو ہاتھی اپنے ساتھ لے گیا۔ دوسرے روز افغانوں کا لشکر بڑی جوانمردی سے لڑا اور ملوخاں کو شکست دی وہ گجرات بھاگ گیا جب شیرشاہ نے شجاعت خاں کی اِس مردانگی اور شجاعت کا حال سنا تو حاجی خاں حاکم منڈو کو اپنے پاس بُلا لیا اور بارہ ہزار کا منصب اوس کو دیا اور شجاعت کو اُجین۔ سارنگپور۔ مانڈو۔ مندسور جاگیر میں دے ملک سیواس شمس خاں۔ بہار خاں اور سیر خاں نیازی کو جو شجاعت خاں کے عزیز تھے دیا۔ اور اِس طرح شجاعت خاں کل ملک منڈو (مالوہ) کا مالک ہو گیا۔

شیرشاہ آگرہ میں دو برس رہا اور کبھی کبھی دہلی بھی گیا۔ پھر وہ بہار و بنگال کی طرف روانہ ہوا۔ اِس ملک میں سخت بخار اور درد میں مبتلا ہوا اِس حالت مرض میں اوسنے بارہا کہا کہ میں نے بڑی غلطی کی جو اِس طرف آیا۔ خدا تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے جلد شفا دے تو میں چندیری جاؤں اور بھیا پورن مل سے سمجھوں جس نے خاندانی مسلمانوں کو خاص کر سادات بلگرام کو غلام بنایا اور اونکی بہو بیٹیوں کو پاتر بنا کے بازار اور کوچوں میں نچوایا اور میرے بیٹے قطب خاں کا ساتھ نہ دیا اوسکو ایسی

۱۵۴۶ عیسوی

سزا دوں کہ وہ بھی یاد کرے اور پھر کسی ہندو کا حوصلہ نہ پڑے کہ وہ مسلمانوں پر ایسا ظلم و تعدی کرے۔ بہ عنایت الٰہی اوسکو شفا ہوئی اور وہ آگرہ میں آیا اور سنہ ۹۵۰ھ میں منڈو کو روانہ ہوا تاکہ بھیا پورن مل کو ٹھکانے لگائے اور قلعہ رائے سین کو اپنے قبضہ و تصرف میں لائے اوس نے اپنے فرزند ارجمند جلال خاں کو حکم دیا کہ وہ لشکر لیکر آگے جائے جب جلال خاں منزل بھیلسہ میں پہنچا تو شیر شاہ ایلغار کرکے اپنے لشکر سے جا ملا۔ جب قلعہ رائے سین پر پہنچا تو بھیا پورن مل نے چھ سو ہاتھی نذر میں بھیجے مگر خود نہیں آیا شیر شاہ نے قلعہ رائے سین کا محاصرہ کیا۔

اس اثنا میں خواص خاں کی عرضداشت آئی کہ مجھ میں اور ہیبت خاں نیازی میں نااتفاقی ہوئی دونوں میں سے کسی ایک کو حضور اپنے پاس بلالیں تو شیر شاہ نے خواص خاں عیسیٰ خاں نیازی ہیبت خاں کو بلا لیا۔ اور ہیبت خاں کو پنجاب کا حاکم مقرر کر دیا اور فتح جنگ خاں کو اُس کا مددگار مقرر کیا اور اوس نے ہیبت خاں کو حکم دیا کہ ملتان جس پر بلوچوں نے قبضہ کیا ہے نکالدے اور اون کو سزا دے کہ یاد کرے۔ فتح خاں جٹ جو کوٹ کبولہ میں ہے مغلوں کے عہد میں پانی پت تک لوٹ مار کرتا تھا اور تمام ملک جنگل ویران کر دیا تھا۔ اور اب لاہور سے دہلی تک وہ راہزنی کرتا ہے اور لکھی جنگل کے ملک کو ویران کیا ہے اور اوس کی ظلم و تعدی کی فریادیں متواتر ہمارے پاس آتی ہیں اوس کو گرفتار کرے اور اُس فرمان کے آتے ہی ست گڈھ کے حاکم چاکر رند کے وکیل سے ہیبت خاں نے کہا کہ تو جاکر رند کو خبر کردے کہ میں اوس کے ملک میں آتا ہوں وہ اپنا لشکر تیار رکھے میں ماتھیلہ فتح کرنے جاؤنگا صبح کو سویرے ہیبت خاں آپہنچا۔ چاکر رند اوس کے استقبال کو گیا مگر اس سبب سے سراسیمہ تھا کہ نہ لشکر تیار تھا نہ مہمانی کا سامان اوسکے لائق مہیا تھا ہیبت خاں نے اوسکی صورت دیکھتے ہی کہا کہ میں تیرے لشکر کی موجودات دیبالپور میں لونگا۔ یہاں ٹھیرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں فتح خاں بھاگ نجائے۔ وہ ست گڈھ سے دو دن میں پاک پٹن میں شیخ فرید کے مزار پر آیا۔ فتح خاں کو سوا بھاگنے کے کوئی اور چارہ نہ تھا وہ بھاگا ہیبت خاں اوسکے پیچھے گیا فتح خاں جانتا تھا کہ بال بچے میرے ساتھ ہیں ہیبت خاں کے پنجے سے چھوٹنا مشکل ہے کہرور اور فتح پور کے نزدیک ایک قلعہ خام تھا۔ وہاں چلا گیا۔ ہیبت نے جاکر اوس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ فتح خاں چند روز لڑتا رہا۔ مگر آخر کار عاجز ہوا تو شیخ ابراہیم کو جو قطب عالم شیخ فرید کا بیٹا یا بھتیجا تھا اپنا شفیع بناکر

ہیبت خان کے پاس بھیجا ہیبت خان نے اوس سے کہا کہ میں شیرشاہ کا نوکر ہوں جو اوس کا حکم ہوگا
اوس پر عمل کرونگا اور اوس کو قید کردیا۔ رات کو ہندو بلوچ تین سو آدمیوں کے ساتھ اِس قلعہ خام سے
نکلا اور محاصرین سے مردانہ جنگ کرکے باہر نکل گیا۔ جب دن ہوا تو افغانوں نے قلعہ پر قبضہ کیا
جو عورتیں عالی خاندان تھیں اون کو تو بلوچوں ہی نے قتل کرڈالا تھا۔ باقی عورتوں کو افغانوں نے
لونڈی بنایا۔ اور اونہوں نے ہندو بلوچ اور بخشو لنگاہ کو مقید کیا پھر ہیبت خان ملتان میں آیا۔
جس کو بلوچوں نے بالکل ویران کردیا تھا اوس نے اِس شہر کو از سرِ نو آباد کیا اور اوسکے باشندے
جو اِدھر اودھر مارے پڑے پھرتے تھے اون کو جمع کرکے شہر میں آباد کردیا۔ پھر اوس نے شیرشاہ
کو عرضداشتوں میں ملک کی حقیقت حال لکھی اور فتح خاں۔ ہندو بلوچ بخشو لنگاہ کے مقید کرنے کی
اطلاع دی تو شیرشاہ نہایت خوش ہوا اور ہیبت خاں کو مسند عالی اور اعظم ہمایوں کا خطاب
دیا اور سراپردہ سرخ عطا کیا اور اوس نے لکھا کہ ملتان کو دوبارہ آباد کرے اور لنگاہ کی رسم و رواج
کے موافق زمین کا خراج غلہ کی بٹائی سے لے اور جریب کے موافق نہ لے اور فتح خاں اور ہندو بلوچ
کو قتل کرے اور بخشو لنگاہ اور اوسکے بیٹے کو اپنے پاس ہمیشہ رکھے مگر اوس کا ملک اُسی کے پاس رہنے
دے۔ جب اعظم ہمایوں پاس بادشاہ کا یہ فرمان ملتان میں پہنچا تو اوس نے فتح جنگ خاں کو ملتان میں
چھوڑا اور خود لاہور میں آیا اور فتح خاں و ہندو بلوچ کو قتل کیا فتح جنگ خاں نے ملتان کو آباد کیا
اور رعیت کے حق میں ایسے احسان کئے کہ وہ لنگاہ کے وقت سے بھی زیادہ تر آباد ہوگیا۔ اور ملتان
میں ایک شہر آباد کیا جس کا نام شیر گڈھ رکھا معاملات پنجاب کو اِس طرح شیرشاہ نے فیصلہ کیا اور
قلعہ رائے سین کے محاصرہ میں مصروف رہا اوس نے حکم دیا کہ افغانوں کی قوم میں سے کوئی شخص
قلعہ کے نزدیک نجائے میں حسن تدبیر سے اِس قلعہ کو تسخیر کروں گا۔ ایک روز چند افغانوں کے
خانہ زاد بیٹھے تھے اور بھیا پورن مل کے سپاہیوں کی شجاعت کا ذکر کرتے تھے اُن میں سے
اکثر نے کہا کہ زمانہ میں پورن مل کے سپاہیوں کی برابر کوئی بہادر نہیں ہے جو ہر روز قلعہ سے نکلکر
یہ کہتے ہیں کہ شیرشاہ کے لشکر میں کوئی ایسا جوانمرد نہیں ہے کہ ہمارے ساتھ جنگ کرے اور کوئی افغان
اُن کے خوف کے مارے جا نہیں سکتا۔ جب افغانوں نے اپنے خانہ زادوں کی یہ تقریر سنی تو غیرت افغانی
دامن گیر ہوئی سب نے اتفاق کرکے کہا کہ اگر شیرشاہ ہمارا گلا کاٹ ڈالے یا اپنے ملک سے خارج کردے

تو بھی ہم پورن مل سے ایک دن لڑینگے تاکہ اوسکے سپاہیون کی شجاعت و مردانگی کا امتحان ہو جائے دوسرے ... روز قبل از طلوع آفتاب ایک ہزار پانچسو سوار مسلح ہوکر مقام موعود پر آن کر کھڑے ہوئے اور بھیا پورن مل کو کہلا بھوایا کہ آپ کے آدمی ہر روز شیخی مارا کرتے تھے کہ کوئی ہم سے لڑ نہیں سکتا آج ہم شیر شاہ کے حکم سے پندرہ سو سوار آکر لڑنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں تو بھی اپنی سپاہ کو مسلح کرکے قلعہ کے اندر سے باہر نکال تاکہ آپس میں لڑائی ہو اور ہر ایک کی مردانگی کی حقیقت ظاہر ہو بھیا پورن مل کو اپنی سپاہ کی مردانگی و شجاعت پر بہت اعتماد تھا بلکہ یقین تھا کہ افغان اوس کی سپاہ کی برابر شجاع نہیں ہیں۔ اوس نے ان سپاہیوں کو کہ بڑے جنگ آزمودہ تھے قلعہ سے باہر بھیجا اور خود دروازے کے اوپر بیٹھا افغانوں اور راجپوتوں میں آپس میں لڑائی شروع ہوئی پہر دن چڑھے تک کوئی غالب مغلوب نہیں معلوم ہوتا تھا اور ایک دوسرے کو اپنے مقام سے نہیں ہٹا سکتا تھا آخر افغانوں نے زور کیا اور راجپوتوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے وہ بھاگ کر قلعہ کے دروازہ کے پاس گئے یہاں بھی افغان اون کے ہم عنان ایسے دوڑتے آئے کہ رجپوتونکو اونکے مقابلہ کی تاب نہیں ہوئی۔ راجپوت قلعہ کے اندر گئے۔ یہ افغان مظفر و منصور اپنے لشکرگاہ میں آئے اگرچہ افغان اس فتح سے خوش ہوئے مگر وہ شیر شاہ کے حکم کے خلاف لڑے تھے اوس نے اونکو بڑی ملامت کی مگر چند روز بعد اون کو انعام و منصب دیئے اور خوب جاگیریں دیں۔ اور اونسے کہا کہ تم نے تو اپنی مردانگی دکھائی ہے۔ اب میرا کام دیکھو کہ میں اس قلعہ کو کیونکر لیتا ہوں۔ اوس نے حکم دیا کہ لشکر میں جتنا تانبا ہو اوس کی توپیں بناؤ اس حکم کے موافق سپاہیوں کے گھر کی پتیلی دیگچیاں اور بازار کے تانبے کی توپیں ڈھل کر تیار ہوئیں اوس کے حکم سے ایک دفعہ قلعہ پر ان توپوں میں گولے بھر کر اونکی باڑ ماری گئی جس سے قلعہ کی دیواریں شق ہوگئیں اور پورن مل کا دل دہل گیا وہ چھ مہینے کے بعد خود شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اوس سے کہا کہ جن مسلمان عورتوں اور بچوں کو تو نے غلام بنا رکھا ہے اون کو دیدے تو میں تجھکو بنارس کی حکومت دیدونگا اوس نے جواب دیا کہ نہ میرے پاس کسی مسلمان کے اہل و عیال غلام ہیں نہ میں راجہ ہوں۔ البتہ میں راجہ کا وکیل ہوں جو حضور نے فرمایا ہے وہ میں راجا سے جاکر کہتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ شیر شاہ نے اُس کو جانے کی اجازت دی۔ جب وہ قلعہ میں آیا تو اُس نے اپنے تمام جواہر شیر شاہ

پاس بھیجکر عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونے پر دوبارہ جرأت نہیں کرسکتا مگر حضور دو منزل قلعہ سے آگے چلے جائیں تو میں قلعہ کو حضور کے ملازموں کے سپرد کردونگا۔ اور میں کسی اور دیار کو چلا جاؤنگا۔ اب قطب خاں بیت اور حضور کا بیٹا عادل خاں میرے ساتھ قول و قسم کریں کہ مجھے کوئی ضرر مالی اور جانی نہوگا تو میں مع اہل وعیال قلعہ سے اُترآؤں شیرشاہ نے عادل خاں و قطب خاں کو حکم دیا کہ تم جاکر پورن مل کے ساتھ عہد و پیمان کرلو قطب خاں بیت قلعہ میں گیا اور پورن مل سے عہد و پیمان قسم کے ساتھ۔ بھیا پورن مل مع اہل وعیال قلعہ رائے سین سے نیچے آیا۔ قطب خاں نے شیرشاہ سے عرض کی کہ پورن مل کے واسطے حضور کوئی منزل مقرر کردیں کہ وہ وہاں اُترے۔ شیرشاہ نے اپنے لشکرگاہ میں ایک مقام مقرر کردیا قطب خاں نے پورن مل کو وہاں اپنے ساتھ لے جاکر اتروا دیا۔

چند روز بعد چندیری کے معزز خاندان کی عورتوں نے شرم کا برقعہ پھاڑکر سرراہ شیرشاہ کو پکڑا اور کہنے لگیں کہ شیرشاہ شیرشاہ تو نہیں جانتا کہ اس کافر بدکیش و بداندیش نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اُس نے ہمارے خاوندوں کا گلا کاٹا۔ ہم کو لونڈی بنایا۔ ہماری کنواری لڑکیوں کو قید کرکے پاتر بناکے گلی گلی کوچہ کوچہ نچوایا۔ تمام مال اسباب چھین لیا۔ ہم رات دن اسی دعا میں رہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کوئی حاکم دیندار پیدا کرے کہ اس ظلم و تعدی کی جو ہم پر ہوا ہے اُس کی مکافات کرے۔ ہماری دعا قبول ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے تجھ جیسے دیندار کو پادشاہ بنایا اگر تو آج ہمارا انصاف نہیں کریگا کل خدا کو کیا منہ دکھائیگا۔ قیامت کا دن ہوگا ہمارا ہاتھ اور تیرا دامن ہوگا۔ شیرشاہ ان مصیبتوں اور آفتوں کو سنکر رونے لگا اور کہنے لگا کہ میں دیندار ہوں اس لیے لاچار ہوں دشمنوں سے پہلے عہد و پیمان کرچکا ہوں اُس کو توڑ نہیں سکتا۔ اسپر عورتوں نے کہا کہ تو اپنے مذہب کے علماء سے پوچھ کہ ایسے عہد پیمان کا قائم رکھنا درست ہے یا اُس کا توڑنا شرعاً واجب ہے لشکر میں سید رفیع الدین اور اور علماء جو موجود تھے بلائے گئے اور اُن سے فتوی لیا گیا۔ مولویوں نے پورن مل کے قتل کا فتوی دیا۔ چپ چپاتے شیرشاہ نے لشکر بھیجا اور پورن مل کے خیمے پر بے خبر جا پڑا۔ اگرچہ وہ عہد و پیمان کے بھروسہ پر بے خبر تھا مگر جب اُسکو معلوم ہوا کہ میرے خیمہ کو لشکر گھیر رہا ہے تو وہ اپنی پیاری بیوی رتناولی کے خیمے میں گیا اُس نے

سنسکرت میں اشلوک خوش آوازی سے گائے اُس نے اُس کا سر کاٹا اُس کے بال پکڑ سر کو ہاتھ میں لٹکایا اور اور رجپوتوں کو دکھایا کہ تم بھی یہی کرو۔ ہندو اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر رہے تھے اور مسلمان ہندوؤں کو مار رہے تھے۔ پورن مل اور اُسکے ہمراہیوں نے ایسی بہادری دکھائی جیسے کہ سورما دکھاتے ہیں مگر طرفۃ العین میں سب مارے گئے۔ جو عورتیں بچے قتل سے بچے گرفتار ہوئے۔ یہ زندہ گرفتار ایک پورن مل کی بیٹی اور اُس کے بڑے بھائی کے تین بیٹے تھے۔ لڑکی بازی گروں کے حوالہ کی گئی کہ بازاروں میں اُس سے بازی کرائیں۔ اور لڑکے خوجے بنائے گئے کہ آیندہ اُنکی نسل نہ بڑھے۔ شیر شاہ نے منشی شہباز خاں اچ خیل سروانی کو قلعہ عنایت کیا اور خود آگرہ میں آنکر برسات کاٹی۔ احمد یادگار لکھتا ہے کہ پہلے اس سے کہ شیر شاہ آگرہ میں آئے بزادہ کے شیخ زادوں نے اس سے شکایت کی کہ باسدیو رجپوت اُن کی لڑکیوں اور بیویوں کو لے گیا ہے داؤد میانی اُس کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا۔ اُس نے ان سب قیدیوں کو چھڑا لیا اور بہت غنیمت دشمنوں کو ہزیمت دیکر حاصل کی۔ راج کنور رجپوت کو بھی اسی طرح کی ہزیمت دی۔ آگرہ میں شیر شاہ نے شکار کھیلنے میں برسات بسر کی۔ ایک دن امرار نامدار اور ارکان دولت سے پوچھا کہ اب ملک ہند سے تو خاطر جمع ہوئی وہ سارا اپنے قبضے میں ہے۔ اس دیار میں کوئی خار دل آزار نہیں۔ حکما نے لکھا ہے کہ بادشاہان کامگار و ذی اقتدار کو چاہیے کہ وہ اپنی علو ہمت کی نظر میں سات اقلیموں کو حقیر و مختصر اور وہ اپنے ہمائے ہمت کو بلند پرواز رکھیں اور بہائم کی طرح قناعت کر کے سر افگندہ نہ ہوں اور اقامت بغیر مصلحت ملک نہ کریں اور کسالت نہ اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ نے جو غیرت کو پیدا کیا ہے محنت و مشقت کو اُس کا رفیق بنایا ہے اس لیے بادشاہ کو چاہیے کہ وہ محنت ریاضت سے نہ ڈرے۔ رعیت کی راحت کے لیے اپنی آسایش کو دور رکھے۔ ایک اقلیم ہاتھ آجائے تو دوسری اقلیم کی تسخیر کی ہمت کرے۔ امرا اور ارکان دولت نے عرض کیا کہ شاہ عالم کا فرمانا عین صواب ہے کہ ملک گیری کی دولت بے تحمل شدائد سفر و جرات و شجاعت کے میسر نہیں ہوتی مناسب دولت ہے کہ ملک دکن کو فتح کیجیے وہاں کے نمک حرام غلاموں نے اپنے آقاؤں سے ملک لیا ہے اور شیعوں کا مذہب اختیار کیا ہے اصحاب پر تبرا کرتے ہیں اور بہت سی بدعتیں پھیلا رکھی ہیں۔ صاحب دولت و اقبال پر واجب ہے کہ وہ ان بدعتوں کو دکن سے خارج کرے۔ شیر خاں نے کہا کہ

سلطان ابراہیم کے عہد سے ہندوستان میں ہندو زمینداروں کا بڑا زور ہوگیا ہی۔ مسجدوں کو ڈھا ڈھا کر اُنھوں نے مندر بنائے ہیں۔ ملک کفار سے بھرا ہوا ہی دہلی و مالوہ کے ملک میں ان کا اقتدار ہی اول اس زمین کو کفار سے پاک کرنا چاہیے پھر کسی اور ملک پر توجہ کرنی چاہیے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ جو ملک ہاتھ آئے اول اُس کو خوب ضبط کرے کہ کوئی خار دامنگیر اس میں نہ چھوڑے یہ عقلمند کا کام نہیں ہی کہ اپنے ملک کو تو دشمن سے خالی نہ کرے اور دوسرے ملک پر توجہ کرے ؎

چو داریم در کشور خود عدو بدیگر دیار از چہ داریم رو

بالفعل یہ بہتر معلوم ہوتا ہی کہ مالدیو راجہ مارواڑ سے کارزار کیجیے۔ وہ بڑا راجہ ہی۔ اُس نے اپنے صاحب کو قتل کرکے ملک ناگور اور اجمیر کو تعدی او ظلم سے لے لیا ہی۔ امراء نے عرض کیا کہ یہ امر مناسب معقول ہی۔ جب یہ صلاح قرار پاگئی تو سنہ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳-۴۴ء میں شیر شاہ نے حکم دیا کہ اُسکا لشکر ناگور، اجمیر جودھپور کی طرف کوچ کرے۔ کوئی مورخ لکھتا ہی کہ اُس کا لشکر اسی ہزار تھا کوئی اُسکو بے شمار بتاتا ہی۔ جب یہ لشکر آگرہ سے سفر کرکے فتحپور سیکری میں پہنچا تو شیر شاہ نے حکم دیا کہ سارا لشکر سوار ہوکر ایسا مرتب مسلح چلے جیسے جنگ کے واسطے چلتا ہی۔ ہر منزل میں قلعہ و خندق بنائی جائے اثنا رراہ میں ایک منزل ریگستان میں ہوئی وہاں ہر چند سعی کی ریت سے قلعہ نہ بن سکا تو بادشاہ کے پوتے محمود خاں پسر عادل خاں نے یہ تجویز ایجاد کی کہ تھیلیوں میں ریت بھر کر قلعہ بنایا جائے شیر خاں نے اس حسن تدبیر پر پوتے کو شاباش دی۔ جب وہ غنیم کے نزدیک آیا تو یہ حکمت چلا کہ ہندی خط میں خطوط مالدیو کے امرا کیطرف سے اس مضمون کے لکھوائے کہ ہم اس راجہ کے قہر و ستم کے خوف سے سرتابی کرکے بہ سہولت اُسکا نقش نکالینگے اور جنگ کے وقت اُس کو گرفتار کرکے تیرے پاس لائینگے۔ حضرت بادشاہ کچھ فکر و اندیشہ نہ کرے۔ ان خطوط کو ایک خریطہ میں بند کرکے ایک اپنے آدمی کو دیا کہ مالدیو کے خیمہ کے نزدیک جا کھڑا ہو اور جب وہ سوار ہو تو اس خریطہ کو اسکی راہ میں ڈالکر چھپ جائے۔ اس آدمی نے ہدایت کے موافق کام کیا جب وکیل مالدیو نے راہ میں خریطہ پڑا ہوا دیکھا تو اسے اُٹھایا اور ان خطوں کو مالدیو پاس لے گیا۔ اس راجہ کو یہ ملک وراثت میں تو ملا نہ تھا بلکہ اور راجاؤں کو تہ و بالا و مغلوب کرکے اپنا راج بنایا تھا وہ پہلے ہی سے زمینداروں اور امراء سے اندیشہ مند تھا۔ ان خطوں نے اس اندیشہ کو بڑھایا اور واپس جانے کا ارادہ کیا پھر چند راجپوتوں نے سمجھایا کہ آپ کیا کرتے ہیں مگر اُس نے کچھ نہ سُنا۔ جب ان راجپوتوں کو ان خطوں

کے مضامین پر علم ہوا تو اُن کو اس بیوفائی کی تہمت بیجا کا بڑا قلق ہوا۔ اُنھوں نے راجہ سے کہا کہ اب ہم اس تہمت کے مٹانے کے واسطے اپنی ہمت دکھاتے ہیں حیف ہو کہ ہم رجپوتوں پر بیوفائی کا نام آئے۔ غرض یہ کہ چند سرداروں میں جن میں جے چند ل اور گوہا بڑے سورما تھے دس بارہ ہزار سوار لیکر شیر شاہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور وہ ہنگامہ کارزار گرم کیا کہ قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ شیر شاہ بیٹھا ہوا قران یا مستعاب عشر پڑھ رہا تھا ایک سپاہی اُس کو بُرا بھلا کہتا ہوا آیا کہ تو یہاں پڑھ رہا ہے وہاں لشکر کو شکست ہوتی ہے مگر اُس نے سپاہی کو جواب کچھ نہ دیا۔ اشارہ سے گھوڑا منگایا اور جب گھوڑا آیا تو وہ سوار ہوا کہ فتح کی خبر آئی کہ خواص خاں نے جے چند ل اور گوہا کو مع اُن کی سپاہ کے مار ڈالا۔ جب شیر شاہ کو ان راجپوت سرداروں کی جوانمردی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے لطیفہ کہا کہ ایک باجرہ پر سلطنت دہلی ہاتھ سے چلی تھی۔ اس لطیفہ میں لطف یہ تھا کہ مارواڑ کا ملک ریگستانی ہو اس میں سوا باجرہ کے اور پیداوار اچھا نہیں ہوتا۔ خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی اور بعض اور امراء کو ملک ناگور میں متعین کیا اور خود مراجعت کی۔ خواص خاں نے قلعہ جودھپور کے قریب ایک شہر آباد کیا اور اپنے نام پر خواص پورہ اُس کا نام رکھا اور کل ملک ناگور اجمیر قلعہ جودھپور اور مارواڑ کے اضلاع کو اپنے قبضہ و تصرف میں لایا۔ مالدیو کو جب ان خطوں کا اصل حال معلوم ہوا کہ وہ جعلی تھے تو اُس کے دل پر بڑا صدمہ ہوا اور گجرات کی سرحد پر قلعہ سوانہ میں وہ بھاگ گیا۔

شیر شاہ کے امراء نے عرض کیا کہ برسات کا موسم سر پر آگیا کہیں توقف کرنا چاہیے اس سے شیر خاں نے کہا کہیں برسات وہاں بسر کرونگا جہاں اپنا کام بھی کر سکوں اُس نے چتوڑ کے قلعہ کی طرف کوچ کیا جب قلعہ سے پاس وہ بارہ کوس پر پہنچا تو راجہ چتوڑ نے قلعہ کی کنجیاں بھجوا دیں جب شیر شاہ چتوڑ میں آیا اُس نے یہاں خواص خاں کے چھوٹے بھائی میاں احمد سروانی و حسین خاں غازی کو قلعہ چتوڑ میں متعین کیا اور خود کچھواڑہ کی طرف چلا۔ شیر شاہ کے بڑے بیٹے عادل خاں نے رنتھنبور جانے کی رخصت باپ سے مانگی۔ باپ نے رخصت دی اور کہا کہ میں تیری خاطر سے تجھے رخصت دیتا ہوں وہاں زیادہ دنوں نہ ٹھیرنا چلے آنا۔

جب شیر شاہ کچھواڑہ میں آیا تو شجاعت خاں ہنڈیا کی طرف گیا۔ بعض شجاعت خاں

کے دشمنوں نے بادشاہ کے کانوں تک یہ بات پہنچائی کہ شجاعت خاں جتنے لشکر کی تنخواہ پاتا ہے اتنا لشکر اپنے پاس وہ نہیں رکھتا ہے اس لیے وہ بادشاہ کی خدمت میں نہ آیا۔ اور ہنڈیہ میں چلا گیا مگر شجاعت خاں کا حساب پاک تھا محاسبہ سے کیا پاک تھا۔ غمازوں کا منہ کالا ہوا وہ سرخرو رہا۔ شجاعت خاں کو شیر شاہ نے رخصت کیا اور حکم دیا کہ جس وقت کالنجر کی فتح کی خبر تجھے ہو تو فوراً دکھن پر سپاہ تیار کر کے چڑھائی کرنا۔

بادشاہ نے کچھواڑہ سے کالنجر کی فتح کی طرف کوچ کیا۔ جب منزل شہبندی میں وہ پہنچا تو اُس کو خبر پہونچی کہ عالم خاں نے دوآبہ میں میرٹھ کے ضلع میں ایک شور برپا کر رکھا ہے اُس کے علاج کے واسطے وہ شہبندی سے دو منزل پیچھے تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ خواص خاں کے غلام بھوپت نے سرہند کی سرحد پر عالم خاں کو عالم جاودانی میں پہونچا دیا اور سارا فساد مٹا دیا۔

کالنجر کے راجہ سے لڑنے کا سبب یہ تھا کہ بیر سنگھ دیو بندیلہ کو شیر شاہ نے دربار میں بلایا تھا وہ دربار میں نہ آیا اور کالنجر کے راجہ کرت سنگھ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے راجہ کو لکھا کہ اس باغی کو ہمارے پاس بھیجدو۔ راجہ نے اُسکے بھیجنے سے انکار کیا جب شیر شاہ کالنجر کے قریب آیا تو یہاں کا راجہ اُس کے استقبال کو نہ آیا اس لیے شیر شاہ نے حکم دیا کہ قلعہ کا محاصرہ کیا جائے اُس کے گرد ایسے اونچے اونچے مورچے بنائے کہ قلعہ کے اندر آدمی گھروں میں پھرتے نظر آتے تھے جن کو افغان پتھروں سے مارتے تھے۔ قلعہ کی تسخیر میں تاخیر اس سبب سے کیجاتی تھی کہ اس راجہ کے ہاں ایک پاتر تھی جس کا جمال بے مثال تھا اور گانے میں اس کو کمال تھا۔ اس کا بادشاہ کو اس قدر خیال تھا کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر میں قلعہ کو حملہ کر کے لونگا تو راجہ جوہر (جیو ہر) کر کے اُس کو جلا دیگا۔ روز جمعہ تاریخ آٹھویں ربیع الاول $\frac{952}{1545}$ سنہ کو دس گیارہ بجے تھے کہ بادشاہ نے کھانا منگایا۔ اُس کی عادت تھی کہ وہ علماء اور مشایخ کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا۔ اسوقت میں شیخ خلیل و شیخ نظام اولیا طعام میں موجود تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ جہاد کی برابر کوئی عبادت نہیں اگر مارے گئے تو شہید ہوئے اور فتح پائی تو غازی ہوئے جب شیر خاں کھانے سے فارغ ہوا تو دریا خانی شروانی کو حکم فرمایا کہ حقہ ہار پر از آتش کو لائیں اور خود ایک مورچے کے اوپر گیا اور وہاں بہت

سے تیر چلائے اور بار بار کہا کہ دریا خاں نے بہت دیر لگائی کہ اتنے میں لوگوں نے عرض کیا کہ دریا خاں آتشیں حقے لے آیا تو شیر خاں مورچے سے نیچے اُتر آیا اور جہاں حقے دھرے تھے وہاں آنکر کھڑا ہوا۔ لوگوں نے حقے مارنے شروع کیے قلعہ کی دیوار پر ایک حقہ لگ کر اور اُس کے حصہ کو توڑ کر اُلٹا وہاں سے آیا کہ اور حقوں میں جو برابر رکھے ہوئے تھے آنکر پڑا اور سب میں آگ لگ گئی اور وہ اُڑنے شروع ہوئے۔ بہت سے آدمی زخمی ہو کر بھاگے اور شیر شاہ بھی نیم سوختہ باہر آیا۔ ایک بانو خردسال جو حقوں کے پاس کھڑی تھی وہ جلکر مر گئی شیر شاہ محل میں جلکر آیا۔ آفرین ہے اس بادشاہ کے دل گردہ پر کہ گو اس صدمہ سے لبوں پر دم تھا مگر اہتمام جنگ میں وہی عزم تھا۔ اس مردہ حالت میں بھی اُس نے امراء کو بلا کر کہا کہ قلعہ فتح کرو۔ اُس کے حکم سے ظہر کے وقت چاروں طرف سے قلعہ پر حملہ ہوا اور مغرب کے وقت اس کی فتح کا مژدہ شیر شاہ کے کان تک پہونچا تو اُس کے چہرہ پر بشاشت کے آثار نمودار ہوئے۔ راجہ کیرت سنگھ شہر کے آدمیوں کے ساتھ ایک مکان میں گھر رہا اور قطب خاں رات بھر نگہبانی کرتا رہا کہ کہیں وہ زندہ نہ نکل جائے۔ شیر شاہ نے اپنے بیٹوں سے کہا کچھ ضرور نہیں ہے کہ میرے امیروں میں سے کوئی اس مکان کی حفاظت کرے اس لیے یہ راجہ گھر سے نکل کر زندہ بھاگ گیا۔ مگر دوسرے روز صبح کو راجہ کو زندہ پکڑ لیا۔

دسویں ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق ۱۵۴۵ء کو شیر شاہ نے اس سرائے غرور سے جا کر بادار سرور میں آرام کیا اور نشیمن خاک سے عالم افلاک میں خرام کیا۔ "از آتش مرد" اُس کی وفات کی تاریخ ہوئی۔ پندرہ سال امارت کی۔ پانچ سال سلطنت۔ سہسرام میں دفن ہوا۔ ایک تالاب کے اندر اس کا مقبرہ بنا جو اب تک عمدہ عمارات میں شمار ہوتا ہے۔

باوجودیکہ لڑائیوں میں بہت سا وقت شیر شاہ کا صرف ہوا مگر اس حال میں بھی وہ انتظام ملکی میں اور عمدہ عمدہ رفاہ عام کے کاموں میں سرگرم رہا۔ ابو الفضل نے ناحق اُس کے ذمے یہ الزام لگایا ہے کہ سلطان علاء الدین کے قوانین جو تاریخ فیروز شاہی میں بالتفصیل مندرج ہیں اُس نے اُڑائے اور چرائے اور اُن کو اپنا ایجاد بنا بنا کے خلق کو دکھلایا۔ بلکہ اُس کے بالعکس ابو الفضل نے بہت سے قوانین شیر شاہ کا لباس بدل کر آئین اکبری بنایا۔ ۶

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد * سچ یہ ہو کہ شیر شاہ کو خدا داد استعداد قوانین کے ایجاد کی تھی وہ بہت سے قوانین کا خود موجد تھا مسلمان بادشاہوں میں کوئی انتظام ملکی کی لیاقت اُس کی برابر نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے پانچ سال سلطنت کی اور برٹش گورنمنٹ انڈیا میں گورنر جنرلوں اور والسرایوں کا بھی عہد حکومت پانچ سال ہوتا ہی تمام برٹش انڈیا کی تاریخ کے صفحوں کو پڑھو ڈالیے تو معلوم ہوتا ہی کہ کوئی گورنر جنرل بھی ایسا ہندوستان میں نہیں آیا کہ جس نے اپنے عہد حکومت میں شیر شاہ کے ایام سلطنت کی برابر انتظام ملکی میں اتنے قوانین ایجاد کیے ہوں اور اتنے ملک فتح کیے ہوں اور اتنے کام رفاہ عام کے کیے ہوں۔ خاندان تیموریہ کے خوشامدی مورخ شیر شاہ کو غاصب سلطنت بتلاتے ہیں مگر اُس کو غاصب سلطنت سمجھنا بڑی غلطی ہی۔ سچ یہ ہی کہ وہ مستحق سلطنت تھا۔ وہ خاص ہندوستان میں پیدا ہوا۔ وہ افغان تھا افغانوں کی سلطنت ہندوستان میں چلی آتی تھی۔ صرف چودہ برس سے اُس خاندان کی سلطنت تھی جو افغانوں سے بیگانہ تھا۔ اُس نے اُس کو خارج کر دیا تھا۔ اس لیے ہمایوں کی نسبت وہ سلطنت کا استحقاق زیادہ رکھتا تھا۔ اب ہم شیر شاہ کی سلطنت کے خاتمہ میں اُس کی بعض باتیں وہ لکھتے ہیں جو وہ اپنے بیٹوں اور امیروں اور ارکان دولت کو نصیحت کرتا تھا اور عزیزوں سے جن پر وہ عمل کرتا تھا۔ اور خود اُن میں شب و روز مصروف رہتا تھا۔

جب زمانہ نے زمام اختیار شیر شاہ کے ہاتھ میں دی اور مملکت ہند اُس کے کف اقتدار میں آئی تو اُس نے ظلم کے رفع کرنے کے لیے اور فسق و فجور کے دفع کرنے کے واسطے اور معموری مملکت اور امن راہ اور آسودگی سوداگر اور سپاہ کے لیے بعض قانون اپنی رائے سے ایجاد کرکے اور بعض کتب حکما سے استخراج کرکے وضع کیے اور اُن پر عمل و تجربہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ اصناف مذکور کی رفاہیت کا سبب ہوے شیر شاہ اکثر فرماتا تھا کہ بادشاہ کو لازم ہی کہ وہ خدا کی عبادت کیا کرے تاکہ اُس کی رعیت کو بھی عبادت کی طرف میل ہو۔ رعیت سے جو طاعت ہوتی ہی اُس میں بادشاہوں کی شرکت ہوتی ہی۔ فسق و فجور مانع فلاح خلق ہوتا ہی۔ بادشاہوں پر اس عطیہ کا شکر واجب ہی کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کے حکم کا تابع بناتا ہی اُن کو خود نہیں چاہیے کہ وہ برخلاف امر و نہی الٰہی کے کام کریں جو بادشاہ خدا کی خدمت میں کمر نہیں باندھتا خلق

اُس کی خدمت کے لیے کمر نہیں باندھی۔

امور ملکی میں خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے یعنی کلیات و جزئیات میں اور انتظام و مہمات سلطنت میں وہ بذات خود مصروف رہتا۔ دنیا کے کاموں کو بھی وہ عبادت کی طرح کرتا تھا۔ ہر کام کے واسطے روز و شب کو منقسم کر رکھا تھا۔ اُس نے آدمی مقرر کر رکھے تھے کہ جب رات کا آخر تہائی حصّہ باقی رہے تو اُس کو جگا دیں وہ اُٹھکر اس وقت ہر رات کو نہاتا پھر تہجد کی نماز اور وظیفہ چار طاس نجومی تک یعنی چار گھڑی تک پڑھتا۔ پھر کارخانوں کا حساب دیکھتا اور ارکان دولت کارخانوں کے آیندہ کاموں کی اطلاع دیتے۔ وہ حکم لکھاتا کہ ہر کارخانے کے منتظم کو یہ کام کرنا چاہیے۔ منتظم ان احکام کو دستور العمل بناتے۔ آیندہ اُن کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہوتی اتنے میں صبح صادق ہو جاتی بادشاہ پھر وضو کرتا اور جماعت کثیر کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتا اور پھر مستحاب عشر اور دعائیں پڑھتا اور پھر امرا ر سپاہ سلام کے لیے حاضر ہوتے نقیب نام بنام عرض کرتا کہ فلاں ابن فلاں سلام کرتا ہے۔ جب آفتاب نکلنے کے بعد ایک طاس نجومی یعنی گھڑی گزرتی تو نماز اشراق پڑھتا اور پھر امراء اور سپاہیوں سے پوچھتا کہ کوئی ان میں سے بغیر جاگیر کے تو نہیں ہے اگر کوئی ہو تو میں مہم سے پہلے اُس کو جاگیر دیدوں اگر کوئی مہم کے وقت جاگیر کے لیے عرض کریگا تو سزا پائیگا۔ پھر وہ پوچھتا کہ کوئی مظلوم و ستم دیدہ حاضر ہے کہ میں اس کا انصاف کروں۔ شیر شاہ زیور عدل سے آراستہ تھا۔ وہ اکثر اوقات کہا کرتا تھا کہ عدل تمام فضائل میں ایسا محمود ہے کہ وہ سلاطین اسلام اور غیر اسلام کو پسند ہے کوئی طاعت عدل کی برابر نہیں۔ کفر و اسلام دونوں عدل کے مستحق ہیں اگر بادشاہوں کی عدالت کا سایہ خلق کے سر پر سے اُٹھ جائے تو آبادی خلائق کی جمعیت کا سررشتہ ٹوٹ جائے۔ اور ضعیف کو قوی پیس ڈالیں وہ مہمات امور ملکی میں اپنے نفس نفیس سے توجہ کرتا اور روز و شب کو کاموں کے لیے قسمت کرتا۔ کسالت و کلالت اپنے پاس نہ آنے دیتا۔ وہ یہ کہتا کہ صاحب دولت کو اکثر بیدار رہنا چاہیے اور بسبب علو مرتبت کے مہمات ملکی کو چھوٹا اور حقیر سمجھ کر ارکان دولت کو نہ حوالہ کرنا چاہیے اور تا واجب اعتماد ارکان دولت پر نہ چاہیے اُن کے احوال سے خبردار ہونا چاہیے اور غفلت کو اپنا شعار نہیں بنانا چاہیے میں ہمیشہ ملوک زمانہ سے خبردار رہا ہوں اور اُن کے قول و فعل

کا تجربہ کرتا رہا ہوں۔ میں نے اون کو کامل عیار کبھی نہیں پایا۔ وہ اپنے عالیشان کی نظر میں مہمات
امور سلطنت میں حقیر جانکر ارکان دولت کو حوالہ کرتے ہیں اور خود عیش آرام میں مشغول ہوتے ہیں
ارکان دولت طمع دنیوی کے سبب سے مہمات کو رشوت ستانی پر موقوف رکھتے ہیں۔ بادشاہ کی
دولتخواہی سے قدم باہر رکھتے ہیں۔ ملوک زمانہ کی ارکان دولت کی رشوت ستانی نے مجھے بادشاہ
بنایا ہے۔ بادشاہ کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ وکیل اور وزیر رشوت گیر رکھے۔ رشوت ستان
رشوت دہندہ کا دست نگر ہوتا ہے اور اسی دست نگری سے وزیر صاحب غرض ہو جاتا ہے اور
صاحب غرض سے دولت خواہی اور راستی مفقود ہو جاتی ہے اور وہ خود غرضی سے انصاف
پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ دکھاتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں جب سے کہ شیر شاہ کی سلطنت کا نہال
نمودار ہوا وہ مظلوم اور دادخواہ کے حال سے کما حقہ مطلع ہوتا۔ اوس کو عدالت کا ایسا شوق تھا
کہ جب کوئی مظلوم ستم رسیدہ آتا تو سب کام چھوڑ کر اوس کی طرف متوجہ ہوتا اور ظالم کو وہ سزا دیئے
بغیر نہیں چھوڑتا خواہ اوسکے قریب کے رشتہ داروں۔ بیٹوں۔ عزیزوں۔ نامدار امیروں اوسکی
ہم قوموں میں سے کیوں نہوں۔ وہ اوسکی سیاست میں ذرا توقف نہ کرتا تھا وہ فرمایا کرتا تھا کہ حکام
و سلاطین کا دشمن کوئی ظالم کی برابر دو وجہ سے نہیں ہے اول یہ کہ ظلم و جور تغیر دولت و تبدل
نعمت کا سبب ہوتا ہے دنیا میں بادشاہ کی بدنامی ہوتی ہے اور عقبیٰ میں ندامت ہوگی۔ دوم ملک
ویران اور رعیت خراب ہوتی ہے بادشاہوں کو محصول کم حاصل ہوتا ہے بادشاہ سائر الناس
سے ایک جماعت کو سرافراز اور ممتاز اسلئے کرتا ہے کہ اوس کے دولتخواہ ہوں اور اوسکے احکام کو
استحکام دیں جب وہی ایسے کام کو کرنے لگے کہ جس سے سطوت بادشاہی و عزت فرماندہی باقی
نہ رہے اور وہ اپنے ولی نعمت کے حقوق کو فراموش کریں اور ایسے افعال زشت پر اقدام کریں کہ
ولی نعمت کا زوال دولت ہو تو ان کی تادیب و تعذیب واجب ہے کہ اوروں کو عبرت ہو اور وہ ظلم و
تعدی سے دست کوتاہ کریں اور فتنے و فساد کو روکیں بعض ان قانون کہ شیر شاہ نے وضع کئے تھے اور
پہلے سے نہ تھے وہ گھوڑوں کے داغ کا قانون تھا وہ کہتا تھا کہ میں نے قانون داغ اس سبب سے
وضع کیا ہے کہ امراء اور سپاہی کے حقوق کے درمیان فرق معلوم ہو اور سپاہی کے حق
میں امیر دست اندازی نہ کر سکیں اور اپنے منصب کے موافق سپاہی رکھیں

شیر شاہ کا انصاف جس کے سبب سے سلطان عادل اس کا لقب ہوا

اور اون میں کمی وبیشی نہ کرسکیں سلطان ابراہیم کے وقت میں اور اوس کے بعد میں سنے دیکھا کہ کمینے اور جھوٹے مکار امرا نے یہ اپنا شعار بنایا تھا کہ جسوقت اون کا ماہیانہ مقرر ہوتا تھا تو وہ لشکر بہت دکھاتے تھے اور جب اون کو جاگیر ملجاتی تھی تو اکثر سپاہیوں کو بغیر اونکے حق ادا کرنے کے وہ جدا کردیتے تھے اور ضرورت کے موافق تھوڑے سپاہی سے رکھ لیتے سے اور اون کا حق بھی پورا نہ دیتے تھے اور اپنے صاحب کی مہم کے ابتر ہونے کا اور اپنے حرام خور ہونے کا خیال کچھ نہیں کرتے تھے اگر اون کا صاحب اون کے لشکر کا ملاحظہ اور شمار کرتا تو وہ ادھر اودھر سے بیگانہ آدمیوں کو جمع کرکے دکھا دیتے تھے اور زر اپنے خزانہ میں جمع کرتے تھے اور کارزار کے وقت بسبب سپاہیوں کی کمی کے وہ شکست پاتے تھے اور فرار ہوتے تھے مگر زر وپیہ اپنے پاس رکھتے تھے جب اُن کے صاحب کی مہم ضائع اور ابتر ہوجاتی تھی تو وہ اپنے روپیے سے سامان درست کرکے دوسرے صاحب کے چاکر ہوجاتے تھے۔ اس طرح اُن کے صاحب کی زوال دولت سے اون کو آسیب وضرر نہیں پہنچتا تھا۔ جب میرا اقبال ودولت چمکا تو میں امرا اور سپاہی کے مکر وفریب سے خوب خبردار تھا۔ بہت فکر وتامل کے بعد قانون داغ وضع کیا جس سے امرا اور سپاہ کی مکر وفریب کی راہ بند ہوگئی اور پھر امرا کا مقدور نہ تھا کہ وہ اپنے منصب کے سپاہیوں میں غیر سپاہیوں کو داخل کرسکیں اس داغنے نے اس دغا کو بند کردیا۔ شیرشاہ کا قاعدہ یہ تھا کہ بے داغ کے وہ کسی کو تنخواہ نہ دیتا تھا یہانتک کہ خاکروب ومحل کی عورات کو داغ کے بغیر تنخواہ نہ ملتی تھی ہر سپاہی اور گھوڑے کا چہرہ لکھا جاتا تھا اور اوس کا ماہیانہ تنخواہ وہ خود اپنی زبان سے مقرر کرتا اور اپنے سامنے گھوڑے پر داغ لگواتا۔

نماز اشراق کے بعد وہ بہت سے کام کرتا۔ پرانے سپاہیوں کے لشکر کی موجودات لیتا اور نئے سپاہیوں سے باتیں کرتا اور افغانوں سے افغانوں کی زبان میں باتیں پوچھتا جو کوئی افغانی زبان فصاحت سے بولتا تو اوس کو کہتا کہ کمان کھینچ اور وہ کمان بھی اچھی کھینچتا تو اور سپاہیوں کی نسبت اوس کو تنخواہ زیادہ دیتا وہ کہا کرتا تھا کہ میں افغانی زبان کو بڑا عزیز رکھتا ہوں پھر اطراف مملکت سے جو خزانے آتے تھے وہ اُسی مکان میں پیش ہوتے پھر امرا یا اوس کے وکیل و زمیندار اور غیر سلطنتوں کے سفیر جو اوسکے لشکر میں آتے وہ باریاب ملازمت اسی مکان میں ہوتے

اور پھر بیٹھ وہ عرایض امرا و عمال کی جو آتیں اون کو بیٹھکر سنتا اور اُن کا جواب اپنی فراست سے منشیوں سے لکھواتا۔ جب ایک پہر اور دو گھڑی دن چڑہتا تو وہ اُٹھتا اور علما و مشایخ کے ساتھ کھانا کھاتا اور پہر دو پہر تک امور مذکور میں مشغول رہتا پھر قیلولہ کرتا اور قیلولہ کے بعد ظہر کی نماز جماعت کثیر کے ساتھ پڑہتا اور اوس کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرتا۔ اوس کے بعد پھر امور مذکور میں مصروف ہوتا۔ سفر و حضر میں اس دستور میں فتور نہ پڑتا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بڑے آدمی کے معنی یہ ہیں کہ ہر وقت کام میں مصروف رہے۔ رعیت سے تحصیل زر کے لئے اور مملکت کی آبادی کے لئے یہ قوانین مقرر تھے۔ ہر پرگنہ میں ایک ایک امیر اور ایک خدا ترس شقدار۔ ایک فوطہ دار خزانچی۔ ایک کارکن ہندی نویس اور دوسرا کارکن فارسی نویس مقرر ہوتا تھا۔ واقعات مشتاقی میں لکھا ہے کہ اوس نے ملک کو پرگنوں میں تقسیم کیا تھا اوس کے ملک میں ایک لاکھ سولہ ہزار پرگنے تھے۔ ہر سال میں زمین کی پیمایش کرنے کا حکم تھا اس پیمایش کے مطابق اور جنس پیداوار کے موافق رعیت سے خراج لیا جاتا تھا۔ پیداوار کا ایک حصہ کاشتکار کو دیا جاتا اور آدھا مقدم کو اور اناج کی جنس پر جمع مقرر ہوتی تاکہ مقدم اور چودھری اور عامل کاشتکاروں پر ظلم و تعدی نہ کر سکیں آسودگی پر آبادی ملک کا سارا مدار ہے پہلے دستور نہ تھا کہ سال بسال زمین کی پیمایش ہوتی ہر پرگنہ میں ایک قانون گو ہوتا تھا وہی پرگنہ کا اگلا پچھلا حال بتلایا کرتا تھا۔ ہر سرکار میں اوس نے ایک شقدار وں کا شقدار یعنی صدر شقدار اور منصفوں کا منصف یعنی صدر منصف مقرر کیا تاکہ وہ اعمال اور رعیت کے احوال سے خبردار رہے کہ عمال رعیت پر ظلم نہ کر سکیں اور اموال بادشاہی میں خیانت نہ کریں اگر پرگنوں کی حدود کی بابت کوئی جھگڑا بادشاہی عمال کے درمیان کھڑا ہو تو وہ اوس کا فیصلہ کر دے تاکہ بادشاہی معاملات میں کوئی خلل نہ پڑے۔ اگر رعیت تمرد اور سرکشی کر کے تحصیل زر میں خلل پیدا کرتی تو وہ سزا سے یا تنبیہ سے ایسا اون کا قلع قمع کرتا کہ اون کے فساد کا اثر اوروں پر سرایت نہ کرتا۔

سال دو سال بعد وہ عمال کو بدل دیتا اور اون کی جگہ نئے عمال بھیجتا۔ وہ فرمایا کرتا تھا کہ میں نے بہت امتحان کیا ہے اور تجربہ سے خوب تحقیق کیا ہے کہ جو ضلع کے عامل و حاکم ہوتے ہیں اُن کے عہدوں میں روپیہ کی جو منفعت کثیر اور آمدنی ہے وہ کسی اور عہدے میں

نہیں ہے اس سلئے میں اپنے قدیمی نیک دولت خواہ و آزمودہ کار ملازمان کو عامل مقرر کرتا ہوں تاکہ اون کو پہ نسبت اوروں کے زیادہ تنخواہ اور منافع و فوائد حاصل ہوں اور دو سال بعد اونکو بدل دیتا ہوں تاکہ اور میری بادشاہی میں باری باری سے میرے سارے قدیمی ملازمونکو بھی فائدے اور منافع حاصل ہوں اور لشکر پورے سامان اور آسودہ حالی کے ساتھہ ہر سال بادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوتا تھا لشکر کی تعداد متعین نہ تھی وہ ہر روز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ شیر شاہ اپنے پاس ڈیڑھ لاکھ سوار اور پچیس ہزار پیادے رکھتا تھا۔ ان پاس کیا تو ڑے دار بندوقیں ہوتی تھیں یا تیر کمان اور بعض بھاٹ میں وہ ان سے زیادہ سپاہ بھی ساتھ رکھتا تھا۔ ایک فوج عظیم تیس ہزار سوار کی ہیبت خان نیازی کے پاس قلعہ رہتاس کے ہمسایہ میں بال ناتھہ جوگی کے نزدیک سے تھے وہ ملک کشمیر اور گکھروں کے ملک کی حفاظت کرتی تھی اور وہاں کے سرکشوں کی سرکوبی کرتی تھی دیپال پور اور ملتان فتح جنگ خاں کے حوالے تھے اور ملتان کے قلعہ میں بہت خزانہ رہتا تھا اور قلعہ ملوت میں جس کو تاتار خاں یوسف خیل نے سلطان بہلول کے عہد میں بنایا تھا حمید خاں کاکر رہتا تھا اور اوس نے نگرکوٹ۔ جوالا۔ دیدہ وال اور کوہستان جمو میں انتظام ایسا استحکام کے ساتھہ کر رکھا تھا کہ کسی شخص کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ جریب کے موافق کبھی رعایا سے تحصیل زر ہوتی تھی سرکار سرہند مسند عالی خواص خاں کی جاگیر میں عنایت ہوئی تھی اوس نے ملک بھگونت اپنے غلام کو اس سرکار میں مقرر کر رکھا تھا وہ دار السلطنت دہلی میں رہ کر اس ملک کا انتظام کرتا تھا۔ میاں احمد خاں سروانی امیر تھا اور عادل حاتم خاں شقدار اور فوجدار تھے جو سرکار سنبھل کی رعیت اور امیر نصیر خاں کے ظلم سے بھاگ گئے تھے تو شیر شاہ نے یہ سرکار مسند عالی عیسی خاں بن مسند عالی ہیبت کلکپور سروانی کو جس کا خطاب خان اعظم تھا اور سلطان سکندر اور بہلول کا مشیر باتدبیر تھا عنایت کی اور اوس سے کہا کہ میں تجھے پرگنہ کانٹ گولہ تلہر تیرے کنبے اور تیرے پرانے سواروں کے لئے دیتا ہوں پانچہزار سوار بھرتی کرلے کہ یہاں کی رعایا کی طبیعت میں شرارت اور حکام کے ساتھہ خصومت کی عادت پڑگئی ہے۔

سرکار سنبھل میں عیسی خاں نے جو دلیری اور شجاعت میں مشہور تھا اپنی شمشیر کے زور سے

یہاں کے زمینداروں کو ایسا دبایا کہ اونہوں نے یہاں کے جنگل کاٹنے پر بھی سر نہ اوٹھایا ان جنگلوں کو وہ اپنے ہاتھ سے کاٹتے تھے جنکو اونہوں نے اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا تھا اور ٹھنڈے سانس بھرتے جاتے تھے چوری اور رہزنی سے اونہوں نے توبہ کرلی اسی سبب سے شیرشاہ کہا کرتا تھا کہ دو شرداتیوں یعنی عیسیٰ خاں اور میاں احمد کے سبب سے سرکار دہلی اور سرکار لکھنو کی طرف سے طرح میری خاطر جمع رہتی ہے۔

بیرک نیازی قنوج کا شقدار تھا اوس نے پرگنہ ملکونسہ کے متمردوں اور رہزنوں کو ٹھیک بنایا اور اُس کے حکم میں کوئی دم نہیں مار سکتا تھا۔ قنوج کے آدمیوں پر بیرک نیازی نے وہ اپنا رعب داب بٹھایا تھا کہ وہ اپنے گھر میں تلوار یا تیر کمان یا بندوق یا کوئی اور لوہے کی چیز سوا آلات کاشت اور پکانے کے برتنوں کے نہیں رکھ سکتے تھے۔ اگر وہ مقدموں کو حاضری کا حکم دیتا تو وہ حاضری میں ایک لمحہ توقف نہیں کرتے اوسکے خوف و دہشت کے مارے وہ جریب کے موافق زرمحصول خزانچی کو دیتے تھے۔ دریا جمنا اور چنبل کے کناروں کے ملک میں زمینداروں نے سبب فساد مچایا تو شیرشاہ سرہند سے بارہ ہزار سوار پرگنہ ہٹ کانت اور اوسکے ذراع میں لایا اون کو یہیں آباد کر دیا۔ اور اس دیار کی رعیت اور زمینداروں کو ایسا مار کوٹ کر ٹھیک بنایا کہ ایک آدمی بھی مخالف نہ رہا قلعہ گوالیار میں ایک لشکر شیرشاہ نے متعلق کیا جس میں ایک ہزار سوار بندوق دار تھے۔ بیانہ میں علاوہ پانچسو بندوق دار کے ایک لشکر رہتا تھا۔ رنتھنبور میں علاوہ سولہسو بندوق داروں کے ایک فوج رہتی تھی قلعہ چتوڑ میں ہزار بندوق دار رہتے تھے تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ چتوڑ میں سولہسو بندوق دار رنتھنبور میں پانچسو بندوق دار اور بیانہ میں ایک ہزار بندوق دار گوالیار میں دو ہزار بندوق دار اور قلعوں میں اوس کے مناسب حال فوج رہتی تھی۔ قلعہ شادم آباد یعنی منڈو میں شجاعت خاں پاس دس ہزار سوار اور سات ہزار بندوق دار تھے۔ مالوہ اور ہنڈیہ اوس کی جاگیر میں تھی۔ قلعہ راے سین میں ایک فوج رہتی تھی جس میں ایک ہزار پیادے تھے اور قلعہ چنار میں ایکہزار بندوق دار اور قلعہ رہتاس کلاں میں بہار کے نزدیک اختیار خاں نیازی پاس تین ہزار بندوق دار تھے اور اوس قلعہ میں خزانہ بیشمار تھا اور ملک بیاردہ میں ایک فوج تھی خواص خاں اور عیسیٰ خاں پاس ملک ناگور جودھپور اجمیر میں ایک فوج تھی۔ ایک فوج لکھنؤ میں ایک سرکار کالپی میں

ملک بنگال کو اوس نے قسمتوں میں منقسم کیا تھا اور قاضی فضیلت کو امین بنگالہ مقرر کیا تھا جہاں جہاں فوج کا رکھنا مناسب تھا وہاں اوس نے فوج رکھی تھی سپاہ کے شمار میں مورخوں کے بیان میں مطابقت نہیں۔ تاریخ داودی میں لکھا ہے کہ ایک فوج پیادوں پایک کی ۔ اوس پاس تھی جو سوار پیادوں سے بے تعلق تھی۔ ایک لاکھ تیرہ ہزار سوار تھے جو تمام پرگنوں میں بٹے ہوئے تھے جو اونکے قلعوں کی حفاظت کرتے تھے۔ غرض شیر شاہ نے سپاہ کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ ملک مفسدوں کے فساد سے محفوظ تھا۔ متمرد زمینداروں کی سرکوبی ہوتی رہتی تھی کسی کے دل میں یہ خیال نہ آتا تھا کہ ملک نامحفوظ ہے اوس کو فتح کرنے کے لیے ایک مدت کے بعد اس فوج کو جو اپنی جاگیروں میں آسودہ اور فارغ رہتی تھی اوس کو بلا لیتا تھا اور اوسکی جگہ اس سپاہ کو بھیج دیتا تھا کہ جس نے لڑائیوں میں محنت و مشقت اوٹھائی تھی۔ غرض ساری سپاہ کو چھاؤنیوں میں تمام ملک میں اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ کل ملک کی حفاظت ہو اور جہاں کہیں دنگہ فساد سرکشی ہو وہاں فوج اوسکی سرکوبی کے لئے موجود ہو ان چھاؤنیوں میں فوج کم و بیش بحسب ضرورت رہتی۔ جابجا عدالت کی کچہریاں مقرر کیں خیرات کے کاموں میں اوس کو شغل بہت رہتا تھا۔ مسافروں اور کاروانوں کے آرام کے لئے سڑکیں بنوائیں اور سڑکوں پر دو دو کوس کے فصل سے سرائیں تعمیر کرائیں۔ ایک سڑک بنوائی قلعہ رہتاس گڈھ سے جو اوس نے پنجاب میں بنایا تھا شہر سنارگاوں تک جو بنگالہ میں دریا شور کے کنارہ پر واقع ہے جو چار مہینے کا راستہ ہے۔ دوسری سڑک شہر آگرہ سے برہان پور تک جو ملک دکھن کی سرحد پر ہے تیسری سڑک آگرہ سے جودھ پور اور چتوڑ گڈھ اور چوتھی سڑک لاہور سے ملتان تک اِن سڑک پر سرائیں مختلف تھیں سڑکوں پر سترہ سو سرائیں تھیں۔ ہر سرائے میں ہندو مسلمانوں کے رہنے کے جدا جدا مکان تھے ہر سرائے کے دروازہ پر پانی کی سبیل لگی رہتی تھی۔ ہر آدمی پانی پی سکتا تھا۔ ہر سرائے میں ہندوؤں کے لئے برہمن رہتا تھا جو اونکے پاس سرد پانی پینے کے لئے اور گرم پانی نہانے کے لئے لاتا بچھونا بچھاتا رسوئی بناتا۔ گھوڑوں کے لئے دانا لاتا۔ قاعدہ یہ تھا کہ سرا میں جو مسافر اُترتا اپنی حسب حیثیت کھانے پینے کا سامان اور مویشی کے لئے بچالی دانہ چارہ مفت سرکار شاہی سے پاتا سراؤں کے گرد دیہات آباد تھے ہر سرائے کے وسط میں پکی اینٹ کی مسجد اور ایک کنواں بنا تھا اور ہر مسجد کے واسطے امام و موذن مقرر تھا اور ہر سرا میں ایک شحنہ اور کئی چوکیدار مقرر تھے۔ اور

اونکی مدد معاش سرائے کے پاس کی زمین سے مقرر تھی اور ہر سرا میں ڈاک کے دو گھوڑے بندھے رہتے تھے کہ دور و نزدیک کی خبریں جلد پہنچتی رہیں۔ تاریخ خاں جہاں میں لکھا ہے کہ اس ڈاک میں ہر روز بادشاہ پاس نیلاب اور آگرہ سے اور بنگال کی سرحدوں سے خبریں پہونچتی تھیں کہتے ہیں کہ ڈاک میں حسین طشت دار تین سو کوس ایک دن میں کسی ضرورت کے سبب گیا۔ واقعات مشتاقی میں لکھا ہے کہ یہی حسین طشت دار تین دن میں رات دن ڈاک میں چلکر گور سے چتور میں پہونچا جب وہ سو جاتا تو چارپائی پر لیٹ جاتا اور گنوار اوس کو کندھے پر لیکر چلتے اور جب آنکھ کھلتی تو وہ پھر گھوڑے پر سوار ہوتا۔ ایسی باتیں اس ملک کے بھولے بھالے آدمی جلد یقین کر لیتے ہیں۔ مگر جو سمجھتے ہیں بھلا وہ کب اس بات کو مانتے ہیں کہ آدمی برابر تین دن تک پچاس میل فی گھنٹہ کوّے کی طرح پرواز کرے شاہ راہ اعظم بنگال و رہتاس کے دو رویہ میوہ دار درخت لگائے تھے مسافر گرم ہوا میں اون کے سایہ میں آرام سے جاتے تھے۔ اور اگر وہ باہر ٹھیرتے تو سایہ تلے آرام پاتے اگر وہ خود سرائے میں ٹھیرتے تو اپنے گھوڑوں کو درختوں کے نیچے باندھتے تھے۔

خراسان کی سڑک پر شیر شاہ نے قلعہ رہتاس بال ناتھ جوگی کے قریب دریا بہت سے چار کوس پر اور لاہور سے ساٹھ کوس پر ملک کشمیر اور ملک گکروں کے سرکشوں کی سرکوبی کے لئے بنایا تھا اور اوس کو ایسا مستحکم و استوار کیا تھا کہ کوئی اور قلعہ اوس کی برابر مستحکم نہیں تھا جب شیر شاہ نے اس قلعہ کی تعمیر کا حکم دیا تو ٹوڈرمل کھتری نے عرضداشت بھیجی کہ یہ ملک گکھروں کا ہے اون کو مزدوری کرنے سے ایسی نفرت ہے کہ سب نے اتفاق کرکے قسم کھائی ہے کہ جو مزدوری کرے وہ جلا وطن کیا جائے اس عرضداشت پر بادشاہ نے حکم دیا کہ طمع زر کے سبب سے میرے حکم میں تغیر نہ کیا جائے۔ ٹوڈرمل نے اس حکم کے آنے پر حکم دیا کہ جو شخص ایک پتھر لائیگا وہ پتھر کی قیمت میں ایک اشرفی پائیگا۔ اس لالچ میں آن کر گکھر اوس کے گرد ہوئے پھر اوس نے ایک روپیہ پھر اور پھر ایک ٹنکہ پتھر کر دیا۔ غرض اس طرح اس قلعہ کی تعمیر میں بڑا روپیہ صرف ہوا اس قلعہ کا نام شیر شاہ رہتاس خورد رکھا۔ دار الخلافہ دہلی کا شہر جمنا سے دور تھا اوس نے اوس کو ویران کرکے جمنا کے کنارہ پر بنایا اور اوس میں دو قلعوں کی تعمیر کا حکم دیا۔ جو مثل کوہ پر شکوہ اور استوار ہوں۔ ایک قلعہ خورد جو محل حاکم نشین ہو اور دوسرا قلعہ تمام شہر کے گرد جہاں پناہ ہو قلعہ حاکم نشین

میں ایک مسجد جامع بنائی گئی جس میں لاجوردی و شنگرفی نقاشی و زرنگاری میں بہت روپیہ صرف ہوا۔ مگر تمام شہر کے گرد حصار پورا نہوا تھا۔ کہ شیر شاہ نے انتقال کیا قنوج کے پرانے شہر کو کہ پہلے ہندوں کا دارالسلطنت تھا مسمار کرا کے ایک قلعہ پختہ اینٹ کا بنوایا اور اوس کا نام شیر گڈھ یا شیرپور رکھا اس شہر کے مسمار کرانے کی کوئی وجہ موجہ نہ تھی یہ کام عام پسند نہ تھا۔ ایک اور قلعہ اوس نے بہرہ کھنڈ میں بنوایا اور بسین کنڈل اوس کا نام رکھا اور اس کوہستان میں ایک اور قلعہ بنایا اوس کا نام شیر کوہ رکھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر زندگی نے وفا کی تو ہر سرکار میں ایک قلعہ ایسے مناسب مقام پر تعمیر کراؤنگا کہ وہ مظلوموں کے لئے پناہ اور متمردوں کے واسطے سرکوب ہو۔ اب میں نے راہوں کی حفاظت اور امن کے لئے خام سرائیں بنوادی ہیں راہوں پر چوری اور رہزنی کے انسداد کے واسطے یہ قانون مقرر کئے کہ اگر چوری اور رہزنی ہو اور چور اور راہزن گرفتار نہو تو جتنا مال وہ لے گئے ہوں وہ اوس علاقہ کے مقدم سے دلایا جائے کہ جس میں چوری اور رہزنی ہوئی ہو۔ اگر دزدی اور رہزنی ایسے مقام پر ہوئی ہو کہ یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کس مقدم کے علاقہ میں ہوئی ہے تو چاروں حدود کے مقدموں سے چوری کا معاوضہ دلایا جائے اگر بعد اسکے چور و رہزن کا پتا لگجائے کہ وہ کس مقام میں ہے۔ تو جس علاقہ میں یہ پتا معلوم ہو وہاں کے مقدم سے جس نے چوروں اور رہزنوں کو پناہ دی پہلے مقدموں کو چوری کا معاوضہ دلایا جائے جو آدمیوں نے دیا ہے اور چوروں اور رہزنوں کو موافق شرع شریف سزا دیجائے۔ اگر راہ پر کوئی قتل واقع ہو اور قاتل پکڑا نہ جائے تو عامل مقدموں کو موافق تفصیل بالا کے مقید کرے اور اون کو مہلت دے کہ وہ قاتل کو پیدا کریں۔ اگر وہ قاتل کو پیدا کردیں یا بتلادیں کہ فلاں جگہہ وہ موجود ہے تو اون کو رہائی دیجائے اور قاتل کی گردن اوڑائی جائے۔ اگر اس گاؤں کے مقدم جس میں قتل واقع ہوا قاتل کو گرفتار نہ کراسکیں تو ان مقدموں کو موت کی سزا دیجائے یہ امر مسلم ہے کہ مقدموں کی سازش یا چشم پوشی بغیر کوئی واردات چوری قتل رہزنی کی نہیں ہوتی اور اگر شاذونادر مقدم کے بغیر علم کے اوس کی حد میں چوری اور رہزنی واقع ہو تو وہ مقدم چندروز تک اس میں تجسس و تفحص کرے گا تو اوس کو چوری اور رہزنی کا حال معلوم ہو جائیگا اسلئے مقدموں اور رعیت کو خبر ہوتی ہے کہ فلاں دہ میں یہ چور اور رہزن رہتے ہیں اور وہ اون کے ساتھ

راہوں [illegible] رہزنی کا قانون

رشتہ مندی اور دوستی رکھتے ہیں اسلئے اُن کو خبر ہو جاتی ہے کہ کس نے یہ چوری اور رہزنی کی ہے پس مقدم کیا چوری و رہزنی میں شریک ہوتے ہیں یا اون کو اس سے اطلاع ہوتی ہے دونوں صورتوں میں اکثر مقدم چوروں اور رہزنوں کو نہ گرفتار کرائیں تو اُنکے عوض میں خود سزا پانے کے مستحق ہیں اور وہ قتل کئے جائیں کہ اور مقدموں کو ایسے کاموں کے کرنے کی جرأت نہو۔ اسکی ایک مثال نہایت عمدہ تاریخ داؤدی میں لکھی ہے کہ اٹاوہ کے قریب ایک قطعہ زمین پر پاس کے گاؤں والوں میں آپس میں جھگڑا تھا وہاں ایک آدمی قتل ہوا شیر شاہ نے دو آدمی متعین کئے کہ جہاں آدمی قتل ہوا ہے وہاں جا کر ایک درخت کو کاٹیں اور جو شخص اونکو منع کرنے آئے اوسکو میرے پاس بھیجدیں۔ یہ دو آدمی درخت کاٹتے تھے کہ مقدم اون کو روکنے کے لئے آیا وہ شیر شاہ کے پاس بھیجا گیا اوس نے مقدم سے کہا کہ تجھکو اتنے فاصلہ پر ایک درخت کے کٹنے کی خبر ہو گئی مگر ایک آدمی کے گلا کٹنے کی خبر نہوئی۔ اوس نے حکم دیا کہ اس گاؤں کے تمام مقدم مقید کئے جائیں اگر تین روز کے اندر وہ قاتل کو نہ پیدا کریں تو خود قتل کئے جائیں۔ اس حکم سے مقدموں نے قاتل کو پیدا کر دیا اور وہ قتل ہوا۔ غرض اس انتظام سے کہ مقدم مجرم کو پیدا کریں یا خود مجرموں کی طرح سزا پائیں راہوں کا وہ انتظام تھا کہ سونا اچھالتے چلے جاؤ کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ منہ میں کے دانت ہیں۔

اسلام شاہ

شیر شاہ و اسلام شاہ کے عہد سلطنت میں اپنے دیہات کی حدود میں مقدم حفاظت کرتے کہ کوئی چور راہزن دشمن مسافروں کو آزار نہ پہنچانے پائے کہ جس کے سبب سے وہ خود مستوجب قتل ہوں۔ شیر شاہ نے عمال اور حکام کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ سوداگروں اور مسافروں کی خاطر سب طرح سے کیا کریں اور کسی طرح اون کو آزار نہ پہونچنے دیا کریں۔ اگر کوئی تاجر مرجائے تو اوس کے مال کو لاوارث سمجھ کر دست درازی نہ کریں ؎

چو بازارگان در دیارت بمرد — بمالش خیانت بود دست برد

شیر شاہ اپنی تمام مملکت میں سوداگروں سے مال تجارت پر محصول دو جگہہ لیتا تھا۔ جب بنگال سے سوداگر چلتا تو گڑھی (سکری گلی) میں اُسنے محصول لیا جاتا اور اگر خراسان سے تاجر آتا تو سرحد ملک پر محصول لیا جاتا۔ دوسرا محصول بکنے کی جگہہ پر لیا جاتا۔ کسی کا مقدور نہ تھا کہ کسی سڑک پر وہ گذر پر

معبر پر کسی قصبہ و قریہ میں اس سے محصول لے۔ سوا اس کے اوس نے حکم دے رکھا تھا کہ تجار سے بہ نرخ بازار اشیا خریدی جائیں۔ اس نرخ میں زیادہ و کم نہ کرنے پائے۔ اکثر یہ شعر وہ پڑھا کرتا تھا ؎

بزرگان مسافر بجاں پرورند کہ نام نکو یش بہ عالم برند

اس کا قانون یہ تھا کہ جب لشکر کا سفر ہوتا ہر منزل میں قلعہ خام بنایا جاتا تو نقیب منادی کرتے کہ کسی رعیت کی زراعت کو نقصان نہ پہونچے اور وہ خود سوار ہو کر زراعت کے حال میں تفحص کرتا اور سوار متعین کرتا کہ وہ کسی آدمی کے ہاتھ سے زراعت کا نقصان ہونے دیں جب وہ سوار ہوتا تو دائیں بائیں طرف دیکھتا جاتا تھا کہ کسی کی زراعت کا نقصان تو نہیں ہوا۔ خدا کی پناہ اگر کوئی شخص اوس کو ایسا نظر آجاتا کہ وہ زراعت کا نقصان کرتا تو اپنے ہاتھ سے اوس کے کان کترتا اور حکم دیتا کہ اوسکے گلے میں جو کچھ اوس نے زراعت میں سے کاٹا ہے لٹکایا جائے اور لشکر کے گرد پھرایا جائے۔ ایک دفعہ ایک شتربان نے کچھ بالیں اناج کی توڑلی تھیں تو اوس نے اوسکی ناک میں چھید کر کے اناج کو لٹکایا۔ اور اوس کی ٹانگیں باندھ کے سارے سفر میں نیچے سر اور پاؤں اونچے سے لئے پھرا۔ اگر تنگی راہ کے سبب سے بضرورت زراعت پامال ہوتی تو امین معتمد مقرر ہوتے کہ زراعت پامال شدہ کا معاوضہ دیکر رعیت کو راضی کر دیں۔ اگر سپاہ کے خیمے زراعت کے قریب بضرورت ڈالے جاتے تو سپاہی اوس کے خوف سے زراعت کی خود نگہبانی کرتے کہ مبادا کوئی اور زراعت کا نقصان کرے اور ہمارا نام ہو۔ اگر وہ دشمنوں کے ملک میں جاتا تو نہ وہاں کی رعیت کو اسیر کرتا نہ اونکی زراعت کو غارت کرتا۔ وہ فرمایا کرتا کہ رعیت بے گناہ ہوتی ہے وہ غالب کی اطاعت کرتی ہے۔ اگر میں رعیت کو آزار اور ضرر پہنچاؤں گا تو وہ ویران ہو جائیگی اور مملکت خراب و بے آب ہو جائیگی اور پھر کہیں مدتوں میں ملک آباد ہوگا ؎

گریزد رعیت ز بیداد گر کند نام زشتش بگیتی سمر

شیر شاہ کی عدالت اور سخاوت ایسی مشہور تھی کہ دشمنوں کے ملک میں اوسکے لشکر کو رعیت ساری ضروری چیزوں کی رسد پہنچاتی تھی۔ شیر شاہ نے نصفت و سخاوت و احسان سے [illegible] جس سے کہ افغانوں کی جمعیت اوسکے گرد ہو گئی اور ملک ہند کی سلطنت ہاتھ [illegible]

روزگار اوس کے لشکر میں آتا تو اوس کے ساتھ وہ سلوک کرتا کسی سپاہی بیکس و محتاج کو وہ محروم نہ رکھتا اوس کے گزارہ کے لایق وظیفہ مقرر کر دیتا ہر روز نئے سپاہی بھرتی کرتا اس کا لقب سلطان علول ہوا۔

بورچی خانہ اوس کا بڑا فراخ تھا۔ کئی ہزار نوکران خاصہ جنکو عرف میں افغانی زبان میں تی آپی کہتے ہیں وہ مطبخ خاصہ میں کھانا کھاتے تھے۔ حکم عام تھا کہ سپاہی رعیت خادیم کاشتکار جو بھوکا ہو وہ بادشاہی دسترخوان پر آکر کھا جائے۔ اوس کا دسترخوان خدائی دسترخوان تھا جیسکا جی چاہے آکر کھائے۔ فقرا مساکین و محتاجوں کے لئے لنگر خانے جاری تھے جہاں اون کو لذیذ کھانے ملتے تھے۔ ان لنگر خانوں کا خرچ پانچسو اشرفی روز کا تھا۔

شیر شاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ائمہ و خادیم سلطان ابراہیم کے بعد عمال کو رشوت دیکر اپنے استحقاق سے زیادہ زمینوں پر متصرف ہو گئے ہیں اسلئے اونکی مدد معاش کو بدل دیا اور خود تحقیقات کر کے جس کا جو حق تھا اوس کو دیدیا اور کسی کو محروم نہیں رکھا اور خرچ راہ دیکر رخصت کیا جو ایسے محتاج تھے کہ اپنے ہاتھ سے کسب معاش نہیں کر سکتے تھے جیسے اندھے لولے لنگڑے بوڑھے بیوہ عورتیں۔ مریض وغیرہ اون کے وظیفے نقد اس علاقہ شہر کے خزانے پر مقرر کر دیئے جس میں وہ رہتے تھے۔ خرچ راہ دیکر وہ رخصت کئے جاتے تھے۔ خادیم و ائمہ سے لئے وہ شدت سے جعلسازیاں کی تھیں کہ اونکے انسداد کے واسطے یہ ترکیب نکالی تھی کہ وہ ان ائمہ اور خادیم کو فرمان نہ دیتا۔ بلکہ منشیوں کو حکم تھا کہ وہ ہر پرگنہ کے متعلق فرمان لکھکر اس پاس لائیں اور وہ خود ان فرامین کو ایک خریطہ میں بند کر کے اور مہر لگا کے کسی بڑے معتمد آدمی کو حوالہ کر کے کہتا کہ اس کو فلاں پرگنے میں پہنچا دے۔ جب شقدار پاس یہ فرامین پہونچے اول وہ خادیم و ائمہ کو فرمان دکھا کر وظیفے دیتا اور پھر وہ فرمان اونکو دیدیتا۔ شیر شاہ اکثر کہا کرتا تھا کہ بادشاہ پر لازم ہے کہ وہ ائمہ کی مدد معاش مقرر کرے کہ ہندوستان کے شہروں کی رونق اور آبادی ائمہ اور خادیم سے ہوتی ہے جو طالب علم مسافر اہل احتیاج کہ بادشاہ تک نہیں پہنچ سکتے ہیں وہ اون سے فیض پاتے اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان سے مسافر و مساکین کی رفاہیت ہوتی ہے اور اون سے حکمت و دین کے علوم کو رونق ہوتی ہے۔ افغانستان سے جو افغان اس کے پاس آتا اوس کے زر نقد اوس کی توقع سے زیادہ دیتا

اور کہتا کہ ملک ہند جو میرے ہاتھ آیا ہے اوس میں سے یہ تمہارا حصہ مقرر کیا گیا ہے ہر سال آنکر اُسے لیا کرو اور ڈیا رروہ میں جو اوس کی قوم اور قبیلہ کے آدمی رہتے تھے اون کو سالانہ وظیفہ ہر گھر کے لئے موافق اوس کے آدمیوں کی تعداد کے بھیجتا تھا اوس کے سبب سے کوئی افغان خواہ افغانستان میں ہو یا ہندوستان میں فقیر و محتاج نہیں رہا تھا سب صاحب زکات تھے سلطان بہلول و سلطان سکندر کے عہد سے افغانوں کا قاعدہ یہ چلا آتا تھا کہ جس شخص کو زر نقد یا خلعت ایک دفعہ ملتا تھا پھر اوس کا وہ معمول ہو جاتا تھا ہر سال ملتا تھا شیر شاہ کے فیل خانہ میں پانچہزار ہاتھی تھے اور اصطبل میں گھوڑوں کی تعداد معین نہیں تھی روز خریدے اور دیئے جاتے تھے یہ بخشش او خریداری جاری تھی۔ تین ہزار چار سو گھوڑے سراؤں میں ڈاک کے لئے رہتے تھے جو ہر روز ہر مقام سے خبریں لاتے تھے ہندوستان میں ایک لاکھ تیرہ ہزار پرگنے (دیہات) اوسکے قبضے میں تھے۔ ہر پرگنہ میں وہ شقدار بھیجتا تھا۔ یہ سب پرگنے آباد اور خوشحال تھے مفسدوں و متمردوں سے وہ خالی تھے۔ سارا ملک آباد اور شاد تھا۔ کہیں غلہ کی گرانی نہ تھی۔ شیر شاہ کے عہد سلطنت میں کبھی قحط نہیں پڑا۔ اس کے لشکر کا تخمینہ کچھ نہیں ہو سکتا وہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا اوس نے اپنی رعیت کے لئے جو قوانین وضع کئے تھے اون کی تعمیل کی نگرانی کے واسطے لشکر اور امرا پر مخبر معتمد مقرر کئے تھے کہ وہ حالات کو مخفی تجسس اور تفحص کیا کریں اسلئے کہ مقربان درگاہ اور ارکان دولت اپنی مصلحت کے سبب سے بادشاہ سے ایسے حالات نہیں عرض کرتے کہ جس سے وہ اصلاح اُن غلطیوں کی کر سکے جو عدالت میں پیدا ہوتے ہیں جب شجاعت خاں کو ملک مالوہ کی جاگیر شیر شاہ نے عنایت کی تو جاگیر کی تقسیم کے وقت اوس کے مشیروں نے یہ عرض کیا کہ اب وقت ہے کہ آپ سپاہیوں کی جو جاگیریں مقرر کریں اون میں سے ایک حصہ اپنی جیب خاص کے لئے لیں اور باقی اون کو تقسیم کر دیں۔ جب شجاعت خاں کے سپاہیوں کو یہ خبر پہونچی تو دو ہزار سواروں و سپاہیوں نے جو افغان تھے باہم عہد و پیمان استوار کئے کہ اگر شجاعت خاں ہمارے حق میں طمع کرے تو اوس کی حقیقت شیر شاہ کی درگاہ عالم پناہ سے عرض کریں۔ وہ اپنی عدالت کے سبب سے کسی قوم اور صاحب لشکر عظیم اور امرا کی رعایت نہیں کرتا۔ اور اُس پر شجاعت خاں اور اوسکی ارکان دولت کے قبض ظاہر کرنے میں ہم سب باہم متفق رہیں اور اوس کے نیک و بد میں

ایک دوسرے کے معین رہیں اور طمع دنیوی کے سبب سے چہرہ مودت واتفاق کو نفاق کے ناخن سے نہ چھیلیں بعد اس اتفاق کے وہ شجاعت خاں کے لشکر سے جدا ہوگئے اور اپنا وکیل شجاعت خاں پاس بھیجکر عرض کیا کہ شیر شاہ نے جو ہمارا حق مقرر کیا ہے اس مسند عالی کے ارکان دولت پورا نہیں ادا کرتے - امرا عظام سپاہی کے حق میں طمع نہیں کیا کرتے ہیں بلکہ اوس کو سوا اوسکی تنخواہ کے انعام واکرام دیا کرتے ہیں کہ وہ کارزار میں جان سپاری میں اقدام کرے - اگر مسند عالی ہمارے حق میں طمع کریں گے تو لشکر میں نفاق پیدا ہوگا تفرقہ پڑجائیگا جس سے آپ کی بدنامی ہوگی - ؎

سپاہی کہ خوش دل نباشد بہ برگ   کجا دل نہد روز ہیجا بہ مرگ

جب شجاعت خاں نے سپاہیوں کی عرض کو سنا تو ارکان دولت سے پوچھا کہ اس باب میں کیا تدبیر کرنی چاہئے اونہوں نے عرض کیا کہ دو ہزار سواروں نے انحراف کیا ہے اور مسند عالی پاس دس ہزار سوار ہیں اگر ان شوخ دیدوں کو ان کا حق پورا دیا جائیگا تو اور آدمی یہ تصور کریں گے کہ آپ نے شیر شاہ کے ڈر سے یہ کام کیا ہے اور آپ کے حکم میں ایک اس طرح کا ضعف پایا جائیگا اور صوبے سے آپ کی حکومت کا رعب اٹھ جائیگا - مناسب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکو ایسا جواب درشت دیا جائے اور اون کی امید قطع کی جائے کہ اوروں کو ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہو اور آپ کے حکم سے تجاوز نہ کریں - بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند - شیر شاہ کی خبرداری اور ہوشیاری کو فراموش کیا - جب سپاہیوں کے پاس ایسا درشت جواب آیا تو آپس میں اونہوں نے یہ مشورہ کیا بعض نے کہا کہ شیر شاہ پاس چلنا چاہئے مگر جو شیر شاہ کے مزاج دان تھے اونہوں نے کہا کہ شیر شاہ پاس جانا مناسب نہیں - اُس نے ہمکو شجاعت خاں پاس ملک دکن میں متعین کیا ہے اوسکے حکم بغیر اپنی سرحد سے باہر جانا اچھا نہیں ہے اپنا وکیل بھیجنا چاہئے تاکہ حقیقت حال اُس پر عیاں ہوجائے جو کچھ اوس کا حکم ہو اُس پر عمل کرنا چاہئے اور اگر کوئی مہم پادشاہی اُس حدود میں آن پڑے تو اوس کے رفع دفع میں سستی نہیں کرنی چاہئے - سب افغانوں نے اس رائے کو پسند کیا وکیل بادشاہ پاس بھیجا - ابھی یہ سپاہیوں کا وکیل پہنچنے نہ پایا تھا کہ جاسوسوں اور مخبروں نے شجاعت خاں اور دو ہزار سواروں کی نزاع کا حال شیر شاہ کو لکھ بھیجا تھا - اس خبر سے وہ بڑا آشفتہ ہوا

اوس نے شجاعت خاں کے وکیل کو بلا کر کہا کہ تو شجاعت خاں کو لکھ کہ تو فقیر تھا میں نے تجھے امیر بنا دیا۔ اُن افغانوں کو کہ تجھسے اچھے تھے تیرا تابع بنا دیا۔ تیرا پیٹ اپنی جاگیر کی آمدنی سے نہیں بھرا کہ تو سپاہیوں کے حق میں طمع کرنے لگا۔ میں نے داغ کا قانون اسلئے مقرر کیا کہ امرا اور سپاہی کے حق میں فرق معلوم ہو اور سپاہی کی حق تلفی امرا نہ کرسکیں اگر تو میرا نعمت پروردہ نہ ہوتا تو میں تیرا سر اُڑاتا۔ یہ اوّل ہی تیرا گناہ ہے اسلئے معاف کرتا ہوں۔ پہلے اس سے کہ سپاہیوں کا وکیل میرے پاس آئے تو اون کو تسلی دیکر راضی کرلے۔ اگر اُن کا وکیل میرے پاس تیری شکایت کرنے آیا تو تجھے تیری جاگیر میں تغیر کرنا پڑے گا اور سزا دینی پڑے گی۔ امرا کو نہیں چاہیئے کہ وہ اپنے بادشاہ کے حکم کے خلاف ایسا کام کریں جس کے سبب سے بادشاہ کے حکم کی وقعت و مہابت جاتی رہے اور بدنامی ہو۔ جب شجاعت خاں کے وکیل کا یہ عریضہ اُس پاس پہونچا تو اوس نے اپنے ارکان دولت کو سرزنش کی اور کہا کہ تمہاری رائے کے سبب سے میری بدنامی ہوئی اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کس منہ سے میں بادشاہ کے روبرو جاؤنگا۔ خود سوار ہو کر دو ہزار سواروں کے چھاؤنی میں عذرخواہی کے لیئے گیا اور تسلی دی کہ میں تمہارے حق میں کوئی بدی نہیں کروں گا اور انعام و اکرام سے سرافراز کیا اور اپنی منزل گاہ پر اون کو لایا۔ سپاہیوں کا وکیل راہ میں سے پھر کر جب شجاعت خاں کے پاس آیا تو اوس نے خدا کی درگاہ میں شکر بھیجا اور فقرا اور مساکین کو زر تقسیم کیا اور [illegible] گھوڑا اور خلعت دیا۔ شیر شاہ کا حکم سارے افغانوں پر جاری تھا اوس کی سیاست [illegible] خوف سے کسی کا یہ زہرہ نہ تھا کہ اوس کے حکم کے خلاف کام کرسکے۔ اگر [illegible] بھائی [illegible] قریب [illegible] ارکان دولت سے شیر شاہ کے حکم کی عدولی کرتا اور [illegible] [illegible] افغانی کی حمیت [illegible] [illegible] دشمن کے [illegible] تخت سلطنت [illegible] کہ اوس کی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نہیں پیدا ہوا امرا [illegible] [illegible] شخص کے اسباب [illegible] دیکھتا یا اوسکی طرف [illegible] کرتا۔ [illegible] راہوں میں [illegible] اسباب سے [illegible] گو آبادی اور ویرانی میں پڑ کر سو رہتے اور مال اسباب جنگل میں ڈال دیتے اور [illegible] چراگاہ میں چھوڑ دیتے اور خود

خاطر جمع ہو کر اس طرح سوتے جیسے کہ اپنے گھر میں سوتے تھے زمیندار اوس کی نگہبانی کرتے اگر ایک بڑھیا سونے کی ہنڈیا سر پر رکھ کر سفر کرتی تو کوئی چور خوف کے سبب سے اوس کے پاس نہ آتا ؎

چناں سایہ گسترد بر عالمے کہ زالے نیندیشد از رستمے

افغانوں کی طبیعت میں نزاع و خصومت جنگ و جدل داخل ہے مگر شیر شاہ نے اوس کو رفع دفع کر دیا تھا۔ شیر شاہ فراست و کیاست و کاردانی میں اپنے زمانہ میں ایک ہی تھا اوس نے تھوڑی مدت میں ملک کا انتظام کر کے اوسکو آباد کیا اور رعیت و سپاہ کو شاد کیا۔

شیر شاہ کا بھانجا مبارز خاں الہ داد سنبھل کی بیٹی پر کہ حسن و جمال میں کمال رکھتی تھی عاشق ہوا اور اوس سے شادی کا پیغام دیا۔ الہ داد نے انکار کیا کہ ہم اور آپ ہم کفو نہیں ہیں کہ افغانوں کی رسم و آئین کے خلاف یہ رشتہ کیا جائے۔ مبارز خاں حکومت کے غرور میں مست تھا اس جواب سے آگ ہو گیا۔ اس نے سنبھلیوں پر جور و جفا کرنا اور آن کے دہات اور مال و اسباب اونکا لوٹنا اور آن کو قید میں بھیجنا شروع کیا اور خیرو کی لڑکی کو جو الہ داد کی رشتہ مند تھی پکڑ کے لے گیا۔ سنبھلی سردار جمع ہو کر [illegible] پاس گئے اور اوس سے کہا کہ ہماری تمہاری عورتیں سب ایک ہیں خیرو کی لڑکی کو [illegible] ناموس کا پاس و لحاظ رکھ۔ ہر چند سنبھلی اوس کے سامنے گڑگڑائے مگر اوس نے کچھ [illegible] نے مبارز خاں سے کہا کہ تو ہند میں پیدا ہوا ہے ہم افغانوں کی روش کو نہیں جانتا باز کو سارس مغلوب نہیں کر سکتا۔ ہم نے اب تک بادشاہ کا اور تیرا ادب کیا ہے ہم پر زیادہ جور و جفا نہ کر اور اوس مظلوم بیکس کو چھوڑ۔ مبارز خاں نے غصہ ہو کر جواب دیا تم خانہ زاد ہو کر ایسی گستاخانہ گفتگو کرتے ہو میں ابھی چاہوں تو الہ داد کی بیٹی کو پکڑا بلاؤں۔ اس پر سنبھلی سردار بھی غصہ میں بھر آئے اور اونہوں نے کہا کہ مبارز خاں اپنی جان پر رحم کر اور اپنی حد سے پرے قدم نہ رکھ اگر تو ہماری عورتوں پر نظر ڈالے گا تو ہم تجھ کو جان سے مار ڈالیں گے تیرے خون کے قصاص میں مارے جائیں گے۔ مبارز خاں نے جب یہ سخت جواب سنا تو اوس نے اپنے ہندوستانی دربانوں سے کہا کہ ان سنبھلیوں کو مار کر نکال دو جب یہ ہندوستانی لکڑیاں مار کر سنبھلیوں کو نکالنے لگے تو اونکو بھی غیرت آئی اور اونہوں نے مبارز خاں کو

اور بہت سے اوس کے ملازموں کو ایک لمحہ کی لمحہ میں مار ڈالا۔

جب شیر شاہ کو اِس کی خبر ہوئی تو اوس نے اعظم ہمایوں کو جس کے علاقہ میں اِسکے ہم قوموں نے یہ حرکت کی تھی لکھا کہ افغانوں میں سب سے زیادہ کم جھگڑالو قوم سور ہے۔ اگر ہرایک افغان ایک ایک سور کو ماریگا تو ایک سور بھی دنیا میں باقی نرہیگا سنبھلی تیرے ہم قوم ہیں تو اون کی ایسی تنبیہ و تعذیب کر کہ پھر کسی کو حوصلہ حاکم کے مار ڈالنے کا نہو۔ جب اعظم ہمایوں پاس یہ فرمان پہنچا اور وہ بذات خود اِس معاملہ میں متوجہ ہوا تو سنبھلیوں نے وطن چھوڑکر کوہستان میں جاکر زمین حصار میں پناہ لی اور یہ ارادہ کیا کہ یہاں سے کابل کو معہ اہل وعیال چلے جاتے۔ مگر اب اعظم ہمایوں کو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اگر وہ کابل چلے گئے تو شیر شاہ اُس پر یہ گمان کریگا کہ میں نے اپنے ہم قوموں کی گرفتاری میں دیدہ و دانستہ سہل انگاری کی اِسلئے کر وحیلہ کر کے اُس نے سنبھلیوں کو بلایا۔ اونکو لکھا کہ میں نے تحقیق کر لیا ہے کہ کچھ تمہارا گناہ نہیں ہے۔ مبارز خاں ہی نے تم پر ظلم و تعدی کیا ہے میں تم کو شیر شاہ کے روبرو کر کے عفو گناہ کرادونگا۔ افغانوں کی یہ رسم ہے کہ موافق نیازیوں کی لڑکیاں سوروں سے بیاہی جائینگی یا دو ایک سرداروں کو شیر شاہ مار ڈالے گا مناسب نہیں ہے کہ اتنی بات کے لئے ساری قوم جلا وطنی اختیار کرے سنبھلیوں نے اوس کو جواب کو لکھا کہ اگر سور ہم سے لڑنے آئیں گے تو ہم دکھا دیں گے کہ ہم نیازی کیسے لڑتے ہیں اور کس طرح وہ جلاوطن ہوتے اگر تو ہم سے لڑنے آئیگا تو طرفین سے نیازی مقتول ہونگے اگر ہم جلاوطن ہونگے تو تیری بدنامی ہوگی کہ اپنی قوموں کی رعایت نہ کر سکا لیکن اگر تو عہد وپیمان بقسم کرے کہ ہمارے آزار و سزا کے درپے نہیں ہوگا تو ہم تیری اطاعت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اعظم ہمایوں نے جواب دیا کہ کیا مجھے اپنی قوم کی شرم نہیں ہے کہ میں تمکو آزار پہنچا سکوں سنبھلیوں کی ساری قوم معہ اہل وعیال اعظم ہمایوں پاس چلی آئی۔ اون میں سے ڈیڑھ سو آدمی اعظم ہمایوں نے مار ڈالے اور مارنے کے وقت اوس نے بعض اپنے عزیزوں سے کہا کہ تم بھاگ جاؤ تو سنبھلیوں نے کہا کہ ہمکو قوم کی ناموس ہے ہم مرنے کو بے ناموسی سے بہتر جانتے ہیں مثل مشہور ہے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد۔ جب اعظم ہمایوں نے اکثر سنبھلیوں کو مار کر اُن کے اہل وعیال کو شیر شاہ پاس بھیجا تو شیر شاہ نے کہ قوم کا نیک خواہ تھا اُس نے اعظم ہمایوں کو لکھا کہ مجھے یہ تیری حرکت نہایت ناپسندیدہ

معلوم ہوتی کسی افغان نے ایسی حرکت شنیع نہیں کی تو نے بادشاہ کی خاطر سے اپنی قوم کے آدمیوں کا خون ناحق اتنا کیا شاہ کا ارادہ تھا کہ اُس کو پنجاب کی حکومت سے بدلے مگر اس کا انتقال ہوگیا پھر اعظم ہمایوں نے بغاوت اختیار کی جس کا آگے بیان ہوگا۔

کہتے ہیں کہ شاہزادہ عادل خاں ہاتھی پر سوار ہوکر آگرہ میں کسی کوچہ سے گزرا ایک بقال کی بیوی اپنے مکان میں جس کی دیواریں پست تھیں برہنہ نہا رہی تھی جب شاہزادہ کی نظر اس پر پڑی تو اُس نے پان کا بیڑا ہاتھ میں لیکر اس کو مارا اور گھورتا ہوا چلا گیا۔ عورت صاحب عصمت تھی اس حرکت سے کہ بیگانہ نے برہنہ اس کو دیکھا ایسی شرم آئی کہ جان کے گنوانے کا ارادہ کیا جب اُس کے شوہر کو خبر ہوئی تو اُس نے روکا کہ کیوں جان کھوتی ہے بیڑہ کو ہاتھ میں لیکر شیر شاہ پاس پہنچا اور حقیقت حال کو عرض کیا۔ اس عادل بادشاہ نے اپنے بیٹے کے حال پر افسوس کیا اور حکم دیا کہ یہ بقال ہاتھی پر سوار ہو اور عادل خاں کی جورو اس کے سامنے آئے اور مستغیث اُس پر بھی پان کا بیڑہ جو اس کے ہاتھ میں ہے مارے۔ وزرا اور امرا نے ہرچند التماس کیا کہ شاہزادہ کا قصور معاف ہو تو اس نے کہا کہ میری عدالت میں فرزند و رعیت برابر ہیں آخرالامر بقال راضی ہوگیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنا حق پایا اور ظلم سے باز آیا۔ مشرقی خیال کے موافق کوئی انصاف کا حکم اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا مگر مغربی خیال کے موافق یہ حکم ظلم سے خالی نہ تھا اس لیے کہ جرم بیٹے نے کیا تھا سزا بہو کو ملتی تھی۔

سلیم شاہ کا تخت پر بیٹھنا

ذکر سلطنت سلیم شاہ بن شیر شاہ سور

شیر شاہ کا بیٹا عادل خاں اس کا ولیعہد تھا۔ اسی کو بادشاہ نے اپنی جانشینی کے لیے تجویز کیا تھا مگر وہ نہایت عیش دوست اور فراغت جو اور بودا دل کا یارا تھا۔ دوسرا بیٹا اس کا جلال خاں تھا جس کو بعض مورخ عبدالجلیل بھی لکھتے ہیں وہ بڑا عاقل اور تجربہ کار تھا۔ باپ کے زمانہ میں بہت سی لڑائیاں لڑا تھا اور اُن میں نام پیدا کیا تھا جس وقت شیر شاہ فوت ہوا تو دونوں بیٹے پاس نہ تھے عادل رنتھمبور میں تھا اور جلال خاں قصبہ ریوان ضلع بھٹہ میں تھا۔ امرا نے اس نظر سے کہ عادل خاں ڈرپوک اور حاکم کا ہونا ضرور ہے کسی شخص کو بھیجکر جلال خاں کو کہ نزدیک

بلا لیا وہ پانچویں روز دوڑتا ہوا آگرہ ہی میں آگیا جلال خاں جب امرا کی سعی سے قلعہ کالنجر کے نیچے ۱۵ ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۵۴۵ء کو تخت پر بیٹھا اور اپنا خطاب اسلام شاہ رکھا اور سکوں میں یہی نام جاری ہوا مگر عوام میں اس کا نام سلیم شاہ مشہور ہوا اپنی مہر میں ایک شعر کندہ کرایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب سے اسلام شاہ پسر شیر شاہ بادشاہ ہوا بعنایت الٰہی سارا ملک شاد و خرم ہوا۔ تخت پر بیٹھتے ہی راجہ کالنجر کو جو ستر آدمیوں کے ساتھ قید خانہ میں پڑا تھا قتل کا حکم دیا۔ روز جلوس میں دو مہینے کی تنخواہ اس نے سپاہ کو دی ایک مہینہ کی تنخواہ بطور انعام دوسری تنخواہ گذارہ کے لیے اور آئین و احکام کے باب میں تحقیق کرکے ان میں سے بعض کو بدستور قائم رکھا بعض کو ترمیم بعض کو منسوخ کیا اس نے ایک قلم کے ڈوبے میں تمام قوانین جاگیر کو منسوخ کردیا اور اپنی حالت شہزادگی میں جو چھ ہزار سوار اس پاس تھے ان میں سے ہر ایک کی حسب حیثیت ترقی کردی ان میں جو فرد تھے ان کو گروہ دار بنا دیا اور جو گروہ دار تھے ان کو افسر بنا دیا اس بیجا حد سے ترقی کو شیر شاہ کے امراء عظام اپنی بے عزتی سمجھا بادشاہ سے دل ان کا مکدر ہوگیا اور بہت سے قوانین شیر شاہ کے بیکار ہوگئے اسلام شاہ بھی ان امرا کو مشتبہ جانتا تھا اس لیے جو پہلے افغانوں میں یگانگت کا رشتہ بادشاہ کے ساتھ پیدا ہوا تھا وہ شکستہ ہوگیا اب کچھ اور ہی علاقہ ان میں ہوگیا۔

جب اسلام شاہ نے امرا کی طبیعت کو اپنی طرف سے بگڑا ہوا دیکھا تو وہ کالنجر سے آگرہ کی طرف چلا وہ راہ ہی میں تھا کہ خواص خاں کوڑہ میں اپنی جاگیر سے چلکر اس کی خدمت میں حاضر ہوا تو جلوس کا جشن بڑی دہوم دہام سے ازسر نو ہوا۔ راہ میں اسلام شاہ نہیں ٹھہرا دارالسلطنت آگرہ میں آنکر تخت پر بیٹھا جب وہ باپ کا قائم مقام ہوگیا تو اس نے بڑے بھائی کو کالنجر سے یہ خط لکھا کہ تم دور تھے میں نزدیک تھا اس لیے میں نے لشکر کی محافظت تمہارے آنے تک اختیار کرلی ہے کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے مجھے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے سوا چارہ نہیں ہے۔ پھر دنیا داری سے ایک اور مکتوب عادل خاں پاس بھیجا اور محبت کی باتیں بنا کر یہ لکھا کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بڑا شوق ہے۔ عادل خاں نے سلیم شاہ کو یہ جواب لکھا کہ اگر یہ چار امیر عیسیٰ خاں نیازی خواص خاں و جلال خاں جلوانی اور قطب خاں نائب آنکر میری تسلی کردیں تو میں آپ کی ملاقات

کو آونگا۔ عادل خاں نے ان چاروں امیروںکو یہی لکھا کہ میں تمہاری ہدایت کے موافق کام کرنا چاہتا ہوں۔ میرے آنے کے باب میں کیا تمہاری صلاح ہے میں آوں یا نہ آوں؟ سلام شاہ نے ان چاروں امیروں کو بھائی پاس بھیجدیا۔ ان چاروں امیروں نے قول و قسم کرکے عادل خاں کی تسلی کردی اور یہ بات ٹھیرائی کہ عادل خاں کی ملاقات جو اول ہی دفعہ ہو اس میں وہ رخصت کردیا جائے اور ہندوستان میں جہاں وہ جاگیر مانگے وہاں اُس کو وہ دیدی جائے عادل خاں امیروں کو ساتھ لیکر بادشاہ کی ملاقات کو چلا۔ جب وہ فتحپور سیکری میں آیا تو سلام شاہ بھی بھائی کے استقبال کے لیے سنگا پور میں آیا یہاں دونوں بھائیوں کی ملاقات کے لیے بڑی آرائش ہوئی تھی دونوں بھائی آپس میں برابر بیٹھے اور دونوں نے محبت کی باتیں بنائیں تھوڑی دیر کے بعد دونوں آگرہ کو روانہ ہوئے۔ سلام شاہ کی نیت میں بھائی کو دغا سے گرفتار کرنے کا ارادہ تھا اس لیے اُس نے حکم دیدیا تھا کہ قلعہ کے اندر عادل خاں کے ساتھ سوا دو تین ملازموں کے اور کوئی نہ آنے پائے لیکن جب قلعہ آگرہ کے دروازہ پہ آئے تو سلام شاہ کے آدمیوں نے عادل خاں کے آدمیوں کو روکا مگر انہوں نے کچھ نہ سُنا۔ بہت سے آدمی عادل خاں کے ساتھ داخل ہوئے۔ احمد یادگار لکھتا ہے کہ عادل خاں کے پانچ چھہ ہزار آدمی جن کے پاس تلوار تھی قلعہ میں داخل ہوگئے وہ کسی کے روکے نہ رکے۔ جب سلیم شاہ نے دیکھا کہ یہ تدبیر نہ چلی تو بالضرورت بدگمانی کے دور کرنے کے لیے عادل خاں کی خوشامد اور چاپلوسی کرنی پڑی اس سے کہا کہ ابتک میں ان بے سر و سرکش افغانوں کو بلطائف الحیل نگاہبانی کرتا رہا اب آئندہ آپ کے سپرد کرتا ہوں ع بدست تو دادیم ساقی خوالکن۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا اور خود اطاعت کے لیے کھڑا ہوگیا۔ عادل خاں عیاش اور فراغت جو نوجوان تھا اور اپنے بھائی کی اس مکاری اور دنیاداری اور اس کے کام کی طرح و طرز سے خوب شناسا تھا اُس نے بادشاہی نہیں قبول کی تخت سے وہ اُترا اور بھائی کو تخت پر بٹھایا اور خود سلام کیا اور مبارکباد دی پھر امرا میں سے ہر ایک نے مبارکباد دیکر نثار و ایثار کی رسم ادا کی تو اسلام شاہ بھائی کو گرفتار نہ کرسکا مگر اس نے اپنی بادشاہی کا اقرار سر دربار کرالیا۔ پھر قول و قرار کے موافق بادشاہ نے عادل خاں کو بیانہ مع توابع جاگیر میں دیدیا اور عیسیٰ خاں اور خواص خاں کو

ن کے ساتھ کیا وہ عیش کا بندہ تھا اس جاگیر کو آگرہ سے لیکر روانہ ہوا۔ دو تین مہینہ کا عرصہ گزرا
تا کہ اسلام شاہ نے شاہ غازی محلی جو اس کے محرم کاروں میں تھا سونے کی زنجیریں دیکر بھیجا
عادل خاں کو گرفتار کرکے یہ بیڑیاں پہنا کے لے آئے۔ عادل خاں یہ خبر سنکر میوات میں
واص خاں پاس دوڑا گیا اور سلیم شاہ کے نقض عہد کا اعلام کرکے رویا۔ خواص خاں کا دل
بھر آیا اور اس نے غازی محلی کو طلب کیا اور وہی بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈالدیں اور
مخالفت کا علم بلند کیا اور سلیم شاہ کے ہمراہ جو امیر تھے اُن کو اپنے ساتھ متفق کیا اور عادل خاں
کے ساتھ ایک لشکر جرار لیکر آگرہ کی طرف اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ سلیم شاہ کو تخت سے
اتار دے عیسی خاں نیازی اور قطب خاں نائب کہ قول و قرار کرانے میں شریک تھے
و سلیم شاہ سے نقض عہد کے سبب رنجیدہ ہوگئے تھے اُنھوں نے بھی عادل خاں کو ترغیبیں
دیں اور یہ قرار دیا کہ وہ آگرہ میں کچھ رات باقی رہے پہنچے کہ سلیم شاہ سے جدا ہو کر اُن پاس آنے
میں آنکھوں کی شرم مانع نہ ہو یہ بھی مکاروں کی عجب جھوٹی شرم تھی جن کو لڑکے ا دیا نداری
دی بھی نہیں اختیار کرتے جو ان جاگیرداروں نے اختیار کی۔ اتفاقاً جب عادل خاں اور
خواص خاں قصبہ سیکری پہنچے کہ بارہ کوس آگرہ سے ہے تو شیخ سلیم کی ملاقات کو گئے وہ
مشائخ وقت سے تھا اور شب برات کی تھی اس شب کی مقرری نمازیں بھی خواص خاں کو
پڑھنی ضرور تھیں وہ بڑا عابد تھا۔ اس سبب سے یہاں توقف ہوا اور آگرہ کے پاس پہر دن چڑھے
پہنچے۔ سلیم شاہ اس آنے کی طرف سے واقف ہوا تو بہت گھبرا کر اس نے عیسی خاں نیازی
اور قطب خاں نائب اور اور امرا سے کہا کہ اگر میں نے عادل خاں کے باب میں بدعہدی
کی تھی تو خواص خاں اور عیسی خاں نے مجھے مطلع کیوں نہ کیا کہ میں اس اندیشۂ فاسد سے
باز رہتا۔ قطب خاں نے بادشاہ کو یوں مضطرب دیکھکر کہا کہ ابھی کیا گیا ہے علاج ہاتھ
میں ہے۔ میں ابھی جاکر صلح کرائے دیتا ہوں اُس نے قطب خاں نائب اور اور امرا کو جو عادل
خاں کے ساتھ سازش رکھتے تھے رخصت دی کہ وہ عادل خاں پاس جاکر اس سے
صلح و صلاح کی باتیں کریں اور اس میں اپنی مصلحت یہ سوچی کہ جو امیر مشتبہ ہیں اگر وہ اس
بہانہ سے عادل خاں پاس چلے جائیں گے اور مجھ سے دور ہو جائیں گے تو میں چنار کے

قلعہ میں چلا جاؤنگا اور وہاں کے خزانہ کو قبضہ میں لاؤنگا اور دوبارہ سارا سامان درست کرکے جنگ اور محاربہ کے کام میں مشغول ہونگا عیسیٰ خاں (عیسیٰ خاں وہیں ایک نیازی دوسرا سور جو حجاب امیر حاجب بقول دار ہی) اس منصوبے کا مانع ہوا اور اس نے کہا کہ اگر حضور کو اور آدمیوں کا اعتماد نہیں ہی تو آپ کی ذات خاص کے دس ہزار افغان فرلی وغیرہ ایام شاہزادگی سے حضور کے ساتھ جاں نثار کر رہے ہیں اُن کو لیکر میدان جنگ میں جائیے باوجود اس قدرت اور مکنت کے یہ امر عجیب ہی کہ دولت خداداد پر بھروسا نہیں کرتے قرار کو چھوڑکر فرار کو اختیار کرتے ہو اور امراء ہر چند مخالفت باطنی رکھتے ہیں مگر اُن کو غنیم کے پاس بھیجنا حزم اور احتیاط سے بعید ہی۔ آپ کو مناسب یہی ہی کہ خود آپ تمام لشکر کو لیکر میدان کارزار میں سبقت کیجئے اور ثابت قدم رہیے کہ کوئی امیر حضور کے پاس سے مخالف کی جانب نہیں جائیگا سلیم شاہ اس بات سے قوی دل ہوا اور قطب خاں نائب اور امیروں کو جن کو جانے کی رخصت دیچکا تھا اُن کو طلب کرکے کہا کہ میں اپنے ہاتھوں سے تم کو غنیم کے حوالہ نہیں کرنا چاہتا مبادا وہ تمہارے ساتھ بدی کرے اب اُس سے زبان شمشیر سے باتیں ہونگی ؎

اینجا برسول ونامہ برنمے آید کار شمشیر دو رویہ کار یکسو یکند

اور پھر وہ آمادہ حرب ہوا شہر سے نکلکر میدان جنگ میں کھڑا ہوا۔ وہ امرا کہ عادل خاں سے سازش رکھتے تھے اور اس سے ملنا چاہتے تھے وہی شرم کے سبب سے سلیم شاہ کے لشکر کے یساول میں داخل ہوئے دونوں بھائیوں میں آگرہ کے قریب لڑائی ہوئی سلیم شاہ کو فتح ہوئی عادل خاں بھٹہ کے پہاڑوں میں بھاگ گیا اور پھر اُس کا کچھہ پتا نہ لگا کہ زمین کھا گئی یا آسمان لے گیا۔ خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی میوات کو بھاگے سلیم شاہ نے اُن کے پیچھے لشکر بھیجا اور دوسری لڑائی فیروزپور جھرکہ کے قریب ہوئی جس میں سلیم شاہ کے لشکر کو شکست ہوئی مگر جب اور لشکر بھیجا گیا تو خواص خاں اور عیسیٰ خاں میں اُس کے مقابلہ کی قوت نہ تھی وہ میوات سے بھاگے اور کوہ کمایوں میں راجاؤں پاس پناہ لی سلیم شاہ نے یہاں بھی قطب خاں کو اُن کے پیچھے لگایا۔ وہ دامن کوہ کو تاخت وتاراج کرتا رہا مگر کوئی کام جو کارگر ہوتا نہیں کیا۔ جب سلیم شاہ کو اس خوف سے فرصت ملی تو وہ چنار کو

سلیم شاہ کا چنار میں خزانہ کے لیے جانا اور اپنے دشمن امیروں کا قتل کرنا

روانہ ہوا کہ باپ کا خزانہ اپنے قبضہ میں لائے لڑائی سے پہلے جو خواص خاں اور امرا کے درمیان سازشی تحریرات ہوئیں تھیں اُن کو اس نے خوب تحقیق کر لیا تھا۔ جلال خاں لوحانی امرائے عظام میں سے تھا اور عادل خاں کو بادشاہ پاس لایا تھا اور اس کی حفاظت کا کفیل تھا وہ بھی اس سازش میں شریک تھا۔ بادشاہ نے لشکر کشی کرنی اس پر مناسب نہ جانی مگر اس حکمت سے اُسے ٹھکانے لگایا کہ کوڑہ میں اس کو چوگان بازی کے لیے بلایا۔ جب وہ اپنے گھر سے جدا ہو کر یہاں آیا تو اسے اور اس کے بھائی خداداد کو ایک افغان کے حوالہ کیا کہ ان کو قید میں رکھے مگر وہ افغان سے تلوار سے لڑے اس جرم کی سزا میں وہ قتل ہوئے چنار سے خزانے بادشاہ گوالیار میں لے آیا جو دارالسلطنت کے قریب ایک مستحکم مقام تھا۔

اب سلیم شاہ نے ارادہ مصمم کر لیا کہ عادل خاں کے ساتھ جو امیر یقینی یا مشتبہ شریک تھے ان سب کو سخت سزا دے اور ان کو بساط دہر سے اسطرح اُٹھائے جس طرح شطرنج کے مہرے ایک ایک کر کے سب اُٹھ جاتے ہیں۔ قطب خاں جو سازشوں کا سرغنہ تھا وہ خلیل خاں کے قتل سے اور بادشاہ کی اور حرکتوں سے خائف ہو کر دامن کوہ کمایوں سے لاہور میں ہیبت خاں ہمایوں اعظم پاس بھاگ گیا سلیم شاہ نے اعظم ہمایوں کو فرمان بھیجا کہ قطب خاں کو اس کے حوالہ کرے اسوقت سلیم کے لشکر کی عظمت مسلم ہو چکی تھی کہ کوئی اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا ناچار اعظم ہمایوں نے قطب خاں کو بادشاہ پاس بھیجدیا بادشاہ نے اُسے اور شہباز خاں کو جو اس کا بہنوئی تھا اور بارہ اور امیروں کو قلعہ گوالیار میں بھیجدیا۔ جہاں ان میں سے اکثر قید ہی میں قید حیات سے رہا ہو گئے۔

سلیم شاہ کی سلطنت کی وسعت اور اسکی حاکم مالوہ اور حاکم ملتان سے

شیر شاہ نے جتنا ملک فتح کیا تھا وہ سب اس کے بیٹے کے قبضے میں تھا اور اُسپر وہ حکمرانی خیر و عافیت کے ساتھ کرتا تھا۔ اس کی سلطنت کی بڑی وسعت تھی پشاور سے لیکر بحر بنگال تک اور کوہ ہمالیہ سے لیکر گجرات تک۔ مگر وہ اپنے باپ کے بعض امرائے عظام سے بڑی حسد رکھتا تھا۔ ایک اُن میں سے مالوہ میں شجاعت خاں تھا جس کا حال پہلے شیر شاہ کی تاریخ میں لکھا ہے اس کے فتحیاب ہونے سے بادشاہ اس سے جلتا تھا۔ اس کو بلایا اور وہ آیا۔ دوسرا اعظم ہمایوں حاکم پنجاب تھا۔ اُسکو بھی بلایا تھا مگر اس نے عذر کیے اور خود نہ آیا اپنے بھائی سعید خاں کو جو نہایت شجاع و طباع تھا بھیجدیا بادشاہ ان دونوں شجاعت خاں اور اعظم ہمایوں کو ساتھ ایک ہی

وقت میں گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ جب ایک نہ آیا تو اس نے دوسرے کو مالوہ جانے کی اجازت دیدی۔ سعید خاں پر بادشاہ بہت لطف و عنایت کرتا تھا اس نے جو بھائی کی طرف سے اس کے نہ آنے کے عذر بیان کیے اُن سے بادشاہ سمجھ گیا کہ وہ بغاوت کے لیے کسی موقع کا منتظر ہے بادشاہ ایک دن سعید خاں کو اپنے محل میں لے گیا اور وہاں دیواروں پر سر لٹکتے ہوئے دکھائے اور اُس سے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ یہ کس کس کے سر ہیں۔ اس سے پہلے بادشاہ نے گوالیار کے قیدیوں کو اس طرح بارود سے اُڑایا تھا کہ زندان خانہ کی تہ میں ایک کاواک دغار کیا اس میں بارود بھری اور آگ لگائی۔ آگ کے زور سے بارود نے قوت پائی مکان کو ہوا میں اُڑایا اور قیدیوں کے چیتھڑے بنائے کمال خاں بھی اُن کے درمیان تھا قادر نے کمال نے اس کو اس زحمت سے محفوظ رکھا وہ ایک گوشہ خانہ میں تھا جہاں آگ کا دھواں تک نہیں پہنچا۔ جب سلیم شاہ کو اس حزمت ایزدی کی اطلاع ہوئی تو اس نے عہد لیکر کمال خاں کو چھوڑ دیا۔ یہاں کمبختوں کے سر جیسے جیسے پیڑوں پر لگے ہوئے دیواروں کے سہارے سے کھڑے تھے سعید نے اُن کے نام بتائے جنکو وہ جانتا تھا۔ اپنے دل میں اسی فہرست میں اس نے اپنا نام بھی داخل سمجھ لیا آگرہ کے کاموں سے فرصت پاکر بادشاہ اپنے باپ کے جمع کیے ہوئے خزانوں کے لینے کیلیے رہتاس مشرقی کو چلا۔ اب سعید خاں نے دیکھا کہ اس لشکر میں وہ بہت دنوں تک عافیت اور امن سے نہیں رہ سکتا وہ چلتے ہوئے لشکر سے گھوڑوں کی ڈاک بٹھا کر اپنے بھائی پاس لاہور بھاگ گیا۔ اس سبب سے اور اعظم ہمایوں کے آنے میں التوا کرنے سے اور اس امر کے تحقیق ہونے سے کہ ہمایوں اعظم سے خواص خاں ملنے چلا ہے۔ بادشاہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ امرا سلطنت میرے برخلاف سازش کر رہے ہیں۔ اسلیے وہ آگرہ کو الٹا منزل بمنزل پھرا ہوا اور اس نے شجاعت خاں کو لکھا کہ سپاہ لیکر اس سے آنکر ملے۔

اب افغانوں کی دار السلطنت دو شہر دہلی اور آگرہ تھے۔ آگرہ سے جانے سے پہلے اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اس کے گرد ایک فصیل بنائی جائے۔ یہاں شجاعت مالوہ سے لشکر سمیت آگیا مگر بادشاہ نے اُسے الٹا رخصت کر دیا اور خود جتنا لشکر جمع کر سکا اسے لیکر دہلی کی طرف چلا یہاں وہ منتظر رہا کہ دور دور کی فوج اس پاس جمع ہو جائے اس فرصت میں اُسنے

حکم دیا کہ ہمایوں نے جو نیا شہر دہلی بنایا تھا اور مٹی اور پتھر کی فصیل اس کی بنائی تھی وہ گچ اور چونے کی بنائی جائے اُس نے جمنا کے کنارہ کے بہت ہی نزدیک بہت عمارات بنوائیں ان عمارات کے گرد جو حصار بنایا اس کا نام اُس نے سلیم گڑھ رکھا جو اب تک دہلی میں موجود ہے۔

اب سلیم شاہ لشکر مرتب کر کے دہلی سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ اعظم ہمایوں ورکل بادشاہ کے دشمنوں نے خواص خاں سے اور اُس کے دوستوں سے ملاقات کی اور ایک لشکر جو سلام شاہ کے لشکر کا اضعاف تھا پنجاب سے روانہ کیا۔ انبالہ کے نزدیک دونوں لشکر قریب آئے اور نیازیوں کے لشکر کے قریب اسلام شاہ خیمہ زن تھا لڑائی سے ایک وز پہلے اعظم ہمایوں اور اُس کے بھائی خواص خاں کے ساتھ مشورہ کرنے بیٹھے کہ بادشاہ کسکو بنائیں۔ خواص خاں نے کہا کہ عادل خاں کو کہیں سے پیدا کر کے بادشاہ بنانا چاہیئے وہ شیر شاہ کا خانہ پرور تھا وہ اس کے ہی خاندان میں سے بادشاہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بھائیوں نے کہا کہ یہ کیا صلاح ہے تلوار ہم چلائیں اور ملک اور پائیں سہ

ملک بمیراث نگیرد کسے تا نہ زند تیغ دو دستی بسے

اس سبب سے امیروں میں باہم کدورت ہوگئی خواص خاں کو انکا ارادہ ناگوار خاطر ہوا اسی رات کو زبانی پیغام سلام شاہ کے ایک معتمد ملازم کے پاس بھجوایا کہ وہ بادشاہ کو اطلاع دے کہ حضور جو خواص خاں کو بے وفا ملازم جانتے ہیں اب لڑائی کے دن حضور دیکھیں گے کہ کیا وہ حضور کی خیر خواہی کرتا ہے وہ دل وجان سے شیر شاہ کے خاندان پر فدا ہے۔

جب اسلام شاہ کو خبر ہوئی کہ دشمن کے سرداروں میں باہم نفاق ہوا اور میرے ساتھ خواص خاں کا دوستانہ سلوک کرنے کا ارادہ ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور انکو اپنی فتح پر یقین ہوا۔ اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ نیازیوں کا لشکر بادشاہ کے لشکر کے بہت قریب آگیا ہے تو اسلام شاہ نے کہا کہ افغانوں میں عقل نہیں ہوتی اس نے ارابوں کو کھڑا کر کے اپنے لشکر کے گرد حصار بنایا جس کے اندر اس کی سپاہ آگئی اور وہ خود نیازیوں کے لشکر کو ایک پشتہ پر چڑھ کر دیکھنے لگا اس نے وہیں کھڑے ہو کر کہا کہ میرے ناموس کا یہ اقتضا نہیں ہے کہ میں لشکر باغی کو دیکھکر ذرا بھی صبر کروں پس اُس نے حکم دیا کہ ارابوں میں جو زنجیرہ پڑا تھا اُسے کھول دیں اور افواج

کی صفیں باندھ کر لڑائی کے لئے آمادہ ہوں طرفین سے نقارہ جنگ بجا۔ جب لڑائی کے لئے صفیں آراستہ ہوئیں تو خواص خاں بے لڑے چلدیا۔ نیازیوں نے حتی المقدور مقابلہ اور محاربہ کیا مگر حرام نمکی کا نتیجہ بجز شامت و ندامت کے کچھ اور نہیں ہوتا آخر کو شکست ہوئی بادشاہ کو فتح غیبی ہوئی ؎

کسے را کہ دولت کند یاوری کہ یارد کہ با وے کند داوری

یہ واقعات واقع ہو رہے تھے کہ اعظم ہمایوں کے بھائی سعید خاں نے دس مسلح آدمیوں کو ساتھ لیکر یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ کو مبارکباد دینے کا بہانہ بناکے اوس پاس پہنچے اور وہاں اسکا کام تمام کیجئے۔ کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اس کام کے لئے بھائی نے بھیجا تھا۔ وہ بادشاہ کے خاصہ سپاہیوں کے ساتھ ملا تو کوئی اسے پہچانتا نہ تھا۔ اسلام شاہ اسوقت جنگی ہاتھیوں کے حلقہ کے اندر کھڑا تھا اسلئے سعید خاں اس تک نہ پہنچ سکا پھر اس کو ایک فیلبان نے پہچان کر غل مچایا۔ سعید خاں نے ایک نیزہ اوسکے ایسا لگایا کہ وہ مرگیا اور وہ خود اپنی شجاعت اور مردانگی سے ہاتھیوں کے حلقہ سے اور بادشاہ کی فوج خاصہ سے دائیں طرف سے نکل گیا مخزن افغانی میں لکھا ہے کہ فیلبان نے سعید خاں کو ایسا مارا کہ خود اوسکے سر پر سے گر پڑا تاریخ خاں جہاں میں لکھا ہے کہ فیلبان نے اسکے نیزہ مارا۔ احمد یادگار لکھتا ہے کہ وہ احمد خاں سور کے نیزہ سے مارا گیا۔ اب نیازی بھاگ کر روہ کے قریب دہن کوٹ میں پہونچے۔ صبح کو بارش کا طوفان آیا تہا۔ ندی جو انبالہ کے قریب خشک پڑی تھی اس بارش سے وہ طغیانی پر ایسی آگئی کہ وہ نیازیوں کے بھاگنے میں سد راہ ہوئی۔ اور انکے سواروں کو آگے جانے نہیں دیا اسلئے سلیم شاہ کا لشکر جو اوسکے پیچھے آیا اسنے ان میں سے بہت آدمیوں کو قتل کر ڈالا سلیم شاہ نے خود قلعہ رہتاس تک جو اوسکے باپ کا بنایا ہوا تہا نیازیوں کا تعاقب کیا۔ خواجہ ادریس شروانی کو ایک قوی لشکر دیکر اعظم ہمایوں سے لڑنے کے لئے متعین کیا اور خود آگرہ مراجعت کی اور یہاں سے گوالیار میں آیا اور یہاں ٹھہرا۔ یہاں رہنے کا اس کو ایسا شوق تہا کہ اسقدر اوسکو اپنا دار السلطنت ہی بنالیا تہا۔ معرکہ انبالہ میں جب اعظم ہمایوں سے خواص خاں اور عیسی خاں جدا ہوگئے تو اعظم ہمایوں کی سپاہ نیازی پہاڑوں میں بھاگی اور خواص خاں

کی سپاہ نیازی جو پانچ چھ ہزار آدمیوں کی تھی وہ لاہور پر قبضہ کرنے کے لئے دوڑی اوسکو امید تھی کہ اس افراتفری کے عالم میں اس شہر پر قبضہ ہوجائیگا۔ مگر خواص خاں نے دیکھا کہ بادشاہ کی فوج پیچھے دبائی چلی آتی ہے تو وہ راوی سے پار اترا۔ مگر موضع میانی میں اسکو گکھڑ پچی سلوانی نے آن لیا۔ یہی سردار اوسکے تعاقب میں بھیجا گیا تھا۔ گو خواص خاں اسوقت ایک تازہ زخم سے رنجور تھا وہ اپنی چوڈول سے اوترا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ دشمنوں کو پرے دھکیل دیا اور اپنی راہ پر روانہ ہوا۔ کوہ سوالک کے نیچے وہ کچھ دنوں ٹھیرا۔ سلیم شاہ نے تاج خاں کرانی حاکم سنبھل کو لکھا کہ وہ خواص خاں کو کسی طرح اوسکے مامن سے باہر نکالے۔ تاج خاں نے قول قسم کرکے اوسکو بلایا وہ اپنے کوہستانی مامن کو چھوڑ کر سنبھل میں آیا مگر اس مشہور نامور سردار کے ساتھ تاج خاں نے جو وعدہ کیا تھا اوسے فراموش کرکے دغا سے اپنے محسن کو مار ڈالا اور اوسکا سر کاٹ کے اسلام شاہ پاس بھیجدیا جو پنجاب میں پٹن میں تھا۔ خواص خاں اپنے زمانہ میں نہایت ممتاز اور بڑے لائق آدمیوں میں سے تھا اوسکی فیاضی خاص کر مذہبی آدمیوں پر حد سے زیادہ تھی۔ ابوالفضل نے جیسی اوسکی عادت ہے کہ وہ سور کے خاندان کو نامہربانی کی نظر سے دیکھتا ہے اس ستودہ صفات کی خصلت کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ شیر خاں کے غلاموں میں سے تھا۔ ابلہ طرازی اور گریزی اور لوگوں کے مال مارنے سے اور اوسکے اندوختوں کو رذیلوں اور کمینوں میں تقسیم کرنے سے وہ اپنے ملک میں عوام الناس میں مشہور ہوگیا تھا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ خواص خاں کا تابوت اوسکے نوکر دہلی لے گئے اور یہاں اسکو دفن کیا۔ اہل ہند اسکو اہل اللہ اولیا میں شمار کرتے ہیں اور خواص خاں ولی کہتے ہیں۔ عوام الناس اسکی قبر کی زیارت کرتے منتیں مانتے مرادیں پاتے گیتوں میں مدتوں تک اس نیک نام کا نام گایا گیا۔

جب سلیم شاہ گوالیار میں رہتا تھا تو ایک حادثہ عظیم وقوع میں آیا کہ جس نے تخت سلطنت کو ایک دفعہ ہلا دیا۔ ہم نے جو اوپر تاریخ خاندان سور کی لکھی ہے اسسے معلوم ہوگا کہ افغانوں کو اپنی آزادی اور باہم لڑائیوں کا شوق تھا گو اُن کی سلطنت میں اصول سلطنت جمہوری نہ تھے مگر وہ سلطنت شخصی بھی نہ تھی۔ وہ موروثی امیروں کی حکومت تھی جن پر کسی اتفاق سے

حکومت افغان میں امراء افغان کے اختیارات

کوئی حکمراں ہوتا تو وہ اوسکو حسد کی نگاہ سے دیکھتے امرا خود اپنے تئیں بادشاہ سمجھتے تھے
سلیم شاہ کے باپ کی برابر امرا تھے جنھوں نے اوس کے باپ کو خود اپنی کوشش سے بادشاہ
بنایا تھا۔ صوبوں کے فرماں روا برائے نام بادشاہ کے مطیع تھے۔ وہ اپنے اختیارات اور اقتدار
کو بادشاہانہ سمجھتے تھے۔ وہ اپنی امارت سے بغیر اوسکے نہیں ہٹ سکتے تھے کہ کیا تلوار سے
لڑائی انسے کرے یا دغا سے اونکو قتل کرے۔ گوالیار میں بہت سے شیر شاہ کے امرا جو مختلف
اضلاع میں مقرر تھے سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اگرچہ بادشاہ کا دل شجاعت خاں سے صاف
نہ تھا مگر دولت خاں اجیالا بادشاہ کا منظور دل نشین و محبوب دل پسند تھا وہ شجاعت خاں کا
بیٹا تھا اس کے سبب سے بادشاہ شجاعت خاں پر ظاہری مہربانی بہت کرتا تھا اور اوسکی عزت
کرتا تھا کل مالوہ کی حکومت اُسے دے رکھی تھی۔ ایک دن ایک افغان عثمان خاں شراب میں بدمست
شجاعت خاں کے دیوان خانہ میں گھس آیا اور فرش اور گاؤ تکیوں پر بار بار تھوکنا شروع کیا
جب فراشوں نے اوسکو منع کیا تو اوسنے اونکے خوب گھونسے لگائے جس سے غل شور مچا۔ فراشوں
نے شجاعت خاں سے فریاد کی تو اوسنے کہا کہ عثمان خاں نے تین جرم کئے ہیں اول شراب پی دوم
دیوان خانہ میں گھس آیا سوم فراشوں کو مارا۔ اسلئے اوسنے عثمان خاں کے دونو ہاتھ کٹوا دئے
گوالیار میں بادشاہ سے فریاد کرنے عثمان آیا مگر بادشاہ نے شجاعت خاں کی عالی مرتبگی اور
دولت خاں کی نیک خدمات کے سبب سے کچھ اوسے جواب نہ دیا پھر کچھ دنوں بعد شجاعت خاں
گوالیار میں آیا تو ایک دن عثمان خاں نے پھر آنکر بادشاہ سے فریاد کی تو بادشاہ نے اُس سے کہا کہ
تو پٹھان ہے اپنا انتقام آپ لے لے۔ جب عثمان خاں نے بادشاہ کی زبان سے یہ کلمے سُنے
تو وہ انتقام لینے کی تدابیر میں مصروف ہوا۔ شجاعت خاں کو بادشاہ کی اس بات کے سننے سے دل میں
بہت ملال ہوا۔ عیسیٰ خاں نے اپنا ایک ہاتھ لوہے کا بنوایا تھا ایکدن شجاعت خاں بالائے قلعہ
سلیم شاہ پاس جاتا تھا اور ہتھیا پھول دروازہ پر پہنچا تھا کہ اوسنے عثمان کو جسکی شکل اوسے یاد
تھی ایک دکان میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہاں بڑی دیر سے وہ اس کا منتظر تھا اور اپنے ہاتھ
کو دوپٹے میں چھپائے ہوئے اور ایک چھوٹی سی تلوار لئے ہوئے بیٹھا تھا۔ شجاعت خاں
نے اپنی پالکی کو ٹھیرایا کہ اوسکو کچھ دے اور اوسکا حال پوچھے۔ اوسکو یہ ایک موقع ہاتھ لگا

وہ اسکے پاس گیا۔ ایک تلوار اوس کو لگا کر زخمی کیا وہ فوراً گرفتار ہوا معلوم ہوا کہ اوس نے اوسی ہاتھ سے کہ لوہے کا بنوایا تھا شجاعت خاں کو خفیف سا زخمی کیا اوسی وقت اوس کو مار ڈالا۔ شجاعت خاں زخمی اپنے گھر آیا۔ اور اوسنے یہ جانا کہ بادشاہ کی اغوا سے یہ کام عثمان خاں نے کیا ہے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے اپنے امرا کو شجاعت خاں کی عیادت کو بھیجا اور کہلا بھیجا کہ میں خود بھی آتا ہوں۔

شجاعت خاں کے سب دوست اور متعلقین یہ جانتے تھے کہ بادشاہ نے اوسے زخمی کرایا ہے اسلئے شجاعت خاں نے اس خوف سے کہ کہیں وہ بادشاہ سے بُری طرح نہ پیش آئیں ایک عرضی لکھی جس میں اپنی قدامت اور حُسن خدمات کا ذکر کیا اور عرض کیا حضور نے میری عیادت کے لئے جو امرا بھیجے میری عزت افزائی کے لئے کافی ہیں بادشاہ عرضی کا مطلب سمجھ گیا۔ وہ ایک دن خود شجاعت خاں کے گھر گیا شجاعت خاں کا بیٹا فتح خاں بڑا شجاع قوی جوان تھا۔ اوسکے تیور بادشاہ کے دیکھنے سے بدلے تو اوسکے دوسرے بھائی میاں بایزید نے اوسکو بادشاہ کی نذر کے اہتمام میں لگا دیا۔ بادشاہ تھوڑی دیر ٹھیرا۔ شجاعت خاں نے نذر دی اور اس سے درخواست کی کہ حضور پھر تشریف نہ لائیں اور کچھ اور باتیں بھی رمز و کنایہ میں ایسی کہیں کہ بادشاہ پہلے کی نسبت اس سے دو چند ناراض ہو گیا۔

شجاعت خاں کا زخم تھوڑے دنوں میں اچھا ہو گیا وہ بادشاہ کی خدمت میں ایک دن گیا بادشاہ نے اسے ایک سو ایک گھوڑے اور ایک سو ایک بقچے بنگال کے کپڑوں کے عنایت کئے اور نہایت لطف و کرم سے پیش آیا۔ شجاعت خاں نے اس ظاہری محبت و تپاک کو باطنی عداوت پر محمول کیا اور ایک دن بادشاہ کی بغیر اجازت خیمے ڈیرے لاد کر مالوہ کی طرف کوچ کیا۔ بادشاہ اسکی اس حرکت سے بڑے غصے میں آیا اور سپاہ کو مرتب کر کے اوسکے تعاقب میں روانہ ہوا شجاعت خاں سارنگ پور میں پہنچا اور اپنی سپاہ کو معائنہ کرنے لگا تو سپاہ نے یہ خیال کیا کہ اسلام شاہ چلا آتا ہے اسسے لڑنے کا ارادہ ہے مگر شجاعت نے سپاہ سے کہا کہ اسلام شاہ میرا ولی نعمت ہے اور میرے مربی کا بیٹا ہے میں اسسے کبھی نہیں لڑنے کا جن کو یہ خیال ہو کہ میں اس سے لڑوں گا وہ میرے لشکر کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ جب اسلام شاہ سارنگ پور کے قریب پہنچا تو شجاعت خاں بانسواڑہ میں چلا گیا۔ بادشاہ نے مالوہ اس سے لے لیا اور عیسٰے خاں کو اوجین میں

شجاعت خاں کا بھاگنا اور بحال ہونا

بیس ہزار سوار دیکر متعین کیا اور خود آگرہ چلا آیا۔ شجاعت خاں ان سپتیس امرا میں تہا جنکے طفیل سے شیر شاہ بادشاہ ہوا تہا اوسنے باوجود قدرت واستطاعت کے مالوہ کا خیال کچھ نہیں کیا یہ واقعہ ۹۵۵ھ میں ہوا۔

اسلام شاہ اسوقت نیازیوں کی بغاوت کے روکنے میں مصروف تہا اور وہ دوبارہ اونکو سزا دینے کے لئے لاہور گیا۔ دولت خاں اجیلا نے بادشاہ سے شجاعت خاں کی معافی قصور کی سفارش کی بادشاہ نے اسے مان لیا اور شجاعت خاں پہر سلیم خاں کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اسے سارنگ پور اور رائے سین کا قلعہ حوالہ کیا۔ اور بادشاہ کی اجازت سے پہر اپنی جاگیر میں گیا۔ دولت خاں اجیلا بادشاہ کے ساتھ رہا۔ دولت خاں کو اجیلا اسلئے کہتے تہے کہ رات کو بادشاہ اور اوسکے محلوں کے درمیان سڑک پر مشعلیں جلتی رہتی تہیں یہی امیر اپنی شجاعت ذاتی و شرافت خاندانی کے سبب سے سلیم شاہ کا اوس کے اخیر وقت تک دوست رہا۔

مالوہ میں بادشاہ کامیاب ہوا مگر پنجاب میں اسکا لشکر ناکام رہا پنجاب میں ہمایوں اعظم نے مدتوں تک حکومت کی تھی ابتک اسکا رعب داب اس ملک میں چلا جاتا تہا جہلم سے پار اوسکے پاس بہادر اور مستقل آدمیوں کی جمعیت ہوگئی۔ اس جمعیت کو لیکر وہ دہن کوٹ (دین کوٹ) کے قریب خواجہ اویس سے لڑا جسکو سلیم شاہ نے اوسکے روکنے کے واسطے متعین کیا تہا اور اسکو شکست دی اور سرہند تک ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ اسکا لٹیرا لشکر سارے پنجاب میں پہیل گیا صرف وہ مویشی ہی نہیں لیجاتا تہا بلکہ آدمیونکو اٹہا کر لیجاتا تہا۔ سارے ملک میں اوسنے ایک ہلکہ مچا دیا۔ سلیم شاہ نے فوراً لشکر اپنے میر عسکر پاس بہیجا اوسنے پہر نیازیوں کو دہن کوٹ تک بہگا دیا۔ سنبلہ پر دونو لشکروں میں بڑی لڑائی ہوئی۔ اعظم ہمایوں کو جسکے پاس بیس ہزار سوار تہے شکست فاحش ہوئی اور نیازیوں کی بعض عورتیں گرفتار ہوئیں وہ سب گوالیار بہیجی گئیں۔ بادشاہ نے انکے ناموس کا پاس نہیں کیا۔ اور نیازیوں کے جو اسباب حشمت مثل علم سراپردہ وغیرہ ہاتھ لگا تہا وہ اپنے لشکر کے رندو اوباش آدمیونکو دیدیا اور انمیں سے ایک کو اعظم ہمایوں کا دوسرے کو سعید خاں کا تیسرے کو شہباز خاں کا اور علی ہذا القیاس خطاب دیا۔ اور اونکو نقارے دئے تاکہ نوبت کے وقت اپنے دروازوں پر بجائیں۔ یہ لوند نقاروں

کو فلانے پیجاتے اور ملکم او چھتر اور امارات شاہی کو اپنے آگے رکھکر کہتے کہ سلیم شاہ کو فلاں لڑائی میں ہاتھ لگے ہیں اور اونکی امانت کرتے۔ ہر شب جمعہ کو فواحش ہند جو دستور کیموافق اسلام شاہ کے سلام کو آتے تو نقیب باواز بلند کہتے کہ بادشاہ نظر روبرو فلاں خاں نیازی دعا کرتا ہے۔ یہ بات افغانوں کو کہ سب ہم قبیلہ اور ایک جہت تھے بہت شاق و ناگوار گذرتی افغانوں میں عورتوں کی ناموس کا بڑا خیال ہوتا ہے ان کو ان عورتوں کی بے ناموس ہونے سے بادشاہ سے دل میں کینہ زیادہ ہوا۔

نیازی شکست پاکر دہن کوٹ کو دشمنوں سے نہ بچا سکے نمک سار کوہسار سے گھکروں کی پناہ میں کشمیر کے گرد کے پہاڑوں میں جا پہنچے۔ اسلام شاہ اس امر کو اپنی سلطنت کی حفاظت اور عافیت کے لئے ضروری جانتا تھا نیازی امیر کا نام و نشان باقی نہ رہے اسلئے وہ اس ملک میں خود ایک قوی فوج لیکر آیا اور رہتاس میں پہنچا۔ اس قلعہ کے پورا بنا دینے میں بڑی کوشش کی اور گہکروں کے مطیع بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ گہکروں کو اپنی آزادی پر فخر تھا خاندان بابریہ سے انکا اتحاد تھا۔ قلعہ رہتاس کو گہکر اپنا خار راہ سمجھتے تھے اس لئے وہ اسکی تعمیر کی تکمیل میں ہر طرح سے سد راہ ہوتے تھے۔ قلعہ پورا ہونا بڑا کام تھا۔ سلیم شاہ نے ایک حصہ سپاہ کا تو اوسکی تعمیر میں لگایا اور دوسرا حصہ گہکروں کے ساتھ لڑایا۔ گہکروں اور افغانوں کے درمیان دن کو لڑائیاں ہوتیں۔ رات کو چوروں کی طرح گہکر افغانوں کے لشکر میں آتے جو پاتے لیجاتے خواہ عورت ہو خواہ مرد ہو آزاد ہو یا غلام اور اوسکو قید میں بری طرح رکھتے اور بیچ ڈالتے۔ سلیم شاہ سلطان آدم گہکر کو جو ہمایوں کا بڑا سچا دوست تھا گرفتار کرنا چاہتا تھا وہ ہاتھ نہ آیا مگر سارنگ سلطان جو گہکروں کا بڑا نامور سردار تھا گرفتار ہوا بادشاہ نے اوسکی زندہ کھال اوتروائی اور اوسکے بیٹے کمال خاں کو قید کرکے گوالیار بھیجا۔ اور اس قوم کے دو ہزار کو بھی ہلاک کیا۔ اس کوہستان کے بہت سے زمیندار بادشاہ کے مطیع ہوئے اور وفادار رہے۔ گوالیار ایک پہاڑی ہو کانگڑہ اور نگر کوٹ کے درمیان جنوب میں داہنی طرف ہے وہاں کا راجہ پرسورام جو سب زمینداروں میں زیادہ معزز تھا وہ بادشاہ کا پکا دوست ہوگیا۔ اس نواح میں تہانونکی نگہبانی کے لئے پانچ قلعے شیرگڈہ۔ اسلام گڈہ۔ اسپرگڈہ۔ فیروزگڈہ۔ مانکوٹ یا مانگڈہ تعمیر کرائے اون کی

عمارات دیکھنے سے تعجب ہوتا ہے وہ ہرگز آدمیوں کی بنائی ہوئی نہیں معلوم ہوتیں بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کے حکم سے جنوں نے بنائی ہیں ان عمارات کے بنانے میں افغان دو سال تک سنگ کشی اور چونہ پزی کرتے رہے۔ بادشاہ کو اون پر ایسی بدگمانی تھی کہ دو برس تک یہ خاک مذلت ان کے سر پر ڈالتا رہا اور جب اونکو چھتری ڈہونے سے مخلصی ہوتی تو گہکروں سے اون کو لڑاتا اور اس مدت دو سال میں اونکو ایک پیسا اور حبّہ تنخواہ میں نہیں دیا۔ اس سبب سے افغانوں کو روز بروز اس سے نفرت زیادہ ہوتی جاتی تھی اور اوسکو برا بہلا کہتے تھے۔ اس احوال کے کہنے کی مجال کسی کو نہ تھی محمد شاہ فرملی ایک امیر کبیر خوش طبع و ظریف اور ندیم مخصوص گستاخ تہا اوسنے کہا کہ بادشاہ سلامت میں نے کل رات کو خواب دیکہا ہے کہ تین خریطے آسمان سے اوترے ایک میں خاک تھی دوسرے میں سونا تہا تیسرے میں کاغذ۔ انمیں سے خاک تو سپاہ کے سر پر گری اور دفتر کے ہندؤں کے گھر میں زر پڑا۔ اور بادشاہی خزانہ میں کاغذ رہا۔ سلیم شاہ کو یہ لطیفہ بہت پسند آیا اور وعدہ کیا کہ گوالیار میں مراجعت کرنے پر محاسب سپاہ کی دو سال کی تنخواہ کا حساب کرکے ان کو تنخواہ دیدینگے۔ مگر قضا و قدر نے اس حکم کی تعمیل نہیں ہونے دی کہ قضا آگئی۔ اسکا حال آگے دیکھوگے۔ امرا نے اتفاق کرکے ایک آدمی کو جسے اپنی جان کی پروا نہ تھی یہ سمجہایا کہ بادشاہ آج اپنے سراپردہ سے قلعہ مان کوٹ کو معائنہ کرنے جائیگا تو اوس کے پاس فریادی بن کر جانا اور اسکو قتل کر ڈالنا۔ یہ آدمی پہاڑ کی بلندی پر گیا اور ایسی تنگ جگہ پر بیٹھا جہاں سے ایک ہی آدمی گذر سکتا تہا جب بادشاہ اس جگہ آیا تو اوسنے ایک چھوٹی تلوار سے جو اوسنے چھپا رکھی تھی بادشاہ پر وار کیا جس سے اوسکی انگلیوں اور گردن پر نہایت خفیف سا زخم لگا۔ بادشاہ اپنی کمال چستی و چالاکی سے اسپر غالب آیا اور گھوڑے سے اُترکر اوسکو پکڑ لیا۔ اور تلوار چھین لی۔ دولت خان نے آنکر اس آدمی کو بادشاہ کے ہاتھ سے لے لیا اور عرض کیا کہ حکم ہو تو میں اس آدمی کو مقید کروں۔ بادشاہ نے فرمایا اس مردک کو جلد مار ڈالو معلوم نہیں کہ وہ جھوٹ ڈٹ کس کس کے نام بتاکے کتنے گھروں میں آگ لگائے۔ اسکے مقید کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہیں اسے مار ڈال۔ اسلام شاہ کی یہ بات نہایت عاقلانہ نیک اخلاقی کی تھی بادشاہ نے تلوار کو منگایا اور امرا کو دکہایا۔ خود بادشاہ اور امرا نے پہچانا کہ وہ اقبال خاں کی تلوار تھی۔ اقبال خاں کو بادشاہ نے اپنی نوازش سے چھوٹے آدمی سے بڑا

[illegible] ۹۵۵ھ

آدمی کیا تہا اوسکو بلا کر کہا کہ افسوس ہے تو نے میری مہربانیوں پر خیال نہیں کیا اب تجہکو قتل کیا کروں مجہے شرم آتی ہے کہ جسپر نوازش کرکے پرورش کی ہوا وسکو میں قتل کروں اونی نوکری پر تیرا تنزل میں کرتا ہوں۔

اب بادشاہ نے نیازیوں کو بالکل استیصال کرنا چاہا۔ اعظم ہمایوں نے جب گکہڑونکو مغلوب دیکہا تو وہ کشمیر کے کوہستان میں گیا۔ اسلام شاہ شہر کتیالی میں تہا اوسنے کشمیر میں نیازیوں کا تعاقب کرنا چاہا۔ مرزا حیدر والی کشمیر نے نیازیوں کی راہ کو اسلئے بند کردیا کہ اسلام شاہ اس پر مرحمت شاہانہ کرے۔ اعظم ہمایوں نے یہ دیکہہ کر کہ بادشاہ پیچہے چلا آتا ہے اور حاکم کشمیر نے آگے راہ بند کررکہی ہے تو وہ راجوری میں گیا۔ اسلام شاہ نے اپنی منتخب سپاہ کو لیکر اسکا تعاقب موضع بدہ تک ملک نوشیرہ میں کیا۔ یہاں سے پہاڑوں کی تنگ اور دشوار گذار راہوں سے سیالکوٹ کے قریب بن گکانوں میں آگیا۔

محمد نذر اور صبر علی جو کشمیر کے بادشاہ کی طرف سے راجوری میں حاکم تہے اونہوں نے سازش کی کہ اعظم ہمایوں کو کشمیر میں لیجا کر مرزا حیدر کو معزول کردیں اعظم ہمایوں نے اور افغانوں نے اس باب میں صلح کی۔ سب نے کہا کہ یہ فتح غیبی ہے ضرور جانا چاہئے مگر اعظم ہمایوں نے پسند نہ کیا اور مرزا حیدر کو ایک خط اپنی حقیقت حال کا لکہا اور امداد کی درخواست کی۔ مرزا حیدر ایک نوجوان فیاض دل تہا اسنے اعظم ہمایوں پاس بہت روپیہ بہیجدیا اور خط کا جواب نہایت اخلاق سے لکہا۔ اعظم ہمایوں کوچ کرکے موضع بزرگ میں آیا۔ جب بے وفا کشمیریوں نے اعظم ہمایوں کی ناکامیوں کو لکہا تو وہ اس سے منحرف ہوگئے اور اس پاس سے بہاگ گئے بعض ان میں سے اسلام شاہ پاس چلے گئے۔ غازی خاں چک مرزا حیدر پاس گیا اور اُسنے کہا کہ افغانوں کی ایک جمعیت کشمیر کی تسخیر کے ارادہ سے آتی ہے اور وہ پرگنہ بالی ہال اور بوہ کوٹ اور مالوہ کوٹ میں آن پہنچی ہے عیدی بنا حسین ماکری۔ بہرام چک۔ یوسف چک کو مرزا حیدر نے حکم دیا کہ وہ کشمیریوں کا لشکر لیکر نیازیوں سے لڑیں طرفین میں خوب لڑائی ہوئی۔ اعظم ہمایوں کی بیوی بی بی رابعہ نے خوب مردانہ وار لڑی اور لالی چک کو اپنی تلوار سے مار ڈالا کشمیری کثرت سے تہے اونہوں نے بے سروسامان افغانوں کو گہیر گہیر مار کر ہمیں قتل کیا کسی نیازی کو زندہ نہ چہوڑا۔ دو ہزار کے قریب قتل کئے جیسے نیازیوں نے دو ہزار سنبہلیوں کو قتل کیا تہا

ع ہماں آتش درکاس ایشاں بود۔ اس دیرمکافات میں اونہوں نے سزائے اعمال دست بدست پائی ۔
اعظم ہمایوں، سعید لڑائی میں مارے گئے کشمیری فتح پاکر سری نگر میں آگئے ۔ مرزا حیدر نے ان افغانوں
کے سر اسلام شاہ پاس بن میں بہیجدئے جنکو دیکھکر وہ بڑا خوش ہوا ۔ اب نیازیوں کی سرکشی کا
سر کٹ گیا اور بادشاہ اپنے گہر آیا ۔

مرزا کامران کا اسلام شاہ کے پاس آنا

مرزا کامران ہمایوں بادشاہ سے لڑکر کابل سے بہاگا سلیم شاہ کے پاس اس غرض سے آیا کہ اسکی
کمک اور تقویت سے کابل کو پہر لیلے ۔ جب اسلام شاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے ہیمو بقال کو جو ان دنوں
میں بڑا صاحب اقتدار تہا افغانوں کے ساتھ رہتا اس کے پاس اوسکے استقبال کے لئے بہیجا ۔ مرزا
کامران کو اس ذلیل استقبال سے ملال ہوا ۔ اور اپنے آنے سے پشیمان ہوا ۔ باوجود اس کے مرزا کو یہ
امید تھی کہ شاید اوسکی تلافی ملاقات میں اسلام شاہ کریگا مگر دربار عام میں اسلام شاہ نے اور فرعونیت
کی کہ اوسکے روبرو نقیب نے مرزا کی گردن پکڑکے پیش کیا اور پکار کر کہا کہ بادشاہا نظر کامران مقدم زادہ
کابل دعا میکند ۔ اسلام شاہ نے تکبر کی راہ سے دیکھکر کہا کہ خوش آمدی ۔ یہ سلیم شاہ کی ظاہرداری
تھی کہ اسنے اپنے سراپردہ کے پاس مرزا کامران کے واسطے خیمہ لگوایا ۔ اسپ سراپا بہیجا اور کنیزک
غلام خواجہ سرا خدمت کے لئے بہیجے کہ وہ اوسکے حال کی جاسوسی کرتے رہیں ۔ مرزا کامران شاعر
بڑا تہا کبھی بادشاہ بلاکر مشاعرہ کرتا تہا ۔ مرزا اس صحبت سے ناخوش تہا ۔ اس تکلف و تواضع سے
ایسا عاجز ہوا کہ جان سے بیزار ہوا ۔ اور فرار ہونے کے لئے موقع ڈہونڈہتا تہا ۔ افغان اسکی ہندی
زبان میں ہنسی کرتے تہے جب وہ دربار میں آتا تو کہتے کہ مورد آیا یعنے مرغ آیا ۔ مرزا نے بادشاہ کے
روبرو ایک امیر سے پوچہا کہ مورد کسے کہتے ہیں تو اوسنے جواب دیا کہ مرد عظیم الشان کو مورد کہتے ہیں
تو مرزا نے کہا کہ اس معنی کر سلیم شاہ خوش مورد اور شیر شاہ خوشتر مورد ہوئے ۔ یہ سنکر سلیم شاہ نے حکم دیا
کہ پہر اس لفظ کو نہ کہنا اور مرزا سے ہنسی نہ کرنا ۔ ایکدن اسلام شاہ نے مرزا سے کہا کہ کوئی شعر
ارشاد ہو تو اوس نے یہ شعر پڑہا ؎

گردش گردون گردونگر دوناں راگرد کرد بر سر صاحب تمیزاں ناقصاں را مرد کرد

سلیم شاہ اسکے فحوائے کلام کو سمجھ گیا اور اوسنے پوشیدہ موکل مقرر کر دئے کہ مرزا کو چشم بند
رکہیں مرزا نے کسی زمیندار کی معرفت کسی راجہ سے ڈہب لگاکے ڈاک چوکی لگا رکھی تھی ۔ ایکدن

وہ برقعہ اوڑھ کر بھاگ گیا۔ نگہبانوں نے یہ جانا کہ کوئی عورت جاتی ہے۔ باقی حال ہمایوں بادشاہ کی تاریخ میں پڑھنا۔ اسلام شاہ بن سے دہلی میں آیا یہاں مقیم رہا۔ وہ ایک دن گلے میں جونکیں لگائے بیٹھا تہا کہ خبر آئی ہمایوں کابل فتح کرکے آب نیلاب سے پار ہندوستان میں آگیا ہے سلیم شاہ نے اوسی دم گلے سے جونکوں کو اوتار کر پھینک دیا اور پہلے ہی روز تین کوس کا کوچ کیا۔ توپخانہ ہمیشہ اوسکے ساتھ رہتا تہا مگر اس جلدی میں دہلی کے دیہات سے بیل اونکے کھینچنے کے واسطے نہیں جمع ہوئے تھے اوسنے حکم دیدیا کہ آدمی توپوں کو کھینچیں۔ ہر ایک توپ کو ہزار دو ہزار آدمی کھینچتے تہے۔ اینکہ تو بینی نہ ہمہ مردمند بیشترے گاؤ و خر بیند مند

وہ بہت جلد لاہور میں پہنچا۔ ہمایوں کسی ضرورت کے سبب سے اٹک سے پار اوترا تہا مگر جیسا آیا تہا ویسے ہی اُلٹا چلا گیا اوسکا حال آیندہ آئیگا۔

اسلام شاہ لاہور سے گوالیار میں آیا اور یہاں شکار کھیلتا رہا۔ ایک دن وہ نواح اتری میں شکار کو جاتا تہا مفسدوں کی ایک جماعت نے بعض افغان امیروں کے اغوا سے بادشاہ کے سرراہ بیٹھکر اوسکے قتل کا ارادہ کیا۔ عجب اتفاق ہے کہ بادشاہ نے کسی اور راہ سے مراجعت کی۔ یہ جماعت بیکار اور معطل رہی۔ جب حقیقت حال بادشاہ کے کانوں تک پہنچی تو سید بہاؤالدین محمود۔ بداکہ کو کہ سرغنہ فساد تہے قتل کیا۔ اب بادشاہ کو اپنے امرا پر پہلے سے بھی زیادہ بے اعتباری ہوگئی۔ اپنے امرا میں سے جس امیر پر قوت و غلبہ کا گمان ہوتا اوسکو مقید کرتا یا قتل کرتا۔ جس امیر کو دیکھتا کہ سر اوٹھائیگا اوسکی گردن اُڑا دیتا۔ ایکدن اوسنے اپنی منکوحہ مسماۃ بی بی بائی یا بانو سے کہا کہ میں نے تیرے بیٹے کے لئے سلطنت کی راہ صاف کردی ہے مگر تیرا بھائی مبارز خاں خار راہ ہے اگر تو اپنے بیٹے کو دوست رکہتی ہے تو اجازت دے۔ کہ میں اس کانٹے کو دور کروں اور اگر بہ[illegible] کو عزیز رکہتی ہے تو بیٹے کی حیات [illegible] ہو اسکی جان کے لئے مبارز خاں کی طرف سے بہت خطرہ ہے اسکا جواب بائی نے یہ دیا کہ میرا بھائی عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتا ہے ساز و نغمہ میں سب وقت لگا رہتا ہے اوسکو بادشاہی سے [illegible] سلیم نے اوسکو سب طرح سمجھایا کہ وہ اس بات میں اسکی ہمراہی ہو جا[illegible] [illegible] بائی نے [illegible] کو نہ مانا آخر [illegible] ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کہ تو یاد رکھ اسکے عہد سلطنت کا عجیب و غریب واقعہ [illegible]

ہمایوں کی آمد کی خبر

بادشاہ کی اپنے امراء سے ناراضی

اسکی تفصیل یہ ہے کہ شیخ علائی کے باپ کا نام حسن تھا اور ملک بنگالہ کے مشائخ کبار میں سے تھا وہ بیانہ میں آیا۔ اور یہاں شیخ سلیم کا خلیفہ اور سجادہ نشین ہوا اور طالبین کو ارشاد اور ہدایت کیا کرتا۔ جب اسکا انتقال ہوا تو اسکی ساری اولاد میں شیخ علائی زیادہ لایق تھا وہی باپ کا سجادہ نشین ہوا اور ارشاد و ہدایت لوگوں کو کرنے لگا۔ اتفاقاً شیخ عبد اللہ نیازی کہ شیخ سلیم چشتی کے نامی اور کامل مریدوں میں سے تھا وہ مکہ معظمہ سے حج کرکے بیانہ میں وارد ہوا یہیں اقامت اختیار کی اور فرقہ مہدویہ کا طریقہ اختیار کیا۔ اس فرقہ کا اعتقاد یہ ہے کہ سید محمد جونپوری مہدی موعود ہے۔ سید محمد کا باپ میر سید خاں تھا اور نویں صدی کے وسط میں وہ جونپور میں پیدا ہوا تھا۔ وہ سلطنت جونپور کی بربادی کو آثار قیامت میں گنتا تھا اور اس زمانہ میں جو اور واقعات عجیب غریب وقوع میں آئے اونسے لوگوں کو سمجھاتا کہ قیامت آگئی اور کہتا تھا کہ آسمان سے آواز آئی ہے کہ امام مہدی موعود تمہیں ہوں۔ بہت سے آدمی اوسکے مرید ہوگئے اور مریدوں سے زیادہ دشمن ہوگئے۔ دشمنوں کے ہاتھوں سے تنگ ہوکر گجرات میں گیا۔ یہاں کا بادشاہ سلطان محمود اس کا معتقد ہوا۔ پھر وہ حج کو گیا۔ یہانسے بھی وہ نکالا گیا۔ پھر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ اور بلوچستان کی۔ اوسے گجرات میں آتا تھا کہ ۹۱۱ھ میں سفر آخرت پیش آیا۔ اوسکی قبر باوجود شاہ ایران کی مزاحمت و ممانعت کے زیارتگاہ خلایق بنی۔ عبد اللہ نیازی کی وضع شیخ علائی کو بھی خوش آئی اور اوسکی صحبت پر فریفتہ ہوا اور آبا و اجداد کا طریقہ ترک کرکے خلایق کو روش مہدویہ کی دعوت کرنے لگا اور شہر کے باہر شیخ عبد اللہ نیازی کے ہمسایہ میں رہنے لگا۔ اسکے معتقدین کی جماعت کثیر اوسکے ساتھ رہنے لگی توکل اور تجرد پر گذران کرنے لگی اور ہر نماز کے وقت وہ قرآن شریف کا وعظ اس فصاحت و بلاغت سے کہتا کہ سامعین کے دل پر سحر کا اثر کرتا۔ اور سننے والے دو کام کرتے یا سب کام کاج چھوڑ اور دنیا سے منہ موڑ فقیر ہو جاتے۔ کے فقیر بن کر بیٹھ جاتے یا سب معاصی منہیات سے توبہ کرکے سید محمد کا کلمہ بھرنے لگتے اور جو کچھ زراعت تجارت وغیرہ سے اونکو پیدا ہوتا اوسکا دسواں حصہ راہ خدا میں نذر کرتے۔ ایسا بہت ہوا کہ بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو اور خاوند نے جورو کو اور بیوی نے خاوند کو چھوڑ دیا اور فقر و فاقہ اختیار کیا۔ اس فرقہ میں تندرست [illegible] اوسکو سب [illegible] ایسے [illegible]

کرتے اور اگر کچھ نہ آتا تو دو دو تین تین روز صاف گذر جاتے مگر اوسکا اظہار وہ کسی پر نہ کرتے
سب وقت سپر و شمشیر و اسلحہ اپنے پاس رکھتے اور شہر و بازار میں پھرتے جس جگہ کسی کو کوئی کام
غیر مشروع کرتے دیکھتے اوسکو لطف و مہر سے اول سمجھاتے کہ اس کام کو نہ کر اور اگر وہ نہ مانتا تو
پھر جبر و قہر سے اس نامشروع کام سے اوسے باز رکھتے حکام شہر میں سے جو کوئی ان کا رفیق و
موافق ہوتا اوسکے ساتھ سلوک کرتے اور جو مخالف ہوتا اوسکا مقدور نہ ہوتا کہ وہ اونکو منع کر سکے
یا اونسے مقاومت کر سکے۔ شیخ عبداللہ نیازیؒ نے دیکھا کہ اب خاص و عام سے کام پڑا ہے عنقریب
ضرور کوئی فساد برپا ہوگا تو شیخ علائی کو ہدایت کی کہ وہ خدا کے گھر میں حج کرنے جائے۔ مرشد
کے کہنے سے وہ ایسی وضع و حالت سے تین سو ستر خانوار کے آدمیوں کو ساتھ لے حج کے ارادہ
سے روانہ ہوا۔ جب وہ جودھ پور کی حدود میں خواص پورہ میں پہنچا تو خواص خاں استقبال کو آیا
اور اوسکا معتقد ہو گیا۔ لیکن جب اوسکو فرقہ مہدویہ کی حقیقت پر علم ہوا کہ فساد سے بھرا ہوا
ہے تو وہ اس عقیدت سے پھر گیا۔ جب شیخ علائی کو اس حال پر اطلاع ہوئی تو یہ بہانہ بنا کر کہ
امر معروف اور نہی منکر کی اطاعت و اتباع خواص خاں نہیں کرتا اس سے رنجیدہ ہو گیا اور
خواص پورہ سے باہر چلا آیا اور حج کا ارادہ فسخ کیا اور بیانہ میں اولٹا چلا آیا۔ ان ایام میں
آگرہ میں سلیم شاہ تخت پر بیٹھا تھا اوسکے بلانے سے شیخ علائی پادشاہی مجلس میں آیا اور رسوم او
آداب جو پادشاہوں کے ہوتے ہیں وہ نہ بجا لایا پادشاہ کو سلام مشروع سلام علیک کرکے بیٹھ گیا
سلیم شاہ نے علیک السلام بکراہت کہا۔ یہ بات پادشاہ کے مقربوں کو بری معلوم ہوئی
ملا عبداللہ سلطانپوری المخاطب بہ مخدوم الملک نے شیخ علائی کے قتل کا فتوی تیار کیا تھا
سلیم شاہ نے علمائے وقت کو بلا کر اس قضیہ کی تشخیص و تنقیح انکو حوالہ کی۔ سلیم شاہ کے سامنے
مجلس مباحثہ منعقد ہوئی۔ شیخ علائی کسی عالم پر غالب نہ ہوا بلکہ مغلوب ہو کر جواب سے عاجز ہوا
مگر قرآن کی تفسیر میں آیات کے معانی ایسے بیان کرتا تھا کہ پادشاہ کے دل پر اوس کا اثر
ہوتا تھا۔ اوسنے شیخ علائی سے کہا کہ تو اس دعوی باطل مہدویہ سے باز آ میں تجھکو تمام اپنی
قلمرو میں پادشاہی محتسب مقرر کر دوں گا۔ جو اسوقت تک بغیر میرے فرمان کے امر معروف
کرتا تھا بعد ازاں میرے حکم سے تو اسے کریگا۔ مگر اوسکو اس مذہب کا ست ایسا چڑھا ہوا تھا کہ

اوسنے بادشاہ کی بات کو نہ قبول کیا۔ باوجود اسکے سلیم شاہ نے ملا عبد اللہ کے فتوی کے خلاف کیا کہ اوسکے قتل کا حکم نہ دیا قصبہ ہندیہ کو جو سرحد دکن میں ہے جلا وطن کیا۔ یہاں کا حاکم بہار خاں جو سلیم شاہ کے عمدہ امرا میں سے تھا اوسکا معتقد ہوگیا۔ شیخ علائی اور کھیل کھلا اور اپنے مسائل کو بڑی ٹیپ ٹاپ سے بیان کرنے لگا اسکی طاقت لسانی کام کرگئی امیران لشکر اور لشکر اوسکے معتقد ہونے لگے۔ پہر ملا عبد اللہ نے بادشاہ کو سمجھا کر شیخ علائی کو یہاں سے طلب کرایا۔ اس مرتبہ بھی بادشاہ نے پیشتر سے بیشتر علما کو بلا کر اس قضیہ کی تشخیص کے لئے تاکید کی۔ ملا عبد اللہ نے سلیم شاہ سے کہا کہ اے حضرت وہ خود مہدویت کا دعوی کرتا ہے اور مہدی کا تمام روئے زمین پر بادشاہ ہونا مسلمات مذہبی سے ہے پہر بتلائے کہ اس امام کو چھوڑ کر حضور کے ساتھ کون رہیگا۔ سارے لشکر میں بہت سے امیر اب بھی اوسکے گرویدہ ہیں اور بعض عزیز آپکے خفیہ اوسکے مذہب میں آگئے ہیں۔ احتمال ہے کہ آپ کی بادشاہی میں خلل پیدا ہو بادشاہ ملا عبد اللہ کو صاحب غرض جانکر اوسکی بات پر کان نہیں لگاتا تھا پہر اوسنے شیخ علائی کو بہار میں شیخ بڑہ پاس بہیجدیا۔ یہ شیخ دانشمند اور طبیب کامل تھا اور شیر شاہ اوسکا ایسا معتقد تھا کہ اوسکی جوتیاں سیدہی کرکے اپنے ہاتہ سے اوسکے سامنے رکہتا تھا اور کہتا تھا کہ جو فتوی وہ دیگا اسپر عمل ہوگا۔ بادشاہ پنجاب روانہ ہوا۔ قلعہ مانکوٹ کو تعمیر کراتا تھا۔ شیخ بڑہ نے ملا عبد اللہ سلطانپوری کے موافق فتوی لکہکر قاصدوں کے ہاتہ بادشاہ پاس بہجوایا۔ اس اثنا میں شیخ علائی ان امراض میں مبتلا ہوا جو وبا کی طرح پہیل رہے تہے۔ اس کے حلق میں ایک زخم تھا جس میں کہ ایک انگلی کی برابر بتی جاتی تھی۔ اسپر سفر کی تکلیف کا اور اضافہ ہوا۔ جب شیخ سلیم شاہ کے روبرو پیش ہوا تو اس میں قوت گفتار نہ تھی۔ سلیم شاہ نے اوسکے کان میں چپکے سے کہا کہ تو کہدے کہ مہدی نہیں ہوں تو تو چھوٹ جائیگا مگر یہ اوسنے نہیں قبول کیا۔ بادشاہ مایوس ہوا۔ ناچار اوسنے حکم دیا کہ تازیانے لگائے جائیں۔ تیسرا تازیانہ لگا تھا کہ اوسکی روح نے پرواز کی۔ یہ قضیہ ۹۵۵ھ میں واقع ہوا۔ ذاکر اللہ اوسکی تاریخ ہے۔ شیخ کے مرنے کے بعد   کا اجتماع متفرق ہوگیا۔

اسی زمانہ میں گو بادشاہ نے امیر اور سپاہ کو دو سال کی تنخواہ ملنے کا حکم دیدیا تہا مگر امرا عوام کے غارت کرنے کے سوا ... کا خیال بہی نہیں کرتا تہا وہ امرا

کی سازشوں سے خوب واقف تھا اور اونکو یہ چاہتا تھا کہ ایک جگہ کرکے سزا دیجائے مگر امرا کو بھی اوسکے ارادہ سے اطلاع ہوگئی تھی اور اونہوں نے آپس میں اتفاق کر لیا تھا کہ سب ملکر دربار میں کبھی نہ جائیں بلکہ ایک ایک کرکے بے خوف و خطر جاتے۔ سلیم شاہ تو شب و روز اس خیال میں رہتا کہ میں امرا کو کسطرح موت کے پنجے میں پہنچاؤں مگر وہاں مشیت ایزدی اور تھی وہ قلعہ گوالیار میں دفعتہً ایسا بیمار ہوگیا کہ صاحب فراش ہوگیا۔ اب کوئی مورخ اوسکو حبس البول کی بیماری بتاتا ہے۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ اعصاب سفلی میں انصباب مادہ علاوہ روئیہ سے ایک قرحہ میں سمیت پیدا ہوگئی تھی کوئی کہتا ہے کہ ایسا مرض تھا کہ اوسکو کسی کو وہ بتاتا نہ تھا اور اپنے ہاتھ سے گل لگاتا تھا۔ اور روز بروز ضعیف ہوتا جاتا تھا ہذیان ہوتا تھا۔ ایک وزرا سنے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو خوب گالیاں دیں جب بادشاہ ہوش میں آیا تو تاج خاں نے کہا کہ آج حضور کی زبان سے وہ کلمات نکلے کہ جنکے کہنے کی عادت حضور کو نہ تھی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے تاج خاں مجھکو اپنی قوت پر بھروسا تھا میں نے سب آدمیوں کو مغلوب کیا۔ مگر یہ مرض مجھسے زیادہ طاقتور ہے اوسنے مجھے چیونٹی سے زیادہ ضعیف اور کمزور بنا دیا۔ بی بی بائی کو بلاکر وہی بات اوسکے بیٹے کے باب میں کہی جو پہلے ہم لکھ چکے ہیں بعد ازاں دفعتاً ایک لحظہ میں سنہ ۹۶۱ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اسی سال میں سلطان محمود بادشاہ گجرات اور نظام الملک بادشاہ دکن کا انتقال ہوگیا تھا۔ زوال خسروان اونکی وفات کی تاریخ ہوئی۔

سلطنت کے اہتمام اور انتظام میں جو کام اسلام شاہ نے کئے ہیں اونسے جو اوسکے خصائل ظاہر ہوتے ہیں وہ ان خصائل سے نہیں ملتے جو مورخوں نے بیان کی ہیں۔ اس میں سب مورخوں کا اتفاق ہے کہ اوسکی جسمانی قوت خلقی بہت زیادہ تھی اور اوسکو اپنی ورزش و چستی و چالاکی سے اسنے اور زیادہ بڑھا لیا تھا۔ اب کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اوسکو علم سے بہرہ کافی تھا کوئی اوسکو ناخواندہ بتاتا ہے مگر اسمیں شبہ نہیں کہ اوسکے حافظہ میں فارسی اشعار کا خزانہ بھرا ہوا تھا۔ اور امرا کے ساتھ مشاعرہ کرتا تھا۔ لطیفے خود کہتا اور اوروں ... سنتا اور خوش ہوتا علما اور صلحا و مشائخ کی صحبت پسند کرتا اور اونکی ایسی قدر کرتا جسکی مثال ہم ... ہیں کہ ایک روز ملا عبد اللہ سلطانپوری سامنے سے آتا تھا کہ اسنے امرا سے کہا کہ بابر کے پانچ بیٹے تھے انمیں سے چار ہندوستان سے خارج ہوگئے

پانچواں یہ ملا عبد اللہ ہے اسپر امرا نے عرض کیا کہ اس فتنہ پرداز کو کیوں حضور نے نہیں خارج
کیا تو اوسنے کہا کہ اِس سے بہتر کوئی آدمی مجھے نہیں ملتا جو اسے نکالوں جب وہ آیا تو اسے تخت پر
بٹھایا۔ اور ایک تسبیح مروارید قیمتی بیس ہزار روپیہ کی جو اسوقت آئی تھی اوسکو دی۔ شیخ سلیم چشتی
اور شیخ نظام بدایونی اوسکے امام تھے۔ اوسکو اپنے باپ کی طرح ملک بڑہانے اور قانون بنانے
اور رعایا کو آرام پہنچانے اور شان و شوکت دکہانے کا شوق تھا۔ ہمیشہ ایک بڑی سپاہ رکہتا تہا
جنمیں سوار کثرت سے ہوتے توپخانہ اسکا درست اور مرتب رہتا اور سارا سامان اُسکا
موجود ہوتا۔ قواعد کا سخت پابند سپاہ کو رکہتا گو وہ سپاہ کو نہایت آزردہ رکہتا مگر رعایا کو آسودہ رکہتا اور
نیک سلوک کرتا اسکا عمل اپنے باپ کے اس اصول پر تھا کہ کسی طرح کمزور کو زور آور نہ ستا سکے پرگنے میں جو پہلے
قانونگو رہتے تہے اور حساب کتاب اسکا لکہا کرتے تہے اونکو اوسنے یہ حکم بھی دیدیا کہ وہ تحقیقات
کی اور زراعت اور فصل کی پیداوار کی اور جرائم اور خطاؤں کی کیفیتیں لکہکر بہیجا کریں وہ
عاقل اور تیز ہوش تھا۔ بہت ہی کم ایسے بادشاہ ہوتے ہیں کہ ملکی اور جنگی دونوں کاموں میں ماہر ہوں
عدالت کے کام اور ملک میں عمدہ انتظام کرتے ہوں مدبر ہوں میدان جنگ میں سپاہ کو لڑانا جانتے ہوں
سلیم شاہ ان دونوں کاموں کو جانتا تہا۔ وہ رفاہ عام کی عمارات کی تعمیر میں فیاض تھا۔ خیرات
کے کاموں میں دریا دل۔ جو زمینیں کہ اوقاف کیلئے دی گئی تھیں سب کو بدستور قائم رکہا۔ اُسنے
اپنے باپ کی سرایونکو بدستور قائم رکہا بلکہ باپ کی دو دو سرایوں کے بیچ میں ایک اور سرا کو بنوا کے
اضافہ کیا۔ ہر ایک سرا میں مسجد و کنواں بنوا دیا اور موذن اور سقہ مقرر کردیا۔ ڈاک چوکیوں میں گہوڑونکو
زیادہ کیا اور اونکی وسیع سلطنت میں سے ہر مقام کی خبر اوسکو جلد تر پہنچا کرے۔ ہر دو ڈاک میں
اس پاس ستار نگانو (ڈہاکہ) کے تازے چانول آتے اور کچہ ململ آتی۔ شیر شاہ کی عہد میں یہ
قاعدہ تھا کہ لشکر شاہی میں ایک خیرات … ب اوسنے اس قاعدہ کو بدل دیا اور ہر
سرا میں ایک خیرات خانہ جاری کیا۔ … یر … کو ہر روز اتنا ملا کرتا کہ وہ سیر اور
آرام سے رہتے اور شیر شاہ کے دستور … سلمان مسافروں کیلئے خواہ وہ فقیر ہوں
یا غنی کچا پکا کہانا ملا کرتا۔ اول اسکا بڑا … سے بہائی دعویدار سلطنت کو ہٹا کر
میں تخت سلطنت پر بیٹھ جاؤں جب یہ … امرا کو یہ خیال ہوا کہ ان امرا عظام کے

اقتدار اور اختیار کو گہٹاؤں جو دعویدار تخت ہوتے ہیں۔ اوس کے باپ کی پولیسی اور تدبیر بالکل اوسکے برعکس تھی وہ اپنی فراست ذہانت لیاقت کے زور سے اپنی بزرگی اور محبت امرا کے دلوں میں بٹھا کے اونکی قوت اور لیاقت سے اپنی سلطنت کی قوت بڑہاتا تھا یہ امرا سے لڑکر اونکو اپنا دشمن بناتا اور اپنی سلطنت کی طاقت گہٹاتا۔ اسلام شاہ تخت نشینی سے پہلے بہت سی لڑائیاں لڑا تھا اوران میں جو اوسنے اپنی تدابیر سے کامیابیاں حاصل کیں تھیں اسسے معلوم ہوتا ہی کہ وہ بڑا صاحب لیاقت فراست کیاست تھا معمولی بادشاہوں میں سے نہ تھا ابوالفضل نے ان دونوں باپ بیٹوں کا نیکی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ روباہ بازی اور گریزی کا الزام ہر جگہ لگایا ہے اسکو بھی اونکی لیاقت کے منوانے میں مجبور کیا ہے کہ آخر کو اوسنے یہ لکھا ہے کہ سچ یہ ہے پدر و پسر (شیرشاہ و سلیم شاہ) اسباب روزگار کے انتظام میں سلیقہ موافق رکہتے تھے افسوس ہے کہ اونہوں نے حرام نمکی اور کافر نعمتی میں اپنی زندگی بسر کی اگر یہ دونوں شخص حضرت شاہنشاہ ہمایوں کے ملازم ہوتے تو باپ کو بارگاہ معلی کی خدمت سپرد ہوتی اور پسر کو سرحدوں کا اہتمام سپرد ہوتا تو البتہ مراحم خسروانی کے مستحق ہوتے اور خدمات شائستہ کے بجالانے سے اونکی زندگی وہ ہوتی جسکو بزرگان دانش حیات کہتے ہیں ایسے کارکنوں کے لئے ہمایوں جیسا کارفرما چاہئے تھا ریاست ملعمر جو حرام نمکی سے ہاتھ آئے دانایان کارشناس کے نزدیک قابل نفرین ہو اور اوسکے ساتھ جینا برائی مرنے سے بدتر ہے۔ یہ ابوالفضل کی چینٹ ہے کہ وہ شیرشاہ اور سلیم شاہ کو نمک حرامی کا الزام لگاتا ہے۔ بابر نے پانچ برس ہندوستان میں دخل رکھا تھا ہمایوں اس کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ افغانوں کی پہلے سے سلطنت چلی آتی تھی اگر افغانوں نے ہمایوں سے اپنی سلطنت لے لی تو انپر نمک حرامی اور بغاوت کا الزام نہیں لگ سکتا۔ تاتاریوں سے کہیں زیادہ افغانوں کا حق سلطنت تھا

اسلام شاہ سلطنت کا انتظام
۱۔ وہ اپنی ذات خاص کے تمام اختیارات
کے مرکز بنانے میں کوشش کرتا
ہاتھی چھین لئے اور پاکشی کے
۲ ایک کمزور ہتنی کی رکھنے کی اجازت
پر ۲ سہرت اسکی ساتھ تنسوص ہے
کوئی اور نہ لگانے پائے۔ او۔ تنے تہ
۳ ہبالیا (یعنی ان سب کا حصول خود لینے لگا)

جاگیروں میں تقسیم ہونے کا قاعدہ موقوف کر دیا۔ شیرشاہ کے زمانہ میں داغ کا دستور تھا یعنی گورنمنٹ سے گھوڑے دئے جاتے تھے اور انپر داغ لگتا تھا کہ اُن کی شناخت کیجائے اور سپاہیوں کی تنخواہ میں جاگیریں دی جاتی تھیں اسکے بجائے اس نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ سپاہیوں کی تنخواہ زر نقدی دیجائے اسکی مملکت کے ہر حصہ سے کل معاملات دینی و ملکی و مالی کی رپوٹیں ہر روز باقاعدہ اس پاس آتی تھیں اور اُن میں بالکل مفصل حال لکھا ہوا ہوتا تھا کہ وہ سپاہی و رعیت و سوداگر اور طوائف دیگر میں سے کس سے متعلق ہیں بادشاہ ان اطلاعوں پر اپنے حکم نامے لکھکر ہر طرف روانہ کرتا۔ ان حکموں کے لیے نہ قاضی سے پوچھتا نہ مفتی سے نہ یہ خیال رکھتا کہ وہ شرع کے موافق ہیں یا نہیں۔

اس نے اپنی سپاہ کو نئی طرح تقسیم کیا کہ ۵۰ - ۲۰۰ - ۲۵۰ - ۵۰۰ کے چھوٹے چھوٹے گروہ بنائے اور ۵۰۰۰ ، ۱۰۰۰۰ اور ۲۰۰۰۰ آدمیوں کے بڑے گروہ۔ چھوٹے گروہوں میں ہر پچاس سپاہیوں پیچھے ایک منشی فارسی کا اور دوسرا ہندی کا مقرر کیا۔ بڑے گروہوں میں ایک گروہ دار یعنی افسروں میں مقرر کیا۔ سپاہ کے مقدمات قاضی اور مفتی نہیں فیصلہ کرتے بلکہ ایک افغانی منصف اور ایک ہندوستانی منصف یا امین اس نے سنار گانو کی حدود سے لیکر بنگال کی حد تک اور بنگال کی حدود سے کابل کی سرحد تک اپنی سپاہ کی چھاؤنیاں ڈالیں۔ ایک ایسی سپاہ کو اپنے پاس وہ رکھتا تھا جس سے ہمیشہ اُمرا ڈرتے رہیں۔

ہر جمعہ کو پنجہزاری۔ دہ ہزاری۔ بست ہزاری امرا ایک بلند خیمہ کھڑا کرتے اور کرسی اس کے اندر بچھاتے اور کرسی پر ایک کشتی میں بادشاہ کی جوتیاں اور تیر و کمان رکھتے (یہ دونوں چیزیں سردار کو پہلے دی جاتی تھیں) بعد ... سے اول لشکر کا سپہ سالار پھر منصف اور امرا بہ ترتیب کرسی کے آگے سر جھکا- ... اپنے اپنے متعین جگہ پر بیٹھ جاتے اور دبیر آتا اور بادشاہی حکمنامے کو کہ اسکو ... ے کم و بیش ہوتے وہ مفصل پڑھتا اور جو مسئلہ مشکل ہوتا اُسکی تمام شقوں ... ں اور حکم نامے ہوتے سب امرا اس حکم پر عمل کرتے اگر کوئی امیر ان احکام سے خلاف ... ہوتا تو دبیر اُسکی اطلاع بادشاہ کو کرتا۔ بادشاہ مجرم کو سزا کا حکم بھیجتا۔ یہ ضابطہ سلیم شاہ کی آخر سلداری تک جاری رہا۔

فیروز شاہ بن سلیم شاہ

جب سلیم شاہ کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے فیروز خاں کو امرا نے تخت سلطنت پر بٹھایا اور فیروز شاہ کا خطاب دیا اور سکہ و خطبہ اُس کا جاری کیا۔ مگر مبارز خاں بن نظام نے جو شیر شاہ کا بھتیجا اور سلیم شاہ کا چچیرا بھائی اور سالا تھا اُس نے تیسرے روز اُس کم عمر بادشاہ کی عمر تمام کی۔ ہم نے لکھا ہے کہ سلیم شاہ نے اپنی زندگی میں اور موت کے دن اپنی بی بی بائی باتو کو سمجھاتا تھا کہ اگر تجھکو بیٹا عزیز ہو تو اپنے بھائی کے مار ڈالنے کی اجازت دے اور اگر بھائی عزیز ہے تو بیٹے کی جان سے ہاتھ دھو جس کا جواب بی بی یہ دیتی تھی کہ میرے بھائی کو سلطنت کا کب خیال ہے۔ وہ ناچ گانے کا عاشق ہے عیش و عشرت سے کب اُسے فرصت ہے اس پر بادشاہ بی بی کو لعنت و ملامت کرتا اور کہتا کہ کیوں اپنے بیٹے کے حق میں کانٹے بوتی ہے۔ یہ اُس کا کہنا سچ ہوا کہ سوم کا دن تھا کہ جلاد ماموں معصوم بھانجے پر تلوار سونت کر چڑھ آیا۔ بھائی کے آگے بہن ہاتھ جوڑتی تھی ناک رگڑتی تھی۔ پیروں میں گرتی تھی۔ آہ و نالہ گڑگڑا کر کرتی اور کہتی کہ خدا کے واسطے میرے اس ننھے سے بچہ کو نہ مار۔ میں اسے لیکر ایسی جگہ دور لیجاؤنگی کہ کوئی اس کو نہیں جانے گا۔ وہ بادشاہی کا نام بھی نہیں لیگا۔ تو اس کو مار نہیں کہیں قید خانہ میں ڈال دے۔ مگر اس سنگدل نے ایک نہ سنی اور اس بچہ کو ماں کی گود میں مار ڈالا تین دن وہ بھی سلطنت کر گیا سنہ ۹۶۰ھ سنہ ۱۵۵۲ع میں مبارز خاں تخت پر بیٹھا۔ اگرچہ سلیم شاہ کی بڑی بداخلاقی معلوم ہوتی تھی کہ وہ بہن سے بھائی کے مارنے کی اجازت مانگتا تھا مگر جو بھائی نے کام کیا اُس سے اُسکی بداخلاقی کا دھبہ مٹ گیا۔

ذکر سلطنت محمد شاہ عدلی

مبارز خاں نے بادشاہ ہو ... عوام الناس نے الف کو
اُڑا دیا اور یائے تانیث لگا کر عدلی کہنہ ... ہا ہند کا نام دیکھے تو اندھلی
(نابینا) نام مشہور کیا۔ یہ بادشاہ جاہل ... رنا کا، احمق ستم شعار
ناحق پرست اور پاجیوں کا یار تھا۔ ہوا ... ـعدل کا بھی بودا تھا۔ اس بادشاہ

محمد تغلق شاہ کی فیاضیاں سُن رکھی تھیں۔ جیسا اُسکا ہم نام بنا تھا ایسا ہی فیاضی میں اس کا ہم پلہ بننا چاہتا تھا۔ خزانہ کے مُنہ کھول دئے اور خلقت میں روپیہ لٹانا شروع کیا تاکہ خلقت کو اپنا دوست بنائے۔ جب شہر کے بازاروں میں اُس کی سواری جاتی تو تیروں کی پیکاں ایک تولہ سونے کے بناکے خانہ کمان میں رکھکر چاروں طرف پھینکے جاتے۔ جن آدمیوں کے گھر میں تیر جاتے وہ یا اور کوئی اُن کو اُٹھا کر لاتا تو وہ تیر دس روپیہ کو مول لیا جاتا۔ وہ خزانہ جو باپ نے برسوں کی محنت میں جمع کیا تھا وہ چند روز میں اُڑا اور وہ بیٹھ رہا۔ جب خزانہ یوں لٹا چکا تو یہ ارادہ کیا کہ امیروں کی جاگیروں کی ضبطی کیجیے اور کچھ سے اُڑا دیئے۔

جب سے بادشاہ ہوا پاجیوں کو بڑے بڑے عہدے دئے۔ وزارت و وکالت کا عہدہ شمشیر خاں کو جو شیر شاہ کا غلام اور خواص خاں کا چھوٹا بھائی تھا اور دولت خاں لوحانی کو مفوض ہوا۔ ہیمو بقال کو مطلق العنان کرکے جمیع مہمات ملکی و مالی کا مالک کیا۔

افغان ان تقررات اور ہیمو بقال کے اختیارات سے جلے بیٹھے تھے۔ جاگیروں کے تغیرات کا خوف کر رہے تھے۔ اُنھوں نے سلطنت کے اول ہی مہینے میں ہر طرف فساد اُٹھانے کا ارادہ کیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ گوالیار کے دیوان خانہ میں بادشاہ دربار عام کر رہا تھا اور جاگیریں تقسیم ہو رہی تھیں کہ اُس نے حکم دیا کہ محمد شاہ فرملی کی جاگیر قنوج سرمست خاں سروانی کو دیجائے۔ محمد شاہ فرملی کا بیٹا سکندر خاں جو انی کے زوروں میں چڑھا ہوا تھا وہ اس تغیر جاگیر سے غصے کے مارے آپے میں نہیں رہا بے ساختہ کہنے لگا کہ خدا کی قدرت اب ہماری نوبت یہانتک پہنچی کہ ہماری جاگیریں سروانیاں سگ فروش کو ملنے لگیں۔ اس وقت اس کا بوڑھا باپ بیمار تھا اس نے بیٹے کو غصہ سے روکا تو اُس نے ما [illegible] دفعہ شیر شاہ نے تجھے لوہے کے پنجرے میں قید کیا تھا مگر سلیم شاہ کی سعادت [illegible] ان سور قتل کرنا چاہتے ہیں مگر تو اس بات کو نہیں سمجھتا وہ تجھے مار [illegible] سرمست خاں بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ اس نے اس نوجوان [illegible] سا غصہ۔ اس بہانہ سے وہ اس کو گرفتار کرنا چاہتا تھا مگر وہ سر [illegible] جمر کا ہاتھ ایسا صحیح کیا کہ سرمست خاں ستون کی طرح لڑکھڑا کر گرا اور وہیں [illegible] شور عام میں بادشاہ تخت سے کود کر

محل سرا کی طرف بھاگا۔ سکندر بھی اس کے پیچھے چلا گا۔ مگر بادشاہ کو یہ اوسان آگئے کہ اُس نے دروازہ بند کر لیا اس لیے موت کا دروازہ اُس پر نہ کھلا۔ اکثر امرار عدلی کے ایسے حواس باختہ ہوئے کہ دیوانخانہ میں تلواروں کو چھوڑ کر فرار کی راہ بھی بھول گئے۔ سکندر دو گھڑی تک دیوانہ وار ادہر اودہر پڑا پھرا۔ جو سامنے آیا اُسے قتل کیا۔ سترہ آدمیوں کا خون اپنی گردن پر لیا۔ آخرکار ابراہیم سور کہ عدلی کا بہنوئی تھا ایک جماعت لیکر اس پر ٹوٹ پڑا اور تلواروں کے مارے اس کا قیمہ قیمہ کر دیا۔ محمد شاہ فرملی کو دولت خاں لوحانی نے مار ڈالا اسی روز تاج خاں کہ سلیم شاہ کے امراء عظام میں سے تھا دیوان خانہ سے باہر جاتا تھا راہ میں محمد شاہ فرملی سے اس کے گھر کے قریب ملاقات ہوئی اُن سے احوال پوچھا اُس نے کہا کہ حالت کچھ اور ہوگئی ہے میں نے اس خانہ سے پاؤں نکال لیا۔ تو بھی میرے ساتھ موافقت کر محمد شاہ نے اُس کو قبول نہ کیا سلام علیک کہکر دیوانخانہ میں عدلی پاس گیا وہاں جان جانی ہی گئی۔ تاج خاں بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ کو جب اُس کے جانے کی خبر ہوئی تو اُسکے پیچھے قوی فوج روانہ کی اور خود بھی جانے کا ارادہ کیا۔ اُسکی فوج نے چھپرامئو پر تاج خاں کی سپاہ کو جا لیا اور لڑکر شکست دی۔ تاج خاں چنار کو بھاگ گیا۔ رستہ میں جو خالصہ شاہی کے عمال تھے اُنکو پکڑ دھکڑ سارا اسباب نقد و جنس اُن سے چھین لیا۔ اور بادشاہ کے سو ہاتھی جو چر رہے تھے اُن کو پکڑ کر لے گیا اور اپنے بھائیوں عماد و خواجہ الیاس اور سلیمان سے جا ملا وہ خواص پور ٹانڈہ میں اور دریا گنگ کے پرگنوں میں حاکم تھے۔ اور اور ہمسایہ کے افغان بادشاہ کے ساتھ بے مہری میں شریک تھے اُنھوں نے بادشاہ سے کھلی بغاوت اختیار کی۔

عدلی اس اثنا میں عدلی گوالیار سے چنار میں اپنا خزانہ لینے کے لیے آگیا تھا وہ کرانیوں کے دھمکانے کے لیے آگے بڑھا۔ دریا گنگا کے مقابل کے کناروں پر دونوں سپاہیں آمنے سامنے آئیں اور کچھ دنوں بغیر لڑائی کے پڑی رہیں آخر کو عدلی کو بہت اعتبار ہوگیا تھا یہ درخواست کی اگر مجھے چند فیل اور سپاہ عنایت ہو تو میں کو پامال کر دوں عدلی نے ہیمو کی درخواست کو منظور کر لیا اور ہیمو اُتر کر کرانیوں سے لڑا اور ان کو شکست دی اور فتح کامل پائی۔ تاج بنگال کو بھاگ گیا جہاں مدتوں کے بعد بادشاہ ہوا علامہ فاضل و میر کامل ابوالفضل میں یہ کمال تھا کہ وہ اپنی قوت بیانیہ اور قلم کے زور سے سلاطین

تاج خاں کا بغاوت کرنا

تیموریہ کے عیبوں کے دھبّوں کو ایک خوشنما پھول بنا دیتا تھا اور اُس کے دشمنوں کی خوبیوں کے شگفتہ
گلوں کو بدنما داغ دکھا دیتا تھا۔ چنانچہ ہیمو جیسے لایق اور ہوشیار دانشمند کا حال اس طرح اکبرنامہ میں
لکھتا ہے کہ اے بدایع قدرت الٰہی کے دیکھنے والو ذرا اپنی نظر دوڑاؤ اور ہیمو کے احوال سے عبرت پکڑو
وہ ظاہر میں نہ حسب رکھتا تھا نہ نسب نہ صورت سے بہرہ رکھتا تھا نہ سیرت سے نصیبہ یقینی ایزدبیچوں
نے اُس کو کسی کمال معنوی کے سبب سے جو بالغ نظروں کی دیدہ وری سے پوشیدہ تھا اس درجۂ
بلند پر پہنچا یا یا بدکاروں کے سزا دینے کے لیے بدکارتر کو متعین کیا۔ یہ بدقیافہ کوتاہ قد دراز اندیشہ
ریواڑی میں کہ قصبات میوات سے ہے ذلیل بقالوں میں سے تھا۔ اُس کی ذات ڈھوسر تھی جو بنیوں
میں اُن کی سب ذاتوں سے گئی گزری ہے۔ وہ سر پر نمک دھرے گلی گلی نمک لو نمک لو کہتا پھرتا
تھا پھر وہ بلطایف الحیل سرکار سلیم خاں کے بقالوں میں منسلک ہو گیا (جن کو بازار میں کچھ پولس کے
اختیارات بھی ہوتے ہیں) اور مکاری کے کارنامے دکھا کر بدگوئی اور کاردانی سے سلیم خاں کا روشناس
ہوا اور اُس کے نوکروں میں داخل ہوا۔ وہ ہمیشہ آدمیوں کو بلا میں مبتلا کرتا۔ ظاہر میں وہ دکھاتا
کہ میں اپنے صاحب کے لیے دولت خواہی کرتا ہوں اور باطن میں وہ اپنے لیے اخذ و جبر کا
بازار گرم کرتا اور مظلوموں کے مال سے اپنے گھر کو ظاہری رونق دیتا۔ وہ اپنے آقا کے لیے اسباب
مال کیا سرانجام دیتا تھا اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارتا تھا۔ یہاں بزرگان دین اور بادشاہ بڑی
غلطی کرتے ہیں۔ اس گروہ کو مشغلے بہت سے ہوتے ہیں اور وہ آدمیوں کے احوال کے جویا
رہتے ہیں آدمیوں کے مخفی احوال دریافت کرنے کے لیے اور بدکاروں کے سزا دینے کے واسطے وہ
بدذات سخن چینوں کو اپنے پاس جگہ دیتے ہیں اگرچہ اپنے دل میں وہ عہد کرتے ہیں کہ ان آدمیوں
کی باتوں میں آ کر کسی نیک اندیش دولت خواہ آدم کے عرض و ناموس کا قصد نہ کرینگے مگر یہ
طائفہ ظاہر آرا اور خراب باطن کے واسطے چرب زبانی سے دولتخواہوں
کا قصد کرتے ہیں اور یہ طبقہ عل ... بیچ اپنے عہد سے غافل ہو کر ان
بدنہادوں کی گفت و گوئے ... سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور
اپنی دولت کی بنیاد کو آپ ...
تھوڑے دنوں میں اس بدنہاد ہیمو ... مہمات میں کمال غلط نمائی سے سلیم خان

خاطر میں جانے کی اور اکثر مہمات ملکی اور مالی میں دخل پیدا کیا جب سلیم خاں کا پیمانہ عمر پر ہوا۔ ہندوستان کے بتہ کاروں کی ریاست عدلی کو ملی تو اُس کو کار جہاں سے بے خبر دیکھکر جمیع کارخانہ حکومت کو خود ہیمو نے لے لیا اور امارت عظمی کو پہنچ گیا اور بادشاہ برائے نام رہ گیا۔ وہی اپنے اختیار سے افسروں کا عزل و نصب کرتا اور جاگیروں کو لیتا دیتا اور اپنی دوربینی سے شیر خاں و سلیم خاں کے خزانوں اور فیل خانوں کو اپنے ہاتھ میں رکھتا اور ان اندوختوں کے پراگندہ کرنے میں بے محابا دست دراز کرتا۔ پست فطرت بندۂ زر معاملہ نافہم اُس کی پرستش کرکے رواج کار میں اُسکے سعی کرتے کچھ دنوں رائے کے خطاب کی نسبت پر نخوت رہی۔ پھر راجہ ہوا اور راجہ بکرماجیت کی ہم نامی پر فخر کرتا رہا۔ تنک مغزی اور کوتہ حوصلگی سے یہ بزرگوں کا نام اپنا نام رکھا۔ دوراندیشی سے عدلی کے نام پر بادشاہی کو قائم رکھا اور اُس کے مخالفوں سے لڑائیاں لڑا۔ اپنی جرارت و جسارت سے جنگ میں فتحیاب رہا۔ ادھر اسم بکار میں اُس سے شگرف کارنامے ظہور میں آئے۔ شجاعت اور کامیاب ہونے میں وہ خلقت میں مشہور ہو گیا رفتہ رفتہ اُس کی جرارت اور جلادت کی نوبت پہنچی کہ وہ حضرت شہنشاہ اکبر سے لڑنے آیا۔

سچا حال اس کا یہ ہے کہ ہیمو نے اپنی عقل دوراندیش سے اپنے تئیں ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچایا وہ بڑا مدبر اور سپہ سالار تھا۔ اُس نے اس نالائق بادشاہ کی سلطنت کو نہایت نازک وقتوں میں سنبھالے رکھا سارے امراء اُس سے نفرت و حسد کرتے تھے اُس کو حقیر جانتے تھے۔ اُسکو کافر بے دین جانکر مسلمان عداوت کرتے تھے اور اُسکے اقتدار اور اختیارات کے سدراہ ہوتے تھے۔ اُس نے افغانوں کی سلطنت کو بہت دنوں خوفناک دشمن خاندان تیمور کے مقابل میں سنبھالے رکھا۔ گو وہ صورت میں بھونڈا کوتاہ قد تھا کبھی اُس نے تلوار ہاتھ میں نہیں ... گھوڑے پر چڑھ نہیں سکتا تھا۔ چوڈول میں بیٹھکر

یا ہاتھی پر چڑھکر میدان جنگ میں جاتا تھا۔ اُ ... وہ ایسا بہادر شجاع و خوش اقبال

تھا کہ بائیس لڑائیوں میں اپنے بادشاہ کے لیے ... جانب مخالف میں وہ افغان امیر

تھے کہ داعیہ سلطنت رکھتے تھے اور ان ... نے آدمیوں میں اُس کی شجاعت

اور وہ بدطلکی ہونے کی شہرت ہو گئی۔

شاید عدلی کی یہ نہایت عمدہ پولیسی تھی کہ اُس نے ایک ہندو کو اپنا وزیر بنایا تھا جس کو سات

ابراہیم خاں کی بغاوت

افغان حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ اگر وہ اپنی قوم میں سے کسی امیر اعظم کو اپنا وزیر مقرر کرتا تو ضرور وہ اول سلطنت سے معزول کرنے میں تدبیر کرتا۔ ہیمو کے وزیر مقرر کرنے میں یہ خوف نہ تھا کہ وہ اپنے مربی کے تخت پر بیٹھنے کا ارادہ کرتا۔

شیر شاہ کا چھوٹا بھائی نظام خاں تھا اُس کے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں یہ عجب اتفاق ہے کہ بیٹا بھی اور تینوں داماد بھی اُس کے بادشاہ ہوئے۔ بیٹا تو یہی محمد شاہ عدلی تھا۔ ایک داماد سلیم شاہ تھا۔ دوسرا ابراہیم سور تیسرا اسکندر سور۔ سلیم شاہ کی بادشاہی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور ابراہیم سور اور سکندر سور کی بادشاہی کا ذکر آگے آئیگا۔ اگرچہ ہیمو کی شجاعت نے تاج خاں کی لڑائی کی سرکشی کو دبا دیا۔ مگر بغاوت کا بازار تو چاروں طرف گرم تھا۔ اور فتنہ کچی نیند لیکر نہیں اُٹھا تھا کہ پھر اس کے سونے کا ارادہ ہوتا وہ بہت سو کر اٹھا تھا۔ عدلی سے سب امیر بیزار تھے۔ صوبوں میں حاکم بڑے صاحب قدرت تھے جنکے اختیار میں قومی سپاہ تھی۔ عدلی ان سب امیروں کو اپنا دشمن جان سمجھتا تھا۔ اس کو ابراہیم خاں پر باغی ہونے کا شبہ ہوا۔ اُس نے اُس کی گرفتاری کا قصد کیا۔ عدلی کی بہن ابراہیم خاں سور کی بیوی تھی۔ جب اُس کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے اپنے خاوند کو لکھ بھیجا کہ بھائی کا ارادہ تیری گرفتاری کا ہے۔ ابراہیم یہ خبر پاکر چنار سے لباس بدل کر اپنے باپ غازی خاں پاس جو بیانہ وہنڈون کا حاکم تھا چلا گیا۔ بادشاہ نے عیسیٰ خاں نیازی کو اس سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ کالپی میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی عیسیٰ خاں کو شکست ہوئی۔ ابراہیم خاں نے کھلی بغاوت اختیار کی۔ اپنے باپ کے ملک میں لشکر جمع کرکے وہ دہلی گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اور تخت پر بیٹھ کے بادشاہ بنا اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا پھر وہ آگرہ گیا اُس پر اور نواح کے

جب عدلی کو اس کی خبر ہ یہ بغاوت عظیم ہوئی جس سے
سلطنت کے چھن جانے کا خوف ا اور جلدی ہی چنار سے آگرہ کی طرف
کوچ کیا جب عدلی جمنا کے کنارہ پر آ ہ اگر حسین خان جلوانی اور بہادر خاں
سروانی اعظم ہمایوں اور بڑے بڑے ا خاطر جمع کر دو تو ہیں صلح کے لیے اور
معافی قصور اور آئندہ اطاعت کے لیے حاضر ہوں۔ اس احمق عدلی نے ان امیروں کو ابراہیم

پاس بھیجد یا معلوم نہیں کہ پہلے سے وہ اُس کے ساتھ سازش رکھتے تھے یا اپنے پاس بلاکر ابراہیم
نے اُن کو ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ وہ اُس کے ساتھ ہوگئے۔ غرض اُن کے اتفاق سے ابراہیم
کا پلہ بھاری ہوگیا۔ عدلی کو ان امیروں کے دغا دینے سے یہ خیال ہوا کہ میں ابراہیم سے نہیں لڑسکتا
اس لیے اُس نے دلی اور آگرہ سے ہاتھ اُٹھایا اور چنار میں جاکر اُس کو اپنا دارالقرار ٹھہرایا اور بہار
پر قبضہ رکھنے کا مستقل ارادہ کیا اور یہاں اُس نے اپنی حکومت کو جمالیا۔ عدلی کی بدنصیبی کا مقطع
ابراہیم ہی کی کامیاب سرکشی نہ تھی بلکہ دور دور کے صوبوں میں بغاوت پھیلی ہوئی تھی۔ اس
نازک وقت میں شیر شاہ کی مملکت خاندانی فسادوں کے سبب سے پانچ افغان بادشاہوں میں منقسم
تھی عدلی بہار جونپور اور گنگا کے مشرقی ملک کے بڑے حصے میں بادشاہ تھا۔ سلطان ابراہیم دہلی
آگرہ دوآبہ اور جمنا کے مغربی اضلاع اور کالپی کے اضلاع زیریں میں فرمانروا تھا۔ احمد خاں سور جس نے
سلطان سکندر شاہ کا خطاب اختیار کیا تھا پنجاب میں حکمراں تھا۔ شجاعت خاں جس کو سزاول خاں
(سجاول خاں) بھی کہتے ہیں مالوہ میں سلطنت کرتا تھا۔ سلطان محمد شاہ سور بنگال میں
بادشاہی کرتا تھا جس سے تاج خاں کررانی رقابت کر رہا تھا ان فرمانرواؤں میں سے اول
جس نے اپنے ہمسایہ کے اضلاع پر دست درازی کی وہ احمد خاں سور تھا۔ وہ شیر شاہ کا بھتیجا بھائی
اور عدلی کا بہنوئی تھا۔ وہ پنجاب میں فرمانروائی کرتا تھا۔ مگر جب اُس نے سلطنت کا حال پریشان اور
پراگندہ دیکھا تو وہ پنجاب ہی پر قانع نہ رہا بلکہ دہلی کی سلطنت کی ہوس دامنگیر ہوئی۔
امرا پنجاب جو عدلی سے منحرف تھے اُن سے اُس نے مشورہ کیا اور اُن کو عدلی کا ناقابل ہونا
اور اُس کی سلطنت سے طرح طرح کی قباحتوں کا پیدا ہونا اور تاتار خاں کاسی ہیبت خاں نصیب خاں
طوخچی جن کو یہ خطاب شیر شاہ نے دئے تھے امرا ... کہ اور اُن کی اعانت سے وہ سلطان سکندر
شاہ کے خطاب سے مخاطب ہوا اور اُس سے ... اور وہ لشکر لیکر دہلی اور آگرہ کی طرف
متوجہ ہوا۔ اور ابراہیم شاہ بھی لشکر باہم پہنچا کر ... دس کوس پر تھا آپہنچا اکثر امرا
نامدار جیسے کہ حاجی خاں سلطان حاکم ... راے حسین جلوانی و مسعود خاں
و حسین خاں غلزئی ابراہیم کی جانب ... وہ علم و توغ و نقارہ
ابراہیم نے دیا تھا جو شخص دس پندرہ سوار ہمراہ لیکر آتا تو اُس کو ایک پیرق علی سیخ لشکر میں لیشی ... ہی

فوج سکندر کا جمع ہونا اور لڑائی کا ہونا اور ابراہیم کا شکست پانا

دیجاتی اور تالیف قلوب کے لیے ایک فرمان منصب جاگیر کا دیا جاتا۔ اس طرح ابراہیم پاس ستر اسی ہزار سواروں کا لشکر جمع ہوگیا۔ جس دن حاجی خاں الور سے آنکر اس سے ملا ہے تو اس کو بڑی تقویت ہوگئی۔ اور ایک سراپردہ وسیع و رفیع جس کے باہر سقرلاط پرتگالی لگی ہوئی اور اندر مخمل فرنگی بچھی ہوئی تھی کھڑا کیا گیا۔ فرش لطیف اور ظروف نقرہ و طلا اور تمام لوازم تیار کیے گئے حاجی خاں اس خیمہ میں اترا۔ اس سے شریف امراء افغان کو رشک حسد ہوا اور اُس سے وہ کوفتہ خاطر ہوئے اور آپس میں دل ماندگی کی باتیں کرنے لگے۔ سکندر پاس کل جمعیت دس یا بارہ ہزار سواروں کی تھی۔ اُس نے جو ابراہیم کی سپاہ کی شان و شکوہ کو دیکھا کہ وہ کئی مرتبہ اُس کی سپاہ سے زیادہ تھی تو اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور مقدمات صلح کی تمہید کی اور ایک عہدنامہ اس مضمون کا لکھا کہ دہلی اور آگرہ اور اُن کے متعلقات اور ہند کے مشرق رویہ جو ملک فتح ہوں وہ ابراہیم سے اور ولایت پنجاب و ملتان جہاں تک ہاتھ لگے وہ سکندر شاہ سے متعلق ہوں اور جب ہمایوں دریائے سندھ سے پار آئے تو دونوں یکدل ہوکر اُس کو اور مغلوں کو ہند سے خارج کریں دونوں لشکروں کے افغان جو آپس میں عزیز و خویش تھے اس طرح کی صلح ہونے سے خوش حال ہوئے مگر سکندر کے چھوٹے بھائی نے اس صلح میں یہ رخنہ نکالا کہ عدلی کی خزانہ بیرا اور ملک پٹنے پر ابراہیم کا قبضہ قریب الوقوع ہے ان دونوں میں بھی ہمارا ساجھا ٹھیرے۔ سکندر کو بھی یہ بات پسند آئی۔ ابراہیم کے بھی اکثر امراء نے سمجھایا کہ اس امر کے قبول کرنے میں ہمارا ضرر کیا ہے جب خزانہ اور ملک پٹنہ ہاتھ آئیگا اُس وقت دیکھ لینگے کہ کون سا ساجھا ٹھیرتا ہے۔ اور کہہ دینگے آدہ دہ ہاتھ ہمارے تمہارے ہوجائیں بالفعل دفع الوقتی کی جائے۔ ابراہیم بھی راضی ہوا مگر مسعود خاں غلزئی و بعض نو دولت امراء نے کہا کہ ... کہ ہمارے اور سکندر کے درمیان تلوار سے کام پڑے گا تو ابھی یہ قضیہ کیوں نہ ... ت کثیر اور اُس کی نہایت قلیل ہے دوبارہ کیوں یہ دردسر کیا جائے۔ اس ... ر ہونے کی دلیل ہوگی اور دشمن دلیر ہوگا۔ اور عدلی جو چوہے کی طرح بل ... اجتماع کرکے ہم سے لڑنے کی ہوس کریگا۔ آخر کو لڑائی ہوئی اور سکندر نے ... براہیم کے میسرہ کو شکست دی اور ہوڈل پلول تک اُس کو بھگایا۔ ابراہیم خاں نشیب میں چار سو آدمیوں کے ساتھ ثابت قدم

ہوکر سکندر سے لڑتا رہا۔ مگر جب ابراہیم نے دیکھا کہ میدان میری فوج نے خالی کر دیا اور معلوم نہیں
کہ وہ کہاں پراگندہ ہو گئی تو وہ اٹاوہ کو بھاگا اور چتر و اسباب سلطنت سب برباد ہو گیا
آگرہ اور دہلی پر سکندر کا قبضہ ہو گیا۔ سکندر شاہ یہ چاہتا تھا کہ افغان مجھے انتخاب و اختیار
کے طور پر بادشاہ بنائیں۔ اس لیے اُس نے ایک بڑا دعوت کا جلسہ کیا اور اس میں کل امراو
و اکابر افغان کو بلایا۔ جب سب جمع ہوئے تو اُس نے کہا کہ سلطان بہلول لودی نے افغانوں
میں سے فرقہ لودی کو معزز اور مشہور آفاق کیا۔ شیر شاہ نے ہند کی سلطنت اعظم حاصل کی۔ اور
بالفعل سور کو نامور اور بلند آوازہ کیا۔ یہ کام ان دونوں نے افغانوں کے ساتھ اتفاق
اور یگانگت پیدا کرنے کے لیے کئے۔ مگر ان کے قائم مقاموں سلطان ابراہیم لودی اور
محمد شاہ عدلی نے اُن کے برخلاف طریقہ اختیار کیا جس سے اپنی سلطنتوں کو برباد کیا۔
اس زمانہ میں افغانوں میں اختلاف رائے اور باہم معرکہ آرائی ہو رہی ہے اور ہمایوں جیسا دشمن
اُن کی گھات میں بیٹھا ہے جس نے کابل فتح کر لیا ہے اور بھائیوں نے بھی اس کا لڑائی جھگڑا نہیں
باقی رہا۔ وہ کل سپاہ کو لیکر ہندوستان پر چھاپا مارنے کو بیٹھا ہے وہ افغانوں کے نفاق سے
متمتع ہوگا۔ افغانوں کو اگر چہ اُمید بہبودی کی ہو سکتی ہے تو صرف اتفاق سے۔ اگر وہ اپنے دلوں
سے نفاق اور فساد کو نکال ڈالیں اور آپس میں برادرانہ اتفاق پیدا کریں تو وہ بابر کے
بیٹے کو ملک سے نکال سکتے ہیں اس میں سب کی غرض اور منفعت شامل ہے میں نے تم سب کو
اس لیے بلایا ہے کہ وہ باتیں سوچیں کہ جن میں ہم سب کا بھلا ہو۔ اس زمانہ میں شخصی عظمت کے لیے
سعی کرنی چھوڑ دی جائے اور کوئی اپنا پیشوا منتخب کرو۔ اگر چہ میں ایسا ہی ہوں جیسے تم ہو کوئی
فوقیت مجھ کو تم پر نہیں ہے۔ اگر مجھے اس سلطنت کے لائق سمجھتے ہو تو مقرر کرو ورنہ کوئی اور جس میں
ایسی عقل و فراست دیکھو کہ [illegible] بل ہو کہ تم سب میں یگانگت پیدا
کر کے تم کو مظفر و منصور کرے [illegible] انتخاب کرو میں اُس کی اطاعت
کرونگا اور دل و جان سے اُس [illegible] ور ہونگا۔ یہ سنکر تمام انجمن متفق آرا
ہوکر پکاری کہ ہم سکندر شاہ سور [illegible] بادشاہ مقرر کرتے ہیں سب نے
قرآن اُٹھایا کہ ہم اسکے خیر خواہ رہیں گے اور آپس میں مصالحت و یگانگت کے ساتھ رہیں گے۔

یہ لشکر سکندر شاہ کو آگرہ میں تخت پر بٹھایا اور سب نے بیعت کی مبارکباد دی اور نذر دی جیسے بادشاہوں کو دیتے ہیں۔ مگر جب بادشاہ نے جاگیریں اور منصب عطا کیے تو وہ پھر اپنی قسم اور عاقلانہ نیک عہد و پیمان کو بھول گئے اور نااتفاقی اور بغض و نیز کی باتیں کرنے لگے۔ اس فتح فرہ سے گنگا سے لیکر دریا رسندھ تک ملک کا مالک سکندر شاہ ہو گیا تھا۔ آگے بڑھنے کا ارادہ تھا کہ اتنے میں پنجاب میں ہمایوں آگیا۔ اس طرف وہ مصروف ہوا آگے حال اس بادشاہ کا ہمایوں کی تاریخ میں لکھا جائیگا۔

ابراہیم شاہ شکست پاکر سنبھل میں گیا۔ وہاں لشکر کی جمعیت بہم پہنچائی ایک مہینے میں تین ہزار سوار جمع کر لیے۔ از سرِ نو چتر مرصع سر پر رکھا اور کالپی کی طرف روانہ ہوا تاکہ ایک جمعیت تازہ روز بہم پہنچا کر عدلی سے لڑے اس وقت عدلی نے ہیمو بقال کو اپنا وزیر اور وکیل مطلق بنا رکھا تھا اُس کو چیار سے امرا عظیم الشان کے ساتھ اور پانسو ہاتھی اور خزانہ بہت سا دیکر آگرہ اور دہلی کی طرف روانہ کیا۔ ابراہیم کو ہیمو اپنا لقمہ سمجھتا تھا اس کا دفع کرنا ضروری جانتا تھا۔ ابراہیم اُس کے مقابلہ میں مقاتلہ کے لیے آیا اور بہت ثابت قدمی سے لڑا مگر شکست پائی۔ ابراہیم میں وہ تمام صفتیں تھیں جو بادشاہوں میں ہونی چاہئیں خوش شکل۔ خوش محاورہ۔ صاحب تواضع و اخلاق بہادر۔ جواد مگر دو سال کے اندر سولہ سترہ لڑائیاں لڑا۔ سب میں غلبہ پانے کے بعد مغلوب ہوا۔ ابراہیم یہاں سے شکست پاکر بیانہ بگٹٹ بھاگا۔ ہیمو نے اُسکا تعاقب کیا اور بیانہ میں پہنچا۔ ابراہیم لوحانیوں اور افغانوں اور زمینداروں کی جماعت جمع کر کے پھر ہیمو سے لڑنے گیا۔ قصبہ خانوہ جو بیانہ سے دس کوس پر تھا سحر کو جنگ عظیم ہوئی۔ ہیمو نے یہ کہکر کہ زور آلتواں زد ابراہیم کو شکست دی۔ وہ بضرورت قلعہ بیانہ میں متحصن ہوا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم و بلند ہیمو نے اس قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہر رو[illegible] آتشباری کا سامان پڑا تھا۔ اور ابراہیم کا باپ غازی خاں ہنڈوں سے [illegible] ہستان مغربی کی طرف سے قلعہ میں پہنچا تا تھا۔ ہیمو نے تین مہینے تک اس قلـ[illegible]

تمام ممالک شرقی میں قحط سالی [illegible] ہ دبیانہ و دہلی میں اور زیادہ تر۔ ایک سیر جوار ڈھائی ٹنکہ کو آتی تھی وہ بھی نہیں ملتی تھی۔ اکثر آدمیوں نے شرم کے مارے دروازے

بند کر لیے اور دس دس اور بیس بیس ایک جگہ بھوک کے مارے سوئے کے سوئے رہ گئے نہ گور ملی نہ کفن طلا یہی ہندؤں کا حال تھا۔ کیکر کی پھلیوں اور جنگل کی گھاس اور گائے کی کھالوں پر اکثر غریبوں کا گزارہ ہوتا تھا جس سے چند روز میں اُن کے ہاتھ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا اور آخر کو دم نکل جاتا تھا۔ ان دنوں میں آدمی کو آدمی کھاتا تھا اور قحط زدوں کی شکل ایسی مہیب تھی کہ کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ امساک باراں وقحط غلہ اور دو سال کے فتنہ و آشوب سے ملک بالکل خراب و ویران ہو گیا تھا اور کاشتکار اور رعایا باقی نہ رہی تھی۔ مسلمانوں کے شہروں کو متمرد غارت کرتے تھے۔ ایک عجیب واقعہ ۹۶۲ھ میں یہ واقع ہوا کہ سکندر و ابراہیم میں جب محاربہ ہوا تو قلعہ آگرہ کے بارودخانہ میں ایسی آگ لگ گئی کہ ایک زلزلہ سارے شہر میں آ گیا۔ لوگوں نے جانا کہ قیامت آ گئی تو بہ و استغفار بھیجنے لگے۔ پتھروں کی بھاری بھاری سلیں اور ستون سنگین جمنا کے پار کئی کئی کوس اُڑ اُڑ کر گرتے تھے۔ آدمیوں کے اور جانوروں کے ہاتھ پاؤں پانچ چھ کوس تک اُڑ کر گئے۔ ارک آگرہ کے نام اصل میں بدل گڈھ تھا اس لیے اُسکی آتش زدگی کی تاریخ نہایت موزوں آتش بدل گڈھ ہوئی جس وقت ہیمو بیانہ کا محاصرہ کر رہا تھا۔ خلق خدا کی نان کہتی تھی اور جان دیتی تھی اور ایک لاکھ جانیں جا چکی تھیں مگر ہیمو کے ہاتھی کہ پانچ سو سے کم نہ تھے سوار بسج و شکر رو غن کے کوئی اور راتب نہ پاتے تھے ؎

ما پروریم دشمن و ما می کشیم دوست
کس را چہ حد چون و چرا در قضاے ما

ہیمو ایک وقت طعام عام دیتا وامرا افغان کو بلا کر اپنے سامنے دسترخوان پر بٹھاتا اور کہتا کہ بڑے بڑے نوالے کھاؤ اگر کوئی چھوٹا نوالہ بنا کے کھاتا تو اُس کو گالیاں دیتا کہ تم عورتوں کے سے نوالے کھاتے ہو اپنے داما و مغلوں [illegible] لڑو گے۔ زوال سلطنت کا وقت تھا افغان خدا کی شان دیکھتے تھے اور [illegible] [illegible]ران کا محل تھا ؎

مرا نان دہ کفش بر سر بزن

اسی اثنا میں محمد خاں سو[illegible] [illegible]ر جلال الدین رکھا اور بڑا لشکر لیکر بنگالہ سے جونپور تک [illegible] [illegible] طرف متوجہ ہوا اس حال میں عدلی نے ہیمو کو فرمان بھیجا کہ ایک توی [illegible] [illegible]یہاں آیا تو محاصرہ کو چھوڑ بیانا

چلا آیا ہیمو محاصرہ چھوڑ کر آگرہ سے چھ کوس پر موضع منڈاگر پرگنہ کالپی میں پہنچا تھا کہ ابراہیم
جیسے ہیمو کا جنرہ آستیا نے سے نکل کر کلنگ کے پیچھے دوڑتا ہیمو کے پیچھے پڑا وہ لڑا اور
شکست پا کر بھاگا الور گیا کہ حاجی خاں الوری اُس کی کمک کرے کہ پھر کچھ کاروبار چلے۔ ہیمو
نے اپنا بھتیجا اُسکے تعاقب میں بھیجا اور لشکر مرتب کرکے ساتھ کیا وہ چند منزل اُسکے
تعاقب میں گیا۔ پھر ہیمو کے لشکر سے مل گیا۔ حاجی خاں الوری نہ ابراہیم کے آنے سے
خوش ہوا نہ اُس کی کمک کی ناچار ابراہیم اپنے خویش دیتار کو ہندوؤں میں چھوڑ کر
چند آدمیوں کے ساتھ ملک بھٹہ میں گیا۔ اُس کے باپ غازی خاں کو حیدر خاں چغتیہ
نے بیانہ میں گرفتار کیا اُس کو اور سب اُس کے خرد و کلاں کو مار ڈالا۔ ابراہیم کے لوگ
ایسے خواستگار رہتے تھے کہ جہاں جاتا وہاں اُس پاس آدمی جمع ہو جاتے جیسا وہ لڑائی میں بدنصیب
تھا ایسا جمعیت بہم پہنچانے میں خوش نصیب تھا جب اس پاس فوج جمع ہو گئی تو وہ رامچند راجہ
بھٹہ سے لڑا اور گرفتار ہو گیا مگر رامچندر نے جیسی کہ زمینداروں کی رسم ہوتی ہے کمان اُس کو
پیشکش میں دی اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اُس سے پیش آیا۔ سراپردہ اور اسباب سلطنت و حشم
بہم پہنچا کر پھر اُس کو تخت پر بٹھایا اور آپ نوکروں کی طرح اُس کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوا۔
چند روز ابراہیم نے یہاں یوں گزارے۔

پھر اُس پر یہ آفت آئی کہ باز بہادر پسر شجاعت خاں جس کو منزاول خاں بھی کہتے تھے اور
مالوہ میں وہ حاکم تھا اُس نے بھی اپنا خطبہ پڑھوایا جس سے میانی افغانوں کے ساتھ اُس کا بھی
ایک جھگڑا کھڑا ہوا۔ ان افغانوں نے ابراہیم کو بلایا اور اپنا سردار بنایا۔ اور باز بہادر کے
مقابلہ میں کھڑا کیا۔ رانی درگاوتی جو ولایت گڈہ کٹنگہ میں فرمانروا تھی اور قرب و جوار کے
سبب سے باز بہادر کے ساتھ [illegible] وہ بھی ابراہیم کی کمک پر آمادہ ہوئی اور باز
بہادر سے لڑنے کے لیے گئی [illegible] رانی سے کچھ صلح کی باتیں ایسی کہیں کہ رانی
الٹی اپنے ملک کو چلی گئی جب [illegible] یوں آنا کافی وہی تو اس نے یہاں
رہنا اپنا مناسب نہ جانا ملک اڑیسہ [illegible] میں چلا گیا۔ یہاں اُس نے زمینداروں
سے ساز باز شروع کی سلیمان کرانی نے جب اڑیسہ میں استیلا پایا تو یہاں کے راجہ سے سازش کرکے

ابراہیم کو قول و قسم دیکر اپنے پاس بلایا اور پھر ۹۶۲ھ میں دغا سے اُسے مار ڈالا ہیمو متواتر کوچ کرکے عدلی پاس پہنچا بابت کو موضع چپرگھٹہ میں کالپی سے پندرہ کوس پر عدلی و محمد خاں کے لشکر آمنے سامنے آئے۔ دونوں لشکروں کے درمیان جمنا تھی۔ بہت بڑا لشکر اور ہاتھی محمد خاں کے ساتھ تھے اس لیے وہ عدلی کی طرف سے خاطر جمع رکھتا تھا اور ہر لحظہ فتح کا منتظر تھا مگر ناگاہ پاسہ پلٹ گیا ہیمو نے پہنچتے ہی فوج اور ہاتھیوں کو ساتھ لیا اور جمنا سے پار اُترا۔ اور ایسا گوریہ کے لشکر پر شب خون مارا کہ اُن کے ہوش اُڑا دئیے کسی کو یہ اوسان نہ رہے کہ کاسہ کہاں رکھے اور لیے کہاں۔ ہاتھ کدھر ہے اور پاؤں کدھر۔ دستار کہاں ہے کفش کہاں۔ اکثر امیر قتل ہوئے اور جو بھاگے تھے وہ راہ فرار بھی بھولے۔ محمد خاں گوریہ کی جان بھی گئی۔

عدلی ایک مدعی سلطنت کا کام تمام کرکے چنار میں آیا کہ یہاں ایسی فوج جمع کرکے کہ وہ ہندوستان سے ہمایوں کو نکال دے۔ ہمایوں سکندر شاہ کو سرہند میں شکست دیکر دہلی میں چڑھ آیا اور یہاں سے فوج بھیجکر اُس نے آگرہ پر قبضہ کر لیا اور اس نواح کے اضلاع پر متصرف ہوا۔ عدلی چنار کے اندر سامان بہم پہنچا رہا تھا کہ ہمایوں کے مرنے کی اور اکبر کے جانشین ہونے کی خبر آئی۔ ہمایوں کی کیا جان گئی کہ ہیمو کی جان میں جان آئی۔ مگر عدلی کو حملہ آوروں کے روکنے کا اندیشہ اور زیادہ ہوگیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہیمو پچاس ہزار سوار اور پانچسو ہاتھی لیکر دہلی کی طرف یہ نیت کرکے چلا کہ دہلی اور آگرہ کو مغلوں کے پنجے سے چھڑائے اور اُن کو پنجاب سے پرے پہنچائے۔ بادشاہ کو چنار میں چھوڑ گیا کہ یہاں افغانوں کی بغاوت کا اندیشہ تھا۔ اکبر سے جو اُسکی لڑائی ہوئی اُس کا مفصل حال اس بادشاہ کی تاریخ میں لکھیں گے۔ یہاں فقط یہ لکھنا کافی ہے کہ جب ہیمو آگرہ کے قریب آیا تو سکندر خاں اُزبک اور اکبر اور افسران سپاہ نے دیکھا کہ ہم اتنے نہیں ہیں کہ ۳۱ ہزار سپاہ جرار سے لڑسکیں اس لیے وہ دہلی چلتے بنے ہیمو نے آگرہ اپنے نوکر وا [illegible] ئے دشمن کے تعاقب میں دہلی پہنچا۔ یہاں دہلی کا حاکم مرزا تردی [illegible] ر پنجاب کو بھاگا۔ ہیمو نے دہلی پر قبضہ پایا اور دونوں دار السلـ [illegible] ارادہ ہوا کہ پنجاب کی طرف باگ اُٹھائے اور مغلوں کی سپاہ کو صدمہ [illegible] ا جو ہمیشہ ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کیا کرتا ہے۔ یہاں بیرام [illegible] مرا ہیمو کی آنکھ میں ایک تیر لگا اور

زندہ گرفتار ہوا اور بیرام خاں نے اُسے مار ڈالا۔

اس لڑائی نے افغانوں کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا ہیمو کیا مرا شاہ عدلی ہی زندہ درگور ہو گیا۔ اس کی ساری امیدیں دوبارہ سلطنت حاصل کرنے کی مر گئیں۔ افغان اس سے برگشتہ ہو گئے اس واقعہ سے پہلے محمد شاہ سور چپر گھٹہ کی لڑائی میں مقتول ہوا تھا اُس کا بیٹا خضر خاں گور میں اُس کا جانشین ہوا اور سلطان بہادر اپنا خطاب رکھا اور اپنے باپ کے انتقام لینے کے لیے ایک سپاہ کثیر جمع کر کے مشرقی اضلاع کو جن میں عدلی کی حکومت باقی تھی تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ عدلی گو نامردی میں مشہور تھا مگر وہ بذات خود میدان جنگ میں آکر سلطان بہادر سے بڑی مردانگی کے ساتھ لڑا مگر آخر کو شکست پائی اور مارا گیا۔ یہ واقعہ ۹۶۵ھ میں واقع ہوا۔ اور تاریخ وفات اُسکی گور بہ بکشت ہوئی۔

خصائل عدلی

اس نامرد بے ہنر بادشاہ میں کوئی عمدہ خصلت اخلاق کی نہ تھی مگر فن موسیقی میں وہ ملکہ تھا کہ میاں تانسین جیسا کلاونت شہرۂ آفاق اُس کو اپنا اُستاد مانتا تھا۔ باز بہادر بادشاہ مالوہ جس کو علم موسیقی میں کمال استعداد تھی وہ کہا کرتا تھا کہ شاہ عدلی کی تعلیم سے مجھے اس علم میں کمال ہوا ہے۔ مزاج میں نفاست و نزاکت پرلے درجہ کی تھی طہارت خانہ میں دو تین سیر کافور روز حلال خور اُٹھاتے تھے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے وہ روزہ نماز کا بڑا پابند تھا وہ کبھی قضا نہ ہونے دیتا تھا۔ مسکرات کو کبھی اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا۔ افسوس جب مرا تو دو گز جامہ بھی اُس کو نہ میسر ہوا تیا نہ لگا کہ جنت کہاں گیا۔

شیر شاہ بن عدلی

اس کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا شیر شاہ چنار میں تخت سلطنت پر بیٹھا مگر اُس کی سلطنت اتنی مختصر اور کم حیثیت رہی کہ اکثر مورخوں ... کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔

اس بادشاہ کے بعد سور ... ا۔ اس خاندان کی سلطنت کو ایک عجیب ...
غریب اشمہ شیر دل نے ... ہ ... راست و دیانت سے اُسے سنبھالے
رکھا اور اُس کے جانشینوں ... سے برباد کر دیا۔ ... ستا ...
اس سلطنت نے بھی اپنی روشنی دکھلائی ... ں کے یہ روشنی کہ ہم شب تاب کی
روشنی تھی ... مگر شب اندھیری رات ... کے نہ ہونے سے چمکتے ہیں مگر ... ہوتا

کے نکلنے سے غائب ہو جاتی ہے۔

ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت ایک سو چھ برس تک رہی جس میں بابر اور ہمایوں کی سلطنت جملہ معترضہ کی طرح بھی داخل ہے۔ افغانوں کی سلطنت کا آغاز سلطان بہلول لودی سے ہوا۔ اور شیر شاہ سور کے بادشاہ ہونے سے چھبیس برس بعد تک وہ قائم رہی۔ پانچ بادشاہ جو ہندوستان میں مطلق العنان بادشاہ ہونے کے لیے آپس میں لڑے اُس کا بیان ہم نے اوپر کیا کہ عدلی لڑائی میں مارا گیا۔ سلطان ابراہیم بادشاہ بیانہ بہت سی شکستیں پا کر مالوہ گیا اور پھر اڑلیسہ میں دغا سے مارا گیا۔ سلطان محمد شاہ بنگالہ کا بادشاہ چپر گھٹہ کی جنگ میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا سلطان بہادر جانشین ہوا۔ سلطان سکندر بادشاہ پنجاب جو چوتھا دعویدار سلطنت تھا وہ ہمایوں اور بیرام خاں سے شکست پا کر کوہ ہمالیہ میں بھاگ کر گیا اور پھر شہنشاہ اکبر سے لڑ جھگڑ کر بنگالہ گیا اور وہاں عنان سلطنت ہاتھ میں لی تھی کہ موت آ گئی۔ اس کا حال شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں مفصل بیان ہوگا۔ تاج خاں کررانی اور سلیمان کررانی سکندر سور کے قائم مقام ہوئے۔ پانچواں شجاعت خاں (سزاول خاں) مالوہ کا بادشاہ تھا اُس نے کبھی دہلی پر حملہ نہیں کیا۔ وہ اُسی زمانہ میں مر گیا۔ اُس کا بیٹا بہادر بھائیوں کو سلطنت سے محروم کر کے مالوہ میں بادشاہ ہوا اور سلطان باز بہادر اپنا خطاب رکھا۔ اُس کو بادشاہانہ اختیارات بہت دنوں رہے۔ غرض پانچ افغان بادشاہ جو ہندوستان میں آپس میں سلطنت کے لیے جھگڑا کر رہے تھے ان کا یہ انجام ہوا۔ ان کی نااتفاقی نے ہمایوں کی سلطنت کے لیے راہ کھول دی۔ اب ہم آگے ہمایوں کی سلطنت کا ذکر وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے ہم نے چھوڑا ہے یعنی جب سے کہ وہ شاہ ایران کی عملداری میں سیستان میں داخل ہوا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ہمایوں ... سے ایران میں جانے کا قصد
کیا۔ اُس کے باپ کی مملکت میں کوئی ... وہ خیر و عافیت کے ساتھ
رہتا۔ یہاں یہ حیرانی تھی ایران میں جا... مذہبی مخالفت کی پریشانی تھی۔ ان

دونوں حیرانیوں و پریشانیوں میں اُس نے ایران میں جانے میں آسانی دیکھی۔ وہ اسکی
عملداری میں سیستان گیا۔ یہاں کے حاکم احمد سلطان شاملو نے اس بے سر و سامان بادشاہ
کی جہانداری میں بڑی خدمت گاری کی اور میزبانی کے سارے آداب کی بجاآوری کی۔ اس
سرزمین عشرت افزا میں ہمایوں نے تھوڑا فراغ سے اشتغال رکھا اور شاہ ایران کے
جواب کا منتظر رہا۔ احمد سلطان نے یہاں تک خاطرداری کی کہ اپنی والدہ اور عورات کو حضرت
مریم مکانی کی خدمت میں بھیجا کہ وہ اس کا دل بہلائیں۔ یہاں حسین قلی مرزا اور احمد سلطان مشہد
سے اپنی ماں اور بھائی سے ملنے آیا تھا کہ اُن سے اجازت لیکر حج کو جائے وہ بھی ہمایوں کی خدمت
میں آیا۔ بادشاہ نے اُس سے مذہب و ملت کے باب میں باتیں پوچھیں اُس نے عرض کیا کہ میں
مدت سے شیعہ سُنیوں کے معتقدات میں غور کر رہا ہوں اور فریقین کی کتابیں مطالعہ کی ہیں
شیعہ کا اعتقاد یہ ہی کہ اصحاب پر لعن طعن سے درجات ثواب حاصل ہوتے ہیں اور سُنیوں کا
معتقد یہ ہی کہ اصحاب پر تبرّا کرنا کفر ہی۔ تامل و فکر کے بعد میں نے یہ رائے قائم کی ہی کہ جس
چیز میں آدمی خدا سے ثواب کا گمان کرے اس سے کافر نہیں ہوتا۔ بادشاہ کو یہ بات اسکی
ایسی خوش آئی کہ اُس سے اپنی ملازمت کے لیے کہا مگر وہ حج کے لیے سفر کا سامان
کر چکا تھا اس لیے اُس نے نوکری سے انکار کر دیا۔

مرزا محمد عسکری سے حاجی محمد بابا قشقہ و حسن کو کہ جدا ہو کر ہمایوں پاس آئے اور
انھوں نے عرض کیا کہ صلاح وقت یہ ہی کہ حضور زمین داور کی طرف چلیں کہ امیر بیگ وہاں کا
حاکم اور جلیم بیگ حاکم قلعہ بست حضور کی خدمت میں حاضر ہونگے اور مرزا عسکری
کے اکثر آدمی دوڑ دوڑ کر حضور کے قدموں میں گرینگے اور قندہار اور اس کی حدود سب
حضور کے تصرف میں آجائینگے۔ ...نے سُنا کہ اس طرح کے مقدمات
کی تمہید ہو رہی ہی کہ بادشا ...تو اُس نے ازراہ دولت خواہی و
دل سوزی عرض کیا کہ حضور ...ے جایئے۔ یہ گروہ اس سفر کو منع
کرتا ہی اس میں سوائے مکر و غدر ...ی نہیں ہی۔ بادشاہ کے دل میں
احمد سلطان کی جگہ تھی اس کی تجویز کے موافق ایران کی طرف وہ راہی ہوا۔ بادشاہ کا

ارادہ ہرات کی سیر کا تھا اسلئے وہ قلعۂ اوک کی راہ سے ایران روانہ ہوا۔

جب بادشاہ ہمایوں کا مکتوب تخت آرائے ایران شاہ طہماسپ پاس پہنچا تو یہ جوان بادشاہ ستائیس برس کا خاندان صفوی کا متعصب شیعہ مذہب کا اس بات کو اپنا فخر سمجھا کہ تیمور کا قائم مقام شہنشاہ ہمایوں پناہ کے لیے ہمارے تخت کے تلے آتا ہے۔ اس خوشی میں قزوین کے اندر اُس نے تین روز نقارۂ شادمانی بجوائے اور ہمایوں کے مکتوب کے جواب میں مکتوب مع تحف وہدایا کے ارسال کیا جسکے عنوان پر یہ شعر لکھا تھا ؎

ہمائے اوج سعادت بدام ما اُفتد — اگر ترا گذرے بر مقام ما اُفتد

شاہ ایران نے اپنے شہروں و بلدوں کے حکام اور ولاۃ کے نام احکام جاری کیے کہ ہر منزل و شہر میں کہ ہمایوں تشریف فرما ہو تو تمام اعظم حکام و اکابر و اہالی و موالی اس دیار کے استقبال کریں اور مراسم ضیافت شاہانہ بجا لائیں اسباب و اشیاء لائقہ و اشربہ و اطعمہ و فواکہ تازہ بتازہ منزل بمنزل مہیا کر کے نظر اشرف کے روبرو لائیں محمد شرف الدین اوغلی حاکم ہرات کے نام جو فرمان بھیجا ہے وہ بعینہٖ اکبرنامہ کے ۲۰۷ صفحہ میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران کی سلطنت کتنی شان و شوکت رکھتی تھی گو یہ فرمان ہندوستان کی تاریخ سے علاقہ نہیں رکھتا ہے میں اس کا خلاصہ اس لیے لکھتا ہوں تاکہ وہ اہل درایت کے لیے دستور العمل ہو جس کے موافق عمل کرنے سے راہ و رسم مروی کے آگاہ حادثہ پیمایان مراحل نشیب و فراز کے ساتھ حق انسانیت کی بجا آوری میں کوئی دقیقہ آداب فتوت کا فرو گذاشت نہ کریں۔

فرمان شاہ طہماسپ بنام محمد خاں شرف الدین اوغلی حاکم خراسان

واجب العرض تمھاری جس میں تم نے ہمایوں بادشاہ کی توجہ کرنے کا حال لکھا ہے ۱۲ ذی الحج سننے سے جیسا میں مسرور ہوا وہ میں کہہ نہیں سکتا ؎

مژدہ اے بادِ صبا کز خبر مقدم دوست — ست بود ای ہمہ جا محرم دوست
باشند آں روز کہ در بزم وصالش یکدم — بینم کہ را دل خود ہمدم دوست

شاہ ایران کے حکم سے ہمایوں کی مدارات
فرمان شاہ طہماسپ

اس خیرمحبت اثر کو شنکر ہم تم کو ولایت شہر سبزوار مرحمت فرماتے ہیں کہ اپنے دارو غہ
وزیر کو وہاں بھیجو کہ اس جگہ کے مال واجبی اور وجوہات دیوانی کو ابتدا ارسال حال سے
اپنے تصرف میں لائے اور ہمایوں کے لشکر میں اور اپنی ضروریات میں صرف کرے جو کچھ اس
فرمان میں لکھا ہے اُس پہ فصل بہ فصل ور وز بروز عمل کرکے اُس کے برخلاف نہ کرے۔ پانچسو آدمی
جو عاقل روزگار دیدہ ور ہوں وہ بادشاہ کے استقبال کے لیے بھیجے۔ ان آدمیوں میں سے ہر ایک
پاس ایک اسپ کوتل واستر رکاب باساز ہو۔ سو عربی گھوڑے مع زین طلا یہاں سے بھیجے جاتے
ہیں اور چھ گھوڑے عربی خوش رنگ قوی جثہ اور اپنے طویلوں سے منتخب کر دو اور اُن پر زین لاجوردی
منقش باگیں زربافت وزر دوز لگاؤ۔ ان سب گھوڑوں میں سے ہر ایک گھوڑا دو آدمیوں کو دیکر
بادشاہ پاس بھیجو بادشاہ کے لیے اسباب مفصلہ ذیل بھیجا جاتا ہے اُس کو اچھی طرح بادشاہ پاس پہنچا دو
کمر خنجر خاصہ جو جواہر نفیس سے مکلل ہے مع شمشیر طلا و کمر مرصع چار سو ثوب مخملی و اطلس فرنگی
و یزدی ایک سو بیس جامے خاص بادشاہ کے لیے اور باقی بادشاہ کے ملازموں کے واسطے
قالیچہ مخمل دو خوابیہ طلاباف و نمد تکیہ کرگی استر اطلس اور سہ زوج قالین بارہ گز کے گوشکانی خوش
قماش اور بارہ چادر (خیمے) قرمزی، سبز، سفید، بادشاہ کے لیے اور اُس کے ملازموں و مقربین
کے لیے الگ الگ۔ اشربہ لذیذ و لطیف، نانہائے سفید کہ روغن اور شیرینی خمیر کی ہوئی اور اُن پر
خشخاش پڑی ہوئی بھیجتے رہو۔ اور ایسا انتظام کرو کہ کل جس منزل میں بادشاہ نزول کرے وہاں
مصفا لطیف سفید منقش خیمے جنکے سائبان اطلس و مخمل کے ہوں نصب ہوں اور کارخانہ مطبخ
کے سب کارخانے مرتب کئے جائیں اور ہر کارخانہ میں جو چیز ضروری ہو وہ مہیا ہے جس وقت
بادشاہ اُترے اُس کے سامنے شربت گلاب و آب لیمو خوش مزہ برف و یخ میں سرد کرکے
پیش کیے جائیں بعد شربت کے ... کے مربے و ہندوانہ و انگور وغیرہ نازوں
کے ساتھ حاضر کریں اور اس ... بادشاہ کی نظر سے گذریں اور گلاب
و عنبر اشہب اُن میں ڈالیں ا ... ح اشربہ کے چنے جائیں۔ قراق
سلطان و جعفر سلطان مع فرزند ... دمی تک ہوں تین روز کے بعد
کہ وہ پانچسو آدمی چلے جائیں استقبال ... ساتین دن میں امرا و لشکریوں کو رنگ برنگ

کے دکھائے اور توپچاق۔ عربی گھوڑے اپنے ملازموں کو دیں سپاہی کے لیے کوئی زینت گھوڑے سے بہتر نہیں ہوتی۔ ان ہزار آدمیوں کا لباس بھی رنگین اور پاکیزہ بنایا جائے۔ جب یہ امیر بادشاہ کے پاس جائیں تو ہر ایک زمین خدمت پر لب ادب سے بوسہ دیں اور خدمت بجالائیں راہ میں سر سواری ہمارے ملازموں اور بادشاہ کے ملازموں کے درمیان ایسی گفتگو نہ ہونے دیں کہ کسی وجہ سے بادشاہ کے نوکروں کو آزردگی ہو۔ سواری اور کوچ کے وقت امرا دور دور سے فوج میں خدمت کریں۔ غرض سب خدمات ایسی بجالائیں جیسی کہ وہ اپنے بادشاہ کی کرتے ہیں اور جس ولایت میں بادشاہ جائے اُس کے امیر کو بھی فرمان دکھایا جائے کہ وہ اُن کے موافق خدمت کرے اور اس طرح مہمانی کرے کہ کل طعام وحلوے وشربت کے ایک ہزار پانچ سو طبق سے کمتر نہ ہوں یہ خدمت تمھارے لیے مشہد مقدس تک مقرر ہوئی ہے۔ پھر اور امرا جو ملازمت میں حاضر ہوں وہ بارہ سو طبق طعام جو خوان شاہانہ کے لایق ہوں بادشاہ کی مجلس میں چنیں۔ ان امرا میں جو امیر بادشاہ کی دعوت کرے اُس روز نو گھوڑے پیش کش کرے تین خاص بادشاہ کے لیے اور ایک بیرام خاں کے واسطے اور پانچ اور خاص امرا کے لیے۔

یہ جماعت گردش روزگار ناہموار سے کسی قدر غبار آلودہ ہو رہی ہے اُسکو اپنی غمخوارگی و یک جہتی سے کہ ایسے اوقات میں سب طرح سے لایق اور خوشنما معلوم ہوتی ہے مسرور کریں اور اسی دستور کو جب تک کہ ہمارے حضور میں پہونچے منظور رکھیں اور بعد طعام کے حلاوہ و پالودہ قند و نبات میں پکا کر اور متنوع مطبوع مربے اور رشتۂ خطائی خاصہ گلاب و عنبر اشہب سے معطر کرکے مجلس شاہی میں لے جائیں۔ ہرات تک بادشاہ کی خدمات اسی طرح بجالائیں۔ جب بادشاہ ہرات کے قریب بارہ کروہ پر پہونچے تو وہ بادشاہ کے آنے کی خبر میرے فرزند ارجمند کو کرے کہ وہ ہزارہ و نکدری وغیرہ کی سرحدوں سے تیر کے بادشاہ کا استقبال کرے اور سارے لشکر کو بادشاہ کے روبرو لائے حاصل ہو تو ہماری طرف سے بہت سی دعائیں بادشاہ کی خدمت دینا مہمان تین روز تک سکے۔ اول روز بادشاہ کے تمام لشکروں کو اطلس کمر سا مہدی خانی کے خلعت فاخرہ پہنائے اور سب کو مخمل کے بالاپوش دے اور لشکر کے ملازموں میں ہر نفر کو دو تومان تبریزی یوم الخرج کا دے۔ کھانا

جس طور سے مقرر ہو کہلاوے اور شاہانہ مجلس رکہے کہ جسکے سبب سے تحسین و آفرین ہو۔ بادشاہ کے لشکر کی تفصیل ہم کو لکہہ بہیجے اور مبلغ دو ہزار پانچسو تومان تبریزی تحویلات سرکار خاصہ سے لے لے اور ان ضروریات میں صرف کرے۔ بندگی و خدمت کی جو نہایت ہے وہ بجا لاوے اور منزل مذکور سے شہر تک بادشاہ کو چار روز میں لاوے اور ہر روز مہمانی اول روز کی طرح کرنی چاہیئے۔ ہر مہمانی میں اپنی اولاد سے نوکروں کی طرح خدمت کرائے جس قدر اس کام میں سرگرمی کیجائیگی اوسی قدر وہ ہم کو پسندیدہ ہوگی۔ شہر میں بادشاہ کے آنے سے ایک روز پہلے نواح عیدگاہ کے باغ میں کیاریوں کے سروں پر خیمے لگائے جنکے اندر اطلس قرمزی اور بیچ میں کرپاس حلبی اور اوپر مشقالی اصفہانی لگی ہوئی ہو اور بادشاہ جہاں جائے اسکی خدمت میں کمربستہ حاضر رہے اور اونکی خاطر اشرف کو ہم زبانی سے خوش کرتا رہے۔ جب ہرات کے پہنچنے میں ایک دن رہجائے تو خود بادشاہ سے رخصت لیکر میرے فرزند کی خدمت میں حاضر ہو اور صبح کو اوسکو بادشاہ کی استقبال کے لئے لے جائے۔ اور جب یہ فرزند شہر سے باہر آئے تو قدغن کرے سارے لشکر سے استقبال کرائے۔ جب ایک تیر کا فاصلہ رہے تو بادشاہ پاس لیجاے اور وہ رکاب پر بوسہ دے۔ اور اگر بادشاہ منظور نہ کرے اور گھوڑے سے اُترے تو اول فرزند کو گھوڑے سے اُتار لیجائے اور بادشاہ کے ہاتھ پر وہ بوسہ دے۔ اور پھر دونوں سوار ہوں اور وہ فرزند کے ساتھ رہے کہ بادشاہ کوئی بات شاہزادہ سے پوچھے وہ حجاب کے سبب سے جواب باصواب نہ دے سکے تو وہ خود جواب عرض کرے جب بادشاہ منزل میں اُترے تو فرزند اوسکی دعوت اسطرح کرے کہ تین سو طبق طعام الوان بطور حضر مجلس شاہی میں بہیجے جائیں اور دونوں نمازوں کے درمیان بارہ سو طبق طعام الوان طبقہای سنگزی و چینی و طلائی و نقرہ مجلس میں بہیجے جائیں۔ خشکہ اور ... کے سرپوش طلا و نقرہ کے ہوں پہر لذیذ مربے ... اق و رعنا فرزند ارجمند کے طویلوں وحلاوہ و پالودہ بہیجے جائیں بعد ... سے بڑے نامور گانے والے سے جدا کئے جائیں اور سب طرح ... وسکا جو چاہے گانا سنے وساز نہ سے ہر وقت بادشاہ کی خ... دی جائیں اور ان جانوروں کے شنقار۔ باز۔ چرغ۔ باشہ۔ شاہین ... ے جائیں۔ جب بادشاہ اپنے خیمے میں ملازموں کو خلعت ابریشمی ہر جنس ہر رنگ کے ...

جائے تو اوسکے ملازموں کو میرے فرزند کے روبرو لائیں وہ انہیں سے ہر ایک کو سراپا واسپ جو اوسکے لایق ہو دے دے اور تین تومان سے انعام زیادہ نہ ہو اور بارہ بقچہ پارچہ ابریشمی کہ مخمل و اطلس و کمخواب فرنگی یزدی و بافتہ شاہی وغیرہ نہایت لطیف ہوں اور تیس ہزار تومان زر نقد تیس تھیلیوں میں رکھ کر پیش کش کرے اور لشکر میں سے ہر نفر کو تین تومان تبریزی (چھ سو روپئے بادشاہی ہوتے ہیں) دیں اور تین روز تک مہمانداری ہو۔ اور نہایت عمدہ طور پر آئین بندی ہو کہ جس میں ہر حرفہ و صنعت گری کا اہتمام ایک امیر کو دیا جائے تاکہ ایک دوسرے کو دیکھکر وہ ہر صنعت و شیریں کاری کو کہ جانتے ہیں دکھائیں۔ پہر وہ جلسہ ہو کہ جس میں تمام مرد اور عورت کیاریوں کے گرد موجود ہوں اور ہر دکان و بازار میں عورات اور بیگ بیٹھیں اور ہر محلہ و کوچہ سے صاحب نغمہ باہر آئیں۔ حماموں کو سفید و پاکیزہ اور گلاب و مشک سے خوشبودار کرائیں اور بادشاہ جب جائے آسایش بدنی پائے۔ اس مہمانداری کی تمام کیفیات ایک خوشنویس لکھکر اور بادشاہ کی مہر کراکے ہمارے پاس بھیجے۔ انتہی

جب بادشاہ نواحی قزوین آیا تو شاہ ایران کا ایلچی اس پاس آیا۔ بادشاہ ہرات کیطرف متوجہ ہوا۔ یہ شہر بار سے شہر و دیار جس منزل پر پہنچتا وہاں کا حاکم زرق برق فوج لئے سرحد پر استقبال کے لئے حاضر ہوتا۔ نذر دیکر لگام یا رکاب پر بوسہ دیتا۔ رکاب پکڑ کر ساتھ ہو لیتا۔ پیدل چلتا۔ جب بادشاہ کا اشارہ ہوتا تو سوار ہوتا۔ لشکر سمیت پیچھے پیچھے چلتا۔ مکان اترنے کے واسطے پہلے سے تجویز ہو لیتا۔ اسکی آرائش و زیبائش میں ایسا تکلف ہوتا کہ تکلف سے ہی جسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ جب بادشاہ ہرات کے قریب آیا تو سر پل مالان پر کہ ایک مشہور سیرگاہ ہے محمد خان با اعیان امرا و تمام اعزہ و اہالی کے استقبال کو آیا اور بادشاہ ایران کی طرف سے دعا و سلام عرض کیا۔ شوق شاہی اور آداب ... رگی بے اظہار کرکے خدمت میں آداب بجا لائے یہ مقرر ہوا تھا کہ پل مالان ... ہرات تک راستوں پر جھاڑو دیجائے اور چھڑکاؤ کیا جائے۔ اور جب با ... ان محمود مرزا نے استقبال کیا اور آداب اخلاص بجا لایا اور شاہ مر ... در امرا نے جس طرح انکو حکم تھا استقبال کیا۔ زیارت گاہ سے پل مالان تک اور یہاں سے باغ جہاں آرا تک کہ تین چار فرسخ تھا

تمام جنگل و پہاڑ شہر و قصبات کے آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان تماشائیوں کا مجمع شادمانی کے ساتھ اس طرح کا تھا کہ عید و نوروز معلوم ہوتا تھا۔ غرہ ذیقعدہ سنہ ۹۵۰ھ کو بادشاہ باغ جہاں آرا میں اترا۔ محمد خاں نے جشن شاہانہ مرتب کیا پیشکش نظر اشرف میں پیش کی۔ مجلس اول میں صابر قاق کہ گانے میں خراسان و عراق میں یگانہ تھا اس غزل امیر شاہی کو پڑھا جس سے اہل وجد و حال کے ارکان وجود میں تزلزل آگیا۔ سچ یہ ہے کہ نہایت ہی مناسب و موزوں یہ غزل پڑھی جسکا مطلع یہ ہے۔

مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

جب اس بیت پر نوبت پہونچی

زرنج و راحت گیتی مرنجان دل مشو خرم کہ آئین جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

تو ہمایوں کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور رقت ہونے لگی۔

ہرات کی سیر

ہرات اور اوسکی سیرگاہیں بادشاہ کو بہت پسند آئیں اور جشن نوروزی بھی نزدیک آگیا تھا تو چند روز یہاں توقف کیا۔ بادشاہ جسوقت سوار ہوتا تو محمد خاں ساتھ ہوتا اور دو نو طرف زر نثار کرتا اور ہر روز ایک مشہور سیرگاہ میں مقام ہوتا اور ہر وقت ایک محفل تازہ عشرت گاہ ہوتی اور انعقاد مجلس کی ترتیب نظم معہود پر مقرر ہوتی کبھی کسی کار سیرگاہ پر بادشاہ نشاط پیرا ہوتا۔ کبھی باغ مرادیں اور ایسے ہی باغ خیاباں باغ زاغان۔ باغ سفید میں تماشا فرما ہوتا ہر گلزمین میں ایک صحبت رنگین موجود ہوتی۔ انہیں ایام میں زیارات اولیاء عظام کی خصوصاً پیر ہرات خواجہ عبداللہ انصاری کی عجز و نیاز کے ساتھ ہوتی۔

مشہد مقدس کی زیارت

مراسم نوروزی سے اور گا … سے فارغ ہوکر مشہد اقدس کی طرف جام کی راہ سے عزم خیر انجام ہوا۔ یا … وپہنچے۔ یہاں حضرت زندہ پیل احمد جام کے مرقد کی زیارت کی۔ جب … طان استجلو یہاں کا حاکم مع اکابر سادات استقبال کو آیا۔ آو … و مشہد مقدس میں روضہ رضویہ کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ یہ … پھر نیشاپور کی طرف متوجہ ہوا۔ شمس الدین علی سلطان یہاں کا حاکم مع اہالی و موالی پیشوائی کو آیا۔ بادشاہ نے کان فیروزہ

کی سیر کی۔ پھر سبزہ [illegible] تا ہوا دامغان میں پہونچا۔ جوہر نے اپنے واقعات ہمایونی میں مشہد کا یہ قصہ لکھا ہی کہ جب بادشاہ روضہ شریف پر پہنچا تو آستانہ کے دروازہ کی زنجیر لگی ہوئی تھی دربان نے زنجیر کھولنی چاہی وہ ایسی مضبوط لگی ہوئی تھی کہ نہ کھلی۔ دربان نے عرض کیا کہ نہیں کھلتی۔ بادشاہ دو تین قدم ہٹ کر آستانہ کی طرف آیا اور اپنے دل میں کہا کہ یا امام جو امیدوار تیرے آستانہ پر آتا ہے وہ اپنی مراد پاتا ہے۔ بندہ بھی تیرے روضہ پر امید لیکر آیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ میری حاجت روا کر یہ کہکر دروازہ پر جو ہاتھ لگایا تو وہ کھل گیا۔ گویا زنجیر لگی ہوئی نہ تھی بادشاہ نے آستانہ کا طواف کیا اور فاتحہ پڑھی اور پھر معین جگہ پر قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اس آستانہ کے متولی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ چراغ کا گل کتر۔ بادشاہ نے کہا کہ اس میں بے ادبی تو نہیں ہوگی۔ متولی نے کہا کہ اجازت ہی۔ بادشاہ نے مقراض لیکر گل کترا پھر فاتحہ پڑھکر باہر آیا اور اور فرمایا کہ ایک بڑی کمان آستانہ کے دروازہ پر بطور نذر کے چڑھا دیں۔ اس داستان میں بات یہ تھی کہ دربان بادشاہ کو سنی جانتا تھا اسلئے وہ چاہتا تھا کہ روضہ کی زیارت کو نہ جائے اسلئے اوسنے یہ بہانہ بنایا تھا کہ زنجیر نہیں کھلتی۔ دوسری داستان دامغان کی ابو الفضل نے یہ لکھی ہے کہ عجائب روزگار سے یہاں ایک قدیم چشمہ ہے زمان پیشین سے ایک طلسم یہاں لگایا گیا ہے کہ جسوقت کوئی پلید چیز اس چشمہ پر پڑتی ہے تو ہوا میں طوفان پیدا ہوتا ہے اور باد و خاک کی شورش سے ہوا تاریک ہو جاتی ہے۔ چشم عبرت سے اسکا بھی امتحان کیا۔ قادر حکیم صانع بدیع کے کارخانہ میں اشیا کی خواص و تاثیرات اتنی نہیں ہیں کہ ادراکات افہام و اوہام کے احاطہ میں اونکا احاطہ ہو سکے۔ تعجب ہی کہ اس داستان کو ابو الفضل نے جو طلسمات کا قائل نہ تھا یہاں اس طرح لکھا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] اس چشمہ کے طلسم کا یقین اسکو تھا۔ دامغان سے بسطام میں بادشاہ آیا۔ یہاں شیخ بایزید بسطا [illegible] ت کی گو وہ سر راہ نہ تھا۔ یہاں سے سمنان میں گیا وہاں شیخ علاء الدولہ سمنانی [illegible] ہوا۔ ہمایوں کا یہ طریق تھا کہ سفر و حضر میں ہمیشہ خدا پرستوں [illegible] ہر و باطن میں زندہ دلوں سے [illegible] ہمت چاہتا۔ منزل بمنزل حکام و ا [illegible] ں اہتمام کرتے اور اکثر اوقات ایران کے رسائل شوق آتے۔ ایران میں ہمایوں کے استقبال کا حال کہ نہایت شان

وشوکت سے ہوا بڑی طمطراق سے ابوالفضل نے لکہا۔ اور پہرا ور مورخوں نے اوسکی نقل اوتارلی ہے ابوالفضل ہمایوں کی کوئی ایسی بات کہ جسمیں اوسکی کسر شان ہو نہیں لکہتا۔ وہ تو اسکی ستائش کا دیوانہ ہے اوسکی اہانت و ذلت کی باتوں کوبھی اس پیرایہ میں ادا کرتا ہے کہ اس کی علو شان معلوم ہو۔ مگر ہمایون کے آفتابچی جوہر نے واقعات ہمایونی لکھی ہے گویا بادشاہ کا ادنیٰ خدمتگار رہتا اس میں مورخ کی لیاقت کی امید نہیں ہوسکتی۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں تفصیل لکھی ہیں جنکو لایق مورخ کبھی نہ لکھتا۔ مگر بہت سے واقعات سچے سچے سلیس زبان میں کہ شوکت الفاظ سے خالی ہیں اوسنے لکھے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اختلاف مذہب کے سبب سے ہمایوں کی غیرتمند طبیعت اور مغرور دل کو اتنی کلفتیں پہونچیں کہ اس ظاہری تعظیم وتکریم سے اتنی راحتیں نہیں ہوئیں۔

جب حوالی رے میں قلعہ درمیں میں بادشاہ ہمایوں پہنچا تو شاہ ایران کا خط آیا جسمیں یہ لکہا تہا کہ میں قزوین آگیا ہوں۔ بادشاہ اپنے وکیل بیرام خاں کو میرے پاس بہیجے۔ یہ لایق وکیل ترکمان پہلے شاہ ایران کی رعیت تہا۔ اور نجم ثانی کے ساتھ جو سپاہ شہنشاہ بابر کی کمک کو شاہ ایران نے بخارا فتح کرنے کے لئے بہیجی تھی اُن میں وہ بابر کی خدمت میں حاضر ہوا تہا۔ پہر وہیں بابر کی اور اوس کے بیٹے کی خدمت میں رہا۔ اور اپنی شجاعت اور ذہانت وفراست وکیاست کے سبب سے پایہ بلند پر پہنچا۔ اس دانشمند فرزانہ کے صلاح ومشورے سے ہمایوں شاہ ایران کے پاس آیا تہا بادشاہ نے حسب درخواست بیرام خاں کو دس سواروں کے ساتھ بہیجا۔ اوس نے قزوین جاکر شاہ ایران کی قدمبوسی کی۔ چند روز بعد بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ سر منڈاؤ

اور تاج پہنو۔ بیرام خاں نے ... وشاہ کا تابع ہوں بغیر اوسکے ارشاد کے

تاج کیسے پہن سکتا ہوں ... نے سنکر فرمایا کہ تجہکو اختیار ہے

مگر بیرام خاں کا یہ عذر اور ... ادشوکت دکہانے کے واسطے

اور بیرام خاں کے ڈرانیکے ... ہتی کہہ کہ کے قتل کرایا۔

شاہان ایران کا یہ دستور ... روں میں اپنے محلوں کو چہوڑکر سرد

وبلند پہاڑوں میں جو اکثر وہاں ہیں ... ہیا۔ اس سال شاہ ایران کا مقام سلطانیہ و دور لیق

کے درمیان تہا۔ جب شاہ ایران قزوین سے چلا تو اوسنے ہمایوں کو لکہا کہ وہ اپنی جگہ پر مقیم رہے
جب میں بلاؤں تو کوچ کرے۔ پہر شاہ ایران نے یوبک بیگ کو بہیجا کہ وہ ہمایوں کی مہمانداری کرے
اور ہمایوں کو لکہا کہ قزوین میں آنکر وہ تین دن رہے اور پہر اوس پاس آئے۔ ہمایوں قزوین میں آیا
اور خواجہ عبد الغنی کے حویلیوں میں جنمیں پہلے شاہان ایران اترا کرتے تہے فروکش ہوا۔ چوتہے
روز یہاں سے شاہ ایران کے لشکرگاہ کی طرف متوجہ ہوا جو سلطانیہ اور ابہر کے درمیان تہا
رات بہر سفر کیا صبح کو حکم ہوا کہ جہاں پانی ہو وہاں خیمہ گاہ ہو۔ پانی کی تلاش ہو رہی تہی کہ
بیرام خان آنکر رکاب بوس ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور بہت آگے بڑہ آئے بادشاہ نے فرمایا کہ
اب میں پیچہے نہیں جاسکتا۔ صبح کے وقت بادشاہ نماز پڑہکر آرام فرمانے گیا کہ ایرانی بیلداروں
نے جو سڑک درست کرنے آئے تہے گانا شروع کیا۔ بیرام نے آنکر عرض کیا کہ حضور کے استقبال کے
لئے شاہ ایران کے آدمی آتے ہیں۔ بادشاہ دیوانخانہ میں غسل کرکے اور جامہ پہنکر بیٹہا۔ بعدازاں
وکلا، سلاطین و وکلا خوانین آئے پہر وکلا میرزا۔ پہر حضرات سادات مشرف ہوئے۔ حضرت
بادشاہ سوار ہوئے۔ دستور کے موافق سلاطین و خوانین نے استقبال کیا۔ شاہ ایران کے
بہائی سام مرزا اور ابراہیم مرزا نے استقبال کیا۔ سام مرزا ایک تیر کے فاصلہ سے
گہوڑے سے اترا بادشاہ بہی اپنے گہوڑے سے اترا طرفین سے تعظیم و تکریم ہوئی پہر
بیرام مرزا نے سراپا اور اسپ غزالہ پیش کش میں دیا۔ یہ گہوڑا بہت شوخ و چالاک تہا وہ
ہمایوں کی شہسواری کے امتحان کے لئے ایرانیوں نے دیا تہا۔ بادشاہ نے سراپا پہنا مگر
تاج نہ پہنا۔ اس تاج کا نام تاج حیدری تہا وہ قرمزی رنگ کا ریشمی جواہر سے مرصع ہوتا اس کو
شاہان ایران پہنتے اوسکو شاہ اسمعیل کے با[illegible] شا[illegible] حیدر نے ایجاد کیا تہا۔ اوسکی بارہ ترکیں
امام کے نام کی تہیں۔ وہ مخروطی شکل کا تہا
بعدازاں تمام سپاہ و افسران [illegible] [illegible] کل کا تاج پہنیں۔ وہ شیعہ
ہونے کا ایک بانا تہا۔ ترکوں نے [illegible] سرخ سر رکھ دیا۔ بادشاہ
غزالہ پر سوار ہوا تو وہ اسکے ہاتہ پیر ران [illegible] جیسے اسپ اپنی شوخیاں بہول گیا اور خوش
عنان ہوگیا۔ جس پر ترکمانوں کو تعجب ہوا اور اس امتحان سے اونکو یقین ہوتا تہا کہ خود اقبال کا

گہوڑا اوس کی ران کے نیچے کودے ناچے گا۔ قورچی باش نے آنکرسلام علیک کی اسپ چہوٹے بڑے کرمانی گہوڑوں پر سوار استقبال کو آئے۔ اس طرح آنے سے اونکی غرض یہ تھی کہ صغیر وکبیر ہمایوں بادشاہ کے ہم پائے ہیں۔

جمادی الاولیٰ ۹۵۱ھ کو شاہ ایران نے خود استقبال کیا اور قواعد اعزاز واکرام وتقدیم اداب اجلال واحترام کے موافق ملاقات فرمائی ایک محل عالی میں جسکی مدت مدید میں باریک بیں نقاشوں نے اپنی صنعت نقاشی کے بدایع دکہانے میں کمال کیا تہا دونوں بادشاہ برابر بیٹھے۔ محفل بادشاہانہ نے انعقاد پایا۔ اخلاص واختصاص کی باتیں ہونے لگیں مرزا قاسم نے اپنی مثنوی میں ان دوشہریارونکی ملاقات کے باب میں یہ شعر خوب لکہے ہیں۔

دو صاحبقران در یکے بزمگاہ — قران کردہ باہم چو خورشید وماہ
دو نور بصر چشم اقبال را — دو عید مبارک مہ وسال را
دو کوکب کز ایشاں فلک راست زین — بہم در یکے عرصہ چون فرقدین
دو چشم جہانی بہم ہم عناں — ہم چو دو ابرو تواضع کناں
دو سعد فلک رایکے برج جائے — دو والا گہر را یکے درج جائے

اول شاہ ایران نے خیریت وکوفت راہ کی پرسش کی پہر اپنے مذہبی تعصب کو ظاہر کیا کہ ہمایوں سے فرمایا کہ تاج پہنئے تاج کا لفظ مبہم تہا اسیر ہمایوں نے کہا کہ تاج پہننا عزت کی نشانی ہے اسکو میں پہنوں گا۔ بادشاہ ایران نے اپنے ہاتھ سے اوسکے سر پر تاج پہنا دیا۔ اپنی رسم کے موافق تمام خواتین اور سلاطین جو موجود تہے اللہ اللہ کہتے ہوئے سجدے میں گئے ترچیوں نے ترہوں کو بجا کر غل مچا دیا۔ ہمایوں نے شہزا..ں کو کہا کہ وہ بیٹھ جائیں تو شاہ ایران نے کہا کہ یہ ہماری توره ورسم اخلاق ... ہے پہر دستر خوان بچہا۔ دونو بادشاہوں نے طعام تناول فرمایا۔ بعد کہا ... ہو گئے اور سجدہ شکر بہی کیا گیا مقصد اس سجدہ شکر سے یہ تہا کہ ہمایوں جیسے ... سے بادشاہ کی پناہ میں لایا مگر دیکہنے والوں نے یہ جانا کہ ہندوستان ... نی رسم ورواج وشیعہ مذہب کا پابند ہوگیا۔ جب شاہ ایران سے بادشاہ رخصت ہوا تو اوسنے کہا کہ بیرام خاں اور قدر خاں کی نذر لو کہ

درمیان ہمایون کی منزل ہو۔ بادشاہ حمام میں گیا اور اپنے بالون کو ترشوایا کہ ایرانیوں کی رسم پوری ہو۔ بیرام مرزا تین سراپا حضور کی نظر کے آگے لایا۔ ان میں سے ایک کو پہن کر رات بہر جشن آرا رہا۔

ایسا قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں نے گو تاج پہنا اور بال کتروائے مگر شیعہ ہونا قبول نہیں کیا اسلئے کہ دوسرے روز علی الصباح شاہ ایران سلطانیہ کو چلا تو ہمایون کی فرودگاہ کے نیچے آیا ہمایون دروازہ پر سلام کرنے گیا تو شاہ ایران اوس کی طرف ملتفت نہوا ہمایون اپنا سا منہ لیکر چلا آیا۔ اور اوسکو نہایت رنج ہوا۔ سلطان محمد خدا بندہ کے گنبد میں سلطانیہ کے اندر ہمایون نے نزول فرمایا۔ خدا بندہ نے شیعہ مذہب کو بڑی تقویت دی تھی۔ ہمایون نہایت تفکر و تحیر میں بیٹھا تھا اور اپنے تئیں لعن طعن کر رہا تھا کہ میں کیوں ایسے بادشاہ کے پہندے میں پہنس گیا جسکو اپنی اتفاقی بزرگی پر یہ گھمنڈ ہے۔

ہمایون نے اب جان لیا کہ میں ایسے باتعصب بادشاہ کے اختیار میں آگیا جسنے یہ ارادہ مصمم کر لیا کہ جن سنیوں نے اسکے ہاں پناہ لی ہے اونکو بغیر شیعہ بنائے نہ چھوڑونگا۔ جو وسایل اوسنے شیعہ بنانے کے اختیار کئے اونمیں نرمی سے سختی زیادہ تھی۔ بادشاہ ایران نے ایک دن ہمایون کے باورچی خانہ میں ایندہن بہیجا اور کہلا بہیجا کہ اگر تو شیعہ مذہب اختیار کرے گا تو میں تیری اعانت اور حمایت کرونگا اور تو نے شیعہ مذہب نہیں قبول کیا تو تجھے اور تیرے ہمراہیوں کو ان لکڑیوں کی چتا میں بٹہا کے جلاؤنگا۔ ہمایوں نے اسکا جواب استقلال سے دیا کہ ہمکو اپنے مذہب پر اعتقاد کامل ہے اور ہم اسی پر قائم ہیں گے مذہب کے سامنے سلطنت کو ہیچ جانتے ہیں ہمکو خدا تعالے پر توکل ہے جو اوسکی مرضی ہوگی [illegible] میں یہاں بیت اللہ کے جانے کے مقصد سے آیا تھا۔ اب مجھے رخصت دو [illegible] اب بادشاہ نے یہ دیا کہ میرا ارادہ ہے کہ سنی عثمانیہ کے استیصال کرنے [illegible] یہ سزاوار نہیں ہے کہ مذہب شیعہ کے اختیار کرنے میں حجت و تکرار کرے [illegible] میں آیا ہے۔ تو بادشاہ تھا مگر اپنی سلطنت کا حق نہیں ادا کیا۔ اس مصیبت [illegible] اس حال میں بھی تو اپنے جہوٹے ناحق مسائل کا قائل رہے گا۔

اب ہمایون ایسے محل خوف خطر میں پڑگیا تہا کہ اپنے تئیں سلامت رکہنا آسان نہ تہا اسی فکر و تردد میں بیٹھا ہوا تہا کہ قاضی القضات قاضی جہان دیوان شاہ ایران اس پاس آیا اس سے بہت سی گفتگو کی اوسنے بادشاہ سے عرض کیا کہ عمدہ تدبیر یہ ہے کہ حضور شاہ ایران کی درخواست کو قبول کریں۔ فقط آپ ہی اکیلے نہیں ہیں کہ حضور کا اصرار اپنی بات پر آپ ہی کو برا نتیجہ دکہایگا بلکہ ان سات سو پیشکش سنیوں کو بھی جو حضور کے ساتھ ہیں آپ کے شریک ہونا پڑیگا۔ آپ کی حالت کا اقتضا یہ ہے کہ شاہ ایران کی مرضی کے موافق کام کریں اور اوسنے کہیں کہ بے اختیار ہوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ جو چاہیں سو کریں۔ اسکے جواب میں ہمایوں نے کہا کہ انکی مرضی کیا ہے جو ہو اوسکو لکہاکر میرے پاس لاؤ۔ قاضی تین کاغذ شاہ طہماسپ کے پاس سے لکہا کر لایا ہمایوں نے دو کاغذ اونمیں سے پڑہکر رکہدئے اور اپنے خرگاہ کے دروازہ پر آیا۔ اپنے آدمیوں کو پکارنے کو تہا کہ قاضی نے اوسکے پاس آنکر عرض کیا کہ حضور خاموش رہیں اب کوئی علاج نہیں ہے زمانہ سازی کیجئے۔ زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز + بادشاہ چپکا ہو رہا۔ تیسرا کاغذ شاہ ایران نے خود آنکر ہمایوں کو دیا اور اوسکے سامنے خود پڑہا اور اوسپر دستخط کرکے شاہ ایران کو دیدیا۔ کاغذ کا صحیح حال نہیں معلوم ہوتا کہ کیا لکہا ہوا تہا شاید ان کاغذوں میں یہ لکہا ہوگا کہ اول شیعہ مذہب اختیار کرے دوم ہندوستان میں اسکی اشاعت کرے سوم قندہار حوالہ کرے پہلی شرط کے پورا کرنے کا وعدہ کیا باقی دو شرطوں کا پورا کرنا اسکے حد اختیار سے باہر تہا۔

شاہ ایران نے اپنی تفریح خاطر اور شان و شوکت دکہانیکے واسطے حکم دیا کہ تخت سلیمان کے حوالی میں شکار کہیلا جائے۔ یہاں پرسی پولس کے کہنڈر پڑے ہوئے ہیں اور ایران میں سب سے اچھی یہ سیرگاہ ہے غرض تین روز تک ... گان بازی اور قبق اندازی ہوتی رہی۔ ہر شخص سپاہ اور لشکریوں میں سے شکا ... ہنے میں مشغول تہا۔ بہرام مرزا خلیفہ ابوالقاسم سے مخالفت رکہتا تہا اس صیدگاہ ... ہے وہ مرگیا اور اوسکی اطلاع مرزا کی خاطر سے شاہ ایران سے نہ کی۔ اس ر ... کے مرزاؤں کا کیا اخلاق تہا۔

غرض چند روز تک بادشاہ عیش و عشرت کی بزم آراستہ کرتا رہا۔ شاہ ایران کے پرچانیکے واسطے بیرام خاں کے ہاتھ اوسنے ایک الماس گراں بہا کہ ملکوں کے خراج کی برابر اوسکی

قیمت تھی اور دو سو پچاس لعل بدخشانی بطور ارمغان بھیجے۔ اسمیں کچھ تکلف نہیں ہے کہ ہمایوں کے آنے اور اوسکے جانے تک جو سرکار ایران کا خرچ ہوا ہوگا اوس سے کہیں زیادہ اضعاف مضاعف ان جواہرات کی قیمت ہوگی۔ جب جوہریوں نے الماس کی قیمت کو آنک کر کہا کہ وہ بے قیمت ہے تو شاہ طہماسپ نے بیرام بیگ کو خان کا خطاب دیا اور علم و نقارہ عنایت کیا۔

دو مہینے تک دونوں بادشاہوں میں نہ ملاقات ہوئی نہ خط و کتابت اہل فساد نے دونوں بادشاہوں کے دل میں غبار پیدا کر دیا مگر جلد صفائی ہوگئی۔ اوسکی کئی وجہ بیان کی جاتی ہیں۔ ایک وجہ یہ تھی کہ روشن بیگ کوکہ خواجہ غازی دیوان و سلطان محمد نیزہ باز جو آپ مرزا کامران کے چاکر تھے وہ حج کرکے یہاں آئے تھے وہ شاہ طہماسپ سے کہتے تھے کہ اگر ہمایوں بادشاہ کو بادشاہی کا سلیقہ ہوتا تو اوسکے بھائی اس سے جدا نہ ہوتے اگر ہمایوں کو آپ قید کریں اور لشکر ہم کو عنایت فرمائیں تو قندہار ملک لیکر آپکے حوالہ ہم کریں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ قزلباشوں اور ترکمانوں نے یہ کہکر طہماسپ کا مزاج بادشاہ کی طرف سے بھڑکا دیا تھا کہ ہمایوں اسی باپ کا بیٹا ہے جس نے کئی ہزار قزلباش کمک میں لیجا کر ازبکوں کے ہاتھ سے قتل کرا دئے اور نجم بیگ ہمارے ہم وطن کو ہلاک کیا تھا یہ تلمیح اس قضیہ کی طرف تھی کہ بابر بادشاہ اسمعیل شاہ ایران سے سترہ ہزار قزلباشوں کی کمک لیکر ازبکوں سے قلعہ نخشب کا محاصرہ کرکے لڑا تھا۔ اور جب صفیں آپس میں لڑیں تو خود ایک گوشہ میں چلا گیا اور قزلباشوں پر جو آفت آئی سو آئی۔ ہم ہمایوں کی کمک کے لئے سپاہ کو لیکر جائیں وہ ہم کو بھی اپنے باپ کی تقلید کرکے مروا ڈالے۔ تیسری وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ اب سے سولہ برس پہلے جب ہمایوں گجرات میں بہادر شاہ کو شکست دیکر آیا تھا تو خدائی تیر بنائے تھے اول قسم کے بارہ تیروں پر اپنا نام اور دوسری قسم کے گیارہ تیروں پر طہماسپ کا نام لکھا تھا اور سریر سلطنت پر بیٹھکر مجمع عام میں کہا تھا کہ میرا طالع و جاہ شوکت بادشاہ طہماسپ سے زیادہ ہے یہ بات شاہ ایران کے کان ہوں نے پہنچا دی تھی اس بات کو سنکر شاہ طہماسپ بہت غصہ ہوا اور او۔ یا تو ہمایوں نے بیان کیا کہ یہ امر سچ ہے اور اوسکی وجہ یہ تھی کہ اسوقت سلطنت سے دو چند تھی۔ تو طہماسپ نے خفا ہوکر کہا کہ اُس حماقت و نخوت کا نتیجہ یہ تمہارا ہوا اپنی وسیع مملکت پر سلطنت نہ کرسکا اوس کو

گنواروں نے چھین لیا اور جوروبچے دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگئے۔ ہمایوں نے کہا کہ خدا کا حکم سب پر غالب ہے اوس سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

سلطنت ایران سے ہمایوں کے خارج کرنے کا منصوبہ فقط اسی موقع پر ختم نہیں ہوگیا بلکہ جب بادشاہ کی اول ملاقات ہوئی تو شاہ ایران نے فرمایا تھا کہ ہندوستان کو حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی نے فتح کیا تھا پھر خدا تعالی نے آپکی شمشیر کو کشورکشائی کے گنج خانہ کی کنجی بنایا ان دنوں مملکت داری و جہانبانی میں جو قصور و فتور ظہور میں آیا وہ سبب بے اخلاص ہمایوں کی ناسا عدی اور بے اتفاقی سے ہوا اور آپ کو اس میں اختیار نہ تھا اس عالم اسباب میں بھائیو کی موافقت ایک ضروری امر ہے کہ جس سے کار ہار بستہ کشادہ ہوتے ہیں اب مجکو اپنا چھوٹا بھائی تصور کیجئے اور اپنا ممد و معاون جانئے میں شرائط امداد اور لوازم اعانت آپکی آرزو کے موافق بجا لاؤنگا اور جسقدر کمک درکار ہوگی سرانجام دونگا۔ اگر مجھے خود کمک کے لئے جانا پڑیگا تو جاؤنگا بعد دستر خوان بچھا۔ دستور کے موافق بہرام مرزا آفتابہ چلمچی لیکر ہاتھ دھلانیکے لیئے کھڑا ہوا تو شاہ ایران نے اشارہ کیا کہ بادشاہ کو ہمایوں کو اسطرح رکہنا چاہیئے۔ ہمایوں نے اوس کو تہ دل سے پسند کیا اور شاہ کے ساتھ اتفاق رائے کیا۔ اس بات سے بہرام مرزا ہمایوں کا جانی دشمن ہوگیا۔ ایران سے اوسکے نکالنے کا نہیں بلکہ اوسکی جان نکالنے کا خواہاں ہوگیا۔ یہ کلمات متوحش کہتا کہ خاندان تیمور کو ہندوستان میں بادشاہ بنانا عقل کا کام نہیں ہے وہ ایران سے قریب ہے۔ ہمایوں کو چند دنوں خوف رہا کہ باقی زندگی ایران میں قیدیوں کی طرح بسر ہوگی۔ شاہ طہماسپ نے بہرام مرزا سے کہا کہ امرا عرض کرتے ہیں کہ ہمایوں کی کمک کسیطرح سے کرنی حماقت ہے وہ کسی طرح سے اعانت بر[illegible] ۔ بہتر ہوگا کہ اس بادشاہ کو یہاں سے نکالدے مگر بادشاہ کو ان خوفوں سے نک[illegible] ہمشیرہ شاہ طہماسپ تھی کہ وہ امام مہدی کی نذر کی گئی تھی اور بادشاہ طہما[illegible] صلاح سے کام کرتا تھا۔ اس بیگم کے ساتھ قاضی جہاں قزوینی ناظر دیوان [illegible] تھے جوان دونوں بادشاہوں کے دلوں سے کدورت دور کرتے تھے۔ ہمایوں کو [illegible] غصہ آیا تھا۔ بیرام خاں نے سمجھایا کہ مصرع مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش۔ اسکے رونے اور سمجھانے سے بادشاہ نے نہایت ملائمت اور

فروتنی اختیار کی۔ سلطانم خانم نے اپنے بھائی کے سامنے ہمایوں کی یہ رباعی پڑہی۔

ہستم ز جان بندۂ اولادِ علی　　ہستم ہمیشہ شاد بیادِ علی
چوں سرِ ولایت از علی ظاہر شد　　کردیم ہمیشہ وردِ خود نادِ علی

پہر اوسنے ایک اور رباعی لکہی جسکا آخر شعر یہ ہے کہ

شاہاں ہمہ سایۂ ہمامی خواہند　　بنگر کہ ہما آمدہ در سایۂ تو

پہر قطعہ سلیمان کو تضمین کرکے بہیجا۔

ہست امید آنکہ لطفِ تو باما آں کند　　آنچہ باسلیمانِ علی در دشت روزن کردہ است

ہمایوں کی رباعی سنکر بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ اوسنے کہا کہ اگر ہمایوں اس امر کا عہد کرے کہ وہ تمام ملک محروسہ میں ممبروں پر معصومین علیہم السلام کا ذکر کرائے تو میں اوسکو موروثی ملک دلائے دیتا ہوں سلطانم بیگم نے ہمایوں سے یہ پیغام کہلا بہجوایا۔ ہمایوں نے اس کا جواب دیا کہ میرے تمام امرا چغتائی اور اپنے بھائی مرزا عسکری سے اسی بات پر بگاڑ ہوا کہ آلِ نبی پر میری جان فدا ہے مرتے دم تک میں انہیں کا کلمہ پڑہونگا۔ عبد القادر بدایونی نے تو اپنی تاریخ میں لکہا ہے کہ ہمایوں شیعہ ہوگیا اور اوسنے تبرا بہی کہا۔ اور شیعہ کے تمام معتقدات ایک کاغذ پر لکہکر اوسکو حوالہ کئے گئے اور اوسکو بادشاہ نے بطور نقل کے پڑہا اور خطبہ میں ذکر ائمہ عشرہ کا بروش عراق قبول کیا یہ مورخ خاندان تیمور کو مہربانی کی نگاہ سے نہیں دیکہتا اوسکے ذرا سے عیب کو بہت بڑہا کر لکہتا ہے ابو الفضل کی ضد ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ ہمایوں کے اس مذہبی معاملہ کا فیصلہ کرنا دشوار ہے ان دو بادشاہوں میں اختلاف مذہب کے سبب سے جو شکر رنجیاں ہوئیں۔ اُن کی حقیقت حال ایسی نہیں معلوم کہ جس پر اطمینان ہو۔ مورخوں نے ان کو مختلف طور سے بیان کیا۔ سنی مورخ کرا　　ہیں خاموش ہیں یا بولتے
ہیں تو اون کے کلام سے یہ معلوم ہوتا　　ہے جیسا سنی ایران گیا تھا
ویسا ہی سنی اولٹا آیا۔ اوس پر شدھ　　نہیں پڑا۔ شیعہ مورخ
اس معاملہ پر حاشیے چڑہا کر بیان کرتے　　ہیں کہ شیعہ ہوگیا تھا
سلطانم بیگم نے اپنے بہائی کے تیلات کو جو ہمایوں کی نسبت تھے بدل دیا۔ طہماسپ نے

بادشاہوں کا مذہب

ہمایوں کو بلایا اُن سے کئی گھنٹے تک گفتگو رہی جس میں یہ امر طے پایا کہ قندہار اور کابل اور
بدخشاں کے فتح کرنے میں شاہ ایران اونکی مدد کریگا۔ جب قندہار تسخیر ہو جائیگا تو وہ شاہ
ایران کے حوالہ کیا جائیگا اور بادشاہ اور اوسکے ملازم قاضی جہاں کی گفتگو مذہبی اختلافات
کے باب میں سُنینگے۔ ہمایوں نے اپنے خیمے میں آنکر ہندوستانیوں کو جمع کرکے شاہ ایران
کے وعدوں کو سنایا جس سے اُن کو امید ہوئی کہ اب ہم پھر اپنے ملک کو چلیں گے اوسنے یہ بھی
کہا کہ قاضی جہاں بعض حکایات تمسے کہیگا۔ سب خدمتگار دست بدعا اوٹھا کر خوشحال ہوئے
بعد اس مصالحت کے شکار قمرغہ تیاری سے ہوا اور تخت سلیمان کے نزدیک ہمایوں کی دعوت
بہت دہوم دہام سے ہوئی۔ محبت کی صداقت جتانیکے لئے روشن بیگ اور اوسکے ساتہیوں کو جنہوں
نے یہ کہا تہا کہ قندہار شاہ ایران کو دلائے دیتے ہیں طہماسپ نے پکڑوا بلایا۔ اور اُن سے کہا کہ
چاہ کن را چاہ درپیش۔ حکم دیا کہ خیموں کی طنابیں کاٹی جائیں اور اونکی کمر وئیں باندہی جائیں
اور زندان سلیمان میں وہ لٹکائے جائیں اگر رسیاں زندان کی زمین تک پہنچ جائیں تو وہاں وہ
چہوڑ دئے جائیں اور اگر وہ نہ پہنچیں تو باہر نکال لئے جائیں۔ جب یہ حکم ہوا تو روشن بیگ نے جو حضرت
ہمایوں کا کوکہ تہا بادشاہ کو عرضی لکہی۔ بندگان گنہگار کو کسی طرح جان کی امید سوا
حضور کی شفاعت کے نہیں ہے از بے خرداں خطا و از بادشاہاں عطا۔ ہیں اور حضور نے
ایک ہی چہاتی سے دودہ پیا ہے۔ ہمایوں اس عرضی کو پڑہکر مہربان ہوا اور طہماسپ کو
رقعہ لکہا کہ اب شاہ اسمعیل کی قبر کے صدقہ میں اوسکو رہا کریں۔ جب شاہ ایران نے یہ رقعہ پڑہا تو
اوسکو تعجب ہوا کہ ہمایوں میں کسقدر حلم ہے کہ اپنے ایسے دشمنوں کی شفاعت چاہتا ہے
کہ اوسکے آزار کے درپے تہے۔ اوسنے صبح کو کوکہ کو ہمایوں کے سپرد کر دیا جب تمام شرائط
صلح مرتب ہوگئیں تو طہماسپ نے ہمایو ... دعوت کی اور اوس کا بڑا سامان کیا
اور تین روز یہ شادمانی و کامرا ... رہا۔ چہ سو خیمے لگائے گئے اور بارہ
نقارخانے رکہے گئے اور تمام ... بچھایا گیا۔ اول روز دعوت ہوئی
اور خلعت اور مرصع تلواریں بہت تقسیم ... ہے روز طہماسپ نے اپنے پہلو میں ہمایوں
کو بٹہا کر تمام خیمے گہوڑے۔ اونٹ فرش اور ہر ضروری چیزوں کو دکہا کر کہا کہ

یہ سب آپ کی نذر ہیں اور اوس کے سوا میرا بیٹا مرزا مراد اور بارہ ہزار سوار آپکے ساتھ جائینگے کہ آپ کا ملک دوبارہ آپ کو دلاویں۔ جب یہ سب کارخانے اور سپاہ ہمایوں کی نظر سے گذر چکی تو طہماسپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھکر کہا کہ اے شاہ ہمایوں اگر کوئی مجھسے خطا ہوئی ہو تو قصور معاف ہو۔ تیسرا دن شکار اور رقیق بازی میں صرف ہوا۔ رات کو مجلس عیش منعقد ہوئی۔ طرح طرح کی شرابیں موجود تھیں کوئی ساقی نہ تھا ہر شخص آپ جتنی شراب چاہتا اپنے ہاتھ سے ساغر میں نکال کر پیتا۔ جب دونوں بادشاہوں کے خیمے اکھڑ گئے تو ہمایوں طہماسپ سے آخر ملاقات کے لئے گیا تو وہ ایک چھوٹے سے بچھونے پر جو تین تہوں میں لپٹا ہوا تھا بیٹھا تھا اوس پر دوسرے آدمی کے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ جب ہمایوں اُترا تو اوسنے دیکھا کہ بیٹھنے کو جگہ نہ تھی زمین پر وہ بیٹھنے کو تھا کہ حاجی محمد قشقہ نے یہ دیکھکر اپنے ترکش کے غلاف زریں کو پھاڑ کر بچھا دیا۔ طہماسپ کو یہ نمک کا جوش بہت بھایا۔ اُس سے پوچھا تو کون ہے اُس نے جواب دیا کہ میں مغل ہوں۔ طہماسپ نے کہا کہ تو میری نوکری کریگا تو اوسنے کہا کہ میں اس عزت کے لائق نہیں۔ میں کیا ہوں۔ میرا آقا حضور کی خدمت میں موجود ہے۔ جب اوسکی ترقی ہوگی تو میں اوسکی جگہ حاضر ہونگا۔ ابتو میں خاک ہوں۔ بعد ازاں وہ بڑا سردار ہوگیا۔ طہماسپ کی سپاہ کمک میں جو بڑے بڑے آدمی تھے اونکی تفصیل یہ ہے کہ مرزا مراد۔ طہماسپ کا پسر خردسال بداغخاں قاچار۔ اس شاہزادہ کا اتالیق تھا۔ شاہ قلی سلطان افشار حاکم کرمان۔ احمد سلطان شاملو ولد محمد خلیفہ۔ سنجاب۔ سلطان افشار حاکم فراہ۔ باز علی سلطان تکلو۔ سلطان علی افشار سلطان قلی قورچی باشی خویش محمد خاں۔ یعقوب مرزا طغائی۔ سلطان محمد خدابندہ۔ سلطان حسین شاملو برادر احمد سلطان حاکم سیستان اور ا … اوں سے طہماسپ نے درخواست کی کہ کہ میری دعوت ہندوستانی کھانوں … میں طہماسپ کو ہندوستانی کھانوں میں کھچڑی سب سے زیادہ پسند آ … ا حافظ کہکر جدا ہوئے۔ ہمایوں نے تیمور کی تقلید کر … کیا حضرت مریم مکانی کو سیستے سے قندہار روانہ کیا اور بارہ ہزار سوار … اونکو رخصت کیا کہ وہ اپنے گھر جاکر اپنے اسباب کو درست کریں اور جب ہمایوں آب ہلمند پر پہنچے تو وہاں شاہزادہ جمع

لشکر مقررہ کے حاضر ہو۔ بادشاہ نے اول تبریز کی سیر کی یہاں کی گرگ دوانی اور چوگان بازی پیادہ کا تماشا دیکھا۔ یہ دونو کہیں اس ملک کے مشہور ہیں۔ پھر اس شہر کی عمارات عالیہ کی جو سلاطین ماضیہ کے آثار قدیمہ اور سیرگاہیں ہیں ملاحظہ کیں اور آثار گذشتگان خاک گشتگان خانہ افلاک و رگذشتگیہاے عالم بے ثبات او رگسستگیہاے جہاں بیمقدار کو اپنی خاطر حقایق ماثر میں جگہ دی اور اس رباعی کو پڑہا۔

افسوس کہ سرمایہ زکف بیروں شد | درد ست اجل بسے جگرہا خون شد
کس نامد ازاں جہاں کہ تا پرسم ازو | کاحوال مسافران عالم چوں شد

یہاں ایک لطیفہ یہ ہوا کہ بادشاہ کو تمام آلات رصدی اصطرلاب و کرہ وغیرہ پر توجہ بہت تہی اسنے اختہ بیگی سے کہا کہ کہیں سے کرہ تلاش کرکے لاؤ یہ سادہ لوح چند کرہ مع مادیان بادشاہ پاس لے گیا۔ بادشاہ نے اونکو نیک شگون سمجھکر خرید لیا۔

تبریز کی سیر سے فارغ ہوکر اردبیل کی طرف توجہ کی یہاں ایک ہفتہ قیام کیا۔ اور شیخ صفوی کے مزار کی زیارت کی یہی خاندان صفوی کا بانی اول ہے۔ یہاں طہماسپ بھی اپنی دار السلطنت کو جاتا تہا۔ وہ ہمایوں کے لشکر کو دیکہکر متحیر ہوا کہ وہ ابتک نہیں گیا۔ اسنے ہمایوں کو لکہا کہ پانچ فرسنگ (۵ میل) ہیے توقف چلا جائے۔ جب بادشاہ سبزوار میں آیا تو حرم زمانی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور سارا لشکر بھی اس سے ملگیا۔ یہاں سے مشہد مقدس میں گیا جہاں بیشتر از پیشتر بزرگ آداب بجالائے۔ یہاں لشکر کی جمع ہونیکے لیے کئی دن انتظار کیا۔ دانشوروں کی سا صحبت ہی ملا حیرتی نے بادشاہ کے سامنے یہ شعر پڑہا کہ

ہمچو پروانہ بشمعے سرو کار است مرا | پس اگر پیش رودم بال و پرم میسوزد

بادشاہ نے آخر مصرعہ کی یہ اصلاح ... اگر بال و پرم ے سوزد۔ مولانا نے اس اصلاح کے لئے سجدۂ اخلاص کیا۔ یہا ... ستان میں نزول کیا۔ ہمایوں کے معاملات ... ایران کی تاریخ میں شاہ طہماسپ کی سلطنت کا عہد مشہور ہے۔ ... ے بہاگ کر اوسکی پناہ میں گیا تو اوسنے شاہانہ مہمان نوازی ایسی کی کہ کبھی ... سے جلا وطن بادشاہ کی نہ کی ہوگی ہمیشہ سے ایران کو اپنی مہمان نوازی پر فخر و ناز ہے۔ ہر ایرانی اپنی اس قومی نیکی مہمان نوازی

کے دکہانے میں ایسی کوشش کرتا ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ کوئی قوم اسکی برابر اس خوبی و نیکی میں نہیں ہے وہی سب سے برتر ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی اس نیکی کے دکہانے کا موقع اسے زیادہ کیا ملتا۔ کہ ہمایوں جیسا بادشاہ جلاوطن ہو کر ایران میں آیا۔ بادشاہ نے بذات خود مجلس آرائی اس طرح کی کہ بہت شامیانے زربفت و مخمل و ناجہ باف کے قایم کرائے منقش خرگاہ و بلند خیمے نصب کرائے۔ ابریشمی گلیم قیمتی قالین جہاں تک نظر کام کرتی تھی زمین پر بچہائے اور بیش قیمت تحفے و ہدیے پیشکش میں دئے جنکی تفصیل یہ ہے عراقی گہوڑے زین مطلے و مرصع اور عمدہ زین پوش سے آراستہ و پیراستہ تہے۔ شتر بدیع ہیکر مادہ و نر جنکی پوشش قیمتی۔ بہت سی شمشیر و خنجر مرصع بجواہر اور قماش نفیس۔ اور کپش و جلفادہ و سنجاب و قاقم کے پوستین۔ اور پہننے کے جامے زربفت و مخمل و ناجہ و اطلس و مشجر فرنگی و یزدی و کاشی کے۔ بہت سے موتی چاندی کے طشت و آفتابے و شمعدان جنمیں یاقوت و موتی جڑے ہوئے تہے کتنے ایک طبق طلاو نقرہ کے اور فرش خرگاہ۔ اعلی درجہ کی بساط کہ خوبی و کلانی میں نادرہ روزگار اور اور اسباب شاہانہ سوا اسکے ہمایوں کے ہر ملازم کے ساتھ نقد و جنس کے ساتھ رعایت کی۔ ان سب کے عوض میں ہمایوں نے ایک الماس اور دو سو پچاس لعل ایسے کہ وہ قیمت میں طہماسپ کے سب خرچوں سے زیادہ تہے شاہ طہماسپ کو بطور ارمغان کے دئے۔ طہماسپ نے بادشاہ کی مہمانداری میں اسکی تعظیم و تکریم میں اور اوسکو دوبارہ تخت سلطنت کے بٹہانے میں اپنی مملکت کے سارے وسایل صرف کئے دور دور کی قوموں نے اس مہمان نوازی کی تعریف کی۔ مگر اس کا دل سب سے زیادہ خوش اس سے ہوا کہ اوسکی رعایا نے تحسین و آفریں کی اور کہا کہ ہم کو اس مہمان نوازی پر فخر ہے جو ہمارے بادشاہ نے اس جلاوطن بادشاہ کی آؤ گ… ظاہری استقبال و دعوتیں و سیر و شکار بڑی دہوم دہام سے ہوئے مگر جو ہر نے جو … ا ہے گو وہ تواریخ میں ادنی درجہ رکہتی ہے مگر طہماسپ اور ہمایوں کے اندرونی معاملات … اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طہماسپ مذہب میں سخت متعصب تہا ایسا مغرور اور چہچورا تہا کہ … بات بات میں اپنی عظمت دکہاتا اور اسکو زبردستی شیعہ بنانا چاہتا تہا۔ اوسنے اپنی بہن کی سفارش سے ہمایوں کے ساتھ شرائط صلح میں رعایت نہیں کی بلکہ فقط اپنی ذاتی اغراض کے لئے کہ قندہار پر قبضہ ہو جائے۔ اب ہمایوں

کی نسبت یہ فیصلہ کرنا کہ وہ شیعہ ہوا یا نہ ہوا مشکل ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اسکا مذہب جھرجھرا اور ڈھل مل ہوگیا اُس نے تاج حیدری کو جو شیعہ ہونے کا بانا تھا سر پر رکھا تھا شیعوں کے معتقدات کو پڑھا اور اُن کی دلائل کو سُنکر بعض کو تسلیم کیا۔ گو اُس نے اُنکے مسائل اعظم پر یقین نہیں کیا۔ مگر عوام میں اُن کے معتقدات کا اعلان کیا۔ اُس کی زندگی میں اُسکے بھائیوں نے اس پر لعن طعن کی کہ وہ شیعہ ہوگیا ہے۔ اور بعد مرنیکے بھی اس پر یہ الزام لگایا غالبًا ایران میں اس کی حالت ایسی تھی کہ بمجبوری اس کو شیعہ مذہب کو بظاہر پسند کرنا پڑتا تھا گو دل میں اس کا اثر نہوتا تھا۔ آخر عمر میں اس کو سنیوں سے کام پڑا۔ ان میں اُس کی عزت اسکی مقتضی ہوتی تھی کہ وہ شیعہ ہونے کا اعلان بظاہر نہ کرے

ہمایوں افغانستان میں

جب ہمایوں سیستان میں پہنچا تو پندرہ روز یہاں رہا۔ اس قیام کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ طہماسپ سے جدا ہوا تھا تو اس نے ہمایوں سے کہا تھا کہ میرے لشکر کو سب سامان سے تیار سیستان میں وہ ملاحظہ کریگا۔ پس طہماسپ کے حکم کے موافق یہاں سب امیر اپنے اپنے لشکر لیکر جمع ہوئے اور بادشاہ سے ملاحظہ کے لیے عرض کیا۔ بادشاہ نے اس سارے لشکر کو مرتب پایا اور بجائے بارہ ہزار سواروں کے چودہ ہزار سوار موجودات کے وقت موجود تھے۔

خوشاب میں ہمایوں سے مرزا کامران جدا ہوا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور دین کوٹ کی راہ سے آب سندھ کے کنارہ پر آیا۔ محمد سلطان والغ مرزا جو ملتان میں تھے وہ اس سے ملے یہاں مرزا نے بہت دنوں توقف کیا۔ عسرت غلہ سے تنگ ہوکر پل بناکے سندھ سے پار ہوا اور کابل میں آیا۔ غزنین اور ... [illegible] حدود کو عسکری مرزا کے حوالہ کیا خواجہ خاوند محمود کو برسم رسالت سلیمان م[illegible] ... [illegible] بھیجا۔ اور متابعت کی اس سے درخواست کی کہ سکہ اور خطبہ اس کے نا[م] ... [illegible] کرائے۔ مرزا سلیمان نے ایلچی کو بے مقصود واپس کیا۔ مرزا کامران پیچ وتاب ... [illegible] لشکر لے گیا تو موضع باریک کے نواح میں فریقین میں لڑائی ہوئی۔ مرزا سلیمان نے ... اپنیں ضعیف اور مرزا کامران کو قوی دیکھکر اس سے صلح کر لی اور بدخشاں میں اس کے نام کا سکہ جاری کرایا۔ مرزا نے بدخشان کے کچھ محال مرزا

سلیمان سے لیکر اپنے آدمیوں کے حوالہ کیے اور اپنا مقصد حاصل کرکے کابل میں وہ آگیا۔

انہیں دنوں میں خبر آئی کہ مرزا ہندال نے قندہار لے لیا۔ مرزا کامران نے اطراف و جوانب سے لشکر جمع کرکے قندہار کی طرف متوجہ ہوا اور چھ مہینے تک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ بے آذوقی کے سبب سے مرزا ہندال عاجز ہوا تو امان طلب کی اور قلعہ سپرد کیا۔ مرزا کامران نے قندہار مرزا عسکری کے حوالہ کیا اور مرزا ہندال کو اپنے ساتھ لے آیا۔ کچھ دنوں محنت و رنج میں رکھا پھر بمقتضاے برادری نفاق کو لباس اتفاق میں چھپا کے جار جوئی جس کو اب جلال آباد کہتے ہیں مرزا کو دیدیا حاکم سند نے بھی اطاعت کی۔ مرزا سلیمان نے اپنے ملک پر جو مرزا کامران نے چھینا تھا پھر قبضہ کر لیا اور نقض عہد کیا۔ دوسری دفعہ مرزا کامران اس پر چڑھ گیا اور موضع اندراب میں لڑائی ہوئی۔ مرزا سلیمان شکست پاکر قلعہ ظفر میں متحصن ہوا۔ مرزا کامران نے تعاقب کرکے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور آذوقہ کی آمد و رفت کی راہ بند کی۔ اکثر اہل بدخشاں مرزا کامران سے آ ملگئے۔ جب مرزا سلیمان نے دیکھا کہ جس سپاہ سے وفا کی امید تھی اس نے یہ دغا کی اور آذوقی سے بھی قلعہ کا کار دشوار ہوگیا تو بے اختیار وہ بھی مرزا پاس آیا۔ مرزا کامران نے قاسم برلاس اور مرزا عبداللہ اور اپنے ہواخواہوں کو بدخشاں میں چھوڑا اور برلاس مذکور کو اُن کا سردار بنایا اس واقعہ کی تاریخ جمعہ ہفتدہم ماہ جمادی الثانی ۹۴۹ ہجری ہے۔ مرزا سلیمان اور اُس کے بیٹے مرزا ابراہیم کو قید میں رکھا اور خود پھر کابل میں آیا۔

مرزا ہندال کا حال یہ ہے کہ جب وہ ہمایوں سے جدا ہوکر قندہار کو چلا گیا تھا یہاں مرزا قراچہ بیگ نے جو مرزا کامران کی طرف سے یہاں حاکم مقرر تھا۔ اس کو قندہار حوالہ کر دیا۔ گو چند روز مرزا کامران نے یہاں آکر مرزا ہندال کو قید کر ... ن ہوا۔

ناصر مرزا بھی قندہار میں ہمایوں ... وہ مرزا کامران کے ساتھ جسوقت آنے قندہار کو لے لیا تھا کابل چلا گیا ... ن مرزا مع اپنے بیٹوں لغ مرزا اور شاہ مرزا کے مرزا کامران کی قید میں ...

غرض اس وقت مرزا کامران سب سے زبر... تھا لیکن نہ وہ حق محبت پہچانتا تھا نہ طریق مروت جانتا تھا۔ بزور سلطنت کو حاصل کیا تھا اس کی سلطنت ایک سربلند کاخ بے بنیاد تھا

جس کی بنا برف کے منارہ کی طرح زوال پذیر تھی۔

جب ہمایوں سیستان سے نکل کر گرم سیر میں آیا جہاں مرزا کامراں کی حکومت تھی تو میر عبدالحی گرم سیری جو بادشاہ سے جاتی دفعہ نہیں ملا تھا ترکش گلے میں ڈالے ہوئے کورنش کے لیے حاضر ہوا اور اپنی خجالت سابق اور جرم تقصیر کا عذر پیش کیا۔ بادشاہ خطا پوشی و عطا پاشی کی عادت رکھتا تھا اُس نے معاف کر دیا اور یہاں حاکم مقرر کر دیا۔

جب بادشاہ گرم سیر میں آیا تو علی سلطان تکلو کو تکلوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ لست کی تسخیر کے لیے بھیجا وہ ولایت گرم سیر میں داخل تھا اور قندہار سے متعلق بھی تھا۔ شاہم علی جلائر پدر تیمور جلائر و میر خلج ان حدود میں مرزا کامراں کی طرف سے جاگیردار تھے انہوں نے قلعہ مستحکم کیا۔ فوج بادشاہی نے جاتے ہی اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اثنائے جنگ میں ایک تفنگ بالائے قلعہ سے علی سلطان کے ایسی لگی کہ اسی وقت جان نکل گئی۔ سپاہیوں نے اس کے بیٹے کو کہ بارہ برس کا تھا باپ کا قائم مقام بنا کے پہلے سے زیادہ زور سے قلعہ پر حملہ کیا۔ جب ہمایوں نے اس لشکر کو بھیجا تھا تو اس نے عذر کیا تھا کہ شاہ طہماسپ کے حکم کے بخلاف یہ کام ہے تو ہمایوں نے کہا کہ میں طہماسپ کو لکھ بھیجوں گا۔ اب اس لشکر نے علی سلطان کے مرنے اور اُس کے بیٹے کے مقرر کرنے کا حال شاہ ایران کو لکھ بھیجا۔ کچھ دنوں لشکر پاس اس کا وہی حکم آیا جو ہمایوں نے دیا تھا رفتہ رفتہ اہل قلعہ کا قافیہ تنگ ہوا تو انہوں نے فریاد الامان کر کے تضرع و زاری کی۔ بادشاہ کے عواطف خسروانہ سے امان پا کر قلعہ انہوں نے حوالہ کیا۔ بادشاہ پھر اس قلعہ کے نواح میں آیا اور شاہم علی اور میر خلج ترکش گردن میں ڈالے ہوئے زمیں بوس ہوئے بادشاہ نے اُن کے جرائم معاف کر کے انہ نوکروں میں داخل کیا۔

مرزا کامراں کو مدت سے ان سے حملہ ہونے والا ہے اس لیے اُس نے تمام قلعوں کو مستحکم کر کے سپ ں نے سنا کہ ہمایوں سیستان میں آگیا ہے تو اس کو اول یہ خیال آیا کہ سے کابل میں بلائے لیئے خضر خاں ہزارہ کے بھائی اور قربان قراول بیگی دیا کہ شاہزادہ کو قندہار سے کابل لے آئیں جب یہ قندہار میں پہنچے تو مرزا عسکری نے اپنے نزدیکوں سے مشورہ کیا۔ جس جماعت کی عقل درست تھی

اس نے کہا کہ شاہزادہ کو بھیجنا لائق نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ جب ہمایوں نزدیک آئے تو اس شاہزادہ کو اعزاز و احترام کے ساتھ اس پاس بھیجوائیں اور اس ذریعہ سے اپنا استعفاء جرائم کرائیں - مگر اوروں نے کہا کہ جو ہم سے صادر ہوئے ہیں اُن کے سبب سے ہمارا منہ نہیں ہے کہ ہمایوں سے عفو جرائم کرائے اس کو اپنا بنائے پھر کامران کو کیوں آزردہ خاطر کرکے اپنے ہاتھ سے گنوائیں اس کے حکم کے موافق شہزادہ کو اس پاس بھیجوائیں - آخر اس رائے پر عمل ہوا اور عین زمستان اور برف و باران میں اس کو کابل روانہ کیا شمس الدین محمد غزنوی جس کا خطاب اتکہ خاں تھا اور ماہم انگہ والدہ ادہم خاں و جیجی انگہ والدہ مرزا عزیز کوکلتاش اور ایک جماعت اور ملازموں اور خدمتگاروں کے ساتھ تھے مرزا کامران نے قوم ہزارہ کے سردار کو اس جماعت کی رہبری کے لیے اسواسطے منتخب کیا تھا کہ غزنین اور قندہار کے درمیان راہ کچھہ ویران تھی اور کچھہ اس قوم کے دیہاتوں سے بھری رہتی تھی اس لیے کہ راہ میں اکبر کو کوئی پہچانے نہیں -

اسکو بیگ اور اس کی بہن بخشی بانو بیگم کو بیچہ کہتے تھے - قلات میں پہنچکر یہ جماعت کسی ہزارہ کے گھر میں اتری - ملازموں کی کثرت اور اُن کی پرستاری اکبر کو چھپا نہ سکی دوسرے روز صبح کو صاحب خانہ کی زبان سے نکلا کہ شاہزادہ بھی اس جماعت میں ضرور ہے - برادر خضر خاں صاحب خانہ سے یہ کلمہ سنکر فوراً روانہ ہوا اور بہت جلد غزنین میں گیا - اور یہاں سے کابل میں شاہزادہ پہنچ گیا - مرزا کامران نے اس کو خانزادہ بیگم ہمشیرہ عزیزہ بابر کے گھر میں اُتارا -

ہمایوں منزل بست حی میں تھا کہ مشہور ہوا مرزا عسکری اپنا خزانہ لیکر کابل بھاگنا چاہتا ہے - قزلباشوں اور بادشاہ کے ملازموں کی ایک جماعت نے مستعد ہوکر اجازت اس قصد سے حاصل کی کہ مرزا کو کیا قندہار سے بھاگنے نہ دینگے یا اسکو گرفتار کر لینگے ہمایوں کو اس خبر کا جھوٹا ہونا پہلے مخبروں کی معرفت معلوم ہ اُس کی مرضی نہ تھی کہ یہ جماعت اس کے تعاقب میں خراب ہو مگر اس جماعت ... قدمی کی کہ مبادا مرزا عسکری ہاتھ سے نکل جائے - بہت جلد بے سامانی سے ... وہاں مرزا کے جانے کی خبر دروغ نکلی قلعہ سے ایک جماعت نے نکلکر جنگ کی اور قصبہ کے اوپر سے ضربزن اور توپوں کو انہر مارا جس سے قزلباشوں اور اور دو کی ایک جماعت کثیر فنا ہوئی - اور ایک گروہ زخمی ہوا - قزلباشوں

اور چڑھائی دکا اور دوں نے دادمردانگی دیکر غنیم کو قلعہ کے اندر دھکیلا جمیل بیگ نے کہ مرزا عسکری کے معتمدوں میں سے تھا آدمی بھیجکر مرزا کو بلایا کہ دشمن کا لشکر کم رہ گیا ہی آپ کے آنے سے دشمن کی جماعت کا کام تمام کرنا آسان ہوگا۔ مگر مرزا نے یہ پیغام بھیجا کہ دشمن ہمارے لشکر کی کمیت اور حقیقت کو جانتا ہی اس کی سپاہ اسی جماعت پر منحصر نہیں ہی۔ بلکہ اس کی کمک کمین گاہ میں اسلیے بیٹھی ہوگی کہ ہمارا کام تمام کردے۔ ہمکو دھوکا نہ کھانا چاہئے بلکہ جنگ کو مرزا کامران کے آنے تک ملتوی رکھنا چاہئے۔

پانچ روز بعد ۲ محرم ۹۵۲ھ روز شنبہ کو حصار قندہار کی حوالی میں ہمایوں آگیا اس نے مورچل تقسیم کردئے اور صاحب اہتمام جابجا مقرر کردئے۔ ہر روز جانبین سے جوانان نبرد آزما کار زار کرتے۔ ان لڑائیوں میں اکثر آدمی زخمی ہوتے۔ انہیں دنوں میں خبر آئی کہ مرزا کامران کا کوکہ رفیع زمین داور کی طرف ایک پہاڑ کے نیچے پڑا ہوا ہی جو آب اغنداب کے کنارہ پر ہی ایک جماعت ہزارہ اور نکدری کی اس پاس مجتمع ہی۔ بیرام خاں و محمدی مرزا اور جماعت کثیر ان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئی۔ کچھ لڑائی ہوئی۔ رفیع کوکہ گرفتار ہوا۔ اور بہت سے آلات و ادات حرب و مویشی اور دواب و غلہ بادشاہ کے لشکر کے ہاتھ آئے۔ بادشاہی لشکر میں تنگی ہو رہی تھی اس فتح سے وہ دور ہوگئی اور رفاہیت و فراخی ہوگئی۔

جب ہمایوں نے دیکھا کہ مرزا عسکری نے مخاصمت میں اہتمام کیا تو برادرانہ محبت کے سبب سے ہمایوں کی [illegible] اے میں یہ آیا کہ ایک منشور نصائح اور فرمان موعظت مرزا کامران پاس بھیجوں شاید خواب غفلت سے بیدار ہوکر صلح کی راہ پر آئے اور اپنی نیکو خدمتی سے تلافی تقصیرات کرے تاکہ بہت سے آدمی ناحق ہلاک نہوں اور [illegible] کے اتفاق کے وسیلہ سے اور بڑے بڑے کام جو اس کے دل میں تھے [illegible] اس نے بیرام خاں کو برسم رسالت کابل میں بھیجا جب قندہار [illegible] آب ایستادہ پر پہنچا تو ایک جماعت ہزارہ شام کو اس کے روکنے [illegible] بیرام خاں نے ان کو شکست دیکر رفع دفع کردیا اور بہت آدمیوں [illegible] خاں کابل کے نزدیک آیا تو بابوس [illegible] نے اس کا استقبال کیا اور بیرام خاں کو کابل لے گئے۔ مرزا کامران نے چہار باغ میں مجلس کو آراستہ

کر کے بیرام خاں کو بلایا۔ بیرام خاں جانتا تھا کہ اگر مرزا کو ہمایوں کے وہ دو منشور دونگا تو تعظیم کے لیے نہیں کھڑا ہوگا اسلیے اُس نے اوّل قران شریف نذر کیا جس کی تعظیم کے لیے وہ کھڑا ہوا تو پھر اُس نے دونوں منشور دیئیے۔ اس طرح ان منشوروں کی بھی تعظیم ہوگئی پھر تحف بادشاہی اور ہدایا شاہی عمدہ طور پر پیش کیے اور مرزا کے ساتھ اخلاص صداقت آفریں باتیں کیں اور آخر مجلس میں اُس نے شاہزادہ اکبر و مرزا ہندال مرزا سلیمان - یادگار ناصر مرزا الغ بیگ مرزا کے ملنے کی درخواست کی مرزا نے اجازت دی اور بابوس کو مقرر کیا کہ وہ ان ملاقاتوں میں بیرام خاں کے ہمراہ رہے۔ اول خانزادہ بیگم ہمشیرہ کلاں فردوس مکانی کے مکان میں شاہزادہ اکبر کو دیکھ کر دل خوش کیا - پھر مرزا ہندال سے جو اپنی ماں دلدار بیگم کے گھر میں قید تھا ملاقات کی اور فرمان اور خلعت و اسپ خاصہ جو بادشاہ نے بھیجا تھا وہ نذر کیا پھر دوسرے روز مرزا سلیمان و مرزا ابراہیم سے جو قلعہ کے اندر قاسم خاں کے گھر میں قید تھے باغ جلال الدین میں بلا کر ملاقات کی - پھر ناصر مرزا سے ملاقات کی اور اس کو عفو تقصیرات اور نوازش بادشاہی کا امیدوار کیا اور ایسے ہی الغ مرزا اور اور امیرزادوں سے ملکر مکارم شاہی کا امیدوار کیا اور صفوت و صفا و وفا کا سبق پڑھایا۔

مرزا کامراں نے ڈیڑھ مہینے ٹھیرا کر بیرام خاں کو رخصت کیا - مرزا اس عرصہ میں اس اندیشہ سے متردد تھا کہ نہ وہ بادشاہ سے لڑنے کی قوت رکھتا تھا نہ وہ اپنے اختیارات کو چھوڑنا چاہتا تھا۔ آخر کار اُس نے اپنی بڑی پھوپی خانزادہ بیگم کو بیرام خاں کے ساتھ کیا اور ظاہر یہ کیا کہ مرزا عسکری میرا کہنا نہیں مانتا - پھوپی صاحبہ جا کر اس کو نصیحت فرمائیں اور قندہار کو لیکر بادشاہ کے حوالہ کریں اور دل میں یہ منصوبہ تھا کہ مرزا عسکری نے مرزا کامراں کے کہنے سے قلعہ کے استحکام میں اہتمام کیا تھا اگر اس اور بادشاہ قلعہ فتح کرے تو پھوپی صاحبہ مرزا عسکری کے قصور و نکو در ما قلعہ قندہار اصل میں بڑا مستحکم لیے اس کا قلع و قمع مشکل تھا اور اس کی دیوار کا عرض سا ٹھ گز تھا اور پھر مرزا سے اُس کے استحکام میں پورا اہتمام کیا تھا اور توپیں توپچی بہت سے حصار کے اطراف میں جمع کیے تھے۔ اگرچہ بادشاہی بہادر

دادِ مردانگی دیتے مگر وہ فتح نہوتا۔ اس امتدادِ محاصرہ سے امراء قزلباش سیہ گھبرا گئے۔ وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہمایوں جس وقت قندھار میں قدم رکھے گا۔ قوم چغتائی کا جھمگٹا اس کے گرد لگے گا۔ اب یہاں یہ دیکھا کہ کسی نے اُس کی بات نہ پوچھی۔ غرض اس پراگندگی میں اُنکا ارادہ ہوا کہ کیوں جھگڑے میں پڑیں ایران اُلٹے چلیں۔ اُن کی اس بات کو ہمایوں سمجھ گیا تو قلعہ کے لینے میں اور پہلے سے زیادہ اہتمام کیا اور ایک مورچل نہایت مستحکم بنایا۔ ترکمانوں نے یہ دیکھکر قلعہ کے لینے میں دل لگایا۔ اور مرزا عسکری کو سراسیمہ و پریشان کیا۔ اس نے عاجز ہوکر میر طاہر کے ہاتھ عرضداشت بھیجی کہ پھوپی صاحبہ تشریف لاتی ہیں اُن کے آنے تک مجھے مہلت دیجئے کہ اُن کے ذریعہ سے اپنی خاطر جمع کرکے حضور کے پاس حاضر ہوں بادشاہ نے اُس کی درخواست کو منظور کرلیا اور مہم قلعہ میں اہتمام کم کر دیا۔ ظاہر میں مرزا نے یہ روش عجز اختیار کی اور باطن میں استحکام قلعہ میں کوشش کی جب بیگم صاحبہ و بیرام خاں دونوں آ گئے تو پھر مرزا نے مخالفت اختیار کی۔ بیگم صاحبہ نے ہرچند اس کو سمجھایا کہ تو اپنی اس حرکت سے باز آ اور بادشاہ پاس چل مگر اُس نے اپنی خشونت و سرکشی کو نہ چھوڑا اور دشمنی کے سبب سے بیگم صاحبہ کو بادشاہ سے ملنے بھی نہ دیا۔ مرزا کی اس ناراستی سے ناراض ہوکر ہمایوں نے تسخیر قلعہ میں زیادہ اہتمام کیا۔ اس اثنا میں الغ بیگ مرزا ابن سلطان محمد مرزا کہ نبائر دختری سلطان حسین مرزا کے تھے و شیر افگن بیگ و فضل بیگ و میرکہ و مرزا حسن خاں اور ایک اور جماعت کابل سے بادشاہ کی خدمت میں آئی ان لوگوں کے آنے کا سبب یہ تھا کہ الغ مرزا کو مرزا کامراں نے قید کیا تھا اور احتیاطاً ہر ہفتہ میں اس کو ایک آدمی کے وہ سپرد کرتا۔ جب شیر افگن خاں کو اس کے سپرد کرنے کی نوبت آئی تو وہ مرزا سے ڈرتا تھا اس لیے وہ اس جماعت سے اتفاق ... لیکر بادشاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے بے دریغ اس کو خلعت امتیاز ... دا اور الغ مرزا کو عنایت کی قاسم حسین خاں اگرچہ ان لوگوں کے ساتھ آ ... مر ہزارہ قوم کے ہاتھوں میں پڑ گیا تھا۔ چند روز بعد لٹ لٹا پیدل آبلہ پا آیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے اخلاص میں کچھ نقصان تھا کہ راہ بھول کر اتنی بلاؤں میں مبتلا ہوا۔ بعد اس کے دو وہ بیگ ہزارہ

خیل وحشم کے ساتھ آیا اور اعیان کابل کے عرائض لایا۔ اس جماعت کے آنے سے اور اکثر امرا اور اعیان کابل کی عرائض پہنچنے سے لشکر شاہی میں بڑی خوشی ہوئی۔ قزلباش جو متردد خاطر ہوئے تھے وہ مطمئن ہوئے جد وجہد از سر نو کرنے لگے۔ جیسے قلعہ داری کے ارکان میں تزلزل آیا اور کنگرہ محافظت سے پائے ثبات پھسلا ساکنان قلعہ روز بروز احوال مرزا عسکری کا لکھتے تھے کہ گیر ودار میں مردانہ کوشش کرو اور قلعہ کشائی پہ کمر ہمت محکم کرو اور اہتمام سے ہاتھ مت اٹھاؤ کہ اہل قلعہ تنگ ہو رہے ہیں آخر کار یہ نوبت آئی کہ مرزا عسکری کے اعیان الگ الگ لڑکے قلعے سے باہر نکلنے شروع ہوئے توپچی اور پیادے فصیل سے کود کر باہر جانے لگے۔ بڑے بڑے امیر قلعہ کے اندر سے بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ اب اہل قلعہ کو یقین ہو گیا کہ قلعہ کی نگاہداشت ممکن نہیں مرزا عسکری بھی خواب غفلت سے بیدار ہو کر سراسیمہ ومضطرب ہوا کہ نہ اس کی رائے قلعہ میں رہنے کی تھی نہ روئے بادشاہ پاس آنے کا تھا غرض نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا حال تھا اول اس نے بادشاہ سے التماس کی کہ قندھار میں آپکو سپرد کرتا ہوں مجھے راہ دیجے کہ کابل چلا جاؤں۔ بادشاہ راضی نہ ہوا جب اس خیال خام نے صورت نہ پائی تو خانزادہ بیگم کو بادشاہ پاس بھیجا کہ اس کے گناہوں کی استغفار کرلے۔ بادشاہ نے پھوپی صاحبہ کی استدعا سے مرزا عسکری کے جرم معاف کر دیئے جمعرات کے دن بتاریخ ۲۵ جمادی الاول سنہ ۹۵۲ھ مرزا عسکری مع اپنے رفقا کے ننگی تلوار ترکش گلے میں ڈالے ہوئے بر سر دربار قصوروں کی معافی کے لیے حاضر ہوا ہمایوں نے اس کا قصور معاف کیا تلوار کو گلے سے اتروایا اور برابر بٹھایا اور ناچ رنگ کا جلسہ بڑی دھوم دھام کا جمایا۔ گو بہ ظاہر داری کی باتیں ہو رہی تھیں مگر دلوں میں بغض وکینہ بھرا ہوا تھا اس عیش ونشاط کی مجلس میں عسکری کا وہ حکم ا... ...ا جو اس نے ہمایوں کی گرفتاری کے لیے اسوقت بلوچی حاکموں کو دیا تھا کہ ... ...س حکم کے دیکھتے ہی عسکری کا چہرہ فق ہو گیا۔ کاٹو تو بدن میں لہو کی بو ... ...دشاہ نے حکم دیا کہ اس کو نظر بند کریں تاکہ وہ اس بند میں چند رو... ...کے لیے اسکو لاتے رہیں"

دوسرے روز بادشاہ ایرانی امیر... ...ا آیا۔ بداغ خاں نے عرض کیا کہ شرائط عہد نامہ کے موافق قلعہ اور جو کچھ اس میں ہے خاصکر مرزا عسکری کا خزانہ شاہ طہماسپ کو

حوالہ کیا جائے۔ اگر بادشاہ کو خزانہ دینے سے انکار ہو تو مرزا عسکری حوالہ کیا جائے بادشاہ نے فرمایا کہ میں قلعہ اور اس کا سارا سامان دینے کو تیار ہوں۔ طہماسپ کا دعوی خزانہ پر کچھ نہیں ہے مگر میں اس کو دوستانہ بھیجتا ہوں۔ وہ میرزا عسکری کے مکان میں گیا اور خزانہ کے صندوق منگوالئے۔ اور اُن پر قفل لگوالئے اور اپنی اور امرا ایرانی کی مہر اُس پر لگائی اور اپنے خیمہ کو مراجعت کی۔ اُس وقت سے بادشاہ اور ایرانیوں میں آپس میں رنجیدگی شروع ہوئی۔ قزلباشوں نے خزانہ کو جلد طہماسپ پاس روانہ کیا اور مہلت نہ دی کہ کوئی اُس کے لے لینے کی کوشش کرتا۔ پھر انہوں نے اصرار کیا کہ میرزا عسکری اُن کو بطور اُول ُ کے ہمراہ کیا جائے کہ وہ خیریت کے ساتھ مراجعت کریں اور اگر وہ حوالہ نہ کیا جائے گا تو ہم اس کو زبردستی پکڑ لیں گے۔ بادشاہ کو انکا یہ دعوی بہت برا معلوم ہوا اُس نے اپنے قیدی اُن کے ہاتھ سے بچانے کے لیے اور اپنے لشکر کی کروفر دکھانے کے واسطے اپنے پرانے رفیقوں کو جواب اس پاس آگئے تھے مع لشکر ملایا۔ اور اُن کو ترپوں میں تقسیم کیا اور سب کو مسلح کر کے ملاحظہ کیا اس سے ایرانی چونک پڑے۔ اور اُس کی قوت کو دیکھکر ڈرنے لگے پھر انہوں نے کچھ درخواست نہ کی چغتائیوں کو اور اہل شہر کو جو یہاں رہنا نہیں چاہتے تھے تین روز کی اجازت ملی کہ وہ اس میں مع اپنے اہل وعیال کے چلے جائیں کوئی اُن کو تکلیف نہیں دی جائے گی چوتھے روز موافق عہدنامہ کے قلعہ ہمایوں نے محمد مراد مرزا کو حوالہ کیا اور خود بدولت چار باغ بابر میں دور جا کر آب غندآب پر ٹھیرا اور اپنی تکان کو اُتارا۔ یہاں اُس پاس اور متصل کے اضلاع سے آدمی آن آکر ملتے جاتے تھے۔

جب قندہار کی فتح کی اور کابل کی طرف جلد بادشاہ کے آنے کی خبر مرزا کامران کے کان میں پہنچی تو مرزا بڑا متردد ہوا۔ اس نے ... اکبر کو خانزادہ بیگم کے پاس سے بلا کر اپنی بیوی خانم بیگم کے حوالہ کیا شمس الدین محمد غز... ف آتگہ خاں کو مقید کر کے ایک بری جگہ میں ڈال اور اپنے امرا سے مشورہ کیا کہ مرزا سلیمان کے ساتھ کیا کرنا چاہئے ملا عبدالخالق کہ مرزا کامران کا استاد تھا اور بابوس نے کہ امور ملکی میں دخل رکھتا تھا کہا کہ مرزا کو دلاسا دیکر بدخشاں دیدینا چاہئے تاکہ وہ وقت پر کام آوے۔ مرزا سلیمان کا نصیبہ جاگا کہ اس سے

چند روز پہلے۔ میر نظر علی میر مرزا تیشکانی و میر علی بلوچ نے قلعہ ظفر کو تسخیر کیا تھا اور قاسم برلاس کو اور اعیان کے ساتھ مقید کیا تھا انہوں نے مرزا کامران کو یہ پیغام دیا کہ مرزا سلیمان کو اب بھیج دیجئے اور ولایت بدخشاں اُس کو سپرد کیجئے اور نہیں تو ان آدمیوں کو جن کو ہم نے قید کیا ہی مارڈالیں گے اور ملک بدخشاں اُزبکوں کو سپرد کردینگے اس لیے مرزا کامراں نے مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم و حرم بیگم کو بدخشاں بھیجدیا۔ یہ مرزا کچھ دور گئے تھے کہ مرزا کامراں رخصت دینے سے پشیمان ہوا اور میرزا سلیمان پاس آدمی بھیجا کہ کچھ باتیں مجھے زبانی کہنی ہیں وہ آنکر سُن جاؤ۔ اس بلانے سے مرزا سلیمان بدگمان ہوا۔ معذرت نامہ جواب میں لکھا کہ میں نیک ساعت میں روانہ ہوا ہوں اس لیے اُلٹا نہیں آسکتا جو کچھ ارشاد کرنا ہو اُس کو لکھکر کسی معتمد کے ہاتھ بھیج دیجئے میں اُس کے موافق عمل کروں گا۔ خود جلدی بدخشاں میں پہنچا۔ یہاں پہنچنا کیا تھا کہ سارے عہد و پیمان کا ٹوٹنا تھا۔ اس اثنا میں یادگار ناصر مرزا بھی کابل سے بھاگ کر بدخشاں پہنچا۔ اب مرزاؤں میں سے کوئی سوا مرزا ہندال کے کامراں پاس نرہا اس کی منت سماجت کر کے یادگار ناصر مرزا کے تعاقب میں بھیجا کہ اُس کو پکڑ لائے اور یہ اُس سے پکا وعدہ کیا کہ جو ملک میرے پاس اب ہی اور آئندہ حاصل ہوگا اُس کی تہائی میں تجھے دیدونگا مگر شرط یہ کہ تجھ ہی اور برادری کے حق ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہو۔ اس اقرار پر مرزا کو رخصت دی۔ مرزا ہندال اس کی بدسلوکی سے تنگ ہوگیا تھا۔ زبانی اس اقرار کو قبول کرکے اس کے ہاتھ سے خلاصی پانے کو فوز عظیم سمجھا اور پانے چنار سے گذر کر ہمایوں کے پاس چلا آیا۔

ان حادثات کے واقع ہونے سے مرزا   اسیمہ ہوا اور صلاح کار کا سر رشتہ گم کیا ملازموں اور مصاحبوں میں سے ایک ایسا باقی نہ   کا بہبود خواہ ہوکر ایک سچ بات کہتا اس کے اکثر آدمیوں کا دیدۂ بصیرت ا   ہ سبیل سداد و طریق رشاد کو جانتے ہی نہ تھے ایک گروہ ایسا تھا کہ صلاح حال کو جانتا تھا   ن ماہر کے کہنے میں دم مارنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا جس کے دو سبب تھے ایک یہ کہ بعض کو عرض کرنے کا یارا نہ تھا۔ دوم یہ کہ بعض کو مرزا کی خاطر کا ملاحظہ زیادہ تھا کہ اظہار حق کو صلاح وقت نہیں دیکھتے تھے اُن کو یقین تھا کہ اپنی خود رائی کے سبب سے صلاح کا

مرزا کامراں کا ہمت ہارجانا

قبول کرنا اس کے مشرب میں داخل نہ تھا۔ ہمارے کہنے سے فوراً ناراض ہوجائیگا اور اس کی آزردگی ملک کو اپنی قدرومنزلت سے گرادیگی ۔

حق دولت خواہی وشرط خیراندیشی یہ ہے کہ ایسے امور میں اپنی زبان کو منظور نظر نہ رکھے اور حق کہنے میں توقف نکرے کہ آخرکار اس کا ضرر سب کے حال پر عائد ہوتا ہے اور ان اعمال کا نقصان سب کی دولت پر [illegible] ہوتا ہے۔ اور مشورہ کی خیانت جو سب سے بڑی خیانت ہے اور بہت بڑا گناہ ہے اپنا نتیجہ پیدا کرتی ہے اور بے دیانتی وخوشامدگوئی جس میں بڑی بے دولتی وبے سعادتی ہے وہ اس کے مآل اور حال میں نمودار ہوتی ہے اس طائفہ کو یہ سزاوار ہے کہ اگر اظہار صدق اور حق کے نہ چھپانے میں کوئی امر ناملائم پیش آتا ہو جس سے طبیعت کو نفرت ہو تو اس کو اپنی سعادت جانے اور خوش ہوکر اپنی انبساط کی جبین میں چین نہ ڈالے۔ اگرچہ بحسب ظاہر بزرگوں کے ضمیر پر یہ امر شاق معلوم ہوتا ہے مگر والاجنابوں کے باطن اس کی تحسین فرماتے ہیں۔ اگرچہ یہ امر اپنے صاحبوں کی رائے کے خلاف بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت اسے وہ آپ بری الذمہ ہوتا ہے اور حق نعمت ادا کرتا ہے اور عاقبت اندیشوں اور آخربینوں کے نظر میں وہ محمود القول وفعل معلوم ہوتا ہے۔ غرض مرزا کامران میں نہ اسوقت عقل مصلحت اموز تھی اور نہ ایسے ہمراہ عقل افزا تھے اس لیے وہ غلطی پر غلطی کرتا چلا جاتا تھا۔

جب مہمات قندھار سے بادشاہ کو فراغت ہوئی تو تسخیر کابل کا ارادہ ہوا اس ارادہ سے فردوس مکانی کے باغ سے سفر کرکے مقام حسن ابدال سے اوپر گنبد سفید میں فروکش ہوا قزلباش مدت سفر کے امتداد سے دلگیر ہورہے تھے۔ مدت سے اپنا گھر نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے بہت سے امیر مع اپنی سپاہ کے بے رخصت اپنے اپنے گھر چلے گئے بعض نے دمیں ہوکر چھٹی رخصت لی۔ جو چلے گئے وہ چلے گئے جو باقی رہے انہوں نے ظلم کرنا شروع کیا اور غریب قندھاریوں پر بے خوف وخطر دست درازی شروع کی شہر کے چھوٹے بڑے سب فریادزناں اور دادکناں بادشاہ پاس آئے۔ اب بادشاہ اس معاملہ میں متردد تھا کہ اگر میں ستمگاروں کو تنبیہ کرتا ہوں تو شاہ ایران آزردہ خاطر ہوتا ہے اور اگر قانون داد پر عمل نہیں کرتا تو بیداد گر زیردستوں پر دست درازی سے باز نہیں آتے اور اس سے خدا کا قہر نازل

ہوتا ہے۔ وقت کا مقتضا یہ نہ تھا کہ اس امر کا فیصلہ کرتا اس لیے اُس کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا۔

جب کابل پر یورش کا ارادہ مصمم ہوا تو بداغ خاں سے ہمایوں نے کہا کہ چند منزل مکان قلعہ کے اندر مستورات کے رہنے کے واسطے اور اسباب ضروری کے رکھنے کے لیے عنایت کیجیے اور یہ بھی اُس نے کہا کہ ہم نے تم کو اپنے عہد کے موافق قندہار دیدیا ہی مگر یہاں اپنی خاطرجمعی کے واسطے آدمیوں کا چھوڑنا ضرور ہی۔ بداغ خاں نے نامعاملہ فہمی کے سبب سے اس درخواست کے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ امراء عظام نے کہ بادشاہ کی ملازمت میں تھے کہا کہ ہم کو ایک کارعظیم درپیش ہی۔ قندہار کا ہمارے پاس ہونا ناگزیر ہی تا کہ ہم فارغبال ہوکر اپنا کام کریں۔ شاہ ایران کی خاطر سے اُس کے آدمیوں کو آزردہ خاطر کرنا بادشاہ کو منظور نہ تھا۔ وہ ایرانیوں کی حرکات ناشائستہ کو تحمل سے دیکھتا رہا۔ یہ بھی وہ سوچتا تھا کہ بدخشاں کی طرف کوچ کرکے مرزا سلیمان کو ہمراہ لیجیے اور کابل کو تسخیر کیجیے اِن دنوں میں شاہ ایران کا بیٹا مرزا مراد جنت کی سیر کو گیا۔ پھر مقربین نے بادشاہ سے عرض کیا کہ موسم سرما سر پر آیا۔ اس کوہستان میں اہل وعیال و اسباب پرتال کا لیجانا محال نظر آتا ہی پسر شاہ ایران نے رحلت کی۔ اب قندہار کو ایرانیوں کے پاس چھوڑنا مناسب نہیں ہے خصوصاً ایسی خود سر جماعت کے ہاتھ میں کہ ملک کی تخریب کرتی ہی اور آسائش و رفاہیت خلق میں خلل ڈالتی ہی باوجودیکہ یہ مقرر ہوچکا تھا کہ وہ ہمیشہ بندگی کے لیے کمربستہ رہ کر ملازم رکاب رہی گی اب اُس نے انحراف کیا اور احکام کے قبول کرنے میں سرگرمی نہیں کرتی بلکہ عدول حکمی کرتی ہی اور ظاہر و باطن میں مخالفت پر موافقت کی ہی اور بے آزاری کی نقاب منہ پر ڈالی ہی مناسب یہ ہی کہ عاجز و مساکین کے دامن کو اُن کے دست تعدی سے بادشاہ چھڑائیے۔ ہرگز شاہ ایران کی خاطر پر غبار اس سے نہیں بیٹھے گا کہ آپ غریبوں اور مظلوموں کی دادرسی کریں گے۔ حضور ملاحظہ فرمائیں کہ کابل کتنا دور دراز کا رستہ ہی۔ ہزارہ اور افغانوں کا لشکر مور و ملخ سے زیادہ رستہ میں پڑا ہی اور وہ مرزا کامران کا دم بھرتا ہی وہ ہم کو بغیر روکے کیسے راہ دیگا۔ اس لیے اول کام یہ ہی کہ کوئی مامن مقرر کیا جائے

ہو وہ بجز قندھار کے کوئی اور مقام نظر نہیں آتا۔ پس عقل وعرف و عدل کے موافق بداغ خاں کو فرمائیے کہ وہ خواہ خوشی سے خواہ ناخوشی سے قندھار خالی کر دے اور اگر وہ نہ خالی کرے تو محاصرہ اور استیلا سے اسے خالی کرائے اور شاہ ایران کو محبت نامہ موافق ماجرائے روزگار اور اقتضائے صلاح وقت جو وفور صداقت اور ایفائے وفاق پر مشتمل ہو لکھیئے۔ شاہ والا گہر معدن دانش والصاف ہی وہ اس عمل کو مستحسنات سے شمار کرے گا اور اس باب میں سب سے زیادہ پیروکار حاجی محمد خاں قشقہ تھا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جو کہتے ہو سب مسلم۔ لیکن محاصرہ کرنا اور تیغ و شمشیر چلانا برائی سے خالی نہیں۔ اگرچہ ایرانیوں نے منہج اعتدال سے انحراف کیا۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کے جواب میں میرے آدمی کوئی بے اعتدالی کریں۔ اس صورت میں بداغ خاں کے آدمی ضائع ہونگے اور اس امر کا ظہور اہل روزگار کو بدنما معلوم ہوگا بہتر یہ ہے کہ عقل دوراندیش کے وسیلہ سے کوئی تدبیر نکالنی چاہیئے کہ بے جنگ وجدل قلعہ ہاتھ لگ جائے اس لیے بداغ خاں پاس آدمی بھیجا کہ ہم تو تسخیر کابل کے لیے جاتے ہیں اور مرزا عسکری کو قندھار میں مقید رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اس سے خاطر جمع رہے اب اس درخواست کو منظور کیجئے بداغ خاں نے اس میں اپنی مصلحت سمجھکر درخواست کو قبول کر لیا۔ یہاں یہ مقرر ہوا کہ دلاوران کار دیدہ اور بہادران معرکہ آزمودہ حدود قندھار میں جا کر کمین میں بیٹھیں اور ناگہاں وقت پاکر ہمت اور جلاوت کی پامردی سے قلعہ کے اندر گھس جائیں۔ بیرام خاں اور حاجی محمد وغیرہ سرداروں کے لیئے قلعہ کے دروازے مقرر کیے گئے کہ وہ ایسے وقت قلعہ کے اندر جائیں کہ صبح صادق ہونے کو ہو۔ سب سے پہلے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار قلعہ کے اندر جاتی تھی اس کے پیچھے پیچھے چھپ کر اول حاجی خاں قلعہ کے دروازہ میں داخل ہوا۔ دربان اس کے جانے کا مانع ہوا اس نے کہا کہ بداغ خاں کے حکم سے ہم مرزا عسکری کو لائے ہیں کہ قلعہ میں مقید کریں مگر اس کہنے سے کچھ فائدہ نہوا۔ دربان دروازہ کو بند کرنے لگا کہ حاجی محمد خاں نے تلوار سے ہاتھوں کو قلم کیا۔ ایک جماعت قزلباشوں کی لڑنے کو کھڑی ہوگئی اور قتل ہوئی۔ بیرام خاں دوسرے دروازہ سے داخل ہوا۔ قزلباش بھاگ کر ارک میں متحصن ہوئے دوپہر کو بادشاہ خود قلعہ میں آیا۔ حیدر سلطان کے وسیلہ سے بداغ خاں بادشاہ پاس آیا اور بعد خجالت اور عذر تقصیر بجالایا۔ بادشاہ نے

عنایت کر کے رخصت کیا اور شہر بیرام خاں کو عنایت کیا اور شاہ ایران کو مکتوب لکھا کہ بداغ خاں نے آپ کے حکم کے خلاف کام کیا اور خدمت گذاری میں قصور کیا۔ اس لیے قندہار کو اس سے لیکر بیرام خاں کو حوالہ کیا اب وہ آپ سے متعلق ہے (از اکبر نامہ) الفنسٹن صاحب نے اپنی تاریخ میں اس معاملہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ غالب یہ ہے کہ ہمایوں ان لاطائل عذروں کا محتاج نہ تھا جن کو ابوالفضل نے اکبرنامہ میں بہت زور شور سے اس کی جانب بیان کیے۔ اس لیے کہ ہمایوں کے لیے یہی عذر کافی وافی تھا کہ ان عہدوں کا پورا کرنا اس پر واجب و لازم نہ تھا جو بجبر و اکراہ اس نے تسلیم کیے تھے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ تقریر و دلیل اس کے مذہب کے بدلنے کی نسبت ہو سکتی ہے قندہار کے حوالہ کرنے سے تعلق نہیں رکھتی اس لیے کہ ملک قندہار اس امداد اور اعانت کا بدلا تھا جو شاہ طہماسپ کی جانب سے ظہور میں آئی تھی اور شاہ کے اختیار و قید سے ہمایوں بالکل آزاد ہو کر نکل گیا تھا۔ اس کے بعد اس کی تائید و کمک سے فائدہ اٹھایا تو اس نے قول و قرار کو از سر نو نہایت مضبوط و مستحکم کیا تھا۔ غرض ایسی عہد شکنی و خلاف عہدگی اور علاوہ اس کے ان نامعقول حرکتوں کے سبب سے جو عہد شکنی کے ساتھ سرزد ہوئیں اگر ہمایوں پر کافر نعمتی کا دھبا نہ لگے تو دغابازی کے داغ سے وہ پاک صاف نہیں رہ سکتا۔

اس اثنا میں مرزا عسکری نے جاں بخشی کی قدر نہ جانی اور بھاگ گیا۔ چند روز بعد ایک افغان نے اُن کی خبر کی کہ مرزا میرے گھر میں چھپا ہے کسی آدمی کو بھیجکر اس کو گرفتار اس طرح کر لیجیے کہ میرا نام نہ ہو۔ بادشاہ نے دو آدمی بھیجکر اس افغان کے گھر سے پکڑوا منگوایا۔ وہ ایک ٹاٹ کے اندر چھپا ہوا تھا بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور ندیم کو کلتاش کے حوالہ کیا۔ ولایت قندہار کو اولیاے دولت پر اس طرح تقسیم کیا۔ ولایت پتری الغ مرزا کو دی اور اور پرگنات ہو حاجی محمد خاں کے وجہ علوفہ میں دیئے زمین داور اسمٰعیل بیگ اور قلات شیر افگن خاں کو شال حیدر سلطان کو اور اوروں کو اُن کے مناسب حال جاگیریں دی گئیں۔ اب بادشاہ نے مہم قندہار سے سب طرح فارغ ہو کر تسخیر کابل کا ارادہ کیا۔

یہ بھی ہمایوں کو ایک نعمت غیر مترقبہ ہاتھ لگی کہ ہندوستان سے ایک قافلہ بزرگ آیا تھا سوداگروں نے دکھوا سوداگر کے سترہ سو گھوڑے ترکمانوں سے خریدے تھے اس قافلہ

کے سرداروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حضور ہمارے گھوڑے خرید لیں اور اُن کی قیمت ہندوستان کے فتح کرنے کے بعد مرحمت فرمائیں تو ہماری بڑی امداد فرمائیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بیچنے والوں کی دلخواہ قیمت پر گھوڑے مول لیے جاویں اور اُن کو قیمت کے تمسک لکھہ دیئے جائیں۔

ابوالفضل نے تو یہہ لکھا ہے مگر جوہر واقعات ہمایونی میں یہہ یہ لکھتا ہے کہ ہمایوں نے قلعہ قندہار لے لیا تو باغ خلیجہ میں ایک مہینہ قیام کیا۔ ایرانیون کو اس قدر بادشاہ کا پاس پڑا رہنا ناگوار ہوا۔ بداغ خاں نے بادشاہ کے لشکر کی رسد بند کردی۔ بادشاہ نے اس امر میں امرا سے صلاح پوچھی تو انہوں نے کہا کہ گھوڑے چڑہنے کے لیے لشکر میں نہیں ہیں ایرانیوں نے اپنے سترہ سو گھوڑے سوداگروں کے ہاتھ بیچے ہیں اور وہ قلعہ کے باہر بندھے ہیں اُن کو لے لینا چاہیئے۔ بادشاہ کے آدمیوں نے سوداگروں سے یہہ گھوڑے زبردستی چھین لیے سوداگر بادشاہ پاس فریادی آئے۔ تو اُن کو قیمت کے تمسک لکھہ دیئے۔ بادشاہ نے کچھہ گھوڑے اپنے لیے رکھے باقی امیروں کو تقسیم کردئے۔ ان سب گھوڑوں پر داغ لگایا گیا۔ دوہ بیگ ہزارہ مالی اور جانی خدمات کرنی چاہتا تھا۔ جب بادشاہ قلعہ پتری کے قریب آیا تو اس نے گھوڑے اور گوسفند اپنے حسب حال پیشکش میں دیئے۔ اس نواح میں سبزہ زار بہت تہی اس لیے بادشاہ نے دل و دماغ کے تروتازہ کرنے کے لیے قیام کیا۔ خانزادہ بیگم نے علیل ہوکر یہیں انتقال کیا۔ مرزا ہندال قندہار کے قریب بادشاہ سے آن ملا تھا۔ بادشاہ اس کے آنے سے بہت خوش ہوا اور اس پر بہت عنایت کی۔ وہ بہت سے آدمیوں کے آنے کا مقدمہ تھا۔ کابل سے جوق جوق بڑے بڑے آدمی چلے آتے تھے یہاں ہوا کے اختلاف وامتزاج سے اس اثنا میں بادشاہ کے لشکر میں بیماری دوبا شروع ہوئی اور بہت سے آدمیوں نے شہرستان عدم میں سفر کیا۔ حیدر سلطان بھی اُن میں تھا۔ جب مخالفت ہوا نے شدت پکڑی اور بادشاہ کے ساتھہ آدمی کم رہ گئے تو مرزا ہندال نے عرض کیا کہ مناسب ہے کہ اس زمستان میں قندہار میں حضور مراجعت کریں اور اوائل بہار میں سر انجام لشکر کرکے تسخیر کابل پر توجہ فرمائیں۔ بادشاہ نے اُس کے روبرو کچھہ نہیں کہا۔ مگر میر برکہ کی زبانی کہلا بھیجا کہ اگر اپنی اور اپنے آدمیوں کی تکلیف کا خیال ہو تو وہ زمین داور میں چلا جائے

اور جب کابل فتح ہو وہ چلے آئے۔ مرزا اس پیغام سے نہایت خجل ہوا عذر تقصیر کیا۔ اثناء راہ میں جمیل بیگ برادر بابوس حاکم غزنین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے بھائی بابوس کا قصور معاف کرایا۔ غرض کامران کے امرا کا حال ہمایوں پاس آنے کا بھیڑ چال کا سا ہو گیا تھا کہ جہاں ایک جائے وہاں سب جائیں۔ کابل کے امیروں کا ہمایوں پر تقاضا تھا کہ وہ آگے بڑھا آئے۔ جب بادشاہ کی فوج کوہستان سے نکلکر یرت شیخ علی بہائی جو تعمان وارقندی کی نواح میں واقع ہے تو مرزا کامران سراسیمہ ہوا اور قاسم برلاس کو ایک جماعت کے ساتھ آگے بھیجا اور قاسم مخلص تربتی مرزا کا میر آتش تھا فرمایا کہ توپخانہ کو جلد کہ دوزخی میں کہ یرت بابوس کے قریب ہی پہنچا کر لگائے۔ اور عیال مردم کو جو قلعہ کابل کے باہر تھے ان سب کو قلعہ کے اندر لے گیا اور استحکام قلعہ کے بعد یرت بابوس کے قریب بیٹھکر ترتیب افواج اور تقسیم صفوف میں اہتمام کرنے لگا موضع تکیہ چہار میں قاسم برلاس کہ ایک جماعت کے ساتھ پہلے آیا تھا اس پر افواج شاہی میں سے خواجہ معظم و حاجی محمد خاں اور شیر افگن نے خوب دست بردی اور قاسم برلاس انکا مقابلہ نہ کر سکا۔ بھاگ گیا جب فوجوں میں فاصلہ تھوڑا رہا تو مرزا ہندال ہراولی کے منصب پر ممتاز ہوا۔ اور خود بادشاہ ارقندی کے نواح میں آیا۔ بابوس و جمیل بیگ اپنی جمعیت کے ساتھ اور شاہ بردی خاں جس سے گردیز و بنگش و فقیر متعلق تھے یہ سب آنکر بادشاہ کے پابوس ہوئے۔ اس کے بعد مصاحب بیگ بہت آدمیوں کے ساتھ آیا۔ اس اثنا میں بابوس نے عرض کیا کہ توقف کا وقت نہیں ہے سوار ہو جیئے کہ سارے آدمی آپ پاس آتے ہیں۔ بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس عرصہ میں حیدر سلطان کے بیٹے علی قلی سفرچی اور بہادر حاضر ہوئے کچھ دنوں کے بعد قراچہ خاں آکر زمیں بوس ہوا۔

مرزا کامران نے اب ہمایوں کے اقبال میں اپنا ادبار دیکھا تو اپنے جرموں کے استعفا کے واسطے اور بعض ملتمسات کے عرض کرنے کے لیے خواجہ جاوید محمود و خواجہ عبدالحق کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ بادشاہ کے لشکر اور مرزا کے لشکر میں آدھ کوس کا فاصلہ بھی نہیں رہا تھا کہ خواجہ بادشاہ کی خدمت میں آن پہنچا۔ بادشاہ نے ان ملتمسات کو مرزا کی ملازمت پر موقوف رکھا اور عنایات کے وعدہ کر کے خواجہ کو باحترام رخصت کیا۔ اور خود مردی اور مروت کے سبب سے

توقف کیا۔ مرزا کی غرض خواجہ کے پہنچنے سے یہ تھی کہ کچھ فرصت مل جائے اور لشکر شاہی قلعہ
میں توقف کرے۔ جب رات ہوئی تو وہ ارک کابل میں گیا اور وہاں سے مرزا ابراہیم اپنے بیٹے اور
اہل و عیال کو لیکر یعنی حصار کی راہ سے غزنین کو بھاگ گیا۔ جب بادشاہ نے مرزا کے بھاگنے
کی خبر سنی تو بابوس کو مع اپنے معتمدوں کے ساتھ کابل میں بھیجا کہ کوئی وہاں سپاہ و رعیت کو گزند
نہ پہنچا سکے اور سب کو عنایت شاہی کا امیدوار کرے اور مرزا ہندال کو مقرر کیا کہ وہ مرزا کامران کا
تعاقب کرے اور خود ۱۲ شہر رمضان ۹۵۲ھ کو کابل کو فتح کر کے شہر میں آیا۔ یہ فتح آئندہ
فتوح کا مقدمہ تھا۔ نویدی نے اس فتح کی تاریخ ایک یہ کہی ہے کہ کابل را گرفت
دوم یہ مصرع
بے جنگ گرفت کابل از مرے ❊ بادشاہ بالا حصار میں آیا اور اپنے نونہال شہزادہ اکبر کو دیکھکر دل و
جان کو مسرور کیا۔ اس وقت شاہزادہ کی عمر دو سال دو مہینے آٹھ روز کی تھی۔ تمام ارکان
دولت و اعیان مملکت اور کل حشم اور عام عبید و خدم بادشاہ کے سامنے کورنش بجا لائے
اور سب نے دعا اور مبارکباد دی۔ تمام جاڑا بادشاہ نے کابل میں خلائق کی آسائش
کے لیے بسر کیا اور عدل و احسان رعایا پر کیا اور ولایت کابل میں امن و امان ہو گیا۔

جوہر نے یہ ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے کہ ایک دن بادشاہ نے پہر رات گذر گئی
تھی مگر روزہ افطار نہیں کیا تھا۔ اس نے بی بی بیکہ بیگم کے گھر سے کچھ کھانے کو منگوایا تو ان بیگموں
نے بادشاہ کے پاس گائے کے گوشت کا قلیہ اور سرا دل گائے بھجوایا۔ جب بادشاہ نے
اس کھانے کو چکھا تو معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور
فرمایا کہ اے مرزا کامران تیری بہبود کس طرح ہو سکتی تھی کہ تو نے بی بی بیکہ بیگم صاحبہ کے بورچی
خانہ میں ایک گوسفند بھی کھانے کو نہیں چھوڑی کہ وہ بیچاری گائے کا گوشت کھاتی ہے
(جو غریب مفلس کھایا کرتے ہیں) یہ وہ بی بی ہے جس نے ہمارے باپ کی ہڈیوں کو لا کر یہاں
دفن کیا ہے۔ اس نے وہ کام کیا کہ ہم چار بیٹوں میں سے کسی سے باپ کے لیے نہ ہو سکا۔ غرض اس
غصہ میں بادشاہ نے صرف شربت پیا اور روزہ پر روزہ رکھا۔

انہیں دنوں میں تولش علی اور مونید بیگ کہ اعیان سلطنت اور صدر نشین بارگاہ عزت تھے

وہاں سے رحلت کر گئے اور بادشاہ کو معلوم ہوا کہ خواجہ معظم کا ارادہ ہے کہ مقدم بیگ کو ساتھ لیکر مرزا کامران
پاس بھاگ جائے بادشاہ کو یہ امر ناگوار ہوا۔ مقدم بیگ کو کشمیر کی جانب نکال دیا اور خواجہ معظم کو
بتقامت اور اعتبار کی نظر سے گرا دیا۔

یہاں مریم زمانی بیگم بھی قندہار سے تشریف لے آئیں اور بادشاہ نے شاہزادہ کا ختنہ بڑی
شادمانی اور نشاط کے ساتھ کیا۔ اس کا حال اکبر کے بیان میں پڑھو۔ طہماسپ شاہ ایران کے
ایلچی آئے جن میں سردار ولد بیگ تھا وہ تحف و ہدایا لائے اور اپنے بادشاہ کی طرف سے فتح کی
مبارکباد دی۔ بادشاہ نے عواطف خسروانی سے اُن پر نوازش فرمائی۔ میرزا سلیمان کی طرف سے
بہ رسم رسالت شاہ قاسم طغائی آیا اور عرضداشت اور پیشکش مرزا کی لایا جس میں اپنے نہ آنے کے
عذر لکھے تھے جس کو بادشاہ نے منظور کر کے حکم دیا کہ وہ حاضر ہو جس سے یکجہتی و اخلاص معلوم
ہو۔ میر سید علی جو ولایت افغان اور بلوچ میں ایک مشہور زمیندار تھا اور موضع دوکی میں
کہ تواریخ اور اعمال ہند سے ہے اقامت رکھتا تھا وہ صدق و اخلاص کے ساتھ حاضر ہوا۔
بادشاہ نے دوکی اُسے مرحمت کی۔ لونک بلوچ کہ اپنی قوم کا بزرگ تھا مع اپنے بھائیوں کے زمیں
بوس ہوا۔ اس کو بادشاہ نے شال اور مستنگ عنایت کیا۔ ان آنے والوں کی کامروائی بادشاہ
نے جلد اس لیے کر دی کہ ان بروستا پروردوں کی طبیعت میں وحشت اثر نہ کرے اور دیر لگانے میں
یہاں کی آب و ہوا اُن کو ناگوار ہو۔

اگرچہ کامران کے تعاقب میں مرزا ہندال روانہ ہوا تھا مگر اس نے کچھ اُس کی گرفتاری کی پروا
نہ کی۔ مرزا کامران غزنین میں گیا مگر وہاں لوگوں نے اس کو شہر کے اندر بھی نہ آنے دیا تو اس نے
خضر خاں ہزارہ کا دامن پکڑا جو اُس کو اول پتری لے گیا اور پھر زمین داور میں لایا یہاں مرزا نے
اپنے قدم جمانے کا قصد کیا مگر وہ جما نہ سکا تو آخر کار مجبور ہو کر سندھ میں پناہ لی۔

یادگار ناصر مرزا نے بادشاہ کی عنایات سابق و لاحق کو لپیٹ کر بالائے طاق رکھا اور عناد
و فساد پر آمادہ ہوا۔ مرزا عسکری کو کہ مظفر کے بہکانے سے خیالات فاسد کرنے لگا۔ جب اُس کی
خبر متواتر بادشاہ کے کان میں پہنچی اور مخبران صادق نے اس کو ثابت کیا اور عبدالجبار شیخ
نے کہ وہ اس کے فاسد مشوروں میں شریک تھا۔ حقیقت معاملہ کو تحقیق کے ساتھ تفصیل سے

مرزا کامران کا سندھ جانا

یادگار ناصر مرزا کا قید ہونا

بیان کیا تو بادشاہ آشفتہ خاطر ہوا مظفر گوکہ کو قتل کیا اور یادگار ناصر مرزا کو طلب کیا ۔ تراچہ خان کی زبانی عتاب آمیز باتیں اس کو کہلا بھیجیں جس کا ماحصل یہ تھا کہ ہم کو یہ گمان تھا کہ اس مرتبہ جو ہم نے تیرے بڑے بڑے جرموں سے ازسرنو درگذر کی تھی اور بہت مہربانیاں کیں تھیں تو تجھے غیرت آئے گی ۔ تقصیرات ماضی وحال کی تلافی تو کریگا ۔ کفران نعمت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ۔ مرزا شرمندہ سر جھکائے ہوئے کبھی سکوت کبھی انکار کبھی تجاہل عارفانہ کرتا تھا ۔ غرض بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو ارک کابل میں وہاں جہاں میرزا عسکری تھا مقید کریں بعض مورخ لکھتے ہیں کہ فہرست جرائم میں اُس کے تیس جرم تھے جو گواہوں کی گواہی سے ثابت کئے گئے تو قید کا حکم ہوا ۔ اس طرح مقدمہ کے مرتب ہوتے اور گواہوں کی شہادت سے ثبوت لینے کی مثالیں بہت کم تاریخ میں موجود ہیں ۔ جب مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کی نسبت یہ امر تحقیق ہوگیا کہ اس نے بادشاہ کی فرمانبرداری سے سرتابی کی اور اپنی سروری کا دردسر رکھتا ہے اور اس خیال باطل میں ریخ کنی کر رہا ہے تو اوائل ۹۵۵ھ میں بدخشاں کی طرف بادشاہ روانہ ہوا ۔ مرزا کے انحراف کے اسباب یہ تھے کہ فتح کابل کے بعد خوست واندراب جو مرزا کے تصرف میں تھے ان کو بادشاہ نے کسی اور ملازم کو عنایت کیے ۔ مگر مرزا نے وہ نہ دئے ۔ مرزا تمام بدخشان کا مالک نہ تھا اس لیے بادشاہ چاہتا تھا کہ قندوز اور اس کی حدود کسی اور ملازم کو جاگیر میں دیدے اور مرزا سلیمان کے باپ کو جو بابر نے جاگیر دی تھی اس پر بس اکتفا کرے اور جب مملکت محروسہ وسعت پیدا کرے تو اس کی جاگیر بڑھا دی جائے ۔ لیکن مرزا نے بادشاہ سے اس معاملہ میں روگردانی کی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ اس لیے بادشاہ نے اس کی مخالفت کے مٹانے کا ارادہ مصمم کیا ۔ اور کابل سے چلکر برت چالاک میں آیا ۔ مرزا عسکری اس لشکر میں ہمراہ تھا ۔ یادگار ناصر مرزا کی طرف سے اندیشہ تھا اس لیے جب بادشاہ النگ قراباغ میں آیا تو بادشاہ کی رائے یہ ہوئی کہ یادگار ناصر مرزا کو شکنجہ ہستی سے خلاصی دینی چاہیئے تاکہ اس کے فتنہ کا فتیلہ اور شرارت کا شرر کہ جس سے دودمان جلیں بجھ جائے محمد قلی تغائی کو جس سے حراست کابل متعلق تھی لکھا کہ مرزا کو قتل کرے مگر اس نے کمال سادگی وظاہر بینی سے زبان سے کہا کہ میں نے کبھی چڑیا کو بھی مارا نہیں مرزا کو کیسے قتل کرونگا

ہمایوں کا شراب سے توبہ کرنا

بادشاہ نے اس کی سادہ لوحی سے درگذر کی محمد قاسم کو یہ خدمت سپرد کی اُس نے رات کو چلّہ کمان سے خدنگ اجل اُس پر مارا۔ اس پر انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ محمد قلی کی عدول حکمی کو سادہ لوحی پر ہمایوں کا محمول کرنا خود اُس کی سادہ لوحی تھی۔ بایزید نے لکھا ہے کہ ہمایوں آدھی رات کو مجلس شراب سے نکلا تو وہ نشہ میں گر پڑا۔ میر سامان خواجہ جلال الدین محمود نے کہا کہ حضور نے ایسی شے پی ہے کہ جس سے یہ حادثہ آپ پر واقع ہوا اُس کے کہنے کا اثر اس کے دل پر ایسا ہوا کہ شراب اور نشہ سے توبہ کی اور پھر عمر بھر اس توبہ کا پابند رہا۔

بدخشاں کا بادشاہ سے فتح ہونا

بادشاہ قاصر یادگار مرزا کے فتنہ کو مٹا کر کوچ بکوچ بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا جب حدود اندراب میں پہنچا اور باغ جلی قلی اندرابی میں خیمہ زن ہوا تو مرزا سلیمان نے جمع کثیر کے ساتھ بادشاہ سے لڑنے کا ارادہ کیا اور موضع تیرگراں بیش آنکر صف آرائی میں اہتمام کیا۔ جب بادشاہ نے اُس سے لڑنے کے لیے ہندال مرزا۔ قراچہ خاں۔ حاجی محمد خاں اور دلیروں کی جماعت کو آگے روانہ کیا۔ مرزا اور بادشاہ کی فوجوں میں لڑائی ہوئی مرزا سلیمان نے ایک خندق کو اپنی پناہ کے لیے بنایا تھا اُس کے سبب سے وہ جنگ و جدل میں خوب جما رہا۔ مرزا بیگ برلاس اور اس کے تیر اندازوں کی جماعت نے مردانگی اور کمانداری کی داد دی۔ مرزا ہندال اور قراچہ خاں اور حاجی خاں نے بھی خوب چپقلشیں کیں۔ شاہ ایران کے ایلچی کے ساتھ جو قورچی آئے تھے وہ بھی بادشاہ کی سپاہ میں اس لڑائی میں شریک تھے وہ بھی خوب لڑے جنگ ترازو ہو رہی تھی بادشاہی فوج کے دلیر خندق سے کود کر شمشیر زنی کرنے لگے۔ دشمن کی فوج کو اس سے لڑنے کی تاب نہ رہی وہ بھاگ گئی۔ ابھی بادشاہ سوار نہوئے پایا تھا کہ فتح کی مبارکباد دی اور تہنیت ہونے لگی۔ مرزا سلیمان نہ ٹھیر سکا ناری اور اشکمش راہ سے تنگی خوست کو چلا گیا۔ مرزا ہندال اس کے تعاقب میں گیا۔ بدخشانیوں کے گھوڑے بہت بادشاہ کے دلاوروں کے ہاتھ آئے۔ بادشاہ کتل ساسان سے ورہ خوست میں آیا مرزا سلیمان کولاب کو بھاگا۔ ولایت بدخشاں کے اکثر اعیان اور سپاہ فوج فوج بادشاہ کے پاس آئی۔ بادشاہ نے ہر ایک پر حسب حال اس کے عواطف خسروانی کیں۔ خوست میں پانچ چھ روز بادشاہ عشرت پیرا رہا۔ یہاں کے میوے جو مشہور ہیں وہ خوب کھائے مرغابی و

کہ شاہی کا شکار کھیلا اور درسک کی طرف متوجہ ہوا۔ کنجشک کا شکار جال سے یہاں ممنوع ہو
وہ گیا۔ پھر کشم میں وہ گیا۔ مرزا سلیمان آب امویہ سے گزر کر سرگردان پڑا پھرا۔ کشک میں یہ
سانحہ پیش آیا کہ شاہ طہماسپ کا ملازم خسرو بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ اس نے
شاہ ایران کو کچھ برا کہا۔ اس کو تین تورچیوں کے تین سرداروں نے کہ بادشاہ کے ساتھ تھے بازار
میں اسے مار ڈالا۔ بادشاہ کو ان کی خودسری ناپسند ہوئی۔ ان کو گرفتار کر لیا۔ پھر حسین قلی کی
سفارش سے ان کا قصور معاف کر دیا۔ جب بادشاہ کی خاطر خواہ مہم بدخشاں کا سرانجام ہوا
تو قندوز اور اس کی حدود مرزا ہندال کو مرحمت ہوئے اور بدخشاں کے اکثر حصے اپنے ملازموں
کو جاگیر میں دیدئے۔ منعم خاں کو تحصیل تخوست میں مقرر کیا۔ طالقان کی تحصیل اموال کے لیے
بابوس کو بھیجا۔ بادشاہ کی رائے یہ ہوئی کہ رعیت و سپاہ کی آسودگی کے لیے اور مہام بدخشاں
کے سرانجام کرنے کے لیے جاڑے کا موسم یہیں بسر کرنا چاہئے۔ اس لیے وہ قلعہ ظفر کی طرف
روانہ ہوا۔ جب بادشاہ کشم و قلعہ ظفر کے درمیان موضع شاخدان میں آیا تو مزاج مرکز اعتدال
سے منحرف ہوا جس کے سبب دو مہینے تک یہیں مقیم رہا اس عارضہ کے ابتدا میں بادشاہ پر چار روز
تک متواتر غشی طاری ہوئی۔ اس سبب سے ناخوش خبریں افواہ عام میں پراگندہ ہوئیں سب
طرف جاگیردار اپنی اپنی جاگیریں چھوڑ کر آنے شروع ہوئے۔ مرزا ہندال اپنے محال سے امرا
کے ساتھ اتفاق کر کے اندیشہ ناصواب ساتھ لیکر آیا یعنی بادشاہ مرے تو میں تخت پر بیٹھوں
وہ آپ آب کچھہ تک آیا۔ مرزا سلیمان کے ہواخواہوں نے جابجا سر اٹھایا۔ ایک جماعت کو
جو بادشاہ کے ساتھ یکجہتی رکھتی تھی قراچہ خاں نے ساتھ لیکر درگاہ بادشاہ پر خرگاہ لگایا۔
اور مرزا عسکری کو کہ جس پر احتمال فساد تھا اپنے خیمہ میں مقید کیا خود لوازم خدمت اور بیمار داری
میں اہتمام کیا۔ حضور کی خدمت میں سوا خواجہ خاوند محمود و خواجہ معین کوئی نہیں جاتا تھا پانچویں
روز افاقہ ہوا۔ میر برکہ کورنش بجا لایا بادشاہ نے اسے دیکھا تو وہ شکرانہ صحت بجا لایا۔
بادشاہ نے فرمایا کہ میرے خدا نے مجھپر رحم کیا۔ میرے زمانہ کی برہمزدگی کا حال اور قراچہ خاں
کی استقامت کا بیان عرض کیا۔ بادشاہ نے قراچہ خاں کو بلایا اور اس کی خدمت گذاری پہ
خوشنودی ظاہر کی اور اسی وقت شاہزادہ اکبر پاس اپنی صحت کا فرمان کابل بھیجا۔

اندیشہ تھا کہ وہاں کوئی خبر ناخوش نہ پہنچی ہو جس سے ملک میں درہمی برہمی پیدا ہوگئی ہو۔ یا اتفاقات حسنہ سے تھا کہ بادشاہ کی علالت کی خبر یہاں رات کو آئی تھی کہ صبح کو صحت کی نوید پہنچ گئی۔ مژدۂ صحت سے کلفت دور ہوگئی۔ اس صحت سے پھر انتظام ہوگیا اور آشوب جاتا رہا۔ مرزا ہندال اپنی جگہ گیا اور ہر شخص اپنی جاگیر کو روانہ ہوا۔

اس سال میں یہ سانحہ بھی واقع ہوا کہ خواجہ محمد سلطان رشید مارا گیا اور وہ منصب وزارت رکھتا تھا۔ ناقص اندیشہ بد مذہب جیسا مذہب تعصب ہوتا ہے اور تیرہ خرد سفاہت پیشہ اصل مقصود پر تو یقین کرتے اور منافقات لفظی کے پیچھے پڑتے ہیں اُن کے نہال فہم و ادراک میں کوئی معرفت کی کلی نہیں ہوتی کہ کوئی ثمر لائے وہ بے دینی تعصب کو دین سمجھتے ہیں ایسے آدمیوں کے ساتھ خواجہ معظم نے اتفاق کرکے ۱۰ رمضان کو خواجہ سلطان محمد رشید کے گھر جاکر روزہ کھولنے کے وقت اس کا روزہ آب شمشیر سے افطار کرایا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی اسنے ان بے اعتدالوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ خواجہ معظم مع ہمراہیوں کے گرفتار ہوگئے۔ بادشاہ نے اُن کو مقید کیا۔ جب شادمان میں بادشاہ کی صحت کے آثار نمودار ہوئے تو وہ محفہ (چوڈول) میں بیٹھکر قلعہ ظفر میں آیا مولانا بایزید اس کا طبیب تھا۔ اس کے علاج سے تھوڑے دنوں میں وہ بالکل تندرست ہوگیا۔ یہاں شیر افگن خان کوکا ہیبر وضحاک و بامیان عنایت کیا اور یہ بھی کہا کہ کابل میں جاکر غوربند بھی اس کو دیدیا جائیگا یہاں تنکات سے شغل رکھا۔ بادشاہ کی یہاں اقامت سے تمام ملک توران میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اور اوزبک متفق ہوکر اس کے نکالنے کی تدبیر کرتے تھے مگر کوئی بن نہ پڑتی تھی۔

اس ہنگامہ عشرت میں کہ بادشاہ سب طرح خرم و خوشحال و بے غم فارغ بال تھا۔ کلول میں یہ غلغلہ لگا کہ خبر آئی کہ مرزا کامران نے دفعتہً دارالسلطنت کابل پر قبضہ کرلیا اور شیر افگن خان جسپر بادشاہ نے ابھی بہت سی عنایتیں کی تھیں اس کے ساتھ مل گیا۔ ہمایوں کو اول سب سے زیادہ فکر اپنے لخت جگر اکبر کا تھا۔ جو کابل میں تھا دوم رعایا کی غمخوارگی کا تصور تھا کہ اس کو بھی وہ اولاد سے کم نہیں سمجھتا تھا سوم یہ خیال تھا کہ بھائی سے مدتوں تک لڑنا پڑیگا اور اسکے سبب جو اور فتوحات کے منصوبے تھے اس کو التوا میں ڈالنا پڑیگا۔ بادشاہ نے اس یورش کے قابل اہتمام کرنا شروع کیا مرزا کامران کی کابل پر قبضہ پانے کی کیفیت یہ ہے کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جب ہمایوں کابل سے

مرزا کامران کا کابل پر قبضہ اور ہمایوں کا اس طرف جانا

قبضہ ہوگیا تو مرزا کامران یہاں سے بھاگ کر غزنین گیا اور مرزا ہندال کو بادشاہ نے اس کے تعاقب میں بھیجا۔ اہل غزنین نے قلعہ کو مستحکم کرکے مرزا کو غزنین میں گھسنے نہ دیا تو وہ خضر خاں ہزارہ پاس گیا۔ خضر خاں نے مہمان نوازی کی اور اس کو ہتری لے گیا اور وہاں سے زمین داور میں لایا۔ حسام الدین علی نے زمین داور کے قلعہ کو ہندال کو دیا اور زمین داور اور اس کی حدود مرزا الغ بیگ کو عنایت کی اور علم و نقارہ و تو غ اس کے ساتھ مرحمت کیا۔ بیرام خاں کو حکم ہوا کہ یادگار ناصر مرزا کو کامران کے فتنہ دور کرنے کے لیے بھیجے۔ یہ مرزا قندہار سے داور زمین کی طرف روانہ ہوئے جب اس لشکر کے آنے کی خبر مرزا کامران کو ہوئی تو قوم ہزارہ پراگندہ ہوکر پہاڑوں میں چلی گئی اور کامران نے اُن سے کنارہ کیا اور بکر و بکھر میں جا کر شاہ ارغون کا دامن پکڑا اور حدود سندھ میں جا کر حاکم ٹھٹھ کی بیٹی جو چوچک بیگم سے جو پہلے نامزد اس سے ہو چکی تھی نکاح کیا اور وہاں چھ روز فتنہ و فساد کے پیچ میں بیٹھا تھا کہ بدخشاں میں بادشاہ کے علیل ہونے کی خبر اور پھر اس کے نہ ملنے کی خبر پہنچی تو مرزا اپنے خسر سے کمک لیکر کابل کو چلا۔ حدود قلات میں افغان سوداگر گھوڑے لیے جاتے تھے ان کو چھینکر اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیے اور دفعتہً غزنین پہنچا یہاں مرزا ہندال کی طرف سے زاہد بیگ مقرر تھا کہ وہ غفلت و مستی میں زندگی بسر کرتا تھا جس شب کو مرزا غزنین میں آیا زاہد مست پڑا تھا عبدالرحمن قصاب نے اتفاق کرکے کمندوں کے ذریعہ سے قلعہ کے اوپر مرزا کی فوج چڑھ گئی اور قلعہ پر اپنا تصرف کر لیا زاہد بیگ کو حالت مستی میں مرزا کے روبرو لائے اس نے اس بدمست کو عین مستی میں ہستی کی بلندی سے نیستی کے گڑھے میں ڈالا اور اپنے داماد مرزا دولت سلطان کو غزنین میں حاکم مقرر کیا ٹھٹھ کی سپاہ اس کی کمک کے لیے مقرر کی اور بہت جلد کابل کی طرف چلا بے خبر سحر کابل میں پہنچ گیا۔ جب وہ کابل کے دروازہ پر پہنچا تو محمد علی تغائی جو حکومت کابل رکھتا تھا وہ حمام کی آب آتش میں تھا مرزا کے قورچی علی تکلی اور علی حمام میں گھسکر اس کو ننگا حمام سے نکالکر لایا۔ مرزا نے آب شمشیر سے اُسے غسل دیا اور خود قلعہ کے اندر داخل ہوا اور شہر کابل اُس کے تصرف میں آیا۔ مرزا کے روبرو جب حاجی محمد حسن آیا تو اس نے پوچھا کہ میں کیسا گیا اور کیسا آیا۔ تو اس نے کہا کہ حضور شام کو گئے اور صبح کو آئے شاہزادہ اکبر کو اس کے آدمیوں سے لیکر اپنے آدمیوں کے سپرد کر دیا۔

جب مرزا کابل پر متصرف ہوا تو ظلم و تعدی شروع کی۔ آدمیوں کے مال چھیننے اور خلق کی خونریزی میں دست درازی شروع کی۔ بادشاہ کے خاص غلاموں مہتر وصل و مہتر وکیل کی آنکھوں میں سلائی پھروائی۔ اور ہمایوں کے متوسلین کو بری طرح سے مارا اور شیر افگن خاں کو فریب سے اور حسن بیگ کوکہ اور سلطان محمد بخشی کو تزویر سے بادشاہ سے جدا کر لیا۔ امرا بھی ایسے بے حقیقت سفلہ طبع تنگ حوصلہ تھے کہ تھوڑے فائدہ کے گمان سے طمع کر کے ادھر سے ادھر ہو جاتے تھے۔ کابل پر مرزا کامران کا تصرف فقط اس سبب سے ہو گیا کہ ہمایوں نے جو امرا مقرب کیے تھے وہ آپس میں نااتفاقی رکھتے تھے اور غافل اور بدمست رہتے تھے۔

جب بادشاہ نے مرزا کامران کے فتنہ و آشوب کا سارا قصہ سنا تو باوجود شدت سرما اور کثرت برف و باراں کے اس نے یہ ارادہ کیا کہ آب درہ کی راہ سے دوڑ کر فتنہ و فساد کی آگ کو بجھائے۔ اول سلیمان کو فرمان بھیجا کہ اس کی تقصیرات معاف ہوئیں اور وہی جاگیریں جو شہنشاہ بابر نے اس کے باپ کو دی تھیں وہ اس کو دی جاتی ہیں۔ قندوز و اندراب و خوست و کہمرد اور غوری اور اس کی حدود مرزا ہندال کی جاگیر میں دی گئیں۔ کابل کی طرف وہ چلا اور طالقان میں برف و باراں کی تواتر کے سبب سے چند روز قیام کیا۔ بادشاہ کے چلے جانے سے قوم اوزبک کو بڑی خوشی ہوئی ان کو اس کا ڈر کہ ہر وقت لگا رہتا تھا وہ موقوف ہوا۔ جب برف کے گرنے میں کمی ہوئی تو بادشاہ طالقان سے قندوز کی طرف سے روانہ ہوا۔ مرزا ہندال نے اس کی بڑی مہمانداری کی۔ بادشاہ عید قربان کے بعد کتل شہر تو سے کنل ریگ میں آیا یہاں سے خواجہ سیاران میں فروکش ہوا تنگی آب درہ کو کامران کے معتمد شیر علی نے خوب محکم کیا۔ مگر مرزا ہندال و قراچہ کے لشکر نے اس کو اپنے سامنے ٹھیرنے نہ دیا۔ مگر جب بادشاہ کا لشکر عبور کر گیا تو اس نے پیچھے سے آنکر اس کے پس ماندہ و بنگاہ اور پرتال لوٹ لیا۔ جب بادشاہ موضع چاریکاران میں مقیم ہوا تو اپنے جم غفیر حقوق نعمت سابقہ و لاحقہ و عہود و مواثیق موکدہ بالائے طاق رکھکر بادشاہ سے جدا ہوکر مرزا کامران پاس ترقی کی امید میں چلی گئی۔ بادشاہ نے چند روز توقف کیا ان لوگوں کو سمجھایا جو مذبذب اور متزلزل ہو رہے تھے اور ان سے پیمان و عہد دوبارہ کے مطمئن کیا اور مجلس مشورہ کی جمع کیا۔ اہل مشورہ نے عرض کیا

کہ مرزا کامران شہر بند ہو کر خود محصن ہوا ہے مناسب یہ ہے کہ کابل کو چھوڑ کر پوری خواجہ پشتہ کی حدود میں فروکش ہوں تاکہ آذوقہ لشکر میں پہنچتا رہے ۔ سب کی رائے یہی ہوئی کچھ تھوڑی دور اس ارادہ سے چلے کہ بادشاہ نے یہ سوچا کہ وہاں جانا اس لیے مناسب نہیں ہے کہ اکثر آدمی جو ہمراہ ہیں اُن کے اہل و عیال شہر میں ہیں وہ بے اختیار شہر میں چلے جائیں گے کہ بادشاہ قندہار بھاگے جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اور شہر بند پر متصرف ہونا چاہیئے اگر مرزا لڑا تو بہتر ورنہ آدمی ہم سے جدا ہوں گے اور بارش کے آسیب سے بھی کچھ نجات ہوگی ۔ بادشاہ شہر بند کی فتح پر متوجہ ہوا ۔ مرزا ہندال اور شیر افگن خاں کی لڑائیاں ہوئیں ۔ بادشاہی لشکر کے پیر اکھڑ گئے تھے کہ کمک پہنچ گئی اور شیر افگن خاں کو زندہ گرفتار کر کے بادشاہ کے روبرو لائے ۔ بادشاہ اس کو چند روز بند میں رکھ کر بند پر بند بنانا چاہتا ہے مگر قراچہ بیگ نے بادشاہ کو سمجھا کر اُس کو قتل کرایا ۔ اور بادشاہ نے شہر بند فتح کر لیا بہت سے مفسدوں کو پکڑا کر قتل کیا پھر بادشاہ نے کو تھامین پر جو قلعہ کابل سے اونچا ہے ضرب زن توپیں چڑھائیں ۔ ہر روز مرزا کامران کے آدمیوں سے چپقلش ہوتی رہی بعض بڑے بڑے سردار بادشاہ کی طرف سے بھاگ کر مرزا سے جا ملے تو بادشاہ نے قلعہ کے محاصرہ میں اور زیادہ توجہ کی اور مورچال تقسیم کر کے مرزا کو بہت تنگ کیا ۔ غرض لڑائیاں ہوتی رہیں مرزا کامران کی طرف سے کچھ امیر بادشاہ سے مل گئے ۔

عین جنگ و جدال میں ایک قافلہ کلاں چاریکاران میں آیا ۔ گھوڑے اور اسباب اس پاس بہت تھے مرزا کامران نے شیر علی کو ایک جماعت کثیر کے ساتھ بھیجا کہ اس کارواں کو لوٹ لے تردی بیگ جنگ نے کہا کہ اگر بادشاہ کو خبر ہو جائے گی اور وہ اپنے آدمیوں کو بھیجکر ہماری راہ کو روک لیگا تو پھر ہم آپ سے نہ مل سکیں گے اور آپ کا کام تمام ہو جائے گا ۔ مگر اموال مردم پر مرزا کی نگاہ تھی اس نے یہ بات نہ سُنی اور شیر علی کو سردار بنا کے لشکر اس کے ساتھ بھیجا جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُسنے حاجی محمد کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ قافلہ کو تعدی اور غارت سے بچائے اُس نے مرزا کے لشکر کے سر راہ مورچل خوب مستحکم بنائے ۔ اور بادشاہ نے خود آکر اُسکے حوالہ و مداخل کو مستحکم کیا ۔ شیر علی اور سرداروں نے جا کر قافلہ کو لوٹ لیا ۔ مراجعت کر کے قلعہ میں آنا چاہتے تھے ۔ ساری راہیں رُکی ہوئی تھیں ۔ ہر چند دائیں بائیں طرف دیکھتے تھے کہ کہیں قلعہ

میں جانے کی راہ ملے مگر نہ ملی - سرگرداں حیران پریشان ہوکر ایک کنارہ پر چلے گئے اور موقع وقت کے منتظر تھے کہ کسی بہانہ سے قلعہ میں چلے جائیں -

ایک دن باقی صالح بجد ہوکر مرزا کامران کو قلعہ کے آہنی دروازہ پر لایا اور شیخی کرنے لگا کہ ایک حملہ میں شیر علی کو قلعہ کے اندر اسی دروازہ سے لاتا ہوں - ایک جماعت قلعہ کے اس دروازہ سے باہر آئی - بادشاہی مورچل سے محمد قاسم خاں موجی و قاسم مخلص و جمیل نے حاضر ہوکر مردانگی اور آگاہی کی داد دی سنبل خاں نے ساٹھ ستر نفر غلام لیکر بندوق اندازی میں کاربردازی کی - باقی صالح کہ اس فتنہ کا سبب تھا بندوق سے مارا گیا - اور جلال الدین بیگ کے زخم کاری لگا وہ مرزا کے معتمدوں میں تھا اور اکثر اور آدمی زخمی ہوئے - اور اہل قلعہ نے اپنے ارادہ سے باز آکر قلعہ کے دروازہ کو بند کیا - شیر علی قلعہ میں جانے سے مایوس ہوکر غزنین کی طرف چلا گیا - بادشاہ نے اپنے آدمی مقرر کیے کہ اس کو دستگیر کریں - بادشاہی لشکر گیا اور کتل سجاوند میں شیر علی سے لڑائی ہوئی بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور بہت سا مال اسباب اور گھوڑے اس کو ہاتھ لگے - ایک جماعت کثیر دستگیر ہوئی شیر علی تھوڑے آدمیوں کے ساتھ ہزارجات کی طرف جاکر خضر خاں کی پناہ میں گیا جن سوداگروں کا اسباب تاراج ہوا تھا اُن کو بادشاہ نے بلاکر کہا کہ ان غنائم میں جو تمہارا مال اور گھوڑے ہوں وہ لیلو اور اکثر مال کے مالکوں کو اُن کے گھوڑے اور اسباب مل گئے جس سے بادشاہ کے اقبال کو تازگی حاصل ہوئی - قیدی باغیوں کو مورچلوں کی برابر بڑی عقوبت سے ہلاک کیا -

مرزا کامران نے تدبیر کے سب دروازوں سے آمد و شد کی مگر کسی در سے کامرانی نصیب نہ ہوئی تو پھر اپنی ہمت ناقص کو معصوم بچوں و بے گناہ اطفال کی اور پاک دامن عورتوں کی سیاست میں مصروف کیا زن ہابوس کو اہل بازار کے سپرد کیا اُس کے تین بیٹے ایک سات سال کا دوسرا پانچ سال تیسرا تین سال کا تھا - اُن کو قلعہ سے لٹکا کر بہت عذاب سے خاک پر گرایا - سردار بیگ پسر قراچہ بیگ اور خدادوست پسر مصاحب بیگ کو قلعہ کے کنگروں سے لٹکایا اور پیغام بھیجا کہ آنکر اُن کو دیکھو یا پیچھے راہ جانے کی دو یا بادشاہ سے محاصرہ اُٹھادو ورنہ میں بابوس کے بیٹوں کی طرح تمہارے بیٹوں کو مارونگا قراچہ خاں نے جو اس زمانہ میں فصیل معلق تھا با آواز بلند یہ کہا کہ بادشاہ سلامت رہے ہمارا جان و مال و فرزندوں کو ایک دن فنا سے جانا ہے اگر یہ اس سے بہتر کیا ہوگا کہ وہ اپنے صاحب

و ولی نعمت کے کام آئیں فرزند کیا ہیں ہم اپنی جان بادشاہ پر فدا کرتے ہیں - آپ ان نادرست اندیشوں سے درگذر کیجئے اور از راہ دولت خواہی اور بیچارگی آنکر بادشاہ کی ملازمت کیجئے کہ وہ سرمایہ نجات و پیرایہ حیات آپ کا ہوگا اور ہم سے جس قدر آپ کی خیر خواہی ہو سکے گی اس میں کوشش کرینگے - ہم کو فرزندوں کے مارنے سے کیا ڈراتے ہو - اگر وہ مارے بھی جائیں تو انکا عوض آسانی سے میسر ہو سکتا ہے - بادشاہ نے قراچہ خاں و مصاحب بیگ کی یہ باتیں سنکر اُن کو طلب کیا اور بہت لطف و مہربانی نوازش فرمائی - مرزا آدمیوں کی عرض ناموس میں دست زنی کرکے اُن کے فرزندوں اور عورتوں کے ساتھ نہایت نا شائستہ طور سے پیش آیا محمد قاسم کی بیوی کی چھاتیوں کو باندھ کر لٹکایا - مرزا رنج و حسد کا بیمار تھا جس کے سبب سے وہ ایسی وحشیانہ حرکتیں کرتا تھا - مرزا کامران نے اپنی حفاظت کے واسطے شاہزادہ اکبر کو توپ کی برابر اس مقام میں کھڑا کیا کہ جہاں بادشاہی لشکر کے گولوں اور چھروں کا مینہ برس رہا تھا - مور و ملخ کا وہاں گذرنا دشوا - مگر اکبر کا بال بیکا نہوا - **مصرع**

دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی تر ست

اگر تیغ عالم بجنبد ز جائے نبرّد رگے تا نخواہد خدائے

جوہر نے جو اس مہم میں موجود تھا یہ لکھا ہے کہ کوہ عقابین کے سرکوب کی گولہ اندازی ہونے لگی تو مرزا کامران نے بادشاہ کو دھمکایا کہ بادشاہ کا بیٹا اس توپ زنی کے مقابلہ میں بٹھایا جائیگا تو بادشاہ نے توپیں مارنے کو منع کر دیا مگر سپاہی مورچوں میں بدستور قائم رہے کہ وہ خوب محافظت کریں - بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ جب اکبر کو توپوں کی مار میں کھڑا کیا تو ماہم انگہ اکبر کو اپنی چھاتی سے لگا کر کھڑی ہوئی ابوالفضل نے تو اکبر کی کرامت یہ بیان کی ہے کہ جب یہ امر ناپسندیدہ طائفہ بیباک نے اختیار کیا تو قدر اندازوں کے ہاتھ میں لرزہ آیا - تیر ٹیڑھے جانے لگے - تفنگ کے فتیلہ سرد ہو گئے - سنبل خاں میر آتش کے مزاج حرارت امتزاج میں برودت آگئی وہ تیز نگاہ تھا اس نے اکبر کو شناخت کیا تو اسکو معلوم ہوا کہ آگ کے سرد ہونے کا یہ سبب تھا اسی وقت اس نے توپخانہ سے ہاتھ کھینچا جس سے دشمنوں کو توپخانہ کی مار سے نجات ہوئی اکبر کی یہ کرامت تھی کہ ایسے خطرناک مقام میں بندوق اندازان کم خطا اور آتش افگنان

سحر پرواز سے محفوظ تھا۔ یہ خرق عادت تھی کہ آگ سرد ہو گئی اور توپ کا فتیلہ روشن نہ ہوا جب
محاصرہ میں امتداد ہوا تو اس اثنا میں مرزا الغ بیگ شاہین داد سے اور قاسم حسین خان شیبانی قندز
سے اور ایک جماعت بدخشاں سے بادشاہ کی امداد کو آ گئی بادشاہ نے ان آدمیوں کے مورچے دروازہ
بابک پر لگائے اور انہوں نے قلعہ کشائی میں بڑا اہتمام کیا۔ پہلے سے زیادہ جد و جہد ہونے لگی
مرزا کامران ایسا تنگ ہوا کہ روباہ بازی اور چاپلوسی شروع کی اور خجالت و ندامت کا اظہار
کرکے تملق اختیار کیا۔ قراچہ خاں کے وسیلہ سے عرض کیا کہ میں گزشتہ باتوں سے پشیمان ہوں
اب چاہتا ہوں کہ خدمت میں حاضر ہو کر تلافی مافات کروں اور خدمات پسندیدہ کرکے حضرت
کے دل حق گذار کو اپنے اوپر مہربان کروں اب اس ندامت کا جائزہ اور اس ضراعت و خجالت
صلہ یہ ہے کہ میں جان و مال اپنا حضور کے سپرد کرتا ہوں۔ بادشاہ نے اس عرض کو قبول کیا اور
مہمام کے اہتمام میں سخت گیری میں تخفیف کی۔ مگر مرزا ہندال و قراچہ خان و مصاحب بیگ و
اکثر اعیان لشکر بادشاہ کے ساتھ پورا اخلاص نہیں رکھتے تھے گرمی ہنگامہ کے لیے کہ عملاً آشوب
طلب کا شعار کہنہ ہے یہ نہیں چاہتے تھے کہ کامران بادشاہ کی خدمت میں آئے اخلاص ایک
گوہر بے بہا اور جوہر کمیاب ہے۔ اگر تورانیوں میں جہاں ہمیشہ وہ نایاب ہے کم یاب ہو تو کیا
تعجب ہے۔ عقل معاملہ فہم جو ظاہری سود و زیاں کو دیکھتی ہے نہ ان پاس تھی نہ وہ نیکی کے
پاداش میں نیکی کرتے تھے بلکہ بھلائی کے بدلہ میں برائی کو سرانجام دیتے تھے اور اس
سے بدتر یہ بات تھی کہ وہ ہمیشہ مردم آزاری اور ناحق خونریزی کے اسباب کو تیار کرکے
فتنہ و فساد برپا کرتے تھے جس سے اُن کی بزرگی زیادہ اور روزی فراخ ہو۔ اگر وہ اخلاص
کے ادنیٰ مراتب کو چاہتے کہ اس میں کیا دولت ہے تو اس طمع کا زیان اپنا نہ پسند کرتے
اگر اخلاص مند نہ ہوتے مگر معاملہ فہم ہوتے تو دل آزاری کے وبال کو جانتے اور اپنے پاؤں
میں آپ کلہاڑی نہ مارتے۔ غرض اس جماعت نے اپنے فکر نادرست سے مرزا
کو بہکا دیا۔ اس کو کہلا بھیجا کہ کس امید پر تو قلعہ میں رہتا ہے۔ اور کس
امید میں بادشاہ کے پاس آتا ہے روز بروز یہاں قلعہ گیری کا اسباب زیادہ ہوتا ہے تجھ کو
چاہئے کہ حسن قلی آقا کے مورچل سے نکل کر باہر چلا جا۔ مرزا اس جماعت کے اشارہ سے

دروازہ دہلی سے نکلکر مورچہ مذکور سے شب پنجشنبہ ، ربیع الاول سنہ ۹۵۴ھ کو بھاگ گیا اور بدخشاں کی طرف گیا کہ شاید مرزا سلیمان کے وسیلہ سے کام نکلے اور اگر یہ نہو تو قوم اوزبکیہ سے کام چلاوے -

اب کوئی مورخ لکھتا ہے کہ بادشاہ نے مرزا کامران کے پیچھے مرزا ہندال کو روانہ کیا اور ہندال نے اس کو پہاڑوں میں جالیا وہ ایک آدمی کی پیٹھ پر سوار پہاڑ پر چڑھتا تھا - ہندال قریب تھا کہ اس کو پکڑلے مگر اس نے بھائی سے گڑگڑا کر کہا کہ تو مجھے پکڑکر موت کے منہ میں کیوں لیجاتا ہے - اس کہنے کا اثر بھائی پر ہوا اس کو گھوڑا دیکر جانے دیا - بایزید لکھتا ہے کہ ہندال نے کامران کو اپنی مورچل میں سے جانے دیا - جب لوگوں نے اُسے پہچان کر پکڑ لیا اس نے ایک اشارہ کیا تو پھر اُسے چھوڑ دیا - ابوالفضل اور اور مورخ لکھتے ہیں کہ حاجی محمدؐ کو بادشاہ نے کامران کے پیچھے تعاقب میں روانہ کیا تھا اور اُس نے اُسے جالیا تو اس نے ترکی زبان میں کہا کہ میں نے ہی تیرے باپ بابا قشقہ کو مارا تھا - حاجی محمدؐ ایک پرانا سپاہی مغل تھا وہ آگے نہ بڑھا اور مرزا کو جانے دیا - وہ اس کو اپنا بچہ جانتا تھا - غرض کسی افسوں وافسانہ سے ہمایوں کے آدمیوں کے ہاتھ سے مرزا کامران نکل گیا - مرزا کامران نے راہ فرار اختیار کی اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ میں کوہ استالف میں کابل کے شمال میں لشکر جمع کرکے آمادہ جنگ ہونگا تم سب وہاں آجاؤ - مگر جب یہاں آیا اور کوئی اسباب تیار نہ پایا تو رات کو صرف علی قلی قورچی کو ہمراہ لیکر تنہا بدخشاں کو روانہ ہوا - راہ میں قوم ہزارہ سے مٹ بھیڑ ہوئی - ہزارجات سے ہزار طرح کی خواری ورسوائی کے ساتھ پیچھا چھٹا کر آگے بڑھا اس کے معتبرین میں سے مرزا بیگ اور شیر علی کچھ آدمیوں کے ساتھ نواحی ضحاک میں اُس سے ملے - ایک ہفتہ کے عرصہ میں اس نے ڈیڑھ سو سوار کے قریب جمع کر لیے اُن کے ساتھ غوری میں وہ گیا - وہاں حاکم مرزا بیگ برلاس تھا اس کو پیغام بھیجکر بلایا اس نے کہلا بھجوایا کہ مجھ سے حرام نمکی جو بد گوہر وں کا شعار ہے ظہور میں نہیں آئے گی - غوری سے آگے مرزا بڑھنا چاہتا تھا کہ مرزا کے قلقچیوں میں سے ایک نے مرزا کو دشنام دے کر کہا کہ ایسے آدمی کے ہمراہ کوئی کیا ہوئے اور اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر وہ بابر کا بیٹا ہوتا

اندازہ اس کو بہت ہوئی تو وہ میرگر جا کر غوری سے اس دل لگی کے ساتھ پیش آتا اور اس کو منت [illegible] تا مرزا اس طعن سے آزردہ ہوا اور کہا کہ کیوں بیہودہ بکتا ہے اور بات نہیں سمجھتا کہ میں تمہاری بے سرانجامی سے اندیشہ مند ہو کر اس روش سے چلا ہوں۔ اگر تمہارے پاس سامان جنگ ہوتا تو میں اس طرح کیوں جاتا۔ پھر اس دیوانہ نے میرزا کو گالیاں دیں۔ مرزا میرگر غوری سے لڑا۔ مرزا بیگ پاس ایک ہزار پیدل اور تین سو سوار تھے مرزا نے اس کو شکست دیکر غوری کو لے لیا اور یہاں بہت سا سامان اس کو ہاتھ لگا۔ گھوڑے [illegible] سب جنگ شیر علی کو یہاں انتظام کے لیے چھوڑا اور خود بدخشاں کو اس امید میں روانہ ہوا کہ مرزا سلیمان اور اس کا بیٹا مرزا ابراہیم اُس کی مدد کریں گے۔ مگر یہ مرزا ان چاروں بھائیوں میں سے کسی کے آشنا نہ تھے وہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا ہی مسجد بناتے تھے اور آزاد ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس کی اعانت سے صاف انکار کیا اور کہا کہ ہمایوں کے ساتھ جو عہد و پیمان ہوئے ہیں اس کے پابند رہیں گے [illegible] ان سے کامران مایوس ہو کر اپنے خاندان کے جانی دشمن اوزبکوں پاس بلخ اس امید [illegible] گیا کہ پیر محمد خان والی توران اوزبکوں کا سردار اس کی اعانت کریگا۔

اس اثنا میں بادشاہ دار السلطنت کابل میں داخل ہوا اور شاہزادہ اکبر اور اپنے اہل و عیال سے ملکر مسرور ہوا اور اس نے یہ حکم دیا کہ اس کی سپاہ رات بھر سارے شہر کو لوٹے اہل شہر کا قصور کچھ نہ تھا کہ ان کو یہ سزا دی گئی۔ اس میں انکا کیا قصور تھا کہ ایک شخص خود اپنے اختیار سے انکا حاکم بن بیٹھا تھا جس کی غفلت نے ان کو طرح طرح سے تکلیفیں و مضرتیں پہنچیں۔ مگر ہمایوں کی سپاہ نے اس محاصرہ میں مدت تک مشقت شاقہ اٹھائی تھی۔ اس کے صلہ میں روپیہ ہمایوں کسی اور طرح سے نہیں دے سکتا تھا سوا اس کے کہ اس نے سپاہ کو حکم دیدیا کہ ایک رات شہر کو لوٹ لے۔ اس نے بعض ملازمین کو بھی قتل کیا جنہوں نے مرزا کامران کو سرکشی پر آمادہ کیا تھا۔ بادشاہ نے اس خوف سے کہ کہیں مرزا کامران بدخشاں میں اپنے پاؤں نہ جمائے قراچہ خان کو کامران کے تعاقب میں روانہ کیا کہ وہ مرزا سلیمان اور مرزا ہندال سے متفق ہو کر مرزا کامران کو پکڑ لے یا آوارہ کر دے۔ قراچہ خان بدخشاں میں آیا اور مرزاؤں کو ہمراہ لیکر

قلعہ غوری کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں شیر علی اور کچھہ آدمی مرزا کامران کے متعلق تھے انہوں نے جنگ مردانہ کی اور بڑے بڑے نیک جوان طرفین کے مارے گئے آخر کو محصورین قلعہ میں مقابلہ کی تاب نہ رہی وہ بھاگ گئے اور بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ میں قلعہ آیا۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ مرزا کامراں اور پیر محمدؐ خاں بلخ سے آتے ہیں ۔

اب مرزا کامراں کا یہ حال ہوا کہ جب وہ بدخشاں میں مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کی اعانت سے متصرف ہوا تو بلخ کو اس امید میں روانہ ہوا کہ پیر محمدؐ خاں سے کمک لیکر بدخشاں پر متصرف ہوا موضع ایبک میں پہنچا تو یہاں حاکم اُس سے اچھی طرح پیش آیا اور پیر محمدؐ خاں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ بدخشاں میں ہمایوں کی آخر اقامت سے اوزبکوں کو بڑا خوف و اندیشہ لگ رہا تھا۔ اس لیے پیر محمدؐ خاں نے مرزا کے مقدمہ کو مغتنم گنا۔ اوزبکوں کو اس خاندان کی نا اتفاقی سے بہت کچھہ فائدہ حاصل ہوچکا تھا اس لیے وہ خدا سے چاہتا تھا کہ کوئی موقع ایسا ہاتھ آئے کہ بابر کے بیٹوں میں آپس میں تلوار چلوائے۔ اُس نے اپنے بڑے معتبر امرا مرزا کے استقبال کے لیے بھیجے اور اس کو باحترام تمام اپنے گھر میں اتارا اور لوازم مہمانداری کو بخوبی بجا لایا اور خود مرزا کے ہمراہ ہوکر بدخشاں آیا۔ غرض اس کمک سے کامراں نے غور پر دوبارہ قبضہ کیا اور طلقان لے لیا اور بہت سے بہادر اُس کے پاس جمع ہوگئے ۔ ہندال مرزا مع سپاہ قندوز کے قراچہ خاں و سلیمان کی فوج سے ملا تھا۔ مگر وہ ملکر بھی غنیم کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے اس لیے یہ لشکر ٹوٹ گیا اور ہندال تو قندوز کو چلا گیا اور قراچہ خاں کابل کو گیا کہ خوب سپاہ جمع کرکے دشمن سے لڑنے آئے اور بدخشانی مرزا کوہستان میں چلے گئے کہ وہ پہاڑوں کی تنگ حدود کی حفاظت کریں۔ پیر محمدؐ خاں نے جب دیکھا کہ مرزا کامراں میدانی ملک کا مالک ہوگیا اور یہاں کوئی اس کا حریف و رقیب باقی نہیں رہا تو وہ بلخ کو چلا گیا اور اوزبکوں کی قوی سپاہ مرزا کو کمک کے لیے حوالہ کر گیا۔ مرزا کامراں اپنے اقبال کے دن دیکھکر اوّل مرزا سلیمان کی مملکت پر حملہ آور ہوا۔ اس مطلب کے لیے وہ کشم اور طالقان میں آیا اور رفیق کوکہ اور خالق بردی کو چغتائی اور اوزبک فوج دیکر روستاق میں مقرر کیا یہ شہر ضلع دریا کو کچھہ پر بدخشاں کے ملک میں ہی۔ مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم نے اپنی کوہستانی سپاہ کو لا کر کی

بدخشاں پر مرزا کامران کا حملہ

جمع کی اور قا[illegible]زار اور خلکان کی طرف سے پہنچکر رفیق کوکہ سے جنگ مردانہ کی مگر شکست کھائی اور پھر اپنے کوہستانی ملک کی راہ لی۔ مرزا کامران کی اس نئی فتح کا اثر پرانے سپاہیوں اور ملازموں پر کابل کے اندر ایسا ہوا کہ تین ہزار کے قریب کابل سے بھاگ کر مرزا کامران سے اس نئی مہم میں داخل ہوئے۔ بادشاہ ہمایوں نے جب یہ بدخشاں کا ہرج مرج سنا انکو بلخ کی طرف سے کھٹکا پیدا ہوا۔ وہ فوراً دارالسلطنت سے اپنی شمالی سپاہ کا سردار بنکر روانہ ہوا۔ وہ غوربند میں جو کابل کے کوہ دمن میں واقع ہے آیا۔ یہاں قراچہ خاں سے جو شکست کھا کر الٹا جاتا تھا ملا۔ اس کا سارا مال اسباب جب وہ کوہستان میں گذرتا تھا ایماق نے لوٹ لیا تھا۔ پہاڑی قومیں اور ہزارہ میں جب ایسی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں تو ایسی غارتگری سے فائدہ اٹھایا کرتی تھیں اس لیے اس نے بادشاہ سے رخصت لی کہ وہ کابل جاکر اپنا سامان درست کرکے بادشاہ پاس پھرے۔ ہمایوں غوربند سے گل بہار میں آیا۔ یہاں سیر و شکار میں مصروف رہا اور قراچہ خاں کا منتظر رہا۔ جب وہ آیا تو بادشاہ نے آگے چلنے کا ارادہ کیا مگر کوہستان میں سفر کرنے کا موسم نہ رہا تھا۔ کتل ہندوکوہ پر برف سدراہ ہوئی اور وہاں ایک شورش برپا ہوئی۔ مویشی دواب برف میں ڈوب گئے اور سپاہ کو بڑی مضرت پہنچی اس لیے ناچار سپاہ و بادشاہ کابل میں واپس آئے اور موسم بہار کے انتظار میں مہم کی تیاری کے لیے بیٹھے۔

جب موسم بہار آیا اور کوہستانی راہیں قابل سفر ہوئیں تو بادشاہ کے لشکر میں ایک اور شگوفہ کھلا۔ خاندان تیموریہ میں جو سازشوں کا سلسلہ برسوں تک چلا گیا ہے جس سے اس کی سلطنت میں بہت سے انقلابات و خطرناک تغیرات وقوع میں آئے اس کے اسباب کی حقیقت حال کا زمانہ حال میں دریافت ہونا گو کیسا ہی ضروری ہو محال سا معلوم ہوتا ہے مگر اسباب ظاہر کی اس کے یہ ہیں کہ سلطنت میں وراثت کا کوئی قانون نہ تھا جس کے بموجب بادشاہ کے خاندان میں وارث اس کا مقرر ہوتا جیسا آج کل یورپ میں سلطنت کی وراثت کا ایک قانون ہے اور اسکے سبب سے کوئی جھگڑا فساد نہیں اٹھتا کہ کون بادشاہ ہو۔ خاندان تیموریہ بابریہ میں سے جو بادشاہ مرتا اسکے خاندان کے ہر رکن کی عزت و عظمت شاہانہ خلق کے دل میں ہوتی تھی وہ کسی خاص رکن

ہمایوں کا کامران سے ... ملنا

ہمایوں کی سپاہ میں سرکشی اور امراء میں سازش

سے مخصوص نہوتی تھی کہ اسکو بڑا اور مستحق سلطنت سمجھیں جو اس کے خاندان میں فتح وظفر پاکر
تاج سرپر رکھتا رعیت اس کی اطاعت کے لیے موجود تھی جس ملک پر اس کی اولاد سے کوئی
قابض ہوگیا وہ اس کا بادشاہ بنگیا۔ یورپ کی طرح کوئی جماعت امرا کی اور کوئی گروہ رعیت کا ایسا
نہ تھا کہ وہ انتخاب کرکے بادشاہ بناتا جس سے کوئی فساد نہ ہوتا مگر ہاں ایک گروہ عظام کا
ایسا با اختیار و اقتدار ہوتا تھا کہ بادشاہ کا عزل و نصب اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا مگر اس کے
کاموں کو استقلال اتنے دنوں بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ ان کی زندگی تک قائم رہتا بلکہ اس میں
تلون ایسا ہوتا تھا کہ وہ سلطنت میں تغیر و انقلاب پیدا کرتا رعیت میں باہمی ربط ضبط
واتحاد و اتفاق ایسا نہیں تھا کہ وہ سلطنت کے کاموں میں اپنی صلاح و مشورہ سے کوئی اثر
دکھاتی مگر ہاں بادشاہ سے جب وہ آزردہ دل ہوجاتی تو بغاوت و فساد برپا کرنے سے سلطنت پر اثر
اپنا کرتی۔ جب کوئی شخص بادشاہ ہوجاتا تو اس کے اختیار میں ہوتا جسکو چاہے امیر بنا دے۔ امرا کی
بڑی اولوالعزمی یہی ہوتی تھی کہ ہم بادشاہ سے ایسی خصوصیت پیدا کریں کہ اس کے ناک کے بال
بنجائیں اور اس سے سرگوشی کی عزت حاصل کریں بہت سے خدم و حشم رکھیں کم مرتبہ امرا کی فراخ حوصلگی
یہی تھی کہ وہ ان امراء عظام کی نظر میں اعتبار اور ان کے ساتھ خصوصیت پیدا کریں ان سب باتوں کا
نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر بادشاہ کے عہد میں ایک گروہ امراء عظام کا ہوتا تھا جس کے اختیار میں بادشاہ بنانا
ہوتا تھا۔ اگر بادشاہ رموز ملکی سے ماہر ہوتا تو وہ ان امرا کی قوت و قدرت کو ملک کی بہبودی اور
خلق کی آسائش و آرام اور سلطنت کے انتظام میں کام میں لاتا اور جو غافل کاہل امور سلطنت
سے جاہل ہوتا تو وہ اپنی قوت کا خود شکار ہوجاتا۔ بادشاہ خود اور امراء جن کو وہ حاکم کہیں
مقرر کرتا خود مختار ہوتے اور اپنے ملک و علاقہ میں شخصی سلطنت حکومت کرتے۔ پس جہاں یہ اسباب
موجود ہوں وہاں عناد و فساد کا ہونا اور ناراضی کا پھیلنا ضروری ولازمی ہے۔ کابل میں بادشاہی
ملازموں کے دل صاف نہ تھے وہ بادشاہ سے حسن عقیدت نہیں رکھتے تھے۔ اگرچہ اس کی
حقیقت حال سے ہم ناواقف ہیں مگر یہ جانتے ہیں کہ اس وقت قراچہ خان نے شائستہ خدمتیں
کیں تھیں اور بادشاہ کی عنایت سب بے نہایت اس پر تھی وہی وزیر اعظم تھا۔ مگر ظرف اس کا تنگ تھا
شراب بہت تھی۔ اسکے حوصلہ کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا۔ ہمایوں کی نرم مزاجی کے سبب سے اس نے

حد اعتدال سے قدم باہر رکھا اور غرور کی باتیں کرنے لگا۔ کسی کام کو اپنی مرضی کے خلاف نہ ہونے دیتا اپنے مرتبے کا اور بادشاہ کے والا مرتبے کا حساب غلط کرنے لگا۔ وزارت کا جزو اعظم یہ ہے کہ بادشاہ کے خزانہ کا مالک وزیر ہو۔ یہی اس کی قوت و اختیار کی معیار ہے۔ قراچہ خاں نے کسی خاص افسر کے لیے دس تمن (آٹھ یا دس سو روپیہ) کی منظوری بادشاہ کی حاصل کی تھی۔ مگر اس نے خزانہ شاہی پر یہ حکم خود لکھ کر بھیج دیا۔ خزانہ کا دیوان خواجہ غازی تبریزی تھا جس کو بادشاہ نے ایران سے مراجعت کرکے نیکو خدمتی و کفایت اندیشی کے سبب سے منصب دیوانی دیا تھا اس نے اس روپیہ کے دینے سے انکار کر دیا اور اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں سپاہ کے خرچ کا ذمہ دار ہوں میں نہیں چاہتا کہ کوئی اور شخص اس میں دخل دے۔ جب یہ روپیہ کا حکم منسوخ ہوکر قراچہ خاں پاس گیا تو وہ بڑے غصہ ہوا۔ اور بادشاہ سے جاکر شکایت کی مگر بادشاہ نے اس کے حسب دلخواہ جواب نہ دیا تو اس نے اور امرا سے سازش کرکے بادشاہ سے یہ درخواست کی کہ خواجہ غازی کو باندھ کر میرے پاس بھیجو کہ میں اس کی گردن اڑاؤں اور محاسبہ حسین کو کہ کو اس کا عہدہ دیدوں یہ درخواست ماننے میں بادشاہ کی بھی ایک سبکی تھی اور ایک وفادار ملازم کی بھی جان جاتی تھی اس لیے بادشاہ نے اس درخواست کو حقارت سے نامنظور نہیں کیا بلکہ اس پیرایہ سے کہ وزیر کا ماتحت دیوان ہے آئندہ وہ آسانی سے کسی اور محاسبہ میں اس کی گرفت کر سکتا ہے مگر وہ بادشاہ کے اس رافت و عدل سے راضی نہیں ہوا اور بادشاہ کی اطاعت سے سرتابی کی اور جماعت کثیر کو بہکا کر اپنے ساتھ بدخشاں لے گیا۔

بابوس بیگ مصاحب بیگ اسمٰعیل بیگ دلدی۔ علی قلی اندرابی حیدر دوست مغل شیشم خواجہ خضری و قربان قراول اور قریب تین ہزار کے سوار یہ سب کابل سے کتل منار کی راہ سے بدخشاں کی طرف منزل پیما ہوئے اور بادشاہی گھوڑے اور دو آب جو خواجہ رولج کے پاس تھے ان کو بھی اپنے آگے رکھ لیا۔ اور کوہ دامن کا رستہ لیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو وہ ان سرکشوں کے تعاقب میں امرا کو جو آتے گئے بھیجتا رہا۔ یہ ملازم جو بادشاہ کے ساتھ یکجہت تھے بعد ایک دوسرے کے روانہ ہوئے۔ یہ امرا ترددی بیگ منعم خاں محمد قلی برلاس۔ عبداللہ خاں سلطان اور اور دولت خواہ تھے۔ دوپہر کو بادشاہ خود سوار ہوا قرا باغ کے

ہمایوں کا لشکر جمع کرنا اور حاکم بدخشاں کا بادشاہ کا طرفدار ہونا

آس پاس ان سرکشان گریز پا کے چنداول یعنی پچھلی فوج کو جاکر دبالیا اور اس پر دست برد خود کی پھر پوری ندی کے کنارہ پر قراچہ بیگ سے دست و گریباں کی نوبت پہنچی۔ رات ہوگئی ظلمت شب کی پناہ میں یہ تاریک دل بھاگ کر پریشان ہوگئے۔ غوربند کے پل سے گزرے اور اس کو توڑ گئے جو جماعت اُن کے تعاقب میں گئی تھی وہ قراباغ میں بادشاہ پاس واپس گئی اور بادشاہ کابل میں چلا آیا کہ سامان دل خواہ سرانجام دیکر بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا اور قراچہ خاں نے تمر علی شغالی اپنے وکیل کو پنجشیر میں مقرر کیا کہ ان حدود میں باخبر رہ کر کابل کے اخبار پر مجھکو مطلع کرتا رہے اور خود کتل ہندوکوہ سے گذر کر کشم میں مرزا کامران سے جا ملا۔ بادشاہ ہمایوں نے ان سرکشوں کو مناسب حال یہ خطاب دیئے قراچہ خاں کو قرابخت کا (سیاہ بخت) اور اسمٰعیل کو خرس کا اور مصاحب بیگ کو منافق کا اور بابوس کو دیوث کا اور مرزا ہندال اور مرزا سلیمان و مرزا ابراہیم کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے اپنے لشکر تیار کر کے میرے پاس آئیں اور حاجی محمد خاں کو فرمان بھیجا کہ وہ غزنین سے جلد حاضر ہو۔ بادشاہ اپنے اخلاص مند خردمند یوڑ ہول اور دانشوروں جوانوں سے مشورت کرتا تھا اُن میں سے جو دل شجاعت قوی اور خرد دوربین نہیں رکھتے تھے وہ قندہار جانے کی ترغیب دیتے تھے کہ وہاں لشکر کا سامان سرانجام دیکر مرزا کامران کے دفع کرنے کے لیے جانا چاہیے جو فرزانگی اور مردانگی رکھتے تھے وہ بدخشاں چلنے میں بادشاہ کے ہم رائے تھے محمد سلطان نے بادشاہ سے کہا کہ حرام نمکوں کے چلے جانے سے مرزا کامران مغرور بہت ہوگیا ہے۔ وہ ضرور ان حدود میں پیش دستی کریگا۔ اگر لشکر شاہی کتل ہندوکوہ سے گذریگا تو ہم کو فتح ہوگی۔ ورنہ نعوذ باللہ کچھ اور ہی ظہور میں آئے گا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر کامران مغرور ہے تو ہم درگاہ الٰہی میں نیازمند ہیں اور یہ شعر پڑھا۔

مبادا کس بروئے خویش مغرور | کہ مغروری کلاہ از سر کند دور

اور فرمایا کہ جلد کتل مذکور سے عبور کرتے ہیں۔

بادشاہ نے روز دوشنبہ ۹۵۵ھ کو اس طرف کوچ کیا اور قراباغ میں دس بارہ روز کسی مصلحت ملکی کے لیے توقف کیا۔ باوجودیکہ حاجی محمد خاں کی بیوفائی مشتہر ہوگئی تھی مگر وہ ہوا خواہانہ حاضر ہوا۔ قاسم حسین سلطان بنگش سے آیا۔ اسی منزل میں مرزا ابراہیم کی

بادشاہ سے آن ملا۔ اس کی سرگذشت یہ ہے کہ جب وہ نواح پنجشیر میں پہنچا تو تمر شغالی نے اس کی راہ کو روکا ملک علی پنجشیری نے اپنی قوم و قبیلہ کو لیکر مرزا کے ساتھ اتفاق کیا۔ مرزا تمر علی سے لڑا اور اس کو اپنی تلوار سے مار ڈالا اور ملک علی پنجشیری کو احتیاطاً اپنے ہمراہ لیا کہ بادشاہ کے روبرو کرے مگر یہ دولت خواہ سادہ لوح زمیندارانہ کم عقلی کے سبب سے مرزا کی ہمراہی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر وہ مشکل سے لڑائی میں شریک ہوا۔ مرزا جب بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ ملک علی نے دوسرے روز اپنے بھائی کے ہاتھ تمر شغالی کا سر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے نہ آنے کی تقصیر کا عذر کیا۔ بادشاہ نے اس کو خلعت و انعام دیا اور اس کے بھائی کو فرمان اور خلعت گراں بھیجا کہ مرزا نے تجھکو پہچانا نہیں۔ تیری دولت خواہی موروثی ہمکو معلوم ہے۔ جب پنجشیر میں آئیں گے تو تجھکو الطاف شاہی سے نہال کردیں گے۔ مرزا ابراہیم پر بادشاہ نے بہت عنایت کی اور اس کو اپنا فرزند بنایا اور باپ پاس روانہ کیا کہ اس سے لشکر کو جمع کرا کے سامان نبرد تیار کرلے اور طالقان میں وہ مجھ سے آن ملے۔ جب بادشاہ موضع بازارک کے قریب پہنچا تو اس نے بعض افسروں کو آگے بھیجا کہ وہ شمالی ضلاع کی کیفیت دریافت کریں وہ کتل ہندوکوہ سے گذری ہے کہ مہدی سلطان و تردی محمد جنگ جنگ اور ایک طایفہ کہ قلعہ اندراب میں تھا بھاگ گئے۔ اور بادشاہ کے حکم سے کہ تردی بیگ اور محمد قلی بر لاس نخوست کو دوڑے کہ یہاں مفروروں کے اہل و عیال موجود تھے اُن کو گرفتار کریں۔ مرزا کامران اس وقت قلعہ ظفر میں تھا۔ بھاگے ہوئے امرا نے طالقان میں ہر چند بادشاہ کے لشکر کو روکنا چاہا مگر نہ رکا۔ ملا خرد زرگر نے اس کام میں بڑا اہتمام کیا مگر وہ سودمند نہ ہوا۔ آخر کو قراچہ خاں نے مصاحب بیگ کو بھیجکر خوست سے اہل و عیال کو اس خوف سے بلا لیا کہ کہیں لشکر بادشاہی آن کر اُن کو گرفتار نہ کرلے تردی بیگ اور محمد قلی حوالی خوست تک پہنچے تو مصاحب بیگ اہل و عیال کو لے جا چکا تھا یا انہوں نے اُن کی گرفتاری میں اغماض کیا۔

جب اندر آب میں بادشاہ پہنچا تو مرزا ہندال قندوز سے آیا اور شیر علی کو مقید کرکے لایا۔ اس کی سرگذشت یہ ہے کہ بدخشاں میں جب سے کامران ہوا تھا تو شیر علی

ہمیشہ مرزا ہندال سے متفروانہ پیش آتا تھا وہ ہمیشہ قندوز کے تسخیر کرنے اور مرزا ہندال کے گرفتار کرنے کا قصد کرتا تھا۔ رات کو اس کے گھر کو مرزا ہندال کے پیادوں نے جا گھیرا وہ بھاگ کر ایک ندی میں جا کر تیرا۔ ایک ہاتھ اس کا ٹوٹ گیا تھا۔ اس لیے وہ گرفتار ہو گیا۔ جب بادشاہ پاس آیا تو اس نے اس کی تقصیرات کو معاف کر دیا اور خلعت دیا اور غوری کی حکومت دی وہ بڑا جوانمرد تھا اور سربرا[illegible]نے کی قابلیت تھی مگر نہیں تحقیق ہوتا کہ اس وقت میں کون سے اصول پر عمل ہوتا تھا کہ جو افسر ایک فوج سے دوسری فوج میں بھاگ کر جاتے تھے اُن کو بڑے اعتبار کے عہدے مل جاتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طرفین میں وفاداری اور عزت کا پاس افسروں کے اندر باقی نہیں رہا تھا۔

بادشاہ نے حاجی محمد خاں اور ایک جماعت کو آگے روانہ کیا اور مرزا ہندال کو ان کا سرگروہ مقرر کیا اور سب آدمیوں کو حکم دیدیا کہ مرزا کی اطاعت کریں اور اس کی نیکو خدمتی میں تقصیر نہ کریں تاکہ ہر شخص اپنی لیاقت خدمت کے لائق اور اپنی آرزو کے موافق بہرہ مند ہو اور خود جمادی الاخریٰ ۹۵۳ھ کے وسط میں النگ قاضیان میں آیا۔ یہ اندراب میں ایک موضع ہے۔ قاضی اندر آب و مردم قوقیائی و سارن بخش و بلوچ اور سپاہیوں کی جماعت اور اویماق بدخشاں اور مصاحب بیگ کے نوکر بادشاہ کے آستاں بوس ہوئے پھر بادشاہ کوچ بکوچ طالقان میں آیا۔ اکثر بھاگے ہوئے امیر اور مرزا عبداللہ اور ایک جماعت کثیر جو مرزا کامران کے منتسبوں میں تھے یہاں متحصن ہوئے۔ مرزا ہندال اور اس کے ساتھی امیروں کو حکم ہوا کہ آب تنگی سے گذر کر دستبرد شائستہ کریں اسی اثناء میں مرزا کامران بھی پچاس میل کا سفر کر کے طالقان کے قریب آ گیا روز شنبہ ۵ جمادی الاخریٰ کو ایک بلندی پر جس کو خلسان (جلسان۔ خلیان) کہتے ہیں۔ لڑائی ہوئی۔ ابھی بادشاہی لشکر نہ گذرا تھا اور ہراول اور قول میں کچھ فاصلہ تھا کہ ہراول بادشاہی دریا سے عبور کر گیا مرزا کامران نے اُس پر حملہ کیا اور سارا اسباب اس کا لوٹ لیا اور اولٹا دریا کے پار اتار دیا۔ اسی اثنا میں بادشاہ چاہتا تھا کہ ندی سے عبور کر کے مخالف کے روبرو جائے کہ مخبروں نے بتلایا کہ یہاں ندی کے قعر میں اس کثرت سے گول تیز بٹیاں ہیں کہ آدمی کا

پانوں اُن پر سنبھل نہیں سکتا۔ آدہ کوس آگے آسیا ہی اور وہاں کی زمین سنگلاخ ہی
وہاں عبور ہو سکتا ہی۔ بادشاہ نے آسیا سے عبور کیا اور اس بلندی کے سامنے گیا کہ مرزا
کامران کھڑا تھا۔ یہاں اُس نے دیکھا کہ سپاہ اُس کی جو آگے بھیجی گئی تھی اُس پر مرزا نے سخت
حملہ کر کے پریشان کر دیا تھا مگر وہ اُلٹی جانے کو تھی کہ لشکر شاہی نظر آیا تو مرزا بھاگ گیا۔ بادشاہ
آسیا کے قریب آیا شیخم خواجہ خضری گرفتار ہو کر آیا۔ باد[illegible]ہ کے حکم سے اُس پر لات گھونسے
ایسے لگائے گئے کہ جان کو بدن سے کچھ تعلق نہ رہا۔ بادشاہ سمعیل بیگ دولدی
دستگیر ہو کر آیا۔ بادشاہ نے منعم خاں کی سفارش سے اُس کی جاں بخشی کی اور
اس کو منعم خاں کے حوالہ کیا۔ بادشاہ اُس بلندی کی طرف متوجہ ہوا جہاں مرزا کامراں
کھڑا تھا۔ بادشاہ فتح اللہ بیگ برادر روشن کوکہ کو ہراول بنا کر آگے بھیجا۔ جنگ مردانہ
ہوئی۔ فتح اللہ گھوڑے سے گرا۔ اس کی سپاہ پراگندہ ہو کر واپس جانے کو تھی کہ
بادشاہ مع لشکر آگیا۔ مرزا کامراں میں مقابلہ کی تاب نہ تھی وہ بھاگ کر قلعہ طالقان
میں گیا۔ اور قلعہ کو مستحکم کرنے لگا۔ لشکر شاہی تاخت و تاراج میں مشغول ہوا۔
قلیچیوں کے درمیان کسی اسباب پر جھگڑا ہوا تو بادشاہ نے حکم ہرل دیدیا یعنی کہ جس شخص کے
ہاتھ جو مال آئے وہ اسی کا ہی دوسرا اس میں طمع نہ کرے۔ اس فتح میں سوار علی قلی خاں
کے کسی کا بال بیکا نہ ہوا۔ طرف ثانی کے بہت سے افسر گرفتار ہو کر آئے جن پر بادشاہ نے
لطف و قہر جو مناسب جانا کیا۔ دوسرے روز محاصرہ کی شرائط پوری کی گئیں اور مورچل
تقسیم ہوئے۔ بندوقیں چلنی شروع ہوئیں۔

ہمایوں نے کامران کو ایک فرمان بھیجا جس میں بعد طرح طرح کی بزرگانہ نصیحتوں کے
یہ عبارت لکھی کہ اے برادر بد خو و اے عزیز جنگ جو تو اس کام سے باز آ کہ جس سے کارزار
ہوتی ہی اور بے شمار آدمیوں کو آزار پہنچتا ہی اور وہ قتل ہوتے ہیں۔ شہری اور لشکری
آدمیوں پر رحم فرما جو آج کے دن آدمی مارے جاتے ہیں کل قیامت کے دن اُنکا خون تیری
گردن پر ہوگا ؎

بود خون آں قوم بر گردنت — کہ ہندوست آں جمع در دامنت

ہماں بہ کہ بہ صلح پیش آوری   طریق مروت بجا آوری

نصیب مال کے ہاتھ فرمان بھیجا۔ بادشاہ کی نصائح پر کامران نے کان نہیں لگایا اور یہ شعر زبان پر لایا۔ عروس ملک کسے در کنار گیرد چست * کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند * نصیب مال نے مرزا کامران کا یہ حال آنکر سنا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ مورچلوں کو درست کریں اس اثنا میں مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم بیگ اور چاکر خان ولد ویس قپچاق بیگ کولاب کے آدمیوں لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک مہینہ محاصرہ رہا روز بروز بادشاہ کا کام بنتا اور مرزا کامران کا کام بگڑتا گیا۔ وہ پیر محمد خاں اُزبک کی کمک سے بالکل مایوس ہوگیا تو اُس نے اطاعت اور انقیاد کو اختیار کیا اور اس حیلہ اور وسیلہ سے تین دفعہ خطرے کے گرداب سے نکل گیا۔ اُس نے ایک خط تیر میں باندہ کر بادشاہ کے لشکر میں بھیجا کہ جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے بادشاہ کے حقوق عنایت و رعایت کو نہ جانا اسکا نتیجہ جو میں نے دیکھا وہ دیکھا۔ اب میں اپنے کیے سے پشیمان ہوں اب چاہتا ہوں کہ کعبہ معظمہ کی اجازت مجھے ہو کہ بغاوت کی معصیت اور کافر نعمتی کی کدورت سے پاک ہوکر پھر حضور کی مستعد خدمت اور شائستہ ملازمت سے اپنے تئیں لائق کروں اور حضور کی عنایت سے امید ہے کہ یہ دولت میر عرب کی بدولت مشخص ہو۔ میر عرب روزگار کے سیاحوں میں اور صدق و صفا میں مشہور تھا اور کیمیا گر مشہور تھا۔ بابر اسکے حال پر بہت توجہ رکھتا تھا۔ اس حملہ میں وہ ہمایوں کے ساتھ تھا اور لشکر دعا کو وہ بھی آرائش دیتا تھا۔ جب عرضداشت بادشاہ پاس آئی میر کو طلب کرکے فرمایا کہ آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں میر نے کہا کہ میں اس کا جواب لکھکر قلعہ کے اندر بھیجتا ہوں اور یہ عبارت لکھی (اعلموا یا اہل القلعۃ ان الخلاص فی الاخلاص والسلامۃ فی التسلیم والسلام علی من اتبع الہدیٰ) یعنی اے اہل قلعہ اخلاص میں خلاصی ہے اور اطاعت و انقیاد میں سلامتی ہے اور سلام ہے اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ مرزا کامران نے اس کا جواب یہ لکھا کہ جو میر فرمائیں گے اور قرار دیں گے اس سے عدول نہیں کرونگا۔ میر قلعہ میں گیا اور حق کو بیان کیا اور مرزا کو بہت سرزنش کی مرزا نے سوا ر تقصیر کے کچھہ اور جواب نہ دیا۔ اور کہا کہ جو کچھہ آپ فرمائیں منظور ہے۔

میر نے کہا کہ اب چارہ یہہ ہی کہ اٹھو اور دل اخلاص گزین ورخاطر مستمند لیکر میرے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں چلو معلوم نہیں کہ راستی یا حیلہ پردازی سے مرزا چلا جب وہ قلعہ کے دروازہ پر پہنچا تو میر کہ مبصر زمانہ تھا اُس نے جانا کہ یہہ بات کچھہ اصل نہیں رکھتی اور اسی قدر اطاعت ظاہری کافی ہی کہڑا ہوا اور مرزا سے کہا کہ تو نے جو آستان بوسی کے لیے قدم اُٹھایا تو دائرہ عناد سے باہر نکل آیا اور بغاوت سے نجات پائی خود بادشاہ کا خطبہ پڑہو اور رضا نہانہ رخصت لیکر حجاز روانہ ہو ۔ مرزا نے میر کی پوری نصیحت قبول کی اور یہہ کہا کہ حضرت سے کہو کہ وہ پابوس کو میرے ہمراہ فرمائیں وہ میرا قدیمی نوکر ہی ۔ میر مراجعت کر کے بادشاہ کی خدمت میں آیا اور حقیقت حال کو عرض کیا ۔ اور مرزا کے جرموں کا استعفا کیا ۔ بادشاہ نے اس کی تقصیرات معاف کر دیں ۔ اور جو کچھہ میر نے مقرر کیا تھا وہ منظور کر لیا ۔

روز جمعہ ۱۲ ۔ رجب ۹۵۳ھ کو قلعہ کے اندر مولانا عبد الباقی نے بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑہا ۔ بادشاہ پاس کے باغ میں چلا آیا اور مورچل موقوف ہوئے اور حکم عالی صادر ہوا کہ حاجی محمد اور ایک اور جماعت حاضر ہو کر مرزا معدود آدمیوں کے ساتھ جو مقرر ہوئے ہیں باہر چلا جائے اور حدود قلمرو سے باہر نکال لائے ۔ اُس نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ قلعہ کی دو دروازہ کی حفاظت کر کے ان امیروں کو پکڑ لائیں جو بھاگ گئے تھے ۔ مرزا کو معدود آدمیوں کے ساتھ جانے دیں ۔ مرزا تو بموجب قرارداد باہر چلا گیا ۔ اثنائے راہ میں کامران کا خدمتگار مرزا ابراہیم کے ایک گھوڑے پر سوار جاتا تھا اُس کو مرزا نے پکڑوا کر منگا لیا ۔ ہمایوں نے اپنی نیک سیرتی سے اس بات کو ناپسند کیا اور ابراہیم مرزا خجالت اور تنک مزاجی کے سبب سے بے رخصت کشتم میں چلا گیا ۔ حاجی محمد پر عتاب ہوا کہ اُس نے مرزا کامران کو اس طرح بے حرمت کیا اور اس کے عوض میں خلعت اور سراپا کامراں پاس بھیجا کہ جس سے معذرت اس بے حرمتی کی ہو جائے ۔ جب کچھہ رات گزری تو قراچہ خاں کو ننگی تلوار گردن میں پڑی ہوئی بادشاہ کے روبرو لائے ۔ جب وہ مشعل کے روبرو آیا تو بادشاہ نے اسکی گردن سے تلوار الگ کرائی اور تقصیر اُس کی معاف کی اور ترکی زبان میں کہا کہ عالم سپاہگری میں ایسی خطائیں سرزد ہوا کرتی ہیں ۔ مصاحب بیگ بھی اس طرح آیا اور

اوس کا قصور معاف ہوا۔ جب سردار بیگ ولد قراچہ بیگ آیا تو فرمایا کہ گناہ از کلانان است خردان چہ گناہ دارند۔ اس طرح سارے امیر نوبت بنوبت آتے گئے اور نوید بخشش سنتے گئے۔ آخر سب سے قربان قراول خدمتگار نہایت شرمندہ سرافگندہ کورنش بجالایا تو بادشاہ نے ترکی میں کہا کہ تیری کیا کمبختی آئی تھی جو تو گیا تو اوسنے ترکی میں جواب دیا کہ دست قدرت ایزدی نے جس جماعت کا منہ کالا کیا ہو اوسسے کیا پوچھنا چاہئے۔ اسوقت حسن قلی سلطان مہردار نے یہ شعر پڑھا۔

چراغی راکہ ایزد بر فروزد + ہر آنکو پف کند ریشش بسوزد۔

قراچہ خاں کی سب میں ریش دراز تھی وہ اس شعر کو سنکر بہت شرمندہ ہوا۔

روز چہارشنبہ ۱۱۔ رجب ۹۵۵ھ کو مرزا کامران مراجعت کرکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس واقعہ کی تشریح یہ ہے کہ مرزا کامران بادام درہ میں پہنچا یہاں اوسنے مرزا عبداللہ سے بادشاہ کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا اور اپنی بے ادبیوں کا اور بادشاہ کی اونسے درگذرنے کا مذکور کیا جس سے اوسکو تعجب ہوا۔ مرزا عبداللہ نے اوس سے پوچھا کہ اگر ہمایوں کی جگہ تم اور تمہاری جگہ ہمایوں ہوتا تو تم کیا کرتے اوسنے جواب دیا کہ از من گذشتن وگذاشتن نمی آید مرزا عبداللہ نے کہا کہ ابھی آپکے اختیار میں ہے کہ اپنے کاموں کا پاداش کرسکتے ہیں آپ اگر کریں تو آپ کا کیا نقصان ہے۔ مرزا نے پوچھا کہ یہ کیونکر میں کرسکتا ہوں۔ اوسنے کہا کہ آپ ایسی جگہ ہیں کہ وہاں بادشاہ کی دسترس نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ چند آدمیوں کو ساتھ لیجئے اور ایلغار کرکے بادشاہ کی خدمت میں پہنچئے۔ اور سجدۂ شکر بجا لائیے اور اپنے گناہوں کا عذر کیجئے۔ اور اور خدمات پسندیدہ بجا لائیے۔ مرزا کامران نے اس بات کو قبول کیا اور چند آدمیوں کو لیکر بادشاہ کے لشکر میں بھیجا اور اپنے آنے سے خبردار کیا۔ بادشاہ اوسکے آنے سے خوشوقت ہوا۔ اوسنے امیروں اور مرزاؤں کو اوسکے استقبال کے لئے بھیجا۔ اور اوس روز مرزا عسکری کو قید سے آزاد کیا۔ بادشاہ نے دربار عام کیا۔ مرزا کامران آن کر بساط بوس ہوا۔ اور تسلیمات ضراعت وسجدات اخلاص بجا لایا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تورہ (رسم و آئین کے موافق) کی ملاقات ختم ہوئی اب آؤ برادرانہ ملاقات کریں۔ اپنی محبت وشفقت کے سبب سے ہمایوں نے کامران کو گلے لگایا۔ اور زار زار ایسا رویا کہ سب حاضرین مجلس کا دل بھر آیا۔ پھر اوس کو

مرزا کامران کی اطاعت

اپنے پاس بٹھلایا۔ اور ایک جشنِ عظیم کیا۔ اور چاروں بھائیوں نے ملکر طعام و شربت کہایا۔ اس مجلس میں حسن قلی مہردار نے مرزا کامران سے پوچھا کہ بادشاہ کے روبرو ایک شخص نے یہ ذکر کیا کہ آپ میر محمد خاں سے کہتے تھے کہ جسکو ایک تاریخ کی برابر بفضل علی ہوا اسکو مسلمان نہیں کہ سکتے۔ آپ نے یہ کہا ہوتا کہ وہی خدا کا بندہ ہے جس کو بغض ایک ہندہ اللہ کی برابر ہو۔ مرزا نے کہا کہ تو بد تو یہ سمجھے تو نے میری غیبت میں خارجی بنایا۔ غرض اسی طرح کی اور باتیں ہوتی رہیں۔ مرزا عسکری کو مرزا کامران کے سپرد کرکے رخصت کیا اور اپنے خیمہ کے پاس اوسکے لئے خیمہ لگوایا۔ دوسرے روز بلخ جانے کے لئے امرا اور امیرزادوں سے مشورہ کیا گیا۔ ہر شخص نے اپنی عقل کے موافق جدا جدا رائے دی کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ باری میں پہنچکر اس امر کا قطعی فیصلہ ہوگا وہاں سے ایک راہ کابل کو جاتی ہے اور ایک بلخ کو۔

اس منزل سے چل کر سرچشمہ بندکشا پر بادشاہ آیا۔ یہاں خان مرزا اور جہانگیر مرزا آنکہ بابر کے بلخ ہونے کے بعد بابر نے ایک پتھر پر اپنے آنے اور بھائیوں کے ملنے اور اطاعت کرنے کی تاریخ کا نقش کرکے لگا دیا تھا۔ ہمایوں نے اسی لوح پر اپنے آنے کی اور بھائیوں کی ملاقات کی تاریخ کندہ کرادی۔ پھر موضع باری میں بادشاہ آیا۔ اور ولایت بدخشاں کا انتظام یہ کیا کہ ختلان کو کہ کولاب مشہور ہے سرحد مونک و قراتگین تک مرزا کامران کو عنایت کیں چپاکر خاں کو اسکا امیر الامرا مقرر کیا۔ اور مرزا عسکری کو اوسکے ہمراہ کیا اور قراتگین اوسکی خاص جاگیر مقرر کی۔ اگرچہ مرزا کامران اس جاگیر کے لینے پر راضی نہ تھا مگر جان بخشی کے سبب سے اوسنے اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیا۔ قلعہ ظفر و طالقان اور بعض اور پرگنات مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کو دئے۔ قندوز۔ غوری۔ کہمرد۔ بقلان۔ واشکمش و ناری مرزا ہندال کو مرحمت ہوئے شیر علی کو مرزا کے ہمراہ کیا اور بلخ کی یورش کو سال آیندہ پر موقوف رکھا۔ آخر مجلس میں عہود و مواثیق ان سب سے لیکر سب کو خدا تعالیٰ کے سپرد کیا۔ اور برادرانہ محبت کے سبب سے شربت کا پیالہ منگا کر تھوڑا سا آپ پیا اور پھر مرزا کامران کو دیا اور فرمایا کہ اوس بادشاہی سب تھوڑا تھوڑا سا پئیں اور پیمان یکدلی و یکجہتی کو وثوق دیں۔ اخوت تو تھی اسپر صداقت و حلف کا عقد اور بندھا اور مرزاؤں میں سے ہر ایک کو علم و نقارہ دیا۔ مرزا کامران، مرزا سلیمان

مرزا ہندال کو تمن تو غ بھی عنایت کیا۔ مرزا اپنی اپنی جاگیر پر رخصت ہوئے۔ بادشاہ کابل کو روانہ ہوا۔ جب پریان میں بادشاہ آیا تو یہاں ایک قلعہ تیمور نے بنوایا تھا وہ شکستہ ہو گیا تھا اسے از سر نو مرمت و تعمیر کرایا۔ بیگ میرک کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ قلعہ کی مرمت کرا کے بادشاہ چاندی کی کان دیکھنے گیا جسکی آمدنی خرچ سے کم تھی۔ ۴۔ رمضان ۹۵۵ھ کو اوائل زمستان میں کہ زمین نے اپنا منہ برف سے سفید کرنا شروع کیا تھا وہ دارالسلطنت کابل میں پہونچ گیا۔

کشمیر کی حالت۔ بلخ کی مہم۔ کامران کی بغاوت و شکست

ان دنوں میں بادشاہ کی خدمت میں کشمیر سے مرزا حیدر کی عرضداشت اور اس ولایت کی پیش کشیں سمندر لایا۔ اس عرضداشت میں مرزا نے کشمیر کی آب و ہوا۔ بہار و خزاں۔ گل و میوہ کی تعریف و توصیف دل کش عبارت میں لکھی تھی اور مبالغہ سے عرض کیا کہ حضور اس عرصۂ دل کشا ہمیشہ بہار کی سیر فرمائیں تسخیر ہندوستان کے باب میں بہت سے مضامین معروض کر کے اسکی ترغیب دی تھی۔ بادشاہ نے جواب میں اوسکو منشور نہایت لطف و مہربانی سے لکھا اور تسخیر ہندوستان کی نسبت اپنی توجہ کو بیان کیا۔ بادشاہ کے دل میں ہمیشہ ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ رہتا تھا مگر مصالحہ ملکی مقتضی اسکی نہیں ہوتی تھیں۔

انہیں دنوں مبانی مودت کی تجدید اور معانی محبت کی تاکید کے لئے خواجہ جلال الدین محمود کو برسم رسالت ایران کو بہت تحفے اور ہدیئے دیکر روانہ کیا۔

اس سال کے سوانح میں مرزا الغ بیگ ولد میرزا محمد سلطان کا شہید ہونا ہی اس سرگذشت کی کیفیت یہ ہی کہ مرزا اپنی جاگیر زمین داور سے بادشاہ کی ملازمت کے ارادہ سے بدخشاں کی طرف گیا۔ اسکے ہمراہ خواجہ معظم بادشاہ سے ملنے اور تقصیرات معاف کرانے کے لئے آتا تھا جب غزنین کے قریب وہ آئے اور اونکو فتح کی خبر پہنچی تو خواجہ معظم نے بجد ہو کر مرزا کو ہزارہ قوموں پر تاخت و تاراج کرنے کے لئے چڑھا کر لے گیا۔ یہ قومیں ہمیشہ غارت گری اور رہزنی سے شغل رکھتی ہیں۔ ہمیشہ غرور جوانی اور جنون پندار سے بے تدبیریاں ہوا ہی کرتی ہیں مرزا نے آئین پیکار پر خیال نہیں کیا اور لڑنے پر جرات کر بیٹھا اسلئے مرزا نے جام شمشیر سے شربت واپسیں پیا۔ بادشاہ نے تردی محمد خاں کو زمین داور اور اوسکی

حدود و جاگیرہاں دیکر وہاں کے انتظام کے لئے بھیجدیا۔

اسی سال میں حاکم کاشغر کا ایلچی عبدالرشید خاں آیا اور بہت سے تحفے و ہدیے لایا۔ اوسکو بادشاہ نے جلد رخصت کر دیا۔ انہیں دنوں میں عباس سلطان کہ سلاطین اوزبکیہ میں تھا بادشاہ کا آستاں بوس ہوا۔ بادشاہ نے اسپر یہ عنایت کی کہ اپنی چھوٹی بہن گل چہرہ بیگم کا نکاح اوس سے کردیا۔ اسی سال کے واقعات میں سے مرزا شاہ برادر مرزا الغ بیگ کا شہید ہونا ہی۔ وہ اپنی جاگیر اشتر گرام سے بادشاہ سے ملنے آتا تھا۔ جب کنل منار میں پہنچا تو شاہ محمد برادر حاجی محمد نے اس انتقام میں اوسے مار ڈالا کہ ہندوستان میں کوئی عم حاجی محمد خاں کو مرزا احمد سلطان نے مار ڈالا تھا۔ اوسنے گھات میں بیٹھ کر مرزا کے ایک تیر لگایا جس سے وہ درجۂ شہادت پایا۔ اسطرح سے یہ دو بھائی جنسے کہ فتنہ پردازی کا خوف لگا رہتا تھا کم ہوئے۔ ہم نے پہلے بیان کیا ہی کہ اونکے باپ سلطان مرزا کی بغاوتوں سے ہمایون کو ابتداء سلطنت میں کیا کیا نقصان پہنچے تھے۔

بادشاہ کو ۹۵۵ھ کے موسم زمستاں میں کچھ فرصت انتظام ملکی کے لئے ملی۔ اوسکو ہمیشہ اپنے اراکین سلطنت کی تلون مزاجی اور دغابازی کا خوف بہت لگا رہتا تھا۔ وہ سازشوں کے منصوبوں میں سدا لگے رہتے تھے۔ کابل میں کامراں بہت دنوں مطلق العنان فرمانروا رہا تھا امرا اور رعایا دونوں پر وہ حکمراں رہا تھا اوسکو ہمایوں سے کم تخت و تاج کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ بادشاہ کو اطمینان اپنے اراکین سلطنت پر نہ تھا۔ اس خوف کے دور کرنے کے لئے اوسنے مرزا کامراں کے بڑے معتمدین قراچہ خاں اور مصاحب بیگ کے قصور معاف کر دیے تھے مگر منافقوں کے سرگروہ بننے کا مادہ اونمیں موجود تھا اسلئے اونکو حج کرنے کے لئے رخصت دی تاکہ وہ ایام غربت میں رہ کر ایام دولت کو یاد کریں اور نیک روزی کی قدر جانکر اپنی بدکرداری سے باز رہیں۔ گو وہ بادشاہ کے حکم سے روانہ ہوئے مگر اونہوں نے ہزارہ کے ملک میں توقف کیا اور اپنے دوستوں سے سفارش کرا کے بادشاہ کو اسپر راضی کرایا کہ وہ اُلٹے چلے آئیں۔ بادشاہ ہندوستان کی فتح کو سب کاموں پر مقدم سمجھتا تھا اور کشمیر کی سیر کو بھی اُسکا دل بہت چاہتا تھا۔ مگر کابل کی حالت ایسی قابل اطمینان نہ تھی کہ وہ کسی دور دراز کی مہم میں مصروف ہوتا اور وہاں کوئی فساد نہ کھڑا ہو جاتا مرزا کامراں کی موافقت پر اعتبار نہ تھا۔ کابل میں بہت آدمی اوسکی اعانت کرنے کو موجود تھے

اگر بادشاہ ہندوستان کو جاتا تو ضرور مرزا کامران کابل میں دندناتا ۔ اوس نے پکر خان کے ساتھ عداوت پر کمر باندہی تھی ۔ جب ہمایوں نے کامران کو کابل میں کوئی اور ملک جاگیر میں دینے کے لئے بلایا تو وہ نہ آیا ۔ ہندوستان کو چھوڑکر ہمایوں نے بلخ کی یورش کا ارادہ کیا ۔ جہاں اُس کو یہ اندیشہ تہا کہ وہاں کا حاکم کامراں کی امداد کرکے اُس کی سلطنت کو نہ چہین سلے ۔

۹۵۶ھ کے اوائل میں کہ ہوا میں اعتدال تہا ہمایوں نے لشکروں کو چاروں طرف سے بلایا اور کابل سے کوچ کیا ۔ اس مہم کا موضوع بلخ تہا ۔ مگر وہ بہت مخفی کیا گیا ۔ اس ملک کو اوزبکوں نے ایرانیوں سے چہینا تہا ۔ اور وہاں پیر محمد خاں ایک جوان اوزبک بادشاہ تہا اور اوسنے کامراں جب کابل سے بہاگا تہا تو اوسکی مدد کی تھی پس یہ سبب اوسپر حملہ کرنے کے لئے کافی تہا علاوہ اس کے یہ ملک وسیع اور زرخیز تہا جسپر قبضہ ہونے سے دریاء آموکے بائیں کنارہ سے لیکر صحرا تک اسکی قلمرو میں آجاتا ۔ یہ بھی ایک قوی سبب اوسپر حملہ آوری کا تہا اپنے ایک معتبر بالتو بیگ کو مرزا کامراں پاس بہیجا اور یہ پیغام دیا کہ بموجب قرارداد کے میں بلخ کو جاتا ہوں آپ بھی اتفاق اور یک جہتی کو پیش نہاد ہمت کرکے حدود بدخشاں میں اپنا لشکر تیار کرکے آملئے اور مرزا ہندال اور مرزا عسکری اور مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کو بھی حکم ہوا کہ راہ درست کریں اور سپاہ آمادہ اور اپنے تئیں جلد پہنچائیں ۔ خود سفر شروع کیا اور بیرت چالاک میں ایک ہفتے تک توقف اسلئے کیا کہ حاجی محمد خاں غزنین سے آجائے اور انتظام مہام اور تنسیق امور ہوجائے اور یہاں سے خواجہ دوست کوکولاب بہیجا کہ مرزا کامراں کو لشکر شاہی میں لائے ۔ اس اثناء میں مرزا ابراہیم بادشاہ پاس آگیا ۔ اس یورش کی مہمات ضروریہ سے فراغت پاکے بادشاہ تالقان میں آیا ۔ یہاں سے عباس سلطان اوزبک جس سے ہمایوں کی بہن بیاہی تھی بے رخصت اس خیال سے بہاگ گیا کہ اوسکی قوم سے لڑائی ہوتی ہے مرزاؤں کے انتظار میں بادشاہ آہستہ آہستہ چلتا تہا پنجشیر کی راہ سے اندراب میں آیا ۔ اور یہاں سے ناری میں اور کتل ناری سے گذر کر دشت ثیل میں آیا ۔ بدخشاں میں بہار کی بہار مشہور ہی اس نواح میں مرزا ہندال اور مرزا سلیمان آگئے ۔ سپاہ کو تقویت دی ۔ مرزا سلیمان کی التماس سے مرزا ابراہیم بدخشاں بہیجا گیا کہ ولایت کی حفاظت

[illegible] بادشاہ سے [illegible] میں پھر مرزا ہندال
اور [illegible] حاجی محمد خاں [illegible] جمعیت [illegible] کا طالب [illegible] آگے ایبک کو روانہ کیا
ایبک [illegible] اور آپ [illegible] کی حویلی میں مقام رہے اور اسمیں
ایک [illegible] ایبک کا [illegible] لایا۔ لوگوں نے بادشاہ کو کہا
[illegible] ایبک کا [illegible] مگر ہمایوں نے اسپر کچھ توجہ نہیں کی۔ بلخ
[illegible] ایبک پر پہنچا۔ پیر محمد خاں حاکم بلخ نے خواجہ باقی
[illegible] آدمیوں کی جماعت [illegible] پہنچا [illegible] اسوقت ایبک
[illegible] پیر محمد خاں نے جب [illegible] لشکر اور [illegible] کے لشکر کے قریب آگیا ہے تو
اوسنے اپنے وزیر اتالیق خواجہ باقی کو اور بڑے بڑے سرداروں کو بھیجا کہ وہ ایبک کی اور
ملک کی سرحد کی حفاظت کریں اور حملہ آوروں کو روکیں جب یہ اتالیق ایبک کے قریب آیا تو
اوسکی فوج کے خلاف بادشاہ کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ وہ مجبور ہوکر قلعہ ایبک میں متحصن ہوا
یہاں [illegible] وہاں پہنچ کر [illegible] تھا۔ اوسنے ناچار امان طلب کرکے قلعہ حوالہ کردیا
بادشاہ نے جشن شاہانہ کیا اور اتالیق سے ماوراءالنہر کی تسخیر کے باب میں مشورہ کیا۔ اتالیق
نے عرض کیا کہ ایسی باتیں مجھ سے کیوں پوچھی جاتی ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا اسلیئے کہ تجھ میں
راستی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اوسنے کہا کہ پیر محمد خاں کے پاس جو کارآمد آدمی تھے وہ سب
حضور کے پاس ہیں اوسکی گردن اوڑا دیجئے تو ماوراءالنہر بے جنگ و جدل حضور کے قبضہ و تصرف
میں آجائیگا۔ بادشاہ نے کہا کہ نقض عہد آئین فتوت میں ناستودہ ہے خصوصاً سلاطین عالی قدر
سے اور زیادہ ناپسندیدہ ہے جس گروہ کو ہم نے اماں دی ہے اوس کے خلاف انصاف کا
میرے دل میں تو خیال نہیں آتا۔ اتالیق نے عرض کیا کہ میری اس درست تدبیر کی رائے
متین پر عمل نہیں کرتے تو میری معرفت صلح کر لیجئے۔ بلخ سے اس جانب کا ملک حضور کو پیر محمد خاں
سے دلادونگا اور جسوقت ہندوستان پر حضور یورش کرینگے تو ایک ہزار آدمی لیکر حضور کی
خدمت پسندیدہ بجا لاؤنگا۔ بادشاہ نے یہ بات بھی اوسکی نہ مانی۔ ایبک میں بادشاہ کو مرزا
کامراں کے نہ آنے کے سبب سے توقف کرنا پڑا۔ خردمند پیش بیں حسابداں کہتے ہیں کہ اگر یہ

توقف نہ ہوتا تو یقیناً پیر محمد خاں کو مقاومت کی طاقت و مقابلہ و محاربہ کی قدرت نہ ہوتی
وہ بالکل برباد ہو جاتا یا حسب دلخواہ صلح پر راضی ہو جاتا اسلئے کہ عبد العزیز خاں اور اور
خانان اوزبکیہ اوسکی کمک کو نہ پہنچ سکتے۔ جب توقف کو امتداد ہوا تو اس جماعت کو فرصت
ملی اور وہ غنیم کی کمک کو آگئے۔ بادشاہ نے امراء اوزبکیہ جو ایک سے ہاتھ لگے تھے خواجہ قاسم
مخلص اپنے معتمد کے ہمراہ کابل بھیجے اور اتالیق کو اپنے پاس رکھا۔ ایک میں مرزا کامران کے انتظار میں
ہمایوں چند روز متفکر رہا اور بعد خلم کی راہ سے بلخ کی طرف چلا۔ خلم میں دو تین روز رہ کر بالا شاہ ہو
میں آیا دوسرے روز ..تانہ میں جہاں شاہ اولیا کا مزار ہے آیا۔ لشکرگاہ کے واسطے زمین ایک نہر
کے قریب تجویز ہوئی۔ ابھی بادشاہ کا بارگاہ نہیں قائم ہوا تھا اور بازار کے آدمی جو آئے تھے
وہ اپنا اسباب اوتار رہے تھے۔ بادشاہ جو شاہ اولیا کے مزار کی زیارت کو گیا تھا واپس آنکر
اپنے خلوت خانہ ہی میں تھا۔ کچھ خبر نہ تھی کہ دشمن بغل میں بیٹھا ہے کہ یکبارگی لشکر کے بازار کی
طرف ایک غل شور برپا ہوا اور اس طرف دفعتاً حملہ ہوا۔ کابلی خاں اور اور افسر جلدی ہی اس
حملہ کو روکنے کے لئے تیار ہوئے۔ کابلی خاں گھوڑے سے گرا اور اوسکا سر کاٹ کر بلخ بھیجا گیا۔ ایک
نامی اوزبک خاں بہادر زخمی ہونے کے سبب سے گرفتار ہوا وہ بادشاہ کے روبرو آیا تو اوس سے
بادشاہ نے پوچھا کہ کس نے میرے لشکر پر حملہ کیا تو قیدی نے کہا کہ شاہ محمد سلطان حصاری بن پیرندہ
سلطان نے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا وہ دیوانہ ہے۔ اوزبک نے جواب دیا کہ وہ ایک نوجوان بڑا
اولو العزم ہے اور اپنے اوپر بڑا بھروسہ رکھتا ہے۔ ابھی وہ پیر محمد خاں سے ملا نہیں جب سے وہ یہاں آیا
ہے اسکو یہ شوق ہے کہ میں کارہا نمایاں کرکے بلخ میں داخل ہوں ہمایوں کو معلوم ہوا کہ دریا آمو
کے پرے سے اوزبک آنے شروع ہوئے ہیں۔ بادشاہ کے لشکر نے اپنا سفر جاری رکھا اور دوسرے
روز صبح کو ملک بلخ کے قریب چوبیاروں میں وہ آیا۔ مرزا کامران کے انتظار میں بادشاہ کا لشکر آہستہ آہستہ
چلتا تھا۔ وہ بلخ پہنچ گیا مگر مرزا کا پتا نہ تھا۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ مرزا کا ارادہ آنے کا نہ تھا
سپاہ میں سب کے دل میں یہ خوف ہو رہا تھا کہ ہم کو بلخ کی مہم میں مصروف دیکھکر وہ کابل میں ایک فتنہ
اور جائیگا۔ بایزید جو اس لشکر میں موجود تھا لکھتا ہے کہ لشکر کو اوزبکوں کا خوف ایسا نہ تھا کہ
جیسا کہ مرزا کے کابل میں جانے کا ڈر تھا۔

دن کو ظہر کی نماز کے وقت مرزا سلیمان - مرزا ہندال - حاجی محمد سلطان کوکہ نے جو بادشاہ کے ہراول کے سردار تھے اوزبکوں کے ہراول پر جسکے سردار سلطان سکندر کے بیٹے عبد اللہ سلطان اور خسرو سلطان تھے تختہ پل کے قریب حملہ کیا - اوزبک پل کے پار اوزبکوں کو دہکیلا - وہ بلخ کی طرف دریا کے پار گئے - حاجی محمد خاں نے اس لڑائی میں اپنے بہادری دکہا کر خان کا خطاب پایا بادشاہ کی کل سپاہ بلخ کے جوئبار دیگ کندہ کر آدہے کوس پر فتح سے تھی - یہاں رات کو وہ مقیم رہی یہاں بادشاہ نے مشورہ کیلئے اپنے امراء کو بلایا - عام رائے یہ تھی کہ کامراں جو یہاں نہیں آیا تو کیا وہ کابل چلا گیا ہوگا یا چلا جائیگا - کابل پر اسکے قبضہ پانے سے جو خرابیاں پیدا ہونگی انکے انسداد کے واسطے سب جوکہوں کا اٹہانا لازم ہے - مراجعت کے لئے یہ وقت نہایت ہی مناسب اسلئے ہے کہ عبد العزیز خاں پسر عبید خاں جو اوزبکوں میں سب سے بڑا خان ہے وہ بخارا سے چلا آتا ہے ابھی وہ دریاء آموسے پار نہیں اترا - بادشاہ سے لیکر ادنی سپاہی تک سب کے دل میں کابل کا خوف چھا رہا تہا - وہاں سب کے اہل وعیال تہے - یہ فیصلہ ہوا کہ یہاں سے مراجعت کرکے درہ گز میں جس سے پہاڑوں میں داخل ہوتے ہیں چلکر مقیم ہونا چاہئے - یہ ایک تنگ وادی ہے جسکی آسانی سے حفاظت ہو سکتی ہے - اگر مرزا کامراں کابل گیا تو اس مقام سے وہ کابل بھی جا سکتے ہیں اگر وہ نہ گیا تو یہاں رہکر ایماق قوموں اور مقامات کے سپاہیوں سے اپنے لشکر کی کمک اور تقویت کر سکتے ہیں - اور جس وقت اوزبکوں کے معاون لشکر دریاء آمو کو دوبارہ عبور کرکے اپنے گہر جائیں تو پہر اس لشکر کو جسکو تازہ کمک اور تقویت ہوئی ہے لیکر بلخ فتح کرنے کیا بلکہ ماوراء النہر کو فتح کرنے جائیں تو بہت فائدے حاصل ہونگے - آدہی رات کو مجلس شوریٰ برخاست ہوگئی - مرزا ہندال - سلیمان مرزا - حسین قلی سلطان مہردار کو چنداول سپرد ہوا یعنے وہ اس سپاہ میں رہے جو سب کے پیچھے ہو - بلخ کی مہم کے بیان کو اکثر بایزید کے بیان سے ہمنے نقل کیا ہے وہ خود اس ہنگامہ میں شریک تہا اسلئے اسکا بیان سب سے زیادہ معتبر ہے - طبقات اکبری میں لکہا ہے کہ اوزبکوں پاس بیس ہزار لشکر تہا اور اکبر نامہ میں ابو الفضل نے یہ لکہا ہے کہ دوسرے روز اوزبکیہ ہجوم کرکے پیشدستی اور جنگ پر تمام وکمال آمادہ ہوئے - عبد العزیز خاں پسر عبید خاں قول - پیر محمد خاں برانغار و سلطان حصار جرانغار ہوئے - بادشاہ نے لشکر کو

جا بجا نصب کیا قلب میں وہ خود رہا۔ برانغار مرزا سلیمان کو اور جرانغار میں مرزا ہندال کو
اور ہراول میں قراچہ خاں اور امیروں کو مقرر کیا۔ دوپہر کے بعد لشکر مرتب ہوا اور شام تک لڑائی رہی
اور بادشاہ کے ہراول نے اوزبکوں کے ہراول کو بھگا دیا وہ جوئبار سے گذر کر کوچہ بند بلخ
میں آئے۔ بادشاہ اپنی راے کے موافق چاہتا تھا کہ تعاقب کرکے جوئبار سے لشکر پار جائے
لیکن کوتہ اندیشوں نفاق پیشہ رفیقوں نے وفاق کے لباس میں خلاف مصلحت کا جلوہ دکھایا
اور ناداں دوستوں نے دشمنوں کی تقویت کی ناواقفیت کے سبب سے اُن کی راے کو اختیار کیا
اور جوئبار سے لشکر کو نہ گذرنے دیا۔ اور کم ہمتی کی وہ باتیں بنائیں کہ مخالف کی سپاہ بہت
ہے۔ کابل میں فوراً کامراں کے جانے کا اور سپاہ کے اہل وعیال کے گرفتار ہونیکا اندیشہ ہے۔
مرزا کامراں کے قریب آنے کا انتظار کرنا چاہیے اور ایسی ایسی باتیں بنا کے بادشاہ کو مراجعت
کی تحریص کی اور بادشاہ کو راضی کیا کہ درہ گز میں کہ ایک محکم جگہ ہے وہ جاکر وہاں چند روز
قیام کرے۔ اور اس حدود کے اویماقات اور سپاہیوں کی اور جماعت جمع کرکے اسباب فتح سرانجام
دے۔ توقف میں مرزا کامراں کی خبر مشخص ہو جائیگی۔ اگر مرزا کامراں کا کابل کی طرف جانا
محقق ہو گیا تو ان حدود میں رہنا مناسب وقت نہ ہوگا۔ اور بعد ازاں خاطر جمع سے بلخ کیا بلکہ اور ان شہر
آسانی سے تسخیر کرینگے۔ غرض ہر حال میں جنگ سے ہاتھ اُٹھاکر درہ گز کی طرف متوجہ ہونا چاہیے
بادشاہ نے خواطر جمہور سے مجبور ہوکر اس طرف توجہ کی۔ بلخ لیا ہوا ارباب نفاق کی بے اتفاقی
سے چھوڑ دیا۔ شیخ بہلول کو یہ تھا کہ ہراول جو جوئبار سے گذر گیا ہے اور اوزبکوں کو بھگا کر شہر بند
میں لایا ہے اوسکو اولٹے آئے۔ مرزا سلیمان اور بہادروں کی جماعت کو چنداول میں مقرر کیا۔

اب بادشاہ خواہی نخواہی درہ گز کی طرف روانہ ہوا۔ صبح کو اوسکی سپاہ اس جوے کے
کنارے پر پہنچی جو درہ گز میں بہتی ہے۔ رات کو اوزبکوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ مراجعت کرتا ہے
اونہوں نے ایک لشکر تعاقب میں روانہ کیا۔ جو سپاہ کہ تجربہ کار باقاعدہ ہوتی ہے اوسکو دشمن کے
آگے ترتیب اور انتظام کے ساتھ قرار کرنا دشوار ہوتا ہے چہ جائیکہ سپاہ بے قاعدہ۔ اسکا انتظام
اور ترتیب کے ساتھ بھاگنا ناممکن ہے۔ درہ گز کا رُخ کابل کی طرف تھا اس لئے یہ معاودت کابل
کی طرف مشہور ہوئی۔ سپاہ نے درہ گز کی طرف جب سفر کیا تو اوسنے کابل کی طرف اپنا سنہ کیا

اسکو یہ یقین تہا کہ کابل میں مرزا کامران فرمانروائی کر رہا ہے اور واسکے اہل وعیال مرزا
میں ہیں اسلئے وہ پریشان خاطر ہوا اور بادشاہ سے سپاہی اکیلے یا گروہ باندہ کر علحدہ ہو
اپنے گہر پہاڑونکی راہ سے جانے لگے ہرچند بادشاہ نے کوشش و تدبیر کی کہ سپاہ کو
مگر وہ فائدہ مند نہ ہوئی۔ اوزبک جو بادشاہ کی سپاہ کے پیچھے آئے تہے صبح کو انہوں نے
کو درہ گز پر جا لیا۔ اور حملہ کیا۔ اونکا مقابلہ تہوڑا سا ہوا۔ اونہوں نے بادشاہ کی سپاہ کو
اور سوار سے پیادہ بنا دیا اور قتل کیا۔ اسوقت ہمایوں سپاہ سے کچھ دور نہ تہا جو سے کے
ملازموں کے ساتھ تہا اس پاس خبر آئی کہ اوزبک مرزا ہندال کے قریب آگئے ہیں اور ما
تو وہ بہت پریشان خاطر ہوا۔ مرزا ہندال نے مہردار سے کہا کہ بادشاہ بچہ نہیں ہے
سہے ضرور وقت پر وہ آئے گا۔ بادشاہ نے آدمی بہیجکر دریافت کرایا کہ مرزا کیا کہتا
تیار ہوکر دریا پار اوترنا چاہتا تہا کہ اوزبکوں نے کنارہ پر آکر ایک بلندی پر باد
تیر مارا جسکو بایزید نے اپنے سپر سے روکا۔ مگر وہ تیر بادشاہ کے گہوڑے کے لگا
اختہ نے اپنا گہوڑا بادشاہ کو دیا۔ اوزبکوں کو بادشاہ کی سپاہ نے بہگا دیا اور بادشاہ
میں آگے بڑہا۔ تہوڑی دور چلا تہا کہ اوسنے حسین قلی مہردار کو حکم دیا کہ پریشان سپا
اوزبکوں سے لڑے تو اوسنے جواب دیا کہ یہ بہتر ہوگا کہ جو آدمی بادشاہ کے ساتھ ہیں
چلیں نہ یہ حضور کو چہوڑینگے اور نہ وہ اسلئے پہرینگے۔ اسوقت ایک آدمی بہی میرے حکم
سنے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اب تو ہی میرے احکام کو نہیں سنتا۔ حسین قلی نے باد
حضور میرا قصور معاف ہو اوسنے بایزید کو ساتھ لیا اور ملازموں کو بادشاہ کے ساتھ
خضر خواجہ خاں مصاحب بیگ۔ محمد قاسم قوچی۔ شاہم بیگ جالیرا ور اور افسروں ہیں۔
حسین قلی نے کہا کہ اولٹے چلکر اوزبکوں سے لڑو مگر ان میں سے کسی نے نہ سنا کہ وہ
انمیں سے ہر ایک دوسرے کے گہوڑے کو اپنی طرف کہینچتا تہا۔ آخر کو یہ مہردار مجبور
بادشاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے مشفقانہ اوسکی بڑی تحسین کی۔ بایزید اس مراجعہ
کے ہمراہ تہا اوسنے ان مصائب کو بہت خوبی سے بیان کیا ہے۔ جو بادشاہ پران ہ
ن راہوں میں گذرنے سے پڑیں جو پہلے سے نامعلوم تہیں اور بہت کم آنپر آمد درفت

اور جنگلی وحشی رہبری کرتے تھے۔ کہانے پینے کی تکلیف رہتی تھی تھکان کے مارے برا حال ہوتا تہا۔ آخر کو کہمرود اور غور بند کی راہ سے وہ کابل کے پاس آیا اور یکم رمضان کو کابل میں داخل ہوا۔ اس عام پریشانی اور ہزیمت میں جو درہ گزمیں وقوع میں آئی۔ اس میں ہندال مرزا تردی بیگ۔ منعم خاں۔ شاہ بداغ خاں۔ ملک خاں کوچین خدمات عظیم بجا لائے۔ جب امرا نے اس شکستہ حالی کو دیکھا کہ لا علاج ہے تو اونہوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ مرزا سلیمان بدخشاں کو چلا۔ مرزا ہندال قندوز کو دوڑا۔ منعم خاں اوسکے ساتھ گیا۔ اور امرا ہیبے ہم کابل میں آگئے شاہ بداغ خاں دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہوا۔ اور بعض اور امیر بھی دشمنوں کی قید میں تھے بادشاہ نے اتالیق کو اور اوزبکیہ امیرونکی جماعت کو جو ایک میں اسیر ہوئے تھے چھوڑکر اپنے وطن کو بہجوادیا۔ اونہوں نے پیر محمد خاں سے آنکر جو بادشاہ کی مرحمت اور عنایت کا ذکر کیا تو اوسکو تعجب ہوا اور اوسنے بھی بادشاہی آدمیوں کو جو اس پاس تھے۔ آدمیانہ سلوک کے ساتھ دارالملک کابل کو بہجوادیا۔ اس زمانہ میں یہ بھی انسانیت اور آدمیت کی عجیب مثال ہے سچ ہے کہ نوازش سے نوازش پیدا ہوتی ہے اور انتقام سے وہ خباثت پیدا ہوتی ہے کہ انسانیت کو بٹا لگاتی ہے۔

بادشاہ نے کابل جاکر دیکہا کہ سب طرح امن اماں ہے کامراں نے کوہستان سے باہر آنیکی کوشش نہیں کی۔ بادشاہ نے موسم سرما بالاحصار میں بسر کیا۔ اب مرزا کامراں کا حال سنو کہ اوسنے کیا کیا کام کیا۔ بادشاہ نے اپنی فرط شفقت سے مرزا کامراں کی بڑی بڑی تقصیرات کو معاف کرکے کولاب اوسکو مرحمت کیا تہا۔ اور چاکر بیگ ولد ویس بیگ کو اوس کے ہمراہ کیا تہا کچھ مدت نہ گذری تھی کہ مرزا نے چاکر بیگ سے بدسلوکی کی اور اوسکو کولاب سے باہر نکال دیا جب بادشاہ کابل میں تہا تو اپنے آنے کے جہوٹے وعدے کامراں کرتا تہا۔ بادشاہ اوسکی جہوٹی باتوں کو بھی سچ جانکر بلخ کی طرف متوجہ ہوا۔ مرزا نے اس فرصت کو غنیمت جان کر پہر کابل میں جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ بلخ کی یورش میں اسکی سلسلہ مکر کی تحریک سے امرا نشناسایہ اخلاص تنگ حوصلہ اوسنے جو طرح طرح کے نفاق کی باتیں کیں وہ اوپر بیان ہوئیں مرزا کامراں نے کولاب میں مرزا عسکری کو چھوڑکر مرزا سلیمان کے قتل کی طرف متوجہ ہوا

مرزا سلیمان جنگ طالقان کے بعد قلعہ ظفر میں آگیا۔ کامران نے بابوس بیگ کو طالقان سپرد کیا اور خود قلعہ ظفر کی طرف متوجہ ہوا۔ مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم نے لڑنا مصلحت وقت نہ دیکھا اسحاق سلطان کو قلعہ ظفر میں متعین کر کے خود تنگ نامے بدخشاں میں آگئے اور موضع جرم میں چلے گئے۔ کامراں کو جب سلیمان کی طرف سے ایک طرح کا انفراغ ہوا تو وہ قندوز کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اول مرزا ہندال سے دوستی نما فریب کی باتیں بنا کر اوسکو پرچانا چاہا۔ مگر مرزا ہندال اوس کی باتوں میں نہ آیا اور اپنے ثبات عہد پر قائم رہا۔ مرزا کامراں نے خوب تیاری کے ساتھ قندوز کا محاصرہ کرلیا۔ مرزا ہندال نے بھی مراسم جنگ اور قلعہ داری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مرزا کامراں جب اسکا کچھ نہ کرسکا تو اوزبکیہ کا متوسل ہوا۔ اور اونسے کمک مانگی تو اوزبکیوں کی ایک جماعت کثیر آنکر محاصرہ میں شریک ہوئی۔ مرزا ہندال نے مخالفوں میں خلل ڈالنے اور دھوکہ دینے کے لئے یہ پسندیدہ تدبیر کی کہ مرزا کامراں کی طرف سے ایک خط اپنے نام لکھا جسمیں مضمون بالتفصیل یہ تہا کہ ہم دونوں اتفاق کر کے اوزبکیہ کو فریب میں پختہ کار رول کی طرح یہ فریب نامہ قاصد کو دیا کہ وہ عمداً اوزبکیہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ جب قاصد کی کاوش کے بعد خط پکڑا گیا اور اوسکے مضمون سے ظاہر ہوا کہ ان دونوں بہائیوں نے اتفاق کر کے یہ چاہا ہے کہ اوزبکیہ کو تیر بلا کا ہدف بنائیں اور کمند ابتلا میں اسیر کریں تو اوزبکیہ اوس کے مطالعہ سے برہم ہوکر محاصرہ چھوڑ کر اپنی ولایت میں چلے گئے اور قلعہ کا کام پورا نہ ہوا۔ اور کامراں پاس خبر آئی کہ چاکر بیگ نے کولاب کا محاصرہ کر رکہا ہے اور مرزا عسکری شکست پاکر قلعہ کے اندر چلا آیا ہے۔ مرزا سلیمان اور اسحاق خاں ایک ہوکر قلعہ ظفر پر قابض ہوگئے ہیں اور اسحاق خاں کو جو اوسکے ساتھ متفق ہوا تھا مقید کرلیا ہے۔ اس اخبار سے مرزا کامراں سراسیمہ ہوا اور قندوز سے مایوس ہوا۔ یاسین دولت اور بابوس کو ایک جماعت کے ساتھ مرزا سلیمان سے لڑنے کے لئے بہیجا اور خود کولاب کو دوڑا آیا۔ چاکر بیگ نے کنارہ کشی کی۔ مرزا عسکری قلعہ سے نکلکر مرزا کامراں سے ملا۔ یہ دونوں مرزا مرزا سلیمان کے دفع کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ رستاق کے پاس آئے تہے کہ اوزبکیہ کی جماعت کثیر جنکا سردار سعید بیگ بیرونا ولی تہا کامراں کے لشکر کی گذرگاہ پر آئی اور بالکل آسے لوٹ لیا

کامران وعسکری وعبداللہ مغل معدود آدمیوں کے ساتھ طالقان میں آئے۔ سعید بیگ کو معلوم نہ تہا کہ یہ کامراں کا لشکر ہے جب اوسکو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اعراق کو باعزاز اپنے معتمدوں کے ساتھ اور تمام لوٹ کا اسباب قیدیوں کو کامراں پاس بہیجا اور معذرت کی کہ یہ غلطی کی کہ آپ کا اسباب لوٹا۔ مگر مرزا کامراں کی مصائب کا دور کرنا لاعلاج تہا۔ اوسکی سپاہ ساری پراگندہ و پریشان ہوچکی تھی۔ سلیمان وہندال نے جب مرزا کامراں کا حال دیکہا تو وہ اوسکے دفع کرنے کو چلے۔ کامراں نے بدخشاں میں رہنا اپنا مناسب نہ جانا تو خوست میں چلا آیا۔ کہ ضحاک بامیان کی راہ سے ہوکر ہزارہ کے ملک میں جائے اور وہاں سے کابل کا واقعی حال دریافت کرکے کابل میں آئے یا کسی اور طرف متوجہ ہو۔ امراء نفاق پیشہ ہمیشہ اوس کو کابل آنے کے لئے برانگیختہ کرتے رہتے تہے اوسنے فریب دینے کے لئے بادشاہ پاس ایلچی بہیجے کہ میں بادشاہ کی خدمت میں اولتا حاضر ہوتا ہوں کہ گذشتہ کا عذر کروں اور ازسر نو حضور کی خدمت گذاری کروں امید الطاف شاہانہ سے یہ ہے کہ میری تقصیرات اور جرائم معاف ہوں ؎

باز آمدم کہ بعد ازیں آں خاک پا کنم ۔۔۔ گر طاعتے قضا شدہ باشد ادا کنم

امید ہے کہ اس مرتبہ نیکو خدمتی کے وسیلہ سے شرمندگی کے بارگراں سے نجات پاؤں بادشاہ اپنی صفائی نیت سے اوسکی باتوں کو سچ جانتا تہا اوسکے مس زراندود کو زر خالص سمجہتا تہا جب کابل میں مرزا کامراں تہا تو بادشاہ کے دوربین دولت خواہوں نے عرض کیا کہ پاک سیرتی اور نیک گمانی کی بھی کوئی حد ونہایت ہوتی ہے۔ کامراں کی تزویر وغدر وتشویر و مکر بار بار تجربہ میں آچکے ہیں اب حزم واحتیاط کا اقتضا یہ ہے کہ حضور حکم فرمائیں کہ اہل غدر کے دفع کرنے کے لئے لشکر تیار ہو اور حضور اپنا سراپردہ باہر نکالیں تاکہ دشمنوں کے مکر وغدر سے خلق امین ہو اگر واقعی مرزا اپنے ناصواب کاموں سے پشیمان ہو دوستانہ آتا ہے تو بادشاہ اسپر عنایت فرمائیں لیکن اس دفعہ بھی اگر اوسکے دماغ میں سودائے فاسد ہے تو اس طرف سے مراتب احتیاط مرعی ہو۔ بادشاہ نے یہ باتیں سنکر غوربند کا ارادہ کیا اسی طرف سے کامراں آتا تہا۔ ۹۵۸ھ کے وسط میں کابل سے روانہ ہوا۔ کابل میں شہزادہ اکبر کو قائم مقام مقرر کرکے محمد قاسم برلاس کو عمارات انتظام سپرد کیا۔ قراچہ خاں ومصاحب بیگ اور ایک اور جماعت بادشاہ کے پاس ایسی تیرہ درون

اور روشن بروں رہتی تھی کہ ہمیشہ شورش و آشوب کے برانگیختہ کرنے پر آمادہ رہتی تھی اُسنے خوشدل ہوکر مقدمات حق ناشناسی کے مرتب کرکے مرزا کامران کو لکھے کہ یہاں وہ ضرور آئے ہم سب جماعت کثیر کے ساتھ آپ سے ملینگے۔ اور بادشاہ کے ساتھ جو آدمی یکجہت ہو رہے ہیں اونکو ہم اوس سے جدا کر دینگے ملک کابل آسانی سے آپ کے ہاتھ آجائیگا۔

یہ نہایت عجب تھا کہ کمال ناانصافی سے وہ عہد شکنی و بد اندیشی و نادرستی اقران اور برادران کے ساتھ جو رہ انہیں ہوتی امرا ایسے بیحیا اپنے صاحب و ولی نعمت کے ساتھ عمل میں لاتے تھے امرا ایسے اندھے ہوگئے تھے کہ اوسکی قبح کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ ان قبایح کو محسنات شمار کرتے تھے اور اپنی تدابیر اور گربزی شمار کرتے تھے۔ اگرچہ وہ اخلاص و درست معاملگی کو سمجھتے تھے اور اپنے نوکروں سے اوسکی امید رکھتے تھے۔ مگر اپنی خو سے بد کے ایسے مغلوب ہوگئے تھے کہ یہ نرد دغل بازی و بیوفائی ایسے صاحب پاکباز کے ساتھ کھیلتے تھے۔ عجب بلکہ سو ہزار عجب اس تیرہ دلی اور خیرہ رائی پر ہے کہ بادشاہ کی خوبیوں اور بزرگیوں کو وہ نہ جانتے تھے نہ رسمی معاملہ فہمی سمجھتے تھے۔ اپنے نوکروں سے اپنے ذری سے احسان کا عوض چاہتے تھے مگر اوسکے برخلاف اپنے بادشاہ کے بڑے بڑے احسانوں کو نہیں مانتے۔ سچ یہ ہے کہ جنکے سرشت میں مخالفت و شرارت داخل ہو انسے ایسے امور کا سرزد ہونا کیا بعید ہے۔ جو ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا اوسکو سورج کے آجانے سے کیا خوشی ہو۔ ان امیروں کی چشم اخلاص نفاق کی سبل سے بے نور تھی۔ اور اس فرقہ کا سینہ محبت غرور کے ورم سے ایسا تنگ ہوگیا تھا کہ اس میں حقوق نعمت کے جاننے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ ان خود کاموں کا نفس امارہ کا توسن ایسا سرکش ہوگیا تھا کہ نہ سرزنش کے زور بازو سے اوسکی لگام کھیچ سکتی تھی نہ نصیحت کا سر پنجہ اوسکی باگ کو موڑ سکتا تھا۔

بادشاہ کابل سے کوچ کرکے آب باراں میں آیا۔ قراچہ خاں و مصاحب خاں اور ایک گروہ نے کہ شرارت کے شرارہ کو چمکا رہتے تھے بلا واسطہ و بے واسطہ بادشاہ سے عرض کیا کہ معاملہ گروہ درمیان ہے اور شغاب جبال متعدد ہیں۔ مرزا اسعد و دو آدمیوں کے ساتھ ہوگا۔ دولت خواہان جاں سپار کو مختلف راہوں پر متعین کیجئے کہ مرزا کو راستہ سے نکلنے نہ دیں۔ ان ... تدبیر بتانے میں ان بد اندیشوں کا خیال یہ تھا کہ بادشاہ کی سپاہ جو فراہم ... ہو ... تاکہ کامران کا

بادشاہ کا زخمی ہونا اور کامران کا فرار

کام آسانی سے سرانجام پاسکے۔ بادشاہ نے ان حرام نمکوں کی تدبیر کو نیک سمجھ کر قبول کر لیا۔ حاجی محمد خاں کوکہ کو ضحاک و بامیاں میں بھیجدیا۔ اور منعم خاں کو سالی او لنگ میں متعین کیا۔ قراچہ خاں و مصاحب بیگ و قاسم حسین سلطان احوال پادشاہی کا روزنامچہ لکھکر کامران پاس روز روز بھیجتے تھے اور بادشاہ سے یہ عرض کرتے رہتے تھے کہ مرزا کی نسبت اس مرتبہ سوا خدمتگاری کے کوئی دوسرا امر نہیں ہے۔

اس طرح بادشاہ کی خدمت میں اہل اخلاص تھوڑے رہ گئے اور اہل نفاق کا جو لباس عقیدت میں حیلہ پردازی کرتے تھے ہنگامہ گرم ہوا۔ بادشاہ کے لشکر کی فسردگی سے کامران پریشان و سرگردان تھا نہ ترک خدمت کی راہ اور نہ ادراک ملازمت کا رستہ رکھتا تھا وہ اس گروہ کے نفاق سے آگاہ ہوکر منافقوں کی ہدایت کے موافق ضحاک بامیان کی راہ سے درہ قبچاق کی جانب آیا جو غوربند کے توابع سے ہے۔ مرزا نے یاسین دوست ومقدم کوکہ و بابا سعید کو ہراول بنایا اور خود قول ہوا اور باقی سپاہ کو توپ بنا کے روانہ کیا۔ دوپہر ہوئی تھی کہ منشی اصغر علی جو نماشط ورد تھا بھاگتا ہوا ہانپتا آیا اور چلایا کہ مرزا آگیا اس سے ہمایوں کے لشکر میں ایک تھلکہ پڑ گیا۔ ہمایوں نے اس افسر کا سر اڑا دیا۔ ابوالفضل نے لکھا کہ رعایا میں سے ایک شخص نے مرزا کے آنے کی خبر دی۔ تو قراچہ خاں کہ بداندیشوں کا سرفتنہ تھا عرض کیا۔ کہ اس قسم کے آدمیوں کی باتوں پر کان لگانا نہیں چاہئے ان سے خاطر پراگندہ اور وہم پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس خبر کے موافق بادشاہ قصد جنگ کرے اور اسپر مرزا مطلع ہو تو وہ بادشاہ کی ملازمت میں متقاعد ہوگا۔ جب مرزا کے آنے کی خبر متواتر آئی تو بادشاہ کو یقین ہوا کہ مخالفت کے عزم سے ہے۔ حکم ہوا کہ جماعت جو ہمراہ ہے سوار ہو اور بادشاہ خود سوار ہوا۔ تھوڑی دیر میں معرکہ قتال گرم ہوا۔ میر محمد آختہ و محمد خاں جلائر اور ایک اور جماعت یکونکی آگے رواں ہوئی۔ میر محمد خاں آختہ اول قتل ہوا۔ مرزا قلی خوب لڑا مگر از دحام کشاکش و ہجوم کشاکش میں زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا۔ اسکا بیٹا دوست محمد باپ کی مدد کو دوڑا کہ اسکا خود کام باپ کی زندگی میں تمام ہوگیا۔

اب بادشاہ خود آگے بڑھا جب وہ یہاں پہنچا جہاں مقتول خاک میں پڑے تھے تو کامران کے

[illegible]

بادشاہ کے لشکر کا منتشر ہونا

پہاڑ کی بلندی پر مع اپنی بیویوں اور لڑکیوں کے آیا۔ بایزید کہتا ہے کہ بادشاہ کے بندوقچیوں نے بندوقوں میں گولیاں نہ بہریں۔ وہ مرزا کامراں کا مدتوں تک نمک کہا چکے تہے۔ مرزا کامراں کے آدمی برابر تیروں کا مینہ برساتے تہے جس سے بہت جلد بادشاہ کے اکثر آدمی او گہوڑے زخمی ہوئے۔ اسوقت بھی قاسم حسین خاں جو دریا کے دوسری طرف تہا اور راہ اوسکے آگے اچہی تہی اس سے وہ مرزا کے ہراول پر اچہی طرح حملہ کرسکتا تہا مگر اوسنے حملہ نہ کیا بلکہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ کامراں نے دیکہا کہ بادشاہ کے لشکر میں ہل چل پڑگئی تو وہ خود بلندی سے نیچے اوترا اور سیدہا علموں کے لینے کے لئے دوڑا۔ علمداروں نے دیکہا کہ ہم کسی طرح مقابلہ نہیں کرسکتے تو وہ اولٹے بہاگے اور قاسم حسین خاں بھی مع اپنے لشکر کے فرار ہوا۔

اب سارے لشکر میں بہگڑ پڑگئی اور ہمایوں بھی اس رستہ پر بہاگا جسے آیا تہا۔ اسکے گہوڑے کے ایک تیر لگا۔ اور بیگ بابا کولابی نے دانستہ یا نادانستہ بادشاہ کے تاج پر تلوار لگائی جس سے کان کے پیچہے بادشاہ کے زخم آیا۔ اوسنے دوبارہ تلوار بادشاہ پر مارنے کے لئے اوٹہائی تہی کہ ہمایوں نے پہر کر ایسی قہر کی نگاہ سے بابا کو دیکہا اور چلایا کہ اے کمبخت باغی کہ بابا کے اوسان خطا ہوئے اور تلوار نہ چلا سکا۔ مہتر سگالی عرف فرحت خاں نے بیچ میں آنکر بابا کو بہگا دیا ہمایوں سہارے سے گہوڑے پر چڑہا۔ اس مراجعت میں محمد امیر اور عبدالوہاب اوسکے محافظ تہے ہمایوں کے زخم کاری لگا تہا اور خون اس میں سے بہا تہا۔ اوسنے اپنا جیبہ اتار کر سیدل خاں کو دیا جسکے پیچہے دشمن کے آدمی چلے آتے تہے۔ اوسنے اپنا بوجہ ہلکا کرنے کے لئے خاص جیبہ کو یہیں پہینک دیا۔ اس جیبہ نے اپنے برے نتیجے دکہائے۔

ہمایوں نے اب ارادہ کیا کہ ضحاک بامیاں کے درمیان چلے جہاں اوسکو حاجی محمد اور اسکی جماعت کے ملنے کی توقع تہی اور درہ سرطان سے گذری تہی۔ وہ زخم کے مارے ایسا ضعیف ہوگیا تہا کہ وہ اپنے گہوڑے کی تیزروی کا تحمل نہ تہا میر سید برکہ کے پست قد گہوڑے سے اپنا گہوڑا بدلا اوسپر وہ بٹہایا گیا۔ میر برکہ اور خواجہ خضر ادہر ادہر سے اوسکو پکڑے ہوئے گہوڑے پر لے چلے آخر شب میں وہ درہ سرطان میں پہنچا۔ یہاں چند اوسکے بہاگے ہوئے آدمی ملے۔ سردہوا اور راہ کی تکان نے بادشاہ پر بہت اثر کیا اور زخم نے اوسکو بہت ضعیف کیا۔ میر برکہ نے اپنا

جیبہ اتار کر اوسپر ڈالا - صبح کو درہ کی بلندی پر پہنچا تو دہوپ میں کچھ گرم ہوا اور ایک ندی کے کنارہ پر فروکش ہوا - یہاں زخم کو دہویا اور مرہم پٹی باندہی اور نماز وظیفہ پڑہا - کچھ دیر کے بعد حاجی محمد خاں آیا - تین سو سوار نہایت آزمودہ کار اوسکے پاس تہے جس سے ہمایوں کو کچھ تقویت ہوئی - بادشاہ نے شاہ بداغ خاں و تولک قوچین و مجنوں قاقشال کو اور اوروں کو جنکا مجموعہ دس نفر تہا کابل کی طرف خبر گیری کے لئے بہیجا - مگر اونمیں سے سوا تولک قوچین کے کوئی واپس نہ آیا - بادشاہ نے اوسکو قوربیگی کر دیا - زخم نے ہمایوں کو بہت ستایا وہ ضحاک اور بامیان کے پہاڑوں میں کچھ دنوں رہا -

سچ ہے تقدیر ازلی سلسلہ درویشی و بادشاہی کی منتظم اور دائرہ سفیدی و سیاہی کی مرتب ہے وہ کشادگیوں کی کنجی بستگیوں کو بناتی ہے اور سربلندیوں کو افتادگی کا نتیجہ کرتی ہے - رات کی تاریکی میں رہنے کو آفتاب کی روشنی کا قدرشناس بناتی ہے طلب کی شراب کی تشنگی کو چشمہ مقصود کی سیرابی کرتی ہے اس حال کا مصداق ہمایوں کا احوال ہے جوان دنوں میں ہوا ضحاک و بامیان کی طرف اوسنے اپنے امرا سے اخلاص سرشت سرطان کے درہ سے بہیجے تہے اونکی طرف وہ چلا - محمد امین و عبد الوہاب کو حکم ہوا کہ وہ چند راول بناکے آئیں - ترددات کی کثرت سے اور زخم کے آسیب سے بادشاہ میں ضعف بہت ہو گیا اوسنے معتبروں کی جماعت طلب کرکے مشورہ کیا - حاجی محمد خاں جسکی جاگیر میں غزنین تہا اور سب سے زیادہ نفاق دل میں رکہتا تہا اوسنے قندہار جانے کی صلاح دی وہ قبول نہ ہوئی ایک گروہ نے بدخشاں جانے کی صلاح دی کہ وہاں مرزا سلیمان و ہندال و ابراہیم کو ہمراہ لیکر سرانجام لشکر کیا جائے اور کابل پر توجہ کیجائے - ایک بہادر گروہ نے یہ مشورہ دیا کہ آج کل مرزا کامران منافقوں کے نفاق کی شراب سے بدمست ہو رہا ہے ہم فدائی اور جان سپار کس دن کام آئینگے - سب کو یکدل و یک جہت ہو کر کابل پر چل کر حملہ کرنا چاہئے - امید واثق ہے کہ بدخشاں جانے بغیر کامران کی مہم کا سرانجام ہو جائے جمعیت کا اتفاق و قریب ابہی ظاہر ہو چکا تہا اسلئے اس رائے پر اعتماد نہ کرکے بدخشاں جانے کی صلاح ٹہیری اور بیکرا ولنگ کی راہ سے کوچ کیا - حاجی محمد نے اپنے چہوٹے بہائی شاہ محمد کو مع اپنے

آدمیوں کے بادشاہ سے رخصت لیکر غزنیں بہیجا - اور بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے اپنی شکست
وسلامتی کا خط شاہزادے اکبر کے نام لکھکر دیا کہ کسی طرح وہ اُس پاس پہنچا دے مخلصان خاص
نے بادشاہ کو سمجھایا کہ ایسے وقت میں اہل نفاق کو اپنے سے جدا کرنا اعمال نفاق میں اون کو
خود مختار کرنا ہے جو انان مفسد کی صلاح بکار کو عمل میں لانا ہے یہ اور اشارۃً وصراحتاً عرض
کیا کہ حاجی محمد اپنے بہائی کو مرزا کامران پاس بہیجتا ہے اور خود یہاں جاسوسی کے لئے
رہتا ہے کہ سادہ لوحوں کو فریب دے بادشاہ نے ان مقدمات کو کچھ نہ سُنا - شاہ محمد کو رخصت کیا
دوسرے روز کہمرد کی طرف کوچ کیا یہاں بادشاہ سے بہت آدمی جدا ہوگئے اور ایک خاص
جماعت اخلاص کے ساتھ بادشاہ کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوئی - اس راہ میں تین روز بعد ایباق
کو کچی وسانقاچی نے جو ان حدود میں بڑے آدمی تہے گہوڑے اور بہیڑیں اور چیزیں
اپنے مقدور کے موافق بادشاہ کو پیشکش میں دیں اور ایسے وقت میں اونہوں نے
خدمات شایستہ کیں اور رات کو بادشاہ اونہیں کے گہر میں رہا - جب صبح کو سوار ہوئے تو خبر
آئی کہ ایک کاروان عظیم بسرکردگی میر سید علی سبزواری کے آیا ہے - خراسان اور عراق کے
سوداگر بہت سا اسباب لیکر ہندوستان کے سفر کا اہتمام کرتے ہیں سہ پہر کو اس کاروان کے
بڑے آدمی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسباب اور گہوڑے انہوں نے پیشکش میں دئے
بادشاہ اوسکو تائید غیبی سمجھا اور اوسنے بعض اسباب و اشیا کو چوگنی اور پچگنی قیمت پر خرید لیا اور
سب نوکروں میں اوسکو تقسیم کردیا اور باقی چیزوں کو پہیر دیا کہ جہاں اونکا جی چاہے وہاں
بیچیں - جب آپ بنگی کے کنارے پر پہنچا تو اس منزل میں ایک شخص نے فریاد کرکے پوچھا کہ
بادشاہ کی کیا خبر ہے بادشاہ کے کان میں یہ آواز آئی تو اوسنے کہا کہ میری خبر مجھ سے بتاؤ
اس سے پوچھو تو کون ہے کسنے تجہے بہیجا ہے - بادشاہ کی خبر تو کیا جانتا ہے - اوسنے جواب دیا
کہ میں نظری سال اولنگ کا فرستادہ ہوں جسنے مجہے بادشاہ کی تحقیق خبر لانے کے لئے
بہیجا ہے اور ہمارے ہاں بادشاہ کی خبر یہ مشہور ہے کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوکر چلا گیا پہر اوسکو
کسی نے نہیں دیکھا - مرزا کامران کے آدمی اس حلیہ کو تھا - مرزا
پاس لے گئے ہیں جسے وہ دیکھکر بہت خوش ہوا - بادشاہ نے اس آدمی کو اپنے پاس بلاکر

کہدیا کہ نظر علی کو خوش خبری سنادو اور کہدو کہ اوسکا آقا آمادہ اور مستعد رہے کہ مراجعت کے وقت وہ حاضر ہوکر خدمات پسندیدہ بجالائے۔ دوسرے روز منزل آدمی جنجال میں آیا اور مرزا ہندال اس منزل میں سے ملا۔ پھر اندراب میں بادشاہ آیا یہاں مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم آن ملے۔ جوہر نے واقعات ہمایونی میں بادشاہ پاس اپنے کپڑوں کے نہونے کا بیان دلچسپ لکہا ہے اور اور طرح سے کارواں کا بیان کیا ہے اس سے نقل کرتے ہیں۔ جب بادشاہ بامیان چلا تو اثناء راہ میں طہارت کے لئے گیا تو فرمایا کہ میرے کپڑے خون آلودہ ہیں مجھے آزار دیتے ہیں۔ بہادر خاں تیرے پاس کپڑوں کا جوڑا ہو تو مجھے دے۔ اوسنے کہا کہ بادشاہ پاس ایک ہی کپڑوں کا جوڑا تہا جو مجھے پہننے کو دیا تہا وہی میرے پاس ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں وہی جوڑا مانگتا ہوں اگر تیرے پاس ہو تو دیلا۔ بہادر خاں وہ جوڑا لایا تو بادشاہ نے اوس سے لیا اور اپنے جوڑے کو جوہر کو دیا کہ اوسکو نمازی کرے۔ منزل کہمرد میں ایک بڑہیا نے دیبائے مصری پیشکش میں دیا۔ اوس کو فرمایا کہ اسکو مرد نہیں پہنتے ہیں مگر میرا انگیا ناپاک ہوگیا ہے اسلئے اسے پہنوں گا۔ اس ضعیفہ کا نام تو لکہ رکہا اور انعام دیا کہ مال واجبی کوئی اس سے نہ لے۔ بعد اسکے خبر آئی کہ تین سو گہوڑے کارواں میں آئے ہیں اور پہر خبر آئی کہ دوسرے کارواں میں سترہ سو گہوڑے آئے ہیں۔ بادشاہ نے خود جاکر پسند کرکے گہوڑے خریدے اور اون کو قیمت کا تمسک لکہدیا کہ بعد فتح روپئے دیئے جائینگے۔

اب ہم مرزا کامراں کا احوال اسوقت تک کا لکہتے ہیں کہ تسخیر کابل کے لئے ہمایوں آیا۔ جب بادشاہ مخلصان جاں نثار کے اہتمام سے ضحاک و بامیاں کی طرف متوجہ ہوا تو مرزا کامراں کے سان گمان میں بہی یہ بات نہ تہی اوسکو تعجب ہوا۔ اور اہل نفاق اس سے فوج فوج آنکر ملنے شروع ہوئے اور وہ انکے آنے سے زیادہ سرگرم اور خوش ہوتا تہا۔ اہل وفا پر دست جفا دراز کرتا تہا۔ بادشاہ کے بڑے بڑے معززوں معتبروں کو اوسنے ہلاک کیا۔ پہر جنگ گاہ سے کوچ کرکے چار یکار میں آیا اس جگہ ایک شخص بادشاہ کا جیبہ خاصہ کہ خون میں تربتر تہا مرزا پاس لایا۔ تو اوسنے جانا کہ بادشاہ مرگیا اس سے وہ خوشی کے مارے جامہ میں پہولا نہ سمایا۔ وہاں سے کوچ کرکے کابل کا محاصرہ کیا قاسم خاں برلاس ہمایوں کی طرف سے شاہزادہ اکبر کی نیابت میں انتظام کرتا تہا اوس نے

قلعہ داری کا اہتمام کیا۔ ہر چند مواعید کاذبہ صدق نما سے مرزا اوسکو فریب دیتا تہا مگر وہ ہمایوں کی عقیدت و اخلاص کے سررشتہ کو نہ توڑتا تہا۔ مرزا نے بادشاہ کے مرنے کی خبر سارے میں اوڑا رکہی تھی اسلیئے جیجہ خاصہ قاسم خاں پاس بہیجا اور عہد و پیمان نادرست اور فریب کی باتیں بناکر قلعہ لے لیا۔ اب اکبر تیسری دفعہ چچا کی قید میں آیا۔

مرزا کامراں نے سپاہ کے بڑہانے میں اور مملکت کابل کو اپنے ہواخواہوں میں تقسیم کرنے میں توقف نہیں کیا۔ مرزا عسکری کو چہوٹے شاہی (جلال آباد) جاگیر میں دیا۔ یہ موضع دل کشا ہے۔ ہندوستان او کابل کا برزخ ہے اسمیں ہندوستان کی خوبیاں موجود ہیں اور ولایت افغانستان کی برائیاں مفقود ہیں۔ منعم خاں نے اوسکو جلال الدین اکبر کے نام سے منسوب کرکے جلال آباد نام رکہا۔ غزنین اور اوسکی مدد قراچہ خاں کو اور غوربند اور اوسکی نواح یاسین دولت کو عنایت کیں اور اسی طرح اور اپنے آدمیوں کو جاگیریں اور علوفے اور جاہ و منصب مرحمت کئے۔ اوسنے بادشاہ کے بڑے بڑے ملازموں کا مال اسباب سب چہین لیا۔ اور ہمایوں کے تمام خزانوں پر قبضہ کرلیا۔ دیوان کو قید کرکے بہ جبر ساری دولت لے لی غرض جو کچہ جسطرح ہاتھ لگا وہ لے لیا۔ ظلم و جبر سے مال کے چہین لینے میں کسر باقی نہیں رکہی۔ آپ دولت مند ہوا ملک کو مفلس کیا یہ اعمال امن و امان کے ساتھ وہ نہ کرسکا۔ تین مہینے گذرے تہے کہ کابل میں خبر آئی کہ ہمایوں زندہ ہے اور اندرآب سے ایک سپاہ جرار کو ہمراہ لئے چلا آتا ہے۔ کامراں نے ہزارہ اور پہاڑوں کی قوموں کو جمع کیا اور ہمایوں سے لڑنے کے لئے چلا اور بابا چوچک اور ملا سقائی کو کابل کا انتظام سپرد کیا۔ جب بادشاہ اندرآب میں آیا اور مرزا اوس پاس آگئے تو کتل ہندوکوہ سے کابل کا عزم مصمم کیا۔ چونکہ بادشاہ کے پاس ابتک منافقوں کا ایک گروہ تہا تو اوسنے ارباب ظواہر کے اطمینان خواطر کے لئے یہ ٹہیرائی کہ ہر گروہ سے ایک طرز خاص پر سوگند لیجائے کہ وہ یکدلی و یکجہتی کے ساتھ ہمراہی کریں۔ ظاہر پرستوں میں قسم بڑی معتبر صورت رکہتی ہے بادشاہ نے فرمایا کہ حقایق اشیا کی صور کا نگارندہ قلم صنع الٰہی ہے۔ اہل وفا کے اوضاع کو بادہ صدق و صفا میں ظاہر کرنے والی توفیقات ازلی ہے۔ ہماری خاطر سب کی طرف سے جمع ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اہل روزگار کہ ظاہر سبب پر نظر رکہتے ہیں اور منفعت پر تہوڑی توجہ رکہتے ہیں تمہارے دل میں راستی دیکہ لیں۔ اس اثنا میں حاجی محمد خاں کوکی نے [illegible] [illegible]

ہمایوں کی لڑائی کامراں سے

جس طور سے حکم ہوگا قسم کہائینگے لیکن حضور بھی قسم کہائیں کہ جو کچھ ہم دولت خواہی سے اندیشی سے
صلاح دولت کسی کار میں دیکھکر عرض کرینگے تو حضور اوسکو قبول فرمائینگے - اسپر مرزا ہندال نے کہا
کہ یہ طرز گفتگو کیا ہے ہرگز خادم مخدوم کے ساتھ اور بندہ خداوند کے ساتھ اس طرح کی
گستاخانہ باتیں نہیں کرتا مگر بادشاہ نے کہا کہ جس طرح حاجی محمد کہے گا میں بھی قسم کہاتا ہوں
غرض اس قسماقسمی کے بعد بادشاہ نے آگے قدم بڑہایا - بادشاہ سب طرح سے اپنی سپاہ اور
اوسکے افسروں کو وفادار بنانا چاہتا تہا اسلئے اوسنے اون سے قسم لی مگر حاجی محمد جو کوکہ تہا اوسکا
بادشاہ سے قسم لینا ایک نرالی بات تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی رائے و استقلال پر
لوگوں کو اعتبار نہ تہا - بادشاہ کو ضرور یہ امر ناگوار ہوگا - ابو الفضل ہمیشہ حاجی کا ذکر حقارت سے
کرتا ہے - مگر وہ ہمایوں کے بڑے کارکنوں میں تہا - جب لشکر اشترگرام کے نزدیک آیا تو کامران جنگ پر
آمادہ ہوکر بادشاہ کے لشکر سے لڑنے آیا - جب دونوں لشکروں میں تہوڑا فاصلہ رہا تو بادشاہ نے مرزا
شاہ خویش میر برکہ کو کہ ترمذ کے سادات بزرگ سے تہا کامران پاس بہیجا اور نصایح ارجمند کیں جنکا
خلاصہ یہ ہے کہ ہمیشہ مخالفت کا طریقہ اختیار کرنا اور موافقت کو چہوڑنا فرزانگی سے دور ہے
افسوس ہے کہ کابل کے سر پر یہ ساتے نزاع ہوں - حقوق قدیمہ و جدیدہ کو مرعی رکہکر طریق مصالحت
سبیل مخالفت کو اختیار کرا و ہندوستان کی تسخیر میں یکدل ہوکر ہمراہی قبول کر - سید نے آداب
رسالت کو اچھی طرح ادا کیا صلح و سلاح قرار پائی - مرزا نے کہا کہ میں اس شرط پر ہندوستان کی
تسخیر پر متوجہ ہوتا ہوں کہ قندہار بادشاہ سے اور کابل مجھ سے متعلق ہو - بادشاہ نے دوبارہ
ایلچی بہیجا اور مولانا عبد الباقی صدر کو اوسکے ساتھ کیا اور یہ پیغام دیا کہ اگر درستی کا ارادہ صمیم
ہے اور یکجہتی چاہتا ہے تو اپنی بیٹی کا نکاح شاہزادہ اکبر کے ساتھ کردے کہ میں کابل اسکو دیدونگا
اور میں اور تو دونو وفاق و اتفاق کے ساتھ ہندوستان کو فتح کرنے میں مصروف ہوں تاکہ
کابل اور ہندوستان دونو ہمارے اور تمہارے ہوں - مرزا اس طرح صلح کرنے پر راضی تہا مگر قراچہ خان
نے جیسا اوسکی کام خونخوار شمشیر دار تہا صلح کو نہونے دیا اور کہا کہ سرما و کابل اس و شکر و بلدوز (دسا سول) مرزا کے مقابل
تہا اوسکی نجومیوں نے کہا آج لڑنا اپنے ہاتہ سے اپنی تدبیر شکست دینا ہے مرزا ملطالعت الجیل آئیکے دن ٹالنا چاہتا تہا
اور بادشاہ کا لشکر لڑنا چاہتا تہا لیکن حاجی محمد کی مرضی نہ تھی کہ آج لڑائی ہو اس لئے بادشاہ

نے اوسکی خاطر سے آج لڑائی موقوف رکہی۔ اس اثنا دمیں خواجہ عبدالصمد کہ جنگ قبچاق میں
بادشاہ کی ملازمت سے دور ہوکر کامران سے جا ملا تہا۔ فرصت کو غنیمت جانکر پہر بادشاہ پاس آیا۔ اور
اوسنے لشکر مخالف کے تذبذب اور برہم خوردگی کو بیان کیا۔ دوپہر کو بادشاہ نے لشکر کو مرتب کیا
قول عساکر کا ذمہ خود اور برانغار کا مرزا سلیمان اور جرانغار کا مرزا ہندال اور ہراول کا مرزا ابراہیم
منتظم ہوا۔ اور التمش کا اہتمام حاجی محمد خاں اور بہادروں کی جماعت کو سپرد کیا۔ کامراں کی طرف
قلب میں مرزا کامراں میمنہ میں مرزا عسکری میسرہ میں آق سلطان مرزا کا داماد اور ہراول میں
قراچہ خاں منتظم ہوا۔ قضیہ قبچاق کے بعد ملازموں کی ایک جماعت اور بہتر سپاہ کہ بضرورت مرزا
کے ہمراہ ہوگئے تہے وہ بادشاہ کی خدمت میں آ گئے۔ جب دونو فوجوں میں فاصلہ کچھ نرہا تو حاجی محمد
نے کہا کہ آج جنگ کو موقوف رکہو لشکر کو حکم ہوا کہ وہ قیام کرے بادشاہ اور حاجی کے درمیان عہد
ہوچکا تہا اسلئے بادشاہ نے مجبور ہوکر بیک بیگ کو حکم دیا کہ فوج قیام کرے تو مرزاؤں نے آنکر
عرض کیا کہ مصلحت نہیں ہے کہ کل ہم لڑیں آج ہی لڑنا چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ دشمن پر حملہ کریں یا
فتح کریں یا مارے جائیں عبدالوہاب نے آنکر عرض کیا کہ لشکر کے قیام کرنیکے لئے چادر و خیمہ نہیں ہے
بادشاہ نے فرمایا کہ ترتیب کے ساتھ آگے بڑہو اگر دشمن نے مقابلہ کیا تو فبہا نہیں دریا کے
کنارہ پر میں قیام کرونگا۔

کامراں ایک بلند جگہ پر کہڑا ہوا تہا اور اسکے بہت قریب اسکا لشکر تہا۔ مرزا ابراہیم جو ہراول
میں تہا اسنے ایک سخت حملہ کرکے اس جگہ کو لے لیا۔ اور بادشاہ بہی یہیں آگیا۔ اوسنے اپنے بندوقچیوں کو
حکم دیا کہ دشمنوں پر گولیاں مارو۔ دشمن نیچے زمین پر تہا ان گولیوں نے اوپر سے کام کیا
قراچہ خاں سواروں کو لیکر بادشاہ کے میمنہ کو شکست دیکر میسرہ پر حملہ آور ہوا کہ اوسکے ایک تیر
لگی اس سے وہ زخمی ہوا اور گہوڑے سے گرا اور اوسکو ایک ادنی آدمی نے گرفتار کر لیا۔ اوس کو
میدان جنگ سے لئے جاتے تہے کہ قنبر علی بیگ جسکے بہائی کو قندہار میں قراچہ خاں نے مارا تہا
پیچھے آنکر اوسکا سر کاٹ لیا۔ اور بادشاہ پاس لیجا کر نذر کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ سر کابل کے
آہنی دروازہ پر لٹکا دیا جائے تا کہ اوسکا کہنا پورا ہو کہ سر ما و کابل قراچہ خاں کے ہاتھ جانیے
بادشاہ کا ایک ہولناک دشمن کم ہوا۔ اس عرصہ دار و گیر و مصاف زدہ دیر بادشاہ کی سپاہ

سے جانفشانی کی۔ مرزا کامراں میں تاب مقاومت نہ رہی اسلئے وہ بہاگ گیا اور کتل بادنجے سے نکل کر افغانستان میں آوارہ گرد ہوا۔ مرزا عسکری گرفتار ہوا۔ بادشاہ نے مرزا ابراہیم کو بہیجا کہ وہ کابل جاوے اور مرزا سلیمان کو اپنے پاس رکہا۔ بادشاہ کے لشکر نے دشمن کے خیموں کو خوب لوٹا اور آدمیوں کو قتل کیا۔ ایک جماعت شرمندہ ہوکر اور رو دہو کر ہزاروں ملامتیں سنکر اپنی شفاعت چاہی وہ بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوئی یہ فتح بہت سی فتوحات کا مقدمہ تھی اسلئے اُس سے بڑی شادمانی ہوئی۔ بادشاہ کو سب سے زیادہ خوشی یہ ہوئی کہ اوسکے نور نظر شاہزادہ اکبر کو حسن اختر اسکے سامنے لایا۔ بادشاہ کو بڑا تردد اوسکی طرف سے یہ ہورہا تہا کہ اوسنے سنا تہا کہ کامراں اسکو اپنی وقعہ اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ بیٹے کو باپ نے گلے لگایا اور آداب شکر گزاری کے بعد صدقات و خیرات کو شکر عملی سے تقسیم کیا اور یتیموں اور غربا اور فقرا کے احسان و انعام سے دلداری کی۔ اور بادشاہ نے فرمایا کہ اب میں کسی یورش میں اس اپنے نونہال کو اپنے سے جدا نہیں کرنے کا۔ اسی حال میں دو شتر صندوق بار بے ساز و سامان جنگ میں نمودار ہوئے۔ بادشاہ نے خود ان اونٹوں کی مہار کو پکڑا اور کہا کہ اونکو بٹہاؤ اور صندوقوں کو کہولو اور دیکہو ان میں کیا ہے۔ ہر شخص جو لوٹے وہ لے لے مگر ان صندوقوں کا مال میرا حصہ ہے۔ جب ان صندوقوں کو کہولا تو اس میں وہ سلاکتب خانہ نکلا جو بادشاہ کا جنگ قبچاق میں جاتا رہا تہا۔ بادشاہ کو اس کی بڑی خوشی ہوئی۔ خواجہ محمد قاسم میر بیوتات کہ فتنہ کی آگ کو بہڑکاتا تہا اب وہ اپنے اعمال کی آگ میں خود جل گیا جس سے شور و شر کے شرر بجہ گئے بادشاہ بعض اور فتنہ پردازوں کا قاتل بنا اور چار یکاران کے باغ میں عیش و عشرت کا مجلس آرا ہوا۔

دوسرے روز کابل میں داخل ہوا کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ یہاں اول دنوں بادشاہ نے دوستوں کو انعام اور دشمنوں کو سخت سزا دی۔ مرزا سلیمان کو بدخشاں روانہ کیا اور بہت کچھ صلہ اسکو حسن خدمات کا دیا۔ مرزا ابراہیم کو ایک عنایت خاص کے واسطے اپنے پاس کچھ دنوں ٹہیرایا اور اپنی بیٹی بخشی بانو بیگم کی منگنی اوس سے کردی موسم چرخ کو جو تومان لہوگرہ سے ہے شاہزادہ اکبر کو دیا اور حاجی محمد خاں کوکہ... اور اتالیق مقرر کیا۔ ایک سال کابل میں بادشاہ رہا۔

انہی دنوں میں بادشاہ داد و دہش و لطف و قہر کے ابواب کہولکر فرماں دہی اور فرمانروائی

کررہا تہا مرزا کامراں موضع اشترگرام کی شکست کے بعد بدتر حال میں آٹھ آدمیوں کے ساتھ سبز
کی راہ سے سراسیمہ افغانوں میں چلا گیا۔ مرزا ہندال اور حاجی محمد اوسکے تعاقب میں بہیجے گئے
پاوہنوں نے اسکے پکڑنے میں لائق اہتمام نہیں کیا اور اولٹے چلے آئے۔ افغانوں نے مرزا
اور اوسکے ہمراہیوں سے سمجھ لیا۔ مرزا نے اس اندیشہ کو کہ کوئی اوسکو پہچان نہ لے چار ابرو کا صفایا
کرایا اور قلندروں کا بہیس اپنا بنایا۔ ملک محمد مندر اوی کے ملک میں گیا کہ وہ ملتان کے ارباب معتبر
میں سے تہا۔ اوسنے مرزا کے حقوق سابق پر نظر کرکے اوسکے احوال پر بہت مراعات کی۔
مرزا ان حوادث سے جنمیں سے ہر ایک ہوشمند کے واسطے عبرت پکڑنے اور خواب غفلت سے بیدار کرنے
کیلئے تازیانہ قوی تہا اصلا متنبہ نہ ہوا اور ایسے سپاہیوں کو جنکا پیشہ ہمیشہ فتنہ سازی اور حیلہ اندوزی تہا
اِدہر اودہر سے پندرہ سو وہ جمع کرلئے۔ یہ خبر بادشاہ کے لشکر میں پہنچی تو اہل نفاق کا بازار گرم
اور ارباب اخلاص کا جگر خون ہوا۔ ایسے وقت میں کہ آتش فتنہ و آشوب بہڑکنے کو تہی حاجی
محمد خاں بے رخصت غزنیں کو چلا گیا۔ بادشاہ نے زمانہ سازی کے مقتضا سے اور کمال
قدر دانی سے اس بری حرکت کو نا زجنگ گمان کرکے اسپر کچھ التفات نہ کیا کامراں کے رفع
دفع کرنے کے لئے بادشاہ نے بہادر خاں و محمد قلی برلاس اور اور بہادروں کی جمع کثیر کو بہیجا۔
جب یہ لشکر مرزا کے قریب آیا تو وہ علی کارہ علی شنگ کے دروں میں چلا گیا۔ امرا نے یہاں
بہی اسکا تعاقب کیا تو یہا ںسے بہاگ کر وہ جلیں و ہمند کے افغانوں میں چلا گیا جو آدمی اس پاس
جمع ہوئے تہے وہ بہی پراگندہ ہوگئے۔ بادشاہ کی فوج غزو شہیداں کی راہ سے چلی آئی۔ جب
بادشاہ کو مرزا کی شرارت سے کچھ فراغ ہوا تو اوسنے خواجہ جلال الدین محمود اور بی بی فاطمہ
کو بدخشاں بہیجا کہ مرزا سلیمان کی بیٹی سے بادشاہ کا نکاح ہوجائے تاکہ بدخشاں کی مہم سے
بادشاہ بالکل مطمئن ہوجائے اور مرزا سلیمان کے ساتھ تازہ اتفاق و التیام استحکام پائے
اور مرزا عسکری کو اونکے ساتھ مرزا سلیمان پاس یہ حکم دے کر بہیجدیا کہ راہ بلخ سے اوس کو
حجاز روانہ کردے۔ اس حکم کے موافق مرزا سلیمان نے مرزا عسکری کو بلخ روانہ کیا۔ مرزا کو
خود ندامت و خجالت کے سبب سے اس ملک میں رہنا پسند نہ تہا۔ اوسنے ۹۰ ہ در دراز اختیار
کیا ۹۶۱ھ میں مکہ اور شام کے درمیان اس کا پیمانہ عمر لبریز ہوا۔ سات سال یہاں بہی زندگی

بسر کی۔ مرزا سلیمان اپنی بیٹی کے نکاح پر بادشاہ کے ساتھ راضی ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ عادت طبیعت خامسہ یا ثانیہ ہوتی ہے جب کوئی آدمی عادت بد کا معتاد ہوتا ہی تو بچھو کی طرح نیش زنی میں بے اختیار ہوتا ہے۔ جس جماعت کی نہاد بد اندیش و شرارت انگیز ہو تو پھر اوسکے مزاج میں عادت اور طبیعت متفق ہوتی ہیں۔ یہ حال مرزا کامران کا تھا کہ وہ اپنی طبیعت اور عادت سے مجبور تھا۔ مصیبت پر مصیبت پڑی مگر سلطنت کی ہوس کبھی دل سے نہ گئی۔ قلیل اور مہمند افغانوں کی جماعت کو اوسنے جمع کیا۔ اور اونکو ساتھ لیکر ملک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ بادشاہ اوسکی سوزش مٹانے کو عبادت سے بھی زیادہ فرض جانتا تھا۔ خواجہ اختیار و میر عبد الحی کو اُسنے غزنیں بھیجا کہ حاجی محمد کو اس پاس لائیں۔ بد اندیشی سے حق شناسی کی طرف ہدایت کریں بادشاہ پاس یہ خبر آئی کہ مرزا کامران نے حوالی جلال آباد میں چارباغ کے قریب ایک قلعہ کو محاصرہ کر رکھا ہے۔ بادشاہ نے حاجی محمد کے آنے کا بھی انتظار نہیں کیا بہت جلد جلال آباد کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا کامران اس خبر کو سنکر سراسیمہ ہوکر پھر پہاڑوں کے دروں میں چلا گیا اور وہاں سے بنگش و گردیز کی راہ پر چلا کہ شاید خود حاجی محمد پاس پہنچ جائے وہ اور مرزا کامران ایک تھے۔

اب حاجی محمد کی سرگذشت سنو کہ اوسنے بادشاہ کے آدمیوں سے باتیں بنائیں اور آنے کا جھوٹا وعدہ کیا اور اونکو رخصت کیا اور مرزا کامران کو خط لکھا کہ کب تک کوہ و دشت میں سرگرداں پھروگے جلد ان حدود میں آجاؤ کہ ہم تم اتفاق کرکے کوئی کام کریں۔

قضارا بیرام خاں غزنیں میں پہنچا وہ قندہار سے بادشاہ پاس جاتا تھا۔ حاجی محمد خاں کہ بیرام خاں کا ہمزاد تھا اوسکے استقبال کو گیا اور بظاہر بڑے تپاک سے پیش آیا۔ ضیافت کا بہانہ کرکے اوسکو قلعہ کے اندر بلایا کہ قلعہ بند اوسکو کرے۔ خان قلعہ کی طرف جاتا تھا کہ میر حبش نے جو حاجی محمد خاں کے ساتھ تھا۔ خان کو اشارہ کیا کہ جس سے وہ حاجی کے غدر و کید پر مطلع ہوا۔ اوسنے غدر کرکے قلعہ کے جانے کا ارادہ فسخ کیا۔ شہر کے باہر سرچشمہ پر اُترا اور حاجی محمد کو بلطائف الحیل مطمئن کرکے ہمراہ اپنے کابل لے گیا۔ بادشاہ کو اپنے اور حاجی محمد خاں کے آنے کی عرضداشت بھیجی۔ بادشاہ نے سنا تھا کہ مرزا کامران کابل

کی حدود میں آگیا ہے جو بہت جلد کابل کو روانہ ہوگیا تہا۔ کابل سے ایک منزل پر مرزا کامراں تہا کہ اوسنے سنا کہ بیرام خاں حاجی محمد خاں کو ساتھ لے آیا ہے اسلئے وہ سراسیمہ ہوکر لمغان کی طرف چلاگیا۔ ایک دن حاجی محمد نے چاہا کہ شہر کابل میں انہیں دروازہ سے داخل ہو۔ خواجہ جلال الدین محمود نے کہ کابل کی حکومت اوس کو مفوض تھی اوس کو قلعہ کے اندر آنیکی اجازت نہ دی۔ اور سخت باتیں کہلا بہجوائیں۔ اس سے حاجی کو وہم پیدا ہوا۔ شکار کا بہانہ بناکے قرابغ کو روانہ ہوا اور کتل منار سے گذرکر پاپچقار میں گیا۔ اور وہاں کوہ بلندری سے بہت جلد غزنین میں چلاگیا۔ بادشاہ اس عرصہ میں سیاہ سنگ میں آیا۔ اور بیرام خاں اسنے ملا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص لشکر سے شہر میں نہ جانے پائے۔ ہم مرزا کامراں کا تعاقب کرینگے تاکہ ایکبارگی خلق خدا کو ہر روز کی پریشانی سے نجات ہو لیکن حاجی محمد سے خاطر جمع نہ تھی اسلئے اولیاء دولت کی صلاح یہ تھی کہ اول سے خاطر جمع کرکے مرزا کے پیچھے پڑنا چاہئے۔ بیرام خاں کو حاجی خاں پر تعین کیا اور فرمایا جس طرح بنے مدارا کے طریقہ سے اوسکو یہاں لائے اور رشتے کا رسے پردہ نہ اوٹھنے پائے۔ بیرام خاں نے تدابیر شائستہ سے اوسکو اپنا رام کیا۔ اور بعد عہد و سوگند کے حاجی محمد خاں گلکار میں بیرام خاں سے ملا۔ بیرام خاں اسے بادشاہ پاس استعفائے جرائم کے لئے لایا۔ بادشاہ نے اوسکی خطا معاف کردی چار پانچ روز بعد لمغانات کی طرف جو مرزا کی گریزگاہ تھی بادشاہ نے کوچ کیا باوجودیکہ ابھی حاجی جی کی تقصیرات معاف ہوئیں تہیں مگر اوسنے وہی حرکتیں پہلی سی شروع کیں۔ اور بادشاہ کو آزردہ خاطر کیا۔ جب بادشاہ جلال آباد میں آیا تو مرزا کنور تور گل کی تنگیوں میں بہاگا۔ اور ادہر اودہر اپنے کونوں میں جا چہپے۔ بیرام خاں کو ایک جماعت کثیر کے ساتھ بادشاہ نے کامراں پر متعین کیا۔ کامراں کنور تور گل سے بہاگ کر نیلاب میں چلاگیا۔ بیرام خاں واپس آکر بادشاہ سے دکہ میں ملا۔

اسوقت مصلحت کل و فراغت عام و حصول امن پر نظر کرکے بادشاہ نے حاجی محمد اور اوسکے بہائی شاہ محمد کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ گرفتار ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونو خدمت فروشوں کے لئے دو طومار بنائے جائیں ایک میں اونکے جرائم اور گناہ لکھے جائیں اور دوسرے میں اعمال حسنہ

تاکہ حیران عدالت یہ دہ دونوں توڑے جائیں۔ غرض پہلا طومار تیار ہوا جنمیں ایک دو تہرے بڑے بڑے جرم ثبت تہے وہ مرزا کا تمام رہا۔ جب یہ محاسبہ لیا گیا تو عدالت کا مقتضا یہ ہوا کہ اسوقت اُن کے خبیث وجود سے دامن روزگار پاک کیا جائے۔ اونکے نفس بہیمی وحشی کو پنجرہ ہیولائی انسانی سے نکال کر اپنی جگہ پر پہنچایا اور غزنین بہادر خاں کو عنایت کیا اور باقی اوسکی جاگیر اور نوکروں کو عنایت ہوئی۔ اب بادشاہ نے مصمم ارادہ کیا کہ مفسدوں کے قصور معاف نہ کئے جائیں بلکہ اونکو سزا دی جائے۔

بادشاہ نے موسم سرما کو سیر وشکار میں بسر کیا۔ اوائل موسم بہار میں کہ عناصر کے اعتدال مزاج کا وقت ہوتا ہے بے اعتدال افغان کو ہمیشہ ان حدود میں سر اوٹھا کر فتنہ انگیزی اور فساد اندازی کرتے تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لائق پیشکشیں پیش کرکے اہل اطاعت کے زمرہ میں داخل ہوئے۔ مرزا کی فتنہ وآشوب کی گرد بیٹھ گئی۔ بادشاہ بادیج کی راہ سے آب باران میں آیا اور وہاں سے کابل میں بہات قندہار کے انتظام کے لئے بیرام خاں کو رخصت کیا۔ خواجہ غازی کو والی عراق کی رسالت کے لئے تحف وہدایا دیکر اوسکے ساتھ کیا۔ ولایت غزنین۔ گردیز۔ بنگش وتومان لہوگر مرزا ہندال کو مرحمت کئے۔ قندوز جو مرزا کے پاس تہا وہ میر برکہ ومرزا حسن کو دیا۔ مرزا ہندال غزنین کو اور میر برکہ قندوز کو رخصت ہوئے۔ جوئے شاہی اور اوسکی حدود خضر خواجہ خاں کو مرحمت ہوئیں اس سے پہلے کہ میر برکہ قندوز میں پہنچے مرزا ابراہیم نے قندوز کو محمد طاہر خاں سے فسوں افسانہ بناکے لے لیا تہا۔ اسلئے میر برکہ کابل واپس چلا آیا۔ بادشاہ نے بہی مرزا ابراہیم کو قندوز دیدیا۔ انہیں دنوں میں خواجہ عبدالسمیع کے وسیلہ سے بادشاہ کے پاس شاہ ابوالمعالی آیا۔ وہ سادات ترمذ سے اپنا انتساب بتاتا تہا۔ اوس کی حسن صورت کے سبب اوسپر نیک ذات ہونے کا شبہ کرتے تہے اور اوسکی بے باکی شجاعت پر محمول ہوتی تھی اسلئے وہ بادشاہ کے منظور نظر ہوا اور اعلیٰ درجہ پر پہنچا اوسکا آگے ذکر آئے گا کہ اوسنے کیا کیا بدمستیاں اور بدرنگیاں کیں۔

مرزا کامران نچلا نہیں بیٹھا۔ اس آوارگی اور سرگردانی میں بہی اوسنے اپنے پاس بہادر سپاہ جمع کرلی۔ بادشاہ کی خاطر آرمیدہ کو پہر اوسنے مضطر کیا۔ اوسکی خبر ملی کہ جوئے شاہی کی حدود میں

شورش اور فتنہ اوسنے برپا کیا ہے۔ بادشاہ نے غزنین سے مرزا ہندال کو بلایا اور نزدیک کے
جاگیرداروں کو حکم یورش کا دیا۔ تہوڑے دنوں میں مرزا ہندال آ گیا۔ بادشاہ نے اس فساد کے
مٹانے کے لئے کوچ کیا جب بادشاہ سرخاب میں پہنچا تو اوسنے حیدر محمد آختہ بیگی کو یکہائی خواص بیشہ
کے ساتھ سراول بنا کے بہیجا۔ وہ سیاہ آب پر جو سرخاب و گندمک کے درمیان واقع ہے آیا۔
مرزا کامراں نے اسپر شبخون مارا۔ حیدر محمد مرزا اوسسے بہادرانہ لڑا اور زخمی ہوا۔ اور اسکا بہت سا اسباب
لٹ گیا مگر وہ ایسا ثابت قدم رہا کہ مرزا ناکام واپس گیا۔ بادشاہ چریار میں کہ تومان نیک نہاد سے
ہے آیا اور احتیاطاً مورچے قسمت کئے اور خندق اور دیوار لسبت بنائی۔ آخر روز میں وافغان
خبر لائے کہ آج مرزا کامراں افغانوں کے گروہ انبوہ کے ساتھ شبخون مارنے کا قصد رکہتا ہے
۲۱۔ ذیقعد ۹۵۸ھ روز دوشنبہ تہا اور پہر رات گئی تھی کہ مرزا کامراں بہت سے افغانوں کو لیکر بادشاہ
کے لشکر پر چڑہا۔ بادشاہ اور اوسکے ساتھ شاہزادہ اکبر دونوں ایک بلندی پہ جا کر کہڑے رہے بادشاہ
کی سپاہ اپنے اپنے مورچوں میں قواعد حراست و مراسم شجاعت کو بجا لائی اور ثابت قدم رہکر خوب
اہتمام کیا اور آتش محاربہ و قتال نے اشتعال پایا۔ تاریکی شب کے سبب سے دوست دشمن نہیں پہچانے
جاتے تہے کہ چاند نکلا۔ کامراں کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ پریشان و پشیماں ہوا۔ اور بادشاہ
اسی خوشی میں بیٹھا تہا کہ خبر ناخوش مرزا ہندال کے مارے جانے کی اس پاس آئی وہ ساری خوشی
بھول گیا۔ یہ دنیا کی رسم ہے کہ اگر ایک زمانہ خوشی میں بسر ہوتا ہے تو دوسرا زمانہ اندوہ میں یہاں تک شادی
کو مجال مہلت ہے نہ اندوہ کو رخصت اقامت۔ شرح اس سانحہ کی یہ ہے کہ جب مرزا ہندال کو شبخون کی
خبر ہوئی تو اوسنے مورچوں کا اہتمام کر کے بستر راحت پر سر رکہا تہا کہ افغانوں کا غوغا مچا
مرزا کے مورچل میں افغانوں کی ایک جماعت کثیر داخل ہوئی۔ رات اندہیری تھی مرزا اون کے
دفع کرنے میں اہتمام کرتا تہا۔ اوسکے آدمی اپنے گہوڑوں کی خبرداری کے لئے دوڑے اس اثنا میں
مرزا خود افغانوں کے روبرو کہڑا ہوا۔ تیر و کمان سے نوبت گذر گئی اوس نے ایک کو پکڑ کے نیچے
پہینکا اوسکے بہائی جرندہ افغان نے کہ قبیلہ مہمند سے تہا ایک پیکان زہر میں بجہا ہوا مرزا کے
مار کر مسافر ملک عدم کا بنایا۔ بعض مرزا کامراں کے ہمراہی بیان کرتے ہیں کہ افغان مرزا ہندال کا خاص
شصت آویز (ترکش) مرزا کامراں کے روبرو لے گیا اوسکو معلوم نہ تہا کہ یہ کس کا ترکش ہے اوسنے

مرزا ہندال کا کشتہ ہونا

واقعہ کی تقریر کی۔ مرزا کی نظر جب اس شصت آویز پر پڑی تو اوسنے اپنے سر سے دستار زمین پر پٹکی
اور چلایا کہ ہے ہے مرزا ہندال شہید ہوا۔

القصہ تاریکی شب میں ناوابستگی میں ہندال کی روح نے پرواز کی اور قالب پڑا رہا۔ خواجہ ابراہیم نے
اسے پہچانا اور خرگاہ میں لے گیا اور حسن تدبیر کے ساتھ اس واقعہ کو اخفا کیا کہ اس شورش وغوغا
میں دشمن خوشوقت اور چیرہ دست نہ ہوں۔ کہہ دیا کہ مرزا نے محنت بہت کی ہے اس لئے ضعیف
ہوگیا ہے اور کسی قدر زخمی بھی ہوگیا ہے۔ کوئی شور و غوغا نہ کرے اور مرزا کی جانب سے
مبارکباد و فتح دینے لگا۔ بادشاہ نے مرزا کے تابوت کو چوکئے شاہی میں امانت رکھا اور کچھ
دنوں بعد کابل میں بابر کے مقبرہ میں اسے دفن کیا۔ شبخون ہی گردیکے مرنے کی تاریخ ہے [۹۵۸]
وہ ۹۲۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ کوکب برج شاہنشاہی بود تاریخ سال ولادت ہے [۹۲۰] پس ۳۲ برس
کی عمر تھی۔ بایزید جو منعم خاں کے ساتھ تھا لکھتا ہے کہ بادشاہ بلند زمین پر رو رہا تھا کہ
منعم خاں نے اوس سے پوچھا کہ حضور کیوں روتے ہیں بادشاہ نے کہا کیا تو نے نہیں سنا کہ مرزا ہندال
شہید ہوا۔ تو منعم خاں نے کہا کہ آپ اپنے نفع حاصل کرنے پر روتے ہیں مرزا ہندال مرا تو
حضور کا ایک دشمن کم ہوگیا۔ یہ سنکر بادشاہ نے رونا بند کر دیا۔ دوسرے روز بادشاہ بہسود میں آیا
اور مرزا ہندال کی تمام جاگیر اور کل خدم و حشم شاہزادہ اکبر کے سپرد ہوئے اور مرزا ہندال
کی بیٹی [illegible] اوسکی نسبت کردی۔

بادشاہ موضع بہسود میں مقیم ہوا اور ایک قلعہ مستحکم یہاں تعمیر کرایا۔ شاہزادہ اکبر کو کابل بھجوایا
یہاں خود ٹھیر کر مرزا کامران کی جستجو میں رہتا۔ پانچ چھ مہینہ یہاں قیام کیا۔ اور سارا جاڑا یہیں کاٹا
مرزا کامران قبایل افغانوں میں زندگی بسر کرتا۔ اکثر امرا کی یہ رائے ہوئی کہ اب مرزا کامران میں
قوت مقاومت اور قدرت منازعت نہیں رہی مناسب یہ ہے کہ بادشاہ کابل میں تشریف فرما ہو
مگر جو فرقہ امرا دوربین تھا اوسنے عرض کیا کہ ہوا میں اعتدال ہے اگر بادشاہ نے یہاں سے
سفر کیا تو افغانوں کے قبائل ملک کو تاخت و تاراج کرینگے مصلحت وقت یہی ہے کہ اس بد اندیش
گروہ کو کہ سرمایہ فتنہ وفساد ہے جب تک تنبیہ نہ کی جائے کابل کی طرف جانا نہیں چاہئے
مرزا کامران جو ان گروہوں میں چھپا ہوا پھرتا ہے اور لوگوں کے پریشان کرنے کا سامان

جمع کرتا ہے وہ جاتا رہیگا اور حاسدوں کا آشوب بالکل جاتا رہیگا۔ بادشاہ کو یہ رائے بہتر معلوم ہوئی اور کابل کی طرف مراجعت پر اونکو رجحان دیا کہ سوا ہو کر افغانستان پر لشکر کشی کی۔ بادشاہ اونکو تاکید کیے کہ جلد سے جلد آگے روانہ ہو جائے۔

قبائل جابجا پہاڑوں سے اکثر گر پڑا کرتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ مرزا کو کسی قبیلہ میں ہے یا نہیں۔ اس تردد میں تھا کہ ہاشم علی خان وہاں باجوڑی مرزا کامران کی طرف سے ملک محمد اوی ؟ کے پاس جاتے تھے وہ بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ آگئے۔ اون سے مرزا کا حال پوچھا کہ وہ کس قبیلہ میں ہے۔ ہاشم علی نے سامنے لوگوں کو بھگا دیا کہ اس قبیلہ میں مرزا کو چلا دیا جس میں وہ رہتا۔ بابا نے کہا کہ ہاشم علی نہیں جانتا کہ میں کیا کہتا ہوں۔ مرزا فلاں قبیلہ میں ہے میں وہاں تم کو لے جاتا ہوں۔ صبح کو بادشاہ کے لشکر کے پیش رو اس قبیلہ کے پاس پہنچے اور غارت و تاراج کرنے لگے۔ یہاں چودہ ہزار آدمی اس کو لڑنے کے لیے موجود تھے جن سے بادشاہ کی سپاہ نے بہت آدمیوں کو قتل کیا اور اونکے زن و فرزند کو قید کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قیدی باہم تھے کامران سوتا تھا اس میں چند بہادر گھس گئے۔ وہ آدمی اس خیمے میں تھے ایک گرفتار ہوا اور دوسرا فرار۔ صبح کو معلوم ہوا کہ بیگ ملوک جس سے کامران رابطہ نظری رکھتا تھا گرفتار ہوا اور کامران نکل گیا۔ چند افغان مثل یوسف کرزانی اور ملک ہیکلی اورکئی اور لڑنے کھڑے ہوئے۔ مگر شکست پا کر فرار ہوئے۔ بادشاہ کی سپاہ کو اونکے گوسفند اور مویشی بہت ہاتھ لگے افغان فوج میں مرزا کی قسمت کا آخری فیصلہ اس لڑائی نے کردیا اون کو ایسی ہزیمت ہوئی کہ پھر اونہوں نے کامران کی حمایت کا ارادہ نہ کیا۔ مرزا نے یہ ارادہ کیا کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں ہے ہندوستان میں چلنا چاہئے۔ جب بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ کامران ہندوستان کو روانہ ہوا تو باغ صفا میں بزم افروز مجلس جاہ و جلال ہوا۔ یہاں شگوفہ و گل کی بہار تھی۔ کابل سے اہل و عیال کو بلا کر عیش و نشاط میں بادشاہ مصروف ہوا۔ بعد ازاں کابل میں آیا۔

۹۵۹ھ کے آخر میں موسم زمستان میں بادشاہ بنگش کی طرف اسلئے روانہ ہوا کہ اس دیار کے سرکش افغانوں کو جنہوں نے کامران کی حمایت و اعانت کی تھی تنبیہ کرے۔ چونکہ بنگش بہ نسبت کابل کے بہت نیچے نیول میں واقع ہے تو یہاں سردی میں وہ شدت نہیں ہوتی جو کابل میں

ہوئی ہے یہاں وہ اپنے دشمنوں سے خوب لڑ سکتا۔ کابل کے حصہ بالا تمام برف ڈھکا ہوا تہا جب وہ خود دارالملک کابل سے چلا تو اوسنے حکم دیا کہ غزنیں سے ایک سپاہ لیکر شاہزادہ اکبر بنگش کو گرد یز کی راہ سے روانہ ہو تاکہ ہمراہ ہوکر دشمن سے لڑے۔ بادشاہ کی سپاہ نے افغانوں کے ملک کو ہر طرف تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور اموال اسباب سب چہین لیا۔ بہیڑوں مویشیوں کو آگے ہنکا دیا۔ خاص کر عبد الرحمانی اور فریدی افغانوں کے قبیلوں کا بالکل ستیاناس کر دیا۔ منعم خاں ایک تیسری فوج شاہی کو جلال آباد سے لیکر آتا تہا کہ فتح شاہ افغان جس پر چراغ کش فرقہ میں ہونے کا الزام لگایا گیا تہا اس سے دوچار ہوا۔ اس کا تمام مال اور اسباب بادشاہی لشکر کو ہاتھ آیا اور وہ زخمی ہوکر بہاگا۔ جوہر نے یہ لکہا ہے کہ ہمایوں بنگش میں تہا کہ اوسنے سنا ایک شخص شیخ مذہبی نے بنگش میں ایک جگہ اپنے لئے مقرر کی ہے اور وہاں لوگوں کو وہ گمراہ کرتا ہے اسلئے قراچہ خاں کو ایک جماعت کے ساتھ بہیجا کہ اوسکو سزا دے۔ اسنے جاکر اسکے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔

اس دار وگیر و تاخت و تاراج میں سلطان آدم گکہر کے وکلا اوسکی عرضداشت لائے جس کا مضمون یہ تہا کہ مرزا کامراں ان حدود میں پریشان و سرگردان آیا ہے۔ میں حضور کا دولت خواہ ہوں میں نہیں چاہتا کہ مرزا آوارگی میں اوقات بسر کرے اگر ان حدود میں حضور ورود افروز ہوں تو میں مرزا کو حضور کی خدمت میں اوسکے جرائم کے تدارک کے لئے حاضر کروں اور خود بہی لوازم بندگی بجا لاؤں۔

گکہروں کے بہت طوائف ہیں اور آب بہت و سندھ کے درمیان توطن رکہتے ہیں سلطان زین الدین کشمیری کے عہد میں ملک کد نام جو امرائے غزنیں میں سے تہا اور حاکم کابل سے نسبت رکہتا تہا یہاں آیا اور بزور اس مقام کو کشمیریوں کے تصرف سے نکال لیا۔ اس کے بعد جانشین اوسکا بیٹا ملک کلاں ہوا۔ اور ملک کلاں کے بعد اسکا بیٹا بہرا اپنے الوس کا سردار ہوا اور اوس کے بعد تاتار اپنے قبیلہ کا ناظم ہوا۔ جسکی شیر شاہ اور سلیم شاہ سے منازعت ہوئی۔ وہ اپنے تئیں خاندان تیمور کے منتسبوں میں سے جانتا تہا۔ جب بابر ہندوستان کی تسخیر کے لئے آیا ہے تو وہ اسکی ملازمت کے لئے حاضر ہوا تہا اور خدمات شائستہ بجا لایا تہا۔ اور خصوصاً رانا سنگا کی لڑائی میں

اوسنے بڑی جانفشانی کی تھی۔ اوسکے دو بیٹے سلطان سارنگ اور سلطان آدم تھے بعد سارنگ کے سلطان آدم اوسکا جانشین ہوا اور سارنگ کے دو بیٹے کمال خاں اور سعید خاں گکھڑ تھے جو سلطان آدم کی متابعت نفاق کے ساتھ کرتے تھے۔ انہیں دنوں میں مرزا کامراں کا خدمتگار جوگی خاں مرزا کی عرضداشت بادشاہ کی خدمت میں لایا جس میں بڑی چرب زبانی سے بے اصل باتیں لکھی تھیں۔ ہمایوں نے خوب تجربہ کر لیا تھا کہ جب تک مرزا کامراں آزاد رہیگا اسے چین اور آرام سے نہیں بیٹھنے دیگا اور نہ اوسکی کسی تدبیر کو چلنے دیگا اسلئے اُسنے بے تامل سندھ کی طرف کوچ کیا اور دہن کوٹ (دین کوٹ) میں آپہنچا۔

مرزا کامراں کا سلیم شاہ پاس آنا

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ہمایوں سے کامراں سحر کے وقت شکست پاکر بھاگا۔ اور جب اوسکو افغانوں کی کمک سے مایوسی ہوئی تو ہندوستان کی طرف اس امید میں چلا کہ سلیم شاہ بادشاہ دہلی سے مدد لے یہ اوسکی بدعقلی تھی کہ وہ اپنے خاندان کے دشمن جانی پاس آیا اور یہ سمجھا کہ وہ اوسکو ایسی مدد دیگا کہ جس سے وہ ہمایوں سے لڑنے کے قابل ہو جائیگا۔ اپنے چند آدمیوں کو ہمراہ لیکر ہندوستان کی راہ لی اور نواحی خیبر سے بداغ خاں کو سلیم شاہ پاس بھیجا وہ اس وقت پنجاب کے ایک قصبہ بن میں تھا۔ مرزا کا فرستادہ یہاں سلیم شاہ کی خدمت میں آیا۔ سلیم شاہ نے اپنا فائدہ سمجھکر مرزا کو بلایا۔ جب وہ بن سے چار کوس آیا تو اوسکے استقبال کے لئے امرا کو بھیجا۔ کامراں اس استقبال کو اپنے لایق نہ سمجھا اور جب وہ اپنے خیمہ میں آیا تو بادشاہ اسے ملنے نہ آیا۔ یہ بدنصیب مرزا سمجھا کہ میں بادشاہ نہیں رہا اور وہ ذلتیں اوسنے برداشت کیں کہ جنسے اوسکو نہایت رنج ہوا وہ بداغ خاں کو جس نے ہندوستان میں آنے کی زیادہ ترغیب دی تھی سرزنش کرتا تھا۔

جب مہمات پنجاب سے سلیم شاہ کی خاطر جمع ہوئی تو وہ دہلی کو روانہ ہوا اور مرزا کامراں کو ساتھ لیا۔ مرزا کو وہ اپنی نگاہ میں رکھتا تھا اور ہمیشہ اوسکو رخصت کرنے کو کہتا تھا۔ جھوٹ موٹ کے وعدے اوس سے کیا کرتا تھا۔ مرزا کے ہمراہ لینے میں اوسکا قصد یہ تھا کہ ہندوستان کے کسی مضبوط قلعہ میں اسے مقید کردوں مرزا کمک سے مایوس اور رخصت سے ناامید ہوا اور اصل حال اوسکو معلوم ہوا تو اوسنے بھاگنے کا قصد کیا۔ اپنے معتمد جوگی خاں کو راجہ بکھو پاس روانہ کیا وہ ماچھیواڑہ سے

بارہ کوس پر تھا اور اُس سے استخلاص و استعانت چاہی۔ راجہ اس فرستادہ کے ساتھ شائستگی سے پیش آیا اور مرزا کو پناہ دینے کا وعدہ کیا جس دن سلیم شاہ نے آب باچھواڑہ سے عبور کیا۔ تو مرزا نے یوسف آفتابچی کو اپنی جگہہ اپنی خوابگاہ میں لٹایا۔ اور بابا سعید کو کہا کہ دیر تک وہ باواز بلند پڑھتا رہے تاکہ لوگ جانیں کہ مرزا ابھی سوتا ہے اور آپ تغیر لباس کرکے اور ایک برقعہ پہن کر سرا پردہ کے ایک طرف سے نکلکر دامن میں جو مقرر ہوا تھا چلا گیا۔ راجہ اوس کے ساتھ اچھی طرح پیش آیا۔ مگر جب اوس نے خبر سُنی کہ مرزا کے تفحص میں لشکر آتا ہے تو اوس نے راجہ کھلور پاس بھیجدیا۔ مگر اُسنے بھی دشمنوں کے ہراس سے مرزا کے ساتھہ بدرقہ دیکر جمّو روانہ کیا۔ راجہ جمّو نے زمینداراں نہ دوراندیشی سے مرزا کو اپنے ملک میں نہ آنے دیا۔ مرزا سراسیمہ و سرگردان ولایت مانکوٹ کی طرف گیا۔ یہاں قریب تھا کہ گرفتار ہوجائے مگر پھر تغیر وضع کرکے عورتوں کے لباس میں ایک افغان اسب جلاب کے ہمراہ کابل کی طرف وہ روانہ ہوا۔ اور سلطان آدم گکھر سے ملا کہ شاید یہ جماعت اس سے متفق ہوجائے تو پھر اپنے کام کے بنانے میں کوشش کرے مگر سلطان آدم ہمایوں کا دولت خواہ تھا۔ اوس نے مرزا کو [illegible] الحیل اپنے پاس سے جانے نہ دیا اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی مرزا بھی گکھروں کی طرف سے ناامید ہوا تو ایک عرضداشت بادشاہ کو لکھی جس کا اوپر ذکر ہوا۔ ہرچند مرزا نے گکھروں کو اپنے ساتھ متفق ہونے کے لئے اکسایا مگر وہ پسیجے ہی نہیں۔ اب کامران کے لئے کوئی مفر نہ تھا کہ جہاں جائے اور اس قوم کی حراست سے اور اپنی واماندگی سے فرار ہونا بھی دشوار تھا۔ ناچار گکھروں کے ساتھ اوقات بسر کرتا تھا جب سلطان آدم کے ایلچی نے ہمایوں کی خدمت میں آن کر عرض حال کیا تو اوس نے ہندوستان میں گکھروں کی ولایت پر یورش کا ارادہ مصمم کیا اور کابل کی حراست و حکومت کے لئے مرزا جلال الدین کو بھیجا اور خود کوچ کیا اور شاہزادہ اکبر کو بھی ہمراہ رکاب رکھا۔ اب اوس نے ارادہ مصمم کرلیا تھا کہ مرزا کامران کے کار کو انجام کو پہنچاوے ا: رعالم کو شور و شر سے بچائے۔ جب بادشاہ حدود سندھ میں پہنچا تو اوس نے قاضی چاند اور قاضی ارادہ کو سلطان آدم پاس بھیجا کہ اوس کے پاس لائے اور مرزا کو بھی نصایح و مواعظ ہوشمندانہ کرے جو اوس کے دل سے خلاف و نفاق کو دور کریں۔ بادشاہ نے آب سندھ سے عبور کیا مگر سلطان آدم زمیندارانہ اندیشوں کے سبب سے نہیں آیا۔ پھر بادشاہ نے منعم خاں کو اُس پاس

مرزا کامران کی گرفتاری۔

بھیجا کہ دل آویز باتوں سے دلاسا دیکر اوسکو ملازمت کے لئے لائے اور مرزا سے بھی ایسی باتیں کرے کہ وہ سعادت کی طرف راہبر ہوں اور اس کے احوال سے تفرس کرکے اونکے ضمائر کی باتوں سے آگاہ ہوکر بادشاہ کو مطلع کرے منعم خاں نے کارنامہ دانش کا اظہار کیا کہ افسون و افسانہ سے سلطان آدم و مرزا کو ہمراہ لیکر نواحی پرہالہ میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اِس رات انجمن آراۓ عشرت ہوا۔

باوجود ان جرائم کے کہ ہر ایک ان میں سے عقوبت عظمیٰ کا مستوجب تھا مرزا پر بادشاہ نے بہت التفات کیا۔ کل امرا دولتخواہ اور دانشوران خیر اندیش نے بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ رافت و عاطفت بادشاہی اور فطرت عالی اور عطوفت والا کا تقاضا یہی ہے کہ بڑے بڑے گناہوں کو معاف کردے مگر عاقبت اندیشی و حزم کا اقتضا یہ ہے کہ ستیزہ کار مردم آزار کو سزاۓ اعمال دے تاکہ اوسکی شرارت سے خلق کی سلامتی پر آفت نہ آئے۔ دور اندیشی و دوربینی یہ ہے کہ ایک آدمی کی ظاہری آسایش کو آسایش خلایق پر ترجیح نہ دیجائے۔ شکستہ دلوں کی خاطر کی آسودگی کے لئے اور سینہ ریشوں کے زخم بھرنے کے لئے کسی فاسد ظالم کو دنیا سے محو کرنے سے عدالت میں کچھ خلل نہیں پڑتا خصوصاً جب اوس کے ضمن میں ہزاروں کاموں کی صلاح ہو غرض اس صورت باطل کا مٹانا رضاۓ ایزدی کے مطابق اور نظام کل کے موافق ہوگا۔ اوس نے اسقدر کفران نعمت اور طغیان فتنہ نہیں کیا ہے کہ بہبود کی امید میں پھر وہ بحال کیا جائے اور اوس کا کردہ ناکردہ خیال کیا جائے۔ کار اندازہ سے نکل گیا ہے اور طاقت طاق ہوئی ہے۔ ضرور اوس کو ملک عدم کا مسافر بنائیں۔ تاکہ خلق خدا ہزار طرح کی بلا سے نجات پائے۔ اور اوس کا بھی نامہ اعمال سیاہ زیادہ نہ ہو ایک مدت مدید گذر گئی ہے کہ اس شریر نفس فتنہ سرشت کے آشوب سے اموال خلایق غارت ہوتا ہے اور عرض و ناموس خلق کی برباد ہوتی ہے اور جانیں تلف ہوتی ہیں۔ مناسب وقت یہی ہے کہ ایسے موذی کے ہاتھ سے خلایق کو نجات دیں۔ بادشاہ کی نظر حکمت و مصلحت مسبب الاسباب پر تھی وہ اِس کام پر اقدام نہیں کرتا تھا وہ جانتا تھا کہ ایسے بشر کو جو خدا نے باقی رکھا ہے وہ کسی غرض اور مصلحت پر مبنی ہوگی۔ اور سوا اِسکے ہمایوں کو اپنے باپ کی نصایح کا بڑا پاس و لحاظ تھا اسلئے وہ کامران کا مارنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر امرا نے عرض کیا کہ اس سفاک بیباک کے سبب سے طرح طرح کی خونریزی

اور فتنہ انگیزی ہوتی ہے اور اِس باب میں استفتا کرکے مفتیوں کی مہروں سے فتویٰ لیجا کر اور اکابر دین و دولت و اعاظم ملک و ملت سے محضر مرتب کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے اوسکو مرزا کامران پاس بھیجا جب مرزا نے اپنا نامہ اعمال اور محضر مکافات افعال مطالعہ کیا تو یہ کہلا بھیجا کہ جن لوگوں نے آج میرے قتل پر مُہریں کیں ہیں اونہوں ہی نے یہ دن مجھے دکھایا ہے بادشاہ کو یہ منظور نہ تھا کہ اس ہجوم عام سے کامران کی خونریزی کا حکم جاری کرے۔ ایک مدت وہ تامل و فکر میں رہا عاقبۃ الامر جمہور انام کی مصلحت سے یہ حکم خاص ہوا کہ اوسکو اندھا کردیں کہ وہ سلطنت کے کام کا نہ رہے۔

مرزا کامران کے اندھے ہونے کا بیان

جب بادشاہ نے مرزا کامران کے آدمی جدا کردیئے اور اون کی بجائے اپنے پانچ آدمی بھیجے جن میں جوہر بھی تھا اوس نے جو مرزا کامران کے اندھے ہونے کا بیان اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہم نقل کرتے ہیں۔ بادشاہ نے جوہر کو حکم دیا کہ وہ خرگاہ کے اندر کی خدمات بجالاوے اور خواب کو اپنے اوپر حرام سمجھے عصر کی نماز کے بعد جوہر کامران کے خیمہ میں آیا مرزا نے جانماز طلب کی جوہر نے اوسکو وہ دی اوس نے عصر کی نماز پڑھی۔ مغرب کی نماز کامران نے خیمہ کے اندر پڑھی اوس نے جوہر سے پوچھا کہ اے غلام تیرا کیا نام ہے اوس نے عرض کیا کہ جوہر۔ پھر اوس نے پوچھا کہ خدمت کرنی جانتا ہے اوس نے کہا کہ اپنی قدر کے موافق خادمی جانتا ہوں۔ پھر اوس نے پوچھا کہ کتنے برسوں سے بادشاہ کا نوکر ہے جوہر نے کہا کہ اُنیس سال سے۔ تو مرزا نے کہا کہ بڑا قدیمی نوکر ہے۔ کبھی مرزا عسکری کی نوکری تو نہیں کی جوہر نے کہا کہ نہیں۔ مرزا نے کہا کہ رمضان کے میرے چھ روزے قضا ہوئے ہیں تو میرے عوض میں روزہ رکھے گا جوہر نے کہا کہ ہاں میں رکھوں گا۔ لیکن مرزا کو خود ان قضا کے روزوں کو رکھنے کا زمانہ ملے گا ایسی بیدلی کی باتوں کو دل میں راہ نہ دو دل کو مضبوط مردانہ رکھو مرزا نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ مجھے مارینگے۔ جوہر نے جواب دیا کہ بادشاہوں کی باتیں تو بادشاہ ہی جانتے ہیں مگر میں اپنی عقل سے یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص اپنے بازو کو اپنے ہاتھ سے نہیں توڑتا سوا اِس کے بادشاہ ہمایوں بڑا با مروت ہے۔ اِس طرح رات بسر ہوئی۔

دوسرے دن صبحکو بادشاہ یہ حکم دیکر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا کہ مرزا کامران کی آنکھ میں نشتر لگایا جائے جب بادشاہ کے نوکروں کے پاس یہ حکم پہنچا تو ان میں جھگڑا ہوا کہ کون نشتر

لگاتے ہر ایک کو اِس کام کے کرنے سے انکار تھا۔ سلطان علی بخشی نے علی دوست ایشک آقا سے
کہا کہ تو نشتر لگا۔ علی دوست نے جواب دیا کہ جب تو ایک شہزادی کسی کو دیتا ہے تو بادشاہ سے
پوچھ کر دیتا ہے میں تیرے کہنے سے یہ کام کیونکر کردوں اگر بادشاہ پوچھے کہ تو نے میرے بھائی کو
اندھا کیوں کیا تو میں کیا اُس وقت یہ جواب دونگا کہ سلطان علی نے مجھسے کہا تھا۔ یہ کام مجھسے نہیں ہوگا
آپس میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جوہر نے کہا کہ بادشاہ سے جا کر میں پوچھ آتا ہوں۔ غرض جوہر اور علی دوست
سلطان بایبگی اور غلام علی ششن انگشت داروغہ فراشخانہ گھوڑے دوڑا کر بادشاہ پاس گئے علی دوست
نے ترکی میں کہا کہ کوئی آدمی نشتر لگانا قبول نہیں کرتا۔ بادشاہ نے ترکی زبان میں اِس کا جواب گالی
دیکر دیا کہ اگر کوئی اور یہ کام نہیں کرتا تو تجھکو کیا ہوا کہ تو نہیں کرتا۔ بعد حکم کے علی دوست نے آنکر مرزا
سے کہا کہ اگر میں یہ بات اپنی طرف سے کہوں تو خدا تعالیٰ میری زبان میری گُدّی سے نکال لے
مگر بادشاہ کے حکم سے چارہ نہیں بادشاہ کا حکم ہوا ہے کہ آپ کی آنکھوں میں نشتر لگایا جائے۔ مرزا
نے کہا کہ مجھے مار ہی کیوں نہیں ڈالتے۔ علی دوست نے جواب دیا کہ بادشاہ کے حکم کے بغیر کون آپکو
مار سکتا ہے یہ کہہ کر اوس نے اپنا کام شروع کیا۔ ہاتھ میں اوسکے رومال تھا اُس کی گیند بنائی فراش
نے مرزا کے منہ میں دے دی اور پھر مرزا کے ہاتھ پکڑ کے خیمے سے باہر لائے اور اوس کو زمین پر لٹایا
اور اوس کی آنکھوں میں پچاس سے کم و بیش نشتر لگائے مگر اِس جوانمرد نے اُف نہ کی ایک شخص جو
اوس کے زانو پر بیٹھا تھا یہ کہا کہ تو میرے زانو پر کیوں بیٹھا ہے کیا تو مجھے جب تک نہیں چھوڑیگا کہ
اپنا کام نہیں کرلیگا۔ اِس بات کے سوا اُس نے دم نہ مارا مردانہ وار استقلال کے ساتھ رہا مگر جب
آنکھوں میں لیمو کاٹ کر نمک چھڑکا گیا۔ پھر صبر نہ کر سکا۔ اور بے اختیار چلّا اٹھا کہ یا الٰہی یا الٰہی اس
دنیا میں جو برے کام کئے تھے اون کا مزہ خوب چکھ لیا عقبیٰ میں مجھ پر رحم کر۔ پھر مرزا کو گھوڑے پر سوار
کرکے فوج کے پیچھے روانہ کیا۔ سلطان فیروز شاہ نے ایک جگہ درخت لگائے تھے وہاں اوّل
مرزا کو اتارا۔ مگر ہوا گرم بہت تھی پھر اوسکو سوار کرکے لشکر میں لائے اور مرزا قاسم کوکہ کے خیمہ
میں اتارا جوہر نے جب مرزا کو بہت بے طاقت اور بے چین دیکھا تو وہ مرزا پاس نہ ٹھیر سکا اپنے
اپنے ٹھکانے پر آیا یہاں سر جھکائے فکر میں بیٹھا تھا کہ بادشاہ کی نظر اوس پر پڑی اوس سے یہ ماجرا
حال پوچھا۔ پھر بادشاہ چلنے [illegible] سے پانی منگایا [illegible] بادشاہ

سنے مرزا کامران کی آنکھوں میں نشتر لگانے کے لئے علی دوست باربیگی اور سید محمد پکنہ کو غلام
ششل انگشت کو مقرر کیا یہ سب مرزا پاس آئے۔ مرزا سنے جانا کہ وہ مجھے مارنے آئے تو وہ گھونسے
مارنے کے لیے اوٹھا۔ علی دوست سنے کہا کہ مرزا صبر کرو قتل کا حکم نہیں ہوا ہے۔ اضطراب کیوں ہے
جب تمنے سید علی اور ایک بیگناہ جماعت کو نابینا کیا تھا۔ اوسکی مکافات اپنی آنکھوں میں دیکھو گے
جب مرزا سنے یہ بات سنی تو بادشاہ کے حکم کو بچشم قبول کیا اور دراز لیٹ گیا۔ نشتر لگاتے سگئے دونوں
آنکھیں بینائی سے معزول ہوئیں۔ اوس کی آنکھوں میں نشتر بیشتر لگائے سگئے۔ مرزا سنے جاں بخشی کی
شکرانہ میں دم نہ مارا اس سے بادشاہ کو بھی بڑی رقت ہوئی اور بہت سی باتیں مہرافزا فرمائیں یہ
قضیہ آواخر سنہ ۹۶۰ھ میں وقوع میں آیا۔ تاریخ اس قضیہ کی نیشتر ہے مرزا سنے اسی روز منعم خاں پاس
آدمی بھیجا کہ وہ بادشاہ سے عرض کرکے کسی نہ کسی طرح سے بیگ ملوک کو میری خدمت کے لئے
بھیجدے بادشاہ سنے مرزا کی درخواست کو منظور کرکے بیگ ملوک کو اوس پاس بھیجدیا۔ مرزا کو اوسکے
حال پر کمال توجہ تھی جب وہ آیا تو اپنی اندھی آنکھوں پر اوس کے ہاتھ رکھکر یہ بیت پڑھی ؎

ہر چند کہ چشم برخت پردہ کشیدہ است ۔۔۔ بیناست بچشمے کہ کسے روئے تو دیدہ است

کامران کی ہوا و ہوس سلطنت اور بلند نظری سنے اوس کی آنکھوں کو کور کیا کسی ملکی کام کے لایق
نہ رکھا اپنے خاندان کو بہت نقصان پہنچایا کہ بھائی کو ہندوستان کی بادشاہی سے نکلوایا اور ایران
کے بادشاہ کا ممنون منت بنوایا۔ دشمنوں کو یہ فائدہ پہنچایا کہ ہندوستان میں افغانوں کا بول بالا
ہوا اور سور خاندان بادشاہ ہوا۔ اب اوس کی باقی زندگی کے یہ چند واقعات لکھے جاتے ہیں ہمایوں
سنے جب ہندوستان سے کابل کو مراجعت کی ہے تو کامراں دریاے سندھ کے کنارہ تک اوسکے
ہمراہ رہا۔ یہاں آن کر منعم خاں کو کہلا بھجوایا کہ تم جانتے ہو کہ کابل میں میں کس شان و شکوہ کے ساتھ
رہا ہوں۔ اب میں کن آنکھوں کو لیکر وہاں جاؤں اور اپنے منہ کو دکھاؤں مجھے مکہ معظمہ جانے کی
اجازت دلا دو بغیر اس کے کہ میں اپنی پرانی دار السلطنت میں جاؤں۔ اگر یہ میری درخواست منظور
نہو گی تو میں اپنے تئیں مار ڈالوں گا۔ میرا خون بھائی کی گردن پر ہوگا۔ بادشاہ سنے دن بھر اس
درخواست کو نامنظور کیا اور فرمایا کہ میں سنے جس کو اندھا بنایا اوس کو کیسے آزاد کر سکتا ہوں۔ مگر آخر کار
اس سنے منعم خاں اور امیروں کی سفارش سے مرزا کی درخواست کو قبول کیا اور ایک شرط سے

حالات مرزا کامران کے

ات بہی اوس نے قبول کی کہ وہ میرے سامنے روسے دہوئے نہیں۔ ابوالفضل نے فقط یہ لکہا
ے کہ مرزا کامراں نے سفر حجاز کی التماس کی۔ اِسوقت بادشاہ کو مرزا کی خوشنودی خاطر منظور رہتی
ں نے اوس کو حج کے لئے رخصت کیا اور جس شب کو رخصت کیا اپنے مخصوصوں کی جماعت
ساتہہ اوس سے ملاقات کو گیا۔ جو بزرگوں کی بزرگی کو زیب دیتی تہی۔ مرزا نے اوّل مراسم تعظیم ادا کیں
ریہ بیت پڑہی ؎

کلاہ گوشہ درویش بر فلک ساید   کہ سایہ ہچو تو شاہے فگند بر سر او

ریہ بیت پڑہی ؎

بر جانم از تو ہرچہ رسد جائے منت است   گر ناوک خطاست وگر خنجر ستم

چہ یہ بیت ثانی شکر کا پہلو بہی رکہتی تہی لیکن سخن شناس جانتا ہے کہ وہ شکایت سے لبریز تہی
بادشاہ نے اوس پر ذرا خیال نہیں کیا اور بہت رقت اوس کو آئی اور زبان سے کہا کہ خدا آگاہ
کہ یہ کام میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا میں نہایت شرمندہ ہوں کاش مجہہ سے پہلے تم میرا حال
بتے۔ مرزا نے نیازمندی اور شرمندگی کے ساتہہ کہا کہ یہاں کون کون آدمی ہیں۔ جو آدمی بیٹہے
ے اون کے نام سنائے گئے تو اوس نے کہا کہ اے یارو تم سب گواہ رہو کہ اگر میں اپنے تئیں بگناہ
نا تو اِسوقت کہ حضور تشریف رکہتے ہیں میں اسکو بیان کرتا میں یقین کرتا ہوں کہ میں ہلاک ہونیکا
قاق رکہتا تہا۔ بادشاہ نے میری جان بخشی کرکے سفر حجاز کی اجازت دی۔ اِس احسان کا ہزار
شکر میں بجالاتا ہوں کہ میری بدی اور بدعہدی کی اوس سے مکافات نہیں کی۔ بعدازاں اُسنے
اپنے فرزندوں کی سفارش کی بادشاہ نے کشادہ روئی اور خوشخوئی سے فرمایا کہ وہ میرے بچے
ں۔ مرزا کو رخصت کیا۔ یہ تو پہلے قرار پاگیا تہا کہ حضور کے روبرو مرزا رقت نہ کرے۔ اِس لئے
ب تک بادشاہ بیٹہا رہا۔ وہ اپنے تئیں ضبط کئے رہا مگر جبکہ بادشاہ دولت خانہ گیا تو وہ ہاے ہو
کے خوب رویا۔ دوسرے دن حکم ہوا کہ مرزا کے نوکر جو ساتہہ جانا چاہیں اوس کے جانے کی
فت نہیں ہے وہ اُس تنہائی میں اوس کی ہمراہی کریں۔ مگر جو پہلے اوس کی دوستی کا دم
تے تہے وہ ناآشنا ہوگئے چلمہ کوکہ کہڑا تہا اوس سے بادشاہ نے پوچہا کہ ہمراہ جائیگا یا میرے
رہیگا۔ اوس نے عرض کیا کہ میں اپنے حال کو اِس لایق دیکہتا ہوں کہ اِس بینوائی کی راہ میں

مرزا کے ساتھ رہوں۔ بادشاہ سنے اوس کی وفاداری کو پسند کیا۔ آیندہ ذکر آئیگا کہ وہ بڑا امیر کبیر ہوا۔ اوسکو بادشاہ سنے رخصت دی اور مرزا کے اخراجات کے واسطے جو نقد و جنس مقرر ہوا تھا وہ اوس کے حوالہ کیا۔ بیگ ملوک باوجودیکہ مرزا کے ساتھ ایک نسبت رکھتا تھا اوس سنے یہ حرکت ناپسندیدہ کی کہ چند منزل ساتھ جاکر اولٹا چلا آیا جس سے اوس کی قبول صورت مردود نظر ہوگئی مرزا دریاے سندہ کی راہ ٹھٹہ میں آیا۔ یہاں اوس کے خسر شاہ حسین سنے ایک محل سکونت کے واسطے مقرر کیا اور ایک جاگیر اوس کے گذارہ کے لئے مقرر کی وامادکو حج کے جانے سے منع کیا اوس کی بیوی چوچک بیگم ارغون سنے اوسکے ساتھ جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ ہرچند سب سنے اوسکو سمجھایا کہ کیوں خاوند کے ساتھ جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ ہرچند سب سنے اوس کو سمجھایا کہ کیوں خاوند کے ساتھ جاتی ہے مگر وہ بغیر باپ کی اجازت کے خاوند کے ساتھ جہاز پر سوار ہوگئی باپ نے آدمی بھیجے کہ اوس کو واپس لائیں مگر اوس سنے آنے سے انکار کیا تو باپ خود اوس کو لینے گیا مگر اوس وفادار بیگم سنے باپ سے کہا کہ تم سنے مجھے خاوند کو اوس وقت حوالہ کیا تھا کہ وہ بادشاہ اور خوش حال تھا اور اب مجھکو اس حالت میں جدا کرتے ہو کہ خستہ حال اندھا اور بارمیں گرفتار ہے۔ باپ سنے بیٹی کی اس وفاداری کی تعریف کی اور اس کو مرزا کے ساتھ جانے دیا اور اس کے لئے اسباب آسایش اور آرام جہاز پر بھیجدیا وہ مرزا کے ساتھ اس کی موت تک ہمراہ رہی۔ مرزا سنے تین حج کئے اور ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۹۶۴ھ عدم کو محمل باندہا۔

گکہروں کے ملک میں بادشاہ کے معاملات کا بیان کرتے ہیں گو اوسکے بیان کرنیمیں مورخوں کے اندر اختلاف ہے مگر ہمکو جو بیان ان میں زیادہ تر مستند معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں جب مرزا کامران اندھا ہو چکا تو بادشاہ سنے پیرایہ کی طرف جو جاتو یہ قوم کا سردار تھا رخ کیا اُس پاس بہرہ میں ایک بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ یہ قلعہ سخت مقابلہ کے بعد اوس سنے حوالہ کیا۔ سلطان آدم سنے بادشاہ سے درخواست کی کہ گکہروں کا ملک اُسکو دیدیا جاتے۔ بادشاہ سنے اوس کی یہ درخواست قبول کی۔ جب ان حدود کی طرف سے بادشاہ کی خاطر جمع ہوئی تو کشمیر پر یورش کا ارادہ ہوا مگر اس یورش میں مصلحت وقت امرا نہیں دیکھتے تھے کشمیر کو چاہ زندان سے تشبیہ دیکر اوسکی مذمت کرتے تھے کہ شاید شاہ کی خاطر اس یورش سے پھر جاتے۔ ہم سنے سلیم شاہ کی سلطنت کے بیان میں

لکہا ہے کہ جب ہمایوں کے آنے کی یہاں خبر ہوئی تو سلیم شاہ بہت سا لشکر لیکر پنجاب کی طرف متوجہ ہوا تہا۔ ہمایوں پاس سامان جنگ جیسا کہ شایستہ بایستہ جمع نہیں ہوا تہا تو سلطان آدم اور امرا شاہی نے عرض کی کہ اگر ہم آگے بڑہے اور دلی کے افغانوں کا لشکر قریب آگیا تو اوسکو چہوڑکر کشمیر میں جانا کیا مناسب ہوگا۔ اگر افغانوں نے دروں کو روک لیا تو کیا انجام ہوگا اسلئے بادشاہ کو لایق ہے کہ اس یورش کے خیال کو چہوڑے۔ سارے اہل نفاق کا فیصلہ ہو گیا تہا کہ دار الملک کابل میں چلیں اور وہاں سے اصل جنگ کا تہیہ کرکے آئیں کہ افغانوں کا کام بآسانی تمام کریں مگر بادشاہ نے ان باتوں پر ذرا کان نہ لگایا اور اپنے ارادہ یورش سے باز نہ آیا۔ شاہزادہ اکبر کو اعیان دولت کی ایک جماعت کے ساتہہ دار الملک کابل کو روانہ کیا اور خود کشمیر کی طرف عنان عزیمت موڑی۔ امرا سوداگر طبع تہے سوا اپنی منفعت کے اور کسی چیز پر نظر نہیں کرتے تہے گہر چہوڑے ہوئے مدت ہو چکی تہی اونکی بد اطواری سے اونکے ملازموں اور سپاہیوں نے اون کو چہوڑ دیا اور کابل کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب بادشاہ کی خدمت میں سوا امرا کے کوئی اور شخص نہ رہا۔ اس بری حرکت سے کہ اخلاص و وفا سے بہت دور تہی بادشاہ کی خاطر مشوش ہوئی۔ اپنے معتمدوں و معتبروں کو حکم ہوا کہ ان آدمیوں کو باہتمام تمام کرکے واپس لائیں اور اگر اونکے قتل کرنے کی ضرورت ہو تو بے میرے حکم کے قتل کریں۔ ابو المعالی نے سوار ہو کر ایک مرغ کو تیر سے مارا اگر اس سے کیا ہوتا۔ اس حالت میں قرآن شریف میں فال دیکہی گئی تو قصۂ یوسف صدیق نکلا۔ اس کی تعبیر پوچہی گئی تو خواجہ حسین مروی نے عرض کیا کہ کشمیر کے باب میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ چاہ و زندان کا حکم رکہتا ہے تو اس فال سے اوس کی تصدیق ہوئی۔ قصۂ یوسف ان دونوں باتوں کا مخبر صادق ہے۔

بادشاہ نے ہمراہیوں کی بے اتفاقی سے فسخ عزیمت کرکے کابل کی طرف توجہ کی جب بکرام میں جو اب پشاور مشہور ہے بادشاہ آیا اور اوس نے دیکہا کہ یہاں کے قلعہ کو ہمسایہ افغانوں نے برباد کر دیا تہا اوس کی تعمیر کا حکم دیا۔ امرا تو کابل کے مشتاق تہے وہاں اون کے اہل و عیال تہے وہ نہیں چاہتے تہے کہ کسی وجہ سے اس جگہہ توقف ہو۔ پہلوان دوست میر برنے حکم عالی سے مورچل کل امرا میں تقسیم کر دیئے اس طرح وہ بہت جلد بالکل تعمیر ہو گیا۔ بادشاہ نے سکندر خاں اوزبک کو اوس کی حراست سپرد کی۔ اور خود بدولت کابل کو چلے۔ دلازک کے افغانوں کی فصل تیار تہی انہوں نے اسکو [illegible] کر قلعہ میں

غلہ کا ذخیرہ بھر لیا۔ افغانوں نے اس قلعہ پر ہجوم کیا۔ سکندر خاں نے قلعہ داری اور مردانگی کی داد دی اور افغان بے بہرہ پریشان ہوئے اوائل سنہ ۹۶۰ھ میں کابل میں بادشاہ آیا محل میں جب وہ گیا تو بیگمات نے اوسکو مبارکباد دی تو اوس نے کہا کہ مرزا کامراں کا قصہ ایسا نامبارک ہے کہ میرے آنے اور ملنے کی مبارکباد بے مزا ہے میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھیں نکالی ہیں۔ اس ظلم کا افسوس مجھے بڑا ہے۔ عبد الرشید خاں حاکم کاشغر کو جو قرب قرابت رکھتا تھا اور مراسم یکجہتی میں اہتمام کرتا تھا سارا احوال لکھکر روانہ کیا۔ ان دنوں میں کہ بادشاہ مہمات ملکی اور مالی میں مصروف تھا اور ظالم و مظلوم کا کام لطف و قہر سے کر رہا تھا کہ جس سے خدا راضی ہو چہارشنبہ ۱۵ جمادی الاول سنہ ۹۶۱ھ میں ماہ چوچک بیگم سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد حکیم رکھا ابو المفاخر و ابو الفضائل اوسکے تولد کی تاریخ تھی اسلئے یہ دونوں اوسکی کنیت قرار پائیں۔

ایک اور بیٹا بھی انہیں دنوں میں پیدا ہوا تھا اوس کا نام سلطان ابراہیم رکھا وہ جلد مرگیا ؎

زادن و مردنش بہم نزدیک بود برستے ز آسمان کرم

ہمایوں کی حالت کا بیان

اس زمانہ میں ہمایوں کی حالت اوس کی ابتدائی سلطنت کی حالت سے بالکل مختلف تھی اوسنے بہت کچھ کھو کر سیکھا تھا اور تکلیفیں اوٹھا کر تجربہ حاصل کیا تھا اوسکے بھائی جو اوسکے سارے منصوبوں اور تدبیروں کے سدراہ ہوتے تھے سب دفع ہوگئے تھے۔ کامراں اندھا ہو کر حج کو گیا۔ ہندال لڑائی میں مارا گیا عسکری ایسے فاصلہ دور دراز پر بیٹھا ہوا تھا کہ نہ وہاں کچھ کر سکتا تھا نہ یہاں آسکتا تھا کہ اوس سے کچھ خوف و خطر ہوتا۔ اور اور مرزاؤں اور رشتہ داروں میں کچھ مارے گئے اور جو زندہ رہے وہ بادشاہ کے مطیع ہوگئے امرا میں سے قراچہ خاں اور حاجی محمد خاں بڑے فتنہ انگیز ذی اختیار و صاحب اقتدار نہ تیغ ہوئے۔ تخت سلطنت کا کوئی رقیب و حریف باقی نہ رہا۔ اب امرا میں سے سب میں بڑا امیر الامرا ایرانی ترک بیرام خاں تھا جس کو یہاں سے کچھ تعلق نہ تھا وہ شیعہ تھا جس کے سبب سے بادشاہ کو باوجودیکہ وہ فراست اعلیٰ درجہ کی رکھتا تھا اتنا ہی خوف نہ تھا جتنا ایک ادنیٰ آدمی کا ہوتا ہے چونکہ اوسکو بادشاہ ہی کے سبب سے حکومت حاصل ہو سکتی تھی اسلئے وہ بادشاہ کی سلطنت و سطوت بڑہانے کو اپنی بہبودی سمجھتا تھا اور اس میں دل و جان سے کوشش کرتا تھا

ہمایوں کا دوبارہ ہندوستان کا فتح کرنا اور موت

جب ہمایوں کو سرکشوں اور بغاوتوں کے مٹانے سے انفراغ ہوا اور بھائیوں سے چھٹکارا ملا تو دہلی کے تخت حاصل کرنے کا ارادہ کیا جس کی آرزو اوسکے دل میں مدتوں سے تھی۔ مگر اس مہم پر جرأت کرنے سے پہلے اوسکو اپنے دارالملک کابل اور اوسکے توابع کا ایسا انتظام و استحکام کرنا ضرور تھا کہ ہندوستان کے فتح میں کوشش کرنے سے پہلے وہ اپنی سلطنت مغرب میں ہاتھ سے نہ کھو بیٹھے۔ اُس سال میں جاڑا شروع ہی ہوا تھا کہ فتنہ اندوزوں کی ایک جماعت نے بیرام خاں کی جانب سے غیر واقع باتیں لگا بجھا کے بادشاہ کے دل میں اوس کی وفاداری کو ایسا مشتبہ کردیا تھا کہ ہندوستان جانے سے پہلے قندھار جانا مصلحت سمجھا۔ بیرام خاں سب سے زیادہ صاحب اقتدار بادشاہ کا ملازم تھا اوس نے بڑی خدمت یہ کی تھی کہ حاجی محمدؔ کو بادشاہ کے حوالہ کیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ ایک مشتبہ حالت میں تھا۔ چند سال سے وہ قندھار میں مطلق العنان حکومت کررہا تھا ہمایوں نے قندھار شاہ ایران طہماسپ کو دیدیا تھا مگر اوسکے ساتھ اُس سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں اسے چند روز اپنے قبضہ میں رکھتا ہوں اور بیرام خاں جو بادشاہ ایران کی رعیت میں سے ہے دونوں بادشاہوں کی طرف سے قندھار میں جب تک حاکم رہیگا کہ شاہ ایران کو قندھار حوالہ کیا جائیگا۔ اس طرح بیرام خاں کا تعلق دونوں بادشاہوں سے تھا۔ ہمایوں کو اپنا بادشاہ سمجھکر رسل و رسائل اوسکے ساتھ رکھتا اور شاہ ایران کی خدمت میں بھی اپنی ملازمت کا اظہار کرتا تھا۔ اِسلئے اوس کی طرف سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اوس کی فرزانگی اور مردانگی اپنی آزادانہ حکومت چاہیگی کہ اس زمانہ میں نفاق کا بازار ایسا گرم تھا کہ اوس کی طرف سے جو امرا نے بادشاہ کو بھڑکایا تو بادشاہ نے یہ مناسب نہیں جانا کہ میں ہندوستان جاؤں اور ایسے قوی شجاع دانا کو اپنے پیچھے چھوڑ جاؤں اِسلئے اوس نے ارادہ کیا کہ بیرام خاں کو قندھار میں جاکر وہاں کی حکومت سے معزول کردیں۔

ہمایوں کو آجکل منعم خاں پر بڑا اعتماد تھا جو بڑا عاقل آزمودہ کار تھا اور وہ کچھ دنوں شاہزادہ اکبر کا اتالیق بھی رہا تھا گو اسوقت شدت سے سردی پڑرہی تھی اور برف سے ۔۔ ٹھٹھری ہوئی تھی مگر بادشاہ بیرام خاں کی معزولی کے لئے ایسا بے صبر تھا کہ وہ اس وزیر کو اپنے ساتھ لے غزنیں میں

بیرام خاں پر بدگمانی

ہوتا ہوا قندہار کو چلا۔ کابل کی حکومت علی قلی خاں اندرابی کو سپرد کی اور شاہزادہ اکبر کو غزنین تک ساتھ لے گیا وہاں سے کابل رخصت کیا۔ بیرام خاں کو خبر بھی نہ تھی کہ بادشاہ کے دل میں اوس کی طرف سے یہ غبار بھرا ہوا ہے۔ وہ بادشاہ کے ساتھ ارادت میں اپنی سعادت جانتا تھا۔ شاہ ایران کی غلامی پر بادشاہ کی اطاعت کو ترجیح دیتا تھا وہ بادشاہ کے آنے کو ایک نعمت عظمیٰ سمجھا۔ قندہار سے دس فرسنگ پر موضع شور اندام میں بادشاہ آیا تو اوس کے استقبال کے لئے نہایت اخلاص کے ساتھ گیا جس سے بادشاہ کو یقین ہوا کہ جو کچھ بیرام خاں کی نسبت کہا گیا وہ سب افترا اور جھوٹ تھا۔ بادشاہ قندہار میں آیا تو دلکشا بزم مرتب ہوئی۔ بیرام خاں نے آداب خدمتگاری اور لوازم نیازمندی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ جو کچھ سرکار خاصہ بادشاہی کے لئے درکار ہوتا اوس کا وہ سرانجام کرتا۔ بادشاہ کے نوکروں کو اپنے ملازموں کے مکانوں میں اوتار دیا تھا وہ اونکی خدمتگزاری کرتے تھے۔ غرض اوس نے اپنی مردانگی اور فرزانگی سے بادشاہ کو اپنے بس میں کر لیا مگر بادشاہ اپنے اصلی ارادہ سے باز نہ آیا۔ اوس نے منعم خاں کو قندہار میں بیرام خاں کی جگہہ مقرر کرنا چاہا۔ مگر اس وزیر دانشمند نے عرض کیا کہ یہ تغیر و تبدل قندہار میں مناسب وقت نہیں ہے حضور ایک مہم عظیم کا ارادہ رکھتے ہیں اوس سے فارغ ہو کر قندہار میں تغیر و تبدل حضور کے اختیار میں ہوگا۔ جو چاہئے سو کیجئے گا۔ ہمایوں اپنے ارادہ سے باز آیا اور قندہار میں سارا موسم سرما عیش و عشرت میں بسر کیا درویشوں اور صفا کیشوں کی زیارت کو جانا اور حصول مہمات و مرادات عاجلہ و آجلہ کی بشارات سننا۔ خواجہ غازی جو ایران کو رسالت کے طور پر گیا تہا وہ شاہ ایران کی طرف سے تحفے تحائف قندہار میں لایا اور بڑے بڑے امیر اوس کی خدمت سے مشرف ہوتے۔ قندہار میں صرف یہ ایک قضیہ نالایم واقع ہوا کہ شاہ ابو المعالی کے ہاتھہ سے شیر علی بیگ مارا گیا۔ مجمل بیان اس سانحہ کا یہ ہے کہ شیر علی بیگ میر شکار نے بادشاہ ایران کی بغیر اجازت کے ہمایوں کی ملازمت کرلی تہی۔ عالی تبرگی اور بادشاہ کے تقرب نے اور شجاعت کے گھمنڈ نے شاہ ابو المعالی کا دماغ آسمان پر پہونچا دیا تہا وہ دائرہ اعتدال سے باہر قدم رکھتا تہا وہ تعصب سے جس نے اوس کے عقیدت کو پریشان کر رکھا تہا کہا کرتا تہا کہ میں اس رافضی بیگ کو مار ڈالوں گا۔ بادشاہ اوسکو ہنسی سمجہتا تھا مگر اس متعصب نے ایک رات اس بیگناہ کے خون سے خاک کو آلودہ کیا بادشاہ کو اوسکی یہ حرکت بہت ناخوش معلوم ہوئی

بیرام خاں کا ہندوستان کی مہم میں شریک ہونا

لیکن علاقہ خاص مجازی اونکے ساتھہ ایسا تھا کہ اونکو کچہ سونا نہ دی۔ جب بیرام خاں کا حسن اخلاق سب پر روشن ہوگیا کہ وہ اطاعت دنیکو خدمتی میں ثابت قدم ہے تو بادشاہ اپنے اس ارادہ سے باز آیا کہ منعم خاں کو قندہار دے وہ بیرام خاں ہی پاس رہنے دیا۔ بیرام خاں جانتا تھا کہ کوئی ملازم خواہ کیسا ہی وفادار مرد نیکخواہ ہو بادشاہ سے دور رہ کر اوس کی عنایت سے محروم ہو سکتا ہے اس لئے اوس نے بادشاہ کے پاس رہنا چاہا کہ جس سے عزو شان بڑہے اوس نے درخواست کی کہ حضور مجھے اجازت دیں کہ میں اپنا کوئی نائب قندہار میں مقرر کرکے حضور کی خدمت میں ہندوستان کی مہم عظیم میں شریک رہوں۔ بادشاہ نے یہ درخواست اوس کی منظور کرلی اُسنے بادشاہ سے کہکر مرزا تردی بیگ کو جو زمین داور میں اوس کے ہمسایہ میں حاکم تھا اندراب اور اوس کے پاس کے ضلاع میں بدلوادیا اور بہادر خاں سیستانی کو زمین داور کا حاکم مقرر کرایا۔

اب ہمایوں یہاں سے فارغ ہوکر کابل چلا کہ مہم ہندوستان کا سرانجام کرے اوسنے ثمرقند اور بخارا اور تمام اطراف میں خطوط بھیجے کہ جن اولوالعزموں کو اُس مہم میں شریک ہونا ہے وہ آئیں موسم بہار یورش ہندوستان کے سامان بہم پہنچانے میں صرف کیا۔ اس اثناء میں ایک درویش نے جو ولی اللہ مشہور تھا۔ ہمایوں پاس بطریق تحفے کے موزے بھیجے تو بادشاہ نے فرمایا کہ ان موزوں سے ہندوستان کی فتح کی تفاؤل کرتا ہوں اس لئے کہ زبان عوام میں مشہور ہے کہ ترکستان سر خراسان سینہ۔ ہندوستان پاؤں ہے۔ یہ تفاؤل اس تفاؤل کی مثل ہے جو صاحبقران نے فرمایا تھا۔ وہ اس طرح ہے کہ جس سال میں ماوراءالنہر سے خراسان فتح کرکے صاحبقران روانہ ہوا۔ تو ایک درویش نے اوس کی دعوت کی اور بھیڑ کے سینہ کا گوشت کھانے کے لئے سامنے رکھا تو صاحبقران نے فرمایا کہ میں اس سینہ کے گوشت سے خراسان کی فتح کا تفاؤل کرتا ہوں اس لئے کہ سینہ زمین خراسان مشہور ہے۔ اور رمضان کا دوسرا دن تھا کہ بیرام خاں بادشاہ پاس آیا جس کی خوشی میں بادشاہ نے ایک عید پر دوسری عید کا جشن کیا۔ اس اثناء میں ہندوستان سے ارباب اخلاص کی عرائض آئیں کہ سلیم شاہ کا انتقال ہوا اور سارے ملکوں میں ہرج مرج ہو رہا ہے۔

ہندوستان کی فتح کا تفاؤل

جب ہندوستان کی یورش کا سامان تیار ہوگیا تو تمام بیگمات کو دار الملک کابل میں خدا کی حفاظت میں چھوڑا اور برادر مرزا محمد حکیم کو کابل میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خدمات و مہمات صوبہ کابل کو منعم خاں کو تفویض کیں اور اواسط ذی الحجہ ۹۶۱ھ میں نجومیوں سے نیک ساعت پوچھکر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا اور شاہزادہ اکبر کو جس کی عمر بارہ برس آٹھ مہینہ کی تھی ہمراہ لیا اس وقت بادشاہ کے ساتھ تین ہزار سوار تھے کابل میں بیرام خاں کو اس لیے چھوڑ گیا کہ وہ باقی سپاہ کو جو چاروں طرف سے آرہی ہے جمع کرے اور توپخانہ اور اسباب جنگ مہیا کرے ۔ ان سب کو ساتھ لیکر اس سے آن ملے ۔ بادشاہ جوے شاہی میں پہنچا یہاں ایک جالہ پر سوار ہوکر دریائے کابل سے عبور کیا اور سلخ محرم ۹۶۱ھ میں بگرام (پشاور) میں خیمہ زن ہوا جالہ چند چوبیں باہم پیوستہ ہوتی ہیں اور اس کے نیچے ہوا سے مشکیں بھری ہوئی لگی ہوتی ہیں اور اُن پر بیٹھ کر دریا عبور کرتے ہیں۔ سکندر خاں اوزبک جس نے یہاں کے قلعہ کی حفاظت میں خدمات پسندیدہ کی تھیں اوس پر بہت عنایت کی اور منصب اور خاں کا عنایت کیا۔ پانچویں صفر ۹۶۲ھ کو دریائے سندھ پر کہ نیلاب مشہور ہے بادشاہ آیا تین روز منزل میں قیام کیا۔ اسی مرحلہ عشرت آرام میں بیرام خاں کابل سے سامان جنگ اور لشکر لے کر آملا۔ اُس روز یہ خبر آئی کہ ہمایوں کے آنے کی خبر سن کر تاتار خاں کاسی کہ ایک لشکر گراں سے قلعہ رہتاس کی حراست کرتا تھا باوجود استعداد قلعہ داری اور استحکام قلعہ کے بھاگ گیا۔

ہندوستان میں یہ وقت ایسا تھا کہ ہمایوں کے حملہ کرنے کے لئے نہایت مؤید تھا سلیم شاہ جو قوی بادشاہ ہندوستان کا تھا ایک برس ہوا کہ وہ مرچکا تھا عدلی اُس کا جانشین ہوا تھا جسکے سبب سے سارے ملک میں فساد و بغاوت کی شورش برپا تھی سلطنت کے چار دعویدار کھڑے ہوئے تھے جن میں سے ہر ایک پاس بڑا ملک اور قوی سپاہ موجود تھی۔ کل سلطنت دہلی میں جنگ و پیکار کا بازار گرم تھا۔ خود دار السلطنت کا یہ حال تھا کبھی اوس نے تسخیر کر لیا کبھی اُسنے لاہور کا حاکم افغان احمد خاں جس کا لقب سکندر شاہ سور تھا وہ بھی دعویدار سلطنت تھا۔ وہ پنجاب کی ساری فوج کو دہلی لے گیا تھا۔ اس سبب سے پنجاب میں اوس کی حفاظت کے واسطے سپاہ موجود نہ تھی اور قلعوں سے بھی سپاہ بلا لی تھی اور ان کی حراست میں کچھ اہتمام نہ تھا کہ

سکندر شاہ خود اس ملک سے دور دہلی میں آگرہ وغیرہ میں مصروف تھا (رہتاس کو چھوڑ کر تاتار خان کا جانا ضرورت یا مصلحت پر مبنی تھا) جب بادشاہ حضرت سلطنۃ کو شدہ ست عبور کرکے پرہالہ میں پہنچا تو سلطان آدم گکھڑ کی قدیم وجدید خدمات شایستہ پر بادشاہ نے نظر کرکے لکھا کہ خدمت میں حاضر ہو اوسنے زمیندارانہ عذر کرکے عرضداشت بھیجی کہ سکندر سے عہد ہوا ہے اور میرا بیٹا لشکری اوس کے ہمراہ ہے اگر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں تو عہد شکنی ہوتی ہے اور بیٹے کی ہلاکت کا خوف ہے۔ یہ عرضداشت دیکھکر اولیاے دولت نے عرض کیا کہ لشکر کو حکم ہو کہ وہ اوّل سلطان آدم کا تصفیہ کرلے ایسے خود سر کو چھوڑ کر آگے جانا دور اندیشی سے بعید ہے۔ مگر بادشاہ نے کہا کہ وہ ہمیشہ سے عقیدت و اطاعت ہماری کر رہا ہے اور خدمات شایستہ بجالایا ہے اسوقت اوس کی تنبیہ مناسب نہیں ہے ملائمت کے ساتھ معذرت کرتا ہے وہ قبول کرنے کے قابل ہے۔ بادشاہ نے اوس کا پیچھا چھوڑا اور بہت خوشی سے قلعہ رہتاس پر قابض ہوا جسکو افغان خالی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے پھر دریاے جہلم اور چناب سے پار اترا۔ تمام پنجاب کے شمالی حصہ کا مالک ہوگیا اور ہاتھ ہلانا بھی نہیں پڑا جب راوی اور بیاس کے درمیان بادشاہ قصبہ کلانور کی حدود میں آیا تو شہاب الدین احمد خان و اشرف خاں و رحمت خاں کو لاہور بھیجا کہ اوس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کریں اور بیرام خاں و تردی بیگ و سکندر خاں و خضر خاں ہزارہ و اسمٰعیل بیگ دولدی اور ایک جماعت کثیر کو ہریانہ (حصار) بھیجا کہ وہ وہاں کے حاکم نصیب خاں پنج بھیہ پر حملہ کریں اور خود لاہور کی طرف چلا۔ ۲ ربیع الثانی ۹۶۲ھ کو وہ لاہور میں داخل ہوا یہاں کے باشندوں نے اوس کے آنے کی بڑی خوشی منائی۔

اس مہینہ کے آخر میں بادشاہ پاس خبر آئی کہ شاہباز خاں افغان نے افغانوں کا ایک انبوہ دیپالپور میں جمع کیا ہے اور فساد مچانا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے شاہ ابوالمعالی اور علی قلی خاں شیبانی و علی قلی خاں اندرابی و محمد خاں جلائر اور کیا دکار طلب کو ادھر روانہ کیا آٹھ سو سواروں کا لشکر یہ تھا کہ وہ مخالفوں کے پاس پہنچا اور معرکہ محاربہ گرم کیا۔ طرفین سے جاں نثاروں نے لڑائی میں جان لڑائی۔ سیدزادہ ابوالمعالی کم دنیا کے نشہ میں بدمست اور حسن مستعار پر مغرور تھا بری طرح گھر گیا کہ علی قلی خاں اوزبکوں نے دلاوری اور جانفشانی کرکے اوسکو بلا سے نکالا اور گروہ غالب کو شکست دی اور بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا۔

بیرام خاں پرگنہ ہریانہ پر پہنچا یہاں نصیب خاں اسپے مو حلہ کے موافق تھوڑا سا لڑا اور بھاگ گیا۔ بہت نقد وجنس بادشاہ کے بہادروں کے ہاتھ آیا۔ اور سارے عیال بھگوڑوں کے گرفتار ہوئے۔ بادشاہ نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر بتائید الٰہی ہندوستان کی فتح ہو گئی تو کسی کو بند نہیں کروں گا۔ اور بندگان خدا کو آدمیوں کا بندہ نہ بناؤں گا یعنی کسیکو اسیر نہیں کروں گا۔ اس لئے بیرام خاں خود سوار ہوا اور افغان کے کل عیال کو جمع کرکے اپنے معتمدوں کے ہاتھ نصیب خاں پاس بھجوا دیا۔ یہ فتح مقدمہ اور فتوحات کا تھا۔ اس میں جو ناکامی ہاتھی اور غنائم میں نفیس اشیا ہاتھ آئی تھیں وہ عرضداشت کے ساتھ بادشاہ پاس بھیجدیں۔ بیرام خاں آگے بڑھ کر نواحی جالندھر میں پہنچا جہاں افغان جمع تھے مگر جب وہ یہاں آیا تو افغان سب بھاگ گئے۔ عبدالقادر بدایونی لکھتا ہے کہ مغلوں کا رعب افغانوں پر ایسا چھا گیا تھا کہ ہزار ہزار افغان دس سوار بزرگ دستار کو ہر چند وہ لاہوری کیوں نہوں دیکھکر بھاگ جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ اس دفعہ افغان اپنی نقد جان بچا کر نہیں لے گئے بلکہ اُنکے ساتھ اپنا اسباب مال بھی لے گئے اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ کے لشکر میں یہ منازعت پیش آئی کہ تردی بیگ یہ چاہتا تھا کہ ان بھاگے ہوئے افغانوں کا تعاقب کرکے اونکے پیچھے جا لگے مگر بیرام خاں اس میں کوئی صلاح نہ دیکھکر اوسکو اجازت نہ دیتا تھا تردی بیگ خاں نے بالتو خاں کو بیرام خاں پاس بھیجا کہ جس طرح ہوسکے یہ اجازت دلا دے۔ بالتو خاں نے آکر پیغام گذاری کی خواجہ معظم اُس سے درشتی کے ساتھ پیش آیا اور گالیاں دیں۔ بالتو خاں نے بھی گالیوں کا جواب گالیوں میں دیا۔ خواجہ نے تلوار بالتو خاں کے ماری جو اوس کے ہاتھ میں لگی جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے ایک منشور نصیحت لکھا اور اپنی تقریر افضل خاں کو لکھا کر کہا کہ جاکر اسنا دے اوس نے بادشاہ کے کلمات و نصائح امرا کو سنائے جس سے باہم صلح و صلاح ہو گئی بیرام خاں نے جالندھر میں اقامت کی اور امیر کو اُس نواح کے پرگنوں میں مقرر کیا سکندر خاں اوزبک دریائے ستلج کے کنارے پر ماچھیواڑہ میں مقیم ہوا اوس نے ایک موقع دیکھکر ستلج سے پار اوتر کر شہر سرہند پر قبضہ کر لیا۔ بیرام خاں جسکی مردانگی میں فرزانگی بھی سموئی ہوئی تھی وہ اس حرکت پر نہایت ناراض ہوا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ جو ملک ہاتھ لگا ہے اوس کی حفاظت کی جائے اور سپاہ کا سارا زور یکجا جمع ہو متفرق نہو پایا۔ مگر اُس کا یہ خیال آیندہ واقع میں صحیح نکلا۔

جب ہمایوں نے پنجاب کو طلب کر لیا تو ہندوستان میں ملکی فساد برپا تھے۔ بہت دعویدار سلطنت تھے جو اپنے سپاہیوں کو لڑا لڑا کر اپنی قوت کو گھٹا رہے تھے دہلی پرانا دار السلطنت جو حمد آوروں کے قریب تھا بار بار اپنے بادشاہ بدلتا رہتا تھا۔ پنجاب کا آخر حاکم سکندر شاہ سور دہلی کا بادشاہ تھا۔ اوس نے اپنے ایک رقیب سلطان ابراہیم کو شکست دیدی تھی اور دوسرے رقیب عدلی سے لڑنے کے لئے اٹاوہ سے روانہ ہونے کو تھا کہ اوس نے سنا کہ ہمایوں پنجاب کی یورش میں فتحیاب ہوا۔ یہ خوف بڑا خطرناک تھا۔ پنجاب ہی کا صوبہ تھا کہ جہاں سے سکندر شاہ بھروسہ کی فوج جمع کر سکتا تھا۔ فقط پنجاب ہی پر مخالف نے قبضہ نہیں کر لیا تھا بلکہ وہ آگے بڑھ کر دہلی سے رجوں پر اپنا علم قایم کرنے کو تھا۔ اسلئے سکندر شاہ نے مجبوراً اپنی سپاہ کو تقسیم کیا۔ بڑی سپاہ تو اپنے ساتھ رکھی اور شاہ عدلی سے لڑائی جاری رکھی۔ تاتار خاں پنجاب سے بھاگ آیا تھا اُس ہاں ایک فوج عظیم بھیجکر ہدایت کی کہ اوٹا چلا جاتے اور دشمن کی فوج کے ٹکڑے نہ اوڑا سکے تو اُسے روک تو دے۔ تاتار خاں تیس ہزار سپاہ کو لیکر سرہند کو چلا۔ سرہند کے قریب پہنچا تو سکندر خاں اوزبک نے سرہند میں رہنے کو صلاح حال نجانا اور جالندھر میں آگیا۔ بیرام خاں سکندر کی اس حرکت سے ناراض ہوا اور اوس سے کہا کہ تجھے وہاں ثابت قدم رہ کر مردانگی دکھانی چاہیے تھی اور سرہند کی حراست میں اہتمام کرنا چاہیے تھا اور ہمکو خبر کرنی تھی۔

بیرام خاں نے جلد فوج کو جمع کیا اور بعد بہت سی گفتگو کے وہ جالندھر سے آگے بڑھا ماچھیواڑہ کی حدود میں تردی بیگ اور اکثر آدمیوں کے نزدیک دریائے ستلج کے پار جانا مصلحت نہ تھا۔ برسات کا موسم آگیا تھا اسلئے اونہوں نے کہا کہ گذرگاہوں کو مستحکم کر کے اتنا توقف کرنا چاہیے کہ برسات کی شدت کم ہو جائے اور ہوائیں اعتدال آجائے تو دریا سے عبور کرنا چاہیے بیرام اور ایک اور دُوربین جماعت دریا کے پار جانے میں مصلحت سمجھتی تھی اور اُس جانب سے تقدمات پسندیدہ بیان کرتی تھی۔ آخر کو ملا پیر محمد و محمد قاسم نیشا پوری و ولی بیگ و حیدر قتلی ساہو و بیرام خاں نے دریا سے عبور کیا۔ پھر تو ناگزیر تردی بیگ اور باقی امرا نے بھی دریا سے عبور کیا۔ اب لشکر چار حصّوں میں منقسم ہوا قول بیرم خاں کی شجاعت و اخلاص سے آسایش پذیر ہوا برانغار کا سردار خضر خاں ہزارہ مقرر ہوا۔ جرانغار میں تردی بیگ خاں کی بزرگی قرار پائی۔

ہراول میں سکندر اوزبک تیز دست جاں نثاروں کے ساتھ معین ہوا۔

افغان بھی دریا کے کنارے پر آ گئے تھے اور دریا پار جانے کا سامان تیار کر رہے تھے کہ ان کو ہمایوں کی سپاہ کے پار آنے کا اور اپنی سپاہ سے اُس کی تعداد کے کم ہونے کا حال معلوم ہوا تو اونہوں نے شام کو لڑائی شروع کر دی اور ایک جنگ عظیم قایم ہوئی۔ بادشاہی فوج دریا کے کنارے پر پڑی تھی وہاں وہ ثابت قدم رہی۔ رات ہو گئی۔ بہادر تیر اندازی کر رہے تھے یہ ایک اتفاقیہ بات تھی کہ اس نواح میں ایک گاؤں بہت بڑا تھا۔ اُس کے سارے گھر پھوس کے تھے اس میں آگ لگی اور ایسی روشنی ہوئی کہ بادشاہی سپاہ کو افغانوں کی ساری نقل و حرکت نظر آتی تھی اور وہ تاک تاک کر تیر دلدوز و جاں ستاں لگاتے تھے اور بادشاہی لشکر ایسا تاریکی میں تھا کہ افغانوں کو وہ نظر نہ آتا تھا۔ وہ تاریکی میں تیر لگاتے تھے تین پہر رات تک لڑائی رہی کہ افغانوں کے لشکر میں تاب مقاومت نہ رہی سراسیمہ فرار اختیار کیا۔ بیرام خاں نے دوسرے روز سرہند پر قبضہ کیا کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ بادشاہ کے لشکر کو فتح عظیم ہوئی اور فیل اور اسباب بہت اُس کو ہاتھ آیا۔ نفائس و غنائم اور عرایض اخلاص بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوئیں۔ بادشاہ کی سپاہ کی بوقلمونی اُس کے ان چار سپہ سالاروں کی قوم سے معلوم ہوتی ہے کہ بیرام خاں ایرانی ترک تھا۔ خضر خاں ہزارہ کا افغان تھا۔ تردی بیگ خان فرغانہ کا ترک تھا۔ اور سکندر خاں اوزبک تھا۔ بادشاہ نے اس فتح کے صلہ میں بیرام خاں کو خانخاناں و یار وفادار کا خطاب دیا۔

جب سکندر شاہ اس سرگذشت سے آگاہ ہوا تو اُس نے اور سب جھگڑوں کو چھوڑا اور تمام اپنی سپاہ کو جمع کیا کہ وہ اس خوفناک طوفان کو روکے ستر یا اسّی ہزار سوار جنگی ہاتھی و توپخانہ لے کر پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ جب اُس کے قریب آنے کا حال بیرام خاں نے سنا تو وہ وفور عقل و شجاعت سے سرہند میں پائے ثبات قایم کر کے لوازم قلعہ داری اور ضبط و ہوشیاری کو کام میں لایا اور بادشاہ کی خدمت میں عرایض متواتر بھیجیں اور اُس کے بلانے کی استدعا کی اس وقت ہمایوں عارضہ قولنج میں مبتلا تھا اُس نے شاہزادہ اکبر کو بھیج دیا۔ مگر ابھی وہ لاہور سے دور نہ گیا تھا کہ بادشاہ اچھا ہو گیا۔ فرحت خاں کو شقدار لاہور اور بابوس بیگ کو فوجدار پنجاب مرزا شاہ

سلطان کو امین اور مہتر جوہر کو خزینہ دار اس صوبہ کا مقرر کیا اور خود لاہور سے چلکر رجب ۹۶۲ھ کو سرہند میں آکر ایک باغ میں اترا۔ تو اُس نے دیکھا کہ سکندر شاہ پندرہ روز سے اُس کے لشکر کے سامنے آگیا ہے اور اُس نے اپنے لشکرگاہ کو خندق اور مورچوں سے مستحکم کرلیا ہے اور بادشاہ کی فوج پر روز حملہ کرتا ہے۔ اور اُس کی سپاہ ایسے لشکر گراں کا مقابلہ کرکے قلعہ داری کر رہی ہے اس لئے اپنے لشکر کو چار قسموں میں تقسیم کیا۔ ایک کو اپنے نام پر اور دوسرے کو شہزادہ اکبر کے نام پر اور تیسرے کو شہزادہ ابو المعالی کے نام پر اور چوتھے کو بیرام خاں کے نام پر ہمیشہ لڑائی ہوتی اور طرفین سے مردان نبرد آزما جام تیغ سے شربت واپسیں پیتے جانبین میں مردی اور مردمی کا سبب یہ معمول ہوگیا تھا کہ زخمی اور مردوں کو احترام اور تعظیم کے ساتھ باہم ایک دوسرے کو حوالہ کر دیتے تھے ہمایوں کا لشکر پانچ ہزار آدمیوں کا تھا۔ ابھی اس قلت اور دشمنوں کی کثرت کے سبب سے بادشاہی لشکر کو خوف رہتا تھا کہ دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ہمایوں نے سوچا کہ اس قلت کا معاوضہ شجاعت اور مستعدی سے کرنا چاہیئے اس لئے اُس نے یہ ارادہ کیا کہ دشمنوں کی رسد اور آذوقہ و علوفہ بند کرنا چاہیئے۔ وہ پہلے گجرات کی مہم میں اسی طرح کامیاب ہو چکا تھا۔ باوجودیکہ یہ تدبیر قلت سپاہ کے لحاظ سے نامناسب تھی مگر اُس نے تردی بیگ کو یہ کام سپرد کیا۔ اُس نے غلہ وغیرہ کی آمد و رفت بند کر دی بہت سا غلہ لشکر میں جاتا تھا اُس کو جانے نہ دیا۔ شہزادہ اکبر نے جو ایک دن کسی بلندی پر دشمن کے لشکر کو دیکھا جو ایک لاکھ کے قریب تھا جس کا شکست پانا کسی کے خیال میں نہیں آتا تھا مگر اُس نے کہدیا کہ تھوڑے دنوں میں یہ لشکر تباہ ہو جائے گا اس کا کہنا پورا ہوا۔ تردی بیگ نے سلیم شاہ کے بھائی کالا پہاڑ کی فوج کو شکست دی اور اُسے مار ڈالا اور علم اور نشان اُس کا چھین کر اپنے لشکر میں لیکر آیا۔ اس جنگ کے سبب سے افغان اپنے مورچوں سے باہر آئے کہ اس فوج کی کمک کریں یا اپنے پاس لے آئیں مگر لڑائی ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں پھیلتی چلی گئی اور ایک جنگ عظیم ہوگئی گو اس کا ارادہ نہ تھا بیرام خاں کی فوج پر افغانوں کی سپاہ نے اپنا سخت حملہ اس لئے کیا کہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہی فوج کا سب سے زیادہ زبردست حصہ یہی ہے اگر اس کو مغلوب کرلیا تو پھر کیا ہے سارے لشکر کو مار لینا آسان ہوگا۔ جب بیرام پر حملہ ہوا تو وہ اپنے مورچوں میں چلا گیا اور محافظانہ لڑائی لڑتا رہا۔ اپنی دلیری سے دشمنوں کو اپنے مقام پر کھڑا رہنے نہ دیا۔ جب ہمایوں نے دیکھا کہ بیرام خاں

اپنے مقام میں ثابت قدمی کے ساتھ لڑ رہا ہے اُس نے تردی بیگ اور شاہ ابوالمعالی کو حکم دیا کہ دشمن کے بازوؤں اور پیچھے کی فوج پر حملہ کریں۔ انہوں نے یہ حملہ اس خوبی سے کیا کہ غنیم کی سپاہ میں جو ایک لاکھ آدمیوں کے قریب تھی ہلڑ مچ گیا اور وہ پریشان ہو کر بھاگ گئی اور اپنا سارا اسباب و توپخانہ و پرتل چھوڑ گئی۔ یہ لڑائی ۲ شعبان ۹۶۲ھ کو ہوئی "شمشیر ہمایوں" اس فتح کی تاریخ ہے۔ سکندر شاہ میدان جنگ سے بھاگ کر کوہ سوالک کے اس حصہ میں چلا گیا جو پنجاب کے دامن میں سے لگا ہوا ہے۔

جب یہ فتح عظیم حاصل ہوئی تو بادشاہ نے فرمایا کہ فتحنامہ کس کے نام پر لکھا جائے ہر شخص اس باب میں اپنی عرض کرے۔ شاہ ابوالمعالی نے کہ بادۂ غفلت میں سرشار تھا فتح نامہ اپنے نام پر لکھانا چاہا۔ بیرام خاں جانتا تھا کہ ہندوستان میں بادشاہ کا آنا میرے ہی سبب سے ہوا ہے اور میری رائے سے ممالک کی تسخیر اور مخالفوں کا استیصال ہوا ہے تو وہ اپنے نام پر فتح نامے کے لکھے جانے کی آرزو کرتا تھا۔ یہ قضیہ یوں چک گیا کہ شاہزادہ اکبر کے نام پر فتح نامہ لکھا گیا جس کے سبب سے دونوں رقیبوں نے پھر جھگڑا نہ کیا۔

یہ واقعہ بھی عجیب ہے کہ خواجہ معظم نے چند خط سکندر شاہ کو اپنی دولت خواہی کے اظہار میں لکھے تھے وہ پکڑے گئے تو بادشاہ نے خواجہ سے اس کا سبب پوچھا تو لکھنے سے انکار تو نہیں کر سکتا تھا اُس نے یہ کہا کہ یہ خط میں نے بادشاہی کی خیرخواہی کے سبب سے لکھے تھے کہ جس وقت یہ نوشتے بادشاہ کی نظر میں آئیں گے تو وہ مجھ پر اور زیادہ التفات کریگا اور کسی شائستہ خدمت کا سربراہ مقرر کریگا۔ بادشاہ نے اُسے مقید کر کے میر غالی کو حوالہ کیا۔

ہمایوں کو یہ فتح عظیم ایسی حاصل ہوئی کہ پھر دشمن میدان جنگ میں اُس کے سامنے نہیں آیا ہمایوں نے سکندر خاں اوزبک کو دہلی روانہ کیا کہ دارالسلطنت کی راہ کو گھیر لے۔ اور خود لشکر لیکر سامانہ میں آیا۔ یہاں اس کو معلوم ہوا کہ سکندر شاہ بھاگ کر ہندوستان میں نہیں گیا بلکہ وہ کوہ سوالک میں ہے جہاں سے وہ پنجاب کے ملک زیریں کو دھمکا سکتا ہے اس لئے اُس نے یہاں قیام کیا اور شاہ ابوالمعالی کو ملازموں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا کہ اگر سکندر کوہستان

سے نکل کر پنجاب میں دست درازی کرے تو اس کا تدارک اچھی طرح کیا جائے اور صوبہ پنجاب کی مہمات کا سر انجام کرنا اس کے سپرد ہوا۔ سامانہ کی خوش ہوائی کے سبب سے بادشاہ کا ارادہ یہاں چند روز ٹھیرنے کا تھا مگر سکندر خان اوزبک کی عرضی آئی کہ میں آیا [illegible] افغانوں میں تاب مقاومت نہ تھی وہ بھاگ گئے اب مصلحت یہ ہے کہ بہت جلد آکر پایۂ تخت ہندوستان کو اپنی مسند نشینی سے بلند کریں۔ بادشاہ نے [illegible] کو لشکر سامانہ سے کوچ کیا اور چہارشنبہ غرہ رمضان ۹۶۲ھ کو جیسا کہ لکھ چکے ہیں کہ دہلی [illegible] تخت شاہی میں پہ فروکش ہوا اور اس مہینے کی چوتھی تاریخ اورنگ سلطنت پر بیٹھا۔ یہ دن ہمایوں ہی کو نصیب ہوا کہ شکست کے بعد سلطنت پر پہنچا۔

بادشاہ نے اس سفر میں دہلی پہنچنے تک اور ہندوستان کے فتح ہونے تک تناول حیوانی کو ترک فرمایا تھا۔ شہزادہ اکبر نے ایک [illegible] کو [illegible] سے مارا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا گوشت خشک کرکے رکھا جائے کہ بعد رمضان [illegible] تناول حیوانی کریں گے تو اس کو کھائیں گے۔

بادشاہ نے اپنے ملازموں کو مناصب عالی اور جاگیریں لائق اس طرح عطا کیں کہ حصار اور اس کی نواح [illegible] اکبر [illegible] گو وہ ابھی فتح نہ ہوا تھا۔ ہمایوں کو بھی بابر نے جب وہ اول یہاں آیا ہے یہی ضلع دیا تھا۔ سرہند اور اور پرگنات [illegible] بیرم خان کو عنایت ہوئے۔ ان کے علاوہ [illegible] بھی اس کی جاگیر میں تھا۔ تردی بیگ خان کو میوات۔ اور سکندر خان کو آگرہ۔ علی قلی خان کو سنبھل۔ حیدر محمد خان [illegible] بیگی کو بیانہ دیا گیا جو دار الخلافہ آگرہ کے قریب تھا۔ سوا اس کے [illegible] آباد کہ جس کا محصول چالیس لاکھ تنکہ تھا۔ آنحضرت کی [illegible] فوج پر فتوح کی نذر کیا۔ خود بادشاہ دار السلطنت دہلی کے قلعہ میں رہا کہ اپنی سپاہ کے [illegible] اور ملک کے انتظاموں کی نگرانی کرے۔ ان دنوں بادشاہ پاس خبر آئی کہ اس کے ایک [illegible] بیٹا پیدا ہوا ہے جس کا نام اس نے فرخ فال رکھا۔ میسر بیلدا - خرم خوشحال

انگہ خان اور ایک جماعت حصار فیروزہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ روز چہارشنبہ ۲۵ رمضان کو حصار سے دو کوس کے فاصلے پر وہ آئے کہ رستم خان و تاتار خان اور بعض اور امرا افغانوں کی جماعت لیکر ان سے لڑنے لگے۔ افغان دو ہزار کے قریب تھے اور بادشاہ کی سپاہ صرف چار سو آدمی۔ مگر بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور ستر آدمی مخالفوں کے قتل ہوئے اور وہ بھاگ گئے

رستم خاں نے بھاگ کر قلعہ حصار کو مستحکم کیا۔ بادشاہ کے لشکر نے اُس کا تیئیس روز محاصرہ کیا۔
جب رستم خاں پر بڑی تنگی ہوئی قول قرار ہوکر وہ سات سو آدمیوں کے ساتھ میر لطف و خواجہ قاسم
کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ جاگیر مناسب اُس کو دی
جائے۔ لیکن اس شرط پر کہ وہ اپنے فرزندوں کو بگرام میں رہنے کے لئے حوالہ کرے تاکہ مسلک عزت
مسلوک ہو اور راہ حزم و احتیاط بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ مگر اس سادہ مرد نے شرط کے قبول کرنے
کرنے سے انکار کیا اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے اُسے مقید کرکے بیگ محمد ایشک آقا کو حوالہ
قنبر دیوانہ
کیا۔ قنبر دیوانہ احاد والناس میں سے تھا لشکر میں کوئی اُس کو جانتا بھی نہ تھا۔ جس وقت بادشاہ
کا لشکر سرہند سے دہلی کی طرف آیا ہے تو قنبر نے اوباشوں کی ایک جماعت کو جمع کرکے تاخت
و تاراج شروع کی جو غنائم ہاتھ لگتی وہ آدمیوں کو دیدیتا اور لوگوں کو کھانے خوب کھلاتا اور
کہتا کہ مال مال خدا ہے اور جان جان خدا ہے۔ قنبر دیوانہ بکاول خدا ہے۔ گر بزی یہ کرتا کہ
بادشاہ کو عرایض نیاز بھیجتا۔ وہ نواح سرہند سے دوڑتا دوڑتا سنبھل میں آیا اور اُس پر قبضہ کرلیا۔
اور اپنے تئیں سنبھل میں مستقل کرکے اپنے بیٹے عارف اللہ کو بداؤں میں بھیجا۔ ان حدود میں رائے
حسین جلوانی کہ اعاظم امراء افغانی میں سے تھا بے جنگ تباہ و ویران ہوگیا۔ قنبر کانت گولہ میں
آیا۔ اس نواح کو لوٹا مارا ان حدود میں ارکن خاں سے جو روسائے افغان میں سے تھا شکست
پائی اور وہاں سے بداؤں میں آیا۔ اگرچہ عاقل دیوانہ ہمیشہ بادشاہ کو عرایض بھیجتا اور بندگی اور
نیکو خدمتی کا اظہار کرتا مگر اُس کے قول اور فعل میں موافقت نہ تھی۔ اپنے آپ لوگوں کو منصب
خانی اور سلطانی دیتا اور علم و نقارہ بخشتا وہ صرف مستی نہ تھا ہی نہیں رکھتا تھا۔ سودائے جنوں
بھی اُس کے ساتھ تھا۔ بہت دفعہ دیوانگی یا دیوانہ ساختگی سے اپنا گھر لٹا دیتا تاکہ بیوقوفوں کے
دل میں اعتقاد پیدا ہو۔ ہمیشہ حرکات نامنتظم مجنونانہ کرتا۔ جب بادشاہ نے اس قسم کی باتیں اُس
کی بار بار سنیں تو علی قلی شیبانی کو حکم صادر ہوا کہ قنبر کو بادشاہ پاس بھیجدو۔ اسی اثنا میں کہ ارکن خاں
. . . سے دیوانہ شکست پاکر بداؤں میں آیا تھا علی قلی خاں مہمات میرٹھ سے فارغ ہوکر سنبھل میں
آیا تھا۔ تو قنبر نے کہا سنبھل ہے اور قنبر ہے۔ علی قلی خاں اور سنبھل ایسے ہیں جیسے کہ کسی گاؤں ہو
اور کسی اور کے درخت۔ سنبھل سے فارغ ہوکر علی قلی خاں بداؤں میں آیا۔ ہرچند علی قلی خاں نے

اُسے بلایا مگر وہ اُس پاس نہ گیا اور کہتا رہا کہ جیسا تو بندۂ پادشاہی ہے ایسا ہی میں بھی اس کا بندہ ہوں میں نے اس ولایت کو بزور شمشیر لیا ہے۔ میرا سر تاج شاہی ہے تو اُم ہے آخر کو علی قلی خاں اُسے بجنگ پیش آیا۔ قنبر شکست پاکر قلعہ میں آیا۔ اور بادشاہ کو عرضداشت لکھی۔ بادشاہ نے قاسم خاں مخلص کو بھیجا کہ اُس کو تسلی و دلاسا دے کر اس پاس لائے پہلے اس سے کہ بداؤں میں قاسم خاں آئے اور مژدہ نجات قنبر کو سنائے علی قلی خاں نے اُس کو اس طرح قتل کیا تھا کہ جب قنبر نے قلعہ کو مستحکم کیا اور محاصرہ میں دیر ہوئی اور کچھ کام نہ ہوا تو علی قلی خاں نے محمدی بیگ ترکمان اور ملا غیاث الدین ۔۔ کو اُس پاس بھیجا اُس نے اُن کو مقید کیا اُنھوں نے پوشیدہ پوشیدہ ایک جماعت کثیر کو اپنے ساتھ متفق کیا اور قلعہ کے اندر کے آدمیوں کو وہم دہانسے دیکر اپنے اختیار میں لیا۔ اور دیوانہ کو اسیر کرلیا۔ علی قلی خاں نے اس کا سر بادشاہ پاس بھیجا۔ بادشاہ کو یہ حرکت پسند نہ آئی اور فرمان عتاب آمیز علی قلی خاں کے نام صادر کیا کہ جب قنبر اطاعت کا اظہار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ملازمت کے لئے حاضر ہوتا ہوں تو پھر اُس سے تو لڑا کیوں اور جب وہ اسیر ہوا تو ہمارے بغیر حکم کے مارا کیوں۔ بادشاہ اُس کو دیکھنا چاہتا تھا۔

جب بیانہ میں بادشاہ نے حیدر محمد خاں اختہ بیگی کو بھیجا تو وہاں غازی خاں پدر ابراہیم (جس کا حال تم نے خاندان سور کی سلطنت میں پڑھا ہوگا) حاکم تھا۔ جب وہ لڑ نہ سکا تو حصار بیانہ میں متحصن ہوا۔ حیدر محمد نے اس سے عہد و پیمان و قول و قسم کئے تو وہ قلعہ سے باہر آیا۔ حیدر محمد نے اُس کے اموال اور اسباب کی طمع میں آنکر نقض عہد کیا۔ اور اُسے اور بعض لکھتے ہیں کہ اُس کے بال بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ اور اُس کا سر بادشاہ پاس بھیجدیا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو یہ اُس کو ناگوار خاطر ہوا مگر سیاست ظاہری اُس نے نہیں کی کہ وہ بہت دور تھا اور ہندوستان میں آمد کی ابتدا تھی مگر زبان سے یہ فرمایا کہ اب اُس کو دوبارہ مکرباندھنی نصیب نہیں ہوگی۔ شہاب الدین احمد خاں امیر بیوتات کو اس معاملہ کی تحقیق اور تشخیص کے لئے بھیجا۔

ہندوستان میں ایسی فتوحات نمایاں سے ترقی ہو رہی تھی۔ مگر شمال میں ہمایوں کی سلطنت کے کچھ حصہ پر زوال آرہا تھا۔ جب بادشاہ تسخیر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا

پنجاب میں ابوالمعالی کے اعمال

تو تردی بیگ جسے اندراب و اشکش جاگیر دی تھی اپنے ساتھ ہندوستان کو لے آیا تھا۔ مقیم خاں اس کی طرف سے جاگیر کا انتظام کرتا تھا۔ مرزا سلیمان نے اس فرصت کو غنیمت گنا۔ اول گربزی اور نیرنگ پردازی سے مقیم خاں کو اپنے ساتھ متفق کرنا چاہا مگر جب اس طرح مطلب نہ حاصل ہوا تو مرزا نے پردہ آزرم کو اٹھا کر اندراب کا محاصرہ کرلیا۔ مقیم خاں ناچار اپنے اہل و عیال کو لے کر نکلا اور اُس سے لڑتا ہوا کابل چلا آیا۔

اس زمانہ میں معاملات پنجاب سب سے زیادہ مہتم بالشان تھے۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ شاہ ابوالمعالی کس مقصد کے لئے پنجاب بھیجا گیا اور اُس کے ساتھ کون کون سے امیر مناصب جلیلہ پر مقرر ہوئے تھے۔ جب پنجاب میں شاہ ابوالمعالی پہونچا تو وہ دنیا کے نشہ میں بدمست ہوگیا اور خلائق کو آزار دینے لگا اور حکم شاہی کے خلاف کام کرنے لگا اور پنجاب میں خودمختار بادشاہ بن بیٹھا۔ بادشاہ کو ایک خاص توجہ اُس پر تھی اس لئے جو ناخوش خبریں اُس کی آئیں اُن سب کو خلاف واقع جانتا اور اہل حسد کا افترا اور بہتان سمجھتا لیکن جب یہ خبر آئی کہ سکندر شاہ کوہ سوالک سے باہر آیا ہے اور ابوالمعالی نے فرحت خاں حاکم لاہور کو اپنے اختیار سے بادشاہ کے حکم کے بغیر معزول کرکے اپنے آدمی کو اُس کی جگہ مقرر کیا۔ اور بادشاہی خزانہ پر دست درازی کر رہا ہے تو بادشاہ کے نزدیک یہ مناسب معلوم ہوا کہ ہندوستان کے اعاظم صوبوں میں سے پنجاب ہے۔ اس میں شاہزادہ اکبر کو بھیجنا چاہیئے اور کابل سے تمام عزیز و اقارب بھی آتے ہیں وہاں اس شہزادہ کا رہنا اور بھی مناسب ہوگا۔ اگرچہ پنجاب میں لشکر شاہی اس قدر تھا کہ وہ سکندر شاہ کے دفع کرنے کے لئے کافی تھا مگر ابوالمعالی کی خاطر سے کمک کا بہانہ بنا کے شروع ۹۶۳ھ میں نیک ساعت میں شہزادہ اکبر کو پنجاب روانہ کیا۔ بیرام خاں کو آتالیق بنایا اور بہت سے اور امرا ہمراہ کیے۔

جب یہ شہزادہ پنجاب کو روانہ ہوا تو اثنا راہ میں انگہ خاں اور باقی اور ملازم اس کے حصار سے اس پاس آگئے۔ جب سرہند میں وہ آیا تو اُستاد عزیز سیستانی جس کو رومی خاں کا خطاب ملا تھا اور فنون آتش بازی اور بندوق اندازی میں لاثانی تھا اُس پاس آیا اور اُس کو بندوق اندازی سکھائی۔ یہاں وہ امرا بھی کہ شاہ ابوالمعالی کی اعانت کے لئے مقرر ہوئے تھے

اور وہ اُس کی صحبت سے تنگ ہو رہے تھے جیسے کہ محمد قلی برلاس و مصاحب بیگ و خواجہ جلال الدین محمود فرحت خاں۔ خواجہ طاہر محمد ولد میر خرد و شیر تمور ابو المعالی سے بغیر رخصت کے آن ملے۔ سکندر شاہ جس نے کہ کوہ سوالک سے نکلکر کچھ ملک پر قبضہ کرکے محصول اُس سے لے لیا تھا وہ پھر کوہستان میں بھاگ گیا۔ اور ابو المعالی جو سکندر شاہ سے لڑنے کے لئے آیا تھا اور کچھ فتح یاب بھی ہوا تھا وہ بھی لاہور چلا گیا۔ جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ ملک شاہزادہ کو بادشاہ نے عنایت کیا ہے تو وہ سلطان پور میں شاہزادہ کی خدمت میں آیا۔ شاہزادہ نے اپنی مجلس عالی میں اُس کو بیٹھنے کی اجازت دی اور بہت سی اُس پر عنایتیں کیں۔ مگر میر صاحب وہ گھمنڈ میں آ رہے تھے کہ جب اکبر سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئے تو یہ پیغام بھیجا کہ سب جانتے ہیں کہ جوئے شیر کے قمرغہ میں ہمایوں نے اور میں نے ایک ظرف میں پاس بیٹھکر کھانا کھایا تھا اور آپ بھی وہاں موجود تھے اور آپ کو الوش دیا تھا۔ مگر میں جب آپ کے گھر آیا تو تکیہ نمد میرے لئے جدا لگایا گیا۔ اور دستار خوان جدا بچھایا گیا۔ شاہزادہ نے سید کی بیوقوفی پر تبسم کیا اور حاجی محمد سیستانی جو یہ پیغام لایا تھا اُس کی زبانی کہلا بھیجا کہ اُس سے کہہ دو کہ تورۂ سلطنت اور چیز ہے اور قانون عشق اور بات ہے حضرت ہمایوں سے آپ کو جو نسبت ہے وہ میرے ساتھ نہیں ہے تعجب ہے کہ ان دونوں نسبتوں میں آپ نے تفرقہ نہیں کیا بلکہ گلہ کیا۔ میر کو اس جواب سے بڑا انفعال ہے۔

شہزادہ کی فوج ہریانہ پہونچی تھی کہ بیرام خاں کے پاس قاصد نے پہنچکر خبر کر دی کہ بادشاہ گر پڑا ہے۔ بیرام خاں نے آگے جانے میں صلاح نہیں دیکھی کہ وہ کلانور میں آیا۔ اور یہاں توقف کیا کہ ہمایوں کے واقعہ ناگزیر کی خبر پہونچی۔

وفات حضرت ہمایوں

بادشاہ دہلی میں انتظام ملکی سے فراغت پا کر تردی بیگ کو دہلی سپرد کرکے آگرہ جانا چاہتا تھا اور پیش خیمہ بھیج چکا تھا۔ آخر روز جمعہ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو شاہ بداغ و عالم شاہ و بیگ ملوک اور امیر حجاز کے سفر سے اور چنگیز خاں اور بعض اور آدمی گجرات سے آئے تھے اور منعم خاں کی عرایض بھی کابل سے آئی تھیں۔ کتاب خانہ مرتب کیا تھا اُس کے بام پر آکر امراء کو کہ مسجد جامع قلعہ دین پناہ میں موجود تھے بلایا۔ اور احوال مکہ معظمہ و کابل کا اُن سے

دریافت کیا ریاضی دانوں کی جماعت کو طلب کیا۔ اس رات کو زہرہ کے طلوع ہونے کا ظن غالب تھا اُس کو وہ دیکھنا چاہتا تھا اور نیت میں یہ تھا کہ جب زہرہ طلوع ہو اور ساعت مسعود ہو تو مجلس عالی کو مرتب کر کے ایک جماعت کو مناصب جلیلہ پر ممتاز کرے۔ اول شام کو وہ نیچے آنا چاہتا تھا۔ دوسری سیڑھی پر قدم رکھا کہ موذن نے اذان دی۔ تعظیم اذان کے لئے بادشاہ نے دوسری سیڑھی پر بیٹھنے کا قصد کیا۔ زینے کے پتھر کچھ پھسلنے تھے کچھ شفاف تھے۔ جب وہ بیٹھنے لگا تو پاؤں پوستین کے دامن میں اُلجھا اور عصا پھسلا اور وہ سر کے بل زمین پر گرا دائیں شقیقہ میں ضرب آئی اور داہنے کان سے چند خون کے قطرے نکلے۔ اسی وقت محل کے اندر لوگ اُس کو اُٹھا کر لے گئے یا وہ خود آپ چلا گیا۔ اتنا ہوش تھا کہ اُس نے شیخ چولی کو بلا کر شاہزادہ اکبر پاس بھیجا اور اس حادثہ کا حال لکھکر اُس کے حوالہ کیا۔ طبیب جمع ہوئے مگر کسی کی نہ طبابت چلی نہ کسی دوا سے اثر کیا۔ چوتھے روز اجل نے اُس کے درد کی دوا کی۔ ان دنوں میں اکثر اوقات عالم بیہوشی میں رہا۔ یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاول سنہ ۹۶۳ھ مطابق ۲۴ جنوری سنہ ۱۵۵۶ء کو واقع ہوا۔ تاریخ وفات اُس کی سب سے زیادہ مشہور یہ ہے کہ ہمایوں بادشاہ از بام افتاد۔ ۹۶۲ مگر اس میں ایک سال کم ہوتا ہے۔ عمارات و تصنیفات کی تاریخ میں ایک دو سال کا فرق ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مگر موت کی تاریخ میں یہ جائز نہیں ہے اور تاریخیں بھی یہ ہیں۔ مصرعہ ۹۶۳

اسے وائے بادشاہ از بام افتاد۔ مصرعہ واصل حق شد ہمیوں بادشاہ۔

مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمایوں کبھی موت کا ذکر نہیں کرتا تھا اور اُس نے منع کر رکھا تھا کہ اُس کی مجلس میں موت کا ذکر اس لئے نہ ہو کہ منافی انتظام ہے۔ مگر ان دنوں میں وہ برخلاف اپنی عادت کے موت کے ذکر سے خوش ہوتا تھا۔ ایک دن وہ کہنے لگا کہ حضرت فردوس مکانی اپنی مجلس میں ذکر کرتے تھے کہ میرا ایک ملازم ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ جب میں غزنیں کا گورستان دیکھتا ہوں تو میرا بے اختیار مرنے کو جی چاہتا ہے ایسے ہی اب جب دلی کے مزارات کو دیکھتا ہوں تو یہ بات مجھے یاد آتی ہے۔ انہیں دنوں میں اُس نے بعض مستعدوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ آج عبادات سحری کی فراغت کے بعد ملہم غیبی یہ رباعی زبان پر لایا۔

یارب بکمال لطف خاصم گرداں ۔۔۔ واقف بحقایق خواصم گرداں

از عقل جفا کار دل افگار شدم　　دیوانہ خود خوان و خلاصم گوداں

اس تاریخ کو پڑھ کر رونے لگا۔ ان دنوں میں ہمیشہ وہ کہا کرتا تھا کہ اس عالم فانی سے ہوئے انتقال آئی ہے۔ اور محل کے طاق پر نہایت خوشخط یہ مطلع شیخ آذری کا لکھایا تھا۔

شنیدہ ام کہ بریں طارم زر اندود است　　خطے کہ عاقبت کار جملہ محمود است

جب مرنے کے دن قریب آئے تو افیون کھانی کم کر دی تھی۔ اس نے اپنے محرمان درگاہ سے فرمایا کہ چند روز میں میری افیون کی خوراک دو تین گولیاں رہ جائینگی اور سات روز کی خوراک کو ایک پڑیا میں بندھوایا اور فرمایا کہ اب میں اس سے زیادہ افیون نہیں کھاؤنگا۔ جب ایک دن مرنے میں رہا تو چار گولیاں منگا کر اور گلاب میں گھول کر پیں۔ دوسرے روز موت آگئی جو کہا تھا و[illegible] ہوا۔ وہ سنہ ۹۱۳ھ میں پیدا ہوا تھا اس کی ولادت کی تاریخیں یہ ہیں۔ سلطان ہمایوں فال۔ شاہ فیروز قدر بادشاہ صف شکن۔ کلہ خوش یاد۔ خواجہ کلاں سامانی نے یہ تاریخ کہی ہے۔

۹۱۳　سال مولود ہمایوں چہ بیست　　زادک اللہ تعالے قدرا
۹۳۷　بردہ ام یک الف از تاریخش　　تا کشم میل دو چشم بدرا

۹۳۷ھ میں سریر فرماندہی پر جلوہ افروز ہوا۔ خیر الملوک تاریخ ہے۔ اس حساب سے اس کی عمر ۵۱ سال کی اور مدت سلطنت ۲۵ سال کچھ ماہ کی ہوئی۔ جس میں وہ ۱۶۰۵ برس بھی داخل ہیں جن میں وہ سرگردانی اور پریشانی میں رہا۔ کھوئی سلطنت اس کو اس طرح ہاتھ آئی کہ کمتر کسی کو ملا کرتی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ موت نے فرصت نہ دی کہ اس سلطنت کا مزہ اٹھاتا۔ اب نہ شیر شاہ اسکا دشمن زندہ رہا تھا نہ بھائی اس کی جان کھانے والے اور سر پر تلوار چلانے والے موجود تھے۔ اس وقت کے زمانہ میں معلوم نہیں کیا کیا وہ انتظام سلطنت کرتا اور اس ملک خزاں دیدہ کو اپنی تدابیر اور عقل سے کس کس طرح سے سر سبز و شاداب کرتا۔ مگر اس عاقل فرزانہ بادشاہ کے سارے منصوبے دل کے دل ہی میں رہے۔ اس بادشاہی پر چھ مہینہ کا عرصہ نہ گذرا تھا کہ عجب طرح کی موت آئی جس کا پیر بیان ہوا وارث تاج و تخت فاصلہ پر تھا۔ امراء عظام چاروں طرف ممالک ... میں گئے ہوئے تھے سپاہ چاروں طرف دشمنوں سے گھری ہوئی تھی اس لئے ہواہ ابہار ... شاہ پارہ ... نے اس واقعہ ناگزیر کو جب تک چھپایا کہ جانشین مسند خلافت کو خبر ہوا۔ امراء عظام ...

ہوں۔ [illegible]

ایک شخص کو لباس شاہ پہنا کر [illegible] اوقات [illegible]

کرتا تھا۔ ۲۸ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو تردی بیگ نے جب [illegible] شاہ اکبر کے نام کا خطبہ پڑھا جس سے خلق کو تسکین ہوئی۔

جب یہ حادثہ مصیبت واقع ہوا تو ایک شورش عظیم اور آشوب [illegible] سے برپا ہوئے۔ اعیان دولت نے خلائق کی تسکین [illegible] کی اور اس وقت تفرقہ زا میں دوست دشمن کے ساتھ [illegible] تابع تھے اُن میں سے ہر ایک تعزیت اور تہنیت کی مراسم ادا کرنے کے بعد اپنی اپنی جگہ مقام پر چلا گیا کہ وہاں جا کر انتظام [illegible] اور کسی طرح کی پریشانی پیدا ہونے نہ دے۔ تردی بیگ کو امرا نے اتفاق کرکے اس [illegible] کے سر انجام مہام کے واسطے دہلی میں بالکل اختیار دیدیا تھا اُس نے اسباب اور ادوات سلطنت کو [illegible] چتر و تاج و جواہر وغیرہ بھجوا دئے اور مرزا ابوالقاسم پسر کامران کو ہمراہ کر دیا [illegible] وقت بڑا ہی نازک تھا۔ ہندوستان کی فتح کا آغاز ہی تھا کہ اکبر بادشاہ کو تین زبردست دعویدار سلطنت دہلی سے لڑنا پڑا۔ مرزا تردی بیگ نے یہ بڑی وفاداری کی کہ اول بادشاہ [illegible] پہنچایا اور امانات شاہی کو اکبر پاس بھجوا دیا۔ باوجودیکہ مرزا کامراں کا بیٹا اُس کی [illegible] میں تھا۔

یہ بادشاہ دل کا رحیم اور ہاتھ کا کریم تھا۔ تخت نشینی کے وقت کشتیاں بھر بھر کر روپیوں کی انعام دیں۔ بھائیوں نے جو ملک مانگا [illegible] خوشی دیدیا۔ مروت اس پر ختم تھی کہ بھائی کیسی کیسی بھاری خطائیں کرتے مگر جب آنکھوں کے سامنے آتے سب خطائیں معاف کیں اور اُن کا کردہ ناکردہ کی برابر سمجھا۔ عزیز اقارب دوست تو کیا وہ دشمنوں کی خطا بخشنے میں فیاض تھا۔ وہ [illegible] قابلیت کے ساتھ تھا۔ ہندوستان سے خارج ہوتے کے بعد جو کام اُس نے کئے [illegible] دشمنوں سے لڑنے بھڑنے کی تدابیر کام لایا اور جو جو سختیاں پیش آئیں اور جو جو مصیبتیں [illegible] اس سر پر پڑیں اُن [illegible] سے جھیلا۔ [illegible] اس کی جوا[illegible] عالی ہمتی اور بلند حوصلگی ظاہر ہوتی ہے [illegible] کہ اُس نے ایسی مصیبت کے وقت میں کئی دفعہ اپنے نوکروں سے گھوڑا مانگا اور انہوں نے انکار [illegible]

کے دل پر ذرا اثر ... پیدا ... انسان ہی ہو یا ... پہونچے
... سبب برابر ... اس کی بڑی عظیم و تکریم ... میں ... ہم ہمایوں کی اصل خصائل لکھتے ہیں
... ان مصنف ... کے واقعات ... لکھی ہیں۔ اُن مشرقی مورخوں سے نقل نہیں کرتے جنکے
دل میں بادشاہوں کی عظمت مبالغہ کے ساتھ بیٹھی ہوتی ہے اُنہوں نے اپنی تاریخیں اُن کی اولاد کے وقت
میں لکھی ہیں جن میں مجبوری خوشامد کے مارے ستائش و مدح کے دفتر سیاہ کرنے پڑے اور تمام عیبوں پر
پردہ ڈالا ... کے رشتہ دار مرزا حیدر ... تاریخ رشیدی میں ہمایوں کی خصائل کا بیان پسندیدہ
کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ میں نے کمتر ایسے آدمی دیکھے ہیں جن میں علو فطرت و خوبی جبلت ایسی ہو جیسی
ہمایوں میں لیکن اس میں اس سبب سے کہ وہ ارباب نفس و شرارت سے اور اصحاب خباثت سے
جن میں مقدم و عظیم الشان ملا ... غزنی وغیرہ تھے زیادہ مخالطت رکھتا تھا۔ اُس میں بعض
ناپسندیدہ صفات پیدا ہو گئی تھیں جیسے افیون کا کھانا) اور یہ قاعدہ ہے کہ جو بادشاہوں سے کام صادر
ہوتے ہیں وہ زبان زد خلائق ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے کام اس افیونی ہونے کے ساتھ منسوب
... تھے۔ وگرنہ وہ اپنی ذات سے ملک صفات و مجمع انواع فضائل و کمالات تھا۔ ... کی شدائد
میں استقامت و شجاعت میں ثابت قدم مثل کوہ اور لطائف بزم میں کف دریا نوال وہ معدن جواہر
صوالح اعمال تھا کف کافی اس کا سحاب سخاوت و مروت مآل۔ انوری نے یہ شعر خاص اسی
کے لئے کہا ہے ؎

گر دل و دست بحر و کاں باشد — دل و دست خدایگاں باشد

وہ علو ہمت و شوکت شہنشاہی رکھتا تھا اور ہیبت و عظمت میں کمال رکھتا تھا۔ میں اُس کی خدمت
میں آگرہ میں گیا تھا۔ خلقت کہتی تھی کہ جو پہلے عظمت و شوکت بادشاہی تھی وہ اب باقی نہیں
رہی۔ مگر باوجود اس کے دریائے گنگ پر جو لڑائی ہوئی ہے تو ۱۷ ہزار تماگر دپیشہ ... اسباب
تجملات کا قیاس کرنا چاہئے۔ اس کے لشکر میں اتنے سپاہی نہ ہوتے جتنے اور ملازم نوکر و پیشہ
اور اہل حرفہ ہوتے۔ مرزا حیدر نے یہ خوب لکھا ہے کہ ہمایوں میں ... عیب تھا کہ وہ کام ... کا
سر انجام دینا جو داس ... تھا وہ اوروں کے ہاتھوں میں بالکل دیدیتا۔ اُس کے دشمن شیر شاہ کی عادت
اسکے خلاف تھی ... ہمایوں نے اسی عیب کے سبب سے کہ وہ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں خود

اہتمام نہیں کرتا اوس کے مغلوب کرنے کا خیال شیر شاہ کے دل میں آیا تھا۔ یہ سخت عیب اسمیں بتاتا تھا اُس کی نیکیوں کے ہمسایہ میں برائیاں بھی آباد تھیں بعض نیکیاں حد اعتدال سے گذر گئی تھیں سخاوت نے مسرف بنادیا تھا کہ سارے ہندوستان کی آمدنی اوس کے خرچ کو کافی نہتی مروت کی افراط نے اوس کی سیاست کو لوگوں کے دلوں سے اُٹھا دیا تھا۔ گو وہ بذات خود شجاع و دلاور تھا مگر باپ کی سی لیاقت سپہ سالاری کی نہیں رکھتا تھا۔ اوس نے ابتدا سلطنت میں اپنی کار آزمودہ بہادر سپاہ سے مالوہ، گجرات، بنگال، بہار میں فتوح عظیم پائیں۔ مگر ان ملکوں کے فتح کرنے کے لئے بہادری اور سپاہ کی قدردانی کے ساتھ اس میں وہ لیاقتیں شامل نہ تھیں جو اُن ملکوں پر مستقل قبضہ رکھتیں۔ اس لیاقت کے نہونے سے وہ ملک ہاتھ سے جاتا رہا جو باپ سے ورثہ میں پایا تھا۔ اس کے سارے عہد سلطنت میں امرا کی بغاوت و سرکشی کا بازار گرم رہا۔ اس میں وہ استعداد اور زور نہ تھا کہ جن سے وہ اون کو محکوم و مغلوب رکھتا اور ملک میں اپنی حکومت مستقل کرتا اور امرا کو یکدل و یکجہت بناتا۔ کاہل الطبع، بے پروائی، غفلت شعاری اوسکے کاموں کو بگاڑتی تھی عیش و عشرت میں ایسا ڈوب جاتا تھا کہ سلطنت کے کاموں کی مہینوں خبر نہ لیتا تھا۔

اس بادشاہ کی تعلیم باپ نے اچھی طرح کرائی تھی۔ علوم عقلی و نقلی سے اوس کو آگاہی تھی خصوصاً علوم ریاضی میں اسکو استعداد اچھی تھی۔ وہ ہمیشہ ارباب حکمت کے ساتھ [illegible] رکھتا تھا علم ریاضی کے جو عالم ممتاز تھے اون کو زیادہ ممتاز کرتا۔ کئی جگہ محل رصد بنانیکا ارادہ [illegible] آلات رصد ترتیب دیے تھے شعر و شعرا کیطرف توجہ بہت رکھتا تھا۔ طبع موزوں تھی حقیقت و مجاز کے اشعار اوقات فرصت میں کہتا تھا۔ [illegible] اوس کا بادشاہی کتب خانہ میں [illegible] چند رباعیاں اوس کی لکھی جاتی ہیں۔

اے دل مکن اضطراب در پیش رقیب	حال دل خود مگوے با ہیچ طبیب
کاریکہ ترا باں جفا کار افتاد	بس قصۂ مشکل ست و بس امر عجیب

رباعی

اے دل زحضور یار فیروزی کن	در خدمت او بصدق دلسوزی کن
ہر شب بخیال دوست ندیم نشین	ہر روز بوصل یار نوروزی کن

رباعی

اے آنکہ جفائے تو بعالم علم ست　　　[illegible] کہ ستم نہ بیم از تو ستم سست

ہر غم کہ رسد از ستم چرخ بدل　　　ما را چو [illegible] عشق تو یا شد چہ غم سست

بادشاہ کی طبیعت میں قوت اختراع بھی تھی۔ انتظام ملکی میں اس کا فقط یہ اختراع تھا کہ وہ یہ چاہتا تھا کہ ہندوستان میں دہلی۔ آگرہ۔ جونپور۔ منڈو۔ لاہور۔ قنوج اور بعض اور محال پایہ تخت بنائے جائیں اور وہاں اتنا لشکر رکھا جائے کہ اوسکو ضرورت [illegible] جگہ سے لشکر کی کمک کی نہو۔ اور اوس کا ایک سردار ہوشمند و دربین رعیت پرور [illegible] مقرر کیا جائے اور بادشاہ اپنے پاس بارہ ہزار سوار سے زیادہ لشکر نہ رکھے۔ اس [illegible] یا کہ سونے چاندی کی صندلیاں بنائی جائیں کہ دربار عام میں شاہزادے اور سرافراز و ممتاز امرا بادشاہ کے حکم سے اس پر بیٹھیں۔ غالب یہ ہے کہ دنیا کے بزرگان فطرت کے دل فقط مال ہی کے دینے سے صید نہیں [illegible] بلکہ جب تک اس کا جاہ و اعتبار نہ زیادہ کیا جائے اون کے دل نہیں [illegible] ہوتے۔

جس وقت بابر نے کابل سے قندہار کی طرف توجہ کی ہے اور کابل کا اہتمام ہمایوں کو سپرد کیا ہے تو ایک [illegible] مرغزار کی سیر کرتا تھا اوس نے مولانا روح اللہ سے کہا کہ میرا دل یہ چاہتا [illegible] مجھے راہ میں ملیں [illegible] نام سے فال لوں اور اساس سلطنت کو اوسپر بنا کروں [illegible] آدمی کا نام اوسکو [illegible] کا جواب [illegible] کہ میرے دل میں تو یہی آتا ہے کہ تین آدمیوں کے نام سے فال لوں۔ کچھ مسافت [illegible] تھی کہ ایک بوڑھا [illegible] ملا اس سے [illegible] کیا نام ہے اوس نے کہا کہ [illegible] پر لگ [illegible] سے [illegible] اوس سے نام پوچھا تو اوس نے کہا کہ میرا [illegible] دولت خواجہ ہے۔ تیسرا شخص ملا جو [illegible] تھا جب اس سے نام پوچھا تو اوس نے کہا کہ سعادت خواجہ۔ اوس نے دین دنیا کی مہام کا انتظام مراد۔ دولت۔ سعادت پر رکھا اوس نے اپنے تمام ملازموں کو اور ممالک محروسہ کو تین قسم میں تقسیم کیا اخوان۔ اقربا۔ امرا۔ وزرا کل سپاہیوں کا نام اہل دولت رکھا۔ ظاہر ہے کہ بغیر اونکی مساعدت کے مدارج دولت و اقبال پر عروج میسر نہیں ہوتا۔ [illegible] علما۔ صدور۔ سادات۔ مشایخ قضاۃ و شعرا اور سائر فضلا و موالی و اشراف اور اہالی کو اہل سعادت کہا کیونکہ اسی فرقے کی

مصاحبت سے سعادت ابدی پر استعداد ہوتا ہے ارباب بیوتات اور اصحاب حسن صورت اور اہل نغمہ وساز کا اہل مراد نام رکھا یہی جمہور کی مراد ہوتے ہیں۔ اسطرح ہفتہ کے دنوں کو اہل دولت واہل سعادت واہل مراد سے منسوب کیا۔ اس طرح کہ روز شنبہ وپنجشنبہ کو اہل سعادت سے متعلق کیا ان دونوں دنوں میں وہ مناظم علم وعبادات کے ناظموں پر توجہ کرتا تھا اور اہل سعادت کے ساتھ ان دنوں کے مخصوص کرنے کی یہ وجہ تھی کہ شنبہ منسوب ہے زحل کے ساتھ اور زحل مربی مشایخ وخاندانہای قدیم کا ہے۔ پنجشنبہ مشتری سے متعلق ہے وہ علما وکل اہل علوم کا ستارہ ہے۔ یکشنبہ وسہ شنبہ اہل دولت سے متعلق تھا۔ مہام بادشاہی اور انتظام امور جہانبانی ان دنوں سے مخصوص تھے۔ اور اس طرح معین کرنے میں حکمت یہ تھی کہ یکشنبہ آفتاب سے متعلق ہے اسکی تربیت کے پرتو سے سلطنت وفرمانروائی ہوتی ہے سہ شنبہ متعلق ہے مریخ سے اور مریخ سپاہی کا مربی ہے۔ روز دوشنبہ وچہارشنبہ اہل مراد کے دن تھے۔ ان دنوں میں بعض ندیم وخواص اور بعض اہل مراد عنایت خاص سے مخصوص ہوتے تھے اور اس خصوصیت کی وجہ یہ تھی کہ دوشنبہ قمر سے تعلق رکھتا ہے اور چہارشنبہ عطارد سے۔ ان دنوں کو امور بیوتات سے خاص مناسبت ہے روز چہارشنبہ کو اپنے نام کے مطابق [illegible] بادشاہی فیض عام سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔

اوس نے یہ بھی اختراع کیا کہ بادشاہ جسوقت بزم دیوانی میں تخت پر بیٹھے۔ تو نقارہ بجایا جائے کہ جس سے طوایف مردم کو اطلاع ہوجائے۔ اور جسوقت دیوان سے بادشاہ اٹھے تو بندوقیں چھوڑی جائیں کہ خلایق کو آگاہی ہو۔ اس روز چند خلعت کر کیراقچی اور اشرفیوں کی چند تھیلیاں خزانچی رکھدے تاکہ بخشش اور خلق کی کارروائی میں تاخیر نہو۔ چند شجاع جوشن دار سلاح لگا کے بادشاہ پاس کھڑے رہتے۔

اوس نے تین تیر زرین مطلا اختراع کئے تھے اور اونکے نام سہم السعادت وسہم الدولت وسہم المراد رکھے تھے۔ اون میں ہر ایک تیر ارکان دولت سے اور اوسکے سوا سے بھی تعلق رکھتا تھا۔ اس سرکار کی مہمات اسی کے حسن اہتمام سے سرانجام پائیں اور یہ مقرر تھا کہ جب تک ان صاحب سہام میں سے ہر ایک اپنے امور متعلقہ میں ایسی کوشش کرتا کہ وہ رضاء الہی کا مستلزم اور دولتخواہی

[illegible] ہوتا تو بادشاہ کا منظور نظر رہتا اور مسند اختیار پر ثابت و پایدار اگر وہ شراب
[illegible] ہو کر حد اعتدال سے باہر قدم رکھتا یا اپنی غرض کے سبب سے دولتخواہی میں چشم
پوشی کرتا [illegible] کو مقصور کرتا تو وہ معزول ہوتا۔

خواند میر مورخ نے قانون ہمایونی میں لکھا ہے کہ [illegible] بادشاہت کے زمانہ میں سہم السعادت
[illegible] تعلق رکھتا تھا [illegible] و عقد و قبض و بسط مہمات سادات و مشائخ و علما و قضاۃ و ارباب درس
[illegible] ارباب [illegible] منکفلان امور دین و تعیین وظائف و سیور غالات اسیکی
[illegible] سے مخصوص تھے۔ سہم الدولہ امیر ہندو بیگ کی تفویض میں تھا اور فتق و رتق و بست و کشاد و مہام اعظم
[illegible] تمام منصبداران اعمال سلطانی و متکفلان امور دیوانی و قرار مواجب عساکر و مراتب
[illegible] سہم المراد امیر ویس کو سپرد تھا وہ مہمات بیوتات و ترتیب اسباب تجمل
[illegible] میں مشغول رہتا۔ اسکے مخترعات میں سے تیروں کی تقسیم بارہ قسم پر تھی
[illegible] سے ہر ایک کے واسطے ایک تیر مقرر کیا تھا اور انہی سے طوائف
[illegible] دوازدہم ترکش بادشاہی سے مخصوص تھا۔ تیر یازدہم منسوب تھا
[illegible] تھے۔ تیر دہم متعلق سادات و مشائخ و علماء
[illegible] مقربان اور ایلچیان صاحب منصب سے اور تیر ہفتم کل ایلچیوں
[illegible] جوانان بہادر سے۔ تیر چہارم تحویلداروں سے تیر سوم خوانان
[illegible] سے تیر اول دربانوں اور پاسبانوں اور اس قسم کے آدمیوں سے۔
[illegible] سلطنت کی مہمات کو اربعہ عناصر کی تعداد کے موافق حصے کیے گئے
[illegible] ان چاروں سرکاروں کی مہمات کے جاری کرنے کے لئے ایک وزیر مقرر
تھا۔ مہمات توپخانہ ترتیب اسلحہ و آلات حرب اور تمام کام جن میں آتش کو دخل ہو سرکار آتشی کہلاتے
تھے اور اسکی وزارت خواجہ عبدالملک کو سپرد تھی۔ مہمات کرکیراق خانہ باورچی خانہ و اصطبل اور
ضروریات [illegible] کا سرانجام دینا سرکار ہوائی کہلاتی تھی۔ خواجہ لطف اللہ کو اسکا اختیار
تھا۔ سامان شربت خانہ [illegible] خانہ و جریان انہار وغیرہ مہمات کہ آب سے منسوب تھیں سرکار آبی
کہلاتی تھیں۔ اور اس سرکار کی وزارت پر خواجہ حسن معین تھا۔ مہمات زراعت و عمارات و ضبط خالصات

اور بعض بیوتات سرکار خاکی سے موسوم تھیں۔ اس سرکار میں وزارت خواجہ جلال الدین مرزا بیگ سے منسوب تھی ان سرکاروں میں ہر ایک میں ایک امیر کو دخل تھا مثلاً امیر ناصر قلی میر سرکار آتشی تھا اور ہمیشہ جامہ سرخ پہنتا تھا۔

اسکے اختراعات میں سے یہ تھا کہ اوستا دنجاروں سے چار بڑی بڑی کشتیاں بنائیں اور دریا جمن میں ڈلوائیں اور ہر ایک کشتی کے چار طاق تھے جن کے دو طبقے بہت بلند تھے۔ اور ان کشتیوں کو آپس میں اس طرح وصل کیا تھا کہ وہ چار طاق ایک دوسرے کے محاذی رہتے۔ ان چار کشتیوں میں دو کشتیوں کے درمیان ایک مثمن حوض نمودار ہوتا۔

بادشاہ کے اختراعات میں سے یہ بھی تھا کہ کشتیوں میں دکانوں کی ترتیب اور بازاروں کی آرایش ہوتی تھی ۹۳۹ھ میں بادشاہ فیروز آباد دہلی سے اکثر امرا اور ارکان دولت وغیرہ کیساتھ دارالخلافت آگرہ میں دریا کی راہ سے ایسی کشتیوں میں بیٹھ کر گیا کہ ایک ایسا بازار جمنا میں رواں تھا کہ اُس میں جس چیز کو کسی کا جی چاہتا خرید لیتا۔ اور اسی طرح باغبانان بادشاہی نے بادشاہ کے حکم سے روئے آب پر باغ رواں مرتب کیا تھا۔ ایسے ہی بادشاہ نے جسر رواں ایجاد کیا تھا۔

بادشاہ کا سب سے زیادہ عمدہ اختراع محل رواں تھا اُس کی تین منزلیں تھیں جو چوب سے تراشی گئی تھیں اور اوستا دنجاروں نے اوسکے اجزا ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وصل کئے تھے کہ جو کوئی اوسکو دیکھتا تو جانتا کہ یک پارہ ہے مگر جس وقت چاہو اوسکے اجزا جدا کرکے جہاں چاہو لیجاؤ طبقہ اعلیٰ کی نردبان ایسی تراشی تھی کہ جس وقت چاہو اوسکو کھول لو اور جب چاہو لپیٹ لو۔ بادشاہ نے ایک تاج بھی ایجاد کیا تھا جس کی رفعت ولطافت حد اعتدال رکھتی تھی۔ اسکے گرد حاشیہ تھا اُس میں دو فرجہ نمایاں تھے۔ اور ہر فرجہ سات کی صورت رکھتا تھا۔

بادشاہ نے ایک خرگاہ اختراع کیا تھا اوس کی تقسیم بارہ حصوں میں آسمان کے برجوں کی طرح کی اور ہر برج میں ایک پنجرہ لگایا کہ اس کے سوراخوں میں سے کواکب دولت کے انوار چمکتے تھے اور ایک اور خرگاہ مثل فلک الافلاک کے جو محیط فلک ثوابت ہے بنایا جو اُس خرگاہ کو سب طرف سے احاطہ کئے ہوئے تھا اور جیسے کہ فلک اطلس نقوش سے مبرا ہے یہ خرگاہ بھی پنجرہ سے معرا تھا غرض اس نے خرگاہ کیا بنایا تھا۔ زمین پر آسمان کا نقشہ اوتارا تھا۔

اسکے مخترعات میں سے بساط نشاط بھی تھا۔ اِس بساط میں دوائر افلاک وکرات عناصر بنائے تھے دائرہ اوّل کہ فلک اطلس سے منسوب تھا سفید رنگ تھا۔ دوسرا کبود۔ تیسرا زحل کی مناسبت سے سیاہ۔ چہارم کہ محل برجیس ہے صندلی۔ اور پنجم کہ بہرام سے متعلق ہے لعلی۔ ششم کہ خانہ نیر اعظم ہے زریں ہفتم کہ منزل ناہید ہے سبز روشن۔ ہشتم کہ جائے عطارد ہے سوسنی۔ دائرہ نہم کہ منزل قمر ہے سفید۔ دائرہ قمر کے بعد کرہ نار و ہوا کو بالترتیب مرتب کیا تھا۔ اسکے بعد کرہ خاک و آب تھا۔ اور ربع مسکوں کو سات اقالیم میں تقسیم کیا تھا۔ اپنی ذات کے لئے دائرہ زریں اختیار کیا تھا۔ اور اُس میں سر برآرائے خلافت ہوتا۔ اور ہر طائفہ کو سبعہ سیارہ کے ساتھ منسوب کرکے بیٹھنے کا حکم تھا۔ مثلاً امراء ہندی کو دائرہ زحل میں سادات وعلماء کو دائرہ مشتری میں۔ جو آدمی اِن دائروں میں بیٹھتے وہ قرعہ ڈالتے جس کی ہر جانب میں ایک شخص کی صورت بوضع غیر مکرر بنی ہوئی تھی اس کے موافق وہ مامور ہوتے اور جو قرعہ پھینکتا اور جو صورت کہ اوپر آتی اس ہیئت سے وہ دائرہ میں بیٹھتا مثلاً اگر کھڑے ہوئے آدمی کی صورت قرعہ میں آتی تو وہ کھڑا رہتا اور اگر بیٹھے ہوئے آدمی کی تو بیٹھتا اور مضجع صورت ہوتی تو وہ تکیہ لگا کے بیٹھتا اوسکو بڑی خوشی ہوتی۔

یہ بھی اوسکے اختراعات سے تھا کہ ہر روز سے جو ستارہ منسوب تھا اُسی کے رنگ کا لباس پہنا جاتا۔ مثلاً اتوار کو زرد لباس پہنا جاتا کہ آفتاب کا رنگ ہے۔ دوشنبہ کو لباس سبز کہ وہ قمر سے متعلق ہے اور برین قیاس اوسکے اختراعات میں سے طبل عدل تھا۔ اگر کسی دادخواہ کی کسی سے مخاصمت ہوتی تو وہ طبل پر چوب لگاتا۔ اگر اوس کا تظلم عدم وصول علوفہ ہوتا تو دو دفعہ نقارہ کو بجاتا۔ اگر کسی ظالم نے اُسکا مال چھین لیا یا چور چرا کر لیگیا ہوتا تو تین دفعہ نقارہ کو بجاتا۔ اور اگر کسی پر خون کا دعویٰ ہوتا تو چار دفعہ نقارہ بجاتا۔

کہتے ہیں کہ ہمایوں اوامر و نواہی کا ایسا پابند تھا کہ بے وضو خدائے عزوجل کا نام نہیں لیتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اوسنے میر عبدالحی صدر کو عبدل کہہ کر پکارا جب وضو سے فارغ ہوا تو میر سے کہا کہ مجھے آپ معذور رکھئے کہ مجھے وضو نہ تھا اور حی خدا کا نام ہے اسلئے آپ کا پورا نام نہیں لیا۔ صوم وصلوٰۃ وفرض وسنن وتلاوت قرآن کا بڑا مقید تھا۔ کبھی وہ قسم نہ کھاتا اور فحش لفظ زبان پر نہ لاتا۔ بہت غصہ ہوتا تو صرف لفظ سفیہ بولتا۔ مسجد میں پہلے بایاں پاؤں نہ رکھتا سب لوگ اسکو

مذہب سنی حنفی جانتے تھے مگر اوس کے ساتھہ اہل بیت رسول اللہ سے محبت ایسی رکھتا تھا کہ وہ امامیہ مذہب کا طرفدار معلوم ہوتا تھا۔ امامیہ مذہب کے آدمیوں کے ہاتھ میں اوسکی سلطنت کا سارا اختیار رہتا جیسے بیرم خاں اور اہل ایران۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ حمید اوس کی مجلس میں آیا اور جذبہ میں آکر کہنے لگا کہ ہمارے بادشاہ کا سارا لشکر رافضی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ آپ کیا کہتے ہیں۔ تو اوس نے جواب دیا۔ کہ میں حضور کے لشکر میں۔ یار علی کفش علی حیدر علی وغیرہ سپاہیوں کے نام سنتا ہوں کسی کا نام اصحاب کے نام پر نہیں سنتا۔ بادشاہ اوس پر بہت برآشفتہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میرے دادا ہی کا نام عمر شیخ ہے اور یہ کہہ کر محل میں چلا گیا۔ مرزا کامران اسکا بھائی متعصب سنی تھا۔ اس سے اکثر شیعہ و سنی مذہب کی ظرافت آمیز باتیں ہوا کرتی تھیں جب شیر شاہ سے شکست پاکر ہمایوں پنجاب کو جاتا تھا مرزا کامران اوسکے ہمراہ تھا۔ تو ایک قبرستان میں دونوں کے گذرنے کا اتفاق ہوا وہاں ایک کتے کو دیکھا کہ ایک قبر پر موت رہا تھا۔ مرزا کامران نے اوس کتے کو دیکھکر بادشاہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ظاہرا یہ قبر کسی رافضی کی معلوم ہوتی ہے۔ بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ سچ ہے یہ کتا سنی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جہانبانی جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ غازی ایسی صفات کے ساتھہ موصوف تھا کہ ہمیشہ اُس کا نام سلاطین عظام کی فہرست میں لکھا جائیگا کمتر ایسے بادشاہ ہوئے ہیں جو بادشاہ کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں اور اونھوں نے تجربہ سلطنت اس محنت و مشقت سے حاصل کیا ہو۔ یہ بھی اس بادشاہ کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ اُس کا باپ بابر تھا جو اکابر عالم میں شمار ہوتا ہے۔ اور بیٹا اکبر تھا جو بغیبر سلاطین ہوا۔

ریویو

اس تھوڑے ہی عرصہ میں جو انقلابات واقع ہوئے وہ ہندوستان کی تاریخ میں اپنا نہایت تعجب خیز تماشہ دکھاتے ہیں۔ بھلا یہ کب خیال میں آتا تھا کہ بابر کی ترکی بہادر سپاہ دس برس میں ایسی عیش دوست و آرام طلب ہو جائیگی کہ قنوج میں اس طرح شکست پائیگی اور سلطنت کو یوں [illegible] اور زیادہ [illegible] خیال ہوتا تھا کہ اس جنگ کی فتحمند افغانی سپاہ تھوڑے عرصہ [illegible] ضعیف ہو جائیگی کہ اپنے [illegible] کے ہاتھہ سے جوتیاں کھائیگی۔ اور خود مغلوب ہو جائیگی۔ یہہ

ہندوستان بھی عجیب دغاباز بے وفا معشوقہ ہے کہ جو اوس کی بغل میں ہنستا ہوا اس پر بھروسہ کرکے سویا اُسی کو وہ رولاتی ہوئی اُٹھا کے اپنے سے دُور پھینکتی ہے۔ مرزا حیدر نے جو قنوج کی جنگ میں شریک تھا ہمایوں کی سپاہ کا حال جو لکھا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سپاہ نے پانی پت کے میدان میں سپاہگری و بہادری کے جوہر دکھائے تھے تھوڑے دنوں میں اوس کی نامردی کا حال یہ ہوگیا تھا کہ قنوج میں ۲۰ توغ اسلئے چھپائے گئے تھے کہ اونکے دکھانے سے امرا کی جان نکلتی تھی۔ ہر امیر کے ساتھ اتنے لازم نوکر غلام تھے جن کے اژدہام نے سپاہیوں کی صف بندی نہونے دی۔ پہلے اس سے کہ ایک خون کی بوند زمین پر گرے یہ امرا جان بچاکے دریا میں بھاگے جہاں وہ اپنے ہی ہتیاروں کے بوجھ سے ڈوب ڈوب کر مرگئے تواخ دسپاہ بابری کا حال اُسکے بیٹے کے زمانہ میں یہ ہوا اور شیرشاہ کی سپاہ جرار کا اس سے بدتر حال ہوا کہ ایک بقال اُسکا سپاہ سالار بنا جو افغانوں کو جو چاہتا سو کہتا۔ یہ ساری خرابیاں حکومت شخصی کی ہیں کہ لایق اور نیک بادشاہوں کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ وہ اپنے لایق لوکا رقایم مقام مقرر کریں حسن انتظام اون کی ذات خاص سے وابستہ ہوتا ہے وہ جمہور کی نیکیوں پر موقوف نہیں ہوتا کہ دیرپا ہو بس جہاں بادشاہ کا خاتمہ بالخیر ہوا اوسکے انتظام کا بھی خاتمہ ہوا شخصی انتظام تھوڑے عرصہ کا مہان ہوتا ہے۔

تمت

ہے اگر علیحدہ کوئی خریدے گا تو بتفصیل بالا اس کے ہاتھ بیچے جائیں گے یکشت دس حصوں کے خریدار کو انکی قیمت بلا جلد (عہ) علاوہ محصول۔

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصرِ ہند مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب مرحوم یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہے (حصہ اوّل) بطور تمہید ۱۸۳۷ء تک لکھا ہے کہ انگلینڈ کو ہندوستان سے کس طرح تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیونکر نکالا اور اپنی فرمانروائی کا سلسلہ کس طرح جمایا۔

(دوسرے حصے) میں ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۹ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں۔

(تیسرے حصے) میں ۱۸۴۹ء سے ۱۹۰۱ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریا نے وفات پائی حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ دہلی کا بیان مولف نے اپنی چشم دید لکھا ہے۔

(حصہ چہارم) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ ایشیا افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرانسوال جنگ سوڈان اور مصر ہیں۔

(**پانچویں حصے**) کا نام آئین قیصری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں،

ساری دنیا میں قیصرِ ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے۔ ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیونکر منتظم ہوئی وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ ہندوستان کے لئے قوانین کیونکر مدوّن ہوئے۔ عدالتیں کیونکر مقرر ہوئیں۔ بحری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں سپاہ کیونکر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت ہر پنج حصص بلا جلد عہ

ملنے کا پتہ:۔ آنریری مینیجر بک ڈپو مدرستہ العلوم علی گڑھ

دیگر ہر قسم کی کتابوں کے لئے مفصل فہرست طلب فرمائیے جو بالکل مفت روانہ کیجاتی ہے)

(مزید کتب کے لئے ملاحظہ ہو فہرست کلاں جو مفت ملتی ہے)

فضل خدا

انسٹی ٹیوٹ پریس میں (جو سر سید علیہ الرحمۃ کا قایم کیا ہوا اور محمڈن کالج کی ملک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لوہے اور پتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اردو و انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہے۔ اہل ذوق و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

مطلع کیا جاتا ہے کہ [illegible] اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو طلبا [illegible] اسناد حاصل ہوتی ہیں ان کی نقل [illegible] طلب روانہ کی جا سکتی ہے۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہے اور جو سر سید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ از روئے ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ نمونہ مفت۔ اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے پتہ:۔

مینیجر صاحب انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ